وَمُبَشِّراً بِرَسُوْلٍ یَّاتِیْ مِنْ بَعْدِی اِسْمُہٗ اَحْمَدُ

اصحاب احمد

جلد دہم

(حصہ اول و حصہ دوم)

مؤلفہ

صلاح الدین ملک ایم ۔ اے

نام کتاب	اصحاب احمد
جلد دہم	حصہ اوّل ودوم
مصنف	ملک صلاح الدین صاحب ایم اے

فہرست مضامین

اصحاب احمد جلد دہم

	مضمون	صفحہ
	حصہ اوّل	
	عرض حال	i
	نئے تبصرے	v
	ڈاکٹر عطر دین صاحب درویش ولد میاں بھولا (سکنہ چھمال تحصیل شکر گڑھ ضلع گورداسپور)	۱
	ماسٹر فقیر اللہ صاحب ولد منشی امام بخش صاحب سکنہ پشاور	۱۳
	شیخ عبدالرحیم صاحب شرما سابق کشن لال ولد پنڈت رلیارام (ساکن بنوڑ پٹیالہ)	۴۱
	شیخ عبدالوہاب صاحب (سکنہ بنوڑ۔ پٹیالہ)	۷۲
	حاجی غلام احمد صاحب ولد گامن خاں (سکنہ کریام۔ جالندھر)	۷۷
	زینب بیگم صاحبہ (سوتیلی والدہ)	
	دولت بیگم صاحبہ (ہمشیرہ)	
	امیر النساء بیگم صاحبہ (ہمشیرہ)	
	محمد جان صاحبہ (ہمشیرہ)	
	چوہدری مراد بخش صاحب ولد رنگے خاں (سکنہ کریام۔ جالندھر)	۱۳۷
	چوہدری مہر خانصاحب (پسر)	
	چوہدری نذیر احمد خانصاحب (پسر)	
	چوہدری مولا بخش صاحب ولد امام بخش (سکنہ کریام۔ جالندھر)	۱۴۲
	چوہدری عبدالغنی صاحب (پسر)	
	صحابہ کرام سکنہ موضع کریام	۱۴۱
	چوہدری برکت علی صاحب ولد دارے خاں	۱۴۹

	اسماء	صفحہ
	چوہدری نعمت خانصاحب (برادر)	
	چوہدری بڈھے خانصاحب ولد سلطان خان	۱۵۱
	چوہدری حاکم خانصاحب (پسر)	
	چوہدری کرم بخش صاحب (برادر)	
	چوہدری ولی محمد ولد چوہدری کرم بخش صاحب	
	چوہدری گل محمد صاحب (برادرزادہ چوہدری کرم بخش صاحب)	
	چوہدری برکت علی صاحب ولد محمد بخش	۱۵۴
	چوہدری طفیل محمد صاحب (پسر)	
	چوہدری محمد علی صاحب (پسر)	
	چوہدری کالے خاں صاحب ولد محمد بخش	۱۵۸
	چوہدری گاہئے خاں صاحب ولد رنگے خاں	
	چوہدری خان بہادر صاحب (پسر)	
	چوہدری منشی خانصاحب (پسر)	
	چوہدری رحمت خانصاحب (پسر)	
	چوہدری مولا بخش صاحب ولد گلاب خاں	۱۶۰
	چوہدری علی گوہر صاحب (برادر)	
	چوہدری امیر علی صاحب (ملازم)	
	چوہدری چھجو خاں صاحب ولد رحمے خاں	۱۶۳
	چوہدری صوبہ خاں صاحبؓ	۱۶۳
	چوہدری نبی بخش صاحب ولد سمے خاں	۱۶۳
	چوہدری نتھے خاں صاحب	۱۶۴
	چوہدری نجابت علی خانصاحب ولد محمد بخش	

صفحہ	اسماء
۱۶۵	چوہدری احمد علی خانصاحب (پسر)
۱۶۷	وزیر محمد صاحب ولدبنہ
۱۶۷	چوہدری اکبرخاں صاحب ولد مادے خاں
۱۶۷	چوہدری منشی خانصاحب ولد مولا بخش سڑوعہ
۱۶۸	چوہدری غلام محمد صاحب ولد بدر بخش
۱۶۸	چوہدری رحمت خاں صاحب ولد ہلّو خاں
۱۶۹	چوہدری امیر باز خاں صاحب ولد کیمن خاں
۱۷۰	چوہدری بشارت علی خانصاحب ولد دارے خاں (ساکن سڑوعہ ضلع جالندھر)
۱۷۰	مہرالنساء بیگم صاحبہ (اہلیہ)
۱۷۴	میاں رمضان علی صاحب ولد میاں حسین صاحب
۱۷۷	مولوی غلام حیدر صاحب ولد سخی محمد (ساکن مجوکہ ضلع سرگودھا)
۱۷۸	مولوی غلام رسول صاحب (پسر)
۱۷۹	چوہدری نتھے خانصاحب ولد فضل الدین (ساکن مگرا ضلع سیالکوٹ) بعدہ متوطن چک نمبر ۹۸ شمالی (سرگودھا)
۱۸۲	چوہدری اللہ بخش صاحب ولد میراں بخش ساکن مکھن وال (گجرات) بعدہ متوطن چک نمبر ۹ شمالی پنیار (سرگودھا)
۱۸۳	میاں کرم الدین صاحب ولد حاجی جان محمد (ساکن پوہلہ مہاراں (سیالکوٹ) بعدہ متوطن چک نمبر ۳۳ جنوبی ملکے والہ (سرگودھا)
۱۸۴	شیخ رحمت اللہ صاحب ولد شیخ جھنڈا (ساکن طغل والہ نزد قادیان) دولت بی بی صاحبہ (ہمشیرہ) عائشہ صاحبہ (اہلیہ) شیخ جھنڈا صاحب (والد)

اسماء	صفحہ
میاں کرم الٰہی صاحب درویش (ولد میاں عیدا) (ساکن بھڈیار ضلع امرتسر)	۱۹۶
میاں نظام الدین صاحب (برادر)	
قاضی اشرف علی صاحب ولد یعقوب علی صاحب ساکن علی پور کھیڑہ (ضلع مین پوری۔یو۔پی)	۲۰۱
ملک محمود خانصاحب ولد محمد لشکر خاں (ساکن معیار ضلع مردان)	۲۰۵
مولوی عبدالواحد خانصاحب ولد محمد رمضان (سیالکوٹ)	۲۱۰
غفورالنساء صاحبہ (اہلیہ)	
مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوری ولد چوہدری صدرالدین صاحب ضلع گوجرانوالہ	۲۲۰
روایات..	۲۴۴
حوالہ جات	۲۸۱
حصہ دوم	
حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحبؓ	۲۸۷
عرض حال	۲۸۹
مسودہ کے بارہ میں	۲۹۰
دیباچہ	۲۹۱
بیان شیخ محبّ الرحمٰن صاحب	۲۹۳
کپورتھلہ شہر وریاست	۲۹۶
تاریخ احمدیت میں کپورتھلہ کی اہمیت	

صفحہ	اسماء
۲۹۷	احباب کپورتھلہ کا عشق وایمان
۳۰۴	حوالہ جات
	منشی حبیب الرحمٰن صاحب
۳۰۵	تعارف
۳۰۶	آپ کے خاندانی حالات
۳۰۷	حاجی محمد ولی اللہ صاحب
۳۱۰	منشی صاحب عہد طفولیت اور تعلیمی حالات
۳۱۱	حاجی صاحب کو براہین احمدیہ کا اشتہار ملنا اور حضرت اقدس سے خط وکتابت ہونا۔
۳۱۲	براہین احمدیہ حاجی صاحب کو میسر آنا
۳۱۴	حضور کے مجدد ہونے کے بارے میں حاجی صاحب کے سوالات
۳۱۷	التوائے براہین احمدیہ پر اعتراض
۳۲۳	حضرت اقدسؑ سے حاجی صاحب کا طلب عفو
۳۳۵	حاجی صاحب کی آخری حالت کا جائزہ۔
۳۳۶	حضرت اقدسؑ کا درود تین بار کپورتھلہ میں
۳۴۵	حضرت اقدسؑ سے منشی صاحب کی اولین ملاقات (جالندھر میں)
۳۴۱	بعض احباب کپورتھلہ کی بیعت
۳۴۲	حضرت اقدسؑ کا دعویٰ مسیحیت
۳۴۳	منشی حبیب الرحمٰن صاحب کا بیعت کرنا لدھیانہ پہنچ کر
۳۴۹	حضرت اقدسؑ کی فراست کا ایک واقعہ
۳۵۱	حضرت اقدسؑ کی فراست کا ایک اور واقعہ، حاجی محمد ولی اللہ صاحب کا انتقال
۳۵۳	اس سفر لدھیانہ کا ایک اور واقعہ

	اسماء	صفحہ
	زیارت حضرت اقدسؑ کا وفور شوق	۳۵۴
	بیعت مولوی غلام نبی صاحب خوشابی	۳۵۹
	علمائے اسلام کو دعوت مقابلہ	۳۶۴
	مباحثات دہلی ۱۸۹۱ء میں شرکت	۳۶۵
	اولین جلسہ سالانہ (۱۸۹۱ء) میں شمولیت	۳۶۹
	لدھیانہ میں زیارت کے مواقع	۳۷۴
	جلسہ سالانہ (۱۸۹۲ء) میں شمولیت اور تبلیغ یورپ وامریکہ کے بارے مشاورت	۳۷۵
	تین سو تیرہ صحابہ میں شمولیت دوبار	۳۸۲
	جادو کچھ چیز نہیں	۳۸۳
	ایک منصف کی طرف سے حضرت اقدسؑ کو دعوت طعام	۳۸۴
	حضرت اقدسؑ کا منشی صاحب کو یاد کرنا	۳۸۴
	منشی صاحب، ایک نشان کے گواہ	۳۸۷
	بمقام امرتسر مباحثہ آتھم ومباہلہ	۳۹۰
	جماعت احمدیہ کے بنیادی احوال	۳۹۵
	کتاب ''آریہ دھرم'' میں منشی صاحب کا ذکر	۳۹۶
	حقہ سے حضرت اقدسؑ کو نفرت	۳۹۷
	ایک رمضان شریف کا آخری عشرہ قادیان میں گزارنا	۳۹۷
	نسخہ سرمہ مقوی بصر	۳۹۸
	حضرت اقدسؑ کی غذا	۳۹۸
	نزول الہام کے دو مواقع پر منشی صاحب کی موجودگی	۴۰۰
	حضور کی دعا سے طاعون سے حفاظت	۴۰۲
	لاہور کے متعلق پیشگوئی	۴۰۶

صفحہ	اسماء
۴۰۶	حضرت اقدسؑ کا سفر دہلی ۱۹۰۵ء میں
۴۱۰	دہلی سے سفر مراجعت
۴۱۶	مسجد کپورتھلہ کا مقدمہ اور معجزانہ کامیابی کا نشان
۴۲۷	روایات منشی حبیب الرحمٰن صاحب
۴۳۳	منشی صاحب کی غیر تمندانہ اپیل اخبار ''وطن'' کی ایک تحریک پر
۴۳۵	مقدمہ کرم دین بعدالت چندو لال
۴۳۷	ڈاکٹر عبدالحکیم کے سلسلہ میں اظہار غیرت
۴۳۷	جلسہ تشحیذ الاذہان
۴۳۸	مکتوبات حضرت اقدسؑ بنام منشی صاحب
۴۴۶	اولاد منشی محمد خاں صاحب کے ساتھ نرم سلوک کیا جانے کی الہٰی خبر
۴۴۷	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال
۴۴۸	منشی صاحب بیعت خلافت ثانیہ وتائید
۴۵۷	حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی امریکہ سے مراجعت
۴۵۹	حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا خیر مقدم، سفر یورپ سے مراجعت پر
۴۶۲	انفاق فی سبیل اللہ
۴۸۰	قلمی خدمات
۴۸۳	منشی صاحب کی اہلیہ محترمہ
۴۸۴	سیرۃ حضرت منشی صاحبؓ
۴۹۷	منشی صاحب کا انتقال پر ملال
۴۹۸	نماز جنازہ وتدفین
۴۹۹	خاتمہ بالخیر کے متعلق خوابیں
۵۰۲	حضرت مسیح موعودؑ کا وعدہ صحابہ کپورتھلہ سے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ......☆......نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ
وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

حصہ اول

عرض حال

الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ باوجود نا مساعد حالات کے راقم آثم کو اصحابؓ احمد جلد دہم کے ہدیہ قارئین کرام کرنے کی توفیق عطا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعا ہے کہ اسے قبول فرمائے اور اس کام کی تکمیل کی توفیق عطا کرتے ہوئے اپنے فضل سے اس کے لئے سامان بہم پہنچائے۔ اَللّٰھُمَّ وَفَقْنَالِمَاتَرْضٰی .اٰمین یارب العٰلمین.

شکریہ احباب :۔ ناسپاسی ہوگی اگر میں ان بزرگوں اور احباب کا شکریہ ادا نہ کروں جنہوں نے خود مالی اعانت کی ہے یا دوسروں کو خریدار بنا کر مدد فرمائی ہے۔ ان محترمین کے اسماء درج ذیل ہیں :۔

(۱)۔ربوہ۔صاحبزادہ مرزا رفیق احمد صاحب منجانب سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ۔حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب (معالج خصوصی حضور ایدہ اللہ تعالیٰ) سیّد داؤد احمد صاحب (پرنسپل جامعہ احمدیہ) چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ (ناظر اصلاح وارشاد) مولوی بشارت احمد صاحب بشیر (نائب وکیل التبشیر) میاں محمد ابراہیم صاحب (ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول) مولوی غلام باری سیف (پروفیسر جامعہ احمدیہ) مرزا فتح دین صاحب (سپرنٹنڈنٹ دفتر پرائیویٹ سیکرٹری) اور ملک منور احمد صاحب ایم۔ایس۔سی (فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ)

(۲) سابق مغربی پنجاب۔مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ (امیر صوبائی) چوہدری اسد اللہ خان صاحب بیرسٹر (امیر جماعت لاہور) شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ (امیر ضلع لائلپور) ملک عبدالعزیز صاحب (مالک فلور مل۔قصور) شیخ عبدالقادر صاحب (مربی لاہور) ماسٹر محمد ابراہیم صاحب (صدر حلقہ مسجد احمدیہ لاہور) ملک رشید احمد صاحب لاہور (نبیرہ حضرت ملک نورالدین صاحبؓ) میاں بشیر احمد صاحب (امیر جماعت جھنگ) چوہدری محمد اکرام اللہ صاحب (مالک اومیگا ریڈیو۔ملتان صدر) چوہدری نورالدین صاحب جہانگیر (ڈائریکٹر فوڈ اینڈ سپلائی لاہور) خلف حضرت چوہدری غلام حسین صاحبؓ۔چوہدری محمد شریف صاحب ایڈووکیٹ (امیر

جماعت منٹگمری) ملک محمد مستقیم صاحب ایڈووکیٹ منٹگمری۔اورعبدالحق صاحب ناصر درویش (منٹگمری)
چوہدری حسن محمد صاحب ہوٹل والا (کبیر سٹریٹ لاہور) ملک احسان اللہ صاحب (خلف حضرت ملک خدابخش صاحبؓ
لاہور) چوہدری انور حسین صاحب ایڈووکیٹ (امیر ضلع شیخوپورہ) شیخ عبداللطیف صاحب (قائد مجلس خدام الاحمدیہ
لائل پور شہر) اوران کے بھائی شیخ محمد عبداللہ صاحب

(۳) سابق سندھ۔فضل الرحمٰن صاحب سول انجینئر سیمنٹ فیکٹری حیدرآباد پاک۔چوہدری فضل احمد صاحب (مینیجر وامیر جماعت بشیرآباد) چوہدری محمد اسماعیل صاحب خالد مینیجر احمد آباد۔ملک غلام احمد صاحب عطا (محمد آباد) ڈاکٹر احتشام الحق صاحب بہاری (محمد آباد) احباب جماعت کنری۔ صوفی محمد رفیع صاحب (امیر جماعت سکھر ڈویژن) ڈاکٹر عبدالقدوس صاحب (نواب شاہ)

(۴) بیرون ہندو پاک۔ڈاکٹر عبدالسلام صاحب پروفیسر (لنڈن) سید عبدالرحمان صاحب (خلف حضرت سید عزیز الرحمٰن صاحبؓ) حافظ صالح محمد الہٰ دین صاحب (ریاست ہائے متحدہ امریکہ) مسعود احمد صاحب ہاشمی (کویت) نیاز احمد صاحب بحرین۔شیخ مبارک احمد صاحب (رئیس التبلیغ مشرقی افریقہ) اور چوہدری عبدالرحمٰن صاحب لنڈن۔(خلف چوہدری غلام محمد صاحبؓ سابق مینیجر نصرت گرلز سکول قادیان) مولوی محمد اسماعیل صاحب منیر (مجاہد ماریشیس)

(۵) متفرق۔خواجہ محمد صدیق صاحب بانی (ناظر دفتر ڈپٹی کمشنر پونچھ) حکیم محمد سعید صاحب (سابق مبلّغ سری نگر) چوہدری محمود احمد صاحب عارف (معاون ناظر امور عامہ قادیان) اور مولوی محمد سلیم صاحب فاضل (مبلّغ دہلی) منشی شمس الدین صاحب (سابق امیر جماعت کلکتہ) اور مولوی عبدالحیٔ صاحب ہیڈ ماسٹر مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان (خلف حضرت مولانا عبدالماجد صاحبؓ بھاگلپوری)

خصوصاً دو برادران کا بے حد ممنون ہوں۔ ایک تو چوہدری محمد صدیق صاحب فاضل بی اے (لائبریرین خلافت لائبریری ربوہ) کا کہ جنہوں نے جلد نہم سے طباعت واشاعت کا سارا بوجھ اٹھا رکھا ہے۔ دوسرے مولوی عبدالرحمان صاحب انور (اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہٗ اللہ تعالیٰ) کا کہ وہ حالات مہیا کرنے میں بہت مدد دے رہے ہیں۔تیسرے مرزا محمد عبداللہ صاحب (دفعدار) لائبریرین مرکزی لائبریری صدر انجمن احمدیہ قادیان کا کہ مجھے ہمیشہ لائبریری اور دفاتر کے بعد ہی یا تعطیلات میں

استفادہ کا موقع ملتا ہے۔اورآپ اس بارہ میں میری پوری امدادفرماتے ہیں۔

فَجَزَاھُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ الْجَزَاءَ فِیْ الْدُّنِیَا وَالآخِرَۃِ .اٰمین ثم اٰمین

ایسے تذکروں کی ضرورت: ۔صحابہ کرامؓ کے تذکروں کی جس قدر ضرورت محسوس کی جارہی ہے ہر ایک پر ظاہر ہے اور صحابہؓ کی تعداد کے کم ہونے کے ساتھ ان کی ضرورت اور اہمیت کا احساس تیز تر ہورہا ہے۔ چند دن قبل حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحبؓ کے سانحہ ارتحال جیسے قومی صدمہ سے اس احساس کا شدید ہونا طبعی امر تھا۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کو تادیر صحیح وسلامت رکھے تاہم ان کے فیوض سے متمتع ہوسکیں۔

ایسے تذکروں کی تکمیل کے لئے بہت ہی جانفشانی،عرقریزی اور محنت درکار ہے لیکن ان سے زیادہ دقت ان کے خریدار تلاش کرنے اوران کی طباعت وغیرہ کے لئے اخرجات مہیا کرنے میں ہوتی ہے اوراس کی طرف بہت توجہ دینی پڑتی ہے۔ احباب اس امر کا جائزہ اس بات سے لے سکتے ہیں کہ جلد نہم جو حضرت بھائی عبدالرحمان صاحبؓ قادیانی جیسے جلیل القدر صحابی کے نہایت ہی ایمان افروز سوانح پر مشتمل ہے۔ اس کو زیور طبع سے مزیّن ہوئے تین ماہ کا عرصہ گذر چکا ہے لیکن ابھی تک صرف دوصد جلدوں کی قیمت وصول ہوئی ہے اور نئی جلد کی طباعت کے اخراجات فکرمندی کا موجب ہورہے ہیں۔

طریق اعانت: ۔اس سلسلہ تالیفات کے لئے پانچصد مستقل خریدار مل جائیں تو ایک گونہ اطمینان کی صورت پیدا ہوسکتی ہے ۔سو اس بارہ میں تین تجاویز ہیں ۔تا اپنے حال کے مطابق کرم فرما دوست توجہ فرمائیں ۔

جو دوست توفیق رکھتے ہوں وہ ذیل کے طریق پر پیشگی قیمت دے کر مدد کرسکتے ہیں۔اس طرح کچھ عرصہ کے لئے۔

(۱) صاحب توفیق احباب یک صد روپیہ عنایت کریں سابقہ اورآئندہ کل تیس جلدیں ان کو دی جائیں گی۔

(۲) جو دوست پچاس روپیہ دے سکیں ان کو پندرہ جلدیں دی جائیں گی۔

(۳) جو دوست دونوں بالا طریقوں پر اعانت نہ کرسکیں۔وہ اپنا نام مستقل خریداروں میں لکھوادیں۔تا جب کتاب طبع ہونے والی ہو۔ان کو اطلاع دے کر قیمت وخرچ ڈاک کا مطالبہ کیا جایا کرے۔

کاش کسی کو توفیق ملے کہ وہ میرا کفیل ہوکر مجھے کلیتہً اس کام کے لئے فارغ کراسکے۔

نئے سال کا پروگرام :۔ ۱۹۶۲ء کا خاکسار کا ذیل کا پروگرام ہے اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں اسے پورا کر سکوں گا۔ اس پروگرام کا ذکر کرنے کی اس لئے بھی ضرورت ہے تا احباب اپنی ذمہ داریوں کا اندازہ کر سکیں۔

(۱) متعدد قدیم صحابہ کے سوانح پر مشتمل ایک جلد۔

(۲) کم وبیش ایک سو صحابہ کے مختصر سوانح پر مشتمل ایک جلد۔

(۳) ایک جلد مشتمل بر سوانح حضرت چوہدری نصراللہ خان صاحبؓ۔

(۴) ایک جلد بابت سوانح حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحبؓ (بشرطیکہ ان کی اولاد اس کی طباعت کے اخراجات کا انتظام کر سکے۔ جیسا کہ ان کا وعدہ ہے اور انہوں نے خود مجھے تحریک کی ہے کہ اس کام کی تکمیل کروں) (۵) سفر یورپ (۱۹۲۴ء) حصہ دوم (۶ تا ۸) بعض اور کتب بھی زیر تجویز ہیں۔

میں ان سب کی تیاری کر رہا ہوں۔ بلکہ ان میں سے ایک کتاب مکمل ہو چکی ہے صرف چند دن کی مزید محنت اس کے لئے درکار ہے۔

بالآخر

میں احباب کی خدمت میں دعاؤں سے امداد کی درخواست کرتا ہوں۔

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ . هُوَ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ. عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَيْهِ اُنِيْبُ.

خاکسار

صلاح الدین ملک ایم۔اے

ممبر و آڈیٹر ہر سہ انجمن ہائے (صدر انجمن احمدیہ)

انجمن تحریک جدید و انجمن تحریک وقف جدید۔ قادیان

۸ اکتوبر ۱۹۶۱ء

وسطی کمرہ۔ بالاخانہ

قصر خلافت۔ قادیان

نئے تبصرے

راقم آثم اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ کناں ہے کہ اس کی حوصلہ افزائی کے لئے اس کی تالیفات کا ذکر سلسلہ کے لٹریچر میں آتا رہتا ہے۔حضرت نواب محمد عبداللہ خانصاحبؓ کی وفات پر الفضل نے ۲۱ستمبر کے ایشوء میں اور مکرم محترم ملک غلام فرید صاحب ایم۔اے مترجم القرآن (انگریزی) نے ۲۹ستمبر کے پرچہ میں اپنے مضمون میں اصحاب احمد جلد دوم کا ذکر کیا۔اور بدر نے بھی اس موقع پر اسی تالیف سے استفادہ کر کے خلاصہ دیا (گو اس تالیف کا انہوں نے ذکر نہیں کیا) اس سے قبل حضرت خان صاحب منشی برکت علی صاحبؓ شملوی کے سوانح بھی ان کی وفات پر انہی تالیفات سے (بدوں ذکر کرنے کے) لئے گئے۔حضرت چوہدری غلام محمد صاحب بی۔اے (علیگ) (سابق مینجر نصرت گرلز ہائی سکول قادیان) کی وفات پر ان کے ایک صاحبزادہ نے تحریر فرمایا۔ کہ حضرت والد صاحبؓ نے کتاب کو تا وفات اپنی میز پر اپنے سامنے رکھا اور بار بار بچوں سے سنتے تھے۔فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

گذشتہ جلدوں میں سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ اور دیگر بزرگوں کے تبصرے درج ہو چکے ہیں۔اب ذیل میں نئے تبصرے درج کئے جاتے ہیں۔

ا۔حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب۔(پرنسپل تعلیم الاسلام کالج ربوہ) رقمطراز ہیں:۔

''ایمان درست نہیں ہوتا جب تک انسان صاحب ایمان کی صحبت میں نہ رہے۔''

(حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:۔

''خوش قسمت وہی انسان ہے جو ایسے مردان خدا کے پاس رہ کر (جن کو اللہ تعالیٰ اپنے وقت پر بھیجتا ہے) اس غرض اور مقصد کو پالے جس کے لئے وہ آتے ہیں''۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۱۱۱)

ایسے خوش قسمت بزرگ جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاک صحبت نصیب ہوئی اور جنہوں نے اس

زمانہ کے مامورومرسل کو بہت قریب سے دیکھا۔اوراس پاک انسان کے قرب سے دل کی پاکیزگی حاصل کی ، ایک ایک کر کے ہم سے رخصت ہوتے جارہے ہیں۔ایسے وقت میں اس امر کی شدت سے ضرورت محسوس ہورہی تھی کہ ان بزرگان سلسلہ کے حالات وواقعات قلمبند کر لئے جائیں۔تابعد میں آنے والے یہ دیکھ سکیں کہ مسیح زمان کی مسیحائی نے ان میں دین کے لئے فدائیت ،اسلام کے لئے قربانی اورحضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے کی کس قدر تڑپ پیدا کر دی تھی۔ایسی تڑپ جوان کی ہرحرکت وسکون سے عیاں تھی۔اورحضورعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی تعمیل میں کہ:۔

''تم اپنے اندرایک تبدیلی پیدا کرواور بالکل ایک نئے انسان بن جاؤ۔''

انہوں نے اپنے اندرایک تبدیلی پیدا کر لی تھی۔اور وہ خدا کے فضل سے''نئے انسان''بن چکے تھے۔ ایسے بزرگوں کے حالات کے مطالعہ سے بعد میں آنے والے اصحاب کے دل میں بھی یہ خواہش پیدا ہوگی کہ وہ بھی ان کے نقش قدم پر چلیں۔اوریکسر''نئے انسان''بن جائیں۔

مجھے یہ دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی کہ سلسلہ کے ایک مخلص خادم مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے درویش قادیان نے جو مالی مشکلات کے باوجود ایک عرصہ سے صحابہ کرام حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے حالات جمع کر کے شائع کر رہے ہیں۔''اصحاب احمد''کے نام سے کتب کا سلسلہ جاری کئے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی ہمت اوراخلاص میں برکت دے اور وہ جس عزم کو لے کر کھڑے ہوئے ہیں اس میں انہیں کامیاب فرمائے۔آمین۔

میں احباب سلسلہ سے گذارش کروں گا کہ''اصحاب احمد'' کی کثرت کے ساتھ خریداری قبول فرماویں اورکوئی احمدی گھرانہ ایسانہ ہونا چاہئے جہاں تصنیفات''اصحاب احمد''نہ پہنچیں۔اورجس کے نوجوان اور بچے اس کے مطالعہ سے محروم رہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی صحابہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام(جو آخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّایَلْحَقُوْا بِھِمْ کے مصداق تھے)کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطافرمائے۔اس طرح کہ ہم بھی اپنے اندرمحض اس کے فضل سے نیک تبدیلی پیدا کر کے بالکل''نئے انسان''بن جائیں۔آمین۔

(الفضل ۲۱/۵/۶۱)

۲۔ جناب سیّد داؤد احمد صاحب (پرنسپل جامعہ احمدیہ ۔ربوہ) زیرعنوان "**اصحابی کالنجوم**"تحریرفرماتے ہیں:۔

مکرم ومحترم جناب ملک صلاح الدین صاحب کی طرف سے شائع کردہ اصحاب احمد کی جلدیں میرے زیر مطالعہ رہی ہیں۔

ہمارے لئے اصل نمونہ تو ہمارے آقا و مولےٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اور پھر حضورؐ کے کامل متبع اورفرمانبردار اور اپنے قلب صافی پر حضور کا کامل عکس لینے والے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور ان دونوں کے تفصیلی حالات ہمارے سامنے قلمبند کئے ہوئے موجود ہیں لیکن اس کے باوجود آپ کے صحابہ کے تفصیلی حالات جمع کرنے اوران کو بار بار اپنے سامنے لانے کی ضرورت ہے۔ایک تو اس وجہ سے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ ۔"یعنی میرے صحابہ تو ستاروں کی مانند ہیں جیسے ہر ایک ستارہ اپنی الگ شکل اور روشنی رکھتا ہے اسی طرح گو میرا ہر ایک صحابی اپنی عادات اخلاق واطوار کے لحاظ سے ایک ممتاز شخصیت ہے لیکن ان کا منبع و ماخذ ایک ہی ہے جس کے پرتو کے نیچے آکر ان سب میں ایک خاص جلا اور روشنی پیدا ہوجاتی ہے۔اور گو بظاہر یہ دمکتے ہیرے علیحدہ علیحدہ رنگ اور چمک اور شکل رکھتے ہیں لیکن یہ ایک ہی کان سے نکلتے ہیں۔اس لئے تمہارا خدا تک پہنچنے کا ایک یہ راستہ بھی ہے کہ تم میرے کسی صحابی کو نمونہ بنالو۔اور حسب توفیق اس کے نقش قدم پر قدم مارتے چلے جاؤ۔تمہیں آخرکار میرے اس نور سے حصہ مل جائے گا جس سے انہوں نے حصہ پایا ہے۔یہ لوگ گویا مذہب کے قافلے کے لئے روشنی کے مینار کے طور پر قرار دیئے گئے ہیں۔

دوسری ضرورت صحابہ کرامؓ کے حالات کو سامنے لانے کی یہ ہے کہ ہم اس بے انداز قوت قدسی کا مشاہدہ کرسکیں۔جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے طفیل اور توسط سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائی ہے کہ ہزاروں اور لاکھوں افراد کو روحانی اندھیروں اور موت کے گڑھے سے کھینچ کر باہر لے آئی۔اوران کو نہ صرف یہ ایک نئی زندگی عطا کی بلکہ ان کے دلوں میں عشق و محبت کی ایک ایسی آگ لگادی جس نے ان کے گناہوں کو خس و خاشاک کی طرح بھسم کرڈالا۔اوران کو ایک نئے روحانی قالب میں ڈھال دیا۔ ہمارے سامنے اس بے مثال پاک تبدیلی کی داستان آتی رہنی چاہئے جو ان ہمارے جیسے انسانوں کی زندگیوں میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے۔ اورقرآن کریم کو دستورالعمل بنانے سے پیدا ہوئی یہاں تک کہ خاک کی چٹکیوں کو آسمان کے تارے بنا دیا۔ یہ سب دنیوی طور پر بالعموم نہایت معمولی حیثیت رکھنے والے لوگ تھے لیکن ان کا ذکر آنے پر ہر احمدی کے دل میں محبت کا ایک سیلاب اُمنڈ آتا ہے اور آنکھیں پرنم ہو جاتی ہیں۔ اور اس کے دل سے ان کے لئے تڑپ کر دعا نکلتی ہے اور عقل اس تبدیلی اور عشق کے نظارے اور قربانی و ایثار اور وفاداری کو دیکھ کر دنگ رہ جاتی ہے۔

تیسری ضرورت صحابہ کرامؓ کے حالات کے ہمارے سامنے لانے کی یہ ہے کہ تا آئندہ نسلوں کو یہ معلوم ہو کہ ان کے بزرگوں نے دین کی خاطر کس قدر قربانیاں کیں۔ کس طرح انہوں نے ایک آواز دینے والے کی آواز پر لبیک کہا اور اس دنیا کو ایک حقیر شے کی طرح ٹھکرا کر پھینک دیا، کس طرح ان کو محض اس لئے دکھ دیا گیا کہ وہ امام وقت کی آواز سن کر پروانہ وار دوڑے تھے۔ ان کو گھر سے بے گھر کیا گیا۔ زدوکوب کیا گیا۔ بائیکاٹ کیا گیا۔ ہر وہ ظلم جو آسمان کے نیچے توڑا جا سکتا ہے ان پر توڑا گیا۔ اور کس طرح ان لوگوں نے نہایت اعلیٰ درجہ کے صبر اور وفاداری کا مظاہرہ کیا اور اس راستے میں اپنا جان، مال اور عزت غرض سب کچھ قربان کر دیا یہ سب باتیں ہمارے سامنے لانے کی ضرورت ہے۔ تا آئندہ نسلیں بھی اس قسم کی ہمت اور بہادری وفاداری اور ایمان اپنے اندر پیدا کرنے کے لئے نمونہ حاصل کر سکیں۔

چوتھی ضرورت ان حالات کے ہمارے سامنے لانے کی یہ ہے کہ یہ دکھایا جا سکے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی محبت اخلاص اور وفاداری کو قبول فرمایا۔ اور اپنی رحمت اور قدرت کے ہاتھ سے انہیں ہر قسم کے آفات سے بچایا۔ اور ہر قسم کی عزت عطا فرمائی۔ اور قدم قدم پر اپنی خاص غیبی نصرت سے ان کو نوازا۔ ہمارے سامنے یہ حالات آنے چاہئیں۔ تا کہ ہم مشکلات مصائب اور ابتلاؤں کے ایام میں جلد گھبرا نہ جائیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید پر بھروسہ رکھنے والے ہوں۔

ان وجوہات کے علاوہ اور بھی وجوہات ہیں جن کے مدنظر صحابہ کرامؓ کے حالات کو جمع کرنا اور پھیلانا ضروری ہے۔ لیکن ان سب کا خلاصہ یہی ہے کہ ان حالات کو پڑھ کر ہماری آئندہ نسلوں کے ایمان زندہ خدا پر مضبوط ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وا لہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوت قدسیہ کا اظہار اور قرآن شریف کی برکت ظاہر ہو۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى عَبْدِهِ الْمَسِيْحُ الْمَوْعُوْدُ وَعَلٰىُ اٰلِهِمَا وَ اَصْحَابِهِمَا وَبَارَكُ

وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ ''   (الفضل ۶۱/۶/۸)

۳۔ '' بزرگان سلسلہ احمدیہ کے ایمان افروز حالات زندگی ۔'' کے عنوان کے تحت جناب **مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ** (امیر صوبائی سابق صوبہ پنجاب و بہاولپور) رقم فرماتے ہیں ''ملک صلاح الدین صاحب نے خدا تعالیٰ کے فضل سے اصحاب احمد کی آٹھ جلدیں'' ''مکتوبات اصحاب احمد'' اورسفر یورپ ۱۹۲۴ء'' شائع کرکے ایک ایسا کام سرانجام دیا ہے جس کی قدرو قیمت بعد میں آنے والی نسلوں کو زیادہ معلوم ہوگی ۔ یہ بزرگ جن کے حالات ملک صاحب نے نہایت مستند طریق سے جمع کئے ہیں ۔ یقیناً روحانی آسمان کے ستاروں کی حیثیت رکھتے ہیں ۔ اور آئندہ نسلوں کی ہدایت کا موجب ہوتے رہیں گے ۔

پاکستان بننے سے پہلے یہ عاجز حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے حکم کے تحت گورداسپور میں کام کرتا رہا۔ میں وہاں ساڑھے اکیس سال رہا۔ اوراس عرصہ میں قریباً ہر ہفتہ قادیان جاتا رہا مجھ سے جب بھی لوگ اس کی وجہ دریافت کرتے ۔تو میں ان کو یہی بتاتا کہ میں وہاں فرشتے دیکھنے کے لئے جاتا ہوں ۔ یہ جواب میں حقیقت کو محسوس کرتے ہوئے دیتا تھا۔ قادیان میں میرے لئے راحت دینے والی بات یہ ہوتی تھی کہ کبھی میں ایک بزرگ کے پاس جا کر بیٹھتا اوران کی محبت کا لطف اٹھاتا۔ اور کبھی دوسرے کے پاس ۔ میں ان اوقات کو کبھی بھول نہیں سکتا بعد میں آنے والوں کو اس قسم کے بزرگوں کی صحبت نصیب نہ ہو سکے گی ۔اس وقت وہ جو کچھ بھی فائدہ اٹھائیں گے ان کے حالات زندگی سے ہی اٹھائیں گے۔ اوران حالات کا جمع کرنے والا ایک بہت بڑا احسان کرے گا۔

مجھے یہ علم ہے کہ ملک صاحب باوجود غایت درجہ کی مالی تنگی کے یہ کام کررہے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ان کو بے حد جزا دے۔ اوران کی اس کوشش کو نوازے اوراس کام کی تکمیل کی توفیق دے۔ یہ ہماری فرض ناشناسی ہے کہ اس میں کماحقہ مدد نہیں کرتے ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنا فرض سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے ۔

ان کے حالات دیکھتے ہوئے مجھے حیرت ہوتی ہے کہ وہ کس طرح اس بوجھ کو اٹھا رہے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ان کا حامی و مددگار ہو۔''

(الفضل مورخہ ۶۱/۶/۲۳)

۴۔ الفضل میں مرقوم ہے :۔

''**مکرم چوہدری اسد اللہ خان صاحب** امیر جماعت احمدیہ لاہور ''اصحاب احمد'' کے نہایت مفید اور ایمان افروز سلسلہ کتب کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

''اصحاب احمد'' کی کئی ایک جلدیں میں نے مطالعہ کی ہیں۔ ہر ایک جلد کو نہایت دلچسپ، قابل قدر، سبق اموز اور ایمان افروز پایا۔ جن جلیل القدر صحابہؓ کے حالات پڑھنے میں آئے، ان کی خدمات اور قربانیوں کا حال پڑھ کر ان کے لئے نہ صرف دل سے بے اختیار دعائیں نکلتیں بلکہ خدام کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نوازشات کا حال پڑھ کر ہر آن دل میں جوش پیدا ہوتا کہ کاش ہماری زندگی کا (ہر) ایک لمحہ ان بزرگان کے نقش قدم پر چلنے میں صرف ہو اور ساتھ ہی ملک صلاح الدین صاحب کے لئے دل سے دعا نکلتی، کہ وہ کس قدر محنت، ریسرچ اور صرف کثیر سے یہ نایاب معلومات فراہم اور شائع کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی زندگی اور عزم میں برکت دے تا کہ وہ اپنے منشاء کے مطابق اس نہایت ہی مفید تاریخی سلسلہ کو جاری رکھ سکیں اور پایہ تکمیل تک پہنچا سکیں۔ ان کی اس خدمت کی قدر کرنا زندہ اور ترقی کرنیوالی احمدی جماعت کا کام ہے اور مجھے یقین ہے کہ احمدی جماعت ''اصحاب احمد'' کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں خرید کر کے اپنے درویش بھائی کی ضرور قدر کرے گی۔ اللہ تعالیٰ انہیں دینی و دینوی فلاح عطا فرمائے''۔ (مورخہ ۶۱/۶/۴)

۵۔ مئوقر الفضل نے ''اصحاب احمدؓ جلد نہم'' پر ذیل کے الفاظ میں تبصرہ فرمایا ہے:۔

''اصحاب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایمان افروز حالات زندگی کو محفوظ کرنا ایک بڑی بھاری دینی اور جماعتی خدمت ہے جوں جوں ان بزرگوں کی تعداد کم ہوتی جارہی ہے اس خدمت کی اہمیت اور ضرورت بڑھتی چلی جاتی ہے۔

مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے قادیان پوری جماعت کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں کہ آپ ایک عرصہ سے اس اہم دینی خدمت کو بڑی محنت اور شوق سے سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ کی ذاتی توجہ اور قابل قدر مساعی کے نتیجہ میں اس وقت تک قریباً ساٹھ بزرگان سلسلہ کے حالات زندگی اصحاب احمد کے زیر عنوان کتابی صورت میں شائع ہو چکے ہیں۔

حال ہی میں آپ نے اصحاب احمد کی جلد نہم شائع کی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیم اور بزرگ صحابی حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی رضی اللہ عنہ کے حالات اور آپ کی نہایت درجہ ایمان افروز

روایات پر مشتمل ہے۔حضرت بھائی جی کی روایات کئی لحاظ سے سلسلہ کی تاریخ میں ایک خاص اہمیت اور مقام رکھتی ہیں۔وصال حضرت مسیح موعود علیہ السلام ،خطبہ الہامیہ اور جلسہ اعظم مذاہب کے حالات کے متعلق آپ کی روایات بالخصوص بہت ہی بیش قیمت اور تاریخی اہمیت کی حامل ہیں اور تربیتی وتبلیغی دونوں لحاظ سے بہت ضروری اور مفید ہیں احباب جماعت کوانفرادی اوراجتماعی طور پر زیادہ سے زیادہ تعداد میں یہ کتاب خریدنی چاہئے اوراس کی اشاعت کووسیع سے وسیع تر کرنے کی کوشش کرنا چاہئے۔

مجالس انصاراللہ۔خدام الاحمدیہ اور لجنات اماءاللہ کوبھی تربیتی اغراض سے اس کتاب کوبکثرت خریدنا اور پڑھنا چاہئے۔

حقیقت یہ ہے کہ اصحاب حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی روایات وحالات کومحفوظ کرنا تنہا ایک شخص کے بس کا کام نہیں ہے۔ہم میں سے ہرایک کا فرض ہے کہ اس سلسلے میں فاضل مؤلف کی مدد کرنے کی کوشش کرے۔ مثلاً۔

(۱) ”ہم صحابہ سے حالات لکھوانے اور انہیں مؤلف تک پہنچانے کی کوشش کریں۔

(۲)رسالہ ”اصحاب احمد“ کے مستقل خریدار بنیں بلکہ دوسروں کوبھی اس کی تحریک کریں۔

(۳)ذی استطاعت اصحاب اس کتاب کے اخراجات میں بطور عطایا حصہ لیں۔اوراس کی اکٹھی جلدیں خرید کر جماعت میں اس کوتقسیم کریں۔

(۴)دعاؤں کے ساتھ مؤلف کی مدد کریں۔

ہمیں توقع ہے کہ احباب جماعت جس رنگ میں بھی ممکن ہو سکے اس پاک اور مفید کام میں فاضل مؤلف کی اعانت فرمائیں گے تا کہ وہ اس کام کو یکسوئی اور اطمینان کے ساتھ سرانجام دے سکیں۔“ (مورخہ ۵/۸/۶۱)

بقیۃ تبصرے

کتاب کے آخر میں روایات کے بعد ملاحظہ فرمائیں۔(ناشر)

۶۔قمرالانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحب دام عزہٗ ازراہ کرم رقم فرماتے ہیں:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی عبدہ المسیح الموعود

مکرمی ومحترمی ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:۔اصحاب احمد کی جلد نہم جس میں حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی مرحوم کے حالات اور مشاہدات اور روایات درج ہیں ۔آپ کی طرف سے موصول ہوئی ۔جزاکم اللہ خیراً۔

میں نے اس کا کافی حصہ پڑھ لیا ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے اور حضرت بھائی صاحب کے درجات کو بلند فرمائے۔یہ کتاب خدا کے فضل سے نہایت دلچسپ اور نہات ایمان افروز ہے۔بعض مقامات پر تو میں نے یوں محسوس کیا کہ گویا میں اس کو پڑھتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ کی مجلس میں پہنچ گیا ہوں ۔کئی واقعات ایسے نظر سے گذرے جو میرے چشم دید اور گوش شنید تھے لیکن میں انہیں بھول گیا تھا۔یا میری یاد مدھم پڑ گئی تھی۔اس کتاب کو پڑھنے سے بہت سی دلکش اور روح پرور یادیں تازہ ہوگئیں۔حضرت بھائی صاحب کو حضرت مسیح موعودؑ کی قریب ترین صحبت میں رہنے کا لمبا عرصہ ملا تھا۔انہوں نے ہر واقعہ کو غور سے دیکھا۔اور ہر بات کو غور سے سنا اور اسے اپنے ذہن میں محفوظ رکھا۔اور پھر نہایت دلکش رنگ میں اسے بیان کیا۔فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

اس جگہ اس بات کے بیان کرنے میں حرج نہیں کہ اصحاب احمد کی تین جلدیں مجھے خاص طور پر بہت پسند آئی ہیں۔ایک وہ جلد جو حضرت نواب محمد علی خاں صاحب کے مشاہدات اور روایات پر مشتمل ہے اور دوسری وہ جلد جو حضرت منشی ظفر احمد صاحب کے مشاہدات اور روایات پر مشتمل ہے اور تیسری یہ جلد جو حضرت بھائی عبدالرحمان صاحب قادیانی کے مشاہدات اور روایات پر مشتمل ہے۔ میں جماعت کے دوستوں اور خصوصاً نوجوان عزیزوں کو تحریک کرتا ہوں کہ وہ ''اصحاب احمد'' کی جملہ جلدیں خرید کر ان کا مطالعہ کریں اور اپنے ایمانوں کو تازہ کریں۔اور خصوصیت سے مذکورہ بالا تین جلدوں کا تو ضرور مطالعہ کریں۔اس سے انشاء اللہ ان کو ایک نئی روشنی حاصل ہوگی۔فقط۔ والسلام

خاکسار

مرزا بشیر احمد

۱۲۔۷۔۶۱

صحابہ کرامؓ کے متعلق

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۵ جولائی ۱۹۴۹ء میں بمقام کوئٹہ فرمایا:۔

رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں:۔

" اُذْكُرُوا مَوْتٰكُمْ بِالْخَيْرِ "

عام طور پر اس کے معنی کئے جاتے ہیں کہ مُردوں کی برائی نہیں بیان کرنی چاہئے وہ فوت ہو گئے ہیں اور ان کا معاملہ اب خدا تعالیٰ سے ہے۔ یہ معنی اپنی جگہ درست ہیں۔لیکن درحقیقت اس میں ایک قومی نکتہ بھی بیان کیا گیا ہے۔آپ نے اُذْكُرُوا الْمُوْتىٰ بِالْخَيْرِ . نہیں فرمایا۔ بلکہ آپ نے اموتکم کا لفظ استعمال کیا ہے۔یعنی اپنے مردوں کا ذکر نیکی کے ساتھ کرو جس کے معنی یہ ہیں کہ آپ نے یہ صحابہؓ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔دوسری جگہ آپ فرماتے ہیں۔اَصْحَابِیْ كَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ ۔میرے سب صحابی ستاروں کی مانند ہیں تمام میں سے جس کے پیچھے بھی چلو گے ہدایت پا جاؤ گے۔ کیونکہ صحابہؓ میں سے ہر ایک کو کوئی نہ کوئی خدمت دین کا ایسا موقعہ ملا ہے جس میں وہ منفرد نظر آتا ہے۔اس لئے آپ نے موتکم کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔کہ تم انکو ہمیشہ یاد رکھا کرو۔تا تمہیں یہ احساس ہو کہ ہمیں بھی اس قسم کی قربانیاں کرنی چاہئیں۔اور تا نوجوانوں میں ہمیشہ قربانی۔ ایثار اور جرأت کا مادہ پیدا ہوتا رہے۔اور وہ اپنے بزرگ اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتے رہیں۔''

(الفضل ۲۱ جولائی ۱۹۴۹ء)

ڈاکٹر عطرالدین صاحب

ولادت تعلیم وغیرہ:۔ محترم ڈاکٹر عطرالدین صاحب قوم بھٹی قصبہ چھمال ڈاک خانہ خاص تحصیل شکر گڑھ ضلع گورداس پور میں میاں بھولا اور مائی کا کو کے ہاں مغرب وعشاء کے درمیان ۱۸۸۸ء میں پیدا ہوئے۔☆ والد غریب تھے اور محنت مزدوری کر کے گذر اوقات کرتے تھے۔ ☆

آپ کے بڑے بھائی منشی گوہر علی بطور مدرس ضلع گورداسپور کے مقامات شکر گڑھ، کنجروڑ دتاں، جگت پورہ، مدوگول، تلونڈی داباں والی متعین ہوتے رہے اور ڈاکٹر صاحب کو بھی تعلیم کی خاطر اپنے ساتھ رکھا۔ مؤخر الذکر مقام پر آپ نے پانچویں جماعت پاس کی۔ پھر منشی صاحب کچھ عرصہ بٹالہ میں متعین رہے جہاں آپ سپیشل میں داخل ہوئے۔ پھر منشی صاحب کے ضلع فیروز پور میں تبدیل ہونے پر آپ شہر امرت سر میں ایم۔او۔ہائی سکول میں تعلیم حاصل کرنے لگے۔ منشی صاحب اس ضلع میں ڈاکوؤں کے ہاتھوں قتل ہو گئے۔ وہ ابھی احمدی نہیں ہوئے تھے

زیارت اوّلین:۔ ۱۸۹۸ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق مشہور ہوا کہ امرت سر سے بذریعہ گاڑی گذریں گے۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب زیارت کے شوق سے گاڑی کی آمد سے کافی وقت پہلے اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ حضور کے لئے سیکنڈ کلاس کا ڈبہ ریزرو تھا۔ حضورؑ اس میں شمالاً جنوباً لیٹے ہوئے تھے آپ نے سرخ رنگ کی لوئی اوڑھی ہوئی تھی۔ خواجہ کمال الدین صاحب آپؑ کے سرہانے بیٹھے تھے جب ڈاکٹر صاحب نے زیارت کے لئے کھڑکی سے اندر جھانکا تو خواجہ صاحب نے کہا پیچھے ہٹ جاؤ لیکن حضورؑ اُٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ اس کو مت روکو یہ خدا کے حکم سے آیا ہے (ڈاکٹر صاحب بتاتے ہیں کہ حضورؑ کا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ تحریک کرتا ہے تو لوگ حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں گویا اسی طرح مجھے بھی زیارت کی تحریک ہوئی ہے) چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے حضور کا نورانی چہرہ دیکھا اور پہلی نگاہ سے ہی اس نور مجسم سے بے حد متاثر ہوئے اور گاڑی کی روانگی تک حضورؑ کے ڈبہ کی

☆ ۔تحصیل شکر گڑھ تقسیم ملک کے بعد پاکستان میں آگئی ہے اور ضلع سیالکوٹ میں شامل کر لی گئی ہے

☆ ۔والدہ ۱۹۰۷ء میں قریباً پچاس سال کی عمر میں اور والد ۱۹۱۵ء میں بعمر قریباً ایک سو سال فوت ہوئے دونوں ان پڑھ تھے۔ والد احمدیت کے مخالف نہیں تھے لیکن دونوں میں سے کوئی احمدی نہیں ہوا والد کی یہ دوسری اہلیہ تھیں جن سے پہلی اہلیہ کے بعد شادی کی تھی۔ پہلی اہلیہ سے کوئی اولاد نہ تھی۔

کھڑکی کے پاس ہی کھڑے حضورؑ کی زیارت کرتے رہے۔

بیعت:۔ بیعت سے قبل ڈاکٹر صاحب نے خواب میں دیکھا کہ ایک بڑا راستہ ہے جس میں ببر شیر بیٹھا ہوا ہے آپ اس کو دیکھ کر ہراساں ہوئے لیکن جب آگے بڑھے تو شیر نے اپنی گردن جھکا دی اور آپ بسہولت گذر گئے آگے ایک مسجد نظر آئی جہاں سے یہ اعلان کیا گیا کہ یہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ چنانچہ آپ نے دیکھا کہ حضرت رسول مقبول ﷺ سبز لباس میں ملبوس ہیں۔ حضورؐ نے ڈاکٹر صاحب کو پانی کا لوٹا دیا اور آپ نے دو رکعت نماز پڑھی۔

انہی دنوں ایک مجذوب راہوں ضلع جالندھر کا رہنے والا مصری شاہ نام امرت سر آیا وہ ایک صوبیدار میجر کا لڑکا تھا۔ ڈاکٹر صاحب اس مجذوب کی شہرت سن کر اس کے پاس گئے اس نے آپ کو دیکھتے ہی کہا ''جس نے ولی بننا ہے وہ قادیان جائے'' چنانچہ آپ نے ۱۸۹۹ء میں بیعت کا خط قادیان حضور علیہ السلام کی خدمت میں لکھ دیا جس کی قبولیت کا جواب غالباً حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کے قلم سے نوشتہ موصول ہوا۔ اور ۱۹۰۰ء کے اواخر میں قادیان حاضر ہو کر مسجد مبارک میں دستی بیعت کا شرف بھی حاصل کیا۔ اس وقت آپ کی عمر بارہ تیرہ سال کی تھی ☆

☆ آپ بیان کرتے ہیں کہ امرت سر میں ان دنوں کٹڑہ مت سنگھ یا کوچہ مت سنگھ میں ایک مسجد میں نماز جمعہ وغیرہ ادا کی جاتی تھی یہ مسجد احمدیوں کے قبضہ میں آ گئی تھی۔ اور حضرت ڈاکٹر عبیداللہ صاحبؓ مرحوم کے مکان کے قریب تھی لیکن یہ علاقہ تقسیم ملک کے وقت فسادات میں منہدم ہو گیا تھا۔ حضرت ڈاکٹر صاحبؓ مرحوم کے زیر اثر ان کے اقارب میں سے مشہور ہندوستانی لیڈر ڈاکٹر سیف الدین کچلو (سٹالن کراس) بھی احمدی ہو گئے تھے اور نمازوں میں شمولیت کرتے تھے لیکن بعد میں کانگریس کی سیاسی تحریک میں حصہ لینے کی وجہ سے مذہب سے بیگانہ ہو گئے۔ ڈاکٹر کچلو کے احمدی ہونے کا ذکر حضرت ملک مولا بخش صاحبؓ مرحوم کی طرف سے ان کے حالات میں قدرے تفصیل سے ہو چکا ہے۔ (دیکھئے اصحاب احمد جلد اوّل صفحہ ۱۴۰) محترم ڈاکٹر عطر الدین صاحب کے بیان سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

استفسار پر حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحبؓ قادیانی نے ڈاکٹر صاحب سے متعلق ذیل کی تحریر رقم فرمائی تھی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی عبدہ المسیح الموعود

بخدمت سیکرٹری بہشتی مقبرہ

مکرمی ومحترمی سلکم اللہ تعالیٰ وکان معکم وفی عونکم آمین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

قادیان میں تعلیم:۔ بیعت کر کے آپ قادیان میں ہی ٹھہر گئے اور تعلیم الاسلام ہائی سکول میں آپ دوبارہ آٹھویں جماعت میں داخل ہو گئے۔کھانا آپ کبھی لنگر خانہ سے اور کبھی حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کے ہاں کھا لیتے تھے۔حضرت مولوی صاحب کے ہاں کھانا لنگر خانہ ہی سے آتا تھا۔اور حضرت ممدوح کی طرف سے کچھ نقد امداد ڈاکٹر صاحب کی ہو جاتی تھی جو دودھ وغیرہ و دیگر ضروریات کے کام آتی تھی۔۱۹۰۵ء میں مڈل پاس کر کے چند ماہ آپ نویں جماعت میں پڑھتے رہے۔پھر آپ نے پڑھائی ترک کر دی لیکن گو آپ بورڈنگ ہی میں رہتے تھے اور وظیفہ بھی پاتے تھے۔ ☆۱۹۰۶ء کے آغاز تک آپ نے متفرق دینی تعلیم حاصل کی۔چنانچہ حضرت مولوی صاحبؓ کے درس قرآن مجید اور درس مثنوی مولانا روم میں اور حضرت مسیح موعودؑ کی مجالس میں شرکت کا موقع ملتا رہا۔اس طرح کم وبیش پانچ سال تک متواتر آپ کو قادیان میں اس عہد مبارک میں قیام کی توفیق حاصل ہوئی۔نانا جان حضرت میرزا ناصر نواب صاحبؓ کئی بار آپ کو اپنے ہمراہ لاہور لے جاتے رہے تا کہ غرباء کے لئے وصولی چندہ میں مدد دیں۔

وٹرنری کالج میں داخلہ :۔ ۱۹۰۶ء میں آپ وٹرنری کالج لاہور میں داخل ہوئے جہاں سے ۱۹۱۰ء میں تعلیم کی تکمیل کر کے فارغ ہوئے۔اس تعلیم کے دوران میں حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کی طرف سے پانچ روپے ماہوار وظیفہ ملتا رہا۔اور زائد اخراجات آپ بعض طلباء کو ٹیوشن پر تعلیم دے کر پورا کر لیتے تھے جس کا انتظام سیّد محمد اشرف صاحبؓ مرحوم (صحابی) نے کیا تھا جو محکمہ تعلیم میں بہت ہر دلعزیز ملازم تھے ☆☆

بقیہ حاشیہ:۔ جواباً عرض خدمت ہے کہ مکرم ڈاکٹر عطر دین صاحب کی قادیان میں آمد کی تاریخ اور سن تو مجھے صحیح طور سے یاد نہیں البتہ یہ امر یقینی ہے کہ صاحب موصوف کو سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کی عزت اور ملاقات کا شرف یقیناً حاصل ہوا تھا اور غالباً ۱۹۰۰ء کے ادھر ادھر کے زمانہ میں ڈاکٹر صاحب قادیان میں آچکے تھے۔ واجباً عرض ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے اپنے بیان کے بارہ میں مجھے قطعاً کوئی وجہ شک معلوم نہیں ہوتی۔فقط والسلام

عبدالرحمان قادیانی ۶ ستمبر ۱۹۵۳ء از مقام قادیان

☆ بدر میں مرقوم ہے کہ ”ایک مسکین طالب علم عطر دین نام کا ہے کا ماہوار وظیفہ دیا گیا“۔ (1)

۱۹۰۵ء میں مڈل پاس کرنے والوں میں آپ کا نام درج ہے۔ (2)

☆☆ بعض لوگ قرض لے کر ادا کرنے کا نام تک نہیں لیتے آپ کی خوبی کا اعتراف صدر انجمن احمدیہ کی سالانہ رپورٹ بابت ۱۲-۱۹۱۱ء میں ذیل کے الفاظ میں کیا گیا ہے۔” آمد میں......بیشی کی وجہ یہ ہے کہ...... بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

غیرت ایمانی کا واقعہ:۔ آپ کی غیرت ایمانی کا یہ واقعہ بیان کرنے کے قابل ہے کہ بصرہ میں سلسلہ حقہ کی بہت مخالفت تھی۔احمدیوں کی تعداد بہت ہی تھوڑی تھی اور وہ کمزور حالت میں تھے۔ایک دفعہ ڈاکٹر صاحب کی یونٹ کے ہیڈ کلرک نے جو غیر احمدی تھا،حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف سَبُّ وشتم کا طریق اختیار کیا۔آپ کی غیرت ایمانی اسے برداشت نہ کر سکی اور آپ نے بے اختیار ہو کر اس کے منہ پر مکا دے مارا۔اور وہ گر گیا جس پر وہ سخت خشمگیں ہوا۔اور جذبہ انتقام میں اس نے ڈاکٹر صاحب کی ملازمت کے سب کاغذات جلا دیئے جس سے آپ کو ملازمت کے حقوق کے حصول میں بہت دقت اور نقصان ہوا اور آپ ترقی سے محروم رہے۔یہ ہیڈ کلرک اور اس کے زیر اثر دیگر لوگ ہر بات میں آپ کو تنگ کرتے تھے وہاں احمدی کہلانا جرم تصور ہوتا تھا۔

اہلی زندگی:۔ ڈاکٹر صاحب کی پہلی شادی فضل النساء صاحبہ سے ۱۹۰۷ء میں امرتسر میں آپ کے اقارب میں ہوئی۔دو تین سال کے بعد وہ فوت ہوگئیں۔۱۹۱۸ء میں آپ کی دوسری شادی حضرت سید عزیز الرحمٰن صاحب ؓ بریلوی کی صاحبزادی محترمہ سیّدہ نصرت بانو صاحبہ سے ہوئی وہ اِس وقت لاہور میں مقیم ہیں۔آپ نے ۱۹۱۸ء میں بغداد سے شادی کے انتظام کے لئے سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں تحریر کیا تو حضور کی طرف سے جواب آیا کہ آپ قادیان آجائیں آپ کے دوستوں کے اقارب کے ہاں اچھے گھرانے میں رشتہ کرادونگا۔چنانچہ آپ قادیان آگئے اور حضور کی تحریک سے یہ رشتہ ہوگیا۔اس شادی سے آپ کو قاضی محمد عبداللہ صاحب ؓ بھٹی (یکے از ۳۱۳ صحابہ وسابق مجاہد انگلستان) اور حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیرّ مرحوم (مجاہد اول مغربی افریقہ) اور محترم محمد یحیٰی خانصاحب ؓ مرحوم (مدفون بہشتی مقبرہ قادیان) جیسے نیک سیرت افراد کا ہم زلف بننے کا موقع ملا۔☆ محترم سید عبدالرحمٰن صاحب آپ کے برادر نسبتی امریکہ میں جماعت احمدیہ کی ایک بہت

بقیہ حاشیہ:۔(قرض تعلیمی) واپس وصول ہونا شروع ہوا۔چنانچہ ان میں سے خاص ذکر کے قابل ڈاکٹر عطر الدین صاحب ہیں......جزاہ اللہ خیراً (صفحہ ۷۸)

☆ نکاح کے متعلق الفضل میں مرقوم ہے کہ:۔

''۲۲ جون ۱۹۱۸ء کو سید عزیز الرحمٰن بریلوی کی لڑکی نصرت بانو کا نکاح ڈاکٹر عطر الدین صاحب وٹرنری گریجویٹ سے پانچ سو روپیہ مہر پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے پڑھا۔خطبہ میں حضرت نے جماعت کو اس طرف توجہ دلائی کہ وہ تقویٰ کو ہی معیار شرافت سمجھیں اور ذات پات کی الجھنوں سے حتی الامکان بچیں۔اور سیّد صاحب کے بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

ہی خدمت گزار شخصیت ہیں۔ جلد ہی آپ کو محلّہ دارالفضل قادیان میں ایک مکان تعمیر کرنے کی بھی توفیق ملی۔☆

☆''قادیان گائیڈ'' میں اس کی طباعت (۲۵دسمبر۱۹۲۰ء) تک معلوم ہوتا ہے ابھی ڈاکٹر صاحب کا مکان تعمیر نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ اس میں مندرجہ فہرست میں آپ کا ذکر موجود نہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ سابق:۔ نمونہ پر اظہار خوشنودی فرمایا''۔(3) گھر میں بیعت کی اولیت کا شرف والد صاحب کو اور ہجرت کا والدہ صاحبہ کو تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کرنے پر تمام لوگ والدین کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے حتیٰ کہ والدین کے اعزّہ و اقارب بھی۔ گیارہ مولویوں کا فتویٰ ہمارے دروازہ پر لگا دیا گیا کہ یہ لوگ بے دین ہو گئے ہیں اس لئے ان کا مقاطعہ کیا جاتا ہے ان کے ہاں سے کسی فقیر کا خیرات لینا بھی اتنا بڑا گناہ ہے جیسا کہ اپنی ماں بہن سے برا کام کرنا۔ غرضیکہ سقے، بھنگی اور آٹا پیسنے والی نے کام ترک کر دیا اور دھوبی معذرت کر کے چلا گیا۔ والد صاحب ان دنوں ریاست کپورتھلہ میں بطور منشی ملازم تھے۔ حساب کتاب کا کام سپرد تھا۔ والدہ صاحبہ بچوں کے ہمراہ تنہا تھیں۔ سو سب سے زیادہ دقّت پانی کی ہوئی اس لئے ہندو عورتیں آب رسانی کے لئے مقرر کی گئیں جن کو لوہے اور تانبے کے گاگر خرید کر دیئے گئے کیونکہ مٹی کے گھڑے اول تو وہ چھوتی نہ تھیں۔ نیز ان کے ٹوٹ جانے کا خطرہ تھا مگر یہ انتظام بھی بیکار کر دیا گیا۔ کیونکہ غیر احمدی مسلمانوں نے گائے کے گوشت کے ٹکڑے کنوئیں پر رکھنے شروع کر دیئے۔ اس لئے والدہ صاحبہ کو خود اپنی بچیوں کے ہمراہ آدھی رات کو پانی بھرنا پڑتا۔

اس وقت آپا عائشہ مرحومہ سے بارہ سال بڑی تھیں اور ان کی شادی حضرت مسیح موعودؑ کے مشورے سے (حضرت) مولانا عبدالرحیم صاحب نیّر کے ساتھ ہو چکی تھی۔ دراصل ان کی شادی کے موقع پر عزیز و اقارب بھی ناراض ہو گئے۔ حالانکہ کھانے کا انتظام پرانے دستور کے مطابق کیا گیا تھا تا کہ عزیز شادی میں شریک ہو سکیں۔ مگر جب انہوں نے بارات نہایت سادہ طرز کی دیکھی تو ایک دم بگڑ گئے کیونکہ بارات بھائی نیّر صاحبؓ اور حضرت مولانا سیّد سرور شاہ صاحب صرف دو افراد پر مشتمل تھی۔

آپا عائشہ کے نکاح کا پورا اختیار حضرت مسیح موعودؑ کو دیا گیا تھا۔ حضورؑ نے والد صاحب کو لکھا کہ کیا لڑکا ذات کا سیّد ہو؟ والد صاحب نے لکھا کہ جبکہ آپؑ کی تعلیم یہ ہے کہ ایک سیّد ہو اور دوسرا کنجڑا (سبزی فروش) تو میری بیعت کے بعد دونوں اس طرح رہنا جیسے ایک ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہو۔ اس لئے میں چونکہ آپ کی بیعت میں آ چکا ہوں اس لئے اگر آپ فرمائیں کہ دوسرا احمدی بھائی بھنگی ہے اور اسے لڑکی دینے کو فرمائیں تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

ہم سب بہنوں کے رشتے اسی طرح سے قرار پائے۔ آپا عائشہ کا رشتہ حضرت مسیح موعودؑ نے کیا۔ باقی دو بڑی بہنوں کا رشتہ حضرت خلیفہ اوّلؓ نے قاضی محمد عبداللہ صاحب بھٹی اور بھائی محمد یحییٰ خانصاحب بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

اسلامی اخوت کا نمونہ:۔ آپ کا یہ واقعہ بھی بڑا دلچسپ ہے کہ ایک دفعہ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے زمانہ میں لاہور میں نیلہ گنبد کے پاس آپ اور سیدنا حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ کا

بقیہ صفحہ سابق:۔ سے کیا۔ اور ہم دو چھوٹی بہنوں کا رشتہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ نے تجویز کیا۔ بھائی نیّر صاحب کا جب رشتہ ہوا تو ان کو صرف دس روپیہ وظیفہ ملتا تھا۔ بھائی محمد عبداللہ صاحب بھٹی ابھی زیر تعلیم تھے۔ بھائی یحییٰ خانصاحب مرحوم بھی میٹرک پاس کر کے گھر پر ہی تھے۔ ان کے والد صاحب جائیداد تھے۔ چھوٹی ہمشیرہ کا رشتہ میاں ابراہیم خانصاحب خلف میاں محمد خانصاحب کپورتھلوی سے ہوا جو آٹھویں تک تعلیم پائے ہوئے تھے لیکن بیکار تھے۔

والدہ صاحبہ بہت باہمت خاتون تھیں آپ نے تنہا بچوں سمیت قادیان ہجرت کر لی۔ آپ ہمیشہ حضرت مسیح موعودؑ کے ہاں آمد و رفت رکھتی تھیں۔ حضورؑ آپ کی بہت عزت کرتے اور سیّدانی کہہ کر مخاطب ہوتے آپا عائشہ بھی آپ کے ہمراہ جایا کرتی تھیں۔ حضورؑ نے آپا کا نام برقع پوش رکھا تھا کیونکہ انہیں حضور کے سامنے جاتے شرم آتی اس لئے وہ برقعہ پہن کر بیٹھا کرتیں اور والدہ کے کہنے پر بھی نہ اُتارتیں۔ حضورؑ اکثر لکھنے میں مصروف ہوتے۔ لکھنے کا طریق یہ تھا کہ آپ بیٹھ کر نہیں لکھتے تھے بلکہ ٹہلتے جاتے اور لکھتے جاتے اور بہت تیزی سے آپ کا قلم چلتا تھا۔ گو والدہ صاحبہ لکھی پڑھی نہ تھیں مگر انہیں تعجب تھا کہ آپ کے لکھنے کا طریق عجیب ہے صحن کے دونوں طرف دیوار پر دوات رکھی ہوتی جب ایک طرف پہنچتے تو وہاں قلم ڈبو لیتے اور پھر جب ٹہلتے ہوئے دوسری طرف جاتے تو دوسری دوات سے قلم ڈبو لیتے ٹھہر کر بات چیت بھی کرتے جاتے۔ بعض اوقات والدہ صاحبہ آپ کو مصروف دیکھ کر جلد گھر واپس آنا چاہتیں تب آپ انہیں بیٹھنے کو کہتے۔ اور فرماتے کہ کیا مجھے لکھنے میں مصروف دیکھ کر جانا چاہتی ہو۔ آپ کے بیٹھنے سے میرے کام میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ آپ کو اگر کام ہے تو اور بات ہے۔ والدہ صاحبہ پھر بیٹھ جاتیں آپ برابر لکھنے کا کام بھی انجام دیتے اور ضرورت کے مطابق باتیں بھی کرتے۔ باتیں کرتے وقت ٹھہر جاتے پھر کام جاری کر لیتے۔ والدہ صاحبہ کو بہت تعجب ہوتا کہ آخر مضمون کا تسلسل کس طرح جاری رہتا ہے۔

والدہ صاحبہ اول تو روزانہ ورنہ دوسرے تیسرے دن ضرور حضور کی خدمت میں حاضر ہوتیں۔ جب دیر سے جاتیں تو وجہ پوچھتے۔ بچوں کا حال دریافت فرماتے۔ یہ تمام باتیں میں نے والدہ صاحبہ کی زبانی سنی ہیں کیونکہ میں اس وقت ایک سال کی تھی۔

حضرت والد صاحب کو حضور سے عشق تھا آپ حضورؑ کی خدمت میں لکھتے کہ میری خواہش ہے کہ ملازمت ترک کر کے حضور کے قدموں میں ہمیشہ کے لئے آ رہوں مگر حضور یہی مشورہ دیتے کہ ملازمت ترک نہ کریں۔ مگر والد صاحب نے اپنے عشق کی وجہ سے مہاراجہ سے ذکر کیا کہ میں ملازمت چھوڑنے کا ارادہ رکھتا ہوں بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

دوڑ کا مقابلہ ہوا۔ ریفری حضرت میجر ڈاکٹر سیّد حبیب اللہ صاحبؓ مرحوم مقرر ہوئے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب جیت گئے لیکن ڈاکٹر صاحب کو اپنے تیز دوڑنے پر اس قدر اعتماد تھا کہ آپ نے اپنی شکست تسلیم نہ کی۔

بقیہ حاشیہ:۔اور سبب دریافت کرنے پر بتایا کہ میں اپنے پیر کے قدموں میں زندگی کے باقی ماندہ ایام بسر کرنا چاہتا ہوں مہاراجہ نے کہا کہ اب آپ کی پنشن میں صرف چار سال باقی ہیں اس کے بعد آپ جا سکتے ہیں۔ والد صاحب نے جواب دیا کہ عمر کا کیا اعتبار کہ چار سال اور زندہ رہوں اور پھر میں اپنے پیر کے قدموں میں جا کر رہوں۔ میرے اہل وعیال قادیان میں ہیں اور میں بدنصیب یہاں پر ہوں۔ میں اب اپنے مرشد کی جدائی ہرگز برداشت نہیں کر سکتا۔ سو آپ ملازمت چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے قادیان آ گئے اور اب آپ کا مزار بھی قطعہ خاص میں ہے۔

میرے پاس حضور پرنور کے کرتے کا ٹکڑا ہے جو کہ ہم سب بہن بھائیوں کو والد صاحب کی طرف سے ملا ہے یہ یاد نہیں کہ کب ملا کیونکہ میں اکثر بمبئی رہتی تھی۔ خیال ہے کہ والد صاحب کی زندگی میں ملا تھا۔ جب ابتدا میں مسجد برلن کے لئے چندہ کی تحریک ہوئی تھی تو میں نے دو عدد سونے کی انگوٹھیاں جن کا وزن ایک تولہ تھا اور پازیب اور ایک گائے چندہ میں دی تھی اس چندہ میں مستورات نے زیادہ تر اپنے زیور اتار کر دیئے تھے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مسجد برلن و مکانات مبلغین کے لئے نصف لاکھ روپیہ کے چندہ کی تحریک خواتین میں کی اور پہلے ہی موقع پر خواتین قادیان نے ساڑھے آٹھ ہزار روپیہ چندہ دیدیا اور عجیب عجیب نمونے قربانی کے دکھائے۔ **فجزاهن الله احسن الجزاء** حضور اس بارہ میں تحریک کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

’’قادیان کی احمدی خواتین کی اس کوشش اور اخلاص کا اظہار کر کے......اپنی دوسری بہنوں کو مخاطب کرتا ہوں کہ وہ بھی اسی اخلاص سے اس کام کے لئے چندہ دیں گی......اگر قادیان کی عورتیں ساری رقم میں سے قریباً پانچواں حصہ دے سکتی ہیں تو باہر کی عورتیں بقیہ چار حصہ کیوں ادا نہیں کر سکتیں۔ یقیناً وہ اگر قادیان کی عورتوں سے چوتھا حصہ بھی اخلاص دکھائیں تو اس رقم کو آسانی سے ادا کر سکتیں ہیں‘‘(4)☆

نوٹ از مؤلف:۔ قاضی محمد عبداللہ صاحب کے رشتہ کے متعلق محترمہ کو سہو ہوا ہے ابتدائی تحریک رشتہ کی مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے ۱۹۰۷ء میں ہوئی اور بعدہ سید صاحب نے حضرت اقدسؑ سے دریافت کیا تو حضورؑ نے بھی پسند فرمایا اور نکاح کر دیا گیا۔ اس وقت قاضی صاحب صدر انجمن احمدیہ قادیان کی ملازمت میں آ چکے تھے(5)

☆ حاشیہ در حاشیہ۔ سیدہ نصرت بانو صاحبہ نے جو چندہ مسجد برلن کے لئے دیا تھا وہ الفضل میں درج نہیں۔ وہاں ایک دفعہ کی فہرست شائع ہوئی تھی بدر میں شائع نہیں ہوئی۔ شاید اس لئے درج نہیں ہو سکا۔

شجرہ نسب

میاں بھولا

- مائی گوہرے موصیہ ۲۶۴۴ وفات ۹/۹/۳۵
  (مدفون بہشتی مقبرہ قادیان۔) اہلیہ حاکم دین
  (لاولد)
- منشی گوہر علی
  (لاولد)
- ڈاکٹر عطر الدین
  - (از بطن فضل النساء)
    - سکینہ بی بی مرحومہ
      (اہلیہ سید نعمت علی)
      حال مقیم بہاولپور
      - سید سعادت علی
        مدرس ٹی آئی ہائی سکول ربوہ
      - سیدہ امینہ بیگم
        اہلیہ سید سجاد احمد
      - سید محمد احسن
      - سیدہ نجمہ سلطانہ بیگم
        اہلیہ سید امتیاز احمد
        (منیجر جعفر فلور ملز جڑانوالہ خلف سید علی احمد انبالوی صحابی مدفون بہشتی مقبرہ۔ربوہ)
      - سید ضیاء الحق
  - عبداللطیف ایم۔اے بی۔ٹی
    مقیم کراچی
    - عباس
    - خولہ
    - خالد عبداللطیف
    - نجمہ
  - (از بطن سیدہ نصرت بانو)
    - ڈاکٹر عبدالحمید ایم بی بی ایس
      (متعین میو ہسپتال لاہور)

اس پر حضرت صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب آپ پھر مقابلہ کر لیں ۔ چنانچہ دوسری دفعہ کے مقابلہ میں بھی ڈاکٹر صاحب نہ جیت سکے لیکن دوسری بار بھی آپ نے ریفری کے فیصلہ کے مطابق اپنی شکست تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ڈاکٹر صاحب کے اصرار پر حضرت صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ اگر آپ کا شبہ دور نہیں ہوا تو سہ بارہ مقابلہ کر لیں چنانچہ تیسری بار کی دوڑ میں بھی ڈاکٹر صاحب ہی ہار گئے جس پر آپ اپنی شکست ماننے پر مجبور ہوئے ۔ یہ واقعہ ظاہر کرتا ہے کہ ہمارے مقدس آقا کے صاحبزادگان کے حضور کے خدام کے ساتھ کتنے بے تکلفانہ تعلقات تھے ۔ اور اس میں اسلامی اخوت و مؤدت کا کیا خوشنما رنگ پایا جاتا تھا اور صاحبزادگان کبر و نخوت اور حقارت و نفرت کے جذبات سے یکسر خالی تھے ۔

وصال حضرت اقدسؑ و بیعت خلافت اُولیٰ:۔ حضرت مسیح موعودؑ کے وصال کے وقت ڈاکٹر صاحب ابھی وٹرنری کالج لاہور میں تعلیم پاتے تھے۔حضورؑ کے وصال کی خبر سننے پر آپ احمدیہ بلڈنگز پہنچے اور حضور کی مبارک پیشانی پر بوسہ دیا۔اور جنازہ کی معیت میں بٹالہ اور وہاں سے پیدل جنازہ مبارک کے ساتھ قادیان پہنچے ☆ اور کندھا دینے کا موقع ملا۔اور ظہور قدرت ثانی کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے دست مبارک پر بیعت کی اور حضور کے جسد مبارک کی آخری زیارت کی اور تدفین میں شریک ہوئے۔

بعد تدفین حضرت چوھدری فتح محمد صاحب سیالؓ، محترم شیخ محمد تیمور صاحب (حال ریٹائرڈ پرنسپل ۔ پشاور) اور ڈاکٹر صاحب تینوں شہر کو واپس آرہے تھے کہ بڑے باغ کے کنویں کے پاس کسی نے پیچھے سے ڈاکٹر صاحب کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔مُڑ کر دیکھا تو حضرت خلیفہ اوّلؓ تھے۔فرمایا۔میاں عطر دین! کیا محمد علی نے میری بیعت کی ہے؟ ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا کہ انہوں بیعت کی ہے ۔ڈاکٹر صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس وقت اپنے ساتھیوں کو بتا دیا تھا کہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے کے متعلق یہ بات حضور نے دریافت فرمائی ہے۔ڈاکٹر صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضور کا یہ سوال بہت معنی خیز تھا۔اور اس سے عیاں ہے کہ حضور کو بعض یقینی امور کی بناء پر یہ خدشہ ہوگا کہ شاید مولوی محمد علی صاحب کو آپ کی بیعت کرنے پر انشراح نہ ہو۔

☆ مقدس جنازہ کے ہمراہ لاہور سے بٹالہ تک ریل میں آنیوالے بعض احباب کے نام بدرؔ میں درج ہیں ان میں آپ کا نام ''عطر دین'' بھی مرقوم ہے(6)

حضرت خلیفہ اوّلؓ کی محبت:۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ غرباء سے بہت شفقت سے پیش آتے تھے۔اس سلسلہ میں ڈاکٹر صاحب نے ایک واقعہ بیان کیا ہے۔جو حضرت نانا جان میر ناصر نواب صاحبؓ کے الفاظ میں (جو دستیاب ہو گئے ہیں) درج ذیل کیا جاتا ہے۔یہ آپ کے ڈاکٹری پاس کر لینے کے وقت کا ہے۔حضرت میر صاحبؓ نے مسجد، شفا خانہ و دارالضعفاء (ناصر آباد نزد بہشتی مقبرہ) کے لئے تحریک کرتے ہوئے تحریر فرمایا:۔

''حضرت خلیفۃ المسیحؓ ہمیشہ میرے کاموں میں مدد فرماتے رہتے ہیں۔چنانچہ چھ سو روپے کے قریب مسجد ہسپتال و دارالضعفاء کے لئے عطا فرما چکے ہیں۔ایک دفعہ مسجد میں آپ نے فرمایا کہ میر صاحب عطر دین پاس ہو گیا ہے میں نے عرض کی کہ مجھے نہیں معلوم۔کیونکہ میرے ضعفاء کے لئے کچھ نہیں دیا۔ فوراً حضرت خلیفۃ المسیحؓ نے اپنی جیب سے ایک روپیہ نکال کر عطر دین کو دیا کہ میر صاحب کو دیدے۔'' (7)

یوں معلوم ہوتا ہے گویا ڈاکٹر صاحب جیسے غریب فرد کی کامیابی پر حضرت خلیفہ اوّلؓ نے اپنی فرط انبساط کا اظہار حضرت میر صاحب سے بھی کر دیا۔پھر میر صاحب کی دعا کے لئے ڈاکٹر صاحب کو اپنے پاس سے ایک روپیہ دیا۔ نیز ڈاکٹر صاحب کو اس ٹھیس سے بچالیا کہ میرے پاس چندہ کے لئے رقم نہیں میں اس موقع پر چندہ دے کر شکریہ ادا نہیں کر سکا نہ حضرت میر صاحبؓ سے دعا لے سکا۔

حضرت مسیح موعودؑ کے عہد مبارک کا ایک اور واقعہ ڈاکٹر صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت مولوی صاحب (خلیفہ اوّلؓ) قادیان سے لاہور تشریف لے گئے اس وقت دھوپ کی شدت تھی اور بلا کی گرمی پڑ رہی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے کیسری کی دکان کا سوڈا برف پیش کیا جو حضرت مولوی صاحبؓ نے قبول تو فرمالیا لیکن ایک غریب طالب علم پر چند پیسوں کا بوجھ ڈالنا بھی آپ نے پسند نہ فرمایا۔اور معاً اپنے شاگرد حکیم غلام محمد صاحب امرت سری سے فرمایا کہ یہ طالب علم ہیں ان کو سوڈا واٹر کی قیمت ادا کر دو تا کہ ان کو خرچ کی تکلیف نہ ہو۔چنانچہ ڈاکٹر صاحب کو بمطابق اَلاَمْرُ فَوْقَ الاَدَبْ قیمت قبول کرنی پڑی۔

ملازمت:۔ پہلے آپ وٹرنری محکمہ میں ملازم ہوئے۔ اور ملازمت کے تعلق میں بھیرہ۔راولپنڈی۔کوہالہ میانوالی، گجرات وغیرہ مقامات میں آپ متعین رہے۔ابتداءً آپ تیس روپے مشاہرہ پاتے تھے۔۱۹۱۲ء ۱۹۲۰ء تک آپ نے فوج میں ہیڈ وٹرنری کے طور پر ملازمت کی۔پہلے پونا، پھر مسقط، بغداد، بصرہ اور برما میں آپ متعین

ہوئے ۱۹۲۰ء میں وہاں سے اس عرصہ کی پنشن مل گئی ۔ جو اب تک جاری ہے ۔ پھر بمبئی کے محکمہ ٹرانسپورٹ میں بطور وٹرنری اسسٹنٹ قلیل عرصہ ملازمت کی لیکن جلد ہی آپ کو بمبئی کارپوریشن میں میٹ (MEAT) انسپکٹر کی آسامی پر پونے دوصد روپیہ مشاہرہ پر لگا لیا گیا وہاں سے آپ ۱۹۴۰ء میں سبکدوش ہوئے تو پھر بمبئی میں آپ دوسری جگہ ۱۹۴۸ء تک کام کرتے رہے۔

خدمات سلسلہ:۔ بمبئی میں آپ تین سال تک صدر جماعت رہے ۔ جمعہ کی نماز آپ کے مکان پر ادا ہوتی تھی ۔ اور بغداد کے جس فوجی کیمپ میں آپ مقیم تھے اس میں صرف تین چار احمدی احباب تھے جنہوں نے آپ کو امام الصلوٰۃ وغیرہ بنالیا تھا۔

تحریک جدید کے دور اوّل کے انیس سالہ پنج ہزاری مجاہدین میں شامل ہونے کی آپ کو اور آپ کی اہلیہ محترمہ کو توفیق ملی ۔ (صفحہ ۱۳۳) دونوں کے چندے کی مقدار چھ صد چھبیس روپے ہے ۔ شدھی ملکانہ کے وقت آپ کو اپنے خرچ پر تین ماہ تک اعلائے کلمۃ اللہ کی توفیق عطا ہوئی آپ نے بفضلہٖ تعالیٰ ۷ جولائی ۱۹۲۰ء میں وصیت کی تھی جس کا نمبر ۱۸۱۷ ہے اس وقت آپ ٹرانسپورٹ بمبئی میں بطور وٹرنری اسسٹنٹ کام کرتے تھے ۔ ۱۹۲۱ء میں آپ نے دسویں حصہ کی بجائے اسے بڑھا کر نویں حصہ کی وصیت کر دی۔

ہجرت بسُوئے قادیان اور درویشی دور میں خدمات:۔ ۱۹۴۷ء میں برصغیر ہندو پاک کی تقسیم عمل میں آئی ۔ آپ اپریل یا مئی ۱۹۴۸ء میں وہاں سے کراچی اور پھر لاہور چلے آئے ۔ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی تحریک پر آپ نے بھی ان قیامت سے ایام میں قادیان میں ہجرت کر جانے کے لئے اپنا نام پیش کیا ۔ پینتیس افراد کا یہ قافلہ جس کے امیر حضور کی طرف سے حضرت بھائی عبدالرحیم صاحبؓ قادیانی اور نائب امیر حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحبؓ قادیانی مقرر ہوئے تھے دو ٹرکوں کے ذریعہ ۱۱ مئی ۱۹۴۸ء کو قادیان دارالامان پہنچا ۔ اللہ تعالیٰ کا یہ خاص فضل ہے کہ ڈاکٹر صاحب قبول ہوئے ۔ اور درویشان قادیان میں شامل ہو کر سلسلہ حقّہ کی خدمت اور مقامات مقدسہ کی آبادی وغیرہ کا فریضہ خلوص سے انجام دینے کی توفیق پا رہے ہیں۔

درویشی کے ابتدائی زمانہ میں جب قادیان اور اس کا ماحول احمدیوں کے لئے بے حد مسموم اور معاندانہ تھا جن درویشوں نے لوگوں کی مغائرت اور دشمنی کو موانست میں تبدیل کرنے میں مدد دی ان سابقون

(PLONEERS) میں آپ کا نام پیش پیش ہے۔آپ نے ان ابتدائی پرخطرا یام میں اپنے محلّہ میں مقید درویشوں کے حلقہ کو وسیع تر کرنے میں قابل قدر کام کیا۔قادیان اوراس کے گرد وپیش کے دیہات میں آپ کی سابقہ واقفیت بھی تھی۔آپ کے فن ڈاکٹری سے استفادہ کے لئے غیرمسلم آپ کو بلالے جاتے۔آپ اس بڑھاپے میں بھی مومنانہ جرأت سے کام لے کر بلاخوف وخطر میلوں میل تک دیہات میں چکر لگاتے اور مفت خدمت کرتے اورمتعدد درویشوں کو بھی اپنے ساتھ لیجاتے۔غیرمسلم آپ کے جذبۂ خدمت سے متاثر ہوتے اور یہ امران میں جذبۂ محبت ومؤانست ابھارنے کا موجب ہوتا۔اس طرح ہمیں محلّہ جات اور قریبی دیہات میں نکلنے کا موقع ملا۔اور ہماری محصوریت مبدل بہ آزادی ہونے لگی۔آپ نے درویشی دور کی قدر کی اور یہ زمانہ نہایت صبر ورضا اور محبت وخلوص سے گزارنے کی سعی بلیغ کی۔آپ کئی دفعہ شدید طور پر بیمار ہوئے لیکن آپ نے اس آستانہ کو نہ چھوڑا ۔آپ کے لڑکوں نے کئی بار اصرار کیا کہ اس کمزوری اور پیری کے زمانہ میں آپ ان کے پاس رہیں تا کہ وہ اچھی طرح سے خدمت کرسکیں لیکن آپ اس کے لئے تیار نہ ہوئے اور قادیان کی درویشی کی بے سروسامانی اور بے آرامی کو باہر کے آرام وسہولت پر ترجیح دی۔ اس وقت آپ ہندوستان میں سب سے قدیمی صحابی ہیں اللہ تعالیٰ آپ کا اورآپ کی اہلیہ محترمہ کا انجام بخیر کرے۔آمین۔

آپ کی اہلیہ محترمہ:۔آپ کی دوسری اہلیہ محترمہ بفضلہٖ تعالیٰ صحابیہ ہیں۔آپ کو منارۃ المسیح کا چندہ دینے کی توفیق ملی۔اس پرآپ کا نام ذیل کے الفاظ میں مرقوم ہے۔ ''۲۵۹۔سیّدہ نصرت بانو اہلیہ ڈاکٹر عطرالدین بمبئی۔''

نوٹ:۔ آپ کی روایات کتاب کے آخر میں درج کی جائیں گی۔

ماسٹر فقیر اللہ صاحب

سردار بیگم صاحبہ (اہلیہ)

آپ کے دل میں اواخر دسمبر ۱۹۴۸ء میں زبردست تحریک ہوئی تو یہ حالات قلمبند فرمائے۔اور میرے عرض کرنے پر مجھے بھجوا دیئے۔سارے حالات قریباً آپ کے الفاظ میں ہیں۔(مولف)

والدین۔وطن اور ولادت:۔ حضرت ماسٹر فقیر اللہ صاحب رقم فرماتے ہیں:۔

میرے والد منشی امام بخش پشاور کے ایک مشہور اور قابل اپیل نویس تھے اور بڑے قانون دان مشہور تھے۔شہر کے بڑے بڑے رؤساء اور سرکاری عہدیدار قانونی مشوروں کے لئے ان کے پاس آیا کرتے تھے۔اس زمانہ میں وکیل بہت کم تھے ۔مقدمہ کا دارومدار عرضی دعویٰ یا اپیل پر ہی ہوتا تھا۔وہ عدالت ماتحت کے فیصلے پر اپیل میں نہایت سختی سے جرح کدح کرتے تھے اس وجہ سے انگریز حکام جن کے فیصلہ پر وہ جرح کرتے ۔بعض اوقات ان سے ناراض بھی ہو جاتے ۔کیونکہ اس زمانہ میں انگریز اپنے خلاف کوئی بات نہ سن سکتا تھا جب ان کے فیصلوں پر سختی سے جرح ہوتی تو ان کو ناگوار گذرتا۔چنانچہ کئی دفعہ ان کے دوستوں نے جن میں سے بعض اعلیٰ عہدوں پر ممتاز تھے، ان کو مشورہ بھی دیا کہ آپ کی اپیلوں سے انگریز بہت چڑتے ہیں۔آپ زیادہ سختی نہ کیا کریں۔مگر ان کا زورقلم آخر تک ویسا ہی رہا۔ایک دفعہ کسی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ یا ڈپٹی کمشنر نے ان کی اپیل سے ناراض ہو کر دو تین مہینے کے لئے ان کو معطل بھی کر دیا مگر انہوں نے اپنی شان وضعداری کو قائم رکھا۔معطّلی کے عرصہ میں جو شخص اپیل لکھانے آتا یہ مسودہ بنا کر میر مدثر شاہ صاحب کے والد میر احمد شاہ صاحب اپیل نویس کے پاس بھیج دیتے اور وہ اپنی طرف سے اپیل لکھ کر بھیج دیتے۔ والد صاحب نے دو شادیاں کیں پہلی بیوی سے ایک لڑکی ہوئی ۔نور النساء جس کی شادی موضع کالوخورد تحصیل حضرو ضلع اٹک میں نواب خانصاحب سے ہوئی ۔☆ جن کے والد اس علاقہ میں بڑے زمیندار اور مشہور آدمی تھے ۔پہلی بیوی کی وفات پر محترمہ سرور جان صاحبہ سے انہوں نے شادی کی جن

☆ استفسار پر ماسٹر صاحب فرماتے ہیں کہ ہمشیرہ نور النساء صاحبہ جوانی میں ہی فوت ہوگئیں ان کے تین بچے تھے سب سے چھوٹا عبداللہ احمدی ہوا ۔قادیان میں پڑھتا رہا۔وہاں سے مڈل پاس کر کے چلا گیا۔مالاکنڈ میں عرائض نویس رہا۔اس کا لڑکا عبدالرحیم احمدی تھا کیمبل پور میں ملازم ہوا۔جوانی میں فوت ہوگیا۔

کے بطن سے چار لڑکے اور ایک لڑکی ہوئی جن میں سے میں سب سے بڑا ہوں۔ باقی تین بھائی اور ایک بہن فوت ہو چکے ہیں☆ ہمارا اصل وطن حضرو ہے۔ جہاں ہمارا ایک جدّی مکان بھی تھا جو والد صاحب نے میری ہوش میں ایک شخص کے پاس فروخت کر دیا۔ والد صاحب پشاور چلے گئے تھے اور وہیں سکونت اختیار کر لی۔ میری والدہ اعوان قوم سے پشاور کی باشندہ تھیں۔ اور میری پیدائش پشاور میں ہی ہوئی۔ میری تاریخ پیدائش ۲۴ جون ۱۸۷۶ء مطابق ۲ جمادی الثانی ۱۲۹۳ھ روز شنبہ ہے۔☆☆ پشاور میں ہمارے دو مکان تھے جو محلّہ بازداران میں تھے۔

تعلیم قرآن مجید:۔ بعمر قریباً پانچ سال والد صاحب نے مجھے محلّہ کے ملاں کے پاس قرآن شریف پڑھنے کے لئے بٹھا دیا۔ جب میں نے بغدادی قاعدہ اور قرآن شریف کا ایک آدھ پارہ پڑھ لیا تو مجھے ایک حافظ صاحب کے سپرد کیا گیا۔ جو حافظ دراز صاحب کے پوتے اور محلّہ ڈپٹی میں ایک مسجد کے امام تھے۔ ان کے پاس ایک عرصہ پڑھتا رہا۔ اس کے بعد ایک اور حافظ صاحب کے سپرد کیا۔ جو کابلی دروازہ کے قریب ایک مسجد کے امام تھے اس طرح قرآن شریف میں نے نہایت اعلیٰ قاری حافظوں سے پڑھا۔

دیگر تعلیم اور والد کی وفات:۔ قرآن شریف ختم کرنے کے بعد مجھے تقریباً آٹھ سال کی عمر میں مشن سکول میں داخل کیا گیا جہاں میں ہر ایک جماعت میں اچھا رہا اور ہر سال باقاعدہ پاس ہوتا رہا۔ طالب علمی میں ہمیشہ مجھے ایک استاد گھر پر پڑھاتا رہا۔ ان میں سے مولوی امام الدین صاحب اور ماسٹر باغ دین صاحب زیادہ عرصہ میرے ٹیوٹر رہے۔ دونوں بٹالہ کے تھے اور مشن سکول میں مدرس تھے آخر الذکر (مسلمانوں کے مشہور لیڈر) سر فضل حسین صاحب مرحوم کے غالباً دور کے تعلقدار بھی تھے۔ اور ان کو بھی گھر پر پڑھایا کرتے تھے۔ میاں فضل حسین اسی سکول کے طالب علم تھے اور ان کے والد میاں حسین بخش ان دنوں پشاور میں ای۔ اے۔ سی تھے۔ والد صاحب کو نقرس کا مرض تھا۔ جب فوت ہوئے تب بھی نقرس کا دورہ تھا۔ مگر وفات اچانک دماغ کی

☆ استفسار پر ماسٹر صاحب نے بتایا کہ دو بھائی عالم طفولیت میں فوت ہو گئے۔ سب سے چھوٹا فضل الٰہی میرے احمدی ہونے کے بعد فوت ہوا۔ ایک دفعہ والدہ کے ساتھ قادیان بھی آیا تھا احمدی نہیں ہوا شادی بھی نہیں کی۔ بہن کی شادی پشاور ہوئی تھی ان کی اولاد ایک لڑکا (عبدلقیوم لاہور کی جماعت سے تعلق رکھتا ہے۔ واہ فیکٹری میں خزانچی ہے۔

☆☆ جنتری کے مطابق یہ یکم جمادی الثانی ہے۔ (مؤلف)

رگ پھٹ جانے سے جریان خون سے واقع ہوئی۔

آپ کی وفات ہمارے لئے ایک آفت ناگہانی تھی گھر میں کوئی بڑا آدمی موجود نہ تھا۔والد صاحب نے روپیہ تو بہت کمایا تھا مگر اندوختہ کچھ نہ تھا والدہ صاحبہ بہت سخت طبیعت تھیں۔والد صاحب کی وفات پر ہم تین بھائی اور ایک بہن یتیم رہ گئے۔والد صاحب کے ایک دوست میاں محمد کتب فروش تھے ان کے پاس ہمارا پانچ سو روپیہ تھا جس سے اس نے ایک جندر (پن چکی) ہمیں رہن لے دی وہاں سے پندرہ روپے ماہوار ہمیں ملتے اور پانچ روپے ماہوار کرایہ ہمارے چھوٹے مکان کا آتا بیس روپے ماہوار کی ہماری کل آمدنی تھی۔والدہ صاحبہ اس آمد پر اور کچھ گھر کے اثاثہ پر گذارہ کرتیں۔والد صاحب کی وفات کے وقت میں ساتویں جماعت میں تھا کہ میری تعلیم چھوٹ گئی۔ والد صاحب کے تعلقات اہل حدیث سے زیادہ تھے اس لئے ان کی وفات کے وقت میرے خیالات بھی فرقہ اہل حدیث کی طرف جن کو لوگ وہابی کہتے ہیں زیادہ مائل تھے۔

میری منگنی:۔ والد صاحب کی وفات سے تھوڑا عرصہ قبل میری منگنی منشی احمد جان صاحب کی لڑکی سے ہوئی جو قوم کے کشمیری تھے۔اور ان دنوں انگریزوں کو پشتو اور فارسی پڑھایا کرتے تھے۔والد صاحب کی وفات کے بعد والدہ صاحبہ نے منشی احمد جان صاحب کے گھر جا کر ان سے جھگڑا کیا۔اور جو زیور اور کپڑے میری منگنی کے وقت ان کو دیئے تھے وہ واپس لے لئے۔اور ہماری منگنی فسخ ہوگئی۔مگر اب تک ان لوگوں نے مجھے لڑکی دینے کا ارادہ ترک نہ کیا تھا۔گو والدہ صاحبہ کے سلوک سے ان کو بہت صدمہ ہوا۔

تصوّف کی طرف رجحان:۔ ہمارے مکان کے قریب ایک شخص میاں اسماعیل صوفی منش چلغوزے بھوننے کا کام کرتے تھے ان کے پاس میری آمد ورفت ہوگئی۔بہت نیک شخص تھا۔ان کے پاس آمد ورفت کی وجہ سے میرے خیالات بھی صوفیاء کی طرف مائل ہوگئے۔اور نقشبندی سلسلہ میں موضع چورہ شریف ضلع اٹک میں میاں نور محمد صاحب عرف ملا صاحب مشہور تھے ان کی بیعت میں داخل ہوگیا۔تقریباً دو سال تک میرا یہ دستور رہا کہ تمام دن نماز اور اذکار میں مشغول رہتا۔رات کو بھی وظائف پڑھتا۔میرے والد صاحب کے بعض دوستوں کا خیال ہوا کہ میں اس طرح وظائف اور اذکار میں مشغول رہ کر پاگل نہ ہو جاؤں۔۔چنانچہ والد صاحب کے دوست ایک صاحب شمس الدین نام تھے۔انہوں نے جہانگیرے کے گذر کا ٹھیکہ لیا تو مجھے بطور محرر اپنے ساتھ لے گئے جہاں میں نے ایک سال کام کیا ۔اگلے سال انہوں نے چارسدہ کے گذر کا ٹھیکہ لیا تو وہاں بھی مجھے ساتھ لے گئے۔پھر

ایک سال نوشہرہ کے گذر کا ٹھیکہ لیا تو وہاں بھی مجھے پاس رکھا اس طرح تقریباً چار سال میں نے تعلیم چھوڑی رکھی۔اب میری عمر تقریباً انیس سال کی تھی کہ مجھے پھر خیال پیدا ہوا کہ تعلیم حاصل کروں ۔

مزید تعلیم:۔ میں ۱۸۹۵ء میں پھر اسلامیہ سکول پشاور میں ساتویں جماعت میں داخل ہوا چھ ماہ بعد مجھے آٹھویں جماعت میں ترقی دے دی گئی اور اسی سال میں نے مڈل کا امتحان دے دیا۔ چنانچہ میں اپنے ضلع میں دوم رہا اور مجھے وظیفہ ملا۔اسی سال اسلامیہ سکول کی طرف سے مجھے تین انعام ملے۔ایک اپنے سکول میں سب سے اول نمبر پر پاس ہونے کا دوم دینیات میں اول رہنے کا سوم میں نے سالانہ جلسہ کے موقع پر ایک عربی نظم سنائی تھی اس کا انعام ملا۔

ان دنوں اسلامیہ سکول میں ماسٹر ضیاء اللہ صاحب سیکنڈ ماسٹر تھے۔شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم کے بہنوئی تھے اور بعد میں قادیان میں آ گئے تھے۔ یہ زمانہ طالب علمی میں مجھ پر بڑی مہربانی کرتے تھے۔اور بڑی محبت سے پڑھایا کرتے تھے۔☆ چونکہ اسلامیہ سکول صرف مڈل تک تھا میں مڈل کا امتحان پاس کر کے گورنمنٹ ہائی سکول میں داخل ہو گیا۔

عیسائیت کی بجائے احمدیت کی طرف رجحان اور بیعت:۔ جن دنوں میں مڈل کے امتحان کی تیاری کر رہا تھا ایک شخص پادری عزیز الدین نامی جو پٹھانوں سے عیسائی ہوا تھا پشاور میں تھا اور میاں محمد صاحب کتب فروش کی دکان پر آیا کرتا تھا۔اور میں بھی وہاں جایا کرتا تھا۔اس طرح پادری صاحب سے واقفیت ہو گئی اور میاں محمد صاحب نے بھی میری سفارش کی کہ اگر مجھے ضرورت ہو تو وہ انگریزی میں مجھے مدد دیا کرے۔ چنانچہ میں کبھی کبھی ان کے مکان پر جایا کرتا۔جب میں ان کے مکان پر جایا کرتا تو وہ ضرور ہی مذہبی بات چیت شروع کر دیتے اور اسلام پر اعتراض کرتے جس کا مجھے جواب نہ آتا۔ایک دفعہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نو بیویاں کرنے پر اعتراض کیا۔ایسا ہی حضرت مسیحؑ کے زندہ آسمان پر جانے،ان کے مردے زندہ کرنے وغیرہ کا اس نے ذکر کیا۔ جب میں ان اعتراضات کو اپنے مولوی صاحبان کے آگے پیش کرتا تو وہ بجائے ان کا جواب

☆ شیخ ضیاء اللہ صاحبؓ کے متعلق حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحبؓ قادیانی سے میں نے یہ یادداشت لکھی تھی کہ وہ خلافت ثانیہ سے وابستہ رہے تھے۔

دینے کے اُلٹا مجھ پر ناراض ہوتے اور کہتے کہ تم پادری عزیزالدین کے پاس نہ جایا کرو۔ جس سے میرے دل میں اسلام کے متعلق شبہات پیدا ہونے لگے۔ طبیعت میں تحقیقات کا مادہ تھا اور کوئی بات بلا سوچے سمجھے ماننے کو جی نہ چاہتا تھا۔ اسی اثناء میں کسی نے مجھے حضرت مولانا غلام حسن خان صاحب کے متعلق بتایا کہ ان کے آگے یہ اعتراض پیش کریں وہ جواب دیں گے۔ چنانچہ میں مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اعتراضات پیش کئے۔ مولانا صاحب نے ایسے جواب دیئے کہ تمام شبہات دور ہوگئے۔ اب تو میں پادری صاحب کے سر پر سوار ہوگیا۔ پادری صاحب مولانا صاحب ؓ کو جانتے تھے۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ میں مولانا صاحب کے پاس جاتا ہوں تو وہ مجھ سے مایوس ہوگئے۔ پہلے ان کو یقین ہوگیا تھا کہ مجھے عیسائی بنالیں گے ان کے ساتھ دو ایک دفعہ میں گرجے بھی گیا اور ان کی نماز میں شامل ہوا۔ مگر حضرت مولانا صاحب ؓ کی صحبت کے بعد وہ مجھ سے کترانے لگا۔ اب میں اپنے اندر ایک طاقت محسوس کرنے لگا۔ پہلے تو میں پادری صاحب سے مذہبی بات چیت کرنے سے ڈرتا تھا اور اب میں خود ان سے ابتداء کرتا۔

ایک دفعہ ان کے مکان پر ہی ہم دونوں نے سجدہ میں گر کر دعا کی کہ جو مذہب حق ہے اس پر ہم دونوں کو چلائے۔ اور صراط مستقیم کی ہدایت کرے۔ اسی عرصہ میں میں نے مولانا صاحب سے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنا شروع کر دیا۔ میرے ساتھ میر مدثر شاہ صاحب اور دلاور خان صاحب بھی پڑھا کرتے تھے۔ مولانا صاحب سے یہ درس کا سلسلہ میرے آٹھویں جماعت میں پڑھنے کے زمانہ سے انٹرنس کا امتحان دینے تک تقریباً دو سال یعنی جب تک میں پشاور رہا جاری رہا۔ مولانا صاحب ؓ بھی مجھ سے بڑی محبت کرتے اور مہربانی سے پیش آتے۔ اس تمام عرصہ میں کبھی مولانا صاحب نے مجھے یاد نہیں کہ میرے سامنے کسی اور شخص کو احمدیت کی تبلیغ کی ہو۔ خود ہی کسی نہ کسی طرح مجھے علم ہوگیا کہ مولانا صاحب کسی شخص کے جو قادیان میں ہے اور اپنے آپ کو مہدی اور مسیح کہتا ہے، مرید ہیں۔ میں نے ایک دن مولانا صاحب سے مرزا صاحب کی کوئی کتاب مانگی۔ آپ نے مجھے ''ازالہ اوہام'' دی ان دنوں میں انٹرنس کے امتحان کی تیاری کر رہا تھا۔ ازالہ اوہام میں نے چند دن میں ختم کر لی۔ یہ پڑھ کر مجھے حضرت صاحب کی صداقت پر یقین ہوگیا۔

یہ ۱۸۹۶ء کا آخر تھا۔ اسی وقت میں نے حضرت صاحب کی خدمت میں بیعت کا خط لکھ دیا جس کا جواب مولانا عبدالکریم صاحب کی قلم سے گیا کہ حضرت صاحب بیعت قبول فرماتے ہیں۔ (الحمدللہ) استغفار بہت پڑھا

کریں۔نماز کا میں شروع سے پابند رہا ہوں بیعت کے بعد میں نماز میں خاص لذت محسوس کرنے لگا۔ ☆

مزید بابت تعلیم۔عبدالاکبر خانصاحب کی بیعت:۔ مڈل کا امتحان پاس کرنے کے بعد جب میں انٹرنس میں داخل ہوا تو شروع سال ہی میں میں نے ارادہ کیا کہ انٹرنس کا امتحان ایک ہی سال میں دوں گا۔ چنانچہ انگریزی تو میں کلاس کے ساتھ پڑھتا اور ریاضی اپنے طور پر جماعت سے آگے آگے کرتا۔ چھ ماہ میں میں نے فورتھ ہائی کا ریاضی کا کورس ختم کرلیا او مجھے ففتھ ہائی میں ترقی دے دی گئی اب جو میں ففتھ ہائی میں آیا تو کلاس ریاضی میں مجھ سے آگے تھی سو یہ کمی بھی مجھے خود ہی پوری کرنی پڑی اس طرح ریاضی کا سارا کورس میں نے بغیر استاد کی مدد کے حل شدہ کتابوں کو دیکھ کر خود پڑھ لیا۔ ریاضی کے صبح سے دو پہر تک میں سوسو سوال الجبرا کے نکال لیتا۔ اور نہ تھکتا تھا بلکہ اس کے سوال نکالنے میں میں خاص لذت محسوس کرتا تھا۔ جماعت میں جس لڑکے کو ریاضی کا کوئی سوال نہ آتا مجھ سے سمجھا کرتا تھا۔

عبدالاکبر میرا ہم جماعت تھا۔ اور ہم دونوں کی آپس میں بہت محبت تھی جب میں نے حضرت صاحب کی بیعت کی تو عبدالاکبر کو بھی تبلیغ کرنے لگا۔ یہ شروع میں بڑا برا مناتے اور حضرت صاحب کو برا بھلا کہتے مگر میں ان کو تبلیغ کرتا رہا۔ آخر خدا کے فضل سے یہ احمدی ہو گئے ☆☆

بوجہ احمدیت رشتہ ترک کرنا:۔

منشی احمد جان صاحب نے اب تک مجھے لڑکی دینے کا خیال ترک نہ کیا تھا۔ اور میری بھی خواہش تھی کہ اسی جگہ میری شادی ہو۔ ان دنوں پشاور کے لئے بھی انٹرنس کے امتحان کا سنٹر راولپنڈی میں تھا۔ منشی صاحب اب پشاور سے راولپنڈی آ گئے تھے امتحان کے لئے میں ان کے مکان پر ہی ٹھہرا۔

☆ میرے استفسار پر ماسٹر صاحب نے والدہ محترمہ کے متعلق بیان کیا کہ میرے احمدی ہونے پر وہ پشاور میں رہیں احمدی نہیں ہوئیں۔ بیوہ ہونے کے بعد حج کیا۔ ۱۹۰۸ء سے پہلے فوت ہوگئیں۔

☆☆ ''تاریخ احمدیہ (بابت سرحد) مرتبہ حضرت قاضی محمد یوسف صاحب میں ذکر ہے کہ عبدالاکبر صاحب تحصیلدار ہو گئے تھے خلافت ثانیہ کے مخالف رہے فوت ہو چکے ہیں (صفحہ ۸۳ تا ۸۵) استفسار پر ماسٹر صاحب نے فرمایا یہ وہی ہیں عبدالاکبر صاحب کی احمدیت قبول کرنے کا ذکر اس کتاب کے صفحہ ۶۷ پر درج ہے۔

اس دوران میں منشی صاحب سے بھی احمدیت کے متعلق بات چیت ہوئی وہ یہ معلوم کر کے کہ میں احمدی ہوں سخت ناراض ہوئے ان کا کوئی کشمیری پیر تھا اس کو جب علم ہوا کہ میں احمدی ہوں تو اس نے ان کو کہہ دیا کہ یہ تو کافر ہے حضرت عیسیٰؑ کو وفات شدہ مانتا ہے اس پر انہوں نے مجھے کہا کہ ہمارا تعلق آپ سے تب رہ سکتا ہے کہ احمدیت سے توبہ کریں۔ یہ بات مجھے سخت ناگوار گذری میں نے کہا کہ یہ تو آپ کی ایک لڑکی ہے اگر ایسا سو رشتہ بھی ہو تو میں احمدیت پر قربان کر دوں گا۔ چنانچہ اس سے ناراض ہو کر میں راولپنڈی سے سیدھا قادیان چلا گیا۔☆ اور وہاں حضرت صاحب کے ہاتھ پر مکرر بیعت کر کے واپس پشاور آ گیا۔

انٹرنس میں ناکامی اور مدرسہ تعلیم الاسلام میں تقرری :۔ انٹرنس کا نتیجہ نکلا تو میں جنرل نالج میں زیر تجویز نکلا۔ فیل ہونے کا باعث یہ امر ہوا کہ بعض وجوہات سے میں تاریخ جغرافیہ کی طرف پوری توجہ نہ دے سکا تھا۔ اور اس مضمون پر میری طبیعت بھی نہ لگتی تھی چونکہ میرا وظیفہ دو سال کے لئے تھا اور میں نے امتحان ایک سال کے بعد دے دیا تھا اس لئے ابھی وظیفہ باقی تھا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے مجھے کہا کہ اگلے سال بھی پڑھو۔ آئندہ سال اچھے نمبروں پر پاس ہو جاؤ گے۔ مگر میں دل شکستہ ہو گیا تھا۔ آئندہ تعلیم جاری رکھنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور پھر قادیان چلا گیا۔ ان دنوں قادیان میں مدرسہ کی صرف پانچ جماعتیں تھیں۔

مولانا محمد علی صاحب بھی تازہ احمدی ہوئے تھے اور قادیان آئے ہوئے تھے ان کو جب علم ہوا کہ میں نے اسی سال انٹرنس کا امتحان دیا ہے تو مجھ سے رول نمبر دریافت کیا جب میں نے بتایا تو فرمانے لگے کیا تمہارا وظیفہ لگا ہے۔ میں نے کہا کہ میں تو پاس بھی نہیں ہوا تعجب سے کہنے لگے کہ تم نے ریاضی کے پرچے میں پورے نمبر لئے ہیں۔ اتفاق سے انہوں نے اس سال انٹرنس کے ریاضی کے پرچے دیکھے تھے چنانچہ ان کی سفارش پر میں قادیان کے سکول میں مدرس لگایا گیا۔

~~☆ (الف) استفسار پر ماسٹر صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے منشی احمد جان صاحب کے مزید حالات بعد کے زمانہ کے معلوم~~ نہیں جو لڑکی میرے ساتھ منسوب ہوئی اس کی شادی پشاور کی مگر شادی کے معاً بعد اسے دق ہو گئی اور غالباً دو سال کے اندر فوت ہو گئی۔ (ب) یہ پہلی بار زیارت حضرت اقدسؑ و قادیان تھی۔ آپ نے مڈل کا امتحان ۱۸۹۵ء ہی میں دیا تھا۔ گویا ۱۸۹۶ء میں امتحان دے کر آپ قادیان گئے تھے۔ ماسٹر صاحب فرماتے ہیں ان دنوں امتحان سال کی آخری ششماہی یعنی جولائی۔ اگست۔ ستمبر میں ہوتا تھا۔

اس وقت چھٹی جماعت کھول دی گئی اور مجھے ہیڈ ماسٹر مقرر کیا گیا۔☆

اس سے پہلے پانچویں تک کے ہیڈ ماسٹر حضرت شیخ یعقوب علی صاحبؓ عرفانی تھے۔چھٹی جماعت میں غالباً تین طالبعلم تھے۔شیخ محمد نصیب۔مولوی غلام محمد جو قادیان سے ماریشس میں مبلغ ہوکر گئے تھے اور حافظ محمد عیسیٰ شیخ عبدالعلی کے بھائی۔ایک سال کے قریب میں ہیڈ ماسٹر رہا۔پھر ملک شیر محمدؓ صاحب بی۔اے پاس کر کے قادیان گئے اور یہ ہیڈ ماسٹر ہوگئے اور میں سیکنڈ ماسٹر۔ان دنوں حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ مدرسہ کے سپرنٹنڈنٹ تھے اور مولوی محمد علی صاحب انسپکٹر۔

محکمہ بندوبست میں ملازمت:۔ ۱۸۹۸ء کے آخر میں ایک افسر سے ناراض ہوکر میں قادیان سے پشاور آ گیا۔محمد عظیم خان صاحب افسر مال میرے والد صاحب کے شاگرد تھے ان کے پاس ملازمت کے لئے گیا۔اور انہیں کہا کہ محکمہ مال میں مجھے کہیں ملازمت دلا دیں اس سال ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں بندوبست ہو رہا تھا۔ انہوں نے اپنے دوست غلام محمد خان کے نام جو ڈیرہ اسماعیل خان میں بطور نائب مہتمم بندوبست کام کرتے تھے چٹھی دی۔جس کی بناء پر ڈیرہ اسماعیل خان کے بندوبست میں میرا نام بطور زائد پٹواری درج ہوا۔ اور میں نے کام شروع کر دیا۔ مارچ سے آخر نومبر ۱۸۹۹ء تک میں نے اس بندوبست میں کام کیا۔اس عرصہ میں سالم موضع بھوچ کی پیمائش مع تکمیل ختم کی۔اور موضع شادیوالہ کی نصف کے قریب پیمائش کی۔ ماہ جون و جولائی میں میں مربع بندی کا کام کرتا تھا۔یہ علاقہ ریگستان ہے اور سخت گرمی پڑتی ہے۔ میرے ساتھ جو لوگ بطور جریب کش وغیرہ کام کرتے تھے۔باوجودیکہ وہ اسی علاقہ کے لوگ تھے اور گرمی کے عادی تھے۔پھر بھی ایک دو شخص گرمی سے روزانہ بیہوش ہوجاتے تھے مگر مجھ پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل رہا۔

☆ استفسار پر ماسٹر صاحب بیان کرتے ہیں کہ اتنا تو یقینی ہے کہ میں جب مدرسہ میں لگا تو اسی سال چھٹی جماعت کھلی تھی ممکن ہے کہ امتحان کے بعد میں جب قادیان گیا تو اس سال واپس آ گیا ہوں۔(اور یہی بات اوپر متن میں آپ کے بیان میں درج ہے) اس میں سال کی غلطی کا امکان ہے کیونکہ مجھے یاد ہے کہ ایک سال میں مولانا غلام حسن خان صاحب کے ساتھ قادیان گیا تھا رات ہمیں بٹالہ ہوگئی۔میں مولانا صاحب کیلئے ایک ہندو دکاندار سے دودھ لایا جب وہ مولانا نے اور میں نے چکھا تو نمکین تھا پھر نہیں پیا۔غالباً اسی سال یعنی ۱۸۹۸ء میں مدرسہ میں میرا تقرر ہوا ایک سال کام کیا پھر میں قادیان سے محکمہ بندوبست میں چلا گیا۔قادیان میں کالج کھلنے پر بطور CASUAL طالبعلم میں چند ماہ تک ریاضی اور انگریزی کی جماعتوں میں شامل ہوتا تھا۔

کبھی میں نے زیادہ تکلیف محسوس نہ کی تمام افسر میرے کام سے بڑے خوش تھے۔

دوبارہ قادیان میں آجانا اور میٹرک کا امتحان پاس کرنا:۔ ۸ دسمبر ۱۸۹۹ء کو میں رخصت لے کر قادیان گیا اور پھر وہیں رہ گیا۔ان دنوں حضرت مولوی شیر علی صاحب مدرسہ تعلیم الاسلام کے ہیڈ ماسٹر تھے مجھے اول مدرس ریاضی مقرر کیا گیا۔اب مدرسہ تعلیم الاسلام مڈل ہو گیا تھا۔اب تک مڈل کا امتحان یونیورسٹی کا امتحان ہوا کرتا تھا اور قادیان کا سنٹر گورداسپور تھا۔امتحان دینے والے لڑکوں کے ساتھ میں گورداسپور جاتا۔۱۹۰۱ء میں میں نے بھی انٹرنس کا پرائیویٹ امتحان دیا اور اول درجہ میں پاس ہوا ۔ ان دنوں محترم مرزا عزیز احمد صاحب (ولد حضرت مرزا سلطان احمد صاحبؓ) تعلیم الاسلام سکول میں پڑھا کرتے تھے اور میں ان کا پرائیویٹ ٹیوٹر تھا۔

شادی اور مرزا یعقوب بیگ صاحب کا سلوک :۔اسی سال میاں مہر الدین صاحب خانساماں گارڈ روم لالہ موسیٰ نے بھائی امام الدین صاحب گڈس کلرک کی ہمشیرہ محترمہ سردار بیگم صاحبہ کے ساتھ میری شادی کی تحریک کی ۔☆ اور مجھے بھی لکھا۔ میں نے جواب دیا کہ میں ایک غریب آدمی ہوں ۔صرف پندرہ روپے ماہوار تنخواہ لیتا ہوں جس سے بمشکل میرا اپنا گذارہ ہوتا ہے۔ شادی کے اخراجات برداشت کرنے کے ناقابل ہوں ۔ انہوں نے میرا وہی خط بھائی امام الدین صاحب کو دیدیا جنہوں نے جواب دیا کہ ہم آپ کا کوئی خرچ کرانا نہیں چاہتے تمام خرچ ہم خود برداشت کریں گے آپ کوئی فکر نہ کریں بابو امام الدین صاحب کا گھر جہلم میں تھا ان دنوں ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم جہلم میں اسسٹنٹ سرجن تھے۔

ستمبر ۱۹۰۱ء میں شادی کے لئے میں صرف پندرہ بیس روپے لے کر جہلم مرزا صاحب موصوف کے مکان پر چلا گیا۔حضرت مولانا برہان الدین صاحب جہلم میں نئے محلّہ کے امام مسجد تھے۔اور بابو امام الدین صاحب کی بہنیں ان سے قرآن شریف پڑھا کرتی تھیں۔انہوں نے کہا کہ اگرچہ بابو صاحب نے یہی کہا ہے کہ آپ کا کوئی

☆ ان کا ذکر بطور منشی امام الدین گڈس کلرک پنڈی الحکم مورخہ ۱۰ جنوری ۱۹۰۰ء ص ۷ کالم ۲ پر موجود ہے۔ ماسٹر صاحب فرماتے ہیں کہ موصوف احمدی تھے ۱۹۰۶ء میں بمقام جہلم وفات پا گئے تھے ان کا ایک لڑکا فیروز الدین قادیان مدرسہ احمدیہ میں پڑھتا رہا جو مولوی عبدالرحمٰن صاحب مولوی فاضل امیر جماعت قادیان کا (جو ان دنوں عبدالرحمان جٹ کہلاتے تھے) ہم جماعت تھا فیروز الدین بعد میں جہلم چلا گیا شادی کی دو بچے ہوئے پھر جوانی میں فوت ہو گیا۔ انکی لڑکی سردار رحمت اللہ صاحب ربوہ (پسر ڈاکٹر فیض علی صاحب صابر مرحوم صحابی) کی بیوی ہے۔

خرچ نہیں کرائیں گے مگر پھر بھی آپ کی طرف سے ایک جوڑا کپڑے اور کچھ زیور ہونا ضروری ہے۔مرزا صاحب

مرحوم سے پچاس روپے میں نے چھ ماہ کے وعدہ پر قرض لئے اور ایک جوڑا کپڑوں کا اور کچھ زیور مولانا موصوف کی معرفت بنوایا گیا۔ اس طرح آٹھ دس دن کے قریب جہلم ٹھہرا رہا۔ ان ایام میں مجھے بہت تکلیف بھی ہوئی کیونکہ ان دنوں مرزا صاحب مرحوم کے والد مرزا نیاز بیگ صاحب بھی جہلم ہی میں تھے جب میں نے مرزا صاحب سے روپے قرض مانگے تو مرزا صاحب نے غالباً والد صاحب کے ایماء پر پہلے انکار کر دیا جس سے مجھے بڑا صدمہ ہوا۔ کیونکہ مرزا صاحب سے مجھے انکار کی توقع نہ تھی اور جہلم میں اور کوئی شخص میرا واقف بھی نہ تھا آخر حضرت مولانا برہان الدین صاحبؓ کی سفارش پر مرزا صاحب نے یہ رقم دیدی اور وسط ستمبر میں ہماری شادی ہوگئی۔ ایک دن جہلم رہ کر ہم واپس قادیان آ گئے اور غالباً تین روپے ماہوار کرایہ پر مکان لے لیا۔ ابھی شادی کو قریباً ایک ماہ ہی ہوا تھا کہ ایک دن حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ حضرت صاحب آپ پر بہت ناراض ہو رہے ہیں کہ آپ مرزا یعقوب بیگ صاحب سے پچاس روپے حضرت صاحب کو دینے کے لئے لائے تھے جو ابتک آپ نے نہیں دیئے۔ مجھے یہ سن کر بڑا رنج ہوا میں نے بتایا کہ میں تو ان سے چھ ماہ کے وعدہ پر رقم قرض لے کر آیا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحب کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ آپ ساری بات حضرت صاحب کی خدمت میں بیان کر دیں اور مرزا یعقوب بیگ صاحب سے بھی دریافت کیا جا سکتا ہے اسبارہ میں مزید مجھے کچھ معلوم نہیں ہوا البتہ اس کے جلد ہی بعد یہ رقم میں نے حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کر دی۔

جیومیٹری پڑھانا :۔ ۱۹۰۱ء میں تعلیم الاسلام سکول کو ہائی سکول کر دیا گیا اور میں اعلیٰ جماعتوں کو ریاضی پڑھایا کرتا۔☆ انہی دنوں میں جیومیٹری بجائے اقلیدس کے مدارس میں جاری کی گئی۔ میں نے اقلیدس ہی پڑھی

☆ ابتدا میں مدرسہ تعلیم الاسلام پرائمری تک کھولا گیا ۱۸۹۸ء میں مڈل کی جماعتیں اور فروری ۱۹۰۰ء میں

ہائی سکول کی پہلی اور مارچ ۱۹۰۱ء میں دوسری جماعت کھولی گئی مڈل کے ہیڈ ماسٹر عارضی طور پر مرزا ایوب بیگ صاحبؓ مرحوم مقرر ہوئے۔ یہ مفصل حالات رقم کرتے ہوئے حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ رقم فرماتے ہیں۔ ”(مرزا صاحب) کے لاہور چلا جانے کے بعد ماسٹر فقیر اللہ صاحب ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے جو کہ اب دفتر میگزین کے نائب ناظم مقرر کئے گئے ہیں ماسٹر فقیر اللہ صاحب نے فروری ۱۸۹۹ء تک مدرسہ کی ہیڈ ماسٹری کا کام کیا اسکے بعد مولوی شیر علی صاحب بی اے ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے“ (8)

تھی۔ Instruements کا استعمال قطعاً نہیں جانتا تھا مگر میں نے جیومیٹری پڑھانی شروع کر دی کتاب کی

مدد سے پہلے گھر پر سوال کرآتا اور پھر لڑکوں کو سکول میں پڑھایا کرتا۔ حساب یا الجبرے میں مجھے کوئی مشکل کبھی پیش آتی تو مولانا محمد علی صاحب سے دریافت کر لیتا انہوں نے قادیان ہی میں رہائش اختیار کر لی تھی۔ جیومیٹری چونکہ مولانا نے بھی نہیں پڑھی تھی اس لئے خود مجھے ہی سب کچھ کرنا پڑتا لیکن کبھی مجھے کوئی ایسی دقت پیش نہیں آئی جسے حل نہ کرسکوں۔

مرزا عزیز احمد کا کالج میں داخلہ:۔ محترم مرزا عزیز احمد صاحب کو علی گڑھ کالج میں داخل کرانے کے لئے میں ان کے ساتھ گیا۔ اور ضروری فرنیچر دہلی سے خرید کر پہنچایا۔ اور ان کو اچھی طرح آگاہ کیا کہ علی گڑھ میں نئے طالب علم کو لڑکے تنگ کرتے ہیں اور پنجابیوں کا خاص طور پر فاختہ اڑایا جاتا ہے۔

ماسٹر صاحب کی بندوبست میں دوبارہ ملازمت لیکن جلد بعد قادیان کو مراجعت :۔

علی گڑھ سے واپس آ کر میں نے حضرت مرزا سلطان احمد صاحب سے محکمہ بندوبست میں پھر جانے کا ذکر کیا۔ ان دنوں ضلع میانوالی میں بندوبست ہو رہا تھا اور مرزا صاحب نائب مہتمم بندوبست تھے آپ کی کوشش سے میرا نام امیدوار قانون گو کے طور پر بندوبست میں درج ہوگیا۔ اور یکم دسمبر ۱۹۰۵ء کو میں نے پھر بندوبست میں کام شروع کر دیا۔ امیدوار قانونگو ایک سال بندوبست میں کام کرنے کے بعد امتحان میں شامل ہوسکتا تھا۔ مگر ڈیرہ اسماعیل خان کے بندوبست میں میں نے جو کام کیا تھا اسے بھی شمار کر کے ماہ مئی میں ملتان میں ہونے والے امتحان میں مجھے بھیج دیا گیا۔ ان دنوں شیخ عبدالرحمٰن صاحب برادر شیخ رحمت اللہ صاحب ملتان میں ای۔ اے۔ سی تھے ان کے ہاں ٹھہرا اور امتحان دیا۔ حساب اور مساحت میں تو مجھے تیاری کی ضرورت نہ تھی۔ صرف قانون مال گذاری کی تیاری کرنی تھی۔ وہ ایک ماہ میں دیکھ لیا تھا حساب اور مساحت کے سارے سوال میں نے حل کر دیئے اور قانون کے متعلق بھی پرچہ اچھا ہوگیا۔ چنانچہ اچھے نمبروں میں پاس ہوگیا۔ یہاں بھی میں نے بڑی محنت سے کام کیا پندرہ روزہ کارگذاری مہتمم بندوبست کو بھیجی جاتی تھی کئی ایک پندرہ روزوں میں مجھے انعام ملا۔ موضع پائی خیل کی سالم پٹڑی ب کا مکمل کام پیمائش سے لے کر کاغذات کی تکمیل تک میں نے خود کیا۔ مگر قادیان کی رہائش کے بعد بندوبست میں میرا دل نہ لگتا تھا۔ اگر چہ یہاں میرے لئے ترقی کا میدان بڑا وسیع تھا۔ تمام افسر بھی مہربان تھے۔ مرزا صاحب بھی بڑی مہربانی کرتے تھے۔ چنانچہ جتنا عرصہ میں خاص میانوالی رہا۔ مرزا صاحب کے مکان پر ہی رہتا تھا لیکن باوجود ان سب باتوں کے میرے لئے کوئی دلچسپی نہ تھی

۔ایک دفعہ میں نے حضرت صاحبؑ کی خدمت میں خط لکھا۔ آپ کا جواب آیا کہ آپ کیلئے بہتر ہے آپ قادیان رہ جائیں۔اس خط کے ملتے ہی میں نے رخصت کی درخواست دی اور قادیان چلا گیا۔

۲۰ جولائی ۱۹۰۶ء کو میں رخصت پر قادیان گیا اور پھر واپس میانوالی نہ گیا۔اس کے بعد مرزا سلطان احمد صاحب اور دوسرے افسروں کے بھی مجھے پرائیویٹ خطوط آئے کہ آپ غلطی کر رہے ہیں۔اور ایسا عمدہ موقع کھو رہے ہیں۔چنانچہ میری رخصت کے ایام میں میری تعیناتی حصار کے ضلع میں بطور قانونگو ہوگئی۔اور حکم مجھے قادیان پہنچا۔مگر میں نے انکار لکھ دیا اور پھر قادیان کی رہائش اختیار کر لی۔

۲۲ جولائی ۱۹۰۶ کو مجھے پھر رسالہ ریویو آف ریلیجنز کا ہیڈ کلرک پچیس روپے ماہوار پر رکھا گیا۔☆ مینجر خود مولانا محمد علی صاحب تھے اور انجمن کے سیکرٹری بھی یہی تھے۔ریویو آف ریلیجنز اردو اور انگریزی میں شائع ہوتا تھا۔اور دونوں رسالوں کی چھپائی وغیرہ اور خریداروں سے خط و کتابت مجھے کرنی پڑتی تھی۔۱۹۰۷ء میں انجمن کے ہر ایک صیغہ کا ایک نائب ناظم مقرر کیا گیا جو اس صیغہ کا ذمہ دار ہوتا۔اور اس صیغہ کی طرف سے انجمن کی انتظامیہ کمیٹی کا ممبر بھی ہوتا۔یکم جون ۱۹۰۷ء کو مجھے نائب ناظم میگزین مقرر کیا گیا۔اور صدر انجمن احمدیہ کی انتظامیہ کمیٹی کا ممبر مقرر ہوا۔☆☆ اب میری تنخواہ تیس روپے ماہوار کی گئی۔۳۱ اگست ۱۹۰۷ء سے ڈیڑھ گھنٹہ روزانہ میں تعلیم الاسلام ہائی سکول کی دسویں جماعت کو ریاضی پڑھاتا رہا۔۱۵ فروری ۱۹۰۸ء کو پھر میرا سارا وقت مدرسہ میں بطور مدرس ریاضی لگا دیا گیا۔

حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کا صدر انجمن کے فیصلہ کا احترام کرنا:۔ جب قادیان میں انجمن قائم ہوئی تو انجمن کی نقدی رکھنے کے لئے حضرت نواب محمد علی خانصاحبؓ مرحوم نے ایک لوہے کی

☆ زیر ''خبار قادیان'' بدر میں مرقوم ہے:۔

''ماسٹر فقیر اللہ صاحب جو پہلے مدرسہ تعلیم الاسلام کے مدرس تھے اور کچھ عرصہ سے میانوالی محکمہ بندوبست میں کام کرتے تھے دفتر ریویو آف ریلیجنز کے ہیڈ کلرک مقرر ہو کر قادیان واپس آ گئے ہیں اللہ تعالیٰ یہ تقرر ان کے واسطے اور دفتر میگزین کے واسطے موجب خیر و برکت کا کرے''۔(9)

☆☆ تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۵۷ پر ۱۹۰۷ء کے تعلق میں آپ کے نام کے ساتھ یہ عہدہ درج ہے۔

شجرہ نسب

منشی امام بخش

- (از بطن اہلیہ اول)
  نور النساء مرحومہ (اہلیہ نواب خاں موضع حضرو ضلع اٹک)
- (از بطن اہلیہ ثانی)
  حضرت ماسٹر فقیر اللہ (صحابی) (ولادت ۲۴ جون ۱۸۷۶ء)
  - والی اللہ فورمین اٹک آئل کمپنی کھوڑ
    (ولادت ۲۱/۹/۰۲ بمقام قادیان)
  - ہدایت اللہ
    سیکرٹری مرچنٹ نیوی کلب کراچی
    (ولادت ۲۳/۵/۰۴
  - خیر النساء
    (اہلیہ بابو عبد القادر مرحوم اوورسیئر گوجر خاں)
    جو ماسٹر صاحب کے بھانجے تھے۔
  - عبد اللہ
    (اسٹیشن ماسٹر ہارون آباد)
  - عطاء اللہ
    (ایجنٹ موٹرز۔ لاہور)
  - برکت النساء
    اہلیہ میاں محمد اسلم انسپکٹر پولیس
    لاہور پسر میاں محمد صادق صاحب
  - نور النساء
    اہلیہ بابو عبد القیوم خزانچی
    واہ سیمنٹ کمپنی (جو ماسٹر
    صاحب کے بھانجے ہیں)
  - لفٹیننٹ نعمت اللہ
    (پاکستان نیوی)
    مبائع
  - قمر النساء
    اہلیہ میاں محمد اعظم
    ولد میاں محمد صادق
    سپرنٹنڈنٹ دفتر امور
    خارجہ راولپنڈی
  - رضاء اللہ
    الیکٹریکل سپروائزر سرگودھا
    مبائع
  - طاہر اختر النساء
    (اہلیہ عطاء اللہ نسیم)
    پسر میاں خدا بخش بھیروی
    کلرک ملٹری انجینئرنگ سروسز
    لاہور چھاؤنی

الماری انجمن کو دی۔ جب میں دفتر محاسب میں لگا تو حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ انجمن کے امین تھے اور یہ الماری اس کوٹھڑی میں تھی جو حضرت مولوی صاحبؓ کے مطب کے ساتھ تھی اور مولوی صاحب کے شاگرد حضرت مولوی غلام محمد صاحب کشمیری اس میں سویا کرتے تھے اور اگر کوئی اور حضرت مولوی صاحب کا مہمان آتا تو وہ بھی وہاں سوتا۔ اس الماری کی ایک چابی حضرت مولوی صاحبؓ کے پاس رہتی اور ایک میرے پاس۔ اور انجمن کی ہدایت تھی کہ الماری دونوں کی موجودگی میں کھلے۔ چونکہ الماری میں تقریباً روزانہ روپیہ رکھنا یا نکالنا ہوتا تھا۔ میں دفتر محاسب سے آتا اور مولانا مطب سے اُٹھ کر تشریف لاتے۔ اور الماری کھولی جاتی پہلے پہل کچھ عرصہ تو مولانا خود تشریف لاتے رہے مگر بعد میں وہ اپنے شاگرد مولوی غلام محمد صاحب کشمیری یا کسی اور کو چابی دے دیتے اور اس کی موجودگی میں الماری کھولی جاتی۔ اور روپیہ رکھتا یا نکالتا۔ انہی ایام میں ایک دفعہ خزانہ سے ایک سو روپیہ کم ہو گیا۔ میں نے حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں عرض کیا۔ فرمانے لگے تم جانو۔ تم ہی الماری بند کرتے کھولتے ہو۔ آخر انجمن میں رپورٹ ہوئی۔ انجمن نے فیصلہ کیا کہ چونکہ انجمن کے فیصلہ کے مطابق مولوی صاحب خود نہیں جاتے رہے اس لئے اس نقصان کے ذمہ دار مولوی صاحب ہیں چنانچہ مولوی صاحب نے یہ روپیہ ادا کر دیا۔☆

خلافت اُولیٰ میں ماسٹر صاحب کی خدمات :۔

مئی ۱۹۰۸ء میں حضرت صاحب لاہور تشریف لائے اور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو حضور کا لاہور میں ہی انتقال ہوا۔ اناللہ و انا الیہ راجعون.

ان دنوں آپ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان پر فروکش تھے۔ ۲۷ تاریخ کو حضور کا جنازہ قادیان لے جایا گیا اور بہشتی مقبرہ میں حضورؑ کو سپرد خاک کیا گیا۔ اور حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ اور تمام اصحاب نے جو اس وقت قادیان میں موجود تھے حضرت مولوی صاحب کی بیعت کی۔ اس کے بعد قادیان کے تقریباً تمام شعبوں میں میں نے کام کیا۔

☆ اس واقعہ سے حضرت مولوی صاحب کی سیرت کے اس درخشندہ پہلو کا علم ہوتا ہے کہ آپ وہ مقام رکھتے تھے کہ آپ کی امانت پر کوئی شبہ نہ ہوسکتا تھا باوجود اس کے انجمن نے جو فیصلہ کیا آپ نے اس کا احترام کیا۔

جون ۱۹۰۹ء تک مدرسہ میں کام کرتا رہا۔ جون سے آخر اگست ۱۹۰۹ء تک دفتر محاسب میں جون ۱۹۱۰ء سے اگست ۱۹۱۱ء تک بطور سپریٹنڈنٹ دفاتر۔ اگست ۱۹۱۱ء سے مئی ۱۹۱۴ء تک اسسٹنٹ مینجر میگزین۔☆ اس عرصہ میں وقتاً فوقتاً جب مدرسہ میں ضرورت ہوتی علاوہ اپنے اصلی فرائض کے مدرسہ میں بطور مدرس ریاضی بھی کام کرتا رہا۔ حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ لڑکوں کو مارنے کے سخت مخالف تھے۔ لڑکوں کو اس کا علم تھا۔ اس لئے جب میں کسی لڑکے کو سزا دیتا تو وہ حضرت مولانا صاحب کے پاس جا کر شکایت کرتے اور مولانا صاحب اکثر مجھ پر ناراض ہوا کرتے۔ اور ہیڈ ماسٹر صاحب کے پاس اور کبھی مولانا محمد علی صاحب کے پاس شکایت کرتے۔

حضرت خلیفہ اوّل آخری ایام میں جب زیادہ بیمار ہوگئے تو آپ مسجد تشریف نہ لے جاسکتے اور اپنے مکان پر ہی نماز پڑھتے۔ کبھی کبھی مغرب یا عشاء کی نماز کے وقت میں ان کے پاس ہوتا تو مجھے فرماتے کہ نماز پڑھاؤ۔ اور میری اقتداء میں آپ بھی نماز پڑھتے۔

خلافت ثانیہ میں لاہور چلے جانا:۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ کی بیماری کے ایام میں ہی میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ مولانا یعنی حضرت خلیفہ اوّل فوت ہوگئے ہیں اور حضرت میاں محمود احمد صاحب ان کی جگہ خلیفہ ہوئے ہیں۔ اس خواب کا ذکر میں نے حضرت میاں صاحب سے بھی کیا تھا۔ (مجھے خواب بہت کم آتے ہیں) جب حضرت خلیفہ اول فوت ہوگئے تو قادیان کی تقریباً ساری جماعت نے حضرت میاں صاحب کی بیعت کر لی مولانا محمد علی صاحب، مولوی صدرالدین صاحب، اکبر شاہ خاں نجیب آبادی اور میں نے بیعت نہ کی۔ بعد میں

☆ ریویو آف ریلیجنز پرچہ ہائے اگست و ستمبر ۱۹۱۱ء میں مندرجہ صدر انجمن کے خزانہ کے گوشوارہ ہائے پر مئی میں ''برائے محاسب''۔ جون میں بطور محاسب اور اگست میں بطور قائم مقام محاسب آپ کا نام مرقوم ہے۔ معلوم ہوتا ہے مئی سے اگست تک بطور قائم مقام محاسب آپ نے زائد ڈیوٹی کے طور پر کام بھی سرانجام دیا ہوگا۔ الفضل ۶۱/۹/۹ صفحہ ۴ پر آپ کے بیٹے نعمت اللہ کا ذکر ہے۔ سالانہ رپورٹ صدر انجمن احمدیہ قادیان بابت ۱۲۔۱۹۱۱ء آپ کے اہتمام سے طبع ہوئی۔ اس وقت آپ اسسٹنٹ مینجر میگزین تھے (سرورق)

رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ بابت ۱۱۔۱۹۱۰ء میں مرقوم ہے:۔'' یکم اگست ۱۹۱۱ء سے سپریٹنڈنٹ دفاتر کی آسامی کسی قابل آدمی کے ملنے تک خالی کی گئی تھی۔ کیونکہ ماسٹر فقیر اللہ صاحب کی دفتر میگزین میں ضرورت تھی''۔ (صفحہ ۵۲)

اکبر شاہ خاں نے بیعت کر لی ۔☆ میرے بیعت نہ کرنے کی وجہ یہ ہوئی کہ مجھے مولانا غلام حسن خانصاحبؓ پشاوری اور مولانا محمد علی صاحب سے بہت حسن عقیدت تھی ۔ اوران دونوں صاحبوں نے بیعت نہیں کی تھی ۔ مولانا غلام حسن خانصاحب سے ان کے تقویٰ طہارت کی وجہ سے اور وہ میرے استاد بھی تھے اور مولانا محمد علی صاحب سے ان کی خدمات دینی کی وجہ سے ۔ اس کے چند دن بعد مولوی محمد علی صاحب تو قادیان سے لاہور آ گئے بعد میں ان کا سارا سامان اور کتابیں صندوقوں میں بند کر کے میں نے قادیان سے گڈوں پر لدوا کر بٹالہ اور بٹالہ سے بذریعہ ریل لاہور بھجوادیں ۔ بعد میں مولوی صدرالدین صاحب بھی لاہور آ گئے اس کے ایک ماہ بعد میں بھی چار ماہ کی رخصت لے کر لاہور آ گیا ۔ اس ایک ماہ میں جو میں قادیان رہا دوستوں نے کوشش کی کہ میں بیعت کرلوں مگر میں انکار کرتا رہا ۔ ایک دن حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ میرے پاس آئے اور کہا کہ تم نے تو خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت میاں صاحب خلیفہ ہو گئے ہیں تو اب مانتے کیوں نہیں میں نے جواب دیا کہ میرا خواب تو بالکل سچا تھا جس کے مطابق حضرت میاں صاحب خلیفہ ہو گئے مگر اس میں یہ تو نہیں تھا کہ میاں صاحب کے عقائد بھی صحیح ہیں ۔ یا میں نے بیعت بھی کی ہے ۔ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ اور دوسرے دوست بھی کہتے رہے ۔ مگر میں نے بیعت نہ کی میری بیوی نے بیعت کر لی تھی ۔ ان کو میں نے منع نہ کیا ۔☆☆ لاہور آ کر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی بنیاد

☆ اکبر شاہ خانصاحب نجیب آبادی کی بیعت کا اندراج البدر بابت ۲۴/۴/۳۰ (صفحہ ۱۱۳ کالم ۲) میں موجود ہے الفضل میں مرقوم ہے کہ ''منشی اکبر شاہ خانصاحب نجیب آبادی نے بھی رویاء صالحہ کی بناء پر بیعت کر لی'' (مورخہ از ۱۴/۴/ اصفحہ ۱) استفسار پر کہ کس کس نے بمعیت مولوی محمد علی صاحب پہلے روز بیعت خلافت نہ کی تھی ماسٹر صاحب نے لکھا ہے :۔ ''مولوی صدرالدین صاحب ۔ اکبر شاہ خاں ۔ فقیراللہ (یعنی خود ماسٹر صاحب) یہ قادیان کے باشندے تھے اور تو کوئی یاد نہیں ۔'' اکبر شاہ خاں صاحب کے احمدیت سے منقطع ہونے کی وجہ دریافت کرنے پر ماسٹر صاحب فرماتے ہیں ۔ اکبر شاہ خاں قادیان سے لاہور آ گیا پھر نجیب آباد چلا گیا مجھے معلوم نہیں وہاں اسے کیا ابتلاء آیا ۔''

☆☆ محترمہ صحابیہ تھیں ۔ استفسار پر ماسٹر صاحب نے فرمایا کہ باوجودیکہ تیس سال کے طویل عرصہ تک میں نے بیعت خلافت نہیں کی لیکن وہ بیعت خلافت پر قائم رہیں ۔ گویا یہ خاص شرف ان کو حاصل رہا ۔ وہ تحریک جدید میں پانچ روپے ماہوار دیا کرتی تھیں ۔ ۱۰ ستمبر ۱۹۶۰ء کو وفات پا کر قطعہ صحابہ بہشتی مقبرہ ربوہ مدفون ہوئیں ۔ **اللھم اغفرلھا وارحمھا** ۔ آپ کے بطن سے ماسٹر صاحب کو تیرہ بچے عطا ہوئے ۔ دو بچپن میں وفات پا گئے گیارہ زندہ ہیں جن کا ذکر شجرہ میں کر دیا گیا ہے ۔ ان میں سے لفٹنٹ نعمت اللہ صاحب اور رضاء اللہ صاحب نے بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

رکھی گئی۔اس کے قواعد اساسی وغیرہ صدر انجمن احمدیہ کے قواعد اساسی وغیرہ کے مطابق تجویز کئے گئے اور یہ سب میں نے تجویز کئے۔ان دنوں مولوی محمد علی صاحب بھی قادیان سے رخصت لے کر آئے تھے ہمارے رخصت پر آجانے کے بعد صدر انجمن نے ایک قاعدہ بنایا کہ رخصت کی تنخواہ کے حقدار صرف وہ ملازم ہونگے جو رخصت سے واپس اپنی ملازمت پر آجائیں۔چنانچہ میں چار ماہ کی رخصت گذار کر واپس قادیان آگیا یکم ستمبر ۱۹۱۴ء کو میں رخصت سے واپس گیا تھا۔رخصت سے واپس جانے پر مجھے چار ماہ کی تنخواہ مل گئی۔لیکن رخصت کے ایام میں میں لاہور سے بھی تنخواہ لیتا رہا تھا۔اس لئے میرے ضمیر نے مجھے اجازت نہ دی کہ میں دو جگہ سے تنخواہ لیتا رہوں۔اس لئے قادیان سے وصول کردہ تنخواہ ساری میں نے بطور چندہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کو دے دی۔میں جب رخصت پر گیا تھا تو مینجر میگزین تھا اور جب واپس آیا تو چونکہ میرا تعلق احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے ہو گیا تھا۔صدر انجمن نے مجھے مینجر میگزین رکھنا مناسب نہ سمجھا۔اور مجھے سپیشل ڈیوٹی پر لگا دیا۔اس پر میں نے صدر انجمن کو لکھا کہ یا تو مجھے میرے پہلے عہدہ پر ہی لگایا جائے ورنہ میرا استعفیٰ منظور کیا جائے۔چنانچہ صدر انجمن نے ۹ ستمبر ۱۹۱۴ء کو میرا استعفیٰ منظور کر لیا۔اور میں لاہور آگیا۔

مسلم ٹاؤن کی آبادی:۔

مسلم ٹاؤن لاہور کی جتنی زمین ہے یہ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے خریدی تھی۔اور ان کی نیت تھی کہ یہاں صرف احمدی آباد ہوں اس لئے انہوں نے پہلے اس کا نام احمدیہ بستی رکھا اور کوشش کی کہ احمدی یہ زمین خریدیں اور یہاں آباد ہوں مگر احمدیوں نے بہت کم زمین خریدی کیونکہ کسی کو یقین نہ تھا کہ یہ بستی کبھی آباد

بقیہ حاشیہ:۔ بیعت خلافت کر لی ہے اللہ تعالیٰ باقیوں کو بھی توفیق عطا کرے آمین۔الفضل بابت ۱۳/۹/۶۰ میں وفات بعمر قریباً پچھتر سال ہونے ۱۹۰۱ء میں بیعت کرنے اور صحابیہ ہونے کا ذکر ہے۔ اور یہ کہ مرحومہ بہت نیک طبع نیک سیرت اور مخیّر تھیں۔حتی الوسع کسی سوالی کو خالی نہ جانے دیتیں۔اعزہ اقارب ہمسایوں اور نوکروں سے حسن سلوک کرتیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ پوری وابستگی رہی حضور اور افراد خاندان حضرت اقدسؑ سے محبت وعقیدت تھی۔ تاریخ احمدیہ (سرحد) مولفہ حضرت قاضی محمد یوسف صاحب کا یہ تحریر فرمانا کہ کہ ماسٹر صاحب نے ''خلافت ثانیہ کے قیام پر تجدید بیعت کی تھی'' (صفحہ ۷۶) ماسٹر صاحب کے بیان کی رو سے سہو معلوم ہوتا ہے۔

بھی ہو سکے گی یہ ساری زمین بنجر، غیر آباد اور لاہور شہر کی آبادی سے بہت دور تھی۔ آمد و رفت کا کوئی انتظام نہ تھا ارد گرد کا علاقہ سب چور ڈاکوؤں کا تھا۔ آخر شاہ صاحب نے اس زمین کی فروخت اور آباد کرنے کا انتظام میرے سپرد کیا۔ اور مجھے کہا کہ جس قدر زمین بکے اس کی قیمت کا پانچ فیصدی آپ کو ملے گا میں نے کوشش کی پیغام صلح اور دوسرے اخبارات میں اشتہار دیا خط و کتابت کے ذریعہ بھی کوشش کرتا رہا۔ چنانچہ مولانا عبدالمجید سالک، غلام رسول مہر، مولوی عبدالحق ودیارتھی وغیرہ کچھ لوگوں نے میری وساطت سے زمین خریدی اس کے عوض شاہ صاحب نے مجھے دو کنال زمین مسلم ٹاؤن میں دیدی۔ اب مسلم ٹاؤن میں مکان کوئی نہ بناتا تھا کیونکہ غیر آباد جگہ تھی۔ ہر ایک شخص گھبراتا تھا کہ وہاں جا کر کس طرح رہیں گے۔ شاہ صاحب نے تجویز کی کہ جن اشخاص نے مسلم ٹاؤن میں زمین خریدی ہوئی ہے ان میں سے جو شخص پہلے مکان بنانا چاہے وہ جو ٹکڑا پسند کرے لے لے میں نے ارادہ ظاہر کیا کہ میں مکان بناؤں گا۔ اور میں نے اپنی زمین کے عوض نہر کے کنارے دو کنال زمین لے لی مگر میرے پاس روپیہ کہاں تھا کہ مکان بناتا اس لئے شاہ صاحب کے ایماء سے جن لوگوں نے مسلم ٹاؤن میں زمین خریدی ہوئی تھی ان کی ایک کمیٹی بنائی گئی کہ وہ کچھ رقم ماہوار ادا کیا کریں اور قرعہ اندازی سے جس کے نام کی کمیٹی نکلے۔ وہ روپیہ لے کر مکان بنائے اور مجھے اس کمیٹی کا سیکرٹری مقرر کیا گیا۔ اتفاق سے پہلی کمیٹی سید غلام مصطفیٰ شاہ صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول کی اور دوسری میری نکلی۔ مجھے ڈیڑھ ہزار روپیہ ملا۔ جس سے مکان کی تعمیر شروع کی ۱۹۲۶ء میں تعمیر شروع کی اور ۱۹۲۷ء میں مکان خدا کے فضل سے رہائش کے قابل بن گیا۔ ان دنوں میں احمدیہ بلڈنگس میں رہتا تھا۔ مکان مکمل ہونے پر میں نے ارادہ کیا کہ اپنے مکان احمدیہ بستی میں چلا جاؤں۔ احمدیہ بلڈنگس کے سب دوستوں نے مخالفت کی خاص کر مولوی محمد علی صاحب نے کہا کہ وہاں نہ جاؤ۔ اکیلے وہاں کیسے رہو گے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک تو میں دفتر میں کام کرتا تھا۔ دوم مسجد میں پانچ وقت نماز پڑھاتا تھا لیکن میں نے ارادہ کر لیا کہ اب اپنا مکان بنایا ہے تو وہیں جا کر رہوں گا چنانچہ میں احمدیہ بلڈنگس سے احمدیہ بستی آ گیا۔ سب لوگ کہتے تھے کہ تم نے ایک ماہ بھی وہاں نہیں ٹھہرنا احمدیہ بلڈنگس میں واپس آ جاؤ گے۔ وہاں دن کے وقت لوگ لوٹ لیں گے مگر مجھ پر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور مجھے یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوئی میں دن کو دفتر کام کرنے احمدیہ بلڈنگس چلا جاتا۔ گھر کے لوگ احمدیہ بستی میں رہتے شام کے قریب میں گھر آتا۔ پہلے ایک سال تو میں سائیکل پر آتا جاتا رہا۔ اس سے پہلے میں نے کبھی سائیکل نہ چلایا تھا بمشکل ایک سال سائیکل پر گزارہ کیا کئی دفعہ ٹکر ہوتے

ہوتے بچ گئی۔آخر سائیکل کی سواری چھوڑ دی۔ کچھ عرصہ تو کبھی اچھرہ کے اڈے پر جا کر جواحمد یہ بستی سے تقریباً ڈیڑھ میل دور ہے تانگہ پر سوار ہوتا کبھی لاہوتک سارا راستہ جوتقریباً ساڑھے پانچ میل ہے پیدل آنا جانا پڑتا اس طرح چند ماہ گزارے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے تانگہ کا انتظام کر دیا اور کئی سال دفتر اپنے تانگہ پر آتا جاتا رہا۔

میرے یہاں آجانے کے دوسال بعد ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کو خیال آیا کہ جب یہ شخص اکیلا احمدی بستی میں رہ سکتا ہے تو ہم کیوں نہیں رہ سکتے۔ چنانچہ وہ بھی اسی جگہ آگئے اور اب آہستہ آہستہ یہاں کی آبادی بڑھنے لگی۔ چونکہ احمدی بہت کم آباد ہوتے تھےاور زیادہ حصہ غیر احمدیوں کا تھا۔اس جگہ کا نام احمد یہ بستی ان کو پسند نہ آیا۔آخر کئی ایک تجویزوں کے بعداس کا نام مسلم ٹاؤن قرار پایااوراب یہی مشہور ہوگیا۔

جب میں احمدیہ بلڈنگس میں تھا تو وہاں انجمن کے ملازمین کی ایک کوآپریٹو کریڈٹ سوسائٹی میں نے قائم کی جس کا میں سیکرٹری تھا۔ جب میں مسلم ٹاؤن آگیا تو اس سوسائٹی کا سیکرٹری چوہدری فضل حق صاحب کومقرر کر دیا۔اور مسلم ٹاؤن میں میں نے ایک اور کوآپریٹو کریڈٹ سوسائٹی جاری کی اوراس کا بھی میں سیکرٹری ہوا۔ یہ سوسائٹی ۱۹۳۷ء میں قائم ہوئی جواب تک یعنی ۱۹۵۷ء تک قائم ہے۔اس کے علاوہ ایک اوراصلاح تمدن کے نام سے کوآپریٹوسوسائٹی قائم کی جس کی غرض مسلم ٹاؤن کے باشندوں کی سود، بہبوداوران کی تمدنی تعلیمی وغیرہ اغراض کا اجراءاور تکمیل وغیرہ ہے۔ یہ سوسائٹی بھی اب تک قائم ہے گوفنڈز کے کافی نہ ہونے کی وجہ سے یہ کماحقہ اپنے فرائض ادانہیں کر رہی۔

انجمن لاہور کی خدمات اورانجمن ومولوی محمد علی صاحب کی عنایات:۔ مندرجہ صدرتحریر کا آخری حصہ میں نے انجمن اشاعت اسلام کی ملازمت سے ریٹائر ہونے پر مکمل کیا ہے۔☆اس کے بعد میں نے کوشش کی کہ جماعت لاہور کے ساتھ جتنا عرصہ میں رہااس کے حالات بھی مختصر طور پر میں قلمبند کروں۔اس کے لئے میں نے سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے اپنی سروس بک کی نقل مانگی مگر انہوں نے غالباً

☆''مندرجہ صدر تحریر'' سے مراد حالات کا وہ حصہ ہے جو شروع سے تاعنوان ''خلافت ثانیہ میں لاہور چلے جانا'' خاکسار نے درج کیا ہے۔اس عنوان کے معاً بعد مندرجہ متن بالا والا مضمون تھا جسے میں نے ترتیب میں اپنی جگہ سے تبدیل کر دیا ہے (مولف)

مولانا محمد علی صاحب سے دریافت کیا جنھوں نے منع کر دیا اس لئے مجھے سروس بک کی نقل نہ مل سکی۔

میں جب قادیان سے آیا تھا تو میری وہاں کی سروس کی پوری نقل حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کے دستخطوں کے ساتھ مجھے دی گئی جواب تک میرے پاس موجود ہے۔اور اسی کی مدد سے میں نے قادیان کی رہائش کے حالات بقید تاریخ لکھے ہیں۔اس کے بعد میں نے کئی دفعہ اپنی سروس بک کی نقل کے لئے سیکرٹری صاحب انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کو لکھا مگر کوئی جواب نہ آیا۔جب مولوی عبداللہ جان صاحب انجمن کے سیکرٹری مقرر ہوئے تو پھر ایک دو دفعہ اس امید پر کہ اب نقل آ جائیگی میں نے اپنی سروس بک کی نقل کا مطالبہ کیا جب میں قادیان تھا تو حضرت مولانا غلام حسن خاں صاحبؓ نے اپنے تین لڑکوں عبدالعزیز،عبداللہ جان اور عبدالحمید کو پڑھنے کے لئے قادیان بھیجا تھا اور یہ تینوں کچھ عرصہ میرے پاس ہی رہے اس طرح ان سے میرے بہت پرانے تعلقات تھے۔حضرت مولانا مجھے بچوں کی طرح سمجھتے تھے۔اور آخر عمر تک ان کا میرے ساتھ ایسا ہی سلوک رہا۔چنانچہ حضرت میرزا بشیر احمد صاحب کی زبانی ایک دفعہ مجھے معلوم ہوا کہ اپنی مرض الموت کے ایام میں میاں صاحب کو مولانا صاحب نے فرمایا تھا کہ فقیر اللہ کا خیال رکھنا ان دنوں میرا احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے تعلق تھا۔لیکن مولوی عبداللہ جان صاحب کو لکھنے کے باوجود بھی سروس بک کی نقل نہ آئی مگر میں بھی نقل مانگتا رہا۔آخر جب مولوی عبداللہ جان صاحب دوبارہ انجمن کی ملازمت میں مولانا صدرالدین صاحب کے پرسنل اسسٹنٹ بن کر آئے تو میں نے پھر ان کو لکھا اور غالباً ان کی کوشش سے مجھے ۶ جون ۱۹۵۹ء کو دفتر سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے سروس بک کی مختصر سی نقل ملی۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یکم اکتوبر ۱۹۱۴ء کو میری ملازمت انجمن میں شروع ہوئی۔اور یکم نومبر ۱۹۴۳ء کو ختم ہوئی یعنی ۲۹ سال میں نے انجمن کے ماتحت کام کیا۔ لاہور میں آجانے کے بعد صرف میں اکیلا انجمن کا سارا کام کرتا تھا۔یہاں میں نے انجمن کے سب عہدوں پر کام کیا مینجر اخبار۔ مینجر مطبع۔پریس کیپر۔سیکرٹری۔محاسب۔خزانچی۔آڈیٹر مہتمم تصنیفات گویا انجمن کے ہر ایک چھوٹے سے بڑے عہدے تک خود کام کیا اور دوسرے محرروں کو کام سکھایا۔احمدیہ بلڈنگس کی مسجد کا امام بھی میں ہی تھا۔پانچوں وقت نماز پڑھاتا۔جب میں مسلم ٹاؤن گیا تو یہاں بھی مسجد کا امام مجھے مقرر کیا گیا۔گویا احمدیہ بلڈنگس میں اور مسلم ٹاؤن میں بھی میرا سارا وقت مصروفیت کا گذرا۔☆ شروع شروع میں مولوی محمد علی

☆ نقل سروس بک سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سپرنٹنڈنٹ دفاتر قریباً چھ سال تک مقرر رہے بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

صاحب کے ساتھ میرے تعلقات بڑے اچھے رہے میں ان کا معتمد خاص تھا اور مجھے بھی ان سے بڑی عقیدت تھی۔انجمن کے قواعد وضوابط میں جتنے اختیارات پریذیڈنٹ کے ہیں یہ سارے میرے تجویز کردہ ہیں اور میری ہی رپورٹوں پر انجمن نے منظور کئے ہیں۔مگر کچھ عرصہ بعد مولوی صاحب مجھ سے کچھ ناراض ہو گئے۔اس کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ مولوی صاحب کی اردو مترجم حمائل چھپ رہی تھی۔ پریس والے وقت پر کام نہ کرتے تھے۔ باوجود بار بار تاکید کے پروف وقت پر نہ دیتے۔مولوی صاحب پہاڑ پر گئے ہوئے تھے۔وہاں سے انہوں نے مجھے خط لکھا کہ تم کام نہیں کرتے۔تمہاری سستی کی وجہ سے حمائل جلدی نہیں چھپتی۔میں نے جواب لکھا کہ میں جس قدر کام کرسکتا ہوں آپ کے ارشاد کے بغیر ہی کرتا ہوں مگر مطبع والے وقت پر کام نہیں کرتے۔اس میں میرا قصور نہیں۔ اور آپ کا مجھے ملامت کرنا بے معنی ہے۔میں جتنا کام کرسکتا ہوں کر رہا ہوں آپ کی ملامت سے زیادہ کام نہیں

~~بقیہ حاشیہ:۔ پھر مہتمم تصنیفات اور ایک سال بعد ساتھ ہی مینیجر اخبارات اور ایک سال بعد مہتمم کے علاوہ~~ اسسٹنٹ محاسب۔تین سال بعد صرف مہتمم۔آٹھ ماہ بعد جائنٹ سیکرٹری۔پھر آڈیٹر۔پھر اسسٹنٹ محاسب پھر سپرنٹنڈنٹ دفاتر پھر ساتھ ہی آنریری آڈیٹر۔پھر صرف پریذیڈنٹ دفاتر۔پھر محرر اول دفتر محاسب پھر قائم مقام نائب محاسب۔پھر ساتھ ہی سپرنٹنڈنٹ دفاتر۔پھر صرف نائب محاسب پھر ساتھ ہی سپرنٹنڈنٹ دفاتر پھر آڈیٹر محصّل۔پھر آڈیٹر وانچارج دفتر تحصیل مقرر ہوئے۔اور ابتداء میں تیس روپے الاؤنس تھا اور بالآخر آپ ایک سو پنتالیس روپے مشاہرہ پانے لگے۔ریٹائر ہونے کے بعد دوبارہ آپ کو سٹاک کی پڑتال کا کام دیا گیا۔اور پھر سٹاک کیپر اور امین اور پھر صرف سٹاک کیپر کے طور پر کام دیا گیا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جہاں ماسٹر صاحب کو ایک دفعہ حسن خدمات کے باعث بطور انعام ایک ماہ کی تنخواہ زائد دی گئی۔وہاں بحکم مولوی محمد علی صاحب ایک دفعہ آپ کی تنخواہ میں پانچ روپے کی کمی کی گئی۔اور ایک بار ۱۹۲۶ء میں یہ لکھا گیا:۔

''مہتمم تصنیفات کی سروس بک میں نوٹ کیا جائے۔کہ ان کا رویہ بہت قابل افسوس ہے اور وہ نظام دفتر کو خراب کر رہے ہیں۔اس نوٹ کی نقل ان کی ترقی کے سوال کے وقت پیش کی جائے''

مولوی محمد علی صاحب کے اس نوٹ سے ماسٹر صاحب کے بیان کی تصدیق ہوتی ہے کہ قرآن مجید کی طباعت کے تعلق میں مولوی صاحب ناراض ہو گئے تھے۔

ہوسکتا۔جتنا میری طاقت میں ہے وہ تو میں کر ہی رہا ہوں۔اس پر مولوی صاحب نے مجھے لکھا کہ آئندہ میں حمائل

کے متعلق تمہیں کوئی بات نہ لکھوں گا۔ یہ مولوی صاحب کی ناراضگی کی ابتداء ہے۔اس کے بعد ایسی ہی چھوٹی چھوٹی باتوں سے ناراضگی بڑھتی گئی۔

بہائی مذہب کے لوگوں سے میری دیر کی واقفیت ہے۔ پروفیسر پریتم سنگھ ،حشمت اللہ،اسفندیار، محفوظ الحق علمی ،مولوی عبداللہ کشمیری وغیرہ سب لوگ مجھے جانتے ہیں اور میں ان کو جانتا ہوں ۔میں نے بہائی مذہب کی موافق ومخالف بہت سی کتابیں اردو۔فارسی ۔عربی ۔اورانگریزی کی پڑھی ہیں۔اورکبھی کبھی ان کی محفلوں میں بھی جاتا رہاہوں۔ پروفیسر مذکور کی معرفت ان کی لاہور کی لائبریری سے یہ ساری کتابیں لے کر میں نے پڑھی ہیں اور کچھ خریدی بھی ہیں۔ان کے مؤقت الشیوع رسالے بھی باقاعدہ پڑھتا رہاہوں۔ اس سے بعض لوگوں کو خیال ہوا کہ میں بہائی ہوں جس کا میں ہمیشہ انکارکرتا رہاہوں لیکن چونکہ بہائی لوگ عموماً اپنے عقائد پوشیدہ رکھتے ہیں ان کا عقیدہ ہے اَسْتَرُ ذَهَبَکَ وَ ذَهَابَکَ وَمَذْهَبَکَ. یعنی اپنی دولت،اپنے مقام اوراپنے مذہب کو پوشیدہ رکھواس پر وہ عمل کرتے ہیں۔اس لئے انہوں نے خیال کیا کہ میں بھی شاید اسی عقیدے کے ماتحت غلط بیانی کرتا ہوں۔

ایک دفعہ میں نے ایک خط محفوظ الحق علمی کو دہلی لکھا تھا۔مولوی عبداللہ کشمیری کا چھوٹا لڑکا وہ خط بہائیوں کے دہلی کے دفتر سے چرا کرلاہور لے آیا اور مولوی محمد علی صاحب کو دیا۔ انہوں نے وہ خط مجھے دکھا کر کہا کہ آپ نے لکھا ہے۔ میں نے کہاہاں کہنے لگے کہ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ تم بہائی ہو۔میں نے کہا کہ یہ نتیجہ غلط ہے میرا ہرگز وہ منشاءنہیں جوآپ نکالتے ہیں۔ میں نے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی خدمت میں تقریباً بارہ سال گذارے ہیں۔میں ان کو کبھی بھی جھوٹانہیں مان سکتا۔اور بہائیت کوسچا ماننے سے لازمی نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نعوذ باللہ جھوٹے تھے۔ مولوی محمد علی صاحب کو میری باتوں سے تسلی نہ ہوئی اور وہ سخت ناراض ہوئے۔ وہی باتیں میں نے حضرت خلیفة المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ سے کیں تو آپ مجھ سے ناراض نہیں ہوئے۔

میرا تجربہ ہے کہ ایک شخص مولوی محمد علی صاحب سے دور رہ کر تو ان کے علم اوراحمدیت واسلام کے متعلق ان کی تحریرات کی وجہ سے ان کے ساتھ بہت محبت اور عقیدت رکھ سکتا ہے مگر ان کے قریب آکر اس کی یہ حالت قائم نہیں رہتی ۔اس کی ایک بڑی مثال خان بہادر میاں محمد صادق صاحب ریٹائرڈ ڈی ایس ۔پی ہیں۔ ان کومولوی صاحب سے بے حد عقیدت تھی مولوی صاحب کے ہر ایک حکم کا ماننا اپنی سعادت سمجھتے تھے۔یہ احمدیہ

انجمن اشاعت اسلام لاہور کی انتظامیہ کمیٹی ممبر بھی تھے۔ میں نے بارہا دیکھا کہ اگر کسی معاملہ میں انجمن کے باقی سارے ممبر مولوی صاحب کی رائے کے خلاف ہوتے تو یہ ہمیشہ مولوی صاحب کی تائید میں ہوتے۔ مولوی صاحب جب لاہور سے ڈلہوزی جاتے تو مولوی صاحب کا سارا سامان لاہور سے پٹھان کوٹ پہنچانا اور کبھی ڈلہوزی تک پہنچانا میاں صاحب کے ذمہ ہوتا۔ مولوی صاحب کو بھی ان پر بڑا اعتماد تھا۔ جب یہ انجمن کے سیکرٹری مقرر ہوئے اور مولوی صاحب پریذیڈنٹ تھے تو ان کی سابقہ عقیدت قائم نہ رہی۔ ایسی کئی مثالیں مولوی صاحب کے اپنے رشتہ داروں کی ہیں۔ اپنے سیکرٹری شپ کے زمانہ میں ہی میاں صاحب کو اس قدر ابتلاء آیا کہ ان کو انجمن سے قطع تعلق کرنا پڑا اور یہ غیر احمدیوں کے پیچھے نمازیں پڑھنے لگے۔ میں نے ان کو منع کیا کہ آپ غیر احمدیوں کے پیچھے نمازیں نہ پڑھا کریں۔ اگر لاہوری جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے تو قادیانی جماعت کے ساتھ نماز پڑھا کریں۔ وہ آخر حضرت مسیح موعودؑ کو ماننے والے ہیں ان سے تعلق پیدا کرلیں۔ یہ مجھے ہمیشہ یہی جواب دیتے کہ اگر تم ادھر تعلق پیدا کرلو تو میں بھی کرتا ہوں ورنہ نہیں۔ میں ہمیشہ ان کو کہتا کہ میں نے تو آخر احمدی جماعت سے تعلق رکھا ہوا ہے۔ احمدیوں کے ساتھ نماز پڑھتا ہوں۔ آپ تو غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں یہ ٹھیک نہیں مگر ان کا ہمیشہ مجھے یہی جواب ہوتا۔ جس پر میں خاموش ہوجاتا۔

خلافت ثانیہ کی بیعت :۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ میاں محمد صادق صاحب کو انجمن اشاعت اسلام لاہور کی سیکرٹری شپ کے زمانہ میں ہی مولوی محمد علی صاحب کی وجہ سے اس قدر ابتلاء آیا کہ ان کو انجمن سے قطع تعلق کرنا پڑا اور یہ غیرا حمدیوں کے پیچھے نمازیں پڑھنے لگے۔ میں نے ان کو منع کیا کہ آپ غیر احمدیوں کے پیچھے نمازیں نہ پڑھا کریں۔ اگر لاہوری جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے تو قادیانی جماعت کے ساتھ نماز پڑھا کریں وہ آخر حضرت مسیح موعودؑ کو ماننے والے ہیں ان سے تعلق پیدا کریں۔ یہ مجھے ہمیشہ یہی جواب دیتے کہ اگر تم ادھر تعلق پیدا کرلو تو میں بھی کرتا ہوں ورنہ نہیں۔ میں ہمیشہ ان کو کہتا کہ میں نے تو آخر احمدی جماعت سے تعلق رکھا ہوا ہے۔ احمدیوں کے ساتھ نماز پڑھتا ہوں۔ آپ تو غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں یہ ٹھیک نہیں۔ مگر ان کا مجھے ہمیشہ یہی ہوتا جس پر میں خاموش ہوجاتا۔

امّ طاہر کی علالت و وفات آپ کے لئے باعث برکات :۔ حضرت ام طاہرؓ نے جس بیماری سے وفات پائی اس کے علاج کے سلسلہ میں آپ کو لاہور لایا گیا تو حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب بھی ان

کے ساتھ ان کے علاج کے لئے لاہور آئے اور کافی عرصہ تک (جب تک ان کا علاج ہوتا رہا) لاہور محترم شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کی کوٹھی پر ٹھہرے رہے ان ایام میں کئی دفعہ میں اور میاں محمد صادق صاحب سیدہ ام طاہر صاحبہ کی بیمار پرسی کے لئے حضرت صاحب کی خدمت میں آتے رہے کبھی ہم دونوں اکٹھے آتے اور کبھی علیحدہ علیحدہ ۔ آپ خوش خلقی اور خندہ پیشانی سے ہم سے ملتے ۔ اور بڑی بڑی دیر تک ہم سے باتیں کرتے رہتے ۔ جس کا ہم پر بڑا اچھا اثر ہوا۔ ۔ ۔ سیّدہ ام طاہر وفات پا گئیں تو .... ہم اظہار افسوس کے لئے شیخ صاحب کی کوٹھی پر آئے لیکن حضرت صاحب ہمارے پہنچنے سے پہلے جنازہ لے کر قادیان روانہ ہو چکے تھے ۔ یہ اتوار ۵ مارچ ۱۹۴۴ء کا واقعہ ہے ۔

اس کے دو تین دن بعد میں نے اور میاں محمد صادق صاحب نے ارادہ کیا کہ ہم قادیان جا کر اظہار افسوس کریں ۔ چنانچہ بدھ کے دن ہم دونوں قادیان گئے ۔ جمعرات کی صبح حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اظہار افسوس کیا ۔ حضرت میاں بشیر احمد صاحب سے بھی ملے ۔ پھر جمعہ کی صبح کو حضرت میاں بشیر احمد صاحب سے ملے ۔ ہم ڈاکٹر احسان علی صاحب کے مکان پر ٹھہرے ہوئے تھے ۔

جمعہ کی صبح باتوں باتوں میں میں نے میاں محمد صادق صاحب سے کہا کہ اب آپ اتفاق سے قادیان آئے ہوئے ہیں ۔ بیعت کر لو تا کہ غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کی ضرورت نہ رہے ۔ اب بھی میاں صاحب نے یہی جواب دیا کہ تم بیعت کر لو تو میں بھی کر لوں گا ۔ آخر بڑی ردّ و کد کے بعد میں نے کہا کہ اچھا چلو میں بھی بیعت کر لیتا ہوں ۔ اسی وقت فیصلہ ہوا کہ آج جمعہ کی نماز کے بعد بیعت کر لیں ۔

چنانچہ اسی وقت ایک رقعہ حضرت صاحب کی خدمت میں اور ایک حضرت میاں بشیر احمد صاحب کو لکھا گیا ۔ حضرت میاں بشیر احمد صاحب کو پہلے تو باور نہیں آیا ۔ کیونکہ یہ رقعے ڈاکٹر احسان علی صاحب کی طرف سے تھے ۔ وہ کہنے لگے کہ دونوں آج صبح مجھے مل کر گئے ہیں بیعت کا کوئی ذکر نہیں کیا ۔ ایسا ہی حضرت صاحب نے بھی تعجب کا اظہار کیا ۔ خیر جمعہ کی نماز کے بعد ہم دونوں نے مسجد اقصےٰ میں حضرت صاحب کی بیعت کی ۔ بیعت کے بعد حضرت صاحب نے فرمایا کہ مجھے آپ کی بیعت سے بہت خوشی ہوئی ۔ کیونکہ آپ میرے استاد ہیں اور میری ہمیشہ خواہش رہتی تھی کہ آپ بیعت کر لیں ۔ اور میاں محمد صادق صاحب سے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ نے میری بڑی مخالفت کی ہے مگر میں نے کبھی آپ کے لئے بد عا نہیں کی ۔ بلکہ ہمیشہ دعا کرتا رہا ہوں ۔ اسطرح ۱۰ مارچ ۱۹۴۴ء کو جمعہ کے دن میں حضرت صاحب کی بیعت سے مشرف ہوا ۔ ☆

خدمات بعد بیعتِ خلافت:۔

اگست ۱۹۴۷ء میں سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سپرد دفتر وکیل المال تحریک جدید میں مشن ہائے بیرون ہند کے بجٹ تیار کرنے کا کام سپرد کیا۔

☆ زیرعنوان ''دومعزز غیر مبائع اصحاب حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی بیعت میں'' الفضل میں مرقوم ہے:۔

''قادیان ۱۰ امان۔آج بعد نماز جمعہ مسجد اقصیٰ میں مکرم جناب ماسٹر فقیر اللہ صاحب اور مکرم جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے دست مبارک پر شرف بیعت خلافت حاصل کر کے شامل جماعت احمدیہ ہوئے۔ یہ خبر جماعت احمدیہ کے لئے نہایت خوشی اور مسرت کا موجب ہے ہردو اصحاب فریق لاہور کے بہت بڑے اور ذمہ دار ارکان تھے۔ ہدایت محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہوتی ہے کافی عرصہ تک تحقیق کرنے کے بعد انہوں نے بیعت کی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں احباب اور ان کے خاندانوں کے لئے یہ کار خیر مبارک اور دائمی سعادت کا موجب بنائے'' (10)

محترم سیّد امجد علی شاہ صاحب سیالکوٹی کے مضمون مندرجہ ماہنامہ فرقان بابت ستمبر و اکتوبر ۱۹۴۴ء (صفحہ ۳ پر) آپ کا ذکر آتا ہے ماسٹر صاحب کا اپنا مضمون ''مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ساتھیوں کے بعض اندرونی اختلافات'' (بابت جولائی ۱۹۴۴ء) اور مضمون ''میں مولوی محمد علی صاحب سے کیوں علیحدہ ہوا''۔ (الفضل مورخہ ۴/۴/۴۴) اور میاں محمد صادق صاحب کا مضمون ''مولوی محمد علی صاحب کا پاکیزہ دودھ'' (''بابت اگست ۱۹۴۴ء) قابل مطالعہ ہیں۔

ماسٹر صاحب الفضل والے مضمون میں لکھتے ہیں کہ: سیکرٹری انجمن لاہور نے ''پیغام صلح'' میں میرے متعلق لکھا ہے کہ میں بہائی ہونے لگا تھا۔ پھر کسی مصلحت سے جماعت قادیان میں شامل ہو گیا۔۔ نیز ماسٹر صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ میرے قادیان چھوڑنے کی وجہ اختلاف عقائد یا ایسی کوئی اور بات نہ تھی۔ اختلاف عقائد کی باریکیوں کا پہلے کسی کو علم نہ تھا میں حضرت مولانا غلام حسن صاحبؓ اور مولوی محمد علی صاحب سے عقیدت کے باعث لاہور چلا آیا تھا۔ لیکن مجھے اس امر سے بہت ٹھیس لگی کہ ترجمہ قرآن مجید انگریزی جس کی خاطر صدر انجمن احمدیہ نے مولوی محمد علی صاحب کو بھی فارغ کیا تھا۔ اور پھر پہاڑ پر بھی اس کے خرچ پر جاتے رہے اس ترجمہ کا مسودہ اور کتب تفاسیر وغیرہ لاہور لے آئے اور ان سب کو اپنی ملکیت بنالیا۔ مولوی صاحب کے قریب ہونے کا جس کو بھی موقع ملا وہ ان سے متنفر ہوا۔ پیر پرستی وغیرہ الفاظ سے جماعت مبائعین کو اس لئے مطعون کرتے ہیں کہ خود ان کے ساتھی اس سے ویسی عقیدت نہیں بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

پھر تقسیم ملک کے باعث آپ آخر ستمبر میں قادیان سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ یکم اکتوبر ۱۹۴۷ء سے

۳۱ جنوری ۱۹۴۹ء تک آپ نے تحریک جدید میں کام کیا۔ بعدازاں آپ نے چند ماہ محاسب صدرانجمن احمدیہ کا کام کیا۔

بقیہ حاشیہ:۔رکھتے جتنے سربرآوردہ ممبران کی انجمن کے ہیں ان کا یہی حال ہے اور مولوی صاحب ہر ایک کے متعلق انجمن میں شکایت کر چکے ہیں اور بعض اوقات ناراض ہو کر استعفٰی بھی دیدیتے ہیں۔حضرت مولانا غلام حسن صاحبؓ نے ایک دو دفعہ مولوی صاحب کے رویہ پر اعتراض کیا تو ان کو ممبری سے خارج کرنے کے لئے متعدد دفعہ تحریک کی۔ڈاکٹر فیض علی صاحب صابر نے ماسٹر صاحب پر پیغامیوں کے اعتراض کا کہ بھائی ہوگئے ہیں الفضل مورخہ ۴۴/۷/۴ میں شافی جواب دیا ہے۔آپ کی بیعت خلافت پر رسالہ ریویو آف ریلیجنز نے لکھا کہ:۔

احباب جماعت خصوصاً وہ دوست جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت خلیفہ اوّلؓ کے زمانے سے تعلق رکھتے ہیں یہ سن کر خوش ہونگے کہ پچھلے جمعہ مورخہ ۱۰ مارچ ۴۴ء میں مکرم ماسٹر فقیر اللہ صاحب اور خان بہادر میاں محمد صادق صاحب پنشنر غیر مبائعین نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے دست مبارک پر بعد نماز جمعہ بیعت خلافت کی۔ ماسٹر فقیر اللہ صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کے آدمی ہیں۔تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کے پرانے استاد ہیں اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کے استاد ہونے کا بھی فخر رکھتے ہیں۔بعض اوقات ریویو آف ریلیجنز کی مینیجری کے فرائض بھی ادا کیا کرتے تھے۔مولوی محمد علی صاحب پریذیڈنٹ انجمن اشاعت اسلام لاہور جب قادیان سے چلے گئے تو ماسٹر صاحب موصوف بھی ان کے ساتھ ہی یہاں سے لاہور چلے گئے۔آپ غیر مبائعین کے چوٹی کے آدمیوں میں سے تھے اور اپنے خیالات پر سختی سے قائم تھے۔مگر آخر تیس سال غیر مبائعین میں زندگی گذارنے کے بعد اور ان کے اندرونی اور بیرونی حالات کا مطالعہ کرنے کے بعد پھر قادیان کی طرف رجوع کیا جو خدا کے رسول کی تخت گاہ اور مدینۃ المسیح ہے ہمیں ماسٹر صاحب مکرم کے واپس آنے کی بہت خوشی ہے اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو بقیہ ایام زندگی حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ کی صحبت میں گذارنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین (11)

ماسٹر صاحب فرماتے ہیں کہ بیعت کے بعد جب میں پہلی دفعہ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ سے ملا ہوں تو فرمانے لگے کہ مجھے آپ کی بیعت سے مشرف ہونے پر بڑی خوشی ہوئی ہے میری ہمیشہ یہ خواہش رہتی تھی کہ آپ یہاں آجائیں۔سوالحمدللہ کہ آپ آگئے (12)

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہوا کہ ماسٹر صاحب کو بیعت خلافت کی توفیق عطا ہوئی. دراصل آپ کو حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ سے عناد نہیں تھا جیسا کہ بہت سے دوسروں کو تھا۔جو قلوب صافیہ رکھتے تھے۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔

پھر مئی میں حضور نے فرمایا کہ چونکہ یہ پہلا سال ہے اور ربوہ میں ابھی خاطر خواہ انتظام نہیں ہوا۔اور آپ کی عمر زیادہ

ہے اس لئے آپ تین ماہ یعنی یکم اگست تک لاہور میں بیرونی جماعتوں کا ریکارڈ اکٹھا کرنے کا کام کریں۔ اس وقت تک ربوہ کے حالات بھی درست ہوجائیں گے۔ بعدازاں بذریعہ فیصلہ نمبر ۳۲۷ غ۔م مورخہ ۱۳/۱۲/۵۰ انجمن تحریک جدید نے حضور کے ارشاد پر آپ کو افسر امانت تحریک جدید مقرر فرمایا اور بوجہ آپ کی کبرسنی کے آپ کا ایک نائب بھی مقرر کیا۔ آپ اس وقت تک اسی عہدہ پر خدمتِ سلسلہ بجالا رہے ہیں **متعنا اللہ بطول حیاتہ. اٰمین** ۔ آپ بفضلہٖ تعالیٰ موصی ہیں اور تحریک جدید دورثانی کے مجاہدین میں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا انجام بخیر کرے۔ آمین۔

سلسلہ کے لٹریچر میں ذکر:۔ آپ کا ذکر سلسلہ کے لٹریچر میں متعدد مقامات پر آتا ہے ۔ مثلاً

(۱) پیشگوئی کے گواہ۔ ۲۸ فروری ۱۹۰۷ء والی سخت زلزلہ کی پیشگوئی قبل از وقت سننے والوں میں آپ کا نام مرقوم ہے۔☆

حاشیہ صفحہ سابق:۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس طرف لے آیا۔ ماسٹر صاحب کے دل کی صفائی کا علم ان دوشہادتوں سے ہوتا

ہے ایک رؤیا کی بناء پر حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب ایدہ اللہ نے حضرت خلیفہ اوّل کی اجازت سے انجمن انصاراللہ بنائی۔ اس کا اعلان ہوتے ہی اعتراضات کی بوچھاڑ ہونے لگی کہ اس کا قیام بغرض حصول خلافت ہے۔ حضور تحریر فرماتے ہیں۔ ''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس انجمن کے ممبروں میں سے ایک خاصی تعداد اس وقت ان لوگوں کے ساتھ ہے اور وہ لوگ گواہی دے سکتے ہیں کہ اس انجمن کا کوئی تعلق تغیرات خلافت کے متعلق نہ تھا۔ بلکہ یہ انجمن صرف تبلیغ کا کام کرتی تھی۔ اور ان میں سے بعض نے یعنی انکے واعظ محمد حسین عرف مرہم عیسیٰ اور ماسٹر فقیر اللہ سپرنٹنڈنٹ دفتر سیکرٹری اشاعت لاہور نے یہ شہادت دی بھی ہے ''(13)

ماسٹر فقیر اللہ صاحب ...... نے بھی شہادت لکھ کر دی ہے کہ میں اس انجمن کا ممبر تھا۔ اس میں اس قسم کی سازش پر کبھی کوئی گفتگو میرے سامنے نہیں ہوئی (14)

☆ تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۵۷ و بدر بابت ۷/۰۷/۳ صفحہ ۱ ان گواہوں سے دستخط کروائے گئے تھے۔ مقدم الذکر میں آپ کے دستخط ''خاکسار فقیر اللہ نائب ناظم میگزین'' کے طور پر درج ہیں۔ گذشتہ صفحات میں ذکر آیا ہے کہ آپ کو نائب ناظم میگزین یکم جون ۱۹۰۷ء کو مقرر کیا گیا تھا۔ معلوم ہوا کہ حقیقۃ الوحی کی تصنیف کے دوران میں کسی وقت جون یا اس کے بعد ان گواہوں کی گواہی حاصل کی گئی۔

(۲) جلسہ سالانہ ۱۹۱۰ء کے کوائف میں لکھا ہے:۔

''ایسا ہی منشی برکت علی صاحب......و ماسٹر فقیر اللہ صاحب و شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی نے بھی شب و روز محنت اور جانفشانی سے مہمانوں کی آسائش کے لئے ہر طرح سے کوشش کی۔ ☆

(۳) مسجد کا سنگ بنیاد رکھنا۔محلّہ دارالصدر جنوبی ربوہ کا سنگ بنیاد ۳ دسمبر ۱۹۵۷ء کو رکھا گیا۔اس بارہ میں مرقوم ہے:۔

''سب سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بزرگ صحابی محترم حضرت ماسٹر فقیر اللہ صاحب نے بنیاد میں وہ اینٹ رکھی جس پر سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دعا فرمائی تھی۔(بعد میں چار اینٹیں دیگر احباب نے رکھیں جس کے بعد)......محترم جناب ماسٹر فقیر اللہ صاحب نے اجتماعی دعا کرائی''۔(15) آپ کی علالت کا ذکر (الفضل ۵۷/۹/۷ صفحہ۲)

(۴) سفر بٹالہ۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۷ نومبر ۱۹۰۲ء کو بروز جمعہ عدالتی کام کی خاطر سات بجے صبح بٹالہ کے لئے روانہ ہوئے۔حضور نے چند احباب کو اپنے ساتھ چلنے کی اجازت عنایت کی۔احباب تین یکوں میں سوار ہوئے اور بعض یکوں میں عدم گنجائش کی وجہ سے باجازت پیدل روانہ ہوئے۔حضور کے اس سفر کے رفقاء میں ماسٹر فقیر اللہ صاحب بھی تھے۔☆☆

☆ ریویو آف ریلیجنز بابت جنوری ۱۹۱۱ء (صفحہ۴۳) علاوہ ازیں الحکم بابت ۰۵/۲/۲۴ ، ۰۵/۳/۳۱ (صفحہ ۱۲ ک ۳) میں علی الترتیب آپ کا چندہ ڈیڑھ آنہ اور عیدفنڈ ۹ پائی درج ہے۔آپ سالہا سال سے اجلاسات مشاورت میں تلاوت کرتے ہیں (مثلاً رپورٹ مشاورت ۱۹۴۵ء صفحہ ۶) ۱۹۴۴ء کی مشاورت میں آپ بطور نمائندہ شامل ہوئے (رپورٹ صفحہ ۱۹۰) جماعت احمدیہ لاہور کے سالانہ اجلاس میں تلاوت کی (الفضل ۴۸/۳/۳۰ صفحہ۲)

مشاورت ہائے ۱۹۵۰ء، ۱۹۵۸ء اور ۱۹۵۹ء میں تلاوت کرنے کا ذکر (علی الترتیب الرحمت بابت ۵۰/۴/۱۷ صفحہ ۱۴ ک ۲،۳) الفضل ۵۸/۵/۲ صفحہ ۳ ک ۱) اور ۵۹/۴/۱۹ صفحہ ا ک ۱) ایک اشتہار میں آپ کا ذکر (الفضل ۵۹/۲/۱۴ صفحہ ا ک ۳،۴) مشاورت میں مجلس انتخاب خلافت کے متعلق آپ کی ایک اہم تجویز جو کچھ ترمیم کے ساتھ منظور ہوئی۔ (الفضل ۵۸/۵/۲ صفحہ ۳ ک ۳)

☆☆ البدر بابت ۰۲/۱۱/۱۴ صفحہ ۲۳ ک ۲، حاشیہ۔دیگر رفقاء حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ۔مولوی شیر علی صاحبؓ مفتی محمد صادق صاحبؓ، شیخ یعقوب علی صاحبؓ عرفانی اور بھائی عبدالرحمان صاحبؓ قادیانی اور مولوی محمد علی صاحب تھے۔

شیخ عبدالرحیم صاحب شرؔما

(از مؤلف) خاکسار کے تقاضے پر محترم شیخ عبدالرحیم صاحب شرؔما نے ۱۹۵۷ء میں اپنے قبول اسلام واحمدیت کے حالات قلمبند فرمائے جو آپ کے ہی الفاظ میں ہدیہ قارئین کرام کرتا ہوں تالیف کی خاطر شاذ کے طور پر کسی جگہ خلاصہ یا معمولی تبدیلی کی گئی ہے۔

خاندانی حالات:۔ محترم شیخ عبدالرحیم صاحب شرؔما تحریر فرماتے ہیں:۔

’’خاکسار کا سابق نام کشن لعل تھا۔ والد صاحب کا نام پنڈت رلیارام ولد پنڈت مقصدی رام ولد پنڈت گنیش داس ولد بھوانی داس ولد جوالا داس ولد گلزاری رام ساکن قصبہ بنوڑ ریاست پٹیالہ قوم برہمن سارسوت گوت جھبائیں۔ والدہ صاحبہ کا نام جمنا دیوی تھا جو دیوی چند سب انسپکٹر پولیس قوم برہمن گوت بھاردواج ساکن سنور ریاست پٹیالہ کی لڑکی تھیں۔ ہمارے خاندان کا آبائی پیشہ پروہتی تھا یعنی ہمارے خاندان کے افراد نسلاً بعد نسلٍ ہندوؤں میں بعض اقوام مثلاً درزی۔ دھوبی۔ ترکھان۔ چھیپے وغیرہ کے کل گرو یعنی پردہت یعنی پیر سمجھے جاتے تھے۔ ضلع لدھیانہ، پٹیالہ، انبالہ کی مندرجہ بالا اقوام ہماری مرید تھیں۔ میرے والد صاحب نے دوکانداری شروع کی۔ شاہی بنجوتی یعنی ساہوکارہ کرتے تھے۔ دادا صاحب حسب دستور پروہتی کرتے تھے۔ میرے والد صاحب کی خوش خلقی اور حسن معاملگی کی وجہ سے ان کا کاروبار خوب چل نکلا تھا۔ والد صاحب کی بازار سواہیاں قصبہ بنوڑ میں دکان تھی جو قصبہ بھر میں سب سے بڑی اور مشہور دکان سمجھی جاتی تھی۔

ولادت تعلیم اور شادی:۔ میری پیدائش غالباً ۱۸۸۷ء یا ۱۸۸۸ء میں ہوئی۔ ہمارا خاندان بالعموم ہندی اور سنسکرت کی تعلیم حاصل کرتا تھا۔ اردو اور انگریزی تعلیم حاصل کرنے کا رواج ہمارے خاندان میں نہیں تھا۔ میرے تایا سنہاری رام ٹھیکیدار تعمیرات ریاست پٹیالہ کے زور دینے پر میرے والد صاحب نے سب سے پہلے مجھے مروجہ تعلیم دلوانی شروع کی۔ ابتدائی تین جماعتیں میں نے اپنے قصبہ کے سکول میں پاس کیں پھر تایا صاحب کے اصرار پر تعلیم کے لئے والدہ صاحب مجھے پٹیالہ چھوڑ آئیں۔ چار سال وہاں تعلیم حاصل کرتا رہا۔ ہمارے خاندان میں بچپن کی شادی کا رواج تھا۔ چنانچہ طالب علمی کے زمانہ میں ہی میری شادی کردی گئی۔ اسی اثناء میں میرے

والد صاحب بیمار ہو گئے۔ میں ان کو دیکھنے کے لئے بنوڑ آیا۔ والد صاحب کا انتقال ہو گیا۔ پھر میں تعلیم جاری نہ رکھ سکا۔ ہمارے والدین کے ہاں آٹھ بچے پیدا ہوئے جن میں سے ہم دو بھائی اور ایک بہن زندہ رہے۔ باقی بچپن ہی میں فوت ہو گئے۔

بھگت جی:۔ میرے بڑے بھائی شادی رام مجھ سے قریباً بارہ سال بڑے تھے اور بھگت جی کر کے مشہور تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ ان میں بعض دیوی دیوتاؤں کی روح حلول کرتی ہے۔ چنانچہ ہمارے اعتقادات کے مطابق نینا دیوی۔ جوالا مکھی دیوی۔ کالی دیوی۔ لکشمی دیوی اور گوگا پیر جس کا موضع چھپار ریاست مالیر کوٹلہ میں میلہ لگتا ہے۔ گاہے بگاہے ان میں حلول کرتے رہتے تھے۔ اس پر میرے بھائی پر حال کی سی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ اور وہ جوش میں آ کر کھیلنے لگ جاتے تھے ہم ہاتھ باندھ کر دعائیں اور التجائیں کرنے لگ جاتے تھے۔ جب حلول کرنے والی روح میرے بھائی کو چھوڑ جاتی تھی تو وہ چراغ کے سامنے ماتھا ٹیک دیتے تھے۔ میں بھی بوجہ کٹر سناتن دھرمی ہونے کے ان باتوں پر پختہ اعتقاد رکھتا تھا۔ اور اکثر نینا دیوی یاترا کے لئے بھی جایا کرتا تھا۔ میں نے گھر میں ابرک کا ایک مندر بنا رکھا تھا۔ کچھ زور عقیدت سے اور کبھی ایک آریہ سماجی کو جو ہمارے پڑوس میں رہا کرتا تھا چڑانے کے لئے خوب زور زور سے گھنٹی بجایا کرتا تھا اور پوجا پاٹ کیا کرتا تھا۔

میرے خیالات کیونکر بدلے:۔ میرے خیالات کیونکر بدلے! اس کی ایک لمبی تفصیل ہے۔ مختصراً یہ کہ جن دنوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے مطابق طاعون کا مرض ملک میں زور سے پھوٹ پڑا۔ اور ہر طرف موتا موتی لگ گئی اس وقت اس پریشانی اور گھبراہٹ کے عالم میں ہمارے علاقہ میں کسی نے یہ مشہور کر دیا کہ کسی بھگت میں بسنتی دیوی ☆ نے حلول کر کے یہ آواز اکیا ہے کہ لوگوں نے مجھے بھلا دیا ہے اس لئے ملک میں طاعون آیا ہے نجات چاہتے ہو تو میری پوجا کرو۔ لوگ سہمے ہوئے تو تھے ہی جونہی دیوی کا یہ فرضی پیغام لوگوں کے کانوں میں پڑا۔ ہر جگہ بسنتی دیوی کی پوجا ہونے لگی۔ ہمارے شہر میں میرے بڑے بھائی صاحب مندر

☆ چونکہ طاعون موسم بہار میں زیادہ زوروں پر ہو جاتا تھا۔ جبکہ سرسوں پھولتی ہے اور انہی دنوں بسنت کا تہوار بھی ہوتا ہے۔ غالباً اسی مناسبت سے طاعون کے دنوں میں یہ دیوی ایجاد ہوئی تھی۔ ورنہ اس سے قبل اس نام کی کوئی دیوی سننے میں نہیں آئی تھی۔ وہاں کے ہندوؤں نے چندہ جمع کر کے ایک اچھا بڑا دیوی کا مندر بھی بنا دیا تھا۔ اور میرے بڑے بھائی مندر کے پجاری تھے (عبدالرحیم شرما)

کے پجاری تھے انہوں نے بھی بسنتی دیوی کی پوجا شروع کرادی۔ مندر میں ماہ بماہ دیوی کا میلہ لگتا تھا۔ دیوی بھی میرے بھائی پر کرم فرما تھی۔ اور گاہے بگاہے دوسری دیویوں کی طرح اس میں حلول کرتی رہتی تھی۔ انہی دنوں میرے والد صاحب اور بھاوجہ صاحبہ دونوں طاعون سے فوت ہوگئے۔ اس وقت میں نیا نیا پٹیالہ سے تعلیم چھوڑ کر آیا تھا۔ جب طاعون کی شدت بڑھ گئی تو ہمارے خاندان نے مندر میں جا کر دیوی کے چرنوں میں پناہ لی۔ دو ہفتہ کے قریب ہم وہاں رہے پھر گھر آ گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد اتفاق ایسا ہوا کہ میرے بھتیجے کو جو کہ میرے اسی بھائی شادی رام کا لڑکا تھا۔ طاعون ہوگئی۔ لڑکا بہت ہونہار تھا مجھے اس سے بہت محبت تھی میرے بھائی تو کچھ لاپرواہ سے تھے میں اس کی توجہ سے تیمارداری کرتا تھا۔ ہم سب کو اس کے بیمار ہونے کا بہت صدمہ تھا۔ ہم دن رات اس کی شفایابی کے لئے بسنتی دیوی سے التجائیں کرتے تھے۔ ایک دن اچانک میرے بھائی میں بسنتی دیوی حلول کر آئی۔ ہم سب ہاتھ باندھ کر بیٹھ گئے۔ اور فریاد کرنے لگے کہ ''ہے دیوی! دیکھ تیرے بھگت کے پتر کو طاعون نے پکڑ لیا ہے کرم کر اور اس کو اس مرض سے نجات دے'' تب دیوی میرے بھائی کی زبان سے یوں گویا ہوئی کہ آج سے آٹھ دن کے اندر اندر لڑکے کو آرام آ جائے گا۔'' یہ خوشخبری سن کر ہم سب کو ایک گونہ تسلی ہوگئی کہ دیوی کی کرپا سے اب لڑکا اچھا ہو کر رہے گا لیکن خدا کی حکمت ایسی ہوئی کہ عین آٹھویں روز لڑکا فوت ہوگیا۔ اس واقعہ نے میری طبیعت پر گہرا اثر چھوڑا۔ کبھی مجھے دیوی کی طرف سے بدظنی ہوجاتی اور کبھی اپنے اعتقاد کی پختگی کی وجہ سے تاویل کرتا کہ دیوی کے اس کہنے کا مطلب کہ ''لڑکے کو آٹھ دن کے اندر اندر آرام آ جائے گا'' شاید یہ تھا کہ وہ آٹھ روز کے اندر دنیا کی تکالیف سے چھوٹ کر میرے پاس آ رہے گا۔ لیکن اکثر دل میں یہ خیال آتا کہ بھائی جو دیوی کا اتنا بھگت بنا پھرتا ہے اور دن رات پوجا پاٹ میں لگا رہتا ہے دیوی جب اس کی نہیں سنتی تو دوسروں کی کیا پرواہ کرتی ہوگی۔

دیوی دیوتا میں کچھ صداقت نہیں:۔ کچھ دنوں کے بعد اسی قسم کے ایک اور واقعہ سے میرا اعتقاد دیوی دیوتاؤں پر سے بالکل جاتا رہا۔ وہ واقعہ یوں ہوا کہ جب والد صاحب فوت ہوگئے تو میرے بھائی نے دکان کا کام سنبھال لیا۔ میری والدہ صاحبہ نے فرمایا کشن! تم اب پڑھنا چھوڑ دو۔ اور کاروبار میں بھائی کا ہاتھ بٹاؤ۔ چنانچہ میں بھائی صاحب کے ساتھ دکان پر کاروبار کرنے لگ گیا۔ اور اتفاق ایسا ہوا کہ ایک روز شام کے وقت مجھ کو حاجت محسوس ہوئی اور میں قضائے حاجت کے لئے جنگل کو گیا۔ ہمارے قصبہ میں ایک پرانا جوہڑ تھا۔ لوگ عموماً استنجاء کے لئے وہاں سے پانی لیا کرتے تھے۔ جوہڑ کا پانی بہت گندہ ہو چکا تھا۔ اس پر کائی جمی ہوئی تھی۔ میری

طبیعت نے گوارا نہ کیا کہ میں اس کے پانی سے آب دست لوں ۔ ہماری دکان سے ذرا فاصلہ پر ایک کنواں تھا میں قضائے حاجت کے لئے جاتے ہوئے لالہ تلک رام کی دکان پر گیا جو کنویں کے پاس ہی تھی ان سے برتن لیا پانی نکالا ۔ اور قضائے حاجت کے لئے چلا گیا ۔ فراغت کے بعد جب میں جوہڑ کی طرف نہ گیا بلکہ دوسرے راستہ سے دکان پر آیا اور دکان پر بیٹھ گیا ۔ تو میرے بھائی کو یہ خیال گذرا کہ شاید میں بغیر طہارت کئے ناپاکی کی حالت میں دکان کی گدی پر جس کو سناتنی خیالات کے لحاظ سے ہم لکشمی کی گدی کہتے ہیں آ بیٹھا ہوں ۔ اس وقت تو بھائی خاموش رہے رات کو ۹ بجے جب ہم دکان بند کر کے گھر گئے تو میرے بھائی میں حال کی سی کیفیت پیدا ہوگئی ۔ اور وہ اپنی عادت کے مطابق کھیلنے لگ گئے ۔ میں اور میری والدہ صاحبہ نے نہایت ادب سے پوچھا کہ کون مہاراج بھگت میں براجمان ہوئے ہیں ۔ جواب ملا میں لکشمی دیوی ہوں ۔ اور سخت برافروختہ ہوکر میری طرف اشارہ کیا ۔ اور کہا اس لڑکے نے آج میری گدی کو بھرشٹ کر دیا ہے ۔ میری والدہ سہم گئیں ۔ اور مجھے ڈانٹ ڈپٹ کرنے لگیں کہ تم نے کیا پاپ کیا کہ لکشمی دیوی کو ناراض کر دیا ۔ اور نہایت عاجزی سے دیوی سے التجائیں کرنے لگیں کہ وہ مجھ کو معاف کر دے کیونکہ ڈر تھا کہ دیوی ناراض ہوکر ہم سے دولت نہ چھین لے ۔ ادھر میں سوچ میں پڑ گیا کہ مجھ سے کیا خطا سرزد ہوئی ہے جب مجھے اپنا کوئی قصور نظر نہ آیا تو ڈرتے ڈرتے میں نے دلیری سے پوچھ ہی لیا ۔ تب دیوی نے گرج کر کہا کہ آج بغیر آب دست لئے تم میری گدی پر بیٹھ گئے ہو ۔ اور اب کہتا ہے کہ میں نے کیونکر گدی کو بھرشٹ کیا ہے ۔ تم نے میرا اپمان کیا ہے ۔ میں یہ کروں گی وہ کروں گی وغیرہ ۔ جونہی کہ مجھے یہ جواب ملا ۔ میری آنکھیں کھل گئیں اور میرے اعتقادات کو سخت صدمہ لگا میں چھوٹا تھا ۔ بھائی کے سامنے بولنے کی مجھے کبھی جرأت نہ ہوئی تھی لیکن ایک خلاف واقعہ الزام لگتے دیکھ کر مجھ سے نہ رہا گیا ۔ اور نہایت دلیری سے بولا کہ یہ بالکل جھوٹ ہے کہ میں نے آب دست نہیں لی ۔ جا کر پوچھئے لالہ تلک رام سے میں نے ان سے برتن لے کر کنویں سے پانی لیا ہے اور طہارت کی ہے جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے جب میں نے دلیری سے یہ جواب دیا ۔ اور میرے بھائی نے دیکھا کہ اب تو کھیل بالکل بگڑ گیا ہے فوراً لکشمی جی ان میں سے نکل گئیں ۔ اور میرے بھائی نے چراغ کے سامنے ماتھا ٹیک دیا ۔

غرض اس واقعہ سے میں سخت بداعتقاد ہوگیا ۔ اور خیال کرنے لگا کہ یہ سب ہندوؤں کے پاکھنڈ ہیں ۔ ان دیوی دیوتاؤں میں کچھ صداقت نہیں ۔ بت پوجا سے مجھے نفرت ہونے لگی ۔ اس وقت تک مجھ کو کسی مسلمان کی صحبت میسر نہیں ہوئی تھی ۔ اور نہ خدا تعالیٰ کے متعلق صحیح معرفت تھی ۔ اس واقعہ کے بعد میرے دل میں ایک بے چینی

سی پیدا ہوگئی۔اور دل میں طرح طرح کے خیالات اُٹھتے۔اسی حالت میں ایک عرصہ تک میں بھائی صاحب کے ساتھ دکان پر کام کرتا رہا۔میرے بھائی عیاش طبیعت کے آدمی تھے کاروبار میں پوری توجہ نہ دیتے تھے۔شام کو آتے تو جو بِکری ہوتی وہ مجھ سے بہانہ بنا کر لے جاتے کبھی کہتے کہ فلاں ساہوکار سے مال منگوایا تھا اس کو رقم دینی ہے کبھی کچھ اور بہانہ کرتے لیکن وہ روپیہ کسی کو دینے کی بجائے اپنی عیاشیوں میں صرف کر لیتے جب ساہوکار کا تقاضا ہوتا تو حقیقت کھلتی۔والدہ صاحبہ سے کہتا وہ ادھر ادھر سے روپیہ لے کر قرض بے باق کروا دیتیں کچھ عرصہ تک اسی طرح ہوتا رہا۔آخر کب تک؟ کاروبار میں خسارہ پڑنے لگا۔

قرض معاف کرنا :۔ ایک دفعہ مجھ سے بھی مالی نقصان ہوا لیکن وہ نقصان ایسا تھا جس سے آج بھی میں لذت اندوز ہوتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں شاید یہی بات اللہ تعالیٰ کو پسند آئی کہ جس کے صلہ میں اس نے مجھ کو اسلام جیسی نعمت بخشی۔جس کی تفصیل یہ ہے کہ اردگرد کے مسلمان ہی والد صاحب کے سودی کاروبار کے شکار رہتے تھے۔ہمارے قصبہ میں جانی اور رمضانی دو بھائی کاشتکار رہتے تھے۔میرے والد صاحب سے کچھ رقم انہوں نے سود پر لی ہوئی تھی۔وصولی کا طریق یہ تھا کہ جب فصل کاٹ لی جاتی اور غلہ نکلتا تو والد صاحب سب غلہ اٹھوا لاتے تھے۔آئندہ کے لئے پھر وہ ہمارے دست نگر ہو جاتے۔اور ہماری دکان سے ادھار غلہ اور روپیہ لیتے رہتے ۔سال کے بعد پھر انہیں سود میں اپنی فصل ہمیں دینا پڑتی۔اسی طرح سالہا سال تک ہوتا رہا۔اور آہستہ آہستہ ان کے ذمہ ایک بھاری رقم قرض کی ہوگئی جس سے وہ عہدہ برآ نہ ہو سکتے تھے۔ایک روز بھائی نے مجھ کو ان کے گھر قرض کے تقاضا کے لئے بھیجا۔جانی اور رمضانی خود تو گھر میں موجود نہ تھے۔گھر کی حالت نہایت خستہ تھی۔میں نے دیکھا کہ چھوٹے چھوٹے بچے برہنہ سردی کے مارے ٹھٹھر رہے ہیں۔رمضانی کی بیوی چکی پیس رہی تھی اس کے کپڑے نہایت بوسیدہ تھے۔تھوڑی سی مکئی تھال میں پاس پڑی ہوئی تھی جس کو پیس کر وہ اپنے بچوں کا جو بھوک کے مارے رو رہے تھے پیٹ بھرنا چاہتی تھی۔مجھ کو دیکھ کر اس نے ایک پیڑھی آنچل سے صاف کر کے بڑھائی اور کہا مہاراج! بیٹھ جائیے۔رمضانی ابھی آ جائیں گے ان کا خستہ حال اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اور کچھ اس عورت کی زبانی حالات سن کر میرے دل کو سخت تکلیف پہنچی میں نے سوچا کہ ان کی سال بھر کی کمائی تو ہم لے جاتے ہیں اور یہ بیچارے اس مصیبت میں دن گذارنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ان دنوں ان کی تنگدستی اور بھی بڑھ گئی تھی کیونکہ والد صاحب کے فوت ہو جانے کے بعد ہمارے کاروبار میں خسارہ پڑنا شروع ہو گیا تھا۔اور بھائی نے ان کو مزید قرض

دینا بند کر دیا تھا۔ان کی غربت کو دیکھ کر کوئی ساہوکار بھی ان کو ادھار نہ دیتا تھا اس وجہ سے ان کو زندگی گذارنا دوبھر ہوگیا تھا۔اور اکثر فاقوں کی نوبت آتی تھی ۔اس عورت نے اپنی ساری کیفیت بیان کر کے مجھ سے منت کی کہ ان کو کچھ مہلت دی جائے کیونکہ اس وقت قرض ادا کرنے کے لئے ان کے پاس کچھ نہ تھا۔میں نے کہا رمضانی جب آئیں تو اسے میرے پاس بھیجنا۔راستہ میں سوچتا آیا کہ ان کی سب مصیبتوں کا باعث ہم ہیں ایسی حالت میں مجھ کو ضروران کی مدد کرنی چاہیئے ۔مزید روپیہ تو میں دے نہیں سکتا تھا۔میں نے سوچا کہ کسی طرح ان کو اپنے پرانے قرض سے سبکدوش کر دینا چاہیئے ۔لیکن بھائی صاحب کا خوف دامن گیر تھا۔مجھ کو قرض معاف کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی ۔شام کو رمضانی آیا میں نے بہی سے دیکھ کر بتایا کہ کس قدر رقم اس کے ذمہ واجب الادا ہے۔وہ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا مہاراج ہم پائی پائی ادا کر دیں گے۔اس وقت ہمارے پاس کچھ نہیں ہے ہمیں مہلت ملنی چاہیئے ۔ان کی حالت تو میں دیکھ ہی آیا تھا اس کی اس اپیل پر میرے دل نے جوش مارا میں نے کہا رمضانی! تم اس قرض کی طرف سے بالکل بے فکر ہو جاؤ۔میں تم کو معاف کرتا ہوں مگر اس کو یقین نہ آیا کہ ایک ساہوکار کا ہندو بچہ بھی کبھی اس طرح قرض معاف کر سکتا ہے۔وہ میری بات کو مذاق سمجھا اور بہ منت درخواست کرنے لگا کہ اس وقت ان کی حالت ایسی ہے کہ ضروران پر رحم ہونا چاہیئے ۔میں نے کہا رمضانی! میں جو کہتا ہوں کہ تم بالکل فکر نہ کرو۔ تمہارا قرض میں نے معاف کر دیا ہے یہ کہہ کر میں نے اس کے روبرو بہی پر قلم پھیر دی ۔اور کہا لو! تمہارا سب قرض وصول ہوگیا۔غرض بڑی مشکل سے رمضانی کو یقین آیا کہ واقعی اس کو قرض سے چھٹکارا مل گیا ہے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور دعائیں دیتا گھر لوٹ گیا۔اور تو ان کا کوئی بڑا قرض نہ تھا ان کا لین دین زیادہ تر ہمارے ساتھ ہی تھا جب اس قرض سے سبکدوشی ہوئی تو آہستہ آہستہ ان کی حالت پھر سدھرنے لگی ایک عرصہ تک تو یہ بات میرے بھائی سے چھپی رہی ۔پھر جب ان کو علم ہوا تو بہت بگڑے لیکن والدہ صاحبہ نے بیچ بچاؤ کرا دیا اور بات رفع دفع ہوگئی۔

اسلام کی طرف ہدایت کا سامان:۔ میرے بھائی کی لاپرواہیوں اور غلط کاریوں کی وجہ سے ہمارے کاروبار میں خسارہ آنا شروع ہوگیا تھا۔والدہ صاحبہ ہماری مربی تھیں جب انہوں نے دیکھا کہ بھائی کی اصلاح کی کوئی صورت نہیں رہی تو انہوں نے فرمایا کہ کشن! تم دکان کا کام چھوڑ دو اور کوئی ملازمت اختیار کر لو۔میں ابھی چھوٹا ہی تھا اور ہمارے خاندان میں پہلے کبھی کسی نے ملازمت بھی نہ کی تھی ۔مجھ کو کچھ واقفیت نہ تھی کہ کہاں ملازمت

تلاش کروں لیکن والدہ صاحبہ کی خواہش کی تعمیل میں میں اسی وقت ملازمت کی تلاش میں گھر سے باہر نکل گیا۔ ان دنوں ہمارے ہاں چونگی خانہ کا محکمہ نیا نیا کھلا تھا۔نند کشور نامی ایک ہندو چونگی خانہ میں ملازم تھا۔میری اس سے کسی قدر واقفیت تھی میں نے اس سے ذکر کیا کہ والدہ صاحبہ ملازمت کو کہتی ہیں مجھے کوئی ملازمت دلوادو۔

اتفاق سے وہ چھٹی پر جار ہا تھا اور اپنی جگہ پر ایک آدمی دینا تھا۔ مجھے یہ بتا کر کہ وہ چونگی خانہ میں محرر ہے اپنی جگہ رکھوادیا۔تھوڑے ہی عرصہ کے بعد مجھ کو معلوم ہوا کہ وہ شخص چپڑاسی تھا۔میری تنخواہ چار روپے ماہوار مقرر ہوئی۔نند کشور کو باؤلے کتے نے کاٹ لیا اور وہ مر گیا۔

میں اس کی جگہ پر کام کرتا رہا۔ یہ ملازمت میری ہدایت کا موجب ہوئی۔ چونگی خانہ میں ایک احمدی منشی عبدالوہاب صاحب محرر تھے ان کے والد ہندوؤں سے مسلمان ہوئے تھے۔☆ منشی صاحب صوفی منش آدمی تھے ریٹائر ہونے کے بعد دارا لبیعت لدہانہ میں رہتے تھے۔افسوس تقسیم ملک کے بعد لاہور آ کر ان کا انتقال ہو گیا اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے (آمین) بہشتی مقبرہ ربوہ قطعہ صحابہ میں مدفون ہیں۔ملازمت کے دوران میں مجھ کو اکثر ان کے پاس بیٹھنے کا اتفاق ہوتا تھا۔تبلیغ کا ان کو بہت شوق تھا مجھ کو بھی وہ تبلیغ کیا کرتے تھے۔ان کا طریق تبلیغ یہ تھا کہ وہ ہندو مذہب کا ایک نقص ظاہر کر کے اس کے مقابلے میں اسلام کی خوبیاں بیان کرتے تھے اور دلائل سے موازنہ کرتے تھے۔ میں اپنی سمجھ کے مطابق بحث مباحثہ کرتا تھا لیکن ابتداء سے میری طبیعت میں یہ بات تھی کہ جو بات مجھ کو درست معلوم ہوتی تھی اس پر میں خاموش ہو جاتا تھا۔

مسلمانوں سے مذہبی گفتگو کا آغاز:۔ مسلمانوں سے مذہبی گفتگو کا آغاز ایک معمولی واقعہ سے ہوا۔جس چونگی پر میرا تقرر تھا وہاں ایک سپاہی فقیر محمد بھی متعین تھا۔ایک روز ہم چار پائی پر بیٹھے تھے کہ ایک گائے ادھر سے گذری۔چار پائی کے بالمقابل آ کر اس نے پیشاب کر دیا چھینٹے اڑ کر ہمارے کپڑوں پر پڑے۔فقیر محمد نے لٹھ لے کر گائے کو خوب زدوکوب کیا۔ ہندو خیالات کی وجہ سے بچپن سے گائے کی تقدیس میرے دل میں راسخ تھی۔ میں ایک مسلمان کے ہاتھوں گائے کی بے رحمانہ زدوکوب کو برداشت نہ کر سکا اور اس سے جھگڑ پڑا۔فقیر محمد نے کہا کہ

☆ یہاں سہو ہے خود منشی صاحب والد کی وفات کے بعد مسلمان ہوئے تھے جیسا کہ ان کے لکھوائے ہوئے حالات میں ہی کتاب میں ذکر ہے۔

گائے دوسرے جانوروں کی طرح ایک جانور ہے تم لوگوں نے اس کو اتنا آسمان پر کیوں چڑھا رکھا ہے؟ میں نے کہا وہ گئو ماتا ہے اس کے ہم پر بے حد احسان ہیں۔ ماں کی طرح دودھ سے ہم کو پالتی ہے اسی لئے ہم اس کو مقدس مانتے ہیں۔ اس پر گفتگو ایک مباحثہ کی صورت اختیار کر گئی اس نے پوچھا کہ تمہارے خیال میں بلحاظ محسنہ ہونے کے تمہاری حقیقی والدہ بڑھ کر ہے یا گئو ماتا۔ میں نے کچھ سوچ کر کہا کہ حقیقی ماں کا درجہ گئو ماتا سے بہرحال بڑا ہے اس نے کہا کہ تم ہندو لوگ گئو ماتا کا پیشاب تو پی لیتے ہو اپنی والدہ کا پیشاب کیوں نہیں پیتے۔ اس سوال پر میں کھسیانا ہوا کیوں کہ مجھ کو علم تھا کہ ہندو عموماً وضع حمل کے بعد زچہ اور بچہ کو گائے کا پیشاب گنگا جل ملا کر پلاتے ہیں۔ اس وقت مجھے احساس ہوا کہ ہندو مذہب میں بعض باتیں بہت قبیح پائی جاتی ہیں۔ غرض گرم سرد ہو کر میں نے اس سے پیچھا چھڑایا مگر اس کی یہ بات مجھ پر اثر ضرور کر گئی۔

کیا خدا واقعی دعائیں سنتا ہے؟:۔ جب ہماری اس گفتگو کا چرچا چونگی خانہ میں ہوا اور منشی عبدالوہاب صاحبؓ کو اس بات کا علم ہوا تو ان کو بھی شوق ہوا کہ مجھ سے وہ مذہبی امور پر باتیں کریں۔ چنانچہ ان سے اکثر مذہبی گفتگو ہوتی۔ وہ بہت پیار اور محبت سے مجھ کو تبلیغ کرتے ان کی صحبت سے رفتہ رفتہ مجھ پر ہندو مذہب کے نقائص اور اسلام کی خوبیاں ظاہر ہوتی گئیں۔ اور خدا تعالیٰ کی توحید اور عظمت کا اثر میرے دل پر ہونے لگا۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ خدا تعالیٰ ایک زندہ ہستی ہے جو اس کو پکارتا ہے وہ اس کی سنتا ہے اور جواب بھی دیتا ہے پھر منشی صاحب نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض کتابیں دکھانا شروع کر دیں۔ اخبار بدر اور الحکم ان کے پاس آیا کرتے تھے ان میں حضرت مسیح موعودؑ کے تازہ بتازہ الہام بھی درج ہوتے تھے۔ وہ اکثر میں پڑھا کرتا تھا۔ انہی دنوں مجھے بعض مقاصد درپیش تھے میں نے سوچا کہ مسلمان کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ سنتا ہے اور دعائیں قبول کرتا ہے۔ چلو آزما کر دیکھیں کہ کیا واقعی اسلام کے طریق پر دعا کرنے سے خدا سنتا ہے؟

میرے مقاصد یہ تھے کہ والد صاحب فوت ہو گئے تھے بڑے بھائی لاپرواہ تھے۔ دکان عیاشی میں ضائع کر دی تھی۔ میری بہن کی والد صاحب ایک اچھے گھرانے میں منگنی کر گئے تھے شادی کرنا باقی تھا ہمارے پاس اتنا سرمایہ نہ تھا کہ ہندو رسم و رواج کے مطابق بہن کی شادی کر سکیں اس وجہ سے والدہ صاحبہ سخت متفکر رہتی تھیں۔ والدہ صاحبہ کو رنجور دیکھ کر مجھے بھی دکھ ہوتا تھا۔

دوسرا مقصد میری ترقی کا معاملہ تھا۔ وہ ملازمت جو میں اس وقت کر رہا تھا ہمارے خاندان کی اس پوزیشن سے

کہ جس میں میں نے تربیت پائی تھی بہت ہی کم تھی اس لئے میرا دل چپڑاسی کی ملازمت پر تسلی نہ پاتا تھا۔اور اس وقت کے لحاظ سے امنگ پیدا ہوتی تھی کہ میں ترقی کروں۔

تیسری بات یہ تھی کہ منشی عبدالوہابؓ صاحب کی تبلیغ اور صحبت کی وجہ سے ہندو مذہب کی لغویت اور اسلام کی صداقت مجھ پر کھل گئی تھی مگر ہندو ہونے کی وجہ سے اور گردوپیش کے ماحول اور حالات کی وجہ سے میں اسلام کو قبول نہیں کرسکتا تھا۔ میں ایک غیر مسلم ریاست کا باشندہ تھا۔شادی ہوچکی تھی۔پھر والدہ صاحبہ اور عزیز واقرباء کو چھوڑنا بھی مشکل تھا۔ان حالات کی وجہ سے اسلام کو برملا طور پر قبول کرنا میرے لئے بالکل محال تھا اور ادھر ایک صداقت کو دیدہ دانستہ چھوڑا بھی نہیں جاسکتا تھا۔دل میں سخت بے چینی تھی دعا کرتا تھا کہ الٰہی تو خود دستگیری فرما اور مجھے سچے مذہب کے قبول کرنے کی توفیق دے۔

ہندو ہونے کی حالت میں نماز:۔ یہ تین مقاصد تھے جو میرے پیش نظر تھے۔میں نے منشی عبدالوہاب صاحبؓ سے کہا مجھے نماز سکھائیں۔میں آپ کے طریق پر اپنے بعض مقاصد کے لئے دعا کرنا چاہتا ہوں۔میں نے مقاصد تو ان کو نہیں بتائے تھے البتہ نماز ان سے سیکھنی شروع کردی۔گو میری زبان پر عربی عبارت نہ چڑھتی تھی تاہم اچھی بری میں نے سیکھ ہی لی۔اور ترجمہ بھی سیکھا۔اور چھپ کر اپنے طور پر نماز پڑھنی شروع کردی۔میرے گھر والوں دفتر کے ملازموں حتیٰ کہ منشی عبدالوہاب صاحب کو بھی اس بات کا علم نہ تھا کہ میں نے نماز پڑھنی شروع کردی ہے۔صرف فقیر محمد سپاہی کو جو میرے ساتھ چونگی پر کام کرتا تھا میں نے اپنا ہم راز بنایا ہوا تھا۔ نماز کے لئے میں نے دو جگہیں مخصوص کر رکھی تھیں۔دن کی نماز میں اپنی چونگی کے ایک کمرہ میں جو کہ ذرا علیحدہ تھا اور لوگوں کی آمدورفت وہاں نہ ہوتی تھی کواڑ بند کرکے پڑھتا تھا اور فقیر محمد کو تاکید کر رکھی تھی کہ اگر کوئی ہندو ادھر آئے تو مجھے اطلاع کردینا۔فقیر محمد خود نماز نہ پڑھتا تھا۔مگر یہ دیکھ کر کہ ایک ہندو نماز پڑھتا ہے اسے شرم آئی اور وہ بھی نماز پڑھنے لگ گیا اور بعد میں احمدی بھی ہوگیا تھا۔رات کی نمازوں کے لئے میں نے گھر میں ایک جگہ مخصوص کر رکھی تھی ہمارا مکان پرانی وضع کا تھا سب کمروں کے پیچھے ایک اندھیری کوٹھڑی ہوتی تھی اس کے ایک کونہ میں کواڑ بند کرکے میں نماز پڑھا کرتا تھا۔نمازوں کے متعلق کچھ عرصہ تک مجھے بڑی غلطی لگی رہی۔دو رکعت کے بعد قعدہ تک کو میں ایک رکعت سمجھتا تھا۔اس لحاظ سے چار رکعت کی بجائے میں آٹھ رکعت پڑھتا تھا۔گویا میری ہر نماز دگنی ہوتی تھی۔چونکہ زبان میں روانی نہ تھی۔ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا تھا عشاء کی نماز میں مجھے گھنٹہ بھر لگ جاتا تھا۔پانچ

نمازوں میں تقریباً تین چار گھنٹے صرف ہوجاتے تھے گرمیوں کے دن تھے میں پسینہ سے شرابور ہوجاتا تھا۔ تین چار ماہ مجھے ایسی ہی غلطی لگی رہی۔غرض ایک عرصہ تک میں اپنے مقصد کے لئے اسی طرح دعائیں کرتا رہا۔

اللہ تعالیٰ نے میری دعائیں سن لیں:۔ آخر میرے رب نے میری سنی اوراپنے اس وعدہ کے مطابق کہ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔(16) میری دستگیری فرمائی اوراس صفائی سے میرے مقاصد پورے کئے کہ کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتا تھا۔کہ کبھی ایسا بھی ہوسکتا ہے۔میری ہمشیرہ کی شادی کے لئے ایسا سامان ہوا کہ میری والدہ کو غالباً بھولا ہوا تھا۔یا انہیں علم ہی نہ تھا۔مکان کے ایک حصہ سے دبا ہوا روپیہ مل گیا یعنی برآمدہ میں چولہے کے پاس ایک پردہ کی دیوار بنی ہوئی تھی۔وہ بارش کی شدت میں گرگئی اس دیوار میں سے دفن کیا ہوا کافی روپیہ مل گیا روپیہ بہت کافی تھا۔ہمشیرہ کی شادی نہایت ٹھاٹھ سے ہوئی۔ہمشیرہ کے سسرال کی حیثیت کے مطابق جہیز مہیا کیا گیا۔سب رسم ورواج پورے کئے گئے حتی کہ میرے بھائی نے میری منشاء کے خلاف طوائفوں کا مجرا بھی کروادیا۔

ترقی کا معاملہ ایسے ہوا کہ میں ایک چپڑاسی کی حیثیت سے ملازم ہوا تھا پھر محرر چونگی ہوا۔ہمارے شہر کے چونگی خانہ میں کئی محرر تھے۔ان میں سے ایک منشی عبدالوہاب صاحب خود بھی تھے۔اور کچھ چپڑاسی تھے یہ سب مجھ سے سینئر تھے لیکن جب چونگی خانہ کا داروغہ ترقی پاکر چیف کورٹ کے اہلمد ☆ کی جگہ چلا گیا۔اور داروغہ کی جگہ خالی ہوئی تو جاتے ہوئے وہ میری پرزور سفارش کرگیا کہ میرے بعد کشن لعل داروغہ کا کام بخوبی سنبھال سکتا ہے۔چنانچہ محکمہ مال سے منظوری آگئی۔اور مجھ کو یک لخت داروغہ بنا دیا گیا۔(ان دنوں سپریٹنڈنٹ چونگی کو ریاست پٹیالہ میں داروغہ کہا کرتے تھے)

پھر تیسرا مقصد بھی اس حیرت انگیز طریق پر پورا ہوا کہ اب جب میں حالات پرغور کرتا ہوں کہ میرے جیسا کمزور انسان کہ جو مذہب اور برادری کے بندھنوں میں جکڑا ہوا تھا اور پھر جس کے سامنے ایک غیر مسلم

☆ پنجاب کے ان حصوں میں جو سرکار انگریزی کے ماتحت تھے چونگی خانہ کے ملازم میونسپلٹی کے ماتحت ہوتے تھے مگر ہماری ریاست میں ان دنوں چونگی خانہ کا محکمہ حکومت کے محکمہ مال کے ماتحت ہوتا تھا۔دوسرے محکموں کے ملازم چونگی خانہ میں تبدیل ہوکر آجاتے تھے اور چونگی خانہ کے اہلکار ترقی پاکر دوسرے محکموں میں چلے جاتے تھے۔چونگی کے ملازموں کی ملازمت پنشن والی سمجھی جاتی تھی۔(عبدالرحیم شرؔما)

ریاست کا باشندہ ہونے کی وجہ سے حق کے قبول کرنے کی راہ میں اور بھی بہت سی رکاوٹیں تھیں کیونکر مسلمان ہو گیا۔ اور نہ صرف مسلمان ہوا بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے ہاتھ پر اسلام لانے کی سعادت ملی تو میری روح سجدہ میں گر جاتی ہے۔ میری ہمت ایسی نہ تھی کہ حق کھل جانے کے بعد میں ان تمام رکاوٹوں کا مقابلہ کر سکتا جو میرے راستہ میں حائل تھیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا سراسر فضل تھا کہ اس نے میری رہنمائی فرمائی اور بغیر میری کسی خاص کوشش کے مجھ کو کشاں کشاں اس منبع نور و ہدایت کے آستانہ پر لا ڈالا اور میرے دل میں حق کو قبول کرنے کے لئے ایک غیبی تحریک اور غیر معمولی جوش پیدا کر دیا کہ میں یکدم تمام مخالفتوں اور رکاوٹوں سے بے نیاز ہو کر اسلام لانے کے لئے تیار ہو گیا۔

حضرت کرشن ثانی کے درشن:۔ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ منشی عبدالوہابؓ صاحب اکثر مجھ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کیا کرتے تھے ان کے پاس اخبار الحکم اور بدر آیا کرتے تھے۔ ان میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات اور الہام درج ہوتے۔ وہ اکثر میں پڑھا کرتا تھا۔ منشی عبدالوہابؓ صاحب قادیان آنے لگے تو انہوں نے مجھ سے بھی ذکر کیا۔ میرے دل میں پہلے ہی حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کا شوق پیدا ہو چکا تھا۔ میں بھی ان کے ساتھ قادیان آنے کے لئے تیار ہو گیا۔ چنانچہ میں نے چندروز کی رخصت لی اور ہم حضور کی زیارت کے لئے چل پڑے یہ غالباً ماہ جون یا جولائی ۱۹۰۴ء کا ذکر ہے جمعہ کے روز قریباً گیارہ بجے ہم قادیان پہنچے اور سیدھے مسجد مبارک میں گئے۔ وہاں چند آدمی بیٹھے تھے ان میں ایک نہایت وجیہہ بزرگ تھے۔ منشی صاحب نے ان سے مصافحہ کیا میں نے بھی سلام کیا۔ میں نے خیال کیا کہ غالباً یہی وہ حضرت مسیح موعودؑ ہیں جن کا منشی صاحب ذکر کیا کرتے تھے۔ انہوں نے دریافت کیا کہ آپ کھانا کھا آئے ہیں ہم نے کہا نہیں، ابھی آئے ہیں ۔انہوں نے فرمایا کہ کھانا کھا آؤ اور جمعہ کے لئے تیاری کرو۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ یہ بزرگ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ ہیں کھانا کھانے کے بعد نہانے کے لئے ہم مسجد اقصیٰ چلے گئے اس وقت میرے کانوں میں سونے کی بالیاں تھیں۔ ماسٹر عبدالرحمٰن صاحبؓ نومسلم سابق مہر سنگھ اور پیر محمد یوسف صاحب وہاں موجود تھے انہوں نے اعتراض کیا کہ مرد کو تو سونا پہننا روا نہیں۔ تم نے سونا کانوں میں کیوں ڈالا ہوا ہے میں حیران تھا کہ کیا جواب دوں کہ منشی صاحب آ گئے انہوں نے الگ لے جا کر ان کو سمجھایا غالباً یہ کہا ہوگا کہ یہ ہندو ہے اور اسلام کی طرف راغب ہے وہ مطمئن ہو گئے غسل کر کے ہم مسجد مبارک میں آئے ان دنوں دو جگہ جمعہ ہوتا تھا۔ مسجد مبارک

میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے جمعہ پڑھایا تھا اور مسجد اقصیٰ میں حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ نے۔ ہم نے جمعہ مسجد مبارک میں پڑھا۔ میں کھڑکی کے پاس بیٹھا تھا مجھ کو بتایا گیا تھا کہ یہاں سے حضرت اقدس تشریف لائیں گے مسجد چھوٹی سی تھی ایک صف میں بمشکل چھ یا سات آدمی سما سکتے تھے جب کھڑکی کے راستہ سے حضرت اقدسؑ تشریف لائے میں نے حضورؑ سے مصافحہ کیا اور کپڑوں کو چھوا۔ کپڑوں سے مجھے خوشبو آتی تھی۔ غالباً حضورؑ نے عطر لگایا ہوا تھا۔ حضورؑ کی زیارت سے میرے قلب پر خاص اثر پڑا آپ کو دیکھ کر میں بے تاب ہو گیا۔ اور اسلام کی طرف میری کشش زیادہ ہو گئی۔

خدا کے فضل نے مجھے صحابی بنا دیا:۔ جب میں گھر سے چلا تھا تو میری نیت اسلام قبول کرنے کی نہ تھی صرف حضورؑ کی زیارت مقصود تھی اس شوق میں میں نے یہ سفر اختیار کیا تھا۔ قادیان میں آکر منشی صاحب نے مجھ کو اسلام قبول کرنے کی تحریک نہیں کی بلکہ ان کا مشورہ یہی تھا کہ میں ابھی بیعت نہ کروں۔ غالباً اس کی وجہ یہ تھی کہ ابھی نوعمر تھا۔ اور بعض احباب کا خیال تھا کہ اگر یہ بات نکل گئی کہ حضورؑ نے ایک نوعمر لڑکے کو مسلمان بنالیا ہے تو ہندو کوئی فتنہ کھڑا کر دیں گے۔ اور حضورؑ کو تکلیف ہوگی لیکن حضورؑ کو دیکھ کر مجھ سے نہ رہا گیا۔ مغرب کی نماز کے بعد جب بیعت ہونے لگی تو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو توفیق دے دی۔ اور میں خود بخود بیعت کے لئے آگے بڑھ آیا۔ اس وقت قریباً آٹھ آدمیوں نے بیعت کی میری اس جرأت کو دیکھ کر منشی عبدالوہابؓ صاحب بہت خوش ہوئے اور مجھ کو سینے سے لگا لیا مگر اس وقت انہوں نے فتنہ کے خیال سے مجھ کو یہ ظاہر کرنے نہ دیا کہ میں ہندوؤں سے مسلمان ہوا ہوں۔ اس وقت بیعت کے بعد نام لکھے جاتے تھے میں نے اپنا نام رحیم بخش لکھوایا۔ بعد میں حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے زمانہ میں رحیم بخش کی بجائے عبدالرحیم نام رکھا گیا۔ سات روز ہم قادیان میں رہے۔

اکثر نمازیں ہم مسجد مبارک میں پڑھا کرتے تھے۔ مغرب کی نماز کے بعد حضورؑ شاہ نشین پر رونق افروز ہوتے اور کسی مقدمہ کے متعلق گفتگو ہوتی۔ غالباً کرم دین والا مقدمہ تھا سات روز ٹھہر کر ہم واپس وطن آ گئے۔ آتی دفعہ میں نے حضرت صاحب کی چند کتب خریدیں سرمہ چشم آریہ۔ جنگ مقدس۔ رپورٹ جلسہ مہوتسو (مذاہب عالم) وغیرہ جن کا مطالعہ بعد میں میرے لئے بہت مفید ثابت ہوا۔

حضرت اقدسؑ کی خدمت میں خط:۔ وطن واپس آکر میں نے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں لکھا کہ میں ہندو تھا اور حضورؑ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہوں لیکن ابھی تک اعلانیہ اپنے اسلام کا اظہار نہیں کر سکا۔ ڈرتا ہوں کہ

اگر میں نے اسلام کا اعلان کر دیا تو ہندوقوم ہمارے خاندان کا بائیکاٹ کر دے گی ۔ ہمارا خاندان میرے ساتھ مسلمان تو نہ ہوگا۔مگر یہ ضرور ہوگا کہ میری بہن جس کی حال ہی میں شادی ہوئی ہےاور مجھے بہت عزیز ہے تکلیف میں پڑ جائے گی ۔سسرال والے اس کو ہمارے ہاں چھوڑ جائیں گے۔اوروہ ہندو ہونے کی وجہ سے بہت تکلیف اٹھائے گی ۔ میں نے سب حالات حضورؑ کے سامنے رکھ کراپنے لئے دعا کی درخواست کی جس کا جواب حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ملا کہ حضورؑ نے آپ کے لئے دعا فرمائی ہے۔دعا کے لئے میں حضورؑ کو گاہے بگاہے لکھتا رہتا تھا۔جواب بھی آتا تھا جومنشی عبدالوہابؓ صاحب کی معرفت ہی آتا تھا۔وہ سب خطوط منشی عبدالوہاب صاحبؓ کے پاس ہی تھے۔افسوس کہ وہ ان سے کہیں ضائع ہو گئے ہیں میری بیعت کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد حضرت مولوی صاحبؓ کا وصال ہوگیا۔حضرت اقدسؑ کی زندگی میں مجھے دوبارہ قادیان آنے کا موقع نہیں ملا جس کا مجھے افسوس ہے۔

نماز پڑھتے پکڑا جانا:۔ اسلام لانے کے بعد میں کافی عرصہ تک چھپا رہا۔مگر ایمان ایک ایسی چیز ہے کہ جو چھپانے سے بھی زیادہ عرصہ چھپی نہیں رہ سکتی۔چنانچہ میرے مسلمان ہونے کا علم بھی میرے گھر والوں کو جلد ہو گیا۔ اس طرح کہ رات کی نمازیں جو میں اپنے گھر کی ایک کوٹھڑی میں کواڑ بند کر کے پڑھا کرتا تھا مجھ کو متواتر اس کوٹھڑی میں جاتے دیکھ کر میری بیوی کو شک گزرا اور اسے جستجو ہوئی کہ وہ معلوم کرے کہ میں دروازہ بند کر کے اس کوٹھڑی میں کیا کرتا ہوں۔وہ دروازہ کی درزوں سے دیکھنے کی کوشش کرتی لیکن اندھیرا ہونے کی وجہ سے اس کو دکھائی نہ دیتا ایک روز نماز میں مجھ پر رقت طاری ہوگئی اور میری آواز اس نے باہر سن لی ۔ وہ گھبرا گئی اور میری والدہ سے جا کر ذکر کیا۔میری والدہ نے مکان کی چھت پر چڑھ کر کوٹھڑی کے مگھ سے جھانکا اور مجھ کو رکوع اور سجدہ کرتے دیکھ کر ان کو حیرانی ہوئی چونکہ ان دنوں میرا میل ملاپ مسلمانوں سے بڑھ گیا تھا۔اس لئے والدہ صاحب کو شبہ ہوا کہ کہیں مسلمانوں کا اثر مجھ پر نہ ہو گیا ہو۔جب میں نماز سے فارغ ہو کر باہر آیا تو والدہ صاحبہ نے دریافت کیا کہ تم اندر کیا کر رہے تھے۔میں نے کہا پرمیشور کی عبادت کیا کرتا ہوں انہوں نے کہا ہندو تو اس طرح عبادت نہیں کرتے تم تو نیل گروں کی طرح نماز پڑھ رہے تھے۔ہمارے پڑوس میں مسلمان رنگریز رہتے تھے۔والدہ صاحبہ نے کہیں ان کو نماز پڑھتے دیکھا ہوگا۔ مجھے اقرار کرنا پڑا اور بات کھل گئی ۔والدہ صاحبہ بہت برہم ہوئیں میں نے عرض کیا اماں! میں اسلام کو سچا مذہب سمجھتا ہوں ۔ میں نے اس کو آزمایا ہے ۔ میں اس کو کسی طرح بھی نہیں چھوڑ سکتا۔محض آپ کی

خاطر اپنے ایمان کو چھپایا ہوا تھا۔ اگر آپ ناراض ہوں گی اور مخالفت کریں گی تو میں اعلانیہ طور پر مسلمان ہو جاؤں گا اور گھر چھوڑ کر کہیں چلا جاؤں گا۔ والدہ صاحبہ مرحومہ کو مجھ سے بہت محبت تھی۔ وہ ڈر گئیں کہ میں ان کو چھوڑ کر کہیں چلا نہ جاؤں۔ آخر وہ اس بات پر رضا مند ہوگئیں کہ میں چھپ کر بے شک نماز پڑھ لیا کروں مگر اس بات کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دوں۔ ورنہ انہوں نے فرمایا کہ برادری ہمارا بائیکاٹ کر دے گی۔ غرض اپنے گھر سے تو مجھے ایک گونہ تسلی ہوگئی۔ میں اطمینان سے نمازیں پڑھنے لگا۔ لیکن عام طور پر ہندوؤں کو میرے مسلمان ہونے کا علم نہ تھا اسی اثناء میں میں نے پوشیدہ طور پر منشی عبدالوہاب صاحبؓ سے قرآن شریف بھی پڑھنا شروع کر دیا۔

میرے اسلام کا علم ہنود کو کیونکر ہوا: ۔ گھر کے لوگوں کے علاوہ میرے مسلمان ہونے کا علم سوائے فقیر محمد سپاہی کے جو چونگی میں میرے ساتھ کام کرتا تھا اور بعض احمدیوں کے کسی کو نہ تھا۔ لیکن ان کی غفلت کی وجہ سے آہستہ آہستہ یہ بات نکلنی شروع ہوئی اور ہمارے شہر کے مسلمانوں میں عام طور پر اس کا چرچا ہونے لگا مسلمان مجھ سے تعلق بڑھانے کی کوشش کرنے لگے ہمارے شہر میں زیادہ تر شیعہ فرقہ کے مسلمان تھے وہ مجھے اپنے مذہب کی کتب مطالعہ کے لئے دینے لگے اسی طرح دوسرے فرقہ کے مسلمان بھی بعض کتب پڑھنے کے لئے دے جاتے ایک دن ایک صاحب ایک رسالہ مجھ کو دے گئے اس میں لکھا تھا کہ جو مسلمان دیدہ دانستہ ایک جمعہ جماعت کے ساتھ نہیں پڑھتا اس کا چوتھا حصہ ایمان کا جاتا رہتا ہے اور اگر وہ دو جمعے نہیں پڑھتا تو نصف ایمان ضائع ہو جاتا ہے اور اگر تین جمعے نہیں پڑھتا تو اس کا دو تہائی ایمان چلا جاتا ہے۔ اور اگر چار جمعے نہیں پڑھتا تو وہ بالکل بے ایمان ہو جاتا ہے۔ یہ پڑھ کر میرے دل میں خوف پیدا ہوا کہ میں مسلمان ہو کر پھر جمعہ مسجد میں جا کر نہیں پڑھتا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ آئندہ جمعہ کے لئے مسجد میں جایا کروں گا۔ احمدیہ مسجد ہمارے قصبہ میں باہر کی طرف تھی جمعہ کے روز میں اپنے دفتر سے ایک کمبل اوڑھ کر قصبہ کے باہر مسجد میں چلا گیا۔ منشی عبدالوہاب صاحب خطبہ پڑھ رہے تھے میں جا کر بیٹھ گیا۔ اتفاق کی بات ہے کہ جب میں مسجد میں داخل ہو رہا تھا۔ تو ایک ہندو نوجوان راجہ رام جو ہمارے قصبہ میں عطاری کی دکان کرتا تھا۔ پانی بھرنے کے لئے مسجد کے سامنے والے کنویں پر آیا۔ وہ کنواں آدھا مسجد کے صحن میں تھا۔ اور آدھا مسجد کے باہر جب اس نے مجھ کو مسجد میں داخل ہوتے دیکھ لیا۔ شک رفع کرنے کے لئے اس

نمونہ = مسجد | صحن | (کنواں)

نے مسجد میں دو تین بار جھانک کر دیکھا جب اس کو یقین ہو گیا کہ میں ہی ہوں۔ اور پھر اس نے نماز پڑھتے بھی مجھ کو

دیکھ لیا تو وہ دوڑا دوڑا بازار میں آیا اور شور مچا دیا کہ میں نے کشن لعل داروغہ چونگی کو مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ لوگوں میں جوش پیدا ہو گیا۔ اتفاق سے اس وقت ایک برہمن جو ہماری برادری کا بزرگ تھا۔ اور مالدار بھی تھا۔ قصبہ میں اس کا بڑا اثر و رسوخ تھا۔ ادھر آنکلا۔ اس نے ڈانٹ ڈپٹ کر سب کو چپ کرا دیا۔ اور کہا کہ اس طرح ہنگامہ کھڑا کرنے سے لڑکا ضد میں آکر ہاتھ سے نکل جائے گا۔ تم خاموش ہو جاؤ۔ ہم اسے سمجھاتے ہیں شام کو جب میں گھر آیا تو ہماری برادری کے برہمن میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہم نے سنا ہے کہ تم مسلمانوں کے ساتھ نمازیں پڑھتے ہو۔ میں نے کہا ہاں یہ درست ہے میں نے آج جمعہ کی نماز پڑھی ہے۔ وہ نہایت نرمی سے پیش آئے اور کہنے لگے کہ کوئی بات نہیں اس عمر میں انسان سے اکثر غلطیاں ہو جایا کرتی ہیں۔ ہم تمہارے پاس اس واسطے آئے ہیں کہ اگر اپنے مذہب کے متعلق کسی کے بہکانے سے تمہارے دل میں کوئی وسوسہ پیدا ہو گیا ہے تو بتاؤ ہم رفع کر دیں گے۔ میں نے مورتی پوجا اور تناسخ کے متعلق جو مجھے اعتراض تھے ان پر ظاہر کئے وہ میری تشفی نہ کر سکے۔ ایک عرصہ تک ان سے بحث مباحثہ ہوتا رہا۔ آخر وہ مایوس ہو گئے۔ ان دنوں اگرچہ سناتن دھرمیوں اور آریا سماجیوں کی آپس میں بہت مخالفت تھی لیکن مجھ کو مسلمان ہوتے دیکھ کر انہوں نے بعض آریوں کو کہا کہ ہم تو کشن لعل کو سمجھا نہیں سکے تم جا کر سمجھاؤ۔ ان میں سے دو شخصوں نے (جن میں سے ایک کا نام لالہ بالک رام اور دوسرے کا نام کرپال سنگھ تھا اور ان کے ساتھ اور لوگ بھی تھے) جو ہمارے قصبہ میں سرکاری ملازم تھے۔ اور مذہبی بحث میں اپنے آپ کو بہت چاتر سمجھتے تھے۔ کہا کہ کشن لعل داروغہ بھلا کہاں کا مناظر آ گیا ہے۔ جس کے سوالوں کا جواب نہیں دیا جا سکتا۔ ہم ابھی اس کو ٹھیک کر دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ رات کو میرے پاس آئے باقی ہندو چھپ کر اردگرد کے مکانوں کی چھتوں پر ہماری گفتگو سننے لگے۔ منشی عبدالوہابؓ صاحب نے مجھ کو بتایا کہ ان کو بھی ایک شخص نے آکر یہ اطلاع کر دی تھی کہ ہندوؤں نے بعض آریوں کو بحث کے لئے کشن لعل کے پاس بھیجا ہے۔ چنانچہ وہ بھی ایک مسلمان کے مکان پر جو ہمارا پڑوسی تھا آ گئے تا دیکھیں کہ کیا ہوتا ہے۔ میں اس وقت تک حضرت مسیح موعودؑ کی کتابیں سرمہ چشم آریہ اور چشمۂ معرفت پڑھ چکا تھا۔ دو دن کی بحث میں خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ عاجز گئے۔ منشی صاحب نے مجھ کو بتایا کہ فاصلہ پر ہونے کی وجہ سے وہ خود تو بحث نہ سن پاتے تھے لیکن جب بحث ختم ہوتی تو گلی میں چلتے ہوئے ہندو یہ افسوس کرتے جاتے تھے کہ لڑکا ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ اس کی باتوں کا کوئی بھی جواب نہیں دے سکتا۔ جس سے مجھ کو اطمینان ہو جاتا تھا کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے کامیابی ہوئی ہے۔ غرض ہندو جب دلائل سے بات کرنے میں عاجز آ گئے تو ایک دن ہماری برادری کے بڑے بوڑھے اکٹھے ہو کر میرے پاس آئے اور مجھ کو

سمجھانے لگے کہ اگر تم نماز نہیں چھوڑ سکتے تو بے شک پڑھو ہم تم کو منع نہیں کرتے لیکن مسجد میں جا کر نماز پڑھنے سے احتیاط کرو۔اور اسلام کا اظہار نہ کرو میری والدہ صاحبہ کے ذریعہ بھی مجھ پر وہ یہی زور ڈالتے۔ وہ رو رو کر نصیحت کرتیں کہ بیٹا تم اپنے گھر میں جو مرضی ہے کرو مگر باہر نمازیں پڑھکر ہمیں بدنام نہ کرو میری بیوی کو بھی یہ لوگ ورغلاتے۔ اور کہتے کہ دیکھو تم کشن لعل کو دھرم پر قائم رکھ سکتی ہو۔ اگر تم نے کمزوری دکھائی اوراس کا ساتھ دیا تو وہ ہاتھ سے نکل جائے گا غرض میں نے ان سب کے زور دینے پر منظور کرلیا کہ میں اسلام کا اعلانیہ اظہار نہیں کروں گا۔ ادھر پنڈتوں نے میری خاطر با قاعدہ کتھا کرنے کا انتظام کیا۔ ہماری برادری کے بزرگ بڑے اہتمام کے ساتھ مجھ کو بلا کر لے جاتے حتیٰ کہ انہوں نے مجھ کو اپنی سبھا کا سیکرٹری بھی بنا دیا۔اور میری کڑی نگرانی کرنے لگے۔ تا کہ میری مصاحبت مسلمانوں کے ساتھ نہ ہو۔ غرض میں ایک آفت میں پڑ گیا۔

ہردوار کی یاترا :۔ ہندو وہمی تو ہوتے ہی ہیں۔ پوتر اپوتر کا ان کو بڑا خیال ہوتا ہے چونکہ میں مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھ چکا تھا منشی صاحب کے ساتھ مل کر کھانا بھی کئی بار کھایا تھا اس لئے ان کو خیال گذرا کہ اس کو گنگا جی کا اشنان کروانا چاہئے تا کہ شُدھ ہو جائے۔ چنانچہ ایک دن موقع پا کر انہوں نے مجھ کو کہا کہ تم ہردوار جا کر اشنان کر آؤ وہاں کئی دھرماتمار ہتے ہیں۔ ان سے مل کر تم کو فائدہ ہوگا میں نے کہا بہت اچھا موقع نکال کر اشنان کر آؤں گا۔ اس خیال سے کہ شاید میں کسی بہانہ سے اس تجویز کو ٹلا نہ دوں انہوں نے میرے لئے خرچ بھی مہیا کر دیا اور مصر ہوئے کہ میں جلد چلا جاؤں۔ میں سخت گھبرایا۔ منشی صاحب سے مشورہ کیا کہ کیا کیا جائے۔ میں مسلمان ہوں۔ ہردوار کیسے جاؤں؟ انہوں نے کہ کیا حرج ہے تم اشنان کر آؤ گنگا بھی دوسرے دریاؤں کی طرح ایک دریا ہے اس میں نہانے سے تمہارا اسلام تو نہ دھل جائے گا۔ چنانچہ میں ان کے مشورہ کے مطابق ہردوار کو روانہ ہو گیا۔ ہمارے شہر کے برہمنوں نے وہاں کے جان پہچان والے بعض برہمنوں کے نام چٹھیاں لکھ دیں کہ کشن لعل آ رہا ہے۔ یہ دھرم سے برگشتہ ہے اسے سمجھاؤ۔ ہردوار جاتے ہوئے راستہ میں میری مصاحبت لدھیانہ کے بعض ہندوؤں سے ہو گئی۔ وہ بھی ہردوار یاترا کے لئے جا رہے تھے لکسر کے سٹیشن پر گاڑی بدلنا تھی صبح کی نماز کا وقت تھا۔ ہماری گاڑی کے آنے میں تھوڑی دیر تھی مجھ کو نماز پڑھنے کی فکر ہوئی لیکن اپنے ہم سفروں کے سامنے جو مجھ کو ہندو خیال کرتے تھے میں نماز نہیں پڑھ سکتا تھا۔ میں اپنا سامان ان کے سپرد کر کے خود اسٹیشن کے باہر چلا گیا تا کہ نماز پڑھوں پانی کی تلاش میں

دور نکل گیا۔ایک جگہ جوہڑ تھا۔ وہاں میں نے وضو کیا اور نماز نیت دی اتنے میں گاڑی آ گئی میں شش و پنج میں پڑ گیا کہ کیا کروں۔گاڑی تھوڑی دیر ٹھہرتی تھی نماز ہلکی پڑھتے بھی دل ڈرتا تھا کہ شاید گناہ کی بات نہ ہو۔اور توڑ بھی نہیں سکتا تھا میرے پاس جس قدر نقدی تھی وہ اسباب کے ساتھ تھی۔اس لئے فکر لاحق تھا کہ اگر گاڑی چھوٹ گئی اور میرے ساتھی اس میں سوار ہوکر ہردوار چلے گئے تو اس موقع پر جبکہ ہزاروں آدمی یاترا کے لئے وہاں آئے ہوئے ہیں ان کو کس طرح ڈھونڈونگا نماز ختم کر کے میں اسٹیشن پر پہنچا تو گاڑی چل پڑی میں نے دوڑ کر چڑھنے کی کوشش کی۔خدا کی قدرت! جس دروازہ کو میں لپک کر پکڑتا وہ نہ کھلتا یکے بعد دیگرے گاڑی کے پانچ چھ ڈبے گذر گئے مگر مجھے کامیابی نہ ہوئی اچانک ایک دروازہ پر جو میں نے ہاتھ ڈالا تو کھل گیا جونہی میں اندر گیا ایک کونے سے آوازیں اُٹھیں۔''وہ آ گیا کشن لعل وہ آ گیا ادھر آؤ ہم تمہارا انتظار کرتے تھے'' دیکھا تو میرے ہمسفر تھے جن کے پاس میرا اسباب تھا میں نے خدا کا شکر کیا اگر میں رہ جاتا تو ان کا تلاش کرنا مشکل ہو جاتا اور مجھ کو سفر میں خرچ نہ ہونے کی وجہ سے تکلیف اٹھانی پڑتی۔یہ بات اگرچہ بظاہر معمولی معلوم ہوتی ہے مگر اس وقت خدا تعالیٰ کی اس تائید کا میرے دل پر بڑا اثر ہوا۔

ہردوار کے مختصر حالات:۔ ہردوار میں جو برہمن ہیں وہ تیرتھ پروہت کہلاتے ہیں۔یہ پروہتی ان کو کسی لیاقت کی بناء پر نہیں ملتی بلکہ موروثی ہوتی ہے نسلاً بعد نسلٍ یہ لوگ گرو بنتے چلے آتے ہیں اور ججمان یعنی مرید بھی ان کے موروثی ہوتے ہیں۔ہندوؤں میں چار ورن ہیں برہمن، کھشتری، ویش اور شودر۔آخری ورن یعنی شودروں کو چھوڑ کر باقی تین ورن یاترا کیلئے ہردوار جا سکتے ہیں ان تینوں ورنوں میں پھر آگے کئی گوتیں ہیں ہر ایک گوت کے علیٰحدہ علیحدہ پروہت ہوتے ہیں۔جس طرح موروثی ترکہ تقسیم ہوتا ہے اسی طرح پروہت کے خاندان کے کل افراد میں نسلاً بعد نسلٍ پروہتی علاقہ وار تقسیم ہوتی چلی جاتی ہے گویا ان میں سے ہر شخص علیٰحدہ علیٰحدہ اپنے اپنے علاقہ کے مخصوص گوت والے ہندوؤں کا پروہت بن جاتا ہے۔جب میں ہردوار پہنچا تو اسٹیشن پر میں نے دیکھا کہ بے شمار پروہت اور ان کے ایجنٹ ہاتھوں میں بڑی بڑی بہیاں اٹھائے ادھر ادھر گھومتے پھرتے ہیں اور ہر ایک سے پوچھتے ہیں کہ کون گوت مہاراج؟ کون گوت مہاراج؟ اور ان میں سے اپنے ججمانوں کو ڈھونڈ نکالتے ہیں میرے پروہت نے بھی جلد ہی مجھ کو ڈھونڈ لیا۔اور اپنے ہمراہ اپنی حویلی میں لے آیا۔یہ صاحب ضلع لدھیانہ۔انبالہ اور ریاست پٹیالہ وغیرہ کے سارسوت گوت والے برہمنوں کے پروہت تھے اس جگہ پہنچ کر میں نے حسب توفیق گرو مہاراج کی

خدمت میں نذر پیش کی وہ خوش ہوئے دعا دی۔ ہمارے قصبہ کے لوگوں کے حالات پوچھے یہاں کے پروہت شجرہ نسب محفوظ رکھنے میں کمال رکھتے ہیں۔ بڑی بڑی بہیاں بنائی ہوئی ہیں اور صدیوں سے نسلاً بعد نسلٍ اپنے ججمانوں کا شجرہ لکھتے آتے ہیں۔ طریق یہ ہے کہ جب کوئی ججمان یاترا یا کسی فوت شدہ رشتہ دار کے پھول چڑھانے کے لئے ہردوار آتا ہے اس سے اس کے خاندان اور قصبہ کے دوسرے جان پہچان والے لوگوں کے ہاں کی پیدائش اور اموات کے حالات دریافت کر کے بہی میں درج کرتے رہتے ہیں اس طرح پشتہا پشت کے ججمانوں کا ٹھیک ٹھیک شجرہ نسب محفوظ چلا آتا ہے پروہت جی نے ہمارے خاندان کا شجرہ مجھ کو سنایا اور مجھ سے پوچھ کر بعض ایزادیاں کیں۔

سب سے بڑی دقت مجھ کو وہاں نماز پڑھنے کے لئے اُٹھانی پڑی۔ ہندوؤں کے سامنے میں نماز نہ پڑھ سکتا تھا۔ میں تین چار کوس دور نکل جاتا اور جوالا پور کے پاس جنگل میں چھپ کر نمازیں پڑھتا۔ ہردوار کی سیر کا مجھ کو خوب موقع مل گیا گروکل کانگڑی بھی گیا جہاں آریوں کا مذہبی سکول ہے اور گنگا جی کا اشنان بھی کیا۔ اور خوب کیا گنگا جی میں اتنی کرامت کہاں تھی کہ وہ اسلامی رنگ جو حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ میں ہاتھ دینے سے چڑھ چکا تھا۔ ڈھل جاتا۔ جتنا اشنان کیا اتنا ہی وہ اور چمکا اور روشن ہوا اور ہندو مذہب سے بیزاری بڑھتی گئی۔ گنگا کے بیچ میں مندر ہے اس کے قریب ہی گنگا کے پانی کی سطح تک سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ ان پوڑیوں میں سے ھر کی پوڑی بھی مشہور ہے ان سیڑھیوں سے اتر کر مرد عورتیں مندر کے گرد اشنان کرتی ہیں۔ گنگا کے اس مقام کو زیادہ متبرک سمجھا جاتا ہے عورتیں پتلا کپڑا یا چادر لپیٹ کر نہاتی ہیں پانی سے بھیگے ہوئے کپڑوں میں عورتوں کا تمام جسم عریاں نظر آتا ہے۔ صبح جب میں گنگا کے کنارہ پر جاتا تو عجیب سماں ہوتا علی الصبح سورج کی کرنیں پانی پر پڑتی ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گنگا مائی اپنے پتروں کی عقل پر ہنستی ہے کہ مخدوم پجاری بنتا ہے اور خادم پجتا ہے چندروز ہردوار میں ٹھہرا۔ پھر وطن لوٹ آیا۔ اور سیدھا منشی عبدالوہاب صاحبؓ کے گھر گیا۔ ان کو سارا ماجرا کہہ سنایا ان کی موحدانہ باتیں سنیں کلفت دور ہوئی اور گھر گیا۔ سب خوش ہوئے اور ہردوار کی باتیں پوچھنے لگے۔ انہوں نے شکر کیا کہ شدھ ہو آیا میں نے بھی شکر کیا کہ واقعی شدھ ہو آیا ہوں۔ اگر کوئی رگ شرک کی ابھی باقی تھی تو وہ بھی کٹ گئی اور ہندو دھرم سے بالکل بیزاری ہوگئی۔

اسلام کا اعلان:۔ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کا وصال ہوگیا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کی خلافت کے ابتدائی

ایام تھے۔دن اسی طرح گذر رہے تھے چھپ کر نمازیں پڑھتا تھا۔اعلانیہ اسلام کا اظہار نہ کیا تھا۔دل میں سخت کڑھتا تھا لیکن کچھ کر نہ سکتا تھا۔اللہ تعالیٰ کو مجھے اس حالت میں رکھنا منظور نہ تھا۔ایک دن شام کو جب میں دفتر سے گھر آنے لگا تو راستہ میں میری حالت سخت خراب ہوگئی اور مجھ میں چلنے کی سکت باقی نہ رہی۔بڑی مشکل سے گھر آیا اور چارپائی پر آ کر گر گیا۔میری والدہ سخت گھبرا گئیں بھائی کو بلایا انہوں نے نبض دیکھی اور فکر مند ہوئے۔ ڈاکٹر کو بلانے چلے گئے۔ میں نے بھی اپنی نبض دیکھنے کی کوشش کی مگر گھبراہٹ میں مجھے نبض نہ ملی اس وقت مجھ کو خیال آیا کہ میں دل سے مسلمان ہوں۔لیکن میں نے اپنے اسلام کا اعلانیہ اظہار نہیں کیا۔اگر مر گیا تو ہندو مجھ کو جلا دیں گے اور میری لاش مسلمانوں کو نہ دیں گے۔خدا تعالیٰ کے حضور جا کر اس کوتاہی پر مجھ سے باز پرس ہوگی۔ اس خیال سے میری طبیعت میں سخت بے چینی پیدا ہوئی۔میرے دل میں تحریک ہوئی کہ میں اپنے مولیٰ کے حضور دعا کروں کہ مجھے اتنی مہلت مل جائے کہ میں اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کردوں۔اسلامی مسائل سے مجھ کو زیادہ واقفیت نہ تھی میں سمجھتا تھا کہ دعا صرف نماز میں ہی ہوسکتی ہے۔اور چونکہ میں نے کبھی کسی کو چارپائی پر نماز پڑھتے نہیں دیکھا تھا اس لئے میں اس وقت یہ خیال کرتا تھا کہ چارپائی پر نماز نہیں ہوسکتی اتنی مجھ میں سکت نہ تھی کہ اُٹھ سکتا بڑی مشکل سے میں نے اپنے آپ کو چارپائی سے نیچے گرایا اور زمین پر لیٹ کر نماز پڑھنی شروع کر دی کہ الٰہی اگر میری موت ہی مقدر ہے تو مجھ کو اتنی مہلت دے کہ میں اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دوں۔نماز میں ہی میری حالت سنبھلنے لگی۔

بھائی صاحب ڈاکٹر صاحب کو لینے گئے ہوئے تھے۔ڈاکٹر صاحب کے آنے میں کچھ دیر ہوگئی۔جب میں نماز سے فارغ ہوا تو میرے بھائی صاحب ڈاکٹر بابو تانی رام کو ہمراہ لے کر آئے تانی رام باقاعدہ ڈاکٹر نہ تھے ایک قسم کے کمپاؤنڈر تھے لیکن قصبہ میں مشہور اور شہرت یافتہ تھے اور ہمارے قصبہ میں پریکٹس کرتے تھے۔انہوں نے ملاحظہ کر کے بتلایا کہ اس کو بند ہیضہ ہوگیا ہے واللہ اعلم کیا مرض تھا۔اور تسلی دی کہ اب فکر کرنے کی بات نہیں ہے حالت اچھی ہو رہی ہے۔غرض وہ تو یہ کہہ کر چلے گئے ادھر خدا تعالیٰ نے مجھ پر فضل کیا کہ لحظہ بہ لحظہ روبصحت ہونے لگا۔دو چار روز میں کمزوری جاتی رہی اور میں بالکل تندرست ہوگیا۔دراصل میرے مولیٰ کریم کو پسند نہ تھا کہ میں اسلام کو دل سے قبول کر کے پھر اپنی فطری کمزوری کی وجہ سے چھپا رہتا۔اس نے اس موقع پر میری دستگیری فرمائی۔ اور ایک ٹھوکر لگا کر میری آنکھیں کھول دیں۔اور مجھ کو مجبور کیا کہ میں اعلانیہ مسلمان بنوں۔ ۔تندرست ہو کر میں سوچ میں پڑ گیا کہ میں کیونکر اسلام کا اعلان کروں۔غیر مسلم ریاست تھی۔ان دنوں وہاں

مذہبی آزادی نہ تھی پھر بال بچے دار بھی ہوگیا تھا۔ بیوی ساتھ نہ دیتی تھی۔ ملازمت سے برطرف ہونے اور جدی جائیداد سے محروم ہونے کا خوف بھی دامنگیر تھا۔ جب اس بارہ میں سوچتا تو یہ سب موانع بھیانک شکل بنا کر میرے سامنے آتے دماغ کہتا اپنے انجام کو سوچ۔ لاوارثوں کی طرح کہاں مارا مارا پھرے گا۔ اور مجھ کو اس ارادہ سے باز رکھنے کی کوشش کرتا۔ مگر میں خدا تعالیٰ سے عہد کر چکا تھا کہ اب میں اسلام کا اعلان ضرور کروں گا۔ جانتا تھا کہ زندگی ختم تھی یہ مہلت مانگ کر لی ہوئی ہے اب غفلت کی اور بد عہدی ہوئی تو خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہوگی۔ اسی کشمکش میں تھا کہ خیال آیا۔ سب حالات حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کو لکھ دوں۔ اور وہاں سے جو ارشاد ہو اس کے مطابق عمل کروں۔ چنانچہ ایک مفصل خط حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی خدمت میں لکھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تھا۔ لیکن ابھی تک اعلانیہ طور پر اظہار اسلام کی توفیق نہیں ملی۔ بال بچے بھی ہیں۔ اور ملازم بھی ہوں اور بہت سے موانع درپیش ہیں جن کی وجہ سے رکا ہوا ہوں چاہتا ہوں کہ اب اسلام کا اعلان کردوں۔ حضور نے لکھا کچھ دیر توقف کرو۔ ہندو عورتیں عموماً وفادار ہوتی ہیں اپنی اہلیہ کو تبلیغ کرو اور اس کو بھی اپنے ساتھ لانے کی کوشش کرو۔ اس ارشاد کی تعمیل میں کچھ عرصہ اور رکا رہا۔ اپنی بیوی کو اسلام قبول کرنے کے لئے رضامند کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ مگر میری والدہ اور خاندان کے دوسرے لوگ اسے ورغلا لیتے اور کہتے کہ کشن لعل محض تمہاری خاطر رکا ہوا ہے۔ اگر تم نے کمزوری دکھائی اور اس کا ساتھ دیا تو وہ مسلمان ہو جائے گا۔ میں نے سوچا اس ماحول میں رہتے ہوئے اس کا مسلمان ہونا مشکل ہے۔ کسی طرح اس کو ان سے الگ کرنا چاہئے۔ چنانچہ میں اس کوشش میں کامیاب ہوگیا۔ اور ایک دوسرے مکان میں اپنی بیوی بچوں کو لے کر الگ ہوگیا۔ وہاں جا کر وہ مسلمان ہونے کے لئے آمادہ ہوگئی۔ چنانچہ ایک تاریخ مقرر کی گئی کہ اس دن چند روز کی رخصت لے کر قادیان جائیں گے اور مشرف بہ اسلام ہوں گے لیکن بعد میں نہ معلوم کیا ہوا۔ اس نے پھر کمزوری دکھائی ادھر مجھ سے قادیان چلنے کا وعدہ کیا دوسری طرف پوشیدہ طور پر اپنے والد کو پیغام بھجوا دیا کہ فلاں دن کشن لعل مسلمان ہونے کے لئے قادیان جائے گا۔ اور مجھ کو بھی ہمراہ لے جانا چاہتا ہے اگر اس کو بچانا ہے تو آ جاؤ جس صبح ہم نے قادیان کے لئے روانہ ہونا تھا اس سے قبل کی شام کو میرے خسر جو کہ ایک دوسرے قصبہ میں رہتے تھے جو بارہ میل کے فاصلہ پر تھا۔ ناگہاں آ گئے جس وقت وہ ہمارے مکان میں داخل ہوئے میں نے دیکھا کہ وہ ہانپ رہے تھے اور ان کے گھٹنے لرزتے تھے شاید غصہ اور رنج کی وجہ سے ان کی یہ حالت تھی۔ میں ان کی حالت دیکھ کر سمجھ گیا کہ خیر نہیں ان

کوضرور کسی نہ کسی طرح ہمارے عندیہ سے آگاہی ہوگئی ہے انہوں نے مجھ سے کلام نہیں کی۔ اور سیدھے اندر چلے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ انہوں نے میرے لڑکے کو اٹھایا ہوا ہے اور میری بیوی کو ساتھ لے کر جا رہے ہیں۔ میں نے اپنی بیوی سے پوچھا کہاں چلی ہو۔ اس نے کہا کہ میں مسلمان نہیں ہوسکتی جس دھرم میں میرے والد صاحب رہیں گے اسی میں میں رہوں گی میں اپنے والدین کو نہیں چھوڑ سکتی یہ کہہ کر وہ چلی گئی مجھ کو اس کی اس حرکت سے بہت صدمہ ہوا۔ دل میں کہا اے عورت میں تیری خاطر رکا ہوا تھا جب تو نے ساتھ دینے سے انکار کر دیا تو اب مزید توقف کی ضرورت نہیں۔ میں نے اسی وقت تین چار قلمی اشتہار لکھے ان میں لکھا کہ میں اپنی خوشی سے اسلام قبول کرتا ہوں آج سے کوئی شخص مجھے ہندو نہ سمجھے لیٹی بنائی اور رات کو گیارہ بارہ بجے کے قریب جبکہ کاروبار بند ہو جاتے ہیں اور بازاروں میں آمدورفت نہیں رہتی شہر کی مختلف جگہوں پر جا کر اشتہاروں کو چسپاں کر آیا۔

صبح ہوئی تو یہ خبر شہر میں آناً فاناً پھیل گئی کہ کشن لعل داروغہ مسلمان ہوگیا ہے۔ ہندو مجھ کو تو کچھ کہہ نہ سکے کیونکہ ان دنوں داروغہ چونگی کو بہت کچھ اختیارات ہوتے تھے وہ چاہتا تو تاجروں کو کافی تنگ کر سکتا تھا۔ ان دنوں قانون ایسے تھے کہ باوجود چونگی میں محصول ادا کر دینے کے دوکاندار مال کو اس وقت تک کھول نہیں سکتے تھے جب تک داروغہ چونگی خود یا اس کا کوئی نمائندہ آ کر تصدیق نہ کر دیتا تھا کہ مال کے مطابق محصول ادا کیا گیا ہے اور اگر کوئی دکاندار داروغہ کی تصدیق سے قبل مال کھول دیتا تھا تو وہ مستوجب سزا اور جرمانہ ہوتا تھا۔ اور داروغہ چونگی کو یہ اختیار ہوتا تھا کہ اگر کوئی شخص بغیر محصول چونگی ادا کئے شہر میں داخل ہو جائے تو وہ چہار چند تک محصول چونگی وصول کر لے۔ ہمارے قصبہ میں اکثر ہندو تاجر پیشہ تھے اس لئے ان کو مجھ سے کچھ دبنا پڑتا تھا۔ براہ راست تو وہ مجھ کو تکلیف نہیں پہنچا سکتے تھے لیکن میری والدہ صاحبہ اور دوسرے رشتہ داروں کو اسی طرح بعض غریب احمدیوں کو انہوں نے تنگ کرنا شروع کر دیا ہماری برادری نے فوراً میری والدہ صاحبہ اور میرے بھائی صاحب کا بائیکاٹ کر دیا کیونکہ میرے خسر نے برادری کی پنچایت میں میری والدہ صاحبہ پر یہ الزام لگایا کہ ان کے ایماء اور مدد سے کشن لعل میری لڑکی کو مسلمان کرنے لگا تھا۔ اگر میری والدہ مخالفت کرتیں اور کشن لعل کو علیحدہ نہ ہونے دیتیں تو وہ مسلمان نہیں ہوسکتا تھا۔ غرض ایک عرصہ تک ہماری برادری نے والدہ صاحبہ اور ہمارے خاندان کا بائیکاٹ رکھا۔ آخر بعض لوگوں کی سفارش سے بڑی مشکل سے ہمارے خاندان کو معافی ملی اور اس شرط پر ان کو برادری میں داخل

کیا گیا کہ وہ سب مجھ سے قطع تعلق رکھیں گے میری والدہ کو مجبوراً یہ شرط ماننا پڑی برادری کے ڈر سے نہ میں ہی والدہ صاحبہ کو مل سکتا تھا۔اور نہ میری والدہ مجھ سے مل سکتی تھیں ۔ میری والدہ صاحبہ کو مجھ سے بے حد محبت تھی ۔ وہ میری جدائی کو برداشت نہ کر سکتی تھیں اور روتی رہتی تھیں شام کو دفتر بند کر کے جب میں مسلمانوں کے ہمراہ احمدیہ مسجد کو جاتا اور اپنے محلّہ کے پاس سے گذرتا میری والدہ مجھ کو دیکھنے کے لئے بازار کے ایک طرف کھڑی ہو جاتیں ۔ یہ نظارہ بہت تکلیف دہ ہوتا جب میں ادھر سے گذرتا تو اپنی والدہ کو روتے ہوئے پاتا۔ اکثر تو روتے روتے ان کی گھگی بندھ جاتی۔اور دور تک ان کے رونے کی آواز سنائی دیتی مجھ کو بہت تکلیف ہوتی ۔مگر برادری کے ڈر سے ہم نہ مل سکتے تھے ایک عرصہ اسی طرح ہوتا رہا۔ والدہ صاحبہ کی حالت دن بدن خراب ہونے لگی مجھ سے یہ برداشت نہ ہو سکا میں نے سوچا کہ کسی طرح والدہ صاحبہ سے ملاقات کر کے ان کی دلجوئی کرنی چاہیئے ۔ ہمارے پڑوس میں کچھ گھر مسلمان نیل گروں کے تھے میں نے ایک مسلمان عورت کی وساطت سے والدہ صاحبہ کو کہلا بھیجا کہ میں رات کو فلاں مسلمان کے مکان پر آؤں گا آپ بھی چھپ کر آجائیں وہاں ہم مل لیں گے ۔ والدہ صاحبہ تو پہلے ہی بیقرار تھیں انہوں نے رضا مندی کا اظہار کر دیا۔ کافی رات گذرے میں وہاں گیا۔ والدہ صاحبہ بھی چھپ کر آ گئیں ۔ بہت دیر تک باتیں ہوتی رہیں ۔اور اس طرح ہماری ملاقات ہونے لگی ۔

جن دنوں میں نے اسلام کا اعلان کیا اس وقت مہاراجہ پٹیالہ ابھی کمسن تھے۔ اور کونسل آف ایجنسی کا زمانہ تھا ۔ ریاست میں مذہبی آزادی نہ تھی اگر کوئی سرکاری ملازم مذہب تبدیل کر کے مسلمان ہو جاتا تو اس کو ملازمت سے برطرف کر دیا جاتا تھا۔ چنانچہ ہندو میری برطرفی کے منتظر تھے لیکن خدا تعالیٰ کا ایسا تصرف ہوا کہ جب میں نے اس امر کی رپورٹ افسران کو کی کہ میں نے برضاء رغبت اسلام قبول کر لیا ہے اس لئے کاغذات سرکاری اور سروس بک میں میرا نام کشن لعل کی بجائے عبدالرحیم درج کر لیا جائے ۔ان دنوں ہمارے شہر میں ہندو تحصیلدار کی بجائے ایک مسلمان تحصیلدار غلام محی الدین خان تبدیل ہو کر آ گئے تھے ۔اسی طرح ضلع میں بھی ہندو ناظم (یعنی ڈپٹی کمشنر) کی جگہ مسلمان ناظم عبدالحمید خان صاحب آ گئے تھے ۔ تبدیلی مذہب کے متعلق ایکشن لینا ناظم صاحب اور دیوان صاحب (یعنی کمشنر) کے اختیار میں تھا یعنی ناظم صاحب کی سفارش پر دیوان صاحب ملازمت سے برطرف کر سکتے تھے ۔لیکن ہوا یہ کہ جونہی میری درخواست تحصیلدار صاحب کی طرف سے ناظم صاحب کی خدمت میں بھجوائی گئی ۔انہوں نے دیوان صاحب کی خدمت میں رپورٹ کرنے کی بجائے میرے نام کی تبدیلی کے لئے

براہ راست اکاؤنٹنٹ جنرل کے دفتر میں رپورٹ بھیج دی ۔ اکاؤنٹنٹ جنرل ان دنوں ایک انگریز مسٹر بڈلف صاحب ہوا کرتے تھے ان کو اس بات سے کوئی سرو کار نہ تھی کہ کون ہندو ہوتا ہے اور مسلمان ۔ انہوں نے کاغذات میں میرا نام تبدیل کر کے عبدالرحیم درج کرادیا ۔ چنانچہ عبدالرحیم کے نام سے تنخواہ برآمد ہونے لگی ادھر ناظم صاحب نے اپنے دفتر میں حکم دے دیا کہ سروس بک میں میرا نام درج کر دیا جائے

ایک ابتلاء اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے دستگیری:۔ چونگی خانہ کے ایک کمرہ میں میں رہتا تھا سردیوں کے دن تھے ۔ ایک دفعہ میں بیمار ہو گیا ۔ سخت تیز بخار تھا ۔ میں اکیلا پڑا گھبرا گیا ۔ دل میں شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ مسلمان ہو کر تم نے کیا لیا؟ بیمار پڑے ہو پاس کوئی پانی دینے والا بھی نہیں ۔ بہن بھائی ۔ والدہ بیوی ۔ بچے سب ہی ہیں ۔ لیکن کوئی تمہارے منہ نہیں لگتا ۔ کیا ہندو رہ کر تم خدا کی عبادت نہیں کر سکتے تھے ۔ بت پوجا بے شک نہ کرتے مگر رام اور رحیم میں تو کوئی فرق نہیں ۔ وہ تو ایک ہی ذات کے دو نام ہیں ہندو رہ کر رام رام جپتے تو کیا تھا غرض اس قسم کے خیالات دماغ میں چکر لگانے لگے لیکن میرے رب نے گرتا دیکھ کر پھر مجھ کو سنبھالا اور میرے دل میں یکلخت تحریک پیدا ہوئی کہ یہ سب شیطانی وساوس ہیں ۔ تم کو دعا اور استغفار کرنا چاہئے ۔ چنانچہ میں نے لحاف میں ہی تیمّم کر کے نماز پڑھنی شروع کر دی اور دعا کی ۔ الٰہی! اگرچہ میرے عزیز و اقارب حتیٰ کہ ماں نے بھی مجھے چھوڑ دیا ہے لیکن حضور تو ماں باپ سے بھی بڑھکر ہمدرد اور خیر خواہ ہیں تیری موجودگی میں تجھ سے بڑھکر اور میرا کون ہمدرد ہو سکتا ہے اگر عزیز و اقارب نے چھوڑ دیا ہے تو تو موجود ہے تو میری دستگیری فرما ۔ اور اس دکھ کو جو میری روح کو کھا رہا ہے نجات دے نماز میں میں خدا تعالیٰ کے حضور خوب رویا ۔ اسی دوران میں مجھے ایسا پسینہ آیا کہ میرا بخار خدا تعالیٰ کے فضل سے اتر گیا ۔ اور میرے دل کو غیر معمولی تسکین اور راحت ہونی شروع ہو گئی ۔

ہجرت بسُوئے قادیان دارالامان:۔ ایک عرصہ اسی طرح گزر گیا ۔ ایک دن مجھ کو خیال آیا کہ تم مسلمان تو ہو گئے ہو لیکن اسلام کی تعلیم تو حاصل نہیں کی ۔ میرے دل میں تحریک ہوئی کہ میں قرآن کریم کا ترجمہ سیکھوں مگر قصبہ بنوڑ میں ایسا ہونا ممکن نہ تھا ۔ میں نے دعا شروع کر دی ہوئی تھی ۔ آخر خدا تعالیٰ نے میرے لئے یہ سامان بھی پیدا کر دیا کہ رسالہ تشحیذ الاذہان میرے نام آیا کرتا تھا ۔ حضرت صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ) اس کے ایڈیٹر تھے ۔ ایک دفعہ میں نے اس میں اشتہار دیکھا کہ رسالہ تشحیذ الاذہان کے لئے ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جو حساب کتاب رکھ سکتا ہو اور کسی قدر مضمون وغیرہ لکھنے کی بھی صلاحیت رکھتا ہو ۔ میرے

دل میں تحریک پیدا ہوئی کہ میں درخواست کروں ۔شاید مجھ کو قادیان میں رہنے کا موقع مل جائے میں نے لکھا کہ میں نومسلم ہوں ۔اسلام کے متعلق زیادہ واقفیت نہیں رکھتا اس لئے مضمون وغیرہ تو نہیں لکھ سکتا البتہ حساب کتاب کا کام کرسکوں گا ۔میں اس وقت ریاست میں ملازم ہوں لیکن میری خواہش ہے کہ میں اسلام کی تعلیم سیکھوں ۔اگر آپ مجھ کو مفید مطلب سمجھیں تو میں قادیان آنے کے لئے تیار ہوں ۔درخواست دینے کے بعد مجھے ایک رؤیا بھی ہو چکا تھا کہ میں قادیان میں ہوں ایک کمرہ میں بیٹھا ہوں وہاں اور بھی لوگ ہیں ۔حضرت صاحبزادہ صاحب نے مجھے بلایا اور ایک کتب خانہ کی الماریوں کی چابیوں کا گچھا میرے سپرد فرمایا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب میں بلانے پر قادیان پہنچا تو تشحیذ الاذہان کی لائبریری میں دو ہزار کے قریب کتب تھیں ۔اس کی چابیوں کا گچھا میرے سپرد کیا گیا۔حالانکہ اس سے قبل میں نے تشحیذ الاذہان کی لائبریری بھی نہ دیکھی تھی ۔

حضرت صاحب نے لکھا کہ بتاؤ کس قدر گزارہ پر تم یہاں آسکتے ہو۔میں نے عرض کیا کہ قادیان کے حالات سے مجھ کو واقفیت نہیں کہ کس قدر رقم میں میرا وہاں گذارہ ہو جائے گا بہر حال میں دس روپے ماہوار تک تنخواہ پر آجاؤں گا میری والدہ چونکہ ہندو ہیں حین حیات ہیں پانچ روپے ماہوار میں ان کو بھیج دیا کروں گا اور پانچ روپے میں خود گذارہ کرلوں گا۔اور لکھا کہ اگر اس سے کم میں وہاں میرا گزارہ ممکن ہوا تو میں اس سے بھی کم لینے کیلئے تیار ہوں حضرت صاحب نے تحریر فرمایا۔آجاؤ۔چنانچہ میں نے اپنی ملازمت سے چھ ماہ کی رخصت بلا تنخواہ لی اور ۲۶ دسمبر ۱۹۱۰ء کو قادیان حاضر ہو گیا۔ بعد میں قادیان سے ہی اپنا استعفیٰ لکھ کر بھیج دیا۔اس وقت سے تقسیم ملک تک اللہ تعالیٰ نے مجھ کو قادیان میں رہنے کی توفیق دی ۔دینی تعلیم کا اللہ تعالیٰ نے ایسے انتظام کیا کہ قادیان میں میری مصاحبت حضرت مولوی محمد اسماعیل صاحب حلال پوریؓ سے ہو گئی ۔ایک عرصہ تک ہم دفتر تشحیذ الاذہان میں اکٹھے رہتے رہے ۔ ہمارا اکٹھا کھانا پکتا اور اکٹھے ہی کھاتے ۔حضرت مولوی صاحب کا سلوک مجھ سے بھائیوں کا سا تھا فرمایا کرتے تھے کہ آپ کی شکل وشباہت پر میرا ایک بھائی تھا جو فوت ہو گیا ہے اس وجہ سے بھی مجھ کو آپ سے بہت محبت ہے ۔اللہ تعالیٰ ان پر بہت بہت برکتیں اور رحمتیں نازل فرمائے ۔ان کی مہربانی اور توجہ سے میں نے ان سے قرآن کریم کا ترجمہ اور بعض کتب حدیث کی پڑھ لیں ۔

حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کے ارشاد کی تعمیل میں قادیان آکر بھی میں نے اپنی بیوی اور بچوں کو یہاں لانے کی کوشش جاری رکھی ۔اس غرض کے لئے کئی دفعہ اپنے وطن گیا۔ایک دفعہ مستری رحمت اللہ صاحب احمدی ساکن

بنوڑ کو اپنے ہمراہ لے کر اپنے سسرال موضع نند پور بھی گیا۔ اور ایک مسلمان عورت کے ذریعہ اپنی بیوی کو مسلمانوں کے گھر ملنے کے لئے بلایا لیکن اس نے کہلا بھیجا کہ اگر اپنی زندگی کی خیر چاہتے ہو تو یہاں سے فوراً چلے جاؤ۔ میرے والدین کو پتہ لگ گیا تو تمہاری خیر نہیں۔ پھر ایک دفعہ مجھ کو اطلاع ملی کہ وہ میری والدہ محترمہ کو ملنے کے لئے ہمارے شہر بنوڑ میں آئی ہوئی ہے۔ یہ خبر سنتے ہی میں اس کو ملنے گیا۔ گو ہندوؤں کی طرف سے اس کی نگرانی اور حفاظت کا پورا انتظام تھا لیکن پھر بھی اس کے ملنے کی صورت پیدا ہوگئی۔ اس دفعہ اس نے قادیان میں میرے ساتھ آنے کیلئے آمادگی ظاہر کی۔ ہم نے چلنے کے لئے رات کا وقت مقرر کیا لیکن اس نے پھر ہندو رشتہ داروں کو اطلاع کر دی جب وقت مقررہ پر میں اس کو لینے کے لئے گیا تو ہندو اکٹھے ہو کر اچانک مجھ پر حملہ آور ہوئے میں ان کے نرغہ میں بری طرح پھنس گیا۔ ہمارے محلّہ کے مسلمانوں نے جونہی شور سنا فوراً ہمارے مکان میں آ داخل ہوئے اور مجھے ہندوؤں کے نرغہ سے نکال کر اپنے گھیرے میں لے لیا اور محفوظ جگہ پر پہنچا دیا۔ اپنی بیوی کی اس حماقت سے مجھ کو شبہ ہوا کہ ہندوؤں کے منصوبہ اور مشورہ سے دانستہ طور پر مجھ کو مارنے کے لئے یہ تدبیر سوچی گئی تھی لیکن خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے میری حفاظت فرمائی اور ان کے شر سے بچا لیا۔

دراصل میرے خسر کی نرینہ اولاد فوت ہو چکی تھی۔ میری بیوی کو والدین کی جائیداد کا لالچ بھی تھا جو مسلمان ہونے کی صورت میں اس کو نہ مل سکتی تھی اس لئے وہ مسلمان ہو کر اپنے والدین کو ناراض نہ کرنا چاہتی تھی۔ غرض مجھ کو اس کے لانے میں کامیابی نہ ہوئی۔ آخر ۱۹۳۰ء میں میری بیوی، دونوں لڑکے اور خسر طاعون سے فوت ہو گئے۔ افسوس میری اولاد کا ایک حصہ مشرف بہ اسلام ہونے سے محروم رہ گیا۔ انّا للہ و انّا الیہ راجعون.

دوسری شادی:۔ ۱۹۱۴ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی مہربانی سے میری دوسری شادی کا انتظام ہوا۔ میری بیوی عائشہ بیگم حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پروردہ ہیں۔ ان کے والد کرم داد خانؓ مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس خادمانہ حیثیت سے رہتے تھے۔ اصل وطن ان کا موضع ڈھینگ ضلع گجرات تھا۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ اور بعض دیگر بزرگوں کی روایات میں ان کا ذکر آتا ہے غالباً ۱۹۰۴ء میں ان کا وصال ہوا تھا میری بیوی کی والدہ کا نام سلطان بی بی تھا۔ جو موضع کیڑی کی رہنے والی تھیں۔ اور مغل قوم سے تھیں۔ حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب کو انہوں نے دودھ پلایا تھا۔☆

☆ آپ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ میری بیوی کا ایک بھائی عبدالرحمٰن نامی تھا جو بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

شجرہ نسب

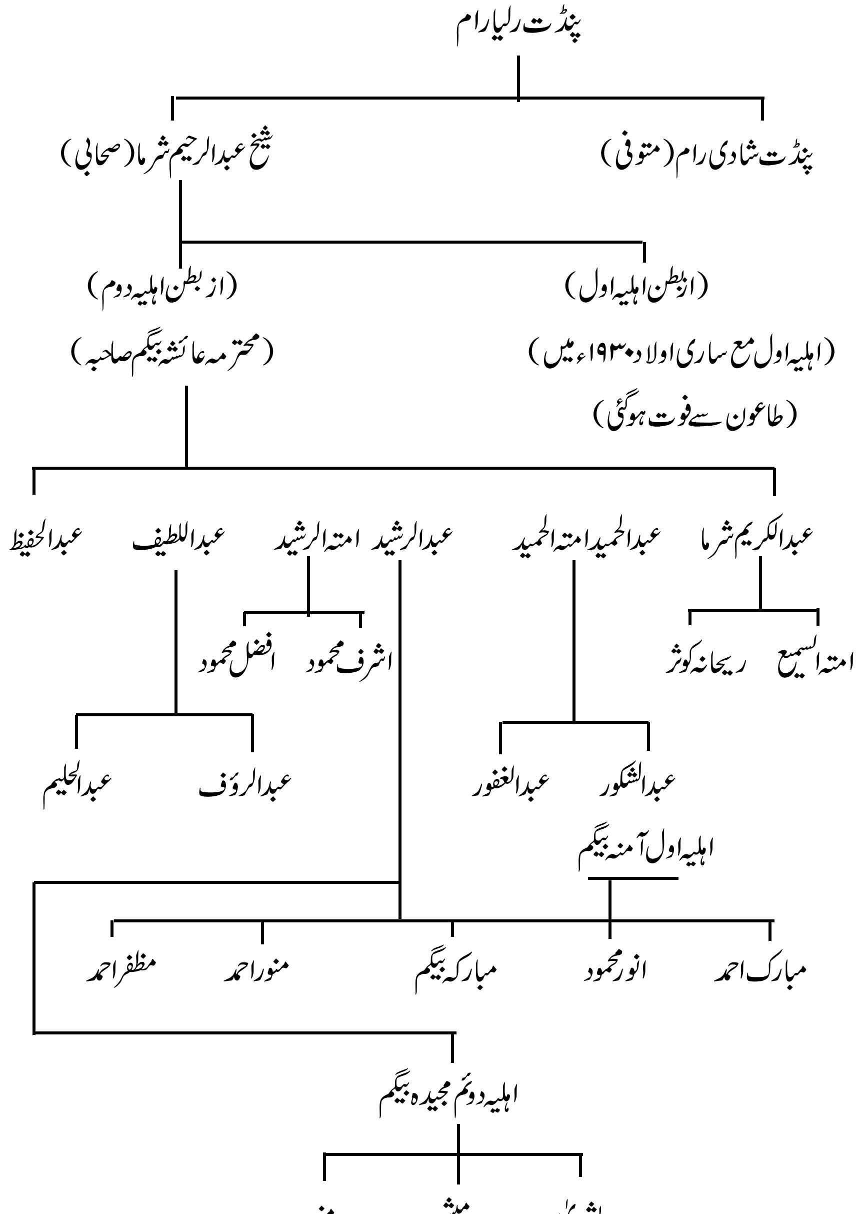
پنڈت رلیارام
شیخ عبدالرحیم شرما (صحابی)
پنڈت شادی رام (متوفی)
(از بطن اہلیہ دوم)
(محترمہ عائشہ بیگم صاحبہ)
(ازبطن اہلیہ اول)
(اہلیہ اول مع ساری اولاد ۱۹۳۰ء میں
(طاعون سے فوت ہوگئی)
عبدالحفیظ
عبداللطیف
امتہ الرشید
عبدالرشید
عبدالحمید امتہ الحمید
عبدالکریم شرما
افضل محمود
اشرف محمود
ریحانہ کوثر
امتہ السمیع
عبدالحلیم
عبدالرؤف
عبدالغفور
عبدالشکور
اہلیہ اول آمنہ بیگم
مظفر احمد
منور احمد
مبارکہ بیگم
انور محمود
مبارک احمد
اہلیہ دوئم مجیدہ بیگم
منور
مبشر
بشریٰ

تعمیر مکان ۔خدمات سلسلہ اور لٹریچر میں ذکر:۔ قادیان میں تعمیر مکانات ''وَسِّعْ مَکَانَکَ''(17) کے الہامی ارشاد کی تعمیل ہے ۔ بلکہ قادیان سے باہر بھی ان عمارات کی تعمیر جن کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ ہے رسالہ تشحیذ الاذہان میں مرقوم ہے ''منشی عبدالرحیم صاحب محرر تشحیذ بھرتی ڈلوانے کا کام شروع کر چکے ہیں ۔منشی صاحب نومسلم ہیں تنخواہ تو معمولی گذارہ کے لئے بمشکل کافی ہے ان کی کفایت شعاری قابل قدر ہے کہ بھرتی کے لئے کچھ روپیہ اپنی وجہ کفایت سے بچالیا ہے ۔''(18) ☆ آپ کو تشحیذ الاذہان کے بعد نظارت امور عامہ اور نظارت بیت المال میں کام کرنے کی توفیق ملی اور بیت المال ہی سے جبکہ آپ ہیڈ کلرک تھے سبکدوش ہوئے ۔

مالی خدمات:۔ الفضل میں اعلان ہوا کہ علاقہ ارتداد ملکانہ میں عیدالاضحیٰ کے موقع پر بکروں کی قربانی کی جانی مناسب ہے قیمت فی بکرا چھ روپے ہے ۔ چنانچہ ایک ہفتہ کے اندر دوصد سولہ قربانیوں کی قیمت بارہ صد چھیانوے روپے وہاں پہنچ گئے اور اس کا وہاں خوشگوار اثر ہوا ایک قربانی کی رقم منشی عبدالرحیم صاحب (کارکن ۔ناقل) تعلیم وتربیت کی طرف سے ادا ہوئی ۔

آپ کو تحریک جدید کے دور اوّل کے مجاہدین میں شامل ہونے کا موقع ملا ۔آپ نے قریباً ایک صدانتالیس روپے چندہ دیا ۔ (19)

بقیہ حاشیہ :۔ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کے عہد میں (قادیان کی) ڈھاب میں ڈوب گیا تھا ۔ایک اخیافی بہن مسماۃ رحمت بی بی زندہ ہیں جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کی رضاعی بہن ہیں اور اس وقت چک ۹۶ گ ب تحصیل جڑانوالہ (ضلع لائل پور) میں رہتی ہیں ۔

خاکسار مؤلف کے استفسار پر حضرت ممدوح رقم فرماتے ہیں ''سلطان بی بی صاحبہ مرحومہ میری رضاعی والدہ تھیں (میری رضاعی ماؤں کی تعداد سات ہے) مگر اس وقت ان کے خاوند ایک صاحب تھے جو فوت ہو گئے اور ان کے بعد ان کی شادی کرم داد صاحب کے ساتھ ہوئی رحمت بی بی میری رضاعی بہن ہیں وہ کرم دادؓ صاحب کی اہلیہ ہیں''

☆ معلوم ہوتا ہے کہ ''قادیان گائیڈ'' کی اشاعت (۲۵ دسمبر ۱۹۲۰ء) تک ابھی آپ مکان نہیں تعمیر کر سکے تھے تبھی اس میں دارالفضل والی فہرست میں آپ کے مکان کا ذکر نہیں نومسلم احباب مقیم قادیان میں آپ کا نام درج ہے (صفحہ ۹۴) اور کلرک نظارت امور عامہ ہونے کا بھی ذکر ہے (صفحہ ۹۴، ۹۵)

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ آپ کے صاحبزادہ خویم شیخ عبدالکریم صاحب شرما مولوی فاضل مشرقی افریقہ میں بطور مجاہد اسلام مصروف خدمت ہیں۔ دوسری بار سلسلہ کی طرف سے بھجوائے گئے ہیں اور آپ کے فرزند شیخ عبدالرشید صاحب شرما شکارپور (سابق سندھ) کی جماعت کے صدر ہیں۔ ☆

اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی یاد:۔ بحمداللہ بعدازاں والدہ صاحبہ قادیان آئیں اور انہوں نے اسلام اور احمدیت کو قبول کرلیا۔ ان کا نام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حمیدہ رکھا۔ ۱۹۳۵ء میں فوت ہوکر بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئیں۔ ☆☆

اس وقت جب میں یہ سوچتا ہوں کہ میں کس طرح مسلمان ہوگیا تو سخت حیران ہوتا ہوں میرے وہ دوست جو مجھ سے واقف ہیں وہ میری حالت کو جانتے ہیں میری طبیعت میں حجاب زیادہ ہے مجھ میں بھلا یہ طاقت کہاں تھی کہ میں ازخود مسلمان ہوجاتا اور پھر سب رکاوٹوں اور مخالفتوں کا مقابلہ کرسکتا۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہی تھا کہ اس نے مجھ کو اسلام قبول کرنے کی توفیق بخشی۔ اور نہ صرف یہ کہ میں مسلمان ہوگیا بلکہ یہ سعادت بھی ملی کہ میں نے سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور آپ کے دست مبارک پر بیعت کی سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیم .

پھر دنیوی لحاظ سے بھی میں گھاٹے میں نہیں رہا۔ میں اکیلا قادیان آیا تھا اس وقت میری کیا حالت تھی ایک جوتی ایک دو جوڑے کپڑوں کے اور چند روپے یہ میرا اثاثہ تھا لیکن میرے مولیٰ نے مجھ کو ضائع نہیں کیا۔ میں نے وطن چھوڑا تھا اس سے بہتر وطن مجھ کو ملا بیوی چھوڑی تھی اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بیوی بھی دی دو بچوں کو مجھے چھوڑنا پڑا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو پانچ لڑکے اور چار لڑکیاں عنایت کیں۔ رشتہ داروں اور برادری سے تعلق توڑا تھا یہاں آکر ان سے بہتر رشتہ دار اور محبت کرنے والی برادری ملی۔ رہنے کے لئے مکان دیا مجھ کو اپنی محسنہ والدہ کو چھوڑنا پڑا تھا جو مجھ کو سب سے زیادہ عزیز تھیں۔ بظاہر اس کمی کو پورا کرنا مشکل تھا۔ پر میرے رب نے یہ کمی پوری کی اور میری

☆ الفضل بابت ۱۵ نومبر ۱۹۵۹ء صفحہ ۷ کالم ۱) میں ایک شخص کے لئے درخواست دعا کے طور پر اور ۲۰ جون ۱۹۶۱ء (صفحہ ۶ کالم ۲) میں انصاراللہ کی طرف سے قائم کردہ امتحان میں کامیاب ہونے کی وجہ سے شیخ عبدالرحیم صاحب کا ذکر موجود ہے۔

☆☆ محترمہ موصوفہ کے مفصل حالات ایک اور کتاب میں درج کئے جارہے ہیں۔

پیاری ماں بھی مجھ کو دی۔ وہ قادیان آئیں اور مشرف باسلام ہوئیں۔ میرے پاس ہی آخر دم تک رہیں اور بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون ہوئیں۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ.

میرے رب کے مجھ پر کس قدر فضل ہوئے؟ جب میں سوچتا ہوں تو میری روح سجدہ میں گر جاتی ہے۔ اے میرے رب! میں کمزور تھا۔ تو نے مجھ کو سنبھالا۔ میں قدم قدم پر گر پڑتا تھا لیکن تو مجھ کو اٹھاتا تھا۔ میں مشکلات و مصائب کو دیکھ کر گھبرا جاتا تھا۔ تو مجھ کو تسلی دیتا تھا۔ اور میری ہمت بڑھاتا تھا۔ میں اس لائق کہاں تھا کہ مسلمان ہوتا؟ محض تیرے فضل نے دستگیری کی اور میں مسلمان ہوا مجھ کو کیا پتہ تھا کہ تو نے اپنے کسی بندہ کو دنیا کی ہدایت کے لئے بھیجا ہوا ہے۔ تو نے خود ہی میری رہنمائی فرمائی۔ میرا علم اتنا کہاں تھا کہ میں جانتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (میری جان ان پر فدا ہو) کون تھے۔ اور نبی کس کو کہتے ہیں۔ تو نے خود میری مشکل کو حل کر دیا۔ اور پکڑ کر ایک رہنما کے قدموں میں لا ڈالا اور اس منبع نور و ہدایت کی محبت سے میرے دل کو اس حد تک بھر دیا کہ میں بیعت کے لئے خود بخود دکھنچا چلا گیا۔ مجھ کو اس وقت کیا معلوم تھا کہ مجھے کیا سعادت مل رہی ہے۔ میرے رب یہ تیرے کام تھے اور سب عجیب تھے۔ اے میرے رب! اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں یہ میری عمر کا آخر ہے کچھ دنوں میں میں تیرے حضور حاضر ہوں گا میرے اعمال ایسے نہیں کہ میں تیرے حضور کھڑا ہو سکوں میں سراسر گنہگار ہوں اور ہر طرح سے نالائق ہوں۔ اے میرے رب! جہاں تو نے مجھ پر اتنے فضل کئے اب یہ بھی کر کہ مجھ کو اپنی ستاری اور مغفرت کی چادر میں لپیٹ لے اور اپنے فضل سے میرا انجام بخیر کر۔ ایسا ہو اے میرے رب! کہ جب میں تیرے حضور حاضر ہوں تو تو مجھ سے راضی ہو۔

رَبَّنَا تَقَبَّل مِنَّا اِنَّکَ اَنتَ السَّمِیعُ الدُّعَآء . آمین .

شیخ عبدالوہاب صاحبؓ ☆

والدین۔وطن اور تعلیم اور اپنے مذہب سے نفرت کا آغاز :۔آپ پنڈت چندولال کے ہاں مسماۃ نکّی کے بطن سے پیدا ہوئے۔آپ کا وطن بنوڑ ریاست پٹیالہ تھا۔آپ چار بھائیوں میں سے تیسرے تھے۔ مدرسہ میں ایک دن ایک لڑکے نے کہا کہ ایک مسلمان لڑکے نے ،شوجی مہاراج کے بت کے اینٹ ماری تو ان کے سر سے گھڑوں خون بہہ گیا۔آپ متعجب ہوئے اور اس امر پر یقین نہ کیا بلکہ کئی اینٹیں خود زور زور سے بت کو مار مار کر تجربہ کر لیا کہ خون کا ایک قطرہ بھی نہیں نکلا ۔ اور آپ نے واقعہ بیان کرنے والے لڑکے کو یہ ماجرا کہہ سنایا۔ آپ نے آٹھویں جماعت میں مدرسہ چھوڑ دیا۔نجوم کا شوق پیدا ہوا پھر پنڈتائی کا چونکہ آپ کے والد پنڈت تھے اس لئے آپ کو جنم پتری ۔ برس پھل ۔ ٹیوہ وغیرہ بنانے میں خاص ملکہ پیدا ہو گیا اور اس کام میں کمال حاصل کر کے خوب شہرت حاصل کی۔

اسلام کی آغوش میں :۔آپ فرماتے تھے کہ حاجی امیر محمد صاحبؓ کا مجھے نیاز حاصل ہوا۔ وہ ایک نیک سیرت بزرگ تھے اور اب بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں۔☆ ☆ان کی خدا ترسی اور نیک اخلاق نے میرے دل کو موہ لیا ۔اور ان کے نیک نمونے نے مجھے اسلام کی کتابیں پڑھنے کی طرف راغب کیا ان کی وساطت سے غنیۃ الطالبین،فتوح الغیب، اکسیر ہدایت اور احیاء العلوم وغیرہ کتابیں دیکھیں ۔اسلام سے محبت تو پہلے سے ہی تھی ۔اب میں علی الاعلان ہندو دھرم چھوڑ کر مسلمان ہو گیا۔اس وقت والد وفات پا چکے تھے ۔اور والدہ وغیرہ نے کسی قسم کی مخالفت نہ کی ۔نماز سیکھی ۔قرآن مجید پڑھا۔ پنڈتائی چھوڑ کر دری بافی کا کام شروع کر دیا۔

☆آپ کے حالات باصرار آپ سے دریافت کر کے منشی حبیب احمد صاحب کاتب بریلوی نے الفضل ۳۵/۱۴/۱ میں آپ کی زندگی میں شائع کئے تھے۔منشی صاحب نے ان سے بار بار خواہش کی کہ اپنے حالات قلمبند کریں لیکن کسر نفسی مانع رہی۔فرماتے کہ میں گمنامی کی حالت کو اچھا سمجھتا ہوں۔

☆☆ رجسٹر بیعت میں حاجی صاحب موصوف کا اندراج ذیل کے الفاظ میں ہے:۔

''بیعت ۹۲/۲/۲۱ بمقام کپورتھلہ ۔محمد امیر خاں ولد چوہڑ خاں ساکن بنوڑ ریاست پٹیالہ ڈاکخانہ سرہند'' (نقل رجسٹر) آپ کی وصیت نمبر ۲۷۹اور تاریخ وفات ۵جنوری ۱۹۰۸ء ہے ۔ اور آپ بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون ہیں ۔

ایک آریہ سے مکالمہ ہونا اور حالت تذبذب میں پڑنا :۔ فرماتے ہیں کہ ڈاکٹر تانی رام میرے بڑے گہرے دوست تھے وہ میرے مسلمان ہونے پر اکثر دل ہی دل میں کڑھتے تھے۔لیکن مجھ سے کچھ نہ کہہ سکتے تھے۔ایک دن مجھے ایک آریہ برہم پرکاش سے ملاقات کے لئے لے گئے۔جو بطور منصرم تعینات ہوکر آئے تھے اور تعارف میں کہا کہ یہ ہمارے دوست ہیں اور ہندو سے مسلمان ہوئے ہیں۔منصرم صاحب نے بعض تفاسیر کی بناء پر حضرت یوسفؑ اور حضرت داؤدؑ کی عصمت کے خلاف باتیں پیش کیں اور کہا کیا یہی نبیوں کی شان ہے جن کو تم پاک اور معصوم کہتے ہو اور انہی پر ایمان رکھنے کا حکم ہے؟ ان باتوں سے میرے دل پر بڑی چوٹ لگی گویا غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔اور میں اس بے چینی میں بہت سے مولویوں کے پاس گیا لیکن کچھ بھی میرے پلے نہ پڑا۔میں نے خیال کیا کہ بڑی نادانی ہوئی۔جو میں نے اسلام قبول کیا۔اور خواہ مخواہ ہندو دھرم اور پنڈتائی کو چھوڑا اور پرماتما کی عطا کردہ عزت کو ٹھکرا دیا۔ہندو دھرم ہی اچھا ہے اب آریہ مذہب کی کتب کے مطالعہ سے روز بروز اسلام سے دور ہونے لگا شفاخانہ کے سرکاری ڈاکٹر میرے بڑے دوست تھے مجھے پریشان دیکھ کر انہوں نے کہا کہ انسان کی زندگی میں ایسے واقعات ہو ہی جایا کرتے ہیں۔انسان غلطی کر بیٹھتا ہے پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں لاہور جاکر شدھ ہو جاؤ۔آمد ورفت کا کرایہ میں دے دوں گا۔

ظلمت میں نور کی جھلک اور قادیان کی زیارت :۔ شیخ صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں اسی کشمکش میں تھا کہ چند دوستوں نے شدھی سے پہلے قادیان دیکھنے کو کہا۔لیکن میں مولویوں سے متنفر اور اسلام سے دل برداشتہ تھا۔میں نے اس کو کچھ اہمیت نہ دی جب شدھی کے لئے گھر سے چل پڑا تو راستہ میں خیال آیا کہ اس میں حرج ہی کیا ہے کہ قادیان ہو آؤں جہاں اور مولوی دیکھے وہاں یہ بھی دیکھ لوں گا۔اگر وہ بھی اسی طرح کے نکلے تو پھر شدھی ہو جائے گی۔چنانچہ میں قادیان پہنچا سن یاد نہیں۔سب سے پہلے میں نے حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کو دیکھا تو سمجھا کہ یہی حضرت مرزا صاحبؑ ہیں۔جب نماز کے وقت حضرت مسیح موعودؑ باہر تشریف لائے تو سب دوست تعظیماً کھڑے ہو گئے تو حقیقت کا علم ہوا۔میں نے اپنے تمام اعتراضات حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی خدمت میں پیش کئے۔ان اعتراضات کو مولویوں نے تمسخر اور استہزاء کے رنگ میں ٹال دیا تھا جس سے یہ لوگ میرے لئے اسلام سے نفرت وبُعد کا ذریعہ بنے لیکن ان بزرگوں نے شرح وبسط سے جواب دے کر تمام شکوک رفع کر دیئے اور اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کے متعلق اطمینان

اور سکینت نازل کر دی۔

احمدیت کی آغوش میں:۔ فرماتے ہیں کہ میں نے قریباً دو ماہ دارالامان میں قیام کیا۔ خدا کا فرستادہ نبی ہم میں مغرب سے عشاء تک بیٹھتا اور میں اس سے نور حاصل کرتا۔ اور دربار شام سے لطف اندوز ہوتا۔ دن کے وقت حضرت مولوی صاحبانؓ کی صحبت سے مستفید ہوتا۔ آخر میرے دل نے فیصلہ کیا کہ قادیان والے جو اسلام پیش کرتے ہیں اس کا مقابلہ کوئی مذہب کر ہی نہیں سکتا۔ یہ واقعی نور ہی نور ہے۔ اور تمام مذاہب میں ظلمت۔ اس کے بعد میں بیعت کر کے واپس چلا گیا۔ اور چونگی میں محرر ہو گیا۔ اور جب موقع ملتا حضورؑ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔☆

حضور کا ارشاد گرامی خدمت والدین کے متعلق اور شیخ صاحب کی سیرت:۔ شیخ صاحب بیان کرتے تھے کہ میری تبلیغ سے بفضلہٖ تعالیٰ والدہ اور بھائی بھی احمدی ہو گئے۔ میں نے شادی کرنا چاہی تو والدہ نے اس خیال سے کہ میں ان سے الگ ہو جاؤں گا رضامندی ظاہر نہ کی اور جب میں نے شادی کر لی تو اکثر اوقات میری بیوی پر سختی کرتیں اس کے متعلق کچھ عرض کرتا تو برا مناتیں۔ الغرض والدہ حضور کی خدمت میں دارالامان چلی گئیں اور نہ معلوم حضور سے کیا کیا میری شکایت کی جب وہ واپس آئیں تو حضورؑ کے دست مبارک کا ایک خط ساتھ لائیں جس پر حضور نے اپنے دستخط کرنے کے علاوہ اپنی مہر اور نشان انگوٹھا بھی ثبت فرمایا تھا۔ حضور کا مکتوب گرامی یہ تھا۔ (اگلے صفحہ پر)

☆ آپ کی بیعت ۱۹۰۳ء کی ہے چنانچہ البدرؔ میں بیعت کنندگان میں آپ کا نام دو بار درج ہے:۔

(الف) میاں شیخ نتھو صاحب (بنوڑ) پٹیالہ:۔ میاں عبدالوہاب صاحب (بنوڑ) پٹیالہ: مورخہ ۱/۵/۰۳ صفحہ ۱۲۰ کالم ۲)

(ب) عبدالوہاب ولد چندو۔ بنوڑ پٹیالہ:۔ نتھو ولد چھوٹا بنوڑ پٹیالہ: مورخہ ۲۴/۷/۰۳ صفحہ ۲۱۶ کالم ۲)

چونکہ شیخ عبدالوہاب صاحبؓ کے بیان سے یقینی طور پر ثابت ہے کہ آپ نے قادیان آ کر مطمئن ہو کر بیعت کی تھی پھر بیعت دو بار کیونکر شائع ہوئی اس کی یہ توضیح ہے کہ ممکن ہے کہ چونکہ اوّل بار جلد بیعت شائع نہیں ہو سکتی تھی۔ دوسری بار پھر سہواً اس کام کے مہتمم نے شائع کر دی آپ کی وصیت کے ریکارڈ سے یہ معلوم ہوا کہ آپ کا وصیت نمبر ۵۸۶۱ مورخہ ۲۹/۳/۴۱ ہے اس وقت آپکی عمر پینسٹھ سال تھی۔ ۱۰ اکتوبر ۱۹۵۴ء کو ۷۸ سال کی عمر میں فوت ہو کر بہشتی مقبرہ ربوہ میں دفن ہوئے۔ وصیت جائیداد منقولہ مالیتی تین صد روپیہ اور پنشن ساڑھے سات روپے کے دسویں حصہ کی تھی ایک فرزند منظور حسین صاحب رتن باغ میں رہتے تھے یہ معلوم نہیں آجکل کہاں ہیں اور کیا مرحوم کی اور اولاد بھی تھی یا نہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　　　　　　　　　　　نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:۔

مجھ کو یہ بات سن کر بہت رنج ہوا اور دل کو سخت صدمہ پہنچا کہ تم اپنی والدہ مسماۃ نکّی کی کچھ خدمت نہیں کرتے اور سختی سے پیش آتے ہو اور دھکے بھی دیتے ہو تمہیں یاد رہے کہ یہ طریق اسلام کا نہیں۔ خدا اور اس کے رسولؐ کے بعد والدہ کا وہ حق ہے جو اس کے برابر کوئی حق نہیں۔ خدا کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ جو والدہ کو بدزبانی سے پیش آتا ہے اور اس کی خدمت نہیں کرتا اور نہ اطاعت کرتا ہے وہ قطعی دوزخی ہے۔ پس تم خدا سے ڈرو موت کا اعتبار نہیں ہے ایسا نہ ہو کہ بے ایمان ہو کر مرو۔ حدیثوں میں آتا ہے کہ بہشت ماں باپ کے قدموں کے نیچے ہے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص کی والدہ کو رات کے وقت پیاس لگی تھی اس کا بیٹا اس کے لئے پانی لے کر آیا اور وہ سوگئی بیٹے نے مناسب نہ سمجھا کہ اپنی والدہ کو جگادے۔ تمام رات پانی لے کر اس کے پاس کھڑا رہا کہ ایسا نہ ہو کہ وہ کسی وقت جاگے اور پانی مانگے اور اس کو تکلیف ہو۔ خدا نے اس خدمت کے لئے اس کو بخش دیا۔ سو سمجھ جاؤ کہ یہ طریق تمہارا اچھا نہیں ہے۔ اور انجام کار ایک عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ اور اپنی عورت کو بھی کہو کہ تمہاری والدہ کی خدمت کرے اور بدزبانی نہ کرے۔ اور اگر باز نہ آوے تو اس کو طلاق دے دو اگر تم میری ان نصیحتوں پر عمل نہ کرو۔ تو میں خوف کرتا ہوں کہ عنقریب تمہاری موت کی خبر سنوں تم نہیں دیکھتے کہ خدا تعالیٰ کا قہر زمین پر نازل ہے اور طاعون دنیا کو کھائے جاتی ہے ایسا نہ ہو کہ اپنی بدعملی کی وجہ سے طاعون کا شکار ہو جاؤ اور اگر تم اپنے مال سے اپنی والدہ کی خدمت کرو گے تو خدا تمہیں برکت دے گا۔ یہ وہی والدہ ہے کہ جس نے دعاؤں کے ساتھ تمہیں ایک مصیبت کے ساتھ پالا تھا۔ اور ساری دنیا سے زیادہ تم سے محبت کی پس خدا اس گناہ سے درگذر نہیں کرے گا جلد توبہ کرو۔ جلد توبہ کرو۔ ورنہ عذاب نزدیک ہے اس دن پچھتاؤ گے دنیا بھی جائے گی اور ایمان بھی۔ میں نے باوجود سخت کم فرصتی کے یہ خط لکھا ہے خدا تمہیں اس لعنت سے بچاوے جو نافرمانوں پر پڑتی ہے اگر تمہاری والدہ بدزبان ہے اور خواہ کتنا ہی بدخلقی کرتی ہے خواہ کیسا ہی تمہارے نزدیک بری ہے وہ سب باتیں اس کو معاف ہیں۔ کیونکہ اس کے حق ان تمام باتوں سے بڑھ کر ہیں تمہاری خوش قسمتی ہوگی کہ میری اس تحریر کو پڑھ کر توبہ کرو۔ اور سخت بدقسمتی ہوگی کہ میری اس تحریر سے فائدہ نہ اُٹھاؤ　　　　والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ.

خاکسار　مرزا غلام احمد مسیح موعودؑ　۱۲ فروری ۱۹۰۷ء

میں اس خط کو پڑھ کر کانپ گیا اور میرے بدن میں کپکپی پیدا ہوگئی۔ بڑی خوشامد اور لجاجت سے اپنی والدہ سے معافی مانگی اور ان کو خوش کیا۔ اور زندگی بھر ان کی فرمانبرداری اور دلجوئی کو اپنا نصب العین بنالیا۔

منشی حبیب احمد صاحب کا بیان ہے کہ حضرت شیخ عبدالوہاب صاحبؓ نہایت نیک متقی اور پرہیزگار بزرگ ہیں گو آپ نومسلم ہیں مگر تقویٰ وطہارت میں مسلمانوں کے لئے نمود ہیں۔ میں نے صحابہ میں نمونہ وشہرت سے نفرت اور سادگی پائی۔ ان کے دل بے حد نرم اور خشیۃ اللہ سے پرُ دیکھے۔ شیخ صاحبؓ جب حضرت مسیح موعودؑ کا تذکرہ فرماتے اس وقت ان کی قلبی کیفیت کا خاکہ کھینچنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ۔وہ رقت کے ساتھ اس طرح باتیں کرتے کہ گویا اپنے محبوب کی محبت میں گداز ہو چکے ہیں ۔اور اس کے لئے نہایت ہی بیتاب و بے قرار۔

محترم شیخ عبدالرحیم صاحب شرما نے جن کے سوانح اسی کتاب میں درج ہیں ۔حضرت شیخ عبدالوہاب صاحبؓ ہی کی صحبت وتبلیغ سے اسلام واحمدیت قبول کی تھی ۔شرما صاحب بیان کرتے ہیں کہ وہ صوفی منش تھے ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد دارالبیعت لدھیانہ میں رہتے تھے تقسیم ملک کے بعد بتاریخ ۱۰ اکتوبر ۱۹۵۴ء ان کا لاہور میں انتقال ہوا اس وقت آپ کی عمر ۸۷ سال تھی اور آپ بہشتی مقبرہ ربوہ (قطعہ صحابہ) میں دفن ہوئے آپ کا وصیت نمبر ۵۸۶۱ مورخہ ۲۹/۹/۴۱ تھا.

اَللّٰهُمَّ اَغۡفِرۡلَهٗ وَ اَرۡحَمۡهُ. آمین

حاجی غلام احمد صاحبؓ

ولادت۔خاندانی حالات:۔ حضرت حاجی غلام احمد جیسا انمول موتی ۷۶-۱۸۷۵ء میں چوہدری گامن خاں (سکنہ موضع کریام۔تھانہ راہوں۔تحصیل نواں شہر۔ضلع جالندھر) کو تین بیویوں میں سے دوسری اہلیہ خیراں بیگم کے بطن سے عطا ہوا۔نواں شہر سے یہ موضع جانب غرب دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔گاؤں کی سطح زمین سے کافی بلند ہے۔۱۹۴۷ء میں گاؤں کی آبادی تین ہزار نفوس پر مشتمل تھی جن میں سے چھٹا حصہ گویا نصف ہزار کی تعداد میں جماعت احمدیہ سے وابستہ تھے۔اس موضع کی زرعی اراضی قریباً چار ہزار ایکڑ کے اکثر حصہ کے مالک راجپوت قوم کے افراد تھے جن میں سے قریباً نصف حصہ افراد جماعت احمدیہ کی ملکیت تھا۔حاجی صاحب ایک معزز راجپوت خاندان کے نونہال تھے اور آپ والدین کے اکلوتے بیٹے تھے۔دوسرا بھائی عبدالرحمٰن نوعمری میں ہی وفات پا گیا تھا۔اس خاندان کی ملکیت قریباً ڈیڑھ صد ایکڑ تھی جس میں سے حاجی صاحب کو نصف گویا تین مربعے حصہ میں آئے تھے ہمدردی ،شفقت علیٰ خلق اللہ اور سخاوت اس خاندان کی مشہور صفات تھیں جن کی وجہ سے یہ خاندان ''بانڈوں کا خاندان'' یعنی بانٹنے والوں کے نام سے مشہور تھا حاجی صاحب والد صاحب کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ:۔

'' بہت فیاض تھے (ان کو) لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنے کا خیال رہتا۔اکثر غرباء جن کو پیسہ یا روپیہ کی ضرورت ہوتی تو والد صاحب اپنے پاس سے یا قرض لے کر بھی ان کو دے دیتے۔جناب والد صاحب کی وفات کے بعد اس قسم کا بہت سا قرضہ میں نے ادا کیا۔(20)

عہد طفولیت۔تعلیم اور قبول احمدیت:۔ ''میں کیونکر احمدی ہوا؟'' کے عنوان کے تحت آپ فرماتے ہیں۔ ☆ میری عمر اس وقت چونسٹھ سال کی ہے میرے والد کا نام گامن خاں ذات راجپوت سکنہ کریام ہے۔میں نے فروری ۱۹۰۳ء میں بیعت کی۔بیعت سے پہلے جب میں پرائمری کی تعلیم حاصل کرتا تھا۔اس وقت سے نماز پڑھا کرتا تھا۔اور گاہے گاہے جمعہ راہوں میں ادا کیا کرتا تھا۔جس میں کثرت سے آدمی جمع ہوتے تھے۔

☆ اس بیان کے نقل کرنے میں ربطِ عبارت کے لئے خاکسار مئولف نے بعض الفاظ خطوط وحدانی میں زائد کر کے نشان ☆ لگا دیا ہے اس نشان کے بغیر خطوط وحدانیاں اصل عبارت کا حصہ ہیں۔

ان دنوں مجھے ایک فقیر نے نماز پڑھتا دیکھ کر خصوصاً نماز تہجد پڑھتا دیکھ کر جو میں گاہے گاہے پڑھا کرتا تھا۔ایک درود شریف پڑھنے کے لئے بتایا وہ درود شریف یہ ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّیْ عَلٰی سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ اُوْعُتُوْبَۃً ☆بَعَدَ و کُلِّ مَعَلُوْمُ لَکَ۔اس درود شریف کو کثرت سے پڑھا کرتا تھا ایک رات خواب میں مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی میں نے سنہری لباس میں جو چمکتا تھا حضورؐ کو دیکھا۔اور خانہ کعبہ میں آپؐ کے پیچھے نماز پڑھی اس وقت بے شمار مخلوق جمع تھی جیسا کہ حج کے ایام (ہوں) میں نے اس خواب کا ذکر اس فقیر کے پاس کیا جس نے مجھے درود شریف بتایا تھا۔اس نے کہا اس کا ذکر کسی سے نہ کرنا فیض جاتا رہے گا اور یہ بھی کہا کہ مجھے تو زیارت نہیں ہوئی۔میں نے دیر تک اس خواب کا ذکر کسی سے نہ کیا۔پھر پرا ئمری پاس کر کے ورنیکلر سکول میں داخل ہوا اس وقت میں وظیفہ حاصل کر چکا تھا ورنیکلر تعلیم کے ایام میں نماز کبھی پڑھ لیتا تھا کبھی چھوٹ جاتی۔مگر میری محبت (اور*) صحبت نیک دیندار لڑکوں سے ہوتی۔اور جو کوئی ہندو یا سکھ کوئی مذہبی بات کرتا میں اس پر اسلام کی خوبی بیان کر کے اسے قائل کر دیتا۔اور اپنے اس خواب کو خیال سمجھنے لگا کہ اندھا جب خواب دیکھتا ہے تو ٹٹولنے کے خواب آتے ہیں۔

ایک دن میں مدرسے سے گھر آرہا تھا اور تاریخ ہند پڑھ رہا تھا اس میں پڑھا کہ اکبر بادشاہ نے حضرت سلیم شاہ کے پاس پا پیادہ جا کر دعا کرائی۔اور جب شہزادہ جہانگیر پیدا ہوا تو اس کا نام شہزادہ سلیم اسی بزرگ کے نام پر رکھا۔اس بات کا میرے دل پر بہت اثر ہوا کہ اہل اللہ کے پاس بادشاہ بھی حاجات لے جاتے ہیں مگر اہل اللہ اپنی حاجات بادشاہ کے پاس نہیں لے جاتے۔

میرے والد صاحب ایک رشتہ دار کے مقدمہ میں امداد کے لئے ہوشیار پور جانیوالے تھے......میں نے ہوشیار پور جاتے وقت ''حکایت العاقلین'' نامی ایک کتاب خرید لانے کے لئے رقعہ لکھ کر دیا۔چونکہ آپ پڑھے لکھے نہ تھے کتب فروش نے بجائے ''حکایت العاقلین'' کے ''حکایت الصالحین'' و مقصد الصالحین'' دو کتابیں ان کو دے دیں۔ان کے پڑھنے سے جو نیک اور پرہیز گاروں کے حالات تھے مجھے بہت فائدہ ہوا۔

فارسی مڈل پاس کر کے میں نے مزید تعلیم حاصل کرنا چھوڑ دیا۔کیونکہ میرے والد صاحب امتحان سے پہلے ہی فوت ہو چکے تھے مجھے اپنے والد صاحب کی وفات پر بھی سبق ملا۔میرا ایک بھائی عبدالرحمان خان نامی تھا جو

☆۔نقل مطابق اندراج الحکم سہو ہے اصل الفاظ یہ ہونگے۔''سیّد نا محمدٍو عترتہ (مئولف)

ابھی بچہ تھا۔اور والد صاحب اس سے بہت پیار کرتے تھے۔ جب والد صاحب کی بیماری بہت بڑھ گئی اور موت کا وقت قریب آ گیا۔تو مستورات نے بچے کو آپ کے پاس بٹھانا چاہا مگر والد صاحب نے ان کو ایسا کرنے سے روک دیا۔ مجھے یہ سبق ملا کہ جب جان پر بن جاتی ہے تو اولاد بھی پیاری نہیں لگتی۔

میں نے اپنے والد صاحب کی وفات کے بعد حافظ کریم بخش صاحب سے قرآن پڑھنا شروع کیا۔ میں ان کے پاس روزانہ قرآن کریم پڑھنے جایا کرتا تھا۔وہ قرآن کریم کا ترجمہ نہ جانتے تھے۔ میں ان کو ترجمہ پڑھ کر سنایا کرتا تھا۔تو وہ بہت خوش ہوتے۔ان دنوں قرآن کریم کے علاوہ ایک کتاب ''سیرۃ الفاروق'' بھی میرے زیر مطالعہ تھی۔جس کے پڑھنے سے مجھے بہت فائدہ ہوا۔اس زمانہ میں میں روزہ نماز کا سخت پابند تھا ہاں اکثر بیمار رہتا تھا اور جو مولوی ہمارے گاؤں میں آتے ان کے وعظ ونصیحت کے سننے کے لئے لوگوں کو جمع کرنے کا انتظام کرتا اوران علماء کی خدمت اور مدارات کرتا۔

تحریک احمدیت:۔ ایک روز کریم بخش صاحب سکنہ موضع حسین چک جو ہمارے گاؤں سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے وہ ہمارا کاشتکار تھا۔ایک کتاب ''ازالہ اوہام'' لے کر آیا اس نے کہا میں لدھیانہ سے ماسٹر قادر بخش صاحبؓ (والد مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم۔اے مبلغ لندن) سے لایا ہوں اس میں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی وفات کا ذکر ہے۔ میں نے کہا میں پڑھوں گا۔ چونکہ میں قرآن کریم پڑھا ہوا تھا جب میں نے ''ازالہ اوہام'' کو پڑھا تو اس کی صداقت نے مجھے اپنی طرف کھینچنا شروع کیا۔ان دنوں تین آدمی ہم اکٹھے رہا کرتے تھے۔ خاکسار راقم، چوہدری نجابت علی خاں کرسی نشین، حکیم کوڑے خان صاحب برادر جیوے خاں۔ وہ دونوں صاحب فوت ہو چکے ہیں ہر وقت ہمارے مکان پر یہی ''تذکرہ'' رہتا۔☆ کریم بخش مذکور کو اور کتابیں لانے کے لئے کہا گیا۔چونکہ (ماسٹر*) قادر بخش صاحبؓ ان کے دور کے رشتہ میں تھے اس لئے وہ ''ست بچن''''نور القرآن'' ہر دو حصہ اور چند اشتہارات لائے جن کو پڑھکر ہم بہت خوش ہوئے۔

☆ چوہدری احمد الدین صاحب بیان کرتے ہیں:۔(الف) کہ افسوس کریم بخش مذکور احمدیت کی نعمت سے محروم رہا (ب) حکیم کوڑے خان صاحب احمدیت کا مطالعہ بڑے غور سے کر رہے تھے اور تقریباً صداقت تک پہنچ چکے تھے۔لیکن عمر نے وفا نہ کی اور حاجی صاحب کی بیعت کے بعد اسی سال ۱۹۰۳ء میں وفات پا گئے۔البتہ ان کے بھائی صاحب جیوے خاں صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر بیعت کی۔اور متعدد دفعہ حضور کی زیارت کا موقع پایا۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ

ہمارے پاس جومولوی صاحبان آتے ان کے پاس ذکر کرنا شروع کر دیا۔ان دنوں ہماری مخالفت نہ تھی۔بعض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بہت تعریف کرتے (کہ☆) انہوں نے توحید قائم کر دی ہے بعض یوں تعریف کرتے کہ انہوں نے آریوں اور عیسائیوں کوخوب لاجواب کر دیا ہے بعض نے مخالفوں کی کتابیں بھی ہمیں پڑھنے کودیں۔چنانچہ ''تحفہ قادریہ'' جومولوی عبدالعزیز لدھیانوی نے لکھی تھی۔اور ایک کتاب قاضی سلیمان پٹیالوی کی تصنیف جو''ازالہ اوہام'' کے جواب میں لکھی گئی ہمیں پڑھنے کودیں۔ان کتابوں کو پڑھ کر ہم خاموش سے ہو گئے۔

استخارہ :۔ پھر ہم نے نماز پڑھ کر دعائیں کرنا شروع کر دیں۔اس وقت میری عمر بائیس اور چوبیس سال کے درمیان ہوگی۔اور استخارہ کرنا شروع کیا کہ اللہ اگر یہ بندہ تیری طرف سے اور واقعی مسیح موعودؑ اور مہدی ہے تو مجھ پر ظاہر کر۔چنانچہ ایک دن جبکہ بوقت دوپہر سویا ہوا تھا۔خواب میں میں نے آسمان پر موٹے اور سنہری خوشخط حروف میں ''مسیح موعود'' لکھا ہوا دیکھا۔میں نے پھر بھی دعائیں جاری رکھیں۔اور ایک رات خواب میں ایک مجمع دکھایا گیا کہ بہت سے لوگ اکٹھے بیٹھے ہیں۔سب کے لباس سفید براق ہیں۔ایسا معلوم ہوتا ہے گویا فرشتے ہیں ایک شخص باہر سے آیا اس نے کہا یہ زمانہ مسیح موعود کا ہے۔دوسرے نے پوچھا کیا دلیل ہے؟۔اس نے کہا کہ صدی پر مجدد ہوتا ہے اس صدی میں سوائے حضرت صاحبؑ کے کسی نے مجدد (ہونے) کا دعویٰ نہیں کیا یہی دلیل ہے۔ پوچھنے والے نے تصدیق کی کہ ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔☆ جب میں خواب سے بیدار ہوا تو مجھے اس سچائی میں کوئی شبہ نہ رہا۔مگر میں حضرت اقدسؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کرنا چاہتا تھا اس لئے بیعت نہ کی۔مگر چوہدری نجابت علی کرسی نشین ☆☆ نے بیعت کر لی۔اور ایک عورت نے بھی بیعت کر لی۔ہم اور لوگوں میں بھی ذکر کرتے رہتے۔جو دیندار (شخص☆) باہر سے آتا اس کے پاس بھی ذکر کرتے۔ان دنوں پلیگ ڈیوٹی پر ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب اسسٹنٹ سرجن جو غیر مبائع ہو کر فوت ہو چکے ہیں ہمارے ہاں تشریف لائے۔میں نے ان کو دیندار دیکھ

بقیہ حاشیہ صفحہ سابق:۔۱۹۳۵ء میں فوت ہوئے۔چوہدری محمد خاں صاحب کے اقارب میں سے تھے اور چوہدری صاحب نے ہی یہ تفصیل چوہدری احمد الدین خانصاحب کو بتائی ہے۔

☆ یہ دونوں خوابیں قدرے مختلف الفاظ میں کتاب ''بشارات رحمانیہ'' صفحہ ۳۴ پر بھی مرقوم ہیں۔

☆☆ چوہدری احمد الدین صاحب بروایت چوہدری مہر خان صاحب لکھتے ہیں کہ یہ وہی چوہدری نجابت علی خانصاحب ہیں جن کا ذکر شجرہ میں آتا ہے ۱۹۰۲ء میں آپ نے بیعت کی اور متعدد بار حضورؑ کی زیارت کی ۱۹۱۹ میں وفات پائی۔

کر دینی گفتگو شروع کی۔ اثنائے گفتگو میں حضرت مرزا صاحبؑ کا بھی ذکر آ گیا۔ انہوں نے فرمایا میں آپؑ کا مرید ہوں۔ تو میں بہت خوش ہوا۔ اور نجابت علی خانصاحب کو اس کی اطلاع کی۔ ڈاکٹر صاحب ہمارے پاس آتے جاتے رہے اور انہوں نے ایک کتاب ''آئینہ کمالات اسلام'' ڈاکٹر اسماعیل خان صاحب گوڑیانی جو ان دنوں گڑھ شنکر میں متعین تھے، سے لے کر ہمیں بھیجی۔ اس سے ہمیں بہت فائدہ پہنچا۔ ان دنوں جو شخص عمدگی سے نماز پڑھتا اور انگریزی خوان باوڈاڑھی رکھتا اس کو احمدی یقین کر لیا جاتا تھا۔ چنانچہ ایک ڈپٹی صاحب ایک گاؤں میں گئے ایک تعلیم یافتہ سفید پوش انگریزی خوان جس نے داڑھی رکھی ہوئی تھی کو ڈپٹی صاحب نے کہا کہ کیا تو مرزائی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ سفید پوش نے پوچھا جناب نے کس علامت سے معلوم کیا ڈپٹی صاحب نے کہا کہ تعلیم یافتہ طبقہ سے صرف مرزائی عموماً ڈاڑھی رکھتے ہیں۔

سفر قادیان:۔ آخر جنوری یا شروع فروری ۱۹۰۳ء میں خاکسار راقم اور بشارت علی خاں پوسٹ ماسٹر پنشنر قادیان دارالامان کی طرف روانہ ہوئے۔ جب بٹالہ سے یکّہ پر سوار ہوئے تو تیسرا آدمی قادیان شریف کا تھا جو ہندو تھا اور معمر تھا۔ اس سے میں نے حالات حضرت اقدسؑ دریافت کرنے شروع کئے۔ اس نے کہا کہ مرزا صاحب بہت نیک آدمی تھے بہت عابد تھے مگر چند سالوں سے کچھ جھوٹ ان کی طرف لگ گیا ہے۔ یکّہ ہمارا مہمان خانہ موجودہ کے دروازہ پر ٹھہرا اسباب اتارا گیا۔ پہلا آدمی جو ہمیں ملا وہ فلاسفر اللہ دین تھا۔ انہوں نے اسباب اپنی حفاظت میں رکھ کر فرمایا جماعت تیار ہے ہم مسجد اقصیٰ کو چلے گئے۔ عصر کی نماز ہو چکی تھی۔ درس قرآن کریم شروع ہونے والا تھا۔ عصر کی نماز ادا کی اور درس میں شامل ہو گئے۔ حضرت مولوی نورالدینؓ صاحب ......اینٹوں کی طرف جو مینارہ کے لئے جمع تھیں پیٹھ کر کے بیٹھ گئے۔ صحن مسجد اقصیٰ کے اردگرد احمدی احباب قرآن کریم ہاتھوں میں لئے بیٹھے تھے مولوی صاحب کے سر پر سیاہ لنگی بندھی اور سیاہ رنگ کا چوغہ زیب تن تھا۔ گبرون کا پاجامہ پہنے ہوئے تھے۔ قرآن کریم سے پارہ دوم کے ثلث کے قریب کے حصہ جس میں طلاق کا ذکر ہے آپ نے خاص پیرایہ میں ایک رکوع تلاوت فرمایا۔ جو سننے والوں پر ایک خاص اور عجیب اثر پیدا کر رہا تھا۔ پھر معارف قرآن اور تفسیر بیان کرنی شروع کی۔ ہم وعظ تو سنا کرتے تھے مگر یہاں اور ہی سماں تھا ہمارا دل تو کھینچا گیا۔ میں نے قریب ہی بیٹھے ہوئے ایک شخص سے پوچھا کہ یہی شخص مسیح موعود ہیں؟ اس نے کہا۔ یہ تو مولوی نورالدین صاحب ہیں اس پر میں اور بھی خوش ہوا کہ جس دربار کے مولوی ایسے باکمال ہیں وہ خود کیسے بے نظیر ہوں گے۔ میں نے

دریافت کیا۔آپ یعنی حضرت مسیح موعودؑ کہاں ملیں گے؟۔انہوں نے کہا حضور نماز مغرب کے لئے مسجد مبارک میں تشریف لائیں گے تو زیارت ہوگی۔مغرب کے وقت ایک چوبارہ پر جو چھوٹی سی مسجد تھی اس میں گئے نماز مغرب مولوی عبدالکریمؓ صاحب مرحوم نے پڑھائی۔نماز سے فارغ ہو کر حضرت صاحبؑ بیٹھ گئے۔آپؑ سے مصافحہ کیا،آپ کی شکل متبرک تھی گفتگو ہونے لگی۔مفتی محمد صادق صاحب (مبلغ انگلستان وامریکہ) اخبار سنانے لگے۔غرض دیر تک مسجد میں تشریف فرما رہے۔میرے ساتھی بابو بشارت علی خانصاحب نے کہا آؤ بیعت کر لیں۔میں نے کہا کہ پھر کریں گے صبح کے وقت آپ سیر کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔میل دو میل چلے جاتے۔ان دنوں (موضع) بسراواں کی طرف جاتے تھے۔

اس وقت کا قادیان:۔ شہزادہ عبداللطیف صاحبؓ کابلی بھی ان دنوں وہاں تشریف فرما تھے۔وہ بھی سیر کو ہمراہ تشریف لے جاتے۔راہ میں کوئی ذکر شروع ہو جاتا۔حضرتؑ اس طرح اس کو بیان فرماتے کہ سننے والا گویا شربت پی رہا ہے۔ان دنوں یہ روحانی نعمتیں میسر تھیں:۔

☆ حضرت اقدسؑ کا سیر میں اسرار حق بیان فرمانا۔

☆ مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ کا درس قرآن۔

☆ مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ کا امامت میں تلاوت قرآن کریم۔

☆ احمد نور کابلی کا خوش الحانی سے بلند اذان دینا۔

مجھے حقہ پینے کی عادت تھی میں نے مہمان خانہ (اور☆) احمدیہ بازار میں کسی جگہ بھی حقہ نہ دیکھا۔اس سے متاثر ہو کر میں نے اسی روز سے حقہ کو خیر باد کہہ دیا۔کہ جب یہ پاک لوگ اس کو استعمال نہیں کرتے۔ہمیں بھی نہ کرنا چاہئے۔مہمان خانہ میں شہزادہ عبداللطیف صاحب کابلی اور احمد نور کابلی کے علاوہ دیگر افغانستان کے احباب بھی فروکش تھے۔رات کے وقت جب بھی ہماری آنکھ کھلتی تو ان لوگوں کو تہجد پڑھتے دیکھا گیا۔فجر کی نماز کے بعد تمام طلباء اپنی اپنی چار پائیوں پر مشغول تلاوت قرآن کریم دیکھے گئے۔اور ادائیگی نماز کے لئے تمام طلباء ایک ترتیب سے باقطار مسجد اقصیٰ میں جاتے۔اور استاد صاحبان ہمراہ ہوتے۔

ان دنوں ایک دکاندار شیخ غلام احمد☆ صاحب نومسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو شیر فروشی کا کام کرتے تھے ان کی دکان پر

☆ شیخ صاحب واعظ کے نام سے مشہور تھے۔صاحب کشف بزرگ تھے۔بتاریخ ۳۵/۱۰/۱۲ وفات پاکر بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون ہوئے۔

بعض لوگ خود ہی حسب ضرورت دودھ پی لیتے اور خود ہی قیمت رکھ جاتے ۔ جماعت احمدیہ کی دینی و اخلاقی حالت نہایت اعلیٰ دیکھی گئی ۔ ایک دفعہ میں مسلسل ایک ماہ قادیان میں رہا جب میں اپنے گاؤں کریام آیا ۔ ایک شخص کو گالی نکالتے سنا۔ میں نے کہا پورے ایک ماہ بعد یہ آواز ناشائستہ میرے کانوں (میں *) پڑی ہے۔

بیعت اور حضورؑ کی تقریر: اسی طرح چار پانچ یوم گذر گئے تو مغرب کے بعد حسب معمول حضرت صاحب تشریف رکھتے تھے ۔ ہم دونوں نے بیعت کے لئے عرض کی ۔ ہماری عرضداشت قبول ہوئی حضور نے ہمارے ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے کر کلمہ شہادت پڑھ کر......اقرار کرایا کہ سچے دل سے کہو کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھونگا۔ اس کے بعد حضور نے تقریر فرمائی کہ ''شرک سے خدا بہت بیزار ہے'' ۔ جس طرح کسی خاوند کی عورت دوسرے کے پاس چلی جاوے اس سے بڑھ کر غیرت ہے کہ خدا کا بندہ اپنے معبود کو چھوڑ کر دوسرے کی پرستش کرے اور عبادت کے متعلق فرمایا کہ جس طرح بھوکے کے لئے دو چار روٹیاں اور پیاسے کے لئے ایک دو گلاس پانی پینے کی ضرورت ہوتی ہے اگر بھوکا ایک دانہ اور پیاسا ایک قطرہ پانی کا پی لے تو اس سے بھوک اور پیاس دور نہ ہوگی ۔ جب تک پوری خوراک کی مقدار حاصل نہ ہو ۔ اسی طرح زبانی کلمہ پڑھنے سے کچھ نہیں بنتا جب تک پوری عبادت نہ کی جاوے ۔ ☆ آپ کی تقریر کیا تھی ۔ آب حیات تھی جو مردہ دلوں کو زندہ کرتی تھی ۔ دوران تقریر میں آپ نے فرمایا کہ کسی غیر احمدی کے پیچھے نماز نہ پڑھنا۔ خاکسار نے عرض کیا کہ حضور بعض آدمی نہ آپ کی بیعت میں شامل ہیں اور نہ آپ کو برا سمجھتے ہیں ان کی نسبت کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا وہ بیعت میں شامل نہیں ہیں ۔ اس لئے ان کے پیچھے بھی (نماز کو ☆) نہ پڑھنا چاہئے ۔ نیز آپ نے فرمایا۔

☆ حاجی صاحب دوسری جگہ مفہوماً بیان کرتے ہیں کہ حضور ؑ نے بیعت کے بعد تقریر میں فرمایا ۔ کہ شرک اللہ تعالیٰ کو اسی طرح ناپسند ہے ۔ جیسے کسی شخص کی منکوحہ بیوی دوسرے شخص سے ناجائز تعلقات پیدا کر لیتی ہے اس کا خاوند کہتا ہے کہ تیری اور کمزوریوں سے تو درگذر ہو سکتی ہے مگر دوسرے شخص سے تعلق پیدا کرنے سے میں سخت بیزار ہوں ۔ اور عبادت کے متعلق فرمایا۔ جس طرح جسم کے لئے غذا اور کافی غذا کی ضرورت ہے اسی طرح روح کے لئے غذا اور کافی غذا کی ضرورت ہے ۔ اسی طرح کلمہ پڑھ کر سمجھ لینا کہ عبادت ہوگئی یہ روح کے لئے کافی نہیں نیز فرمایا کہ جس نے میری بیعت نہ کی وہ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں ۔ میں نے عرض کی کہ بعض لوگ حضور کو سچا سمجھتے ہیں اور تعریف کرتے ہیں مخالفت کبھی نہیں کرتے ان کے بارے میں حضور کا کیا حکم ہے؟ فرمایا وہ بیعت کو لغو سمجھتے ہیں ۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

اس بات کا غم نہ کرنا۔اللہ تعالیٰ بہت جلد جماعت قائم کر دے گا۔یہ بات کیا تھی۔ایک پیشگوئی تھی۔جو خدا کے حکم سے کی گئی مجھے یہ بات ہمیشہ یاد رہتی ہے۔اور اس کی یاد دل کو ایمان سے بھر دیتی ہے کہ سات ماہ میں جماعت احمدیہ سینکڑوں کی تعداد تک پہنچ گئی تھی پھر (ہم *) ہر سال حضرت صاحب کی زندگی میں دو دو تین تین مرتبہ حضور کی زیارت کا شرف حاصل کرتے۔ ☆

☆ چوہدری بشارت علی خان صاحب اور حاجی صاحب کے اسماء اخبارات سلسلہ کے بیعت کنندگان میں نہیں مل سکے۔ اور نہ ہی اس قدر تعداد بیعت کنندگان موضع کریام کی سات ماہ میں اخبارات میں درج ہے۔سو اس کی وضاحت کے لئے تحریر ہے کہ جہاں تک مجھے مطالعہ سے معلوم ہوا ہے حضور کے عہد مبارک میں بیعت کنندگان کے اسماء اس طور پر اخبارات میں شائع نہیں ہوتے تھے کہ کسی کا نام باقی نہ رہ جاتا ہو۔کثیر تعداد ایسے صحابہ کی ہے جن کے اسماء اخبارات میں نہیں ملتے باوجود اس کے ۱۹۰۳ء کے بقیہ عرصہ میں موضع کریام کے آٹھ ، چونتیس اور انیس افراد کے اسماء البدر میں صفحات ۲۶۴، ۳۰۴، ۳۲۰ پر موجود ہیں۔البتہ اس کی تائید رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ بابت ۰۹۔۱۹۰۸ء سے بھی ہوتی ہے وہاں مرقوم ہے کہ کریام میں تعداد مبائعین ایک صد پچاسی (۱۸۵) ہے گذشتہ سال پانچ افراد وفات پا گئے (ص ۱۸)
چوہدری بشارت علی خاں صاحب کے حالات اس کتاب میں دوسری جگہ درج کے گئے ہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ: ۔ان کے پیچھے بھی نماز نہ پڑھیں (خلاصہ از مئولف)''نیز فرمایا اللہ تعالیٰ جلد جماعت پیدا کر دیگا۔ ''چنانچہ چھ ماہ کے اندر اندر جماعت کریام بن گئی جس کی ۳۷/۱۱/۲۹ کو مردم شماری میں تین صد پندرہ کی تعداد تھی۔یعنی ۱۹۰۳ء میں چھ ماہ کے اندر اندر جو جماعت تیار ہوئی۔اس کے بعد بہت تھوڑی تعداد تھی غیر احمدیوں سے آئی۔البتہ پہلے احمدیوں کی اولاد سے ہی تعداد میں ترقی ہوئی۔ یہ حضور کے کلمات میرے لئے ہمیشہ ازدیاد ایمان کا باعث رہے ہیں
(ماخوذ از روایات مندرجہ الفضل مورخہ ۳۸/۶/۲۳)

حاجی صاحب کی روایات مندرجہ الفضل مورخہ ۳۸/۶/۲۳ میں آخر جنوری یا ابتداء فروری ۱۹۰۳ء میں بیعت کرنے کا ذکر ہے۔آپ کے فائل وصیت میں بھی ۱۹۰۳ء میں بیعت کرنا درج ہے اور بیعت والے قیام قادیان کے دوران میں حاجی صاحب نے الہام یَـوْمُ الِاثْـنَـینِ وَ'' فَتْـحُ الْـحُـنَیـنِ '' (21) سنا تھا اس کی تاریخ نزول ۷ افروری ۱۹۰۳ء ہے۔

الحکم میں حضور کے وہ کلمات طیبات درج ہیں جو حضور نے ۵ فروری ۱۹۰۳ء کو بعض افراد کے بیعت کرنے پر ارشاد فرمائے تھے جو ذیل میں نقل کئے ہیں اور حاجی صاحب نے اپنی بیعت کے موقع پر حضور کی تقریر دو مقامات پر درج کی ہے تینوں کے مطالعہ سے عیاں ہے کہ ان میں کیسی مطابقت ومشابہت ہے؛ ان مشابہ امور کو میں نے خط کشیدہ کر دیا ہے۔سو ثابت ہوتا ہے کہ حاجی صاحب کی بیعت ۵ فروری ۱۹۰۳ء کی ہے اور آپ کے بیان کے بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

کرم دین بھیں والے کے مقدمہ گورداسپور میں خاکسار حضورؑ کے ساتھ گیا تھا۔حضور یکّہ پر سوار ہوکر بٹالہ تشریف لے گئے پھر بٹالہ سے ریل کے ذریعہ گورداسپور ۔ ان دنوں قادیان میں حضور کو الہام ہوا۔ ''یَوْمُ الاِثْنَینِ وَ فَتْحُ الْحُنَینِ ''۔☆

☆ میں نے حضور کی زبان مبارک سے نہیں سنا مسجد میں ذکر تھا کہ حضور کو الہام ہوا ہے۔'' (ذکر حبیب از حاجی صاحب مندرجہ الفضل مورخہ ۲۳/۶/۳۸)

بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ:۔

مطابق مغرب کے بعد بیعت ہوئی۔اور بیعت قادیان آنے کے چار پانچ روز بعد ہوئی۔اور الہام مذکورہ بالا آپ نے قادیان میں سنا تھا گویا اندازاً آپ کا قیام یکم فروری تا ۱۷ فروری ۱۹۰۳ء ثابت ہوتا ہے۔

مئوقر الحکم میں ''۵ فروری کی ڈائری سے ایک حصہ'' کے زیر عنوان مرقوم ہے۔

''آج کل زمانہ بہت خراب ہو رہا ہے قسم قسم کی شرک بدعت اور خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں۔بیعت کے وقت جو اقرار کیا گیا ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھونگا۔یہ اقرار خدا کے سامنے اقرار ہے اب چاہیئے کہ اس پر موت تک خوب قائم رہو۔ورنہ سمجھو کہ بیعت نہیں کی۔اور اگر قائم رہو گے تو اللہ تعالیٰ دین دنیا میں برکت دے گا۔اپنے اللہ کے منشاء کے موافق پوری پوری تقویٰ اختیار کرو۔زمانہ نازک ہے قہر الٰہی نمودار ہو رہا ہے جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق اپنے آپ کو بنالے گا۔اور اپنی جان اور اپنی آل و اولاد پر رحم کرے گا۔دیکھو انسان روٹی کھاتا ہے جب تک سیری کے موافق پوری مقدار نہ کھالیوے تو اس کی بھوک نہیں جاتی اگر وہ ایک بھورہ روٹی کا کھاوے تو کیا وہ بھوک سے نجات پائے گا؟۔ہرگز نہیں اور اگر وہ ایک قطرہ پانی کا اپنے حلق میں ڈالے تو وہ قطرہ اسے ہرگز بچا نہ سکے گا۔ بلکہ باوجود اس قطرے کے وہ مرے گا۔حفظ جان کے واسطے وہ قدر محتاط جس سے زندہ رہ سکتا ہے جب تک نہ کھاوے اور نہ پیوے نہیں بچ سکتا۔یہی حال انسان کی دینداری کا ہے جب تک اس کی دینداری اس حد تک نہ ہو کہ سیری ہو۔بچ نہیں سکتا۔دینداری۔تقویٰ۔خدا کے احکام کی اطاعت کو اس حد تک کرنا چاہیئے جیسے روٹی اور پانی کو اس حد تک کھاتے اور پیتے ہیں جس سے بھوک اور پیاس چلی جاتی ہے۔

خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ خدا کی بعض باتوں کو نہ ماننا اس کی سب باتوں کو ہی چھوڑ دینا ہوتا ہے۔اگر ایک حصہ شیطان کا ہو اور ایک خدا کا تو خدا کہتا ہے کہ سب ہی شیطان کا ہے اللہ تعالیٰ حصہ داری کو پسند نہیں کرتا۔یہ سلسلہ اس کا اسی لئے ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی طرف آوے۔اگرچہ خدا تعالیٰ کی طرف آنا بہت مشکل ہوتا ہے اور ایک قسم کی موت ہے مگر آخر زندگی بھی اسی میں ہے جو اپنے اندر سے شیطانی حصہ نکال کر باہر پھینک دیتا ہے۔وہ مبارک انسان ہوتا ہے اور اس کے گھر اور نفس اور شہر سب جگہ اس کی برکت پہنچتی ہے لیکن اگر اس کے حصہ میں ہی تھوڑا آیا ہے تو وہ برکت نہ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

پہلی دفعہ جب بیعت کے لئے آئے جیسا (کہ *) اوپر ذکر ہوا۔ میرا ساتھی چوہدری بشارت علی خاں ایک ہفتہ قیام دارالامان کے بعد واپس ملازمت پر چلا گیا۔ اور خاکسار دو ہفتہ سے زیادہ حضور کے کلمات طیبات اور مولوی صاحب کے درس قرآن کریم اور حضور کے ساتھ جا کر نمازیں پڑھ کر کریام واپس ہوا۔

بقیہ صفحہ سابقہ۔ ہوگی جب تک بیعت کا اقرار عملی طور پر نہ ہو بیعت کچھ چیز نہیں ہے جس طرح سے ایک انسان کے آگے تم بہت سی باتیں زبان سے کرو مگر عملی طور پر کچھ بھی نہ کرو تو وہ خوش نہ ہوگا۔ اسی طرح معاملہ خدا کا ہے وہ سب غیر تمندوں سے زیادہ غیرت مند ہے۔ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ ایک تو تم اسکی اطاعت کرو پھر ادھر اس کے دشمنوں کی بھی اطاعت کرو۔ اس کا نام تو نفاق ہے۔ انسان کو چاہئے کہ اس مرحلہ میں زید و بکر کی پرواہ نہ کرے۔ مرتے دم تک اس پر قائم رہو۔

بدی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک خدا کے ساتھ شرک کرنا اس کی عظمت کو نہ جاننا۔ اس کی عبادت اور اطاعت میں کسل نہ کرنا۔ دوسری یہ کہ اس کے بندوں پر شفقت نہ کرنی۔ ان کے حقوق ادا نہ کرنے اب چاہئے کہ دونوں قسموں .... کی خرابی نہ کرو۔ خدا کی اطاعت پر قائم رہو۔ جو عہد تم نے بیعت میں کیا ہے اس پر قائم رہو۔ خدا کے بندوں کو تکلیف نہ دو قرآن کو بہت غور سے پڑھو۔ اس پر عمل کرو۔ ہر ایک قسم کے ٹھٹھے اور بیہودہ باتوں اور مشرکانہ مجلسوں سے بچو۔ پانچوں وقت نماز کو قائم رکھو۔ غرضیکہ کوئی ایسا حکم الٰہی نہ ہو جسے تم ٹال دو۔ بدن کو بھی صاف رکھو اور دل کو ہر ایک قسم کے بے جا کینے بغض حسد سے پاک کرو۔ یہ باتیں ہیں جو خدا تم سے چاہتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کبھی کبھی آتے رہو۔ جب تک خدا نہ چاہے کوئی آدمی بھی نہیں چاہتا۔ نیکی کی توفیق وہی دیتا ہے۔ دو عمل ضرور خیال رکھو۔ ایک دعا دوسرے ہم سے ملتے رہنا تا کہ تعلق بڑھے اور ہماری دعا کا اثر ہو۔

ابتلاء سے کوئی خالی نہیں رہتا۔ جب سے یہ سلسلہ انبیاء اور رسل کا چلا آرہا ہے جس نے حق کو قبول کیا ہے اس کی ضرور آزمائش ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ جماعت بھی خالی نہ رہے گی۔ گرد و نواح کے مولوی کوشش کریں گے کہ تم اس راہ سے ہٹ جاؤ۔ تم کو کفر کے فتوے دیویں گے۔ لیکن یہ سب کچھ پہلے ہی سے اسی طرح ہوتا چلا آیا ہے۔ لیکن اس کی پرواہ نہ کرنی چاہئے۔ جوانمردی سے اس کا مقابلہ کرو۔ پھر بیعت کنندگان نے منکرین کے ساتھ نماز پڑھنے کو پوچھا۔ حضرت نے فرمایا کہ ان لوگوں کے ساتھ ہرگز نہ پڑھو۔ اکیلے پڑھ لو۔ جو ایک ہوگا وہ جلد دیکھے گا کہ ایک اور اس کے ساتھ ہو گیا ہے ثابت قدمی دکھاؤ۔ ثابت قدمی میں ایک کشش ہوتی ہے۔ اگر کوئی جماعت کا نہ ہو تو نماز اکیلے پڑھو۔ مگر جو اس سلسلہ میں نہیں اس کے ساتھ ہرگز نہ پڑھو ہرگز نہ پڑھو۔ جو ہمیں زبان سے برا نہیں کہتا وہ عملی طور سے کہتا ہے کہ حق کو قبول نہیں کرتا۔ ہاں ہر ایک کو سمجھاتے رہو۔ خدا کسی نہ کسی کو ضرور کھینچ لیوے گا۔ جو شخص نیک نظر آوے سلام وعلیک اس سے رکھو لیکن اگر وہ شرارت کرے تو پھر یہ بھی ترک کر دو۔ (22)

کریام میں طاعون:۔ اس وقت کریام میں طاعون کا بہت زور تھا۔گویا موتا موتی لگ رہی تھی۔رات کے وقت کریام پہنچا لوگ مسجد میں سن کر انتظار کرنے لگے مگر میں نے اپنے مکان میں نماز پڑھی وہ بڑے حیران ہوئے اور شدہ شدہ یہ خبر تمام گاؤں میں پھیل گئی کریام کی مردم شماری دو ہزار کے قریب ہے مالک راجپوت ہیں اور لوگ موروثی ۔ادھر طاعون کا زور ۔ادھر سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مخالفت ۔غرض جدھر دیکھو احمدیت کا چرچا جس گھر سنو احمدیت کا ذکر۔بعض طاعون زدہ لوگوں کو بیعت کرائی گئی۔اور وہ تندرست ہو گئے۔

غیر احمدیوں میں سے بعض نے بذریعہ خواب بیعت کی۔طاعون کا حملہ بہت سخت تھا۔ ☆جو بیعت کرتا نماز کی پابندی کرتا منشیات وغیرہ سے پرہیز کرتا۔بعض لوگ حیران ہو کر دریافت کرتے کہ یہ بندے کام چھوڑ بیٹھے ہیں۔زمینداروں کی کھیتیاں محفوظ ہو گئیں۔ایک برہمن ٹھاکر داس نامی کریام کا رہنے والا معمر اور باسمجھ تھا مجھے کہنے لگا کہ میں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔مگر اس شرط پر کہ اپنے مذہب پر رہوں۔چونکہ بعض مسلمان گدی نشین اس قسم کی بیعت لے لیتے تھے کہ مرید اپنے مذہب پر رہے۔صرف شیرینی اور چڑھاوا دیتا رہے۔میں نے کہا جب تک اسلام میں داخل نہ ہو بیعت کوئی قبول نہیں۔بیعت کر کے اپنا باطل مذہب چھوڑنا پڑے گا۔پھر وہ خاموش ہو گیا۔

انہی دنوں کا ذکر ہے کہ ایک احمدی اور ایک غیر احمدی نمبردار ایک گاؤں کو جا رہے تھے موسم بہار تھا۔چنے کے کھیت پکے تھے۔احمدی نے راستہ میں ایک ٹہنی توڑ کر منہ میں چنا ڈالا پھر معاً اس نے خیال آنے پر تھوک دیا۔اور توبہ توبہ پکارنے لگا کہ پرایا مال منہ میں کیوں ڈال لیا۔اس کے اس فعل سے نمبردار مذکور پر بہت اثر ہوا۔وجہ اس کی یہ تھی کہ وہ احمدی اس سے پہلے ایک مشہور مقدمہ باز جھوٹی گواہیاں دینے والا۔رشوت خور تھا۔بیعت کے بعد ہی اس کے اندر اس قدر جلدی تبدیلی دیکھ کر کہ وہ پابند نماز،قرآن کی تلاوت کرنے والا اور جھوٹ سے مجتنب رہنے والا بن گیا ہے۔نمبردار مذکور نے بیعت کر لی۔اور اس کے خاندان کے لوگ بھی احمدی ہو گئے۔

کچھ لوگ حضرت اقدسؑ کو جالندھر میں جن دنوں حضور زین العابدین کے مکان پر ٹھہرے تھے اور

☆"ذکر حبیب مندرجہ الفضل مورخہ ۳۸/۶/۲۳ میں یہ بھی مرقوم ہے کہ آپ کا غیر احمدیوں کے ساتھ نماز نہ پڑھنا مخالفت کا باعث بنا۔ان دنوں سوائے اس گفتگو کے کریام میں کوئی چرچا ہی نہ رہا۔جو بیعت کرتا وہ طاعون سے سلامت رہتا۔باقی طاعون کا شکار ہوتے جاتے۔

سیّد عباس علی لدھیانوی بھی ساتھ تھے ۔ زیارت پر آئے تھے ۔ جو ایک مقدمہ کے دوران میں جالندھر گئے ہوئے تھے کہ ہم بھی گفتگو کریں گے ۔ مگر جب حضور کو دیکھا اور اس مجمع میں کلام کرتے سنا تو وہ خاموشی سے سنتے رہے اور میرے آنے پر بیعت کر لی کچھ طاعون نے مدد کی ۔ غرض سات ماہ کے اندر اندر سینکڑوں تک جماعت کی تعداد پہنچ گئی ۔ اور پھر گاہے گاہے اور (لوگ ☆) بھی شامل ہوتے رہے ۔ اور پھر ان کی اولادوں کے ذریعہ بھی جماعت بڑھتی گئی جس کی تعداد تین سو پچیس کے قریب ہے ۔ ☆

ایک عبرت انگیز واقعہ: ۔ کریام میں ہماری پتّی حاجی والی کے نام سے مشہور ہے ایک شخص پہلے حاجی ہوتا تھا اس پتّی میں رہنے والا ذیلدار اس کا بیٹا سب رجسٹرار اور پوتا رسائیدار تھا ۔ جو مخالفت کے لئے کھڑے ہوئے تھے ۔ احمدی جماعت کے بائیکاٹ کا پراپیگنڈا شروع کیا ۔ ذیلدار مذکور گاؤں میں ۔ سب رجسٹرار تحصیل میں رسائیدار گاؤں میں مخالفت اور بائیکاٹ کا پراپیگنڈا کرنے لگے ۔ اور لوگ بھی ان کے ساتھ شامل ہوئے ذیلدار مذکور حضرت اقدس کو جذامی کہا کرتا تھا، وہ خود جذامی ہو گیا ۔ سب رجسٹرار تپ دق میں مبتلا ہو کر دہلی میں علاج کے لئے گیا ۔ مگر لاعلاج ہو کر واپس آیا ۔ راہ میں چل بسا ۔ رسائیدار بھی تپ دق میں گرفتار ہو کر مر گیا اور اس کا بھائی طاعون کا شکار ہوا ۔ گویا کہ اس گھر کو عذاب نے کچل کر رکھ دیا ۔ ذیلدار جذامی ہونے کی حالت میں دعا کیا کرتا کہ اے اللہ! مجھے موت دے ۔ کیڑے پڑ کر مر گیا ۔

میں نے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں مسجد مبارک کے مغربی حصہ میں جہاں مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت اقدس علیہ السلام نماز کے لئے کھڑے ہوتے ۔ پھر وہ حصہ جس میں چھوٹی سی کوٹھڑی تھی جو توڑ دی گئی عرض کیا کہ ہمارے گاؤں کا ذیلدار حضور کو جذامی کہا کرتا تھا وہ خود جذامی ہو کر مر گیا ۔ حضورؑ نے فرمایا ۔ مخالفین کے اندر تو جذام ہوتا ہے اللہ تعالیٰ بعض کے جسموں پر بھی ظاہر کر دیتا ہے ۔ ☆☆

☆ آپ کے صاحبزادہ چوہدری احمد الدین خانصاحب بتاتے ہیں کہ ۱۹۴۷ء میں بٹوارے کے وقت احمدی افراد کی تعداد نصف ہزار تک پہنچ چکی تھی ۔ رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ بابت ۰۹ ۔ ۱۹۰۸ء سے معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ سال جماعت کی تعداد ایک سو نوے تھی (ص ۱۸)

☆☆ مراد روحانی جذام ہوتا ہے جو ان کی مخالفت و بیباکی سے ثابت ہے الفضل مورخہ ۲۳/۶/۳۸ میں ذیلدار کا مولا بخش راجپوت حاجی صاحب نے بیان کیا ہے ۔

جب سب رجسٹرار وغیرہ مر گئے تو اس کی بیوی نے بیعت کر لی۔ انہوں نے یقین کر لیا کہ ان کے خاندان پر تباہی محض مخالفت احمدیت کی وجہ سے آئی ہے سب رجسٹرار حکام میں بااثر ہستی تھا۔ اس نے احمدیوں پر جھوٹے فوجداری و دیوانی مقدمات دائر کر دیئے (تھے) احمدیوں کی طرف سے بھی مقدمات دائر کئے گئے تھے۔ وہ مقدمات جو احمدیوں کے خلاف دائر کئے گئے وہ خارج کر دیئے گئے اور جو غیر احمدیوں پر ہوئے ان کی ڈگریاں ہو گئیں۔ الغرض جماعت احمدیہ کریام نے بڑے بڑے نشان دیکھے بسبب طوالت مضمون اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

آنحضرت صلعم کی دوسری مرتبہ زیارت:۔ مجھے بیعت سے پہلے بچپن میں............آنحضرت ﷺ کی زیارت ہوئی تھی۔ پھر مجھے شوق ہوا کہ بیعت کے بعد بھی زیارت ہو۔ میں اکثر اسی غرض سے درود شریف پڑھا کرتا مگر فروری ۱۹۱۰ء میں مسماۃ مَولی صاحبہ اہلیہ غلام نبی خاں سکنہ نورہ حال محلّہ دارالفضل قادیان متصل مسجد جو اس وقت بیوہ ہو کر نعمت خاں سکنہ سڑوعہ کے نکاح میں آ چکی تھی۔ اور برادری نے اسے گاؤں سے نکال دیا تھا۔ وہ کریام میں آئی اس کے پیچھے اس کا بھائی جو ایک پولیس مین تھا۔ اور تھانہ راہواں میں متعین تھا، آیا وہ یکہ پر سوار تھی یکہ ہمارے مکان کے سامنے ٹھہرا چونکہ نعمت خاں سکنہ سڑوعہ احمدی تھا۔ اس واسطے وہ ہمارے ہاں مہمان ٹھہری ہم نے اس کو پولیس میں سے چھڑا کر اپنے ہاں جگہ دی۔ اور پولیس مین پر مقدمہ دائر کر دیا۔ اور نعمت خاں مذکور کی رہائش اور خورد نوش کے لئے چندہ اکٹھا کیا۔ یہ پولیس مین مولی کا بھائی سڑوعہ کا رہنے والا اور غیر احمدی راجپوت تھا وہ کہتا تھا کہ اس عورت نے شرم دور کر دی ہے میں اس کو جان سے ماردوں گا۔ ان دنوں جب ہم مقدمہ کی پیروی کر رہے تھے اور بیوہ کے لئے خورد نوش اور رہائش کا انتظام کر رہے تھے اور اس کی حفاظت کرتے تھے۔ آنحضرت صلعم کی زیارت نصیب ہوئی میں نے خواب میں دیکھا کہ بلند چونے گچ چبوترہ پر حضورؐ کھڑے ہیں۔ حضورؐ کا لباس سر پر لنگی جس کے چھوٹے چھوٹے خانے اور تہہ بند بھی لنگی جس میں بڑے بڑے خانے اور کرتہ سفید دودھ کی طرح لٹھے کا تھا۔ زیب تن تھا۔ آپؐ کے چہرہ کا رنگ سرخی سفیدی ملا جلا تھا۔ بال کوئی کوئی سفید چہرہ خوبصورت دُبلا نہ تھا۔ حضور سے پہلے حاجی رحمت اللہ صاحبؓ راہوں نے مصافحہ کیا نبی بخش صاحب سے حضورؐ نے کچھ بات بھی کی۔ مگر وہ یاد نہ رہی اس کی مجھے تعبیر بتلائی گئی کہ حاجی رحمت اللہ صاحب راہواں حج کر چکے ہیں، تم حج کرو گے۔ اور نبی بخش احمدی (سکنہ *) گڑھ شنکر بھی حج کرینگے۔ خاکسار راقم اور حاجی نبی بخش نے ۱۹۱۱ء میں حج کیا۔ خواب پورا ہو گیا۔ اس وقت یہ سمجھ میں آیا کہ حضور ﷺ کی زیارت کے لئے درود شریف پڑھنا اور آپ کی سنت پر عمل کرنا یا

جوسنت مٹ چکی ہوجیسا کہ ہماری قوم میں نکاح بیوہ کو جاری کرنا احیاء سنت ہے۔اس پر زیارت ہوتی ہے۔☆

جن دنوں بیعت کر کے کریام آیا یعنی فروری ۱۹۰۳ء میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مخالفت شدت سے ہوئی ان دنوں جو شخص ہماری باتیں سنتا وہ احمدیت کو اختیار کر لیتا۔...................... پھر ایک وقت آیا کہ مخالفت دور ہوگئی۔ ہمارے پاس لوگ آتے مگر کوئی نہ مانتا۔اس پر میری سمجھ میں آیا کہ حضور کے فرمان کے مطابق جو بیعت کے وقت آپ نے فرمایا تھا کہ جلدی جماعت ہوجاوے گی۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی ہماری جماعت قائم ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس جو کوئی آ کر کہتا کہ حضور ہماری جماعت کی بڑی مخالفت ہو رہی ہے۔آپ فرماتے زندہ جماعت ہےاور یہ آیت بھی سمجھ میں آئی۔عَسَىٰ اَنْ تُحِبُّوْ شَيْئاً وَ هُوَ شَرٌّ لَكُمْ.(23)

سوتیلی والدہ کی بیعت:۔ حاجی صاحب کے والد ماجد کی تین بیویاں تھیں۔زوجہ اول وزوجہ ثانی (جو حاجی صاحب کی سگی والدہ تھیں) احمدیت سے قبل وفات پا گئی تھیں تیسری والدہ محترمہ زینب بیگم صاحبہ قوم راجپوت سکنہ موضع جاڈلہ تحصیل نواں شہر کی شادی اندازاً ۱۸۸۴ء میں ہوئی تھی۔آپ کا بچہ عبدالرحمٰن صغرسنی میں وفات پا گیا تھا۔ آپ کو اورآپ کی دونوں دختران کو بھی حاجی صاحب کی بیعت کے بعد ۱۹۰۳ء ہی میں احمدیت قبول کرنے کی توفیق حاصل ہوئی۔ بلکہ تینوں ماں بیٹیوں کو قادیان جا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کر کے صحابیات میں شامل ہونے کا شرف بھی ملا۔حاجی صاحب نے ۱۹۰۴ء میں اپنی سوتیلی بہنوں محترمہ امیر النساء کی شادی مکرم چوہدری طفیل محمد خاں صاحب سے اور محترمہ محمد جان صاحبہ کی شادی مکرم چوہدری محمد علی صاحب سکنہ کریام سے کردی تھی۔مرحومہ نے دسویں حصہ کی وصیت کر کے اپنی زندگی میں حصہ جائیداد ادا کر دیا تھا۔☆☆

☆محترم نعمت خانصاحب موصوف کی بیعت کا اندراج البدر مورخہ ۳۱ جولائی ۱۹۰۳ء صفحہ ۲۲۴ کالم ۳ میں موجود ہے۔ الحکم مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۱۰ء (صفحہ ۹) میں تفصیلاً ذکر ہے کہ سڑوعہ میں جان کا خطرہ تھا نعمت خاں صاحب نے قادیان پہنچ کر بیوہ سے شادی کر لی۔اور موضع کریام میں پناہ لی۔ بیوہ کے بھائی نے جو کانسٹیبل تھا زدوکوب کیا۔اور دروازہ بند نہ کرلیا جاتا تو جان سے مار دیتا اور تھانیدار کے راجپوت قوم کا ہونے کے باعث عدالت میں بھی مقدمہ خارج ہوگیا۔مؤقر الحکم نے حکام بالا کو انصاف کے لئے توجہ دلائی۔

☆☆ مئولف کے استفسار پر چوہدری مہر خاں صاحب (صحابی) نے لکھا کہ البدر بابت ۴ ستمبر ۱۹۰۳ء میں جو صفحہ ۲۶۴

پر موضع کریام کے مبائعین میں اہلیہ طفیل محمد صاحب اہلیہ محمد علی صاحب اور والدہ غلام احمد صاحب باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

محترمہ زینب بیگم صاحبہ بہت سخاوت کرنے والی احکام دینیہ پر عامل اور پابند صوم وصلوٰۃ تھیں۔اپریل ۱۹۲۸ء میں رحلت فرمائی موضع کریام ہی میں مدفون ہوئیں۔لیکن آپ کے نام کا کتبہ بہشتی مقبرہ قادیان میں لگا یا گیا۔

سگی ہمشیرہ کی بیعت:۔ حاجی صاحب کی سگی ہمشیرہ محترمہ دولت بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری بھمبوخان صاحبؓ سکنہ موضع سڑوعہ کو بھی حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کا بحالت ایمان موقع ملا۔اور وہ آخر تک احمدیت سے وابستہ رہیں۔اور ۱۹۳۶ء میں وفات پائی۔(بیان چوہدری مہر خان صاحب) ☆

آپ اندازاً ۱۸۷۳ء میں بمقام کریام پیدا ہوئیں۔۱۸۹۱ء میں آپ کی شادی ہوئی میاں بیوی کے تعلقات بہت خوشگوار تھے۔خاوند بھی صحابی تھے۔مرحومہ کو کئی بار قادیان آنے کا موقع ملا۔جذبۂ خدمت ان میں بہت تھا۔چندوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔تعمیر مساجد بیرونی ممالک کے چندہ میں بھی انہوں نے شرکت کی تھی۔صوم وصلوٰۃ کی بہت پابند تھیں۔اور خواتین میں بہت مقبول تھیں۔آپ نے بعمر تریسٹھ سال ۱۹۳۶ء میں

بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ:۔ کے اسماء مرقوم ہیں ان سے مراد حاجی صاحب کی دونوں سوتیلی ہمشیرگان امیر النساء بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری طفیل محمد صاحب اور محمد جان صاحبہ اہلیہ چوہدری محمد علی صاحب اور سوتیلی والدہ زینب بیگم صاحبہ ہی مراد ہیں۔دوسری دونوں والدہ قبول احمدیت سے قبل فوت ہو چکی تھیں۔یہ دونوں ہمشیرگان علی الترتیب ۱۹۱۱ء اور ۱۷ جون ۱۹۵۹ئمیں فوت ہوئیں۔انہوں نے اور ان کی والدہ صاحبہ نے حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت بحالت ایمان کی تھی۔گویا صحابیات تھیں۔اور آخر وقت تک احمدیت پر قائم رہیں۔محمد جان صاحب کی وفات چک ۲۶ اسلام آباد پھالیہ ضلع گجرات میں ہوئی۔بحوالہ (24)

☆ ہمشیرہ غلام احمد صاحب کریام کی بیعت بھی البدر بابت ۴ستمبر ۱۹۰۳ء میں درج ہے (صفحہ ۲۶۴) خاکسار کے استفسار پر چوہدری احمد دین صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ مراد محترمہ دولت بیگم صاحبہ ہیں اس لئے کہ حاجی صاحب کی دوسری سگی ہمشیرہ محترمہ حشمت بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری مولابخش صاحبؓ اپنے بچے چوہدری عبدالغنی صاحب (جن کی ولادت ۱۸۹۵ء کی ہے) کی چھ سات سال کی عمر میں وفات پا گئی تھیں گویا اندازاً ۱۹۰۲ء میں جبکہ ابھی حاجی اور ان کے اقارب نے بیعت نہیں کی تھی۔ چوہدری احمد دین صاحب یہ بھی ذکر کرتے ہیں کہ یہ چوہدری بھمبو خانصاحب تقسیم ملک سے قبل وفات پا گئے تھے۔ان کے ہم نام جو بحالت درویشی فوت ہوئے اور تھے گو وہ بھی موضع سڑوعہ کے باشندہ تھے۔

بمقام سڑوعہ وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئیں۔☆

اہلی زندگی: ۔آپ کی پہلی شادی بعمر چودہ سال ۱۸۸۹ء میں محترمہ امام بیگم صاحبہؓ بنت بھنوخاں صاحب سکنہ موضع رائے پور نزد کاٹھ گڑھ (ضلع ہوشیار پور) سے ہوئی۔موصوفہ حاجی صاحب سے قریباً دو ماہ قبل ۸مئی ۱۹۴۳ء کو وفات پا کر بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون ہوئیں ۔ مرحومہ بہت نیک بخت ، پرہیز گار، نماز روزہ کی پابند بلکہ تہجد گذار اور بہت صدقہ خیرات کرنے والی تھیں۔حضرت مسیح موعودؑ کے عہد مبارک میں احمدیت قبول کی تھی۔☆☆

چونکہ ان کے بطن سے کوئی اولاد نہ ہوئی تھی اس لئے موضع کریام ہی میں محترمہ محمد جان بیگم صاحبہ (ہمشیرہ نعمت خان ولد دارے خاں راجپوت) سے رشتہ کی تجویز ہوئی لیکن چونکہ موصوفہ کے بعض اقارب کو اس سے اتفاق نہ تھا اس لئے حاجی صاحب نے یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ امر جماعتی انتشار کا موجب نہ ہو۔موصوفہ کے بھائی چوہدری نعمت خاں صاحب کو جو کہ ولی بھی تھے کہا کہ چونکہ آپ کے گھر میں اختلاف رائے ہے مبادا یہ ذاتی اختلاف جماعتی انتشار کی صورت اختیار کرے اس لئے میری رائے یہ ہے کہ آپ اپنی ہمشیرہ کا رشتہ کسی اور جگہ کر لیں۔ممکن ہے فریقین کو ایک دوسرے سے بہتر رشتے میسر آ جائیں۔

یہ معاملہ دو سال تک معلق رہا اور کوئی فیصلہ نہ ہوسکا۔اس لئے چوہدری نعمت خانصاحب نے جملہ حالات سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں عرض کئے حضور نے فرمایا کہ میں نکاح پڑھ دیتا ہوں۔ اختلاف خود ہی ختم ہو جائے گا۔ چنانچہ حضور نے نکاح کا اعلان فرمایا۔اور ۱۲ جنوری ۱۹۲۳ء کو تقریب رخصتانہ عمل میں آئی ۔ اور بحمداللہ کسی قسم کا انتشار پیدا نہیں ہوا ۔محترم ایڈیٹر صاحب الحکم اس بارہ میں لکھتے ہیں ۔

’’میرے مکرم بھائی حاجی غلام احمد خان ساکن کریام اپنی نیک اور نمونہ کی زندگی کے لئے جالندھر اور

☆مذکور بالا بیان چوہدری احمد الدین صاحب کا ہے۔وہ یہ بھی ذکر کرتے ہیں کہ میں ان کے بڑے بیٹے کا داماد ہوں۔ (اولاد کے لئے دیکھئے شجرہ)

☆☆محترم امام بیگم صاحبہ کی وصیت ۷امئی ۱۹۱۶ء کی ہے سند پر بطور میر مجلس کارپرداز حضرت مرزا محمود احمد صاحب (خلیفہ ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ) کے دستخط ہیں پہلے موضع کریام میں امانتاً دفن کی گئیں اور جلسہ سالانہ پر تابوت قادیان لایا گیا۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے قلم مبارک سے تدفین کی اجازت فرمائی (فائل وصیت)

ہوشیار پور میں خاص طور پر ممتاز ہیں۔ان کے گاؤں کریام میں احمدیوں کی ایک بڑی جماعت ہے۔حاجی صاحب کا دوسرا نکاح وہاں ہی ہونے والا تھا مگر اس نکاح میں عرصہ سے بعض روکیں اور مشکلات تھیں۔راجپوت قوم میں سب سے زیادہ پابندیاں شادی بیاہ میں ہوتی ہیں اور باوجودیکہ اس وقت عام طور پر جاہلیت کی رسموں کو توڑا جا رہا ہے اور ہمارے احمدی بھائی بہت بڑی قربانی کر کے سلسلہ میں داخل ہو چکے ہیں اور اکثر رسومات کو وہ توڑ بھی چکے ہیں مگر ابھی تک بعض رسموں کا اثر ان میں باقی ہے۔منجملہ ان کے چھتوں اور مکانوں کا ایک دیرینہ سوال ہے۔اور ایسا ہی جہاں لڑکیاں لیتے ہیں وہاں دیتے نہیں۔اس نکاح میں بھی اس قسم کی مشکلات کا ایک سلسلہ چلا آتا تھا۔ایام جلسہ میں اس کے متعلق کوشش کی گئی مگر اس خیال سے کہ جماعت کے اتحاد کو اس سے صدمہ نہ پہنچے چوہدری صاحب اس قربانی کے لئے آمادہ اور تیار تھے کہ باوجود لڑکی والوں کے بے حد اصرار کے وہ نکاح نہ کریں۔حضرت اولوالعزم ایدہ اللہ نے جو جماعت کی اصلاح اور فلاح کے لئے کسی مشکل کو مشکل ہی نہیں سمجھتے۔یہ دیکھ کر کہ اس رسم کو ٹوٹنا چاہئے نکاح کرنے کے لئے حکم دیدیا۔اس لئے جلسہ کے بعد یہ نکاح خود حضرت خلیفۃ المسیح نے بعد نماز فجر پڑھا۔

یہ امر جماعت کو معلوم ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح صرف ان مخلصین کے نکاح کا خود اعلان فرماتے ہیں جن کے متعلق آپ کو کامل یقین ہوتا ہے کہ ہر امر میں آپ کے فیصلہ کو شرح صدر سے قبول کرتے ہیں۔

حضرت نے اپنے خطبہ میں ذات پات کے رواج اور پابندیوں کی برائیوں کو بیان کرتے ہوئے اس امر پر اظہار افسوس فرمایا کہ راجپوت قوم میں یہ قیود حد سے زیادہ ہیں۔اور اس پر بھی اظہار افسوس فرمایا کہ ابھی تک احمدی راجپوتوں میں بھی اس قسم کی قیود پائی جاتی ہیں۔آپ نے فرمایا کہ لوگ چھت اور مکان (گھر کی چھت وغیرہ) کے قائم رہنے کے لئے دعا کرتے ہیں مگر میں اس چھت اور مکان (راجپوت برادری کے اصطلاحی چھت اور مکان) کے گر جانے کی دعا کرتا ہوں۔............غرض حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنے خطبہ میں ان چھتوں اور مکانوں کے گر جانے کی دعا کی۔اور یہ بھی فرمایا کہ بعض لوگ دوسروں کی لڑکیاں تو لے لیتے ہیں لیکن ان کو دیتے نہیں۔اور اس طرح ان کو ذلیل سمجھتے ہیں ایسے لوگ بے حمیت ہیں جو پھر ان کو لڑکیاں دیتے ہیں۔ان کے اس نخوت اور تکبر کو توڑنے کے لئے ضروری ہے کہ ان کو ہرگز لڑکیاں نہ دی جائیں۔

..................حاجی صاحب کا یہ نکاح اس قسم کا رسم کو توڑنے والا ہے۔اور اسی وجہ سے حضرت صاحب

نے خاص طور پر اس میں دلچسپی لی۔(25)☆......................آپ حاجی صاحب کے عقدِ زوجیت میں بیس سال تک رہیں اور آپ نے وفاداری و اطاعت کا اعلیٰ نمونہ دکھایا۔ مرحومہ کم گو، عبادت گذار اور نیک سیرت خاتون تھیں۔ خاندان حضرت مسیح موعودؑ سے والہانہ محبت رکھتی اور احمدیت کے لئے دلی اخلاص و عزت رکھتی تھیں۔ اور خواتین کے لئے اعلیٰ نمونہ تھیں۔ حضرت حاجی صاحب کے دوش بدوش آپ نے خواتین کے لئے کام کیا۔ آپ ابتدائی زمانہ میں سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئی تھیں۔☆☆ آپ بعمر ساٹھ سال ۱۴ دسمبر ۱۹۵۸ء کو داعی اجل کو لبیک کہہ کر بہشتی مقبرہ ربوہ میں آرام فرما ہیں۔ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا جنازہ پڑھایا۔ ☆☆☆ آپ کے بطن سے تین بیٹے اور ایک بیٹی حاجی صاحب کی اولاد ہوئی۔☆☆☆☆

☆ پانچصد روپیہ مہر پر یہ نکاح ہوا۔ (الفضل مورخہ ۲۳/۱/۱۱ صفحہ ۱۱)

☆☆ ماخوذ از الفضل مورخہ ۵۹/۱/۱ صفحہ ۶ مرحومہ کی بیعت مسماۃ محمد جان صاحبہ کے الفاظ میں والدین کی بیعت کے ہمراہ البدر ۰۳/۱۰/۹ صفحہ ۳۰۴ میں درج ہے۔ اس وقت آپ چار پانچ سال کی ہوں گی لیکن ان کا حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کرنے کا علم نہیں ہو سکا۔

☆☆☆ حضور کے جنازہ پڑھانے اور مرحومہ کے بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کا ذکر الفضل ۵۸/۱۲/۲۰ صفحہ ۴ میں ہے۔

☆☆☆☆ بیٹی اڑھائی سال کی عمر میں وفات پاگئی۔ بڑے بیٹے چوہدری ظہور الدین احمد صاحب کی ولادت پر الحکم نے حاجی صاحب کو مبارک باد دی (۲۴/۹/۲۱ صفحہ ۴) ان کی ولادت ۲۴/۸/۱۴ کو اور وفات ۵۰/۵/۳۰ کو ہوئی۔ انہوں نے قادیان سے میٹرک کیا اگلے سال حاجی صاحب کی وفات واقع ہوجانے کے باعث بجائے ملازمت کے جائیداد کا کام سنبھال لیا۔ اور باوجود کم عمری کے نہایت خوش اسلوبی سے کام سنبھالا۔ اور جماعت کے کاموں میں خوب حصہ لینے لگے۔ قائد مجلس خدام الاحمدیہ کی حیثیت سے نوجوانوں کے لئے مفید ثابت ہوئے۔ تقسیم ملک کے بعد پاکستان میں ہجرت کر جانے پر مقامی جماعت میں بطور سیکرٹری مال کام کیا۔ قرآن مجید کی خوش الحانی سے تلاوت کرتے۔ تفسیر کبیر، الفضل اور دینی کتب کا باقاعدگی سے مطالعہ کرتے۔ صوم وصلوٰۃ اور دیگر ارکان اسلام کے پابند تھے۔ چھوٹی سی عمر میں ہی وصیت کر دی تھی۔ اور باقاعدگی سے باشرح چندہ ادا کرتے تھے۔ اور تحریک جدید کے مالی جہاد میں بھی شامل تھے خدمت خلق کا جذبہ بہت تھا۔ رفاہ عامہ کے کام بھی کرتے تھے۔ طبیعت ہنس مکھ تھی، بشاشت سے پیش آتے تھے۔ کم گو اور شرمیلے تھے ان کی یادگار ایک بچہ بشیر الدین احمد ہے۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

خدمات سلسلہ:۔ (۱) بیعت وتائید خلافت:۔خلافت اولیٰ کی بیعت کرنے والوں میں آپ کا شماران احباب میں تھا کہ جنہوں نے مرکز سے اطلاع پہنچے بغیر گویا بصیرت اور فراست سے حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کی بیعت کا خط بطور خلیفہ اول کے تحریر کر دیا تھا۔بدر میں یہ رقم کیا گیا ہے کہ ایسے خطوط اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ خلافت اولیٰ کا قیام تائید الٰہی سے عمل میں آیا ہے۔چنانچہ بطور مثال جن پانچ احباب کے خطوط کا ذکر کیا گیا ہے اس میں مرقوم ہے کہ:۔

''چوہدری غلام احمد صاحب نے کریام سے لکھا (کہ) حاضرین احباب نے متفق ہوکر آپ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اس لئے یہ عاجز اور دیگر احمدیان الوصیۃ کے بموجب آپ کے ہاتھ پر تحریری بیعت کرتے ہیں'' (26)

۱۵ مارچ ۱۹۱۴ء کو یہ اعلان کیا گیا تھا کہ حضرت خلیفہ اول رحلت فرما گئے اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب خلیفہ قرار پائے۔جن کی بیعت دوہزار کے قریب احباب نے کی اور آپ نے حضرت مرحومؓ کا جنازہ پڑھایا۔اور حضرت مسیح موعودؑ کے دائیں جانب تدفین عمل میں آئی۔حضرت ام المومنینؓ اور اہل بیت

بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ:۔گرمی کی شدت کے حملہ سے مرحوم کی دماغ کی رگ پھٹ گئی جس سے آناً فاناً موت واقع ہوگئی۔ ربوہ میں حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے جنازہ پڑھایا اور ان کو بہشتی مقبرہ میں دفن کیا گیا۔مرحوم کے حالات الفضل ۵۰/۷/۱۸،۵۰/۷/۲۹ میں شائع ہو چکے ہیں۔آپ کے اقارب میں اختلاف پیدا ہوا۔آیا صحیح علاج میسر آجانے سے مرحوم کی زندگی بچ جاتی یا نہ۔کیونکہ علاج میں کئی غلطیاں ہوئیں۔ اور پورا علاج میسر نہ آیا۔یا یہ سمجھا جائے کہ موت ہی مقدر تھی۔اس بارہ میں حضرت مرزا بشیرالدین احمد صاحب زادعزّہ کی خدمت میں لکھا گیا۔آپ نے جو جواب دیا وہ الفضل ۵۰/۸/۱۸ اور ۵۰/۸/۲۶ اور ۵۰/۹/۳۰ میں شائع ہوا ہے مقدم الذکر میں دارالرحمت مورخہ ۵۰/۸/۴ میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

''گو میں اس وقت بیمار تھا مگر حاجی غلام احمد صاحب مرحوم سکنہ کریام کی نیکی اور اخلاص اور علاقہ کی جماعت میں ان کی ممتاز پوزیشن کی وجہ سے میں نے ضروری خیال کیا کہ جو سوال ان کے مرحوم بچے کی وفات کے متعلق پیدا ہوا ہے اس کا مختصر سا جواب دے کر ان کے عزیزوں کی تسلی اور راہنمائی کی کوشش کروں۔''

حاجی صاحب کے دوسرے صاحبزادہ چوہدری احمد دین خان صاحب بی۔اے بنک آف بہاولپور۔لائل پور شہر میں ملازم ہیں اور اپنے خاندن کی جائیداد کا انتظام وانصرام بھی ان کے سپرد ہے. كَانَ اللّٰهُ مَعَهٗ (آمین)

شجرہ نسب:۔نوٹ:''ق'' سے مراد ہے وفات قبل احمدیت
دیگر سب افراد احمدی ہیں جو صحابی یا صحابیہ ہیں
نام کے ساتھ لکھدیا ہے:۔

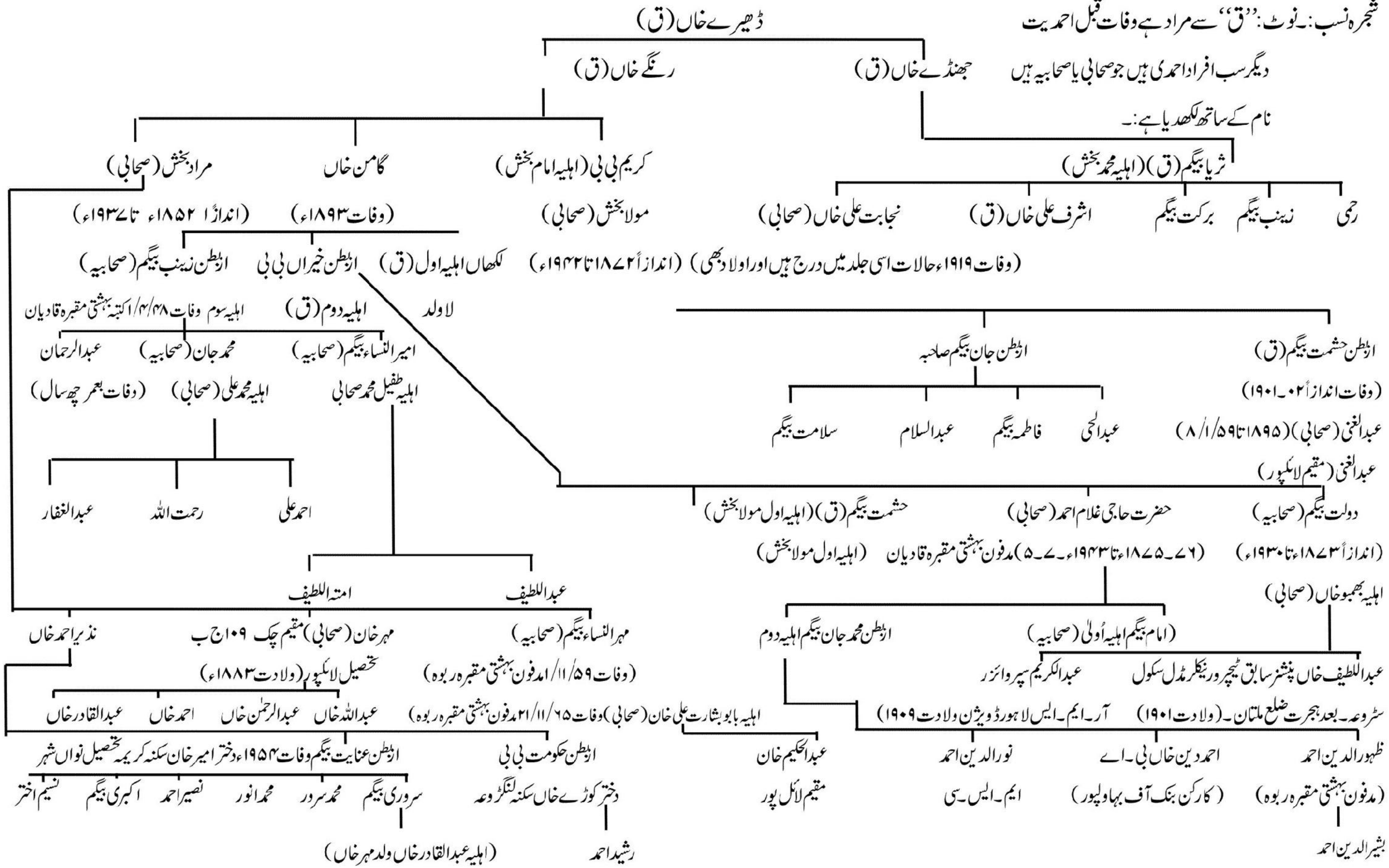

حضرت خلیفہ اولؓ نے بیعت کر لی ہے احباب بہت جلد بیعت سے مشرف ہوں۔ پون صد کے قریب جن احباب کی طرف سے یہ اعلان ہوا تھا ان میں چوہدری غلام احمد پریزیڈنٹ انجمن احمدیہ کریام ضلع جالندھر کا نام نامی بھی شامل تھا۔(27)

آپ بیعت کر کے واپس گئے اور احباب جماعت سے فوری طور پر بیعت کے خطوط لکھوا دیئے اور اس طرح ایسے نازک وقت میں اپنی جماعت کو تفرقہ سے بچالیا۔

ایک اشتہار جو شرائط کے متعلق مخالفین خلافت کے افتراؤں کی تردید میں ۲۱/۳/۱۴ کو حضرت نواب محمد علی خانصاحبؓ اور حضرت مولوی شیر علی صاحب کی طرف سے شائع ہوا تھا اس کی پشت پر صدر وسیکرٹری صاحبان وغیرہ ڈیڑھ صد احباب کی طرف سے احباب کو بیعت کی تحریک کی گئی تھی۔ اس میں بھی ''چوہدری حاجی غلام احمد صاحب کریام سیکرٹری انجمن احمدیہ'' کے الفاظ میں آپ کا نام موجود ہے۔ ۱۲ اپریل کو خلافت کی تائید میں جو شوریٰ طلب کی گئی تھی اس میں بھی آپ شامل ہوئے تھے۔ ☆

(۲) تعمیر مسجد احمدیہ:۔ استفسار پر کہ میرے پاس روپیہ موجود ہے حج اور تعمیر مسجد میں سے کونسا کام پہلے سرانجام دوں۔ حاجی صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ نے یہ مشورہ دیا کہ آپ پہلے حج کریں۔ چنانچہ آپ نے پہلے حج کیا۔ احباب جماعت آپ کے مکان کی بیٹھک میں با جماعت نماز ادا کرتے تھے اور یہ جگہ ناکافی تھی۔ اس لئے آپ نے مسجد کی تعمیر کا عزم کرلیا۔ لیکن بڑی تگ و دو کے بعد اس کے لئے نصف کنال مناسب جگہ ملی جو ایک مسلمان کی کسی ہندو کے پاس رہن تھی۔ آپ نے ہندو دوست سے کہا کہ میں زر رہن ساڑھے تین صد روپیہ آپ کو ادا کر دیتا ہوں اور مزید برآں ہم نصف کنال سفید جگہ بھی اس مسلمان کو دوسرے مقام پر دید یتے ہیں آپ اسے آمادہ کرلیں۔ چنانچہ وہ مسلمان مان گیا اور معاہدہ ہوگیا لیکن بعض مخالفین کی انگیخت پر اس مسلمان کے ورثاء کی طرف سے حق شفع کا مقدمہ دائر کر دیا گیا۔ مجسٹریٹ نے اپنی فراست سے اصل حقیقت معلوم کر لی۔ اور مخالفین کا دعویٰ خارج کر دیا۔ ۱۹۱۵ء میں وہاں تعمیر شروع ہوئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ سے سنگ

☆ الحکم ۲۱/۴/۱۴ اس شوریٰ کی تفصیل گذشتہ جلدوں میں درج ہوچکی ہے کل ایک صد نوے نمائندگان تھے آپ کا نام ''حاجی چوہدری غلام احمد صاحب سیکرٹری انجمن احمدیہ کریام ضلع جالندھر درج ہے۔

بنیاد رکھنے کے لئے بذریعہ تار درخواست کی گئی۔حضور نے جواب دیا کہ میں کتاب ''حقیقۃ النبوۃ'' کی تصنیف میں مصروف ہوں۔حاجی صاحب خود ہی بنیاد رکھدیں۔میں دعا کردیتا ہوں۔چنانچہ حاجی صاحب نے بنیاد رکھی اخراجات تعمیر کا اکثر حصہ آپ ہی نے برداشت کیا۔اوراسی سال مسجد مکمل ہوگئی۔☆

(۳) احمدیہ سکول کا اجراء :۔ احمدی بچوں کی تعلیم وتربیت کے مدنظر آپ نے ایک احمدیہ سکول کی ضرورت محسوس کرکے ۳جون ۱۹۱۶ء سے اسے اپنے گاؤں میں جاری کیا۔بعدازاں اس کے لئے ایک موزوں عمارت تیار کروالی گئی۔شروع میں اس کے جملہ اخراجات جواساتذہ کے مشاہرہ اور دیگر ضروریات پر مشتمل تھے، خود برداشت کرتے تھے۔بعد میں سرکار کی طرف سے پرائمری تک اس کی منظوری لےکر گرانٹ حاصل کرلی گئی۔ اور پھر صدرانجمن احمدیہ کی طرف سے بھی کچھ رقم بطور امداد ملنے لگی۔پھر بھی اگر کبھی گرانٹ بند ہوجاتی تو آپ ہی مدرسہ کے اخراجات برداشت کرتے۔آپ اس کے مینیجر تھے اس کی پوری طرح نگرانی کرتے تھے بعض اوقات خود بھی طلباء کو سبق دیتے۔اور سالانہ امتحانات کے مواقع پر افسر متعلقہ کے ساتھ رہ کر خود معائنہ کراتے اور افسر کے کھانے کا انتظام فرماتے۔اور معائنہ کے اختتام پر اپنے باغ سے پھل منگوا کر تقسیم فرماتے۔ افسران کی ہدایات پر پوری طرح عمل کرواتے۔بعض اوقات کوئی استاد غیر حاضر ہوتا تو اس کی جگہ پڑھاتے یا اچانک کسی جماعت کا امتحان لیتے اور افسران بھی آپ کی حسن کارکردگی اور دلچسپی کو بنظر استحسان دیکھتے جو کہ ان کے نوشتہ ریمارکس سے ظاہر ہوتا۔ ☆☆

(۴) تبلیغ میں انہماک :۔ آپ نے جماعت کریام کو دس حصوں میں تقسیم کرکے ان کے امیر وفد مقرر کردیئے تھے۔ہر گروہ ہفتہ میں ایک دن تبلیغ کے لئے آپ سے ہدایات حاصل کرکے اور لٹریچر لےکر جاتا۔ حلقہ تبلیغ اردگرد کا پانچ میل تک کا علاقہ تھا۔واپسی پر روئیداد سنی جاتی۔اوراس سے مرکز کو بھی آگاہ رکھا جاتا۔علاوہ

☆ حضرت حاجی صاحب کی ہبہ کردہ اراضی کے تعلق میں صدرانجمن قادیان کے بعض نمائندے چند ماہ قبل موضع کریام گئے تھے۔وہ اس مسجد کی بہت تعریف کرتے ہیں۔

☆☆ رپورٹ مشاورت بابت ۱۹۲۷ء میں مندرجہ ذیل رپورٹ نظارت تعلیم وتربیت میں مرقوم ہے کہ کریام کا مدرسہ بھی ان مدارس میں سے ہے جس کا انتظام وغیرہ مقامی جماعت کرتی ہے صرف عمومی نگرانی نظارت کرتی ہے۔ (صفحہ ۸۶)

ازیں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی تحریک کے مطابق احباب سے سال میں ایک ایک نیا احمدی بنانے کا وعدہ بھی لیتے تھے۔☆

آپ نے پا پیادہ گردونواح کے علاقہ میں تبلیغ کی۔اور آپ کو قصبہ راہوں کے چوہدری فیروز خاں صاحبؓ اور کاٹھگڑھ کے مولوی عبدالسلام صاحبؓ جیسے رفقاء کار بھی مل گئے۔ان بزرگوں نے اشاعت حق و اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے دیوانہ وار کام کئے۔اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اردگرد کے علاقہ میں تحصیل ہائے نواں شہر و گڑھ شنکر میں حضرت مسیح موعودؑ کے عہد مبارک میں ہی کریام، راہوں، کاٹھ گڑھ، سڑوعہ، لنگڑوعہ، کریم پور، بنگہ، پنام۔مکند پور۔ بکھلور۔ اور کلکیری وغیرہ مقامات پر جماعتیں قائم ہوگئیں۔

کئی کروڑ راجپوتوں کے ارتداد کا منصوبہ اعداء اسلام نے بنایا تھا۔اور ان کی یلغاروں کی بروقت اور مناسب طریق سے مدافعت حضرت محمود ایدہ اللہ الودود کی سرکردگی میں آپ کی افواج قاہرہ نے کی۔اس کی تفصیل گذشتہ جلدوں میں آچکی ہے۔الفضل مورخہ ۲۳/۶/۴ میں یہ اعلان کیا گیا تھا کہ دوسری سہ ماہی میں جانے والے افراد ۱۵ جون تک قادیان پہنچ جائیں۔ان میں حضرت حاجی صاحب کا اسم گرامی بھی شامل تھا۔(صفحہ ۱۱) یہ حکم آپ کو ایسے وقت میں پہنچا جبکہ آپ کے ایک عزیز کی شادی چند دن تک ہونے والی تھی لیکن آپ نے اپنے اقارب کے اصرار کی پرواہ نہ کی بلکہ دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہوئے قادیان حاضر ہو گئے۔

دوسری سہ ماہی کا پہلا وفد ۲۰ جون کو بعد نماز عصر روانہ ہوا۔سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

☆ مؤقر الحکم نے راجپوت نومسلموں میں خصوصی تبلیغ کے متعلق بعض احباب کی تحریک کی تائید کی اور پورے زور سے اس بارہ میں تحریک کر کے پانچصد روپیہ مہیا کرنے کی ترغیب دلائی۔اور پھر لکھا کہ حاجی صاحب نے خود بھی رقم دی اور دیگر افراد سے بھی روپیہ جمع کر کے دیا۔حضرت خلیفہ اوّلؓ نے اس تحریک کے تعلق میں نومسلموں میں ٹریکٹ شائع کرنے کا انتظام فرمایا۔(28)

نظارت دعوۃ وتبلیغ کی رپورٹ میں مرقوم ہے کہ جماعت کریام نے تمام ضلع جالندھر میں اور قریب کے پانچ دیہات میں سیرت النبیؐ کے جلسوں کا انتظام کیا۔امیر صاحب نے مبلغ کی معیت میں تمام ضلع کا دورہ کیا۔ تیرہ احباب نے سال میں کم ازکم ایک احمدی بنانے کا وعدہ کیا۔تبلیغی رپورٹیں باقاعدگی سے آتی رہیں (29) سالانہ رپورٹ صدرانجمن احمدیہ بابت ۴۳-۱۹۴۲ء میں آپ کا نام نظارت دعوۃ وتبلیغ کے آنریری کارکنان ومبلغین میں مرقوم ہے ایسے افراد گنتی کے چند ایک ہی ہیں (30)

حسب دستور سابق بیرون قصبہ تک الوداع کہنے کے لئے تشریف لے گئے ۔ قادیان کے قریباً تمام احمدی احباب ساتھ تھے ۔ حضور نے تقریر فرمائی اور سب کو مصافحہ کا موقع دیکر رخصت کیا ۔ وفد کے ان اکیس احباب میں آپ شامل تھے ۔ (الفضل ۲۳/۶/۲۵ صفحہ ۱) آپ نے تین ماہ تک بفضلہٖ تعالیٰ وہاں کامیاب طور پر تبلیغ کا کام کیا ۔ آپ کو غالباً ضلع متھرا میں موضع نوگاؤں میں متعین کیا گیا تھا ۔

فتنہ احرار کے زمانہ میں مرکز نے علاقہ مکیریاں میں تبلیغ کی مہم شروع کی ۔ آپ نے بھی ۱۹۲۵ء و ۱۹۲۶ء میں ایک ایک ماہ وقف کیا ۔ پہلے سال موضع عمرا پور میں اور دوسرے سال خاص مکیریاں میں کام کیا ۔ تبلیغ پر جانے سے قبل آپ نے خواب دیکھا کہ آپ ہاتھی پر سوار ہو کر جار ہے ہیں ۔ بعد بیداری آپ کو خوف ہوا کہ اس کی تعبیر طاعون نہ ہو ۔ لیکن دوسرے روز سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا تار موصول ہوا کہ آپ کو علاقہ مکیریاں میں تبلیغ کے لئے امیر المجاہدین مقرر کیا جاتا ہے ۔ اس پر آپ نے سمجھا کہ خواب کی یہ تعبیر تھی کہ گویا ایک اعزاز حاصل ہوگا ۔ دیہاتی مبلغین علاقہ میں پھیلائے گئے تھے ۔ اب وہ آپ کی زیر ہدایت کام کرتے تھے ۔ اور آپ تبلیغ کی روئیداد مرکز کو بھجواتے تھے ۔ مرکز کی طرف سے حسن کارکردگی کے باعث آپ کو خوشنودی کی سندات بھی عطا کی گئی تھیں ۔

آپ کے گاؤں میں ۱۹۲۶ء میں ایک امریکن پادری آیا ۔ اس نے یہ اظہار کیا کہ گویا مقدس کتاب انجیل میں عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا کہا گیا ہے ۔ حضرت حاجی صاحب نے اس سے کئی گھنٹے مباحثہ کیا اور ۱۸۷۵ء اور ۱۹۲۶ء کی مطبوعہ اناجیل دکھا کر ان کا تحریف و تبدّل ظاہر کر کے بتایا کہ یہ قابل اعتبار نہیں ۔ پادری حیران و ششدر رہ گیا ۔ اور کہنے لگا کہ یہ باتیں میں نے پہلی بار سنی ہیں ۔ اور اس نے مشہور مناظر پادری عبدالحق وغیرہ کو بلوالیا ۔ اور بمقام بنگہ مکرم مولوی غلام احمد صاحب بدوملہوی وغیرہ سے مناظرہ ہوا حاجی صاحب نے صدر کے فرائض سرانجام دیئے ۔ سامعین کا کہنا تھا کہ احمدی مناظرین کے ٹھوس دلائل کے مقابلہ میں عیسائی مناظرین بے بس ہو گئے ہیں ۔

(۵) بھرتی میں امداد :۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ٹیریٹوریل میں احباب کے بھرتی ہونے کو بعض اہم فوائد کے پیش نظر بہت قابل توجہ قرار دیا تھا ۔ ایک احمدیہ کمپنی کا قیام عمل میں آیا تھا جو کہ بعد میں سی کمپنی ۱۵/۱۱ پنجاب رجمنٹ کے نام سے موسوم ہوئی تھی ۔ حضرت مرزا شریف احمد صاحب بھرتی کے لئے دورہ بھی کرتے تھے ۔ حاجی صاحب کی شادی جنوری ۱۹۲۳ء میں ہونے والی تھی کہ حضرت ممدوح کا تار موصول ہوا

کہ اپنے علاقہ سے دس رنگروٹ بھجوائیں ۔ چنانچہ حاجی صاحب شادی کا انتظام چھوڑ کر اور اس سلسلہ میں جو اقارب آئے ہوئے تھے ان سے اجازت لے کر روانہ ہوگئے اور گردونواح میں دورہ کر کے اس کام کو سرانجام دے کر واپس آئے اور اپنی شادی کے کام میں مشغول ہوئے۔

(۶) تحریک نکاح بیوگان:۔ راجپوتوں میں نکاح بیوگان کو حددرجہ مذموم اور قابل نفرین تصوّر کیا جاتا ہے اس خلافِ اسلام بلکہ ہندووانہ رسم کو دور کرنے کے لئے آپ نے بہت جدوجہد کی ۔ اور حضرت مولوی عبدالسلام صاحبؓ کاٹھ گڑھی کو اپنے ساتھ شامل کر کے ایک اشتہار بعنوان ''نکاح بیوگان'' شائع کیا۔ اور اس کی اشاعت بالخصوص راجپوت احمدی جماعتوں میں کی۔ موضع کریام میں اس بارہ میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں آپ نے تقریر کی ۔ اس پر ایک شخص نے کہا کہ آپ کی (سوتیلی) والدہ بیوہ ہیں ان کا نکاح ہونا چاہئے ۔ اس پر آپ نے اعلان فرمایا کہ اگر وہ نکاح پر رضامند ہوں تو میں اس میں انتہائی خوشی محسوس کروں گا بلکہ یہ بھی فرمایا کہ ان کی زندگی تک میں ان کے نام نصف اراضی یعنی ڈیڑھ مربع زمین لگا دوں گا۔ ابتداء میں اس تحریک کی پرزور مخالفت ہوئی لیکن آپ اسے کامیاب بنانے میں پوری طرح جدوجہد کرتے رہے۔

اس بارہ میں مرقوم ہے کہ بمقام کاٹھ گڑھ ایک بیوہ کا نکاح پڑھا گیا۔ یہ امید بندھ گئی کہ نکاح بیوگان کی تحریک راجپوتوں میں کامیاب ہوگی ۔ اضلاع ہوشیار پور و جالندھر کے احباب کو دعوت ولیمہ پر مدعو کیا گیا ۔ اور ''سید القوم چوہدری غلام احمد خاں کریام والا نے جمعہ پڑھایا جس میں عورتوں کے حقوق کی طرف توجہ دلائی ۔'' چوہدری صاحب نے دعوت ولیمہ کی فلاسفی بیان کی اور نکاح کرنے والی خاتون کے لئے کچھ نقدی اور کپڑے جمع ہوئے ۔ باہر سے آنے والے احباب بھی تحائف لائے تا بیوگان کو بھی نکاح کی تحریک ہو ۔ ☆(31)

مالی جہاد :۔ آپ طوعی وفرضی چندوں میں نمایاں حصہ لیتے تھے۔ آپ موصی تھے۔☆☆ تعمیر منارۃ المسیح

☆ رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان بابت ۰۹۔۱۹۰۸ء میں مرقوم ہے:۔

انجمن سڑوعہ کاٹھ گڑھ اور کریام کے متعلق یہ امر بھی خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ بیواؤں کے نکاح ثانی کے لئے طرح طرح کی کوششیں کی جاتی ہیں جو راجپوت قوم میں علی الخصوص غلطی سے بہت بڑا عیب سمجھا جاتا ہے چنانچہ کچھ نکاح ہو بھی چکے ہیں۔ (صفحہ ۱۷)

☆☆ آپ کی فائل وصیت سے علم ہوا کہ آپ کا نمبر وصیت ۲۷۸ ہے گویا آپ ابتدائی بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

ؑ کے لئے چندہ دینے کے باعث آپ کا نام اس پر نمبر ۱۸۱ پر یوں کندہ ہے:۔

''حاجی غلام احمد کریام''

آپ نے خلافت جوبلی فنڈ اور چندہ تحریک جدید ادا کیا۔ دفتر اول تحریک جدید میں (بشمول اس رقم کے جو بعد وفات آپ کے بچوں نے ادا کی) آپ کی طرف سے ایک ہزار ایک سو اکتالیس روپے ادا ہوئے ۔

حضرت چوہدری برکت علی خاں صاحبؓ وکیل المال اس بارہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

'' حضرت حاجی چوہدری غلام احمد صاحبؓ آف کریام نے اپنی زندگی میں ہر سال اضافہ سے اشاعت اسلام میں مدد دی۔ قبل وفات آپ نے وصیت کی کہ میرا تحریک جدید کا چندہ اسی طرح اضافہ کے ساتھ جاری رہے کئی سال ان کی وفات کے بعد بھی ان کی اولاد اضافہ سے ادا کرتی رہی ۔مگر آخری چار سال میں حالات کی تبدیلی سے کچھ کمی کر کے ادا کیا۔ چنانچہ ان کا نام صفحہ ۳۰۰ پر شائع ہو چکا ہے۔ خاکسار نے حضرت حاجی صاحب مرحوم کے بیٹے چوہدری احمد دین صاحب چک ۱۰۹ گ۔ب کو اس وصیت کی طرف توجہ دلائی تو لکھا کہ میں اور میرا چھوٹا بھائی عزیز نورالدین صاحب حضرت ابا جانؓ کی اضافہ کی ۱۹۲ (روپے) کی رقم ضرور ادا کر دینگے بفضل خدا۔ چنانچہ یہ رقم داخل ہوگئی ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء............☆(32)

حاجی صاحب فرماتے تھے کہ ایک شخص سب کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیتا تھا۔ کسی نے کہا کہ تم بہت سخی ہو کہنے لگا تم غلط کہتے ہو لوگ اپنی ذات ،اولاد ،خاندان کے لئے خرچ کرتے ہیں ۔میں صرف اپنی ذات کے لئے خرچ کرتا ہوں۔ میں بہت بخیل ہوں۔

آپ بھی ہر قسم کے چندہ جات وصدقات میں مال خرچ کرتے تھے اسی لئے آپ کے پاس کبھی روپیہ جمع نہیں ہوا ۔ اکثر دعا فرماتے تھے کہ اے اللہ ! تو مجھے اتنا مال دے کہ جس سے میں باایمان آسودہ

بقیہ حاشیہ صفحہ سابق:۔موصیوں میں سے تھے۔آپ نے ۲۹ دسمبر ۱۹۰۷ء میں ہی ہبہ کا داخل خارج آپ نے کروادیا تھا۔ حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحبؓ قادیانی مختار عام صدر انجمن احمدیہ کی تصدیق سند پر ہے کہ ہبہ کا داخل خارج ہو چکا ہے۔ ۲۶ دسمبر ۱۹۰۹ء کو میر مجلس انجمن حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ (خلیفہ اول) کے دستخط سے حاجی صاحب کے نام سند جاری ہوئی آپ نے ۲۳/۶/۳۴ کو لکھا کہ بروئے فیصلہ مشاورت جس نے وصیت میں زمین دیدی اس پر چندہ عام نہیں مگر بغرض ثواب میں نے بقیہ زمین کی پیداوار سے چندہ عام ادا کرنا اس سال سے شروع کر دیا ہے۔

زندگی گذار سکوں ۔ مجھے ایسے مال وزر کی ضرورت نہیں جو میری ایمان والی زندگی میں مخل ہو۔اور مجھے ایمان صالح کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا کر۔

سلسلہ کے لٹریچر میں ذکر:۔ سلسلہ کے لٹریچر میں آپ کا ذکر کثیر موجود ہے چند مقامات کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے:۔

ا۔ایک پیشگوئی کے گواہ:۔ ۷ مارچ ۱۹۰۷ء کو حضرت مسیح موعودؑ کو الہام ہوا کہ ''پچیس دن یا یہ کہ پچیس دن تک'' ایک آتشیں گولے کی شکل میں یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔یہ گولہ پنجاب کے متعدد مقامات پر دیکھا گیا۔ حضور کو جن باون احباب نے بذریعہ خطوط اطلاع دی۔ان کے اسماء مع خلاصہ خطوط حضور نے درج فرمائے۔ پچاسویں نمبر پر تاریخ خط ۳ اپریل ۱۹۰۷ء درج کر کے ''غلام احمد۔کریام''اور خلاصہ خط'' ''آسماں اے غافلواب آگ برسانے کو ہے''۔درج فرمایا۔ ☆(33)

۲۔مشاورت میں شمولیت:۔ آغاز مشاورت سے تاصحت بطور نمائندہ آپ کو بالعموم مشاورت میں شمولیت کا موقع ملتا رہا۔اور متعدد بار آپ سب کمیٹیوں کے ممبر بھی مقرر ہوئے۔آخری چند ایک میں غالباً طویل علالت کے باعث آپ شرکت سے معذور تھے۔اولین مشاورت منعقدہ ۱۹۲۲ء جس میں باون نمائندگان جماعت اور تیس نمائندگان مرکزی شامل ہوئے تھے۔اس وقت سلسلہ پرنا قابل برداشت مالی بار تھا۔ایک لاکھ روپیہ کا قرض تھا۔ اس لئے چندہ خاص کی فراہمی کا فیصلہ کیا گیا۔اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے خود ہر جماعت کے لئے اس کی مقدار مقرر فرمائی۔نیز مستقل تجاویز پر بھی غور کیا گیا۔بالخصوص فصل کے موقع پر باشرح اور احتیاط اور چستی کے ساتھ فصلانہ کی وصولی کے لئے اضلاع کے لئے انسپکٹر مقرر کئے گئے۔ چنانچہ اضلاع جالندھر، ہوشیار پور اور لدھیانہ کے لئے حاجی صاحب اور دو اور دوست مقرر کئے گئے۔(رپورٹ صفحہ ۱۴، ۵۴) ☆

☆ رپورٹ ہائے متعلقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مشاورت ہائے ۱۹۳۰ء، ۱۹۳۲ء، ۱۹۳۳ء، اکتوبر ۱۹۳۶ء میں بیت المال ، ۱۹۳۹ء میں نظارت علیا ۱۹۲۳ء، ۱۹۲۷ء، ۱۹۲۸ء، واپریل ۱۹۳۶ء میں اشاعت اسلام یا دعوۃ وتبلیغ وانسداد ارتداد یا صرف دعوۃ وتبلیغ ۱۹۲۴ء، ۱۹۲۵ء ۱۹۳۴ء میں تعلیم وتربیت، ۱۹۲۹ء میں امور عامہ اور ۱۹۳۱ء میں نظارت بہشتی مقبرہ کی سب کمیٹیوں میں آپ کو ممبر مقرر کیا گیا تھا۔۱۹۳۵ء، ۱۹۳۷ء، ۱۹۳۸ء ۱۹۴۰ء میں بھی آپ مشاورت ہائے بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

۳۔قادیان آنیوالوں میں نام:۔ ہفتہ مختتمہ ۶ فروری ۱۹۱۹ء میں قادیان آنے والے دس احباب میں زیر ''مدینۃ المسیح'' آپ کا نام بھی موجود ہے(الفضل ۸/۲/۱۹) ☆

علالت و وصیّت:۔ آپ ۱۹۳۰ء میں کاربنکل سے بیمار ہوئے تو آپ نے اپنی زندگی کے بعد جائیداد کے انتظام وشرعی تقسیم کے لئے باقاعدہ ایک ٹرسٹی نامہ تحریر کیا۔ٹرسٹی چوہدری نعمت خاں صاحب سکنہ کریام،چوہدری مہر

بقیہ حاشیہ صفحہ سابق:۔میں شریک ہوئے ۱۹۲۶ء کی رپورٹ مجھے دستیاب نہیں ہوسکی۔

☆ دیگر امور کے متعلق بھی بعض حوالہ جات درج کئے جاتے ہیں:۔

(الف) بدر کے چندہ وغیرہ کے متعلق دوبار (بدر ۶/۷/۰۵ صفحہ ۸ ک ۲ نیز ک ۳ ۱۳اس سے معلوم ہوا۔آپ کا خریداری نمبر ۳۷۶ تھا)ریویو (اردو) کی اعانت کی (بابت اکتوبر ۱۹۰۶ء ۔سرورق آخر) اور خریدار مہیا کئے (34)

(ب) آپ کی معرفت جماعت کریام کے ،وصولہ چندے ۔(۱)قربانی فنڈ پانچ روپے (الحکم ۳۱/۵/۵۰ صفحہ ۸) (۲)اعانت ریویو (ریویو آف ریلیجنز بابت جنوری ۱۹۰۶ صفحہ ماقبل آخر جولائی ۱۹۰۶ء سرورق آخر متن وحاشیہ۔

(ج) ادائیگی وصیت (ریویو آف ریلیجنز بابت جنوری ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶ (۳) چندہ مدرسہ سات روپے اڑھائی آنے (رسالہ تعلیم الاسلام بابت اگست ۱۹۰۶ء سرورق ماقبل آخر) یہاں کتابت کی غلطی سے کریام کے ساتھ نواں شہر کی بجائے نواشتر مرقوم ہے۔

(۴)سالانہ رپورٹ صدرانجمن احمدیہ قادیان بابت ۰۹۔۱۹۰۸ء میں کریام کی جماعت کے متعلق مرکز کی طرف سے بتایا گیا ہے چوہدری غلام احمد خانصاحب نمبردار اس کے سیکرٹری ہیں اوراس سال قریباً تین صد روپیہ چندہ مرکز میں آیا ہے (صفحہ ۱۸)سالانہ رپورٹ بابت ۱۰۔۱۹۰۹ء میں بھی آپ کا نام بطور سیکرٹری درج ہے اور بتایا گیا ہے کہ خزانہ میں چندہ گذشتہ سال سے تیس روپے زیادہ آیا۔(صفحہ ۷) رپورٹ بابت ۱۱۔۱۹۱۰ء میں مرقوم ہے کہ:۔ ''اس انجمن کے سابق سیکرٹری چوہدری غلام احمد صاحب حج کے لئے مکہ معظّمہ تشریف لے گئے اور بخیر وعافیت واپس آئے۔خدا ان کا یہ عمل قبول کرے''۔

اوراس جماعت کا دوسال میں پانچصد روپیہ چندہ مرکز میں وصول ہونا مذکور ہے(صفحہ ۷۹)

ان چوبیس جماعتوں نے جنہوں نے ۱۱۔۱۹۱۰ء،۱۸۔۱۹۱۷ء میں مرکز میں رپورٹیں بھجوائیں ۔آپ کا نام بطور سیکرٹری شاخہائے ''نواں شہر اور کریہہ'' دومقامات مرقوم ہے ۔(رپورٹ ہائے متعلقہ صفحات ۵۲،۴۵)

خاں صاحب اور حاجی رحمت اللہ صاحبؓ سکنہ راہوں مقرر کئے کہ یہ کمیٹی بکثرت رائے تابع منظوری خلیفہ وقت کام کریگی۔☆

آپ دبلے پتلے اور جسمانی طور پر کمزور تھے لیکن حد درجہ محنتی تھے۔۱۹۳۹ء میں جوبلی فنڈ کی فراہمی کے لئے آپ نے اضلاع جالندھر و ہوشیار پور کا پیادہ چکر لگا کر ہزاروں روپے وصول کئے۔لیکن موسم گرما میں لمبے سفر کو آپ کا کمزور جسم برداشت نہ کر سکا اور آپ مرض دق (ٹی۔بی) کا شکار ہو گئے۔لیکن علاج معالجہ سے افاقہ نہ ہونے بلکہ مرض کے شدت اختیار کرنے پر آپ مئی ۱۹۴۰ء میں اوڑ کے سرکاری ہسپتال میں داخل ہوئے لیکن وہاں علاج کا مکمل انتظام نہ تھا۔اس لئے مکرم میاں عطاء اللہ صاحب ایڈووکیٹ (حال امیر جماعت راولپنڈی) کے ذریعہ امرت سر کے سول ہسپتال میں داخل ہوئے۔محترم ڈاکٹر محمد یعقوب صاحب احمدی (حال ایکس رے انچارج میو ہسپتال لاہور) کی وجہ سے بہت سہولت رہی۔چند ماہ میں روبصحت ہونے پر آپ کو سرگو جرمل سینیٹوریم میں بھیج دیا گیا۔اس طرح ہر دو جگہ قریباً نصف سال قیام کر کے صحت یاب ہو کر آپ جلسہ سالانہ پر قادیان آئے۔اور سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات بھی کی۔اور پھر وطن پہنچ کر حسب معمول کام کاج میں مشغول ہو گئے۔

بڑا بچہ دسویں میں کامیاب نہ ہوا۔اسے مئی ۱۹۴۱ء میں قادیان داخل کرانے گئے۔گرمیوں میں مشقت کے باعث پھر ٹی۔بی کا حملہ ہو گیا۔اور آپ امرت سر کے ہسپتال اور سینیٹوریم میں نصف سال داخل رہے۔اور جلسہ سالانہ پر قادیان آئے لیکن مارچ ۱۹۴۲ء میں انتہائی خطرناک کاربنکل گردن کی پشت پر نکل آیا اس لئے امرت سر ہسپتال میں اپریشن کے لئے داخل ہوئے۔چونکہ اب بہت نحیف ہو گئے تھے اس لئے ٹی بی کے اثرات ظاہر ہونے پر ٹی بی وارڈ میں اور پھر سینیٹوریم میں منتقل ہوئے۔ڈاکٹروں نے یہ سمجھ کر کہ اب علاج بے سود ہے نومبر

☆ ہندوستان خصوصاً پنجاب میں تقسیم شرعی کا رواج نہیں تھا بلکہ اس کی سخت مخالفت کی جاتی تھی۔حاجی صاحب نے شریعت پر عمل پیرا ہونے کے لئے ۱۱/ ۹/ ۱۴ کو لکھا کہ میں حج پر جا رہا ہوں میری اراضی کی تقسیم بموجب شریعت اسلام ہو اس پر حضرت خلیفہ اولؓ نے تحریر فرمایا۔''مکرم مولوی محمد علی صاحب !السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اس وصیّت پر توجہ فرمائیں۔

نورالدین۔''

میں آپ کو فارغ کر دیا۔آپ نے دسمبر میں جو وصیّت لکھوائی اس کے آغاز میں یہ لکھوایا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　　　نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعودؑ

سب حمد اللہ تعالیٰ کے لئے اور درُود اور سلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اس کے خلیفہ برحق حضرت مرزا غلام احمدؑ قادیانی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سچے دل سے یقین رکھتا ہوں کہ آپ خدا کی طرف سے تھے اور حضرت مسیح موعودؑ امتی نبی ہیں جو آنحضرتؐ کے دین کی اشاعت کا کام کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے اور حاضر ناظر ہے اور صفات کاملہ کا مالک ہے۔اور ہر ایک نقص اور کمزوری سے پاک ہے۔فرشتے برحق ہیں رسول برحق ہیں۔مرنے کے بعد اٹھنا برحق ہے۔اور کتابیں برحق ہیں۔ان سب باتوں پر سچے دل سے ایمان رکھتا ہوں۔ اسلام کے تمام احکام نماز۔روزہ، حج۔زکوٰۃ،کلمہ۔نیکیاں کرنا۔اور بدیوں سے بچنا ان کو اسلام سمجھتا ہوں۔ تمام عبادتوں کا مغز نماز ہے۔نماز کا مغز دعا ہے جو خشوع قلب سے کی جاوے۔

دعا مومن کے لئے بڑا حربہ ہے کیونکہ یہ مشکلات کی کنجی ہے۔مومن کو اللہ تعالیٰ غیب سے روزی عطا فرماتا ہے۔اللہ تعالیٰ شرک سے بیزار ہے۔میں اس پر توکل رکھتا ہوں اسی ایمان پر قائم ہوں۔ایمان کا مغز یقین ہے۔اعمال کا مغز تقویٰ ہے آخری دم واپسیں تک انشاء اللہ اس ایمان پر قائم رہوں گا۔اے اللہ! با ایمان اس جہان سے اٹھانا اور خاتمہ بالخیر کرنا اسی ایمان پر قائم رہنے کے لئے اپنی وصیت کرتا ہوں کہ چونکہ زندگی کا کچھ اعتبار نہیں اس لئے آج مورخہ ۶ فتح ۱۳۲۱ ہش مطابق ۶ دسمبر ۱۹۴۲ء مندرجہ ذیل یادداشتیں تحریر کرواتا ہوں ....'' آپ نے وصیت میں جو کچھ کسی کو دینا تھا یا کسی سے لینا تھا۔لکھوا دیا۔ایک خاتون فوت ہوگئی تھی۔جس کا زیور اور نقدی آپ کے پاس امانت تھی لیکن اس کے ورثاء کو علم نہ تھا اس لئے اس معاملہ کو دارالقضاء قادیان کے سپرد کرنے کی۔اور اپنی نعش بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن کرنے نیز جائیداد کی تقسیم شرعی کی تاکید کی۔اور یہ بھی ذکر کیا کہ ۱۹۳۰ء والا ٹرسٹی نامہ اور اس کا ضمیمہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو دکھا کر تحریر کیا گیا تھا۔ آپ نے یہ بھی وصیت کی کہ مسجد احمدیہ کریام میں ایک کمرہ کا اضافہ آپ کا ایک قطعہ اراضی فروخت کر کے تعمیر کیا جائے جو مستورات کے لئے جمعہ پڑھنے کے کام آئے۔اور دیگر ایام میں بطور مہمان خانہ استعمال ہو سکے۔ وفات سے چند روز پہلے آپ نے مزید یہ وصیت لکھوائی کہ وفات کی اطلاع بذریعہ تار حضور کی خدمت میں اور دفتر بہشتی مقبرہ کو دی جائے اور نعش قادیان پہنچائی جائے۔اردگرد کے مواضعات کے احباب جو جنازہ پر جمع ہوں انہیں

میرا اسلام پہنچا دیا جائے۔ کثرت رائے سے کریام کی جماعت کا امیر مقرر کیا جائے۔ میری خواہش ہے کہ چوہدری مہر خاں صاحب کو مقرر کیا جائے۔ اور انہی کو احمدیہ پرائمری مدرسہ کا مینیجر بھی مقرر کیا جائے۔ الفضل حسب سابق میرے نام جاری رہے۔ اور اسی طرح چندہ تحریک جدید بھی میری طرف سے اضافہ کے ساتھ جاری رہے۔ میرے نام کی ایک دیگ لنگر خانہ قادیان کو دی جائے۔ اور میرے ذمہ جو بقایا رقوم ہوں۔ سب سے پہلے ان کی ادائیگی کی جائے۔

دوران علالت آپ کی قابل تقلید حالت:۔ اتنی طویل علالت میں آپ نے صبر کا دامن نہ چھوڑا بلکہ تحمل وصبر کا بہترین نمونہ دکھایا۔ متفکر نہ ہوتے۔ بلکہ ہشاش بشاش رہتے۔ اور گھبراہٹ محسوس نہ کرتے۔ چنانچہ اللہ دتہ صاحب جراح سکنہ سڑوعہ حاجی صاحب کی وفات سے دو تین ماہ قبل ان کی عیادت کے لئے گئے ملاقات کی اور عرض کی کہ پہلے مجھے کوئی نصیحت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا سب سے بڑی نصیحت یہ ہے کہ انسان ہر امر میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اس کی رضا حاصل کرے۔ صحت کا حال دریافت کرنے پر فرمایا کہ موت سے مجھے خوشی بھی ہے اور قدرے غمی بھی خوشی اس وجہ سے کہ مرنے کے بعد حضرت رسول کریم صلعم اور حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت ہوگی۔ پھر اپنے والدین اور دیگر افراد سے ملاقات ہوگی۔ اور قدرے غمی اس وجہ سے کہ اولاد ابھی نابالغ ہے۔ اور گھر کا انتظام سنبھالنے کے ناقابل ہے۔

مکرم چوہدری محمد اسماعیل صاحب کاٹھ گڑھی بیان کرتے ہیں کہ میں امرتسر تیمارداری کے لئے گیا تو مجھ سے دریافت کیا کہ آپ پریشان سے کیسے ہیں؟ میں نے کہا کہ آپ کی علالت کی وجہ سے ہی گھبراہٹ ہے۔ کیونکہ اس مرض کو خطرناک سمجھا جاتا ہے۔ فرمایا ہمیں ہر حال میں خوش رہنا چاہئے۔ بیماری میں تو دو اہم فوائد میسر آتے ہیں۔ ایک تو بخلاف تندرستی کے غذا نہایت اعلیٰ ملتی ہے اور کام کوئی نہیں سارا دن آرام ملتا ہے دوسرے اپنے اعمال کی تلافی کے لئے اسی دنیا میں اللہ تعالیٰ نے صورت پیدا کر دی ہے ورنہ اگلے جہان میں ہمیں اپنے پیر و مرشد، آباؤ اجداد اور دیگر بزرگوں کے سامنے شدید ندامت اٹھانی پڑتی۔ لیکن اس بیماری کی وجہ سے اپنی غلطیوں کا کفارہ کرنے کا موقع مل گیا ہے۔ اس طرح بیماری گویا رحمت کا موجب بن گئی ہے۔ چوہدری صاحب موصوف بیان کرتے ہیں کہ ان دو باتوں کے بیان کرنے پر مجھے یوں معلوم ہوا گویا بیمار میں ہوں اور آپ مجھے نصیحت فرما رہے ہیں۔ اس کے بعد سے میں جب کسی مریض کے پاس جاتا ہوں تو ان باتوں کا ضرور ذکر کرتا ہوں کیونکہ ان سے

مریض کی ڈھارس بندھ جاتی ہے۔

وفات کے قرب کے عرصہ میں جب آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی تو گھر کے بعض افراد نے اجازت چاہی تا آپ کے بیٹے چوہدری احمد دین صاحب کو قادیان سے بلوالیا جائے جو وہاں تعلیم الاسلام سکول میں زیر تعلیم تھے۔آپ نے نہایت اطمینان سے فرمایا کہ نہیں فکر نہ کریں:۔

وفات و تدفین:۔ ۳جولائی ۱۹۴۳ء کو بروز ہفتہ بوقت مغرب آپ بمقام کریام اس دار فانی سے عالم جاودانی کوسدھارے۔ اِنّآ لِلّٰہِ وَ اِنّا اِلَیہِ رَاجِعُوْن ۔اطلاع ملنے پر گردونواح کے احمدی احباب تشریف لائے اوراگلے روزعصر کے بعد سینکڑوں احباب کی معیت میں آپ کے ہمشیرہ زاد چوہدری عبدالغنی خان صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی ۔پھر بس کے ذریعہ جنازہ روانہ ہوکر رات مکرم میاں عطاءاللہ صاحب ایڈووکیٹ کے مکان پر امرتسر میں قیام رہا۔اور۵ جولائی کوعلی الصبح قادیان پہنچا۔

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں جوڈلہوزی تشریف فرما تھےاور دفتر بہشتی مقبرہ قادیان کووفات کی خبردی جاچکی تھی ۔دفتر نے حضور کی خدمت میں ذیل کی درخواست کی:۔

’’جناب حاجی صاحب مرحوم کی بیعت ۱۹۰۳ء کی ہےاس لحاظ سے وہ قطعہ خاص میں دفن نہیں ہو سکتے لیکن ان کی خدمات سلسلہ ایسی ہیں کہ میں حضور سے درخواست کرتا ہوں کہ انہیں قطعہ خاص میں دفن کرنے کی اجازت فرمائیں ۔اس سے قبل بھی حضور نے بعض اصحاب کوان کی خدمات کے باعث ایسی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔سید محمد سرورشاہ۔سیکرٹری مقبرہ بہشتی‘‘

چنانچہ حضور کی طرف سے منظوری مل چکی تھی۔☆ صبح دس بجے کے قریب حضرت سید صاحبؓ موصوف

☆مسل سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکور بالا رپورٹ حضرت مولوی عبدالمغنی خانصاحبؓ مرحوم ناظر صدر انجمن نے فون پر سیدنا حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں عرض کی جس پر حضور نے قطعہ خاص میں تدفین کی اجازت مرحمت فرمائی مؤقر الفضل مورخہ ۴۳/ ۷/ ۶ میں زیر ’’مدینۃ المسیح ‘‘ مرقوم ہے ۔‘‘ افسوس کے ساتھ لکھا جاتا ہے کہ حاجی غلام احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ کریام ۳ ماہ وفا کی شام کوفوت ہوگئے ۔جنازہ آج صبح بذریعہ لاری یایہاں لایا گیا۔حضرت مولوی سید محمد سرورشاہ صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اورمرحوم بہشتی مقبرہ کے قطعہ خاص میں دفن ہوئے احباب بلندی درجات کے لئے دعافرمائیں۔

نے ہی نماز جنازہ پڑھائی اور قطعہ خاص میں تابوت کی تدفین کے بعد پہلے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب زادعزہ نے اور پھر حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ نے مٹی ڈالی اور حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف ہی نے قبر تیار ہونے پر دعا کرائی۔

نشان صداقت حضرت مسیح موعودؑ :۔ایک دفعہ کریام میں مسمی رحمت ولد آبا دان نے حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق بہت ناز یبا الفاظ استعمال کئے حاجی صاحب کے منع کرنے پر وہ باز نہ آیا۔ بلکہ مباہلہ کے لئے آمادہ ہو گیا۔اور شرط یہ مقرر کی کہ اگر حضرت مسیح موعودؑ سچے ہوں اور حضرت عیسےٰؑ فوت ہو چکے ہوں تو رحمت مذکور اور اس کا سارا خاندان ایک سال کے اندر اندر کوئی عبرتناک سزا پائیں۔ورنہ اگر حضرت مسیح موعودؑ جھوٹے ہیں اور حضرت عیسےٰ زندہ ہیں تو حاجی صاحب اور ان کے خاندان کو ایک سال کے اندر اندر کوئی عبرتناک سزا ملے۔ چنانچہ مباہلہ ہوا ابھی چند ماہ نہیں گذرے تھے کہ رحمت کے ہاں ایک پوتا پیدا ہوا جو سؤر کی شکل سے مشابہ تھا۔اس پر رحمت حاجی صاحب کے پاس آیا اور معافی مانگی ۔بہت نادم اور شرمندہ ہوا اور مباہلہ کو ختم کرنے کی التجاء کی اور قوت صداقت کو تسلیم کیا۔

ایک روز کریام میں ایک مجلس میں حاجی غلام احمد صاحبؓ اور شیر محمد صاحبؓ سکنہ بنگہ ٹانگہ والے (جن کا ذکر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبات میں آتا ہے) موجود تھے۔ایک غیر احمدی شخص چھجو خاں نے کہا کہ ’’اگر آج بارش ہو جائے تو میں احمدی ہو جاؤں گا۔شدّت کی گرمی پڑ رہی تھی۔حاجی صاحب نے احمدی احباب کی معیت میں نہایت سوز و گداز سے دعا کی۔ابھی تھوڑی دیر ہی گذری تھی کہ بادل آسمان پر چھا گئے اور زور کی بارش برسنے لگی۔چنانچہ چھجو خاں نے احمدیت قبول کر لی۔

حضرت خلیفہ ثانی سے محبت اور حضور کی دعا و شفقت اور حضور اور مرکز کے

احکام کی اطاعت :۔ ۱۹۱۷ء میں آپ کے عزیز چوہدری عبدالغنی صاحبؓ رسالہ فوج سے بغیر اطلاع دیئے بھاگ کر کریام آ گئے حاجی صاحب کو علم ہوا تو فوراً ان کو قادیان لا کر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش ہو کر واقعہ عرض کیا۔حضور اس وقت گول کمرہ میں تشریف فرما تھے۔فرمایا کہ واپس ڈیوٹی پر حاضر ہو جائیں۔اور افسر فوج کو یہ کہہ دیا جائے کہ چونکہ یہ طالب علم تھا اور نیا بھرتی ہوا تھا۔فوج کے قواعد سے ناواقف تھا۔طالب علمی کی عادت کے مطابق بھاگ آیا۔اور فرمایا کہ میں دعا کروں گا۔خدا تعالیٰ اپنا فضل نازل کرے گا۔

چنانچہ جب رسالپور چھاؤنی پہنچ گئے تو انہیں خلاف توقع نظر بند نہیں کیا گیا۔ کیونکہ بھاگ کر جانیوالوں کو قاعدہ کے مطابق آتے ہی نظر بند کر دیا جاتا ہے اور پھر کورٹ مارشل کے تحت انہیں قید کی سزا دی جاتی ہے اگلے روز دربار میں انہیں پیش ہونا تھا۔ راستہ بھر حاجی صاحب دعا کرتے جاتے تھے اور چوہدری عبدالغنی صاحب آمین کہتے جاتے تھے۔ کرنل صاحب نے حاجی صاحب کو دربار میں داخل ہوتے ہی کرسی دی۔ حالانکہ فوج کے کمشنڈ آفیسر (Commissioned officer) کو ہی کرسی ملتی ہے۔ لیکن آپ کے چہرہ کی بزرگی کا اس کے دل پر گہرا اثر ہوا جس کی وجہ سے آپ کے ساتھ بہت عزت وتکریم کے ساتھ پیش آیا۔ آپ نے اس کے بھاگنے کی ذہنی وجوہات بیان کیں ۔ جو حضور نے فرمائی تھیں ۔ اس پر کرنل صاحب نے کہا کہ اچھا ہم اسے چھوڑتے ہیں ۔ آئندہ محتاط رہے۔ سو اس طرح خدا تعالیٰ نے حضور کی دعا اور آپ کی دعا سے رہائی کی صورت پیدا کر دی (بیان چوہدری عبدالغنی صاحبؓ)

حاجی صاحب ۱۹۳۰ء میں کاربنکل سے بیمار ہوگئے تو قادیان آئے ۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پرانا طریق علاج متروک ہو چکا ہے ۔ اور حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خانصاحب سے فرمایا کہ گلیسرین کی پٹی کے ذریعہ علاج کریں۔ چنانچہ علاج کے لئے نور ہسپتال میں ایک علیحدہ کمرہ آپ کو دے دیا گیا اور گلیسرین کی پٹی سے آپ چندروز کے اندر صحت یاب ہوگئے ۔

انہی ایام میں آپ نے حضور کی خدمت میں درخواست کی کہ ہمیں از راہ شفقت وقت دیں تا میں اپنے لڑکے ظہور الدین کی بسم اللہ کرا سکوں ۔ حضور کی طرف سے جواب ملا کہ میں خود چار بجے شام ہسپتال آ رہا ہوں ۔ اس موقع پر بسم اللہ کرا دوں گا۔ چنانچہ حضور تشریف لائے اور اس کمرہ میں آگئے جس میں حاجی صاحبؓ ٹھہرے ہوئے تھے۔ اور چوہدری ظہور الدین صاحب کی بسم اللہ کرائی ۔ اور قاعدہ یسرنا القرآن شروع کرایا۔ بعدہ شیرینی تقسیم کی گئی ۔ اس کے بعد حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب نے حضور سے ہسپتال کے ایک حصہ کی توسیع کے متعلق عرض کیا تو حضور نے پانچ صد روپیہ اپنی طرف سے دینے کا وعدہ فرمایا۔ حاجی صاحبؓ نے بھی پچاس روپے کا وعدہ کیا ۔ دیگر حاضر احباب نے بھی وعدے کئے ۔ چنانچہ اس وقت نقد اور وعدوں کی میزان قریباً ایک ہزار تک پہنچ گئی۔

۱۹۴۲ء میں جب آپ بعارضہ ٹی بی امرت سر ہسپتال میں زیر علاج تھے تو حضور ایک دفعہ ہسپتال میں اپنا معائنہ کرانے کے سلسلہ میں تشریف لائے ۔ حضور جب واپس تشریف لیجانے لگے تو چوہدری عبدالغنی صاحب نے

حاجی صاحب کی طرف سے نذرانہ پیش کیا اور دعا کی درخواست کی اس پر حضور نے فرمایا کہ چلو ہم حاجی صاحب کو دیکھتے ہیں اور وہیں ان کے لئے دعا کر دینگے۔ چنانچہ حضور مع خدام حاجی صاحب کے کمرہ میں تشریف لے آئے۔ اور آپ کی عیادت کی اور پھر ہاتھ اٹھا کر خدام سمیت دعا فرمائی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد حضور واپس تشریف لے گئے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ہر حکم کی تعمیل تو اپنے ایمان کا جزو سمجھتے اور لبیک کہتے ہوئے اس کو بغیر کسی توقف کے کام کاج چھوڑ کر بھی سرانجام دیتے۔ اور یہی صورت مرکز سے آمدہ احکام کے متعلق ہوتی۔ آپ کو تعمیل حکم کے بغیر چین نہ آتا تھا۔ چوہدری نور احمد صاحب سکنہ سڑوعہ (پنشنر خزانچی صدر انجمن احمدیہ) نے بتایا کہ ایک روز حضور نے مجھے بلوایا چنانچہ میں مسجد مبارک سے ملحقہ کمرہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا وہاں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے، حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ و دیگر ممبران صدر انجمن احمدیہ بھی موجود تھے۔ حضور نے مجھے سڑوعہ سے آمدہ ایک خط دیا جس میں تحریر تھا کہ جماعت سڑوعہ کے اڑتیس افراد مرتد ہو گئے ہیں۔ اور ان کے نام بھی تحریر تھے۔ اس کے متعلق حضور نے میری رائے طلب کی۔ میں نے عرض کیا کہ دراصل یہ افراد احمدی جماعت سے تعلق نہیں رکھتے تھے اور نہ ہی ہماری تنظیم میں شامل تھے۔ البتہ دوسرے لوگوں کا ان کے متعلق خیال تھا کہ یہ طاعون کے زمانہ سے جماعت کے ساتھ وابستہ ہیں۔ کوئی بااثر احمدی مبلغ بھجوانے سے حقیقت معلوم ہو سکے گی۔ اس پر حضور نے حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ کو اور ان کے ہمراہ مجھے بھی بھجوانا چاہا لیکن پھر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے کی اس تجویز کو پسند فرمایا۔ کہ حاجی غلام احمد صاحب کو اس امر کی تحقیق کے لئے مقرر کیا جائے۔ چنانچہ حاجی صاحب کو تار بھجوادی کہ سڑوعہ جا کر اس واقعہ کی پوری تحقیق کر کے جلد اطلاع دیں۔ تار انہیں شام کو ملا۔ آپ اسی وقت گھوڑے پر سوار ہو کر سڑوعہ چلے گئے جو کہ چھ میل کے فاصلہ پر ہے اور رات کو وہاں تحقیقات کی۔ خط کے مندرجات غلط اور مبنی بر دروغ نکلے۔ جس کی اطلاع فوراً حضور کی خدمت میں آپ نے بھجوادی۔ چنانچہ اخبارات میں بھی اس کی تردید کرادی گئی۔

مرکز سے بزرگان و علماء کی آپ کے پاس آمد و رفت رہتی تھی۔ چنانچہ ۱۹۰۹ء میں خلافت اولیٰ میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بمعیت حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ اس علاقہ میں تشریف لے گئے۔ پھگواڑہ کا ریل گاڑی میں سفر کیا۔ مشہور یکہ بان میاں شیر محمد صاحب مرحومؓ جو بہت مخلص تھے آپ کو اپنے یکہ میں پہلے نواں شہر لائے پھر کاٹھ گڑھ لے گئے۔ وہاں آپ نے محترم مولوی عبدالسلام صاحبؓ

کے نئے تعمیر شدہ مکان کا افتتاح کیا۔اس کے بعد حاجی صاحب کی دعوت پر کریام تشریف لے آئے آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے یہ سفر گھوڑے پر کیا۔آپ احمدی احباب سے متعارف ہوئے۔اور آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی گئی جس کے بعد آپ نے حاجی صاحب کے مکانات پر جا کر دعا کی۔مختصر سے قیام کے بعد آپ مراجعت فرمائے قادیان ہوئے۔آپ نے اپنے عہد خلافت میں بھی کریام جانے کا وعدہ فرمایا تھا۔لیکن اپنی گوناگوں مصروفیات کی وجہ سے تشریف نہ لے جاسکے۔

حضرت مرزا شریف احمد صاحب، حضرت مرزا ناصر احمد صاحب اور علماء میں سے حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ۔حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی۔حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کبیرؓ۔حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیّر بھی تشریف لائے۔حضرت مرزا شریف احمد صاحب غالباً ۱۹۳۵ء میں تشریف لائے جبکہ فتنہ احرار عروج پر تھا۔آپ کی آمد پر مخالفین جماعت نے بہت فتنہ وفساد پیدا کیا۔اور احمدیوں کے خلاف ایک جلوس نکالا اور فحش کلامی کی اور پھر لڑائی تک نوبت پہنچادی۔اس وقت گردونواح کی احمدی جماعتوں کا ایک حصہ واپس جاچکا تھا باقیوں نے مقامی افراد کے ساتھ مل کر مخالفین کو پسپا کر دیا گو وہ تعداد میں زیادہ تھے۔اللہ تعالیٰ نے ان کے شر سے جماعت کو محفوظ رکھا۔حضرت مرزا شریف احمد صاحب مسجد میں دعا فرماتے رہے وہاں آپ کی حفاظت کے لئے کچھ افراد متعین کر دیئے گئے تھے۔

خلق اللہ کی خدمات اور سوشل اصلاحات:۔ آپ نے اصلاح رسومات کی ایک کمیٹی بنائی جس کے آپ صدر تھے۔اس کے ذریعہ شادی بیاہ وغیرہ کی فضول رسوم۔باجا۔راگ رنگ کو ختم کرنے کی کوشش کی۔دیہات سدھار کمیٹی آپ کی زیر نگرانی کام کرتی تھی گاؤں کے مشترکہ فنڈ سے جو آپ کے پاس رہتا تھا۔سڑکوں اور گلیوں کی فرش بندی اور صفائی کا کام ہوتا۔شادی بیاہ کے لئے دیگیں اور دریاں خریدی گئیں۔

آپ کے حسن تدبر تلقین اور ذاتی قربانی سے اشتمال اراضی کا کام سرانجام پایا۔چنانچہ اس بارہ میں آپ کو افسران کی طرف سے پروانہ خوشنودی بھی عطا ہوا۔

آپ نہایت صادق اور امین مشہور تھے۔اغیار بھی اپنے مقدمات میں آپ کو ثالث مقرر کر لیتے چنانچہ ایک غیر احمدی خاندان کی جائیداد کی تقسیم کا جھگڑا آپ کے فیصلہ سے طے ہوا وہ سب چاہتے تھے کہ آپ جو فیصلہ کریں گے انہیں منظور ہوگا۔غریب اقارب وغیر اقارب کا بہت خیال رکھتے اور مخفی امداد بھی کرتے۔حساب کے

بہت صاف تھے ہمسفر ساتھی کو سفر کے اخراجات کا حساب باصرار ادا کر کے حساب بیباق کرتے ۔

دوسروں کے جذبات کا احترام :۔ آپ دوسروں کے جذبات کا بہت احترام کرتے تھے ایک غیر احمدی نے گڑ شکر کا شربت پیش کیا۔ آپ نے دو گلاس پی لئے۔ لیکن آپ کے ساتھی نے نہ پیا۔ وہاں سے روانہ ہو کر آپ نے اپنے ساتھی کو سمجھایا کہ آپ نے شربت اس لئے نہ پیا کہ گڑ شکر کا تھا۔ یہ اچھا نہیں کیا۔ پیش کرنے والے کے اخلاص و محبت کو دیکھنا چاہئے تھا اسی لئے میں نے دو گلاس پی لئے تا کہ اس کی دل شکنی نہ ہو بلکہ حوصلہ افزائی ہو۔

تاثرات چوہدری غلام جیلانی خانصاحب :۔ اخویم چوہدری غلام جیلانی خانصاحب اسی علاقہ کے ہیں۔ اور اس وقت لائل پور شہر میں اقامت پذیر ہیں۔ آپ کا تعلق و تعارف حضرت حاجی صاحبؓ سے ۱۹۲۰ء سے شروع ہوا۔ آپ حاجی صاحب کی تبلیغ سے ۱۹۲۲ء میں احمدیت سے منسلک ہو گئے۔ اور پھر آپ کی وفات تک چوہدری صاحب کے مراسم نیاز مندانہ اور دوستانہ قائم رہے۔ گویا آپ کے تاثرات قریباً چوتھائی صدی کے طویل تجربہ پر مبنی ہیں۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ:۔

حضرت حاجی صاحب لین دین کے معاملات میں نہایت محتاط تھے اور ہر ایک سے معاملہ صاف رکھتے تھے۔ ایک دفعہ حاجی صاحب کو دو تین صد روپیہ قرض کی ضرورت تھی۔ میں روپیہ لے کر حاضر ہوا۔ باوجود میرے انکار کے آپ نے فوراً ایک ورق پر رسیدی ٹکٹ لگا کر مجھے پرونوٹ لکھ دیا۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جب لین دین کرو تو تحریر میں لے آیا کرو۔ اسی طرح ایک دفعہ مجھے ضرورت پیش آئی آپ کے پاس موضع کریام پہنچا۔ آپ نے قرض دیا۔ اور ساتھ ہی کاغذ اور رسیدی ٹکٹ دے کر مجھ سے پرونوٹ لکھوالیا۔ ایک دفعہ آپ گاؤں واپس جا رہے تھے کہ میرے پاس ڈاکخانہ نواں شہر میں (جہاں میں ملازم تھا) تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھ سے غلطی ہو گئی۔ میں فلاں سے (جو وہاں سب جج میں ملازم تھے) پانچ روپے یہ کہہ کر لے آیا کہ کل واپس کر دونگا اب یاد آیا کہ کل تو جمعہ ہے اس لئے کل تو نہیں آ سکتا اس لئے آپ میری طرف سے کل ان کو پانچ روپے دیدیں تا کہ وعدہ خلافی نہ ہو۔ میں نے کہا کہ وہ تو اپنا آدمی ہے اس میں کیا مضائقہ ہے آپ جب چاہیں ادائیگی کر دیں لیکن آپ نے وعدہ خلافی کو ناپسند کیا۔ اور آپ کی تاکید کے مطابق میں نے ادائیگی کر دی۔ متعدد بار ایسا ہوا کہ قادیان میں یا نواں شہر میں کسی دکان پر ہم نے اکٹھی چائے یا سوڈا پیا۔ اور میں نے رقم ادا کر دی تو آپ باصرار اپنے حصہ کی

رقم ادا فرماتے اور میں قبول کرنے سے انکار کرتا تو فرماتے کہ دکان نہ میرا گھر ہے نہ آپ کا یہ مشترکہ جگہ ہے۔اس لئے میں پیسے دیتا ہوں۔

آپ علاقہ میں سلسلہ کے امور کی سرانجام دہی کے لئے تشریف لے جارہے تھے۔تو میں نے ریلوے ٹکٹ کی رقم ادا کردی اور لینے سے یہ کہہ کر انکار کیا کہ آپ سلسلہ کے کام کے لئے سفر کررہے ہیں۔اس لئے یہ حقیر رقم میرے لئے ثواب کا موجب ہوگی یہ کہتے ہوئے مجھے رقم ادا کردی کہ نہیں۔اس طرح مجھے دوسروں سے خرچ کرانے کی عادت ہوجائیگی۔

ایک دفعہ آپ نے اپنی کچھ اراضی کسی مزارع کو چند سال کے لئے چکوتہ پردی۔لیکن جلد ہی چکوتہ کی شرح بوجہ اجناس وغیرہ کے نرخ بڑھ جانے کے زیادہ ہوگئی۔آپ کے ایک عزیز نے کسی اور مزارع کو زیادہ شرح پر اراضی دینے کی تحریک کی۔لیکن حاجی صاحب نے اپنے وعدہ کو توڑنا ناپسند کیا۔اور تا اختتام میعاد اراضی اسی مزارع کی تحویل میں رہنے دی۔

آپ مہمانوں کی تواضع ان کی حیثیت اور مزاج کے مطابق کرتے جو افراد بہت لمبا عرصہ تک آپ کے پاس قیام رکھتے آپ ان کو اپنے گھر کی طرح سہولت بہم پہنچاتے۔چنانچہ ایک دوست حکیم مظہر شاہ صاحب کے لئے ایک علیحدہ رضائی تیار کرا رکھی تھی وہ جب بھی آتے ان کو دیدی جاتی۔

آپ اپنے ہمسفر ساتھیوں کا پوری طرح خیال رکھتے اگر کسی راستہ میں کوئی حاجت کے لئے پیچھے رہ جاتا تو آپ کچھ فاصلہ پر رفقاء سمیت ٹھہر کر انتظار کرلیتے تاکہ وہ ساتھ مل جائے۔ایک دفعہ ایک ہمسفر کی لوئی گم ہوگئی تو آپ نے اسے اس کی قیمت دیدی تاکہ وہ ملول نہ ہو۔

آپ جماعت کی تربیت کا بہت خیال رکھتے تھے۔آپ نے آخری طویل علالت میں میرے متعلق اپنے ایک عزیز سے دریافت کیا۔آیا میں کریام جاتا رہتا ہوں کیونکہ میں کریام کا سیکرٹری تربیت تھا۔آپ کو علم ہوا کہ جماعت کے دو افراد میں رنجش پیدا ہوگئی ہے آپ نے امرتسر سے مجھے لکھا کہ میں مصالحت کرادوں۔چنانچہ میں نے مصالحت کرادی۔آپ کا نفس مطمئنہ تھا۔اور شکر خداوندی سے معمور۔باوجود طویل علالت کے آپ کبھی پریشان خاطر نہیں ہوتے تھے جب بھی کوئی پرسش حال کرتا تو پہلے فرماتے ''خدا تعالیٰ کا شکر ہے'' اور پھر نہایت اطمینان سے اپنا حال بتاتے۔

تاثرات چوہدری احمد علی خانصاحب: ۔آپ کے ہمشیرہ زاد چوہدری احمد علیخانصاحب حال مقیم سرگودھا شہر لکھتے ہیں۔کہ:۔

میں نے بچپن سے بتیس سال کی عمر تک حضرت حاجی صاحب کا قرب پایا۔آپ کا روزانہ کا معمول تھا کہ صبح دواڑھائی بجے تہجد کے لئے بیدار ہوتے۔اکثر فجر کی اذان خود دیتے۔نماز فجر کے بعد قرآن مجید کا درس دیتے اور پھر طلباء کو قرآن مجید ناظرہ پڑھاتے۔نماز اشراق سے فارغ ہوکر گھر پر طالبات کو قرآن مجید اور کتب حضرت مسیح موعودؑ و کتب دینی پڑھاتے بعد ناشتہ ایک دو گھنٹے کے لئے فصل کی دیکھ بھال کے لئے جاتے۔ واپس آکر آئے ہوئے بیماروں کا مفت علاج کرتے۔دوپہر کے کھانے کے بعد ظہر کی نماز ادا کر کے مسجد میں طلباء کو قرآن مجید وغیرہ پڑھاتے اور سلسلہ کے رسائل و اخبارات آمدہ کا مطالعہ کرتے۔اور مرکز و احباب سے آمدہ خطوط کا جواب تحریر کرتے اور بعد عصر فصل کی دیکھ بھال اور سیر کرنے کیلئے جاتے اور مغرب کی نماز پڑھا کر گھر جاتے۔اور عشاء کی نماز پڑھا کر طلباء کو نماز باترجمہ پڑھاتے۔آپ ہر جمعرات کو باقاعدگی سے مستورات کو اپنے گھر پر قرآن مجید اور احادیث کا درس دیتے تھے، یتامیٰ اور بیوگان کی خبر گیری کا خاص خیال رکھتے۔اعزہ و اقارب کے ساتھ نہایت رواداری کا سلوک کرتے اور قادیان شریف سے کوئی مہمان آتا تو اس کی تواضع میں کمی نہ ہونے دیتے۔جمعہ کے روز حجامت اور کپڑے دھونے سے فارغ ہوکر مسجد میں اپنے ہاتھ سے جھاڑو دیتے۔اور صفیں بچھاتے اور مسجد میں بالعموم سب سے اول تشریف لاتے۔عیدین پر احمدی اور غیر احمدی اقارب کو دعوت طعام دیتے۔

آپ ڈانٹ ڈپٹ نہیں کرتے تھے کلام میں بے حد شیرینی تھی۔غلطی اور نقصان معاف کردیتے تھے۔ ایک دفعہ میں نے کم عمری میں کسی ہم عمر کو زدوکوب کیا اور گالیاں بھی دیں اس کی شکایت پر میں نے حاجی صاحب کی خدمت میں سچ بولا اور اس امر کا اقرار کیا۔اور یہ سچ بولنا آپ ہی کی صحبت و تربیت کا نتیجہ تھا۔میری راست گفتاری پر آپ بہت مسرور ہوئے اور اپنی دونوں بیویوں سے بھی خوشی سے اس امر کا ذکر کیا۔اور فرمایا کہ احمد علی خاں بڑا سعادت منداور اچھا لڑکا ہے۔اس طرح میری حوصلہ افزائی فرمائی۔

میں نے آپ کو غصہ اور مسرت ہر دو حالتوں میں دیکھا ہے۔آپ کا چہرہ ہمیشہ پھول کی طرح کھلا رہتا۔ گالی آپ کی زبان سے کبھی نہیں سنی گئی۔کسی کو آدھے نام سے نہیں پکارتے تھے؛ پورے نام سے مخاطب کرتے

میرے جیسے کم عمروں کو بھی ''آپ'' کہہ کر خطاب فرماتے۔آپ سنجیدہ طبع تھے۔خلاف واقعہ یا شرعاً معیوب بات پر آپ کبھی بھی نہیں ہنستے تھے۔ایک دفعہ ایک مقرر نے موضع کریام میں آریوں اور سکھوں کے متعلق بہت ہنسانے والی تقریر کی۔آپ صدر جلسہ تھے گو تمام لوگ ہنستے رہے لیکن آپ کو وِقار بن کر بیٹھے رہے۔اختتام جلسہ پر مقرر نے آپ سے کہا کہ میں نے ہنسانے والی بہت باتیں کیں لیکن میں نے آپ کو ہنستے نہیں دیکھا۔فرمایا میں اس وقت استغفار کر رہا تھا۔مجھے کسی ایسی بات پر ہنسی نہیں آتی قرآن مجید میں واضح حکم لَایَسْخَرْ قَومٌ مِّنْ قَومٍ (35) موجود ہے۔

آپ کی تربیت کا عجیب رنگ تھا۔میں نے میٹرک کا امتحان دیا تو فرمایا کہ ان فارغ ایام سے استفادہ کروں. چنانچہ میرے لئے یہ پروگرام بنایا گیا۔صبح تین بجے تہجد خوانی۔تلاوت کم از کم ایک پارہ قرآن مجید بعد نماز فجر تا ظہر اپنے فرائض کی ادائیگی۔بعد نماز ظہر بچوں کو قرآن مجید وغیرہ کی تعلیم دینا بعد عصر سیر کے لئے جانا اور سیر میں مسنون دعاؤں کو وردِ زبان رکھنا۔نماز مغرب کے بعد کھانا۔ بعد نماز عشاء بچوں کو نماز کا سبق ناظرہ اور باترجمہ پڑھانا۔

تحریک جہاد ملکانہ میں تحریک کر کے اپنے ساتھ میرے والد مرحوم چوہدری محمد علی خانصاحب اور اپنے عزیز چوہدری عبدالغنی صاحب نیز سائیں رنگ علی شاہ صاحب کو بھی لے گئے جب آپ آخری مرض میں مبتلا ہو کر امرت سر کے ہسپتال میں داخل ہوئے میں ساتھ تھا۔ایک پروگرام بنایا گیا۔جس کے مطابق سارے کام ہوتے۔اور اگر کسی وجہ سے تاخیر ہو جاتی تو آپ اس کی وجہ دریافت فرماتے وہاں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا۔اور آپ کی تبلیغ سے بعض افراد نے احمدیت کو قبول بھی کیا۔ایک روز رستم زماں گاماں پہلوان اپنے ایک دوست رحیم پہلوان کو دیکھنے آپ کے وارڈ میں آئے۔آپ کے ارشاد پر میں گاما پہلوان کو بلالایا۔آپ نے اس کو اس رنگ میں تبلیغ کی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ۔(36) احسن تقویم کی مثل آپ ہیں کیا سڈول اور مضبوط جسم پایا ہے اور اسفل سافلین کی مثال میں ہوں کہ دو قدم چلتا ہوں تو ہانپنے لگتا ہوں۔اس پر پہلوان مذکور نے کہا کہ آپ بزرگ ہیں میرے لئے خاص دعا فرمائیں۔فرمایا۔

اللہ تعالیٰ آپ کی روح کو بھی ایسا ہی مضبوط بنائے جیسا کہ جسم ہے۔

آپ کے توکل اور غناء نفس کا مقام بہت بلند تھا۔ اسی مرض کے دوران ایک روز روپیہ قریباً ختم تھا۔ مجھے بہت فکر ہوا۔ اسی روز ضلع گجرات کے ایک احمدی بزرگ پیر شیر عالم صاحب ہیڈ ماسٹر تشریف لائے اور پانچصد روپیہ پیش کرکے فرمایا کہ علاج کے لئے یہ حقیر رقم حاضر ہے اور تو کوئی خدمت میں کر نہیں سکتا۔ حاجی صاحب نے فرمایا جزاکم اللہ احسن الجزاء:۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے صاحب جائیداد بنایا ہے۔ اور وہ خود میرا کفیل ہے۔ پیر صاحب کی دلجمعی کے لئے آپ نے دس روپے لے لئے اور ان کا پھل منگوا کر مریضوں میں تقسیم کروا دیا۔ اگلے روز محترم چوہدری مہر خانصاحب تشریف لے آئے۔ گھی کا ایک ٹین بھی لائے اور کافی رقم بھی۔ حاجی صاحب نے دریافت فرمایا کہ یہ رقم وہ کہاں سے لائے ہیں چوہدری صاحب نے بتایا کہ کچھ رقم تو آپ کے بھوسہ کی فروخت کی ہے۔ اور بقیہ رقم مسجد احمدیہ کی تعمیر کی رقم کا نصف ہے جس کا میں نے وعدہ کیا تھا۔ (حضرت حاجی صاحب نے ساری رقم اپنی طرف سے صرف کر کے مسجد بنوالی تھی جس کا نصف حسب وعدہ چوہدری صاحب کے ذمہ تھا) تقسیم ملک کے وقت حضرت حاجی صاحب کی برکت سے ہمارا گاؤں محفوظ رہا اور تمام احباب بحفاظت تمام پاکستان پہنچ گئے۔ اس برکت کا مجھے یوں علم ہوا کہ میں اس موقع پر لاہور میں تھا اور قتل و غارت کے حالات پڑھ کر سخت متفکر تھا۔ ایک رات دعا کر کے سویا تو خواب دیکھا کہ ایک بہت بڑے پلنگ پر جالی لگی ہوئی ہے۔ اور اس پر جلّی حروف مرقوم ہے۔ ''کریام حاجی غلام احمد کا گاؤں بالکل محفوظ ہے غم نہ کریں۔ چنانچہ بفضلہٖ تعالیٰ ایسا ہی ہوا گویا ان کی برکت کے باعث ان کی وفات کے بعد بھی ان کے اعزہ و اقارب گاؤں والوں پر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا۔

تاثرات انسپکٹر صاحب تعلیم وتربیت:۔ محترم انسپکٹر صاحب تعلیم وتربیت اپنے طویل تجربہ کی بنا پر ذیل کے تاثرات رقم فرماتے ہیں:۔

''............محترم حضرت حاجی غلام احمد آف کریام ....نہایت متقی پارسا خادم دین اور لوگوں کے سچے ہمدرد واقع ہوئے تھے۔ گویا آپ سچے معنوں میں عابد اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورا کرنے والے تھے حاجی صاحب جماعت احمدیہ کریام کے امیر تھے اور ہمیشہ ان کی یہ خواہش رہتی تھی کہ احمدیت کے منشاء کے مطابق ہر احمدی کہلانے والا دین میں ترقی کرتا دکھائی دے اس کے لئے انہوں نے اپنے آپ کو جماعت کے لئے نمونہ بنا رکھا تھا اور احباب جماعت کے لئے جذبات کی قربانی کرتے رہتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ کے گاؤں میں ایک مجسٹریٹ نے موقع دیکھتے وقت مدعی فریق سے کہا کہ اگر اس جگہ کوئی سچ بولنے والا ہو تو پیش کرو۔ میں اس سے اصل حقیقت معلوم کرنا چاہتا ہوں۔اس نے حاجی صاحب کا نام لیا۔ حاجی صاحب کو طلب کیا گیا۔حاکم نے عزت سے بٹھایا اور اصل حقیقت دریافت کی۔آپ نے سچی بات کہہ دی حاکم نے حاجی صاحب کی شہادت کی بنا کر مدعی فریق کے حق میں فیصلہ کردیا۔☆ مدعا علیہ فریق احمدی تھا۔اس نے مسجد میں آنا بند کردیا۔اگر کوئی دنیادار ہوتا تو شاید خیال کرتا کہ اگر یہ شخص مسجد میں آکر نماز نہ پڑھے گا تو میرا اس میں کیا نقصان ہے۔نقصان اسی کا ہوگا۔مگر حاجی صاحب نے اپنے بعض دوستوں کی معیت میں جا کر اسے سمجھایا اور کہا کہ میں نے تو خدا کے حکم کے مطابق سچی شہادت دی ہے اس پر آپ کو ناراض نہیں ہونا چاہئے۔اور اسے سمجھا بجھا کر مسجد میں لے آئے اور نماز شروع کرادی۔

حاجی صاحب مرکز کے احکام کو دل و جان سے قبول کرتے اور تمام کاموں پر انہیں مقدم کرتے تھے ایک دفعہ جماعت بنگہ کا کوئی کیس تھا۔نظارت تعلیم وتربیت نے مجھے اس کیس کے تصفیہ کے لئے جانے کا ارشاد فرمایا۔ اور ساتھ ہی حاجی صاحب کو بنگہ پہنچنے کے لئے تحریر فرمایا۔میں جب بنگہ پہنچا تو میں نے دیکھا کہ حاجی صاحب محترم مجھ سے پہلے ہی بنگہ پہنچے ہوئے ہیں کیس کے تصفیہ پر ایک ہفتہ گذر گیا۔اس عرصہ میں محترم مذکور نے کبھی واپس جانے کے لئے اشارۃً یا کنایۃً ذکر نہ کیا۔جب تصفیہ ہوگیا تو فرمایا اب میں جاتا ہوں آپ جمعہ پڑھا کر جائیں۔نیز فرمایا کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ اتنے دن لگ جائینگے میں گھر میں اطلاع دے کر بھی نہ آیا تھا۔یہ کہہ کر آپ تشریف لے گئے مجھے جہاں تک واقفیت ہے حاجی صاحب مکرم نہ صرف اپنوں میں بلکہ بیگانوں میں بھی خیر خواہ سمجھے جاتے تھے اور وہ اپنے تنازعات کا ان کے ذریعہ فیصلہ چاہتے تھے آپ اپنے علاقہ کی جماعتوں کی نگرانی فرماتے رہتے تھے اور مرکزی ہدایات پر فوراً جماعتوں میں پہنچ کر اس کی تعمیل کراتے تھے۔(37)

تاثرات پیر شیر عالم صاحب:۔محترم پیر شیر عالم صاحب ہیڈ ماسٹر پنشنر سکنہ گولیکی (گجرات) تحریر فرماتے ہیں:۔

میری واقفیت حضرت حاجی صاحب سے اگست ۱۹۱۷ء میں ہوئی جبکہ دیگر احباب کی طرح رمضان

☆ یہاں تک یہ واقعہ الفضل کے حوالہ سے رسالہ ''شمائل احمد'' شائع کردہ شعبہ اطفال مجلس خدام الاحمدیہ قادیان میں بھی درج ہوا ہے۔(صفحہ ۵۰)

شریف میں ہم مہمان خانہ قادیان میں قیام پذیر تھے اس وقت میری عمر اکیس برس کی تھی شرمیلا پن کی وجہ سے آپ سے زیادہ بات چیت نہ ہوئی بعد ازاں ہر جلسہ پر ملاقات ہوتی ۔ ۱۹۳۵ء کے جلسہ کے ایام میں میں نے آپ کی خدمت میں ایک ملفوف لکھا آپ نے جواباً تحریر کیا کہ اگر آپ نام نہ بھی لکھتے تب بھی میں سمجھ جاتا کہ لکھنے والا کون ہے۔

فرماتے تھے کہ حج پر روانگی سے قبل حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ سے ملاقات کی حضور نے نصیحت فرمائی کہ ’’حج پر چلے ہو۔نماز نہ ترک کرنا‘‘ اس وقت تو اس کا مفہوم سمجھ میں نہ آیا۔البتہ جب قافلہ اونٹوں پر روانہ ہوا تو کئی لوگوں نے پانی نہ ملنے اور نیچے اتر کر زمین پر نماز ادا کرنے کے خیال میں نمازیں ضائع کر دیں ہم کجاووں پر بیٹھے تیمّم کر کے نمازیں ادا کر لیتے اس وقت سمجھ آیا کہ اس نصیحت میں کیا حکمت تھی۔

فرماتے تھے کہ ہماری مسجد کا نام مسجد نور ہے۔گاؤں میں کئی قسم کی تحریکات ہیں۔ میں کسی کا پریزیڈنٹ اور کسی کا سیکرٹری ہوں۔ ماسوائے قرضہ کی سوسائٹی کے کہ اس میں سود کا لین دین ہوتا ہے اس لئے میں نے اس میں شمولیت نہیں کی۔ میں ہر سال غرباء کے لئے جلسہ سالانہ پر کپڑا (کھدر) لاتا ہوں۔اور اپنے دوستوں کے لئے عمدہ تیار کردہ گڑ لاتا ہوں۔

آپ کے پاس قرآن مجید ہر وقت رہتا تھا۔فرماتے تھے میں ہر وقت باوضو رہتا ہوں مجھے آخری پارہ سارا حفظ ہے اور بھی بہت سی سورتیں یاد ہیں۔

فرماتے تھے کہ جب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت میں یہ تحریک فرمائی کہ دوست دوسری شادی کریں۔تا کہ جماعت احمدیہ تعداد کے لحاظ سے ترقی کرے تب میں نے دوسری شادی کی۔ اور میرے استفسار پر فرمایا کہ میری دونوں بیویوں میں کبھی شکر رنجی نہیں ہوئی۔ بلکہ آپس میں پیار سے رہتی ہیں۔ بڑی بیوی چھوٹی کے بچوں کو پیار سے کھلاتی رہتی ہے میں نے بڑی بیوی کو سمجھایا ہوا ہے کہ گھر کی سردار آپ ہی ہیں اور چھوٹی بیوی کو بتایا ہوا ہے کہ بڑی تو بے اولاد ہے سب کچھ تمہارا اور تمہاری اولاد کا ہے اس طرح دونوں خوش رہتی ہیں۔

تاثرات الحکم:۔ ایڈیٹر الحکم محترم شیخ محمود احمد صاحب عرفانیؓ تحریر کرتے ہیں:۔

’’جناب حاجی غلام احمد خان صاحب ہمارے سلسلہ کے خاص بزرگوں میں سے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان

کے سینےکونورِایمان سے منور فرمایا ہوا ہے۔اور سلسلہ کے لئے ہر قسم کی مالی (و) جانی قربانی میں پیش پیش رہتے ہیں ....اور سلسلہ کی اغراض کی تکمیل کے لئے آپ شبانہ روز مصروف رہتے ہیں ۔نیز اس غرض کے لئے آپ ضلع جالندھر اور ہوشیار پور میں لمبے لمبے دورے کرتے رہتے ہیں ۔ باوجود بڑھاپے کے میلوں پیدل چلنے سے نہیں گھبراتے ۔ارتداد ملکانہ کے زمانہ میں آپ نے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔اوراسی طرح مکیریاں ضلع ہوشیار پور کے مشن میں ایک لمبا عرصہ کام فرمایا۔اس سلسلہ میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خوشنودی کے سرٹیفکیٹ بھی حاصل کئے ....آپ گذشتہ ایام میں بیمار ہوگئے تھے احباب نے بکثرت آپ کے لئے دعائیں کیں بیماری سے اٹھنے پر باوجود نقاہت مجلس مشاورت میں تشریف لے آئے ۔ احباب ایسے بزرگ کی درازی عمر کے لئے دعا فرماتے رہیں‘‘ (38)

تاثرات وکیل المال صاحب: ۔حضرت چوہدری برکت علی خانصاحبؓ وکیل المال نے تحریر فرمایا کہ:۔

’’اکثر احباب کو...........یاد ہوگا کہ حضرت حاجی صاحب...........علاقہ تحصیل نواں شہر و تحصیل گڑھ شنکر کی احمدیہ جماعتوں میں تبلیغی ۔تربیتی وغیرہ اور ہر قسم کے کام کے لئے دورہ کرتے رہتے اور آپ کے گھر علاقہ کے احمدی اور مرکز سے آنیوالے مبلغ کریام میں رہتے اور ان کے ساتھ ہوکر علاقہ کا دورہ کرتے اور ہر ایک کے مناسب حال نہایت خندہ پیشانی سے مہمان نوازی میں مسرور رہتے ۔غرض صاحب موصوف کی ساری زندگی گھریلو کاروبار سے آزاد ہوکر خدمت اسلام اور خدمت احمدیت کے لئے عملاً وقف تھی ۔یہی وجہ ہے کہ علاقہ کی جماعتیں ان کو ’’سیدالقوم‘‘ کے پاکیزہ خطاب سے یاد کرتی تھیں ۔‘‘ (39) ☆

تاثرات چوہدری غلام مرتضٰی خانصاحب: ۔اخویم چوہدری غلام مرتضٰی خانصاحب کنری (ضلع تھرپارکر سندھ) سے تحریر فرماتے ہیں کہ بندہ کو ۱۹۲۹ء میں اللہ تعالیٰ نے بیعت کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔اس کے بعد حضرت حاجی غلام احمد صاحبؓ کے ساتھ میرے قریب کے تعلقات رہے۔ان کی ذات مبارک کے متعلق دل پر گہرا اثر ہے اور ان کا نمونہ ہمارے لئے ہمیشہ مشعل راہ رہا ہے جب کبھی بھی کسی مجلس میں جماعت کے بزرگوں کا تذکرہ ہوتا ہے۔میں حضرت حاجی صاحب کا ذکر خیر ضرور کرتا ہوں جو سامعین کی روحانی ترقی کا باعث بنتا ہے۔ اور اکثر اللہ تعالیٰ کے حضور ان کی ترقی مدارج کے متعلق درد دل سے دعا کی توفیق ملتی ہے ۔ آپ کے قلب صافی میں حضرت مسیح موعودؑ کا روحانی عکس بڑی شان سے جلوہ گر تھا۔حقوق اللہ اور حقوق العباد کی

ادائیگی کے وقت عملی تصویر کے رنگ میں اس کا اظہار منظر عام پر آتا تھا۔قرآن مجید سے آپ کو عشق تھا۔ ہر عمل سے پیشتر احکام الٰہی ان کے مدنظر رہتے تھے۔نمازیں نہایت خشوع اور خضوع سے ادا فرماتے تھے۔تلاوت قرآن مجید نہایت سوز اور محبت سے فرماتے تھے۔آپ کی تبلیغ دل پر گہرا اثر کرتی تھی ۔کلام انکسار۔حلیمی اور ہمدردی سے فرماتے تھے۔شعائرِ اسلام کا بہت احترام کرتے تھے۔احمدیت کی اشاعت کا آپ کی طبیعت میں خاص جوش تھا۔ نوجوانوں سے بڑھ کر سرگرم رہتے تھے مرکز کی ہدایات کو پوری طرح عملی جامہ پہناتے تھے۔مہمان نوازی آپ کی طبیعت کا خاصہ تھا۔آپ ہمیشہ علاقہ کے امیر جماعت رہے اکثر مہمان آپ کے پاس آتے رہتے تھے آپ کبھی مہمانوں کی خدمت سے نہ تھکتے تھے۔نہایت اخلاص اور محبت شوق اور بشاشت سے خاطر و مدارات فرماتے تھے۔

آپ کی صحبت میں طبیعت پر بہت نیک اثر پیدا ہوتا تھا۔قوت عمل میں جوش اور طاقت پیدا ہوتی تھی ۔آپ نے حضرت مسیح موعودؑ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نیز دوسرے بزرگان دین سے کثرت سے روحانی فیوض جذب کئے۔اور بطریق احسن لوگوں تک پہنچائے۔

آپ بیان کرتے تھے کہ ایک روز حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی خدمت بابرکت میں حاضر تھا۔کہ میرے تمام جسم سے دھواں نکلنا شروع ہوگیا۔اور دھواں آسمان کی طرف ایسے جاتا دکھائی دیا کہ جیسے کسی بھٹہ کی چمنی سے نکل کر بادل کی طرح جارہا ہو۔تاحدنگاہ یہ دھواں اُوپر جاتا نظر آتا تھا۔میں حیران تھا آیا میرے جسم میں آگ لگ گئی ہے۔اتنا دھواں کہاں سے نکل رہا ہے۔یہ کیفیت کافی دیر تک جاری رہی ۔آخر دھواں ختم ہوگیا۔اور ایسا محسوس ہونے لگا کہ قلب بالکل صاف ہوگیا ہے۔اور دھویا گیا ہے۔اور روح کو بالکل تسکین ہوگئی ۔ایک نئی زندگی محسوس ہونے لگی اس کے بعد کبھی میرے دل میں کوئی گناہ کا خیال ہی پیدا نہیں ہوا نیک جذبات کا جوش دل میں کثرت سے پیدا ہونا شروع ہوگیا ۔نیک کاموں میں لذت اور کشش محسوس ہونے لگی ۔اور تیزی سے اعمال صالحہ بجالانے کی ایک خاص طاقت پیدا ہوگئی ۔یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پاک تاثیر نفس کا اثر تھا جو مجھے پاک کر گیا۔☆

حاجی صاحب میں ایک جوش اور درد تھا کہ جس چشمہ رواں سے آپ فیض یاب ہوئے ہیں سب لوگ اس میں حصہ دار بنیں ۔اور نئی روحانی زندگی انہیں حاصل ہو۔اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل کے دروازے ان پر کھلیں ۔اس جوش اور کوشش میں انہوں نے اپنے نفع نقصان کی کبھی پرواہ نہیں کی ان کی زندگی میں ہمارے علاقہ جالندھر و ہوشیار پور میں تبلیغ کا ایک خاص جوش تھا کہیں مناظرات ہو رہے ہیں۔کہیں جلسے ہو رہے ہیں جگہ جگہ

☆ آپ کی روایات میں (جو کتاب کے آخر میں درج کی گئی ہیں) بہت اختصار سے اس واقعہ کا ذکر ہے ۔

انفرادی تبلیغ شروع ہے۔ مبلغین اور علماء مرکز سے آ رہے ہیں۔ احمدیوں کے دلوں میں ایک خاص حرکت تھی۔ اور مخالفت بھی پورے زوروں پر تھی۔ مخالف علماء بھی دور دور کے شہروں سے آتے تھے۔ اور مخالفین کے بھی کافی جلسے ہوتے تھے۔ ہر جگہ ان کی باتوں کا نہایت معقول طور پر جواب دیا جاتا تھا۔

ہمارے دوآبہ کے چیدہ چیدہ گاؤں مثلاً کریام۔ راہوں بنگہ۔ گناچور کریہہ۔ سڑوعہ۔ کاٹھگڑھ۔ صا حبہ۔ بیگم پور۔ بیرم پور۔ گڑھ شنکر۔ پنام۔ ہوشیار پور۔ جالندھر۔ دوسوہہ۔ کیتھاں وغیرہ وغیرہ کا سنجیدہ طبقہ احمدیت کی آغوش میں آ گیا تھا۔ علاقہ کے احمدی اور غیر احمدی سب حاجی صاحبؓ کی نیکی۔ تقویٰ۔ طہارت اور ہمدردی کے قائل تھے۔ آپ ہر ایک کی پوری مدد کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ آپ کو ہر احمدی کی ہر بات کا خیال رہتا تھا۔ ہمارے علاقہ میں اکثر شادیاں حضرت حاجی صاحبؓ کی کوشش سے سرانجام پائیں۔ سب کو آپ پر اعتماد تھا۔ اور مناسب رشتہ کروانے کی آپ میں خاص اہلیت تھی۔ جس قدر شادیاں ان کی معرفت ہوئیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت بابرکت ثابت ہوئی ہیں۔ اور خاندان دینی و دنیاوی نعماء سے مالا مال ہوا ہے۔ میری اپنی شادی کا واقعہ یوں ہوا۔ کہ میرا گاؤں ''صا حبہ'' واقع تحصیل گڑھ شنکر ضلع ہوشیار پور کافی بڑا قصبہ تھا۔ وہاں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے مجھے احمدیت قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ میرے والد صاحب چوہدری نواب خان صاحب ڈاکٹر تھے گاؤں میں باعزت خاندان تھا۔ جب میں نے بیعت کی تو حضرت حاجی صاحبؓ کو خاص خوشی ہوئی۔ میں ایف۔ اے کا امتحان دے کر گاؤں میں رہتا تھا۔ حاجی صاحب جب بھی ہمارے علاقہ میں دورہ فرماتے۔ میرے پاس ضرور تشریف لاتے۔ مبلغین کی مرکز سے تشریف آوری پر ہمارے ہاں جلسہ کرواتے میرا خاص طور خیال رکھتے کہ گھبرا نہ جاؤں۔ ہمارے گاؤں میں شیعہ لوگوں کا بہت زور تھا۔ مگر اس کا مجھ پر کوئی اثر نہ تھا۔ احمدیت قبول کرنے سے پیشتر برادری میں کئی باعزت خاندانوں سے مجھے رشتے آئے تھے۔ مگر اب میری دلی خواہش یہ تھی کہ میری شادی کسی مخلص احمدی خاندان میں ہو۔ تا ہمارے گاؤں میں احمدیت ترقی کرے۔ ایک روز میں نے اپنا یہ ارادہ حاجی صاحب کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ از حد خوش ہوئے۔ اور فرمایا میری اپنی دلی خواہش تھی کہ آپ کی شادی میری معرفت ہو۔ جس سے خاندان میں دینی ترقی ہو۔ نیز فرمایا کہ آپ شادی کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دیں۔ میں خود مناسب رشتے کا انتظام کروں گا۔ میں ملازمت کے سلسلے میں لاہور چلا آیا وہاں آپ کا خط مجھے ملا کہ آپ کے رشتے کا انتظام ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی میری تائید فرمائی ہے۔ آپ بھی دعا اور

استخارہ کر لیں۔ مجھے بھی پسند ہے اور از حد خوشی ہے۔آپ نے تحریر فرمایا کہ جناب ڈاکٹر عطا محمد خان صاحب پنشنر حال مقیم دوسوہہ جو کہ یہاں پر اپنی پرائیویٹ پریکٹس کرتے ہیں ان کی چھوٹی لڑکی کا رشتہ تجویز کیا ہے۔ میں نے مزید کسی تحقیق کے بغیر قبول کر لی۔ مجھے پورے طور پر انشراح صدر تھا کہ حاجی صاحب کا تجویز کردہ یہ رشتہ ضرور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بابرکت ثابت ہوگا۔شادی کے موقع پر خود حاجی صاحب اور دوسرے کافی احمدی بزرگ برات کے ہمراہ گئے۔ نکاح جناب میاں عطاء اللہ صاحب ایڈووکیٹ نواں شہر (حال) امیر جماعت احمدیہ راولپنڈی نے پڑھایا۔لوگوں کی شادی کے موقع پر باجہ کھیل تماشے وغیرہ کے شغل ہوتے ہیں۔میری برات دوروز ٹھہری۔اس میں غیر احمدی دوست بھی شامل تھے۔اور ارد گرد سے بھی کافی لوگ آ گئے تھے۔تبلیغ کا میدان خوب گرم تھا۔دن رات مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑتی رہی۔اور کافی بحثیں ہوتی رہیں۔سب بزرگ ہر موقع پر دعاؤں پر زور دیتے رہے۔حاجی صاحبؓ نے رسم ورواج کو ختم کرنے پر بہت زور دیا اور بیاہ شادی کے موقع پر اسلامی طریق پر نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کی مثال کو پیش نظر رکھنے کی تلقین فرمائی۔ نیز فرمایا کہ ہر اہم کام کرنے سے پہلے دعا اور استخارہ ضرور کر لینا چاہئے۔اس موقع پر ایسا معلوم ہوتا تھا۔جیسے تبلیغی جلسہ ہو رہا ہو۔ڈاکٹر عطا محمد خانصاحب اپنے علاقہ میں کافی اثر رسوخ رکھتے تھے۔کسی نے کوئی نامعقول طریق اختیار نہ کیا۔بلکہ شرافت سے تبلیغی باتیں سنتے رہے۔اس موقع پر بھی حاجی صاحب ہی ہمارے امیر قافلہ تھے ہر قدم ان کی اجازت اور مشورہ سے اٹھایا جاتا ۔میں اور ڈاکٹر صاحب پہلے سے آپس میں واقف نہ تھے آپ نے طرفین کی اچھی طرح سے تسلی فرمادی۔اور آپس میں پورا اعتماد پیدا ہو گیا۔اور یہ رشتہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرے حق میں بہت بابرکت ثابت ہوا۔اس رشتہ کی وجہ سے دینی ودنیوی دونوں طرح کی ترقیات حاصل ہوئیں۔خدا تعالیٰ نے رزق میں ترقی دی۔علم میں ترقی دی اور نیک اور صالح اولاد (چار لڑکے اور دو لڑکیاں) عطا فرمائیں۔سب تعلیم یافتہ اور اپنے کاروبار میں لگے ہوئے ہیں، دیندار ہیں۔الحمد للہ۔ میں سمجھتا ہوں۔ ہمارے خاندان کی ترقی میں حضرت حاجی صاحبؓ کی کوششوں اور دعاؤں کا بہت بڑا دخل ہے اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ جنت الفردوس میں ان کے درجے بلند ہوں۔ نیز اللہ تعالیٰ ان کی اولاد پر بھی ہر قسم کے دینی ودنیوی انعامات نازل فرمائے آمین ثم آمین۔

میں اکثر مجالس میں آپ کا ذکر خیر کرتا رہتا ہوں۔ایک دفعہ مقام جوہی (ضلع لاڑکانہ سندھ) جناب بابو محمد عمر صاحب سپروائزر انہار کے ہاں باتوں باتوں میں حضرت حاجی صاحبؓ کا بھی ذکر خیر آ گیا۔اور میں نے عادتاً ذکر کیا کہ کس طرح حاجی صاحب نے میرا رشتہ کرایا۔ جو بہت بابرکت ثابت ہوا۔تو بابو صاحب نے بتایا

کہ ازراہ کرم میرا رشتہ بھی حضرت حاجی صاحب نے ہی کرایا تھا۔اور میرے لئے بہت بابرکت ثابت ہوا ہے میں بہت مطمئن ہوں ۔اوربھی کافی دوستوں نے ذکر کیا ہے کہ ہمارے رشتوں میں بھی حاجی صاحب کی کوششوں کا دخل ہے ۔الغرض علاقہ کے اکثر لوگ اپنے لڑکوں اورلڑکیوں کی شادی کے انتظام کے لئے آپ کی خدمت میں عرض کرتے تھے ۔ اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے بصیرت عطا فرمائی تھی ۔ اور آپ مناسب انتظام فرمادیتے تھے۔جوطرفین کے لئے اطمینان کا موجب ہوتا۔سب احمدیوں کوآپ پربھروسہ تھا۔اورآپ سب کی امداد کے لئے وقف تھے۔

قادیان دارالامان سے جب کبھی کوئی تحریک آتی تھی تو آپ عموماً تین افراد پر مشتمل وفد کی صورت میں اپنے حلقہ کی جماعتوں میں تحریک فرمانے کی غرض سے دورہ فرماتے تھے ۔اور خاص تحریک کے علاوہ آپ دوستوں کوتربیتی باتیں بھی سناتے تھے ۔جن میں حضرت مسیح موعودؑ کےچشم دید حالات اور واقعات بیان فرماتے تھےاور یہ باتیں احباب کی اصلاح اورروحانی ترقی اوراحمدیت سے وابستگی اوراخلاص میں مزید ترقی کا موجب بنتی تھیں ۔اس قسم کے کئی مواقع پرآپ میرے پاس بھی تشریف لائے ۔ایک دفعہ میں باغبانپورہ میں تھااوراس حلقہ کا پریذیڈنٹ تھا۔آپ ایک وفد کی صورت میں جس میں آپ ۔حاجی رحمت اللہ صاحبؓ راہوں والےاورایک اور صاحب جن کا نام میرے ذہن سے اتر گیا ہے شامل تھے۔میرے ہاں دوراتیں ٹھہرے۔شب وروز دعاؤں میں نیک تحریکوں میں اورمختلف واقعات کے بیان میں گذرے ۔اکثر حصہ رات کا یہ بزرگ نماز اور دعاؤں میں گذارتے تھے۔حضرت حاجی صاحبؓ نے حمائل شریف اپنے ساتھ رکھی ہوتی تھی بوقت فرصت تلاوت فرماتے تھے ۔ان بزرگوں کی آمد پر ہمارے حلقہ کے دوستوں کوخاص شوق ہوا۔اوربکثرت حاضر رہتے اور بزرگوں کی باتوں سے مستفیض ہوتے ۔ دوسری رات جماعت کے دوستوں نے خاص طور پرعرض کیا کہ آپ لوگ پرانے بزرگ ہیں اوراحمدیت کا ابتدائی زمانہ آپ نے دیکھا ہے۔آپ اپنی زندگی کا کوئی خاص واقعہ سنائیں جس سے ہمارا ایمان بڑھے۔حاجی صاحب نے بیان فرمایا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی توجہ اوردعاؤں سے مجھ پرقرآن مجید کے علوم کثرت سے کھلے ہیں جب کسی حصہ کو پڑھتا ہوں اس کے معانی اورمعارف کھل جاتے ہیں اوربعض معارف بیان بھی فرمائے جوآپ کوتفہیم ہوئے تھے ۔نیز فرمایا کہ جب کبھی کسی مخالف سے بات کرنے کا موقع ملتا ہے تواللہ تعالیٰ ایسی باتیں دل میں ڈال دیتا ہے کہ مخالف کا منہ بند ہوجاتا ہے۔بعض ایسے واقعات بھی بیان فرمائے کہ

سوال پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ جواب القاء فرمایا جو پہلے میرے علم میں نہیں تھا آپ کی باتیں سن کر رقت طاری ہوئی اور ہماری آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ جونکہ باتیں آپ کے دل سے خاص عشق الٰہی میں ڈوبی ہوئی نکلتی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دلوں پر انوار کا نزول ہو رہا ہے یہ بیان خاص طور پر جماعت کے دوستوں کے ایمان میں ترقی کا موجب بنا اور جو تحریک آپ لے کر آئے تھے بہت کامیاب رہی۔ غالباً ولایت میں کسی مسجد کے لئے چندہ کی تحریک تھی ہر دوست نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اجتماعی دعا بھی کی گئی جس میں دوستوں پر رقت طاری تھی میرا دل باغ باغ تھا کہ ان بزرگوں کی آمد کی وجہ سے دوراتیں ہمارے گھر میں انوار الٰہیہ کا نزول ہوتا رہا۔ الحمدللہ۔

دوسرا وفد میرے سسرال کے گاؤں کھرل خورد (تحصیل ہوشیار پور) تشریف لایا۔ اس میں حضرت حاجی صاحب ؓ چوہدری چھجو خانصاحب امیر جماعت احمدیہ سڑوعہ ضلع ہوشیار پور۔ تیسرے غالباً محترم چوہدری عدالت خانصاحب سڑوعہ والے شامل تھے کوئی نو بجے کے قریب ہمارے ہاں پہنچے۔ ہمیں ان بزرگوں کی آمد سے بہت خوشی ہوئی۔ وہ جمعہ کا روز تھا ہم نے ہر قسم کے آرام کا سامان کر دیا۔ حاجی صاحب ؓ نے فرمایا آج جمعہ ہے ہم نے غسل کرنا ہے حویلی میں نلکہ لگا ہوا تھا۔ غسل خانہ بنا ہوا تھا۔ سقاوا پانی سے بھر دیا گیا۔ پہلے حاجی صاحب ؓ غسل خانہ میں تشریف لے گئے۔ مسواک وغیرہ فراہم کر دی گئی۔ حاجی صاحب ؓ نے ایک گھنٹہ کے قریب وقت غسل خانہ میں خرچ کیا۔ ایک صاحب بار بار فرماتے کہ حاجی صاحب نے بہت وقت لگایا ہے۔ کھانا وغیرہ بھی آ گیا۔ جب آپ باہر تشریف لائے تو اس دوست نے کہا کہ حاجی صاحب بہت لمبا غسل کیا ہے اس پر حاجی صاحب نے فرمایا کہ میں جمعہ کا غسل عموماً لمبا کیا کرتا ہوں۔ اور تمام جسم اور ضروری کپڑوں کی صفائی بھی کر لیتا ہوں۔ پاؤں وغیرہ کی میل اچھی طرح اتارتا ہوں۔ جسمانی صفائی کا اثر روح پر پڑتا ہے اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے روز کو خاص اہمیت دی ہے نماز جمعہ میں ایک وقت آتا ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے۔ جمعہ کے روز جسم اور کپڑوں کی صفائی کا ضرور اہتمام کرنا چاہئے۔ تا جمعہ کی عبادت میں ہماری روحانی ترقی ہو اور دعائیں قبول ہوں۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں خاص دعا کی قبولیت کا وہ وقت عطا فرمائے۔ اور خاص فضلوں کے دروازے ہم پر کھل جائیں۔ الغرض بہت لطیف گفتگو تھی اور نصیحت آمیز تھی۔

ایک سبق آموز واقعہ جس پر میں نے تقریباً ساری عمر عمل کر کے فائدہ اٹھایا وہ یوں ہوا کہ ایک دفعہ نواں شہر میں جو کریام سے تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر واقعہ ہے۔ تبلیغی جلسہ ہو رہا تھا مبلغین مرکز سے تشریف

لائے ہوئے تھے حاجی صاحب کا کوئی مزارع پوچھنے آیا کہ گندم نکل آئی ہے اسے کہاں رکھیں۔آپ نے فرمایا کہ جتنی گندم نکل چکی ہے بوریوں میں بھر کر فوراً نواں شہر کی منڈی میں پہنچا کر جو بھاؤ ہو اس کی قیمت لے لیں نیز فرمایا کہ جب جنس تیار ہو جائے جو بھاؤ ہو۔اس پر فروخت کر دینی چاہئے۔اس انتظار میں کبھی سنبھال کر نہیں رکھنی چاہئے کہ بھاؤ مہنگا ہوگا تو فروخت کریں گے، یہ گناہ ہے۔حضرت نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔میں ہمیشہ فالتو جنس فوراً بازار کے بھاؤ پر فروخت کر دیتا ہوں اللہ تعالیٰ رزق میں برکت دینے والا ہے۔لالچ کی خاطر حضرت نبی کریم ﷺ کے منشاء کے خلاف نہیں کرنا چاہئے میری طبیعت پر آپ کی اس بات کا خاص اثر ہوا اور میں نے ساری عمر اس پر عمل کر کے فائدہ اٹھایا ہے۔

آپ کی زندگی کے بہت سے نصیحت آمیز واقعات ہیں عرصہ گذر چکا ہے بہت سی باتیں ذہن سے اتر چکی ہیں۔حضرت حاجی صاحب کا وجود بہت مبارک تھا۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر طرح سے نوازا ہوا تھا۔باوجود بڑا زمیندار ہونے کے آپ نے ہمیشہ عاجزی سے حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے زندگی گذاری۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔اور ان کی اولاد کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔اور اپنے خاص فضلوں اور رحمتوں کے دروازے ان پر کھولے۔آمین۔

تاثرات میاں عطاء اللہ صاحب:۔ جناب میاں عطاء اللہ صاحب ایڈووکیٹ (حال امیر جماعت احمدیہ راولپنڈی) رقمطراز ہیں:۔

خدا کی اس زمانہ کی شمع ہدایت پر ایک اور پروانہ جان قربان کر گیا۔میخانہ احمد کا ایک اور پرانا بادہ کش اُٹھ گیا۔آنکھیں ایسے وجودوں کو ترسا کریں گی۔ اِنّالِلّٰہِ وَ اِنّااِلیہِ رَاجِعُونَ.

جی چاہتا ہے حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء کا وہ شعر جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت مولانا عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ کے لئے تحریر فرمایا تھا ؎

گر چہ جنس نیکواں ایں چرخ بسیار آورد
کم بزائد مادرے یا ایں صفا درِّ یتیم (40)

اس عاجز نے ۱۹۲۹ء☆ میں حضرت حاجی صاحب مرحوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوصلہ دلانے پر نواں شہر ضلع جالندھر میں پریکٹس شروع کی۔ میں سچ کہتا ہوں مرحوم نے مجھے اپنے سایہ عاطفت میں لے لیا۔ اور احسانات کی بارش شروع کر دی۔ میری ہر ضرورت کا انہیں فکر ہو گیا۔ میں مسلسل آٹھ سال تک ان کے ماتحت بطور سیکرٹری امور عامہ کام کرتا رہا ہوں۔ اس طرح مجھے ان کی کتاب زندگی کے گہرے مطالعہ کا موقع ملا۔ اور میں وثوق اور یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ ہماری جماعت میں بھی ایسے لوگ تھوڑے ہیں۔

مرحوم موضع کریام کے ایک معزز راجپوت خاندان کے فرد تھے۔ نواں شہر کے علاقہ میں جہاں اراضیات نہایت گراں قیمت ہیں آپ تین مربع اراضی کے مالک تھے اسی طرح گذارے کے لحاظ سے ہر فکر سے آزاد تھے مرحوم نے کئی دفعہ مجھے سنایا کہ بچپن ہی سے آپ صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے علاقہ کے تمام واعظ اور مولوی جب ان کے گاؤں میں آتے تو انہی کے ہاں ٹھہرا کرتے تھے۔ طبیعت میں حیا بہت زیادہ تھی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں توفیق دی کہ اپنی جوانی ہر قسم کے عیب سے پاک گذاریں۔

بیعت:۔ ۱۹۰۲ء میں آپ نے کتب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مطالعہ شروع فرمایا۔ پھر ۱۹۰۳ء میں آپ ایک عزیز رشتہ دار چوہدری بشارت علی خانصاحب کو ساتھ لے کر قادیان حاضر ہوئے اور ہر دو نے حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ حضور علیہ السلام نے بوقت بیعت شرک سے بچنے کی نصیحت فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ غیر احمدیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ پھر فرمایا فکر نہ کریں اللہ تعالیٰ بہت جلد جماعت پیدا کر دے گا۔ حضرت حاجی صاحبؓ فرماتے تھے کہ ان کی بیعت کے چھ ماہ کے اندر اندر موضع کریام میں جماعت احمدیہ قائم ہو گئی۔ جو اب قریباً تین صد زن ومرد اور بچگان پر مشتمل ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی لئے فرمایا ہے کہ مجھے لاکھوں نشان دیئے گئے ہیں۔

بیعت کے بعد ایک دفعہ کسی غیر احمدی نے آپ سے پوچھا کہ بیعت کر کے آپ نے کیا حاصل کیا۔ فرماتے تھے کہ میں نے اسے کہا کہ بیعت سے پہلے میں سمجھتا تھا کہ میں نیک ہوں میرے پاس ہر فرقے کے مولوی اور واعظ آ کر ٹھہرتے اور ان کی اندرونی حالت مجھ سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی تھی۔ میں محسوس کرتا تھا کہ میں ان سے بہتر ہوں۔ بیعت کر کے میں نے یہ حاصل کیا کہ میں نے اچھی طرح محسوس کر لیا کہ میں گنہگار ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے

☆ الفضل میں سہواً ۱۹۹۲ء طبع ہوا ہے۔

طالب بہت آگے نکلے ہوئے ہیں۔

وصیّت اور سلسلہ کے لٹریچر کا مطالعہ :۔ حضرت حاجی صاحب ان سابقون الاوّلون میں سے ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ حیات میں ۱۹۰۶ء میں وصیت کر کے اپنا حصہ جائیداد بحق صدر انجمن احمدیہ ہبہ کر دیا تھا۔☆ اور اسی وقت قبضہ دے دیا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں آپ سال میں کم از کم تین دفعہ ضرور قادیان حاضر ہوتے۔ اور پندرہ پندرہ بیس بیس روز ٹھہرتے۔ مرحوم کی تعلیم صرف مڈل تک تھی۔ آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کی تمام اردو فارسی کتابیں پڑھی ہوئی تھیں۔ اخبارات اور رسائل سلسلہ کے تاریخ بیعت سے لے کر آخر عمر تک باقاعدہ خریدار رہے۔ ان کا باقاعدہ مطالعہ فرماتے رہتے تھے۔ قرآن کریم کی کثرت سے تلاوت فرماتے بلکہ ہر وقت اپنے پاس رکھتے تھے۔☆☆

مہمان نوازی :۔ ....فکر معاش سے آپ بالکل آزاد تھے پچاس برس کی عمر تک آپ کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔ اس خانگی زندگی میں کوئی ایسی دلچسپی نہ تھی۔ جس میں آپ کا وقت زیادہ صرف ہوتا۔ آپ نے اپنا سارا وقت اور اپنی ساری آمدنی خدمت دین کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ شاید ہی کوئی دن ہوتا جب آپ کے ہاں مہمان نہ آتا۔ عموماً بڑی تعداد احمدی مہمانوں کی آپ کے ہاں اتری رہتی۔ اور جس کشادہ روئی اور روح کے انبساط کے ساتھ مرحوم ان کی مہمان نوازی فرماتے۔ اس کا لطف وہی لوگ اٹھا سکتے ہیں۔ جو آپ کے مہمان رہے ہیں۔ آپ کے بہت سے عزیز تھے۔ اور ایسے لوگ بھی حاضر رہتے تھے جن کا فرض خدمت کرنا تھا۔ لیکن مرحوم گھر میں ہوتے تو اکثر خود کھانا اٹھا کر لاتے۔ اور باقی فرائض مہمان نوازی بھی اپنے ہاتھ سے سرانجام دینے کی کوشش فرماتے۔

تہجد۔ نفلی روزے۔ صدقات اور چندے: مرحوم اتنی باقاعدگی سے تہجد کی نماز پڑھتے تھے کہ شاید ہی کبھی نماز قضا ہوئی ہو۔ مجھے یاد ہے کہ موضع سلوہ میں جو قصبہ نواں شہر سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ مرحوم تبلیغ کے لئے گئے۔ اور اس عاجز کو بھی ساتھ لے گئے رات کے دو بجے تک گفتگو ہوتی رہی۔ ہم بستروں پر کوئی اڑھائی

☆ سن وصیت و ہبہ کی تعین و تفصیل گذشتہ اوراق میں درج ہو چکی ہے۔

☆☆ حاجی صاحب کا الفضل کا خریداری نمبر آٹھ ہے اور اب تک آپ کے نام پر آتا ہے تمام رسائل و اخبارات سلسلہ کے آپ باقاعدہ فائل رکھتے تھے۔ اور کتب حضرت مسیح موعودؑ وسلسلہ آپ کے پاس تھیں جن کا مطالعہ کرتے اور احباب جماعت وغیر از جماعت کو استفادہ کے لئے دیتے تھے۔ (بیان اخویم چوہدری احمد دین صاحب)

بجے کے قریب لیٹے گرمی کا موسم تھا۔کوئی تین سوا تین بجے کروٹ بدلتے وقت میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ حضرت حاجی صاحبؓ تہجد پڑھ رہے تھے پھر صبح کی نماز کے لئے سب سے پہلے جاگنے والوں میں سے تھے۔☆ نفلی روزے کثرت سے رکھتے ہر سال اعتکاف ضرور کرتے سوائے اس کے کہ کسی دینی مصروفیت کے باعث موقع نہ ملا ہو۔صدقات اور چندوں میں اتنے با قاعدہ تھے کہ کبھی کسی کو آگے نہ بڑھنے دیتے تھے۔

دینی واقفیت:۔ ....مرحوم کی تعلیم مڈل تک تھی لیکن دین سے گہری واقفیت تھی آپ کوئی لسّان لیکچرار نہ تھے لیکن جو فقرہ آپ کی زبان سے نکلتا وہ سیدھا دل میں اتر جاتا تھا۔ان کی تقریر میں ایسی تاثیر تھی کہ اس کے بعد بڑے قادرالکلام لوگوں کی بات سننے کو جی نہیں چاہتا تھا۔اس تاثیر کا راز اس بات میں مضمر تھا کہ آپ کے قول اور عمل میں کوئی فرق نہ تھا۔

تبلیغ کا جنون:۔ تبلیغ کا آپ کو جنون تھا۔مجھے ان کے خلوص دل کی یہ علامت بہت پسند تھی کہ آپ صرف دین کی تبلیغ ہی نہیں کرتے تھے ہر وہ مفید بات جو انہیں معلوم ہو اور جس سے مخلوق کا بھلا ہو۔اسے دوسروں کو بھی ضرور بتاتے تھے اگر کسی بیماری کی کوئی مفید دوا معلوم ہوتی تو فوراً دوسروں کو بتا دیتے۔مرحوم دبلے پتلے جسم کے تھے لیکن تبلیغ کے لئے پیدل بیس بیس پچیس پچیس میل چلے جاتے۔اور کبھی تھکان محسوس نہ کرتے۔جالندھر اور ہوشیار پور کے اضلاع میں مبلغین کا دورہ خواہ کتنا ہی لمبی دیر کا ہو اور کتنے ہی لمبے فاصلہ کا ہو۔مرحوم ضرور ساتھ ہوتے علاقہ میں جہاں میلہ ہو وہاں احمدیوں کو ٹریکٹ دے کر بھجوا دیتے اور بعض اوقات خود بھی تشریف لے جاتے۔میں بلاخوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ اگر کئی مبلغوں کی زندگی بھر کے کام کو جمع کیا جائے تو وہ کام مرحوم کے کام کے برابر نہیں ہوگا۔آپ کبھی کوئی موقع تبلیغ کا ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔اسٹیشن پر سے گذر رہے ہیں۔اور گاڑی آگئی ہے تو آپ وہاں ٹریکٹ تقسیم فرما دیتے۔مرحوم اپنے علاقہ میں مبلغین سے اتنا کام لیتے تھے کہ بعض اوقات مبلغین تنگ آجاتے۔ضلع جالندھر اور ضلع ہوشیار پور کی تمام جماعتوں کے قریباً تمام امور آپ کے ذریعہ طے پاتے۔جھگڑے چکانے کا نیز تربیتی اور تبلیغی کام اکثر آپ کے ذریعہ سے طے پاتا تھا۔

فروتنی اور منکسر المزاجی:۔ مرحومؓ اس درجہ فروتن اور منکسر المزاج تھے کہ اس کی کوئی حد نہ تھی۔میں نے کئی سفر ان کے ساتھ کئے۔اگر سواری کا پورا انتظام نہیں ہوا تو جو سواری ملی وہ ساتھی کے لئے وقف کر دیتے۔ساتھی خواہ

☆ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ آپ اشراق اور ضحیٰ کے نوافل بھی باقاعدگی سے ادا فرماتے تھے۔(مؤلف)

کتنا ہی اصرار سے عرض کرتا کہ یہ خلاف ادب ہے آپ ہر رنگ میں آرام کے زیادہ مستحق ہیں ۔ پھر بھی آپ نہ مانتے ۔ میرے معاملہ میں تو اکثر میرے موٹا پن اور عادات کی سستی پر رحم فرما کر مجھے سوار کرا دیتے کبھی اگر میں بہت اصرار کر کے اتنی سی بات منوانے میں کامیاب ہو بھی جاتا کہ مرحوم کو سوار ہونے پر مجبور کر لوں تو جب گاؤں نزدیک آتا تو اتر پڑتے اور مجبور کر کے مجھے سوار کرا لیتے ۔ جہاں قیام فرماتے جو اونچی اور اچھی چارپائی اور اچھا بستر ہوتا وہ دوسرے کو دیتے ۔ اگر دوسرا نہ مانے تو اَلاَمْرُ فَوْقَ الاَدَبْ فرما کر بھی اپنی بات منوا لیتے ۔

ایک دفعہ اس عاجز نے خواب میں دیکھا کہ یہ عاجز حضرت مسیح موعودؑ کے پاؤں دبا رہا ہے ۔ بعض مجبوریوں کی بنا پر عاجز قادیان نہیں جا سکتا تھا ۔ اس لئے خیال آیا کہ کریام جاؤں اور حضرت حاجی صاحب جو حضور علیہ السلام کے صحابی ہیں ، کے پاؤں دبا کر خواب پورا کروں ۔ چنانچہ یہ عاجز کریام گیا ۔ سردیوں کا موسم تھا خاکسار نے مسجد میں ہی بستر بچھوالیا ۔ عشاء کے بعد حضرت حاجی صاحبؓ مرحوم اور یہ عاجز اکیلے رہ گئے تو عاجز نے اپنا خواب سنا کر پاؤں دابنے کی درخواست کی ۔ حضرت حاجی صاحبؓ نے سختی کے ساتھ میری درخواست رد کر دی ۔ میں نے پھر اصرار کیا تو پاؤں آگے کر دیا ۔ اور کوئی ایک دو منٹ کے بعد کھینچ لیا ۔ اور فرمایا اب تم پاؤں آگے کرو ایسا نہ ہو کہ میرا نفس موٹا ہو جائے کہ کسی نے میرے پاؤں دبائے ہیں ۔

لباس وخوراک :۔ لباس نہایت سادہ رکھتے ۔ غذا بہت کم کھاتے اور ہمیشہ فرماتے ”خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است ۔“

دیانتداری اور راست بازی :۔ حضرت حاجی صاحب کی دیانتداری اور راستبازی پر دوست دشمن سب کو یقین تھا ۔ ایک شخص نے پچاس گھماؤں اراضی حاجی صاحب کے نام بغیر اطلاع دیئے کرادی ۔ ☆ عدالتیں آپ کو ثالث بناتیں ۔ اور کبھی کسی فریق کو ان کے فیصلے پر اعتراض نہ ہوتا تھا ۔ آپ اکثر صلح کروانے میں کامیاب ہو جاتے تھے ۔

حج اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ :۔ غالبًا ۱۹۱۱ء میں آپ نے بیت اللہ شریف کا حج کیا ۔ واپس آئے تو نبض المسیحؑ حضرت علامہ نور الدین صدیق خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھ کر ملے اور معانقہ فرمایا ۔ حضرت حاجی صاحبؓ فرماتے تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیحؓ اوّل رضی اللہ عنہ نے کئی مرتبہ اپنے قلم سے خطوں میں

☆ آپ کے صاحبزادہ محترم چوہدری احمد دین خانصاحب بتاتے ہیں کہ یہ صاحب رام لال بروت ساکن راہوں تھے ۔

انہیں یہ لکھ کر بھیجا کہ ''مجھے آپ سے محبت ہے۔'' اور حضور رضی اللہ عنہ جالندھر، ہوشیار پور کے لوگوں کو نصیحت فرمایا کرتے کہ قادیان آیا کرو۔ اگر نہ آسکو تو کریام ہو آیا کرو۔ ☆

صاحب رؤیاء:۔ آپ نہایت مستجاب الدعوات اور صاحب رؤیا و کشف الہام تھے۔ ☆☆ دعاؤں کی بہت عادت تھی۔ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے یا تبلیغ فرماتے دعا کرتے۔ کبھی کسی نے ساری عمر بھی مرحوم کو کوئی غیر ضروری بات کرتے نہیں دیکھا۔ چہرہ خوبصورت تھا۔ اور نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ اَيْدِيهِمْ (41) کا مصداق۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے عشق:۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے عشق تھا۔ جس نسبت سے کسی کو حضور ایدہ اللہ سے محبت ہوتی اسی نسبت سے آپ اس آدمی سے محبت کرتے۔

☆ آپ اپنے چچا چوہدری مراد بخش صاحب کی معیت میں ۱۹۱۱ء میں حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے تو اس سفر میں دو ماہ کا عرصہ ہو چکا تھا۔ پھر بھی مقدس قادیان اور حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کی محبت کشاں کشاں قادیان لے آئی جہاں حضور کی صحبت فیض پاش میں کئی روز بسر کر کے پھر آپ اپنے وطن تشریف لے گئے۔

محترم چوہدری نور احمد صاحب متوطن موضع سڑوعہ (پنشنر خزانچی صدر انجمن احمدیہ) نے بیان کیا کہ ایک دفعہ میری موجودگی میں موضع کریم پور (ضلع جالندھر) کے احباب حضرت خلیفہ اوّلؓ کی خدمت میں ملاقات کے لئے حاضر ہوئے تو آپ نے ان کو نصیحت فرمائی کہ آپ بار بار قادیان آتے رہیں تا ایمان تازہ رہے۔ انہوں نے اپنی مجبوریاں پیش کیں کہ ہم کھیتی باڑی کا کام کرتے ہیں اس کی مصروفیات کی وجہ سے فرصت نہیں ملتی۔ تو فرمایا اچھا اگر قادیان نہ آسکو تو حاجی غلام احمد صاحب کے پاس کریام ہو آیا کرو۔

حاجی صاحب کے عزیز چوہدری عبدالغنی خانصاحب بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۱۰ء کے جلسہ سالانہ پر بعض خاص حالات کی وجہ سے مستورات کے آنے کی ممانعت تھی۔ جلسہ کے بعد ماہ مئی میں میں قادیان میں تھا۔ میں نے درخواست لکھی کہ ہمارے خاندان کی بعض مستورات اپنے اشتیاق کی وجہ سے قادیان کی زیارت کرنا چاہتی ہیں اس لئے حاجی صاحب کو اجازت دی جائے کہ وہ مستورات کو اپنے ہمراہ قادیان لاسکیں۔ اس پر حضرت خلیفہ اوّلؓ نے تحریر فرمایا۔ کہ حاجی غلام احمد صاحب نہایت مخلص آدمی ہیں مجھے ان سے محبت ہے۔ میں یہ لکھ کر انہیں اجازت دیتا ہوں کہ وہ عورتوں کو اپنے ہمراہ قادیان لاسکتے ہیں چنانچہ حاجی صاحب مستورات کو لائے اور وہ حضور کی زیارت سے مشرف ہوئیں۔

☆☆ اخویم چوہدری احمد دین صاحب بیان کرتے ہیں کہ آپ نے خواب دیکھا کہ آپ کے چچازاد بھائی چوہدری مہر خاں صاحب نمبردار ہوئے ہیں۔ چنانچہ وہ جلد تحصیل اوکاڑہ میں نمبردار مقرر ہو گئے۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

حضور کی طرف سے کوئی تحریک ہوتی تو اسے کامیاب بنانے کے لئے دن رات ایک کردیتے۔حضور نے تحریک جدید کا اعلان فرمایا تو مرحوم جماعتوں سے چندہ فراہم کرنے اور وعدے لینے کے لئے جون جولائی کی گرمیوں میں متواتر دو ماہ سفر کرتے رہے۔جس میں سے بیشتر حصہ پا پیادہ طے کرنا پڑا۔

علالت: ۔اس سفر کے بعد مرحوم بیمار ہوگئے ایک پتلے دبلے کم خور انسان کو مرض سل اپنا شکار سمجھتا ہے۔چنانچہ مرحوم اس میں گرفتار ہوگئے۔اور متواتر چار سال تک بیمار رہے۔مرحوم علاج کے لئے امرت سر ہسپتال میں تین سال متواتر چھ چھ ماہ کے لئے رہتے رہے۔تمام معالج اور نگران ڈاکٹر کہتے کہ مرحوم تمام مریضوں کے لئے نمونہ تھے۔معالجوں کی ہر ہدایت پر سختی سے عمل فرماتے۔ہسپتال میں اعلائے کلمہ حق۔تعلیم دینی کا کام جاری رکھا جس وارڈ میں آپ ہوتے کسی کو آپ نماز کا سبق دیتے۔کسی کو قاعدہ یسرنا القرآن پڑھاتے کسی کو قرآن کریم پڑھاتے ہندو مریضوں کو بھی حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی نظم ''ہمارا خدا'' یاد کراتے۔اس طرح سارا وارڈ درس گاہ بن جاتا تمام مریضوں کو دعا کرنے کی ترغیب دیتے رہتے۔شام کو اکثر مریض اکٹھے ہوکر اپنا اپنا قصہ مرحوم کو سناتے اور حضرت مرحوم سے ہدایات لیتے۔غرض آپ کے وجود سے جہاں بھی آپ ہوتے لوگ فیض یاب ہوتے۔

صبر وشکر: ۔آپ نہایت ہی صابر وشاکر اور اپنے رب کی رضا پر راضی تھے اتنی لمبی بیماری میں بھی کبھی کسی نے آپ کے چہرے پر گھبراہٹ یا بے چینی نہیں دیکھی۔مرحوم سے جب کوئی حال پوچھتا تو ہنس کر فرماتے الحمدللہ خدا کا شکر ہے۔فرماتے مجھے نہ موت سے گھبراہٹ ہے نہ لمبی زندگی کی کوئی خواہش۔میں ہر طرح اپنے رب کی رضا پر راضی ہوں۔کئی دفعہ فرماتے کہ اگر مر کر بیوی بچوں اور دوسرے عزیزوں سے جدا ہوں گے تو کیا یہ کم خوشی ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ اور ماں باپ سے ملاقات ہوگی۔

شفقت علیٰ خلق اللہ: ۔مرحوم کے دل میں شفقت علیٰ خلقِ اللہ کا ایک دریا موجزن تھا۔مرحوم اس عاجز کے

بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ:۔فروخت اراضی پر نمبرداری ختم ہوگئی بعد تقسیم ملک آپ ضلع لائلپور میں پھر نمبردار بنا دیئے گئے۔ایک دفعہ آپ کی ہمشیرہ دولت بیگم بیمار ہوگئیں کسی علاج سے شفا نہ ہوئی۔اور مرض شدت اختیار کر گیا۔آپ نے فرمایا کہ اب ہمیں دعا اور صدقہ سے کام لینا چاہئے۔چنانچہ صدقہ دیا گیا۔اور آپ نے مسجد میں تضرع سے دعا کی اور شربت شفا پلوانے کو کہا۔اللہ تعالیٰ نے خارق عادت طور پر آپ کی دعا قبول فرمائی اور موصوفہ جلد صحت یاب ہوگئیں۔(مئولف)

ساتھ محض للہ بہت شفقت فرماتے تھے۔ان کی وفات سے یہ عاجز ایک بہت بڑے محسن اور محبت کرنے والے بزرگ کی دعاؤں سے محروم ہوگیا۔ مجھے کئی دفعہ بتایا کہ میں تمہارے لئے ہر نماز میں دعا کرتا ہوں۔ بلکہ یہ بھی فرمایا کہ شاید ہی کوئی سجدہ خالی جاتا ہے۔مرحوم کی وفات سے ایک ہفتہ پہلے یہ عاجز کریام حاضر خدمت ہوا تو خوشی کا اظہار فرمایا۔مرحوم اس وقت بہت ہی کمزور ہو چکے تھے۔فرمایا اب مجھ سے دعا نہیں ہوسکتی۔نمازوں میں سے ایک صبح کی نماز میں دعا کرسکتا ہوں۔اوراس میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ اور خاندان ......(حضرت مسیح موعودؑ) کے بعد تمہارے لئے دعا کرتا ہوں۔اوراس کے بعد اپنے اور اپنے بچوں کے لئے دعا کرتا ہوں۔کون اس التزام اوراس درد کے ساتھ کسی غیر کے لئے دعائیں کرسکتا ہے۔میں نے اس امر کا ذکر بہ تفصیل اس لئے کیا ہے تا اندازہ ہوسکے کہ مرحوم رضی اللہ عنہ مخلوق خدا کے لئے کیسا پُر شفقت دل اپنے سینہ میں رکھتے تھے۔

مجھے ایک اور واقعہ یاد آیا ایک دفعہ ایک مقدمہ تھا جس میں احمدی مدعیان اور ایک غیر احمدی عورت مدعیٰ علیہا تھی۔قانونی لحاظ سے احمدیوں کا مقدمہ مضبوط تھا۔عورت کے والد کو یہ بات سوجھی کہ وہ حضرت حاجی صاحبؓ کے پاس گیا اور عرض کی کہ شرعی لحاظ سے عورت کو بھی کچھ نہ کچھ حق پہنچتا ہے۔حضرت حاجی صاحبؓ نے اس عاجز سے ذکر کیا۔اور راضی نامے کی ایک صورت نکل آئی۔اس دن افسر مال کا مقام قصبہ کرتار پور میں تھا۔میں نے نواں شہر کی کچہری سے جو اسٹیشن سے میل سوا میل کے فاصلے پر ہے جانا تھا۔کچہری سے مدعیان اور مدعیٰ علیہا حضرت حاجی صاحب اور یہ عاجز پیدل اسٹیشن کے لئے چل پڑے ابھی تھوڑی دور گئے تھے کہ گاڑی کی سیٹی کی آواز آئی۔اب اس مقدمہ میں اگر کسی کو فائدہ پہنچتا تھا یا مدعیان اور مدعیٰ علیہم تھے۔اور یا یہ عاجز تھا جس نے محنتانہ لیا ہوا تھا لیکن گاڑی کی آواز سنتے ہی سب سے پہلے بے اختیار جو ٹکٹوں کے لئے دوڑ پڑا وہ ہمارے عمر رسیدہ بزرگ حضرت حاجی صاحب تھے۔جنہیں دنیوی لحاظ سے مقدمہ سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔صرف خدا کی رضا کا شوق رگوں میں خون بن کر دوڑ رہا تھا۔ جو انہیں دوڑنے پر مجبور کر دیتا تھا۔اور رگوں میں بوڑھے کو جوانوں سے زیادہ جوان ہمت بنائے رکھتا تھا۔تھوڑی دور دوڑنے پر اطلاع ملی کہ ابھی یہ گاڑی راہوں جائے گی پھر واپس آئے گی۔اس پر حضرت حاجی صاحب ٹھہر گئے۔

انتظام جلسہ سالانہ:۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر حضرت حاجی صاحب کو علاقے کی تمام جماعتوں کی بہت ہی فکر ہوتی۔اسٹیشن کے تمام افسران سے مل کر مرحوم طبع شدہ واپسی ٹکٹوں کا انتظام کراتے۔تمام جماعتوں کو قبل از

وقت اپنی تاریخ روانگی کی اطلاع دیتے اور ان سے دریافت فرماتے کہ کتنے آدمی جائیں گے۔گاڑی چلنے سے بہت پہلے اسٹیشن پر پہنچ جاتے اور جب تک تمام مرد عورتیں اور بچے ٹھیک طور پر بیٹھ نہ جاتے۔اور تمام اسباب ٹھیک طرح رکھوانہ لیا جاتا۔مرحوم خود نہ بیٹھتے۔اسی طرح راستے میں تمام جلسے پر جانیوالوں کے ہر انتظام کے آپ ذمہ دار ہوتے۔بالکل راعی کی سی چستی اور ہوشیاری کے ساتھ آپ اپنے گلّے کو منزل پر پہنچا کر اطمینان حاصل کرتے۔☆

ہر دینی تحریک میں مسابقت:۔مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی کوئی راہ نہ تھی جس پر مرحوم نے قدم نہ مارا۔ قبول احمدیت کے بعد کوئی تحریک ایسی نہ تھی جس میں سابقون کی حیثیت میں آپ شامل نہ ہوئے ہوں۔آپ نے ۱۹۰۶ء میں وصیت کر کے حصہ جائیداد کو ہبہ کر دیا۔حج بیت اللہ کیا،زکوٰۃ باقاعدہ دیتے تھے۔گاؤں میں ایک فراخ اور عمدہ مسجد احمدیہ تعمیر کرائی۔مسجد لندن کی تحریک میں حصہ لیا ملکانہ جہاد میں متھرا کے ضلع میں ایک گاؤں آنور (نوگاؤں) میں تین مہینے تبلیغ کی۔

☆ اخویم مولوی محمد عبداللہ صاحب درویش (معاون ناظر دعوۃ وتبلیغ قادیان) ولد مکرم چوہدری نور محمد صاحب مرحومؓ ذکر کرتے ہیں کہ مجھے بھی ان قافلوں میں آنے کا موقع ملا ہے بعض دفعہ حضرت چوہدری عبدالسلام صاحب امیر جماعت احمدیہ کاٹھ گڑھ اصرار کرتے کہ اڑمڑ مانڈہ سے قافلہ وہاں تک جانا مناسب ہے اس طرح زیادہ ثواب ہوگا۔اس لئے بعض دفعہ پچیس تیس مردوں کا قافلہ وہاں اتر پڑتا۔چوہدری عبدالسلام صاحب لیمپ لئے آگے آگے چلتے۔اور ''چلو قادیان شریف جانے والے''۔کی آواز دیہات میں سے گذرتے ہوئے بلند کرتے جاتے۔راستہ میں کسی جگہ قافلہ خود ہی کھانا تیار کر کے کھاتا۔موضع ہر چووال نزد قادیان پہنچ کر عصر کی نماز ادا کی جاتی۔اور قادیان میں داخل ہوتے۔اس وقت چوہدری عبدالسلام صاحب دعا کراتے۔اور اس طرح چالیس میل کا فاصلہ دس گیارہ گھنٹوں میں طے کر کے قافلہ قادیان آ پہنچتا۔اور بقیہ قافلہ حضرت حاجی صاحب کے ساتھ بذریعہ گاڑی قادیان پہنچتا۔

مولوی محمد عبداللہ صاحب یہ بھی ذکر کرتے ہیں کہ موضع حسن پور کلاں نزد کاٹھ گڑھ میں صرف ہمارا گھر احمدی تھا حضرت مولوی شیر علی صاحب بعض دفعہ حضرت حاجی صاحب کو بھینس خرید کر بھیجنے کے لئے لکھتے تو آپ اعلیٰ بھینس تلاش کر کے بھجواتے۔ایک دفعہ حضرت حاجی صاحب اس کام کے لئے تشریف لائے شام ہوگئی۔میں نے کھانا کھانے پر اصرار کیا کھانا تیار کروالیا تھا فرمانے لگے فلاں گاؤں میں کھانا تیار ہے۔اور وہاں پہنچنے کا پروگرام بھی ہے لیکن میرے اصرار پر کھانا کھایا اور فرمایا بتاؤ کس خاص امر کے لئے دعا کی جائے میں نے عرض کیا کہ دینی اور دنیوی بہتری کیلئے چنانچہ آپ نے دعا فرمائی گویا اس موقع کو بھی آپ نے جانے نہ دیا۔دعاؤں کی رغبت دلائی۔اور اپنی محبت کا بھی اظہار کیا۔

جلسہ سیرت النبی مکیریاں دارالتبلیغ:۔ سیرت النبیؐ کے جلسوں میں ہر سال نہایت ہی ذوق وشوق سے بجائے ایک دن کے دودن جلسے کرواتے مقررہ تاریخ سے آپ ایک دن پہلے تین دیہات میں جو کئی کئی میل کے فاصلہ پر تھے جاتے اوران میں تقریریں فرماتے ۔مقررہ تاریخ کوقصبہ راہوں کوصبح کے وقت قصبہ نواں شہر میں ۔ دوپہر کے بعد قصبہ بنگہ میں شام کے بعد جلسے منعقد کراتے ۔اور پھر خود تقریریں فرماتے ۔حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے تمام درسوں میں شمولیت فرماتے ۔مکیریاں دارالتبلیغ میں متواتر دوسال باقاعدہ ایک ایک ماہ دیا۔تحریک جدید میں............غیر معمولی حصہ لیا۔

عاقبت محمود کے متعلق ایک خواب:۔ مرحوم نے کئی سال ہوئے اپناایک خواب مجھے سنایا تھا۔جوآپ کے حالات کے لحاظ سے نہایت ہی صحیح تھا۔فرماتے تھے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت کا دن ہے ایک طرف ایک پتھر جس میں دوزخیوں کے نام لکھے ہیں اوراس پتھر کے پاس ایک فرشتہ کھڑا ہے۔میں ڈرتا ڈرتا اس پتھر کے پاس گیا۔تاکہ دیکھوں کہ کہیں اس میں میرا نام تونہیں تو وہ فرشتہ مجھے دیکھ کر کہتا ہے کہ یہ نام اس جگہ نہیں ہوسکتا۔ پھر میں دوسری طرف گیا وہاں ایک کتاب پڑی ہے میں وہ کتاب کھول کر دیکھتا ہوں ۔تو کئی صفحوں میں میرا نام لکھا ہوا ہے۔یقیناً وہ زندہ جاوید انسان مرانہیں ہماری آنکھوں سے اوجھل ضرور ہوگیا ہے۔ ؎

ہرگز نہ مردآنکہ دلش زندہ شد بعشق !
ثبت است بر جریدہ عالم دوام شال

اللہ تعالیٰ مرحوم کے پسماندگان کوصبر جمیل عطا کرے ان کے بچوں کا آپ حافظ وناصر ہو۔اوراپنی تمام دینی ودنیوی نعمات کا وارث بنائے۔آمین ثم آمین ۔ (42)☆

☆۔آپ کی روایات کتاب کے آخر پر درج کی گئی ہیں ۔(مؤلف)

ازمحترم قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل

مستِ جامِ مئے توحید، حقائق آگاہ
واقفِ رازِ دروں میر عنایت علی شاہ
ہم سے بچھڑے ہیں بچھڑ جانے کا غم ہے ہمکو
ہائے وہ صدق وصفا، رنگِ وفا آہ صد آہ
یہی وہ لوگ ہیں جن میں ہے صحابہ کا رنگ
دین پر مر مٹے، دنیا پہ نہ کی کچھ بھی نگاہ
جب منادیؑ کی صدا آئی تو لبیک کہا
پاکبازوں کی نظر میں ہے توقف بھی گناہ
ساتھ دیتے رہے ہر رنج و بلا میں حق کا
لغزش آئی نہ قدم میں کہ چلے سیدھی راہ
تھے محبت میں مسیحائے محمدؐ کی گداز
انہی کا ذکر تھا لب پر تو انہی پر تھی نگاہ
یاد آتے ہیں ''غلام احمدِ کریامی'' بھی
یغفر اللہ لھم کی ہے دعا شام و پگاہ
خاک پا ایسے بزرگوں کی ہیں اکمل سے کئی
یاالٰہی تیرے غفران کی ہے سب کو چاہ

(الفضل ۱۰/۹/۴۳)

چوہدری مراد بخش صاحب
چوہدری مہر خانصاحب (پسر)
حرمت بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری مہر خانصاحب
چوہدری نذیر احمد صاحب (پسر)

چوہدری مراد بخش صاحبؓ:۔ ☆ محترم چوہدری مراد بخش صاحب ولد چوہدری رنگے خان قوم راجپوت بموضع کریام (ضلع جالندھر) ۱۸۵۲ء میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت چوہدری غلام احمد صاحبؓ کے جن کے سوانح پہلے آچکے ہیں، چچا تھے۔ حاجی صاحب کے فروری ۱۹۰۳ء میں بیعت کر لینے پر ان کی اقتداء میں چوہدری مراد بخش صاحبؓ نے بھی بیعت کا خط لکھ دیا۔☆☆ اور چند ماہ بعد حضور کی زیارت کے لئے قادیان گئے۔ بوقت ملاقات نہ صرف مصافحہ کیا۔ بلکہ وفور اشتیاق سے حضور سے معانقہ بھی کیا۔ بیعت کے بعد کیونکہ شدید مخالفت ہوئی اور حضرت مسیح موعودؑ کے کہنے کے مطابق کس طرح وہاں جلد کئی سو افراد پر مشتمل جماعت ہو گی اس کی تفصیل قبل ازیں حاجی صاحب کے تذکرہ میں آچکی ہے۔

آپ نماز روزہ اور دیگر شرعی امور کے بہت پابند تھے۔ نواحی کے احمدی بکثرت کریام آتے اور صحابہ سے فیض یاب ہوتے وہ لوگ ان صحابہ کے تقویٰ کے اعلیٰ معیار کے باعث موضع کریام کو قادیان کا ظل سمجھتے تھے آپ چندوں کی ادائیگی میں باقاعدہ تھے۔ ۱۹۱۱ء میں حاجی صاحب کے ہمراہ حج کو گئے۔ حج سے فراغت کے بعد مدینہ شریف میں دو ماہ قیام کیا۔

☆ یہ حالات آپ کے فرزند چوہدری مہر خانصاحب سے بتوسط اخویم چوہدری احمد دین خان صاحب حاصل ہوئے ہیں؛۔

☆☆ آپ کی بیعت البدر بابت ۲۳، اکتوبر ۱۹۰۳ء میں "مراد بخش صاحب کریام" کے الفاظ میں موجود ہے (صفحہ ۳۲۰) بلکہ اسی جگہ آپ کے بیٹے نذیر احمد صاحب کی بھی۔ لیکن چوہدری نذیر احمد خاں صاحب صحابی نہیں یعنی حضرت اقدسؑ کی زیارت کا ان کو موقع نہیں ملا۔

آپ نے موضع کریام میں مدرسہ احمدیہ اور مسجد احمدیہ کے قیام میں بھی حصہ لیا۔ گو اس کے اخراجات کا زیادہ حصہ حاجی صاحب نے ہی برداشت کیا۔

آپ کو مہمان نوازی کا بہت شغف تھا۔ جس میں بہت مسرت محسوس کرتے۔ لوگوں کے کاروبار میں بے دریغ اپنی ضمانت دے دیتے جس سے غرباء کو بہت سہارا ملتا۔ رفاہ عامہ کے کاموں میں خوب شرکت کرتے تھے۔ گو طبیعت بہت سادہ تھی لیکن معاملہ فہم تھی اور گو مدرسہ کی تعلیم نہ پائی تھی۔ تاہم دینی و دنیوی امور میں وسیع تجربہ رکھتے تھے۔ آپ تین مربعہ اراضی کے مالک تھے اس لئے آپ کی مالی حالت بہت اچھی تھی اس لئے آپ وسعت قلب سے فی سبیل اللہ خرچ کرتے تھے۔ اور غریبوں کی حاجت روائی کر کے انکی دعائیں لیتے تھے۔ آپ کی شادی ۱۸۷۲ء میں محترمہ جیماں (دختر بلند خاں ☆ قوم راجپوت سکنہ موضع لنگڑوعہ تحصیل نواں شہر ضلع جالندھر) سے ہوئی۔ محترمہ صحابیہ تھیں موضع کریام میں فوت اور دفن ہوئیں۔ بوجہ موصیہ ہونے کے ان کا کتبہ بہشتی مقبرہ قادیان میں لگایا گیا۔

آپ کی رفیقہ حیات نیک اور پارسا خاتون تھیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے دیئے چوہدری مہر خانصاحب (جن کا تذکرہ آگے آتا ہے) چوہدری نذیر احمد خانصاحب اور بیٹی محترمہ مہر النساء صاحبہ (صحابیہ) عطا کیں۔ ☆☆ آپ ۱۹۲۷ء میں راہی ملک بقا ہوئے **اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ**۔ آمین۔ آپ موصی نہیں تھے۔ آپ کریام میں دفن ہوئے۔

چوہدری مہر خانصاحبؓ:۔ ☆☆☆ آپ محترم چوہدری مراد بخش صاحبؓ صحابی مذکورہ بالا کے ہاں ۱۸۸۳ء میں موضع کریام ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے اپنے گاؤں میں پرائمری سکول تک تعلیم حاصل کر کے نواں شہر میں مڈل میں داخل ہوئے لیکن آٹھویں میں آپ کو تعلیم چھوڑنی پڑی۔

☆ چوہدری بلند خانصاحب کے حالات اسی کتاب میں درج ہیں۔

☆☆ محترمہ مہر النساء صاحبہؓ مرحومہ کا تذکرہ ان کے خاوند مکرم چوہدری بشارت علی خان صاحبؓ کے حالات میں اسی جلد میں درج کیا گیا ہے۔

☆☆☆ آپ بفضلہٖ تعالیٰ زندہ ہیں۔ یہ حالات آپ ہی سے بذریعہ اخویم چوہدری احمد دین صاحب بی۔اے خلف حضرت حاجی غلام احمد خانصاحبؓ حاصل کئے ہیں۔ خاکسار نے آپ کو دیکھا ہوا ہے خاندانی حالات حضرت حاجی صاحبؓ کے سوانح میں درج ہیں آپ حاجی صاحب کے چچازاد بھائی ہیں۔

قبول احمدیت:۔ حضرت حاجی غلام احمد خانصاحبؓ (بیعت فروری ۱۹۰۳ء) کے بعد آپ نے بذریعہ خط بیعت کرنے کی توفیق پائی۔اور چند ماہ بعد آپ نے حضور کی خدمت میں حاضر ہوکر دستی بیعت بھی کی۔☆ بعدازاں کئی بار حضورؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور کئی کئی دن حضورؑ کی صحبت سے فیض یاب ہونے کا آپ کو موقع ملتا رہا۔

آپ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں قادیان گیا۔اور حضور کی خدمت میں عرض کی کہ آج کل ہماری مخالفت بہت ہورہی ہے۔فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بہت جلد جماعت قائم کردے گا چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ کے اندر اللہ تعالیٰ نے جماعت قائم کردی۔پھر ایک دفعہ میں حضور کی ملاقات کے لئے قادیان پہنچا۔اس وقت حضورؑ بہشتی مقبرہ قادیان سے ملحقہ باغ میں قیام پذیر تھے۔اور جس وقت میں پہنچا۔حضور احباب میں تشریف رکھتے تھے۔میں نے مصافحہ کیا۔اور حضور کے دست مبارک کو بوسہ دیا۔حضور نے حال پوچھا تو عرض کی کہ حضور اب ہماری مخالفت ختم ہوگئی ہے۔حضور خاموش سے ہوگئے جس سے میں نے سمجھا کہ آپ مخالفت کے ختم ہونے کو پسند نہیں فرماتے۔☆☆

(حضورؑ بڑے باغ میں ۱۹۰۵ء میں اپریل تا جون قیام پذیر رہے)

کرم دین بھیں والے مقدمہ کے دوران میں چوہدری صاحب کو ایک دفعہ حضرت اقدسؑ کے ہمراہ گورداسپور جانے کا موقع ملا۔ایک دفعہ آپ قادیان آئے تو حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ سے ملاقات کرکے ایک روپیہ نذرانہ پیش کیا۔دوسرے دن آپ نے چوہدری صاحب کو تلاش کروایا اور آپ کو روپیہ واپس کرکے فرمایا کہ یہ حضرت مسیح موعود کا حق ہے۔میرا نہیں تو چوہدری صاحب نے عرض کیا کہ میں نے غلطی سے نہیں بلکہ آپ کو پہچان کر ہی دیا تھا۔یہ آپ کے واسطے ہی تھا۔اس پر آپ نے قبول فرمالیا۔

☆ آپ کے والد ماجدؓ نے حضرت حاجی غلام احمد صاحبؓ سے بھی پہلے یعنی ۱۹۰۲ء میں بیعت کرلی تھی اور حاجی صاحب کی بیعت سے ان کو بھی تقویت حاصل ہوگئی۔پھر اس خاندان کے کثیر افراد نے بیعت کرلی تھی چنانچہ ''ہمشیرہ مہرالنساء صاحبہ'' نے بھی ۱۹۰۳ء میں بیعت کرلی۔(43) اور ''اہلیہ مہر خان صاحب'' (44) نے بھی تو یہ باور کرنے کے وجوہ موجود ہیں کہ چوہدری مہر خان صاحب نے بھی ۱۹۰۳ء ہی میں بیعت کی ہوگی اور چوہدری صاحب کے بیان میں بھی یہی سن مذکور ہوا ہے۔

☆☆ حضرت حاجی غلام احمد خانصاحب کے سوانح میں تفصیل درج ہے کہ موضع کریام میں مخالفت کے ایام میں ہی جو ترقی جماعت مقامی کی ہوئی۔اس کے بعد نہیں۔

خانگی زندگی:۔ تیرہ سال کی عمر میں ۱۸۹۶ء میں آپ کی شادی محترمہ حرمت بیگم صاحبہ سکنہ موضع لنگڑ وعہ تحصیل نواں شہر سے ہوئی۔ جیسا کہ گذشتہ حاشیہ میں حوالہ دیا گیا ہے۔ موصوفہ نے ۱۹۰۳ء میں بیعت کی تھی پھر ان کو زیارت کا موقع ملا۔ ۱۲ جنوری ۱۹۵۱ء کو اللہ تعالیٰ کو پیاری ہوئیں۔ آخر تک جماعت احمدیہ سے وابستہ رہیں. **اللھم اغفر لھا وارحمھا.** صاحب اولاد تھیں۔ اولاد زمیندارہ کام کرتی ہے۔☆ آپ ۱۹۳۱ء اور اپریل ۱۹۳۶ء کی مشاورت میں شامل ہوئے۔

چوہدری نذیر احمد صاحب:۔ آپ نے بیان کیا کہ میری ولادت ۱۸۹۵ء کی ہے۔ میں نے بچپن میں والدہ محترمہ کے ہمراہ بعمر ۹۔۱۰ سال قادیان جا کر حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کی اور حضورؑ کے گھر (دارالمسیح میں) بھی گیا۔ آپ صاحب اولاد ہیں اور تقسیم ملک کے بعد چک ۱۰۹ گوگیرہ برانچ تحصیل جڑانوالہ ضلع لائلپور میں مقیم ہیں۔ ☆☆ انہوں نے دو شادیاں کیں۔

مالی فراخی:۔ آپ کے والد صاحب تین مربعہ اراضی کے مالک تھے ان کی وفات کے بعد دونوں بھائیوں میں یہ مشترکہ رہی اور اس کا انتظام آپ ہی کے سپرد رہا جو آپ خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے رہے۔ اور اس کی آمد سے دو مربع اراضی چک ۶۱ گیمبر والہ (ضلع منٹگمری) میں آپ نے خرید لئے اور وہاں نمبرداری بھی مل گئی۔ پھر اسے فروخت کر کے میاں چنوں میں ایک مربع خریدا تقسیم ملک کے بعد وہ بھی فروخت کر دیا۔ اراضی کی خرید وفروخت سے کافی منافع ہوا۔ چنانچہ دوسری جنگ عظیم میں آپ نے سرکار کو ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ بطور قرض دیا۔ قیام پاکستان پر آپ چک ۱۰۹ گوگیرہ برانچ (تحصیل جڑانوالہ ضلع لائل پور) میں مستقل طور پر آباد ہو گئے۔ اس چک کے علاوہ چک ۱۱۰ گ ب اور چک ۶۲ گ۔ب میں اراضی اور باغ الاٹ ہوئے اور چک ۱۱۰ گ ب میں آپ نمبردار بھی مقرر ہوئے۔ حضرت حاجی غلام احمد صاحبؓ نے خواب دیکھا تھا کہ چوہدری صاحب نمبردار مقرر ہوئے ہیں اور یہ خواب دوبارہ پوری ہوئی۔

☆ اولاد کے لئے دیکھئے شجرہ جو حضرت حاجی غلام احمد خانصاحبؓ کے سوانح میں درج ہے۔

☆☆ یہ حالات اخویم چوہدری احمد دین صاحب بی اے۔ کی وساطت سے حاصل ہوئے آپکی اولاد درج ذیل ہے از بطن محترمہ حکومت بیگم صاحبہ (اہلیہ اولیٰ) عبدالرشید۔ از بطن محترمہ عنایت بیگم صاحبہ (اہلیہ ثانیہ) محمد سرور، محمد انور۔ نصیر احمد۔ سروری بیگم۔ اکبری بیگم اور نسیم اختر۔

خدمات سلسلہ:۔ آپ نے ۱۹۳۰ء میں والد صاحب کی طرف سے ایک دیگ لنگر خانہ قادیان کو دی ۔آپ دسویں حصہ کے موصی ہیں آپ کی وصیت کا نمبر ۳۷۷۹ مورخہ ۶/۱۰/۳۳ ہے آپ کی موجودہ جائیداد کی قیمت نظامت جائیداد کے ذریعہ چالیس ہزارروپیہ مقرر ہوئی ہے اور آپ نے اس کا دسواں حصہ چار ہزار روپے ادا کر دیا ہے۔آپ دفتر اول سے تحریک جدید کے مالی جہاد میں شامل ہیں اور دوراوّل میں چار صد ستر روپے ادا کر چکے ہیں (صفحہ ۳۰۰) قریباً چالیس سال قبل کی بات ہے کہ آپ کو معلوم ہوا کہ سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ) کو کچھ روپیہ کی ضرورت ہے آپ قادیان گئے اور اراضی رہن لئے بغیر روپیہ کی پیشکش کی حضور نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب دام عزہ سے ملاقات کے لئے کہا۔جنہوں نے فرمایا کہ اراضی رہن رکھے بغیر روپیہ نہیں لیا جاسکتا۔چنانچہ مجبوراً آپ نے یہ امر قبول کر کے روپیہ دیدیا۔

حضرت حاجی صاحبؓ موصوف نے ۱۹۴۳ء میں وفات سے قبل اپنی وصیت میں یہ بھی لکھوایا تھا کہ میرے بعد امیر جماعت کثرت رائے سے مقرر کیا جائے۔البتہ میری خواہش ہے کہ چوہدری مہر خاں صاحب کو مقرر کیا جائے۔چنانچہ آپ کے بعد باتفاق رائے چوہدری صاحب کو ہی امیر جماعت منتخب کیا گیا۔نیز آپ مدرسہ احمدیہ موضع کریام کے مینجر بھی مقرر ہوئے۔چک ۱۰۹ گ۔ب میں جہاں آپ قریباً چودہ سال سے آباد ہیں آپ صدر جماعت ہیں اور جماعت کا کام خوب خوش اسلوبی سے چلا رہے ہیں۔آپ مہمان نواز ہیں اور ضرورت مند کی حاجت روائی کرتے ہیں۔

چوہدری مولا بخش صاحبؓ ☆
چوہدری عبدالغنی صاحبؓ (پسر)

چوہدری مولا بخش صاحب :۔ محترم چوہدری مولا بخش صاحبؓ ولد چوہدری امام بخش صاحب قوم راجپوت اندازاً ۱۸۷۲ء میں موضع سڑوعہ ضلع ہوشیار پور میں پیدا ہوئے ۔ چوہدری امام بخش صاحب کی شادی چوہدری رنگے خاں سکنہ کریام کی دختر محترمہ کریم بی بی سے ہوئی ۔ جو حضرت حاجی غلام احمد صاحبؓ کی سگی پھوپھی تھیں ۔ ☆☆ موصوفہ چونکہ اپنے والد کی ایک ہی بیٹی تھیں ۔ان کے والد نے جہیز میں اپنی کچھ اراضی بھی دیدی ۔ چونکہ یہ گزارہ کے لئے کافی تھی اس لئے ان کے خاوند چوہدری امام بخش صاحب موضع سڑوعہ کی سکونت ترک کر کے موضع کریام میں ہی آباد ہو گئے ۔

آپ نے ۱۹۰۳ء میں حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کی اور آپ کی والدہ محترمہ نے بھی ۔ آپ کی والدہ محترمہ کریم بی بی نے حضرت مسیح موعود کی بیعت خط کے ذریعہ کی تھی ۔حضور کی زیارت کا موقع نہیں ملا ۔ بحالت ایمان ۱۹۲۰ء کے قریب وفات پائی ۔ آپ کی بیعت والدہ صاحبہ مولا بخش صاحب کے الفاظ میں دیگر اقارب کے ہمراہ جو کل آٹھ افراد تھے ۔ البدر مورخہ ۴ ستمبر ۱۹۰۳ء میں درج ہے ۔ (صفحہ ۲۶۴)

آپ کو قادیان میں حضور کی زیارت کا بھی موقع ملا ۔ آپ کی پہلی شادی حضرت حاجی صاحب کی سگی ہمشیرہ محترمہ حشمت بیگم سے ہوئی جن کے بطن سے چوہدری عبدالغنی صاحب پیدا ہوئے ۔حشمت بیگم کی وفات اندازاً ۱۹۰۲ء میں ہوئی تو حضرت حاجی صاحبؓ کی پہلی بیوی محترمہ امام بیگم کی ہمشیرہ محترمہ جان بیگم سکنہ موضع رائے پور سے آپ نے شادی کر لی آپ نے ۱۹۴۲ء میں وفات پائی آپ موصی نہیں تھے موضع کریام میں

☆ یہ سوانح اخویم چوہدری احمد دین صاحب بی اے خلف حضرت حاجی غلام احمد صاحب کی توجہ سے مکرم چوہدری مہر خاں صاحب (صحابی) سکنہ کریام حال صدر جماعت چک ۱۰۹ گ ۔ ب ضلع لائلپور سے حاصل ہوئے ہیں

☆☆ دیکھئے شجرہ حالات حاجی صاحبؓ ۔

دفن ہوئے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ وَارْحَمْہُ............ آمین۔ ☆

چوہدری عبدالغنی صاحب:۔ ☆☆محترم چوہدری عبدالغنی صاحب ولد محترم چوہدری مولا بخش صاحبؓ صحابی کے ہاں محترمہ حشمت بیگم ہمشیرہ حضرت حاجی غلام احمد خانصاحبؓ کے بطن سے بمقام کریام ۱۸۹۵ء میں پیدا ہوئے۔آپ کی والدہ اندازاً ۱۹۰۲ء میں وفات پا چکی تھیں۔جبکہ آپ چھ سات سال کے تھے اگلے سال والد صاحب نے بیعت کی تو آپ کا نام بھی بیعت کے لئے بھیجا گیا۔آپ کو باوجود صغر سنی کے حضرت اقدس کی ایک دو بار زیارت قادیان آکر کرنے کا موقع ملا۔

پرائمری تک مقامی مدرسہ میں اور مڈل تک نواں شہر کے ورنیکلر مڈل سکول میں آپ نے تعلیم پائی۔ان

☆(الف) حاجی صاحب کے شجرہ میں چوہدری مولا بخش صاحب کا بھی ذکر ہے۔(ب) البدر بابت ۴ ستمبر ۱۹۰۳ء میں فہرست مبایعین میں کریام کے ''مولا بخش''، ''عبدالغنی'' اور والدہ صاحبہ مولا بخش'' کے اسماء مرقوم ہیں (صفحہ ۲۶۴) خاکسار کے استفسار پر چوہدری مہر خانصاحب تحریر فرماتے ہیں کہ کریام میں دو مولا بخش تھے دونوں صحابی تھے۔چونکہ یہاں ولدیت نہیں لکھی لہذا معلوم نہیں کہ کونسا مولا بخش مراد ہے۔ایک مولا بخش ولد امام بخش تھے جن کا نام شجرہ حاجی غلام احمد صاحبؓ میں آچکا ہے۔جو صحابی تھے۔دوسرے مولا بخش ولد گلاب خاں بھی صحابی تھے ان کی وفات ۳ مئی ۱۹۳۶ء کو ہوئی۔''

خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ چوہدری مہر خانصاحب کو چونکہ معلوم نہیں کہ دیگر کون سے اسماء قریب میں متصل درج ہیں اس لئے انہوں نے اس پر شک کا اظہار کیا ہے۔ورنہ چونکہ مولا بخش کے ساتھ ان کے لڑکے عبدالغنی اور والدہ مولا بخش کا بھی ذکر ہے اس لئے تعیین ہو جاتی ہے کہ مولا بخش ولد امام بخش ہی مراد ہیں۔اس کی مزید تائید اس سے بھی ہو جاتی ہے کہ چوہدری مہر خان صاحب بھی عبدالغنی سے ان کا لڑکا اور والدہ مولا بخش سے کریم بی بی والدہ مولا بخش ولد امام بخش ہی مراد لیتے ہیں اور موصوفہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ انہوں نے حضور کی بیعت کی۔لیکن یہ صحیح یاد نہیں ہے کہ حضور کی زیارت بھی کی ہے یا نہیں۔اور یہ کہ سن وفات کیا ہے۔

نیز خاکسار مؤلف کے نزدیک مولا بخش ولد گلاب خاں کا ذکر قریباً ایک ماہ بعد کے بیعت کنندگان میں البدر بابت ۱۹ اکتوبر ۱۹۰۳ء میں آتا ہے۔الفاظ یہ ہیں ''مولا بخش صاحب کریام'' اور اسکے متصل اہلیہ مولا بخش صاحب'' (سکنہ کریام) بھی درج ہے۔(ص ۳۰۴)

☆☆ آپ کے حالات بھی معرفت اخویم چوہدری احمد دین صاحب بی اے مکرم چوہدری مہر خان صاحب (صحابی) موصوف سے حاصل ہوئے ہیں خاکسار نے چوہدری عبدالغنی صاحب کو دیکھا ہوا ہے۔

دنوں قادیان میں ٹرینگ کلاس کھلی تھی۔ چنانچہ آپ نے قادیان میں جے۔وی کی ٹرینگ اعلیٰ نمبروں پر حاصل کی ان دنوں جنگ عظیم نمبر 1 جاری تھی آپ بھی رسالہ فوج میں بھرتی ہوگئے۔ ☆ چند سال کی ملازمت کے بعد ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ جانے کے باعث آپ کو ملازمت سے سبکدوش کر دیا گیا۔

خدمت مدرسہ احمدیہ:۔ بعد ازاں آپ کے ٹرینڈ استاد ہونے کی وجہ سے مینیجر مدرسہ احمدیہ کریام حضرت حاجی غلام احمد صاحبؓ نے آپ کو مدرسہ میں تعین کر دیا۔ پہلے یہ مدرسہ مسجد احمدیہ میں ۱۹۱۶ء میں جاری کیا گیا تھا آپ نے کچھ عرصہ اس کے انچارج ماسٹر بہادر جنگ صاحب کے ساتھ کام کیا۔اور پھر بطور انچارج تیس سال تقسیم ملک تک نہایت ہی خوش اسلوبی سے کام سرانجام دیا۔اور طلباء کی تعلیم وتربیت میں خوب کوشاں رہے۔ پھر یہ مدرسہ باہر ایک علیحدہ عمارت میں منتقل کر دیا گیا تھا۔آپ مدرسہ کے وقت کے علاوہ طلباء کو ظہر وعصر کے لئے مسجد میں لاتے۔نماز فجر کے بعد مسجد میں طلباء کو قاعدہ یسرنا القرآن اور قرآن مجید پڑھاتے اس تیس سالہ عرصہ میں کئی بار سرکاری گرانٹ بند رہی۔ چنانچہ دوسری جنگ عظیم پر تو مدت تک بند رہی لیکن آپ نے ہمیشہ صبر وتحمل اور توکل سے کام لے کر مدرسہ کا کام جاری رکھا اور اس میں فرق نہیں آنے دیا۔جبکہ دیگر نائب مدرسین اس بے اطمینانی کی صورت کے باعث مدرسہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔گو آپ کے ماموں حضرت حاجی صاحب اس عرصہ میں آپ کو مشاہرہ دے دیتے تھے۔لیکن آپ نے کبھی بھی اس کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔

خدمات جماعت مقامی:۔ آپ مقامی جماعت کے سیکرٹری مال تھے۔اور اس کام کو آپ نے ایسی خوش اسلوبی سے انجام دیا کہ نظارت بیت المال نے اس جماعت کی سو فیصد وصولی اور چوہدری صاحب کی اعلیٰ کارکردگی کا متعدد بار اعتراف کیا۔ جولائی ۱۹۴۳ء میں حضرت حاجی صاحب کی وفات پر آپ ہی مقامی جماعت کے روح رواں بن گئے۔آپ امام الصلوٰۃ کے فرائض بھی ادا کرتے اور جلسوں اور دیگر تقاریب کا انتظام اور مرکزی احکام کی تعمیل وتکمیل اور جماعت کی تنظیم آپ ہی کرتے تھے۔۱۹۴۴ء میں ضلعدار نظام کے قیام پر ضلع جالندھر کا ہیڈکوارٹر موضع کریام ہی مقرر ہوا۔

☆ وہاں سے نوعمری میں بھاگنے اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعاؤں اور نیک مشورہ سے اس کی پاداش سے محفوظ رہنے کا ذکر حاجی صاحبؓ کے حالات میں تفصیلاً دیا گیا ہے۔

امیر ضلع محترم چوہدری عبدالمجید صاحب سکنہ قصبہ راہوں اور جنرل سیکرٹری باتفاق رائے آپ منتخب ہوئے۔اور آپ نے تقسیم ملک تک اس فرض کو بھی پوری طرح نباہا۔ ☆

ازدواجی زندگی :۔ آپ کی شادی محترمہ الفت بیگم صاحبہ دختر مرحوم چوہدری نور احمد صاحب (سکنہ سڑوعہ) پنشنر کارکن صدر انجمن احمدیہ حال مقیم ملتان شہر سے ہوئی تھی جن کے بطن سے آپ کا ایک بیٹا عبدالغنی ہے (دیکھئے شجرہ بحالات حضرت حاجی صاحبؓ)

دینی حالت :۔ آپ نماز روزہ کے سختی سے پابند اور تہجد گذار تھے۔کثرت سے درود شریف پڑھتے۔ قرآن مجید اور کتب حضرت مسیح موعودؑ باقاعدگی سے پڑھتے اور ان کا درس دیتے۔آپ کو بکثرت رؤیا وکشوف ہوتے جو بعینہ پورے ہوجاتے۔خاندان حضرت مسیح موعودؑ اور بزرگان سلسلہ کا بہت احترام کرتے اور ان کی خدمت بجالانا فرض سمجھتے۔تقسیم ملک کے بعد ہجرت کرکے آپ چک ۱۰۹ گ۔ب نرائن گڑھ تحصیل جڑانوالہ (ضلع لائلپور) میں آباد ہوئے۔ یہاں بھی آپ امام الصلوٰۃ ہونے کے علاوہ سیکرٹری مال کے طور پر کام کرتے تھے اور ساتھ کے چک ۱۰۸ میں وفات تک برانچ پوسٹ ماسٹر کے طور پر کام کرتے رہے۔بعد ہجرت آپ کو مالی تنگی اور بیماریوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن آپ کے اقارب نے ان کی محبت کی وجہ سے ان کی وصیت (۳۷۸۰) کا بقایا صد ستائیس ان کی وفات کے بعد ادا کردیا۔

جون ۱۹۵۵ء میں میوہسپتال میں پتھری کا اپریشن ہوا۔دوبارہ مثانہ میں پتھری ہوگئی۔لیکن گنگارام ہسپتال میں دوران عمل جراحی میں آپ کی طبیعت خراب ہوگئی اور چند گھنٹے میں آپ ۸جنوری ۱۹۵۹ءکو صبح چھ بجے جاں بحق ہوگئے۔اوراگلے روز چک ۱۰۹ گ۔ب میں ہی آپ کو دفن کردیا گیا۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ ۔ آمین۔

☆ بطور جنرل سیکرٹری آپ کی دو تبلیغی رپورٹیں الفضل بابت ۴۷/۷/۳۰ (صفحہ ۵) و ۴۷/۸/۱۱ (صفحہ ۶) میں درج ہیں۔

صحابہ کرامؓ سکنہ موضع کریامؔ (ضلع جالندھر)

ذیل میں جو متواتر صحابہ کرامؓ ساکنان موضع کریام (ضلع جالندھر) کے سوانح درج کئے ہیں یہ سب مواد خاکسار کی تحریک پر اخویم چوہدری احمد دین صاحب بی۔اے مقیم لائل پور شہر (خلف حضرت حاجی غلام احمد صاحبؓ ساکن کریام) نے کریام کے سابق ساکنین محترم چوہدری مہر خاں صاحب (صحابی) حال صدر جماعت چک ۱۰۹ ات۔ب تحصیل وضلع لائل پور۔ چوہدری عبدالرحمٰن خانصاحب (صحابی) ولد چوہدری مولا بخش صاحب اور چوہدری غلام حسن صاحب ولد چوہدری حاکم خانصاحب (ہر دو مئوخر الذکر حال مقیم چک نمبر ۸۸ ج۔ب تحصیل وضلع لائل پور) سے ماہ اکتوبر ۱۹۶۱ء میں جمع کئے ہیں۔ سوائے اس کے کہ کسی کے حالات میں کچھ اور ذکر کیا گیا ہو پھر بھی تصدیق انہیں تین صاحبان کی مشترکہ طور پر حاصل ہوئی ہے اور خاکسار نے حوالہ جات سے تکمیل کی ہے۔ چوہدری احمد دین صاحب نے نہایت ہی مستعدی سے حالات فراہم کئے ہیں کاش دیگر دوست بھی اسی طرح توجہ کریں۔ بلا مبالغہ بہت سے افراد سے بیس بیس سال سے میں حالات طلب کر رہا ہوں لیکن وہ اپنے بزرگوں کے حالات مہیا کرنے کی طرف توجہ نہیں کرتے میں چوہدری صاحب کا بے حد ممنون ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بہترین جزا دے۔ آمین۔

موضع کریام کے جن صحابہ کے سوانح اس جلد سے رہ گئے ہیں وہ کسی دوسری جلد میں درج کر دیئے جائیں گے ساتھ ہی ان احباب کی فہرست بھی شائع کر دی جائے گی۔ جنہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کے عہد مبارک میں بیعت کی لیکن ان کو زیارت کا موقع نہیں ملا۔ یا زیارت کرنے کا یقینی طور پر علم نہیں ہوتا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ جلد ہذا میں موضع کریام کے کل انتالیس صحابہ اور ضمناً ایک کثیر تعداد غیر صحابہ کے حالات درج کئے جا رہے ہیں۔

ضروری نوٹ:۔ ان صحابہ کے تعلق میں البدر ۰۳/۱۰/۹ (صفحہ ۳۰۴) و ۰۳/۱۰/۲۳ (صفحہ ۳۲۰) مندرجہ فہرست ہائے بیعت کا حوالہ بار بار دیا جائے گا کہ ان میں سے فلاں فلاں کی بیعت وہاں شائع ہو چکی ہے۔ لیکن میں یکجائی طور پر یہاں یہ امر قارئین کرام کے علم میں لانا چاہتا ہوں کہ مجھے موضع کریام کے ان بیعت کنندگان کی بیعت بذریعہ خط معلوم ہوتی ہے۔ نہ صرف یہ کہ مقدم الذکر فہرست کے انیس افراد میں چھ خواتین اور موخر الذکر فہرست کے بتیس افراد میں سے بارہ خواتین ہیں۔ اور کسی مطبوعہ یا غیر مطبوعہ روایت میں میرے علم میں یہ نہیں آیا

کہ موضع کریام کے اتنے کثیر افراد بیک وقت قادیان آئے ہوں۔خصوصاً یہ بھی قابل فہم معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں جبکہ سفر کی سہولتیں موجود نہ تھیں اور اتنی اتنی خواتین ساتھ ہوں۔دوسرے یہ کہ ۰۳/۱۰/ ۹ کو یا اس کے قریب اس چھوٹے سے گاؤں سے انیس افراد آئے ہوں۔اور چودہ دن کے تھوڑے سے عرصہ کے بعد وہاں سے تیس افراد آئے ہوں۔تیسرے یہ کہ جلسہ سالانہ کے یا اور کسی قسم کے اجتماع کے مواقع بھی نہ تھے علاوہ ازیں ان میں سے جو افراد زندہ ہیں وہ بھی اس کی شہادت دیتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ ہم نے یا ہمارے اقارب و بزرگان نے حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کا موقع نہیں پایا۔بلکہ بذریعہ خط بیعت کی تھی چوتھی شہادت آخر پر مذکور ہوگی۔ تیسری قسم کی شہادت کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

فہرست اول (۱،۲) چوہدری حسن محمد صاحب ولد نتھو خاں اس وقت چک ۸۸ ج۔ب (تحصیل وضلع لائلپور) میں زندہ ہیں۔اور ان سمیت نو اقارب کی بیعت اس فہرست میں درج ہے ان کا بیان ہے کہ میری اور میری والدہ صاحبہ کی بیعت تحریری تھی اور اس فہرست میں سے اپنے تایا زاد بھائی چوہدری غلام جیلانی صاحبؓ کے متعلق بھی بتاتے ہیں کہ انہوں نے تحریری بیعت کی تھی۔

(۳) چوہدری چراغ محمد صاحب اور ان کے والد عمر بخشؓ نمبردار کے بھائی گل محمد، اہلیہ گل محمد، ہمشیرگان جنت بی بی اور صاحب نساء گویا چھ افراد کی بیعت اس فہرست میں درج ہے۔چوہدری چراغ محمد صاحب زندہ ہیں اور وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت نہیں کی انکی ولادت ۱۸۹۵ء کی تھی گویا ۱۹۰۳ء میں بوقت بیعت آٹھ نو سال کی عمر تھی۔

(۴،۵) چوہدری عبدالرحمٰن صاحب ولد چوہدری مولا بخش صاحب (صحابی) سمیت آٹھ افراد خاندان یعنی والدین۔چچا۔چچازاد بھائی۔بھائی اور ہمشیرہ کے اسماء اس فہرست بیعت میں موجود ہیں۔چوہدری عبدالرحمٰن صاحب چک ۸۸ ج۔ب تحصیل لائلپور میں زندہ ہیں، بیان کرتے ہیں کہ یہ بیعت بذریعہ خط تھی۔ ان کے بھائی چوہدری عبداللہ صاحب بھی زندہ ہیں ان کا بھی یہی بیان ہے۔

فہرست دوم:۔ اس میں چوہدری غلام حسن صاحب کے والد چوہدری حاکم خانصاحبؓ اور دادا (چوہدری بڈھے خانصاحب) اور دادی کی بیعت بھی اس فہرست میں درج ہے چوہدری غلام حسن صاحب زندہ ہیں اور ان کا بیان ہے کہ یہ بیعت بذریعہ خط ہوئی تھی۔اور دادی صاحبہ کو حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کا موقع

نہیں ملا۔

علاوہ ازیں ہر دو فہرستوں میں سے بڑی عمر کے بہت سے احباب کے متعلق حالات بتانے والے یقینی طور پر بتاتے ہیں کہ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت نہیں کی۔

چوتھی شہادت :۔ بعض کی بیعت دوبارہ بھی شائع ہوئی۔بعض اوقات سہواً بھی دوبارہ شائع ہوسکتی ہے لیکن یہ قاعدہ کلیہ نہیں سمجھا جاسکتا۔اس لئے دوبارہ بیعت شائع ہونے کی صورت میں یہ سمجھا جائے گا کہ پہلی بار کی بیعت بذریعہ خط تھی۔دوسری بار دستی کرنے کی وجہ سے شائع ہوئی ۔عقل اسے باور نہیں کرتی کہ پہلی بار تو دستی بیعت کی۔لیکن دوسری بار بذریعہ خط بیعت کی۔کیونکہ پھر بذریعہ خط بیعت کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔چنانچہ میاں احمد علی صاحب ''مندرجہ البدر ۰۳/۱۰/۲۳ کے متعلق حالات بتانے والے دوست بتاتے ہیں کہ یہ چوہدری نجابت علی خانصاحب کے بیٹے ہیں۔اوران کی بیعت بالفاظ ''احمد علی صاحب ولد نجابت علی صاحب'' الحکم ۰۵/۸/۲۴ میں بھی درج ہے۔(صفحہ۲ کالم۴) جس سے پہلی فہرست بیعت بذریعہ خط قرار پاتی ہے۔(ان کے دونوں بھائی اوردونوں والدہ چودہ دن پہلے بیعت کر چکے تھے۔ (دیکھئے البدر ۰۳/۱۰/۹ صفحہ ۳۰۴)

چوہدری برکت علی صاحبؓ

چوہدری نعمت خانصاحبؓ (برادر) ☆

والدین :۔ محترم چوہدری برکت علی صاحبؓ و محترم چوہدری نعمت خانصاحبؓ اور ان کے کئی اقارب اور والد صاحب چوہدری دارے خاں صاحب قوم راجپوت سکنہ موضع کریام اور والدہ صاحبہ زینب بیگم صاحبہ قوم راجپوت نے ۱۹۰۳ء میں حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کی۔ والدین کے متعلق یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ انہوں نے حضور کی زیارت کی تھی یا نہیں۔ ہر دو نے بحالت ایمان وفات پائی والد محترم نے ۱۱۔۱۹۱۰ء میں اور والدہ محترمہ نے ۱۹۲۷ء میں۔ مرحومہ بہت نیک بخت خاتون تھیں۔ اور خدمت خلق کا بے پناہ جذبہ رکھتی تھیں۔

☆ شجرہ نسب ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

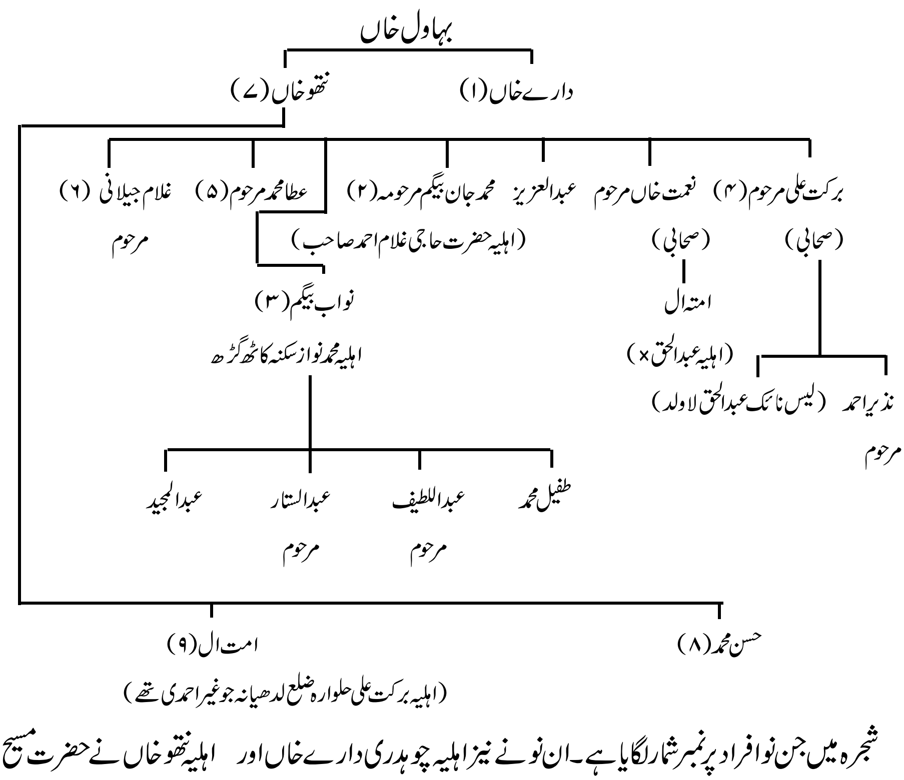

شجرہ میں جن نو افراد پر نمبر شمار لگایا ہے۔ ان نو نے نیز اہلیہ چوہدری دارے خاں اور اہلیہ نھو خاں نے حضرت مسیح موعودؑ کے عہد مبارک میں بیعت کی تھی جس کا اندراج ذیل کے الفاظ میں مسلسل طور پر البدر مورخہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۰۳ء بقیہ اگلے صفحہ پر

چوہدری برکت علی صاحبؓ:۔ چوہدری برکت علی صاحبؓ کو حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کی توفیق بھی ملی بہت نیک خصلت اور خداترس انسان تھے۔ ۱۹۳۷ء میں وفات پاکر موضع کریام میں دفن ہوئے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ. آمین.

چوہدری نعمت خانصاحبؓ ولادت۔ تعلیم۔ ذریعہ معاش:۔ محترم چوہدری نعمت خانصاحبؓ ۱۸۸۶ء میں بموضع کریام پیدا ہوئے۔ آپ نے مڈل تک تعلیم پائی لیکن عربی زبان سے خاص لگاؤ تھا۔

بقیہ حاشیہ:۔ میں صفحہ ۳۰۴ پر موجود ہے:۔ دارے خاں صاحب، اہلیہ دارے خانصاحب، مسماۃ محمد جان صاحبہ، نواب بیگم صاحبہ، برکت علی صاحب۔، عطا محمد صاحب، غلام جیلانی صاحب ، نتھو خانصاحب، حسن محمد صاحب، اہلیہ نتھو خانصاحب ،مسماۃ امت ال۔" ان افراد کے مختصر حالات ذیل میں درج ہیں۔ (یہ یاد رہے کہ البدر والی بیعت بذریعہ خط تھی۔ جیسا کہ ''صحابہ کرام سکنہ موضع کریام'' کے عنوان کے تحت تفصیل دی گئی ہے:۔

(۱،۲) دارے خانصاحب اور ان کی اہلیہ صاحبہ کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ محمد جان بیگم صاحبہ کا ذکر ان کے خاوند حضرت حاجی غلام احمد صاحب سکنہ کریام کے حالات میں کیا گیا ہے۔

(۳) نواب بیگم صاحبہ۔ آپ موضع کاٹھ گڑھ میں مسمی محمد نواز خاں سے بیاہی گئیں۔ اور چار لڑکے پیدا ہوئے۔ ۱۹۳۶ء میں بعمر ۴۵ سال وفات پائی۔ اور کاٹھ گڑھ میں مدفون ہوئیں۔

(۴) چوہدری برکت صاحب (صحابی کے حالات متن میں درج ہیں)

(۵) چوہدری عطا محمد صاحب (وفات ۱۹۱۱ء بحالت ایمان) حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کرنے کا علم نہیں۔ آپ اس چھوٹی سی عمر میں بہت نیک اعمال بجالائے جوانی کے عالم میں بعمر بیس سال وفات پائی نماز روزہ کے بہت سختی سے پابند تھے۔ خداترس اور پرہیزگار تھے ۔تقویٰ کے باعث اس قدر محتاط تھے کہ کسی کے گھر کی پکی ہوئی سبزی نہ کھاتے مبادا وہ کسی غیر کے کھیت سے بلا اجازت توڑ لایا ہو۔ کیونکہ دیہات میں احتیاط نہیں کی جاتی اور اسے ناجائز نہیں سمجھا جاتا۔

(۶) چوہدری غلام جیلانی صاحب،۔ حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت نہیں کر سکے ۱۹۱۳ء میں کوٹھے سے گر کر بعمر پچیس سال وفات پائی۔ آخر وقت تک احمدیت سے وابستہ رہے۔

(۷،۸) چوہدری حسن محمد صاحب مقیم چک ۸۸ ج۔ب تحصیل و ضلع لائلپور) بیان کرتے ہیں کہ میں نے اور میری والدہ رحمی صاحبہ نے تحریری بیعت کی تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت نہیں کی والد صاحب چوہدری نتھو خان صاحب کے متعلق یقینی طور پر معلوم نہیں کہ حضور کی زیارت کی تھی یا نہیں۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر:۔

چنانچہ ڈسٹرکٹ بورڈ مڈل سکول بمقام نواں شہر اور نورمحل آپ بطور عربی مدرس کے کچھ عرصہ ملازم رہے۔ جس کے بعد آپ نے زمینداری کے علاوہ گاؤں میں ہی کریانہ کی دکان کھول لی۔ جس سے مالی حالت مستحکم ہوگئی۔ کاروبار میں آپ دیانتداری کا دامن تھامے رکھتے تھے۔

خانگی زندگی:۔ آپ کی شادی محترمہ محمد جان بیگم صاحبہ دختر چوہدری غلام احمد صاحب غیر احمدی سکنہ کاٹھ گڑھ سے ہوئی۔ آپ کی اولاد صرف ایک بچی تھی جس کی شادی آپ نے اپنے بھتیجے چوہدری عبدالحق صاحب سے کر دی تھی لیکن فروری ۱۹۴۳ء میں وہ وفات پا گئیں اور اگلے روز چوہدری نعمت خاں صاحب کی اہلیہ بھی جو کچھ عرصہ سے بیمار چلی آرہی تھیں، انتقال فرما گئیں۔ ان کی وفات کچھ صدمے اور کچھ بیماری کی وجہ سے واقعہ ہوئی۔

قبول احمدیت و خدمت سلسلہ:۔ آپ نے ۱۹۰۳ء میں حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت پہلے خط کے ذریعہ اور پھر قادیان آکر دستی کی۔☆ بعد ازاں کئی بار آپ کو قادیان آکر حضور کی زیارت کرنے اور صحبت سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا۔ آپ ذکر کرتے تھے کہ ایک دفعہ میں لنگر خانہ سے نماز سے قبل ہی مسجد مبارک میں چلا گیا۔ ابھی میں چند منٹ ہی بیٹھا تھا کہ حضور کھڑکی سے مسجد میں تشریف لے آئے۔ میں نے مصافحہ کیا اور حضور سے باتیں کیں۔

آپ تقسیم ملک تک جماعت کے سیکرٹری تعلیم و تربیت رہے۔ آپ بچوں کو قاعدہ اور قرآن مجید پڑھاتے۔ اور سورتیں یاد کراتے۔ تقسیم ملک کے بعد ہجرت کر کے آپ چک ۱۰۹ اگ۔ ب تحصیل جڑانوالہ میں آباد ہوگئے تھے۔ آپ یہاں بھی جماعتی امور میں پورے انہماک سے توجہ دیتے۔ اور آپ یہاں بھی سیکرٹری تعلیم و تربیت اور اصلاح و ارشاد کے طور پر کام کرتے رہے۔

دیگر حالات و اخلاق:۔ آپ کی ہمشیرہ محترمہ محمد جان صاحبہ کی شادی بالآخر حضرت حاجی غلام احمد صاحبؓ سکنہ کریام کے ساتھ ہوگئی تھی۔ اس کی تفصیل حاجی صاحبؓ کے حالات میں درج ہے۔ آپ ہی کی ثابت قدمی کا یہ نتیجہ تھا کہ یہ رشتہ ہوا اور حد درجہ بابرکت ثابت ہوا۔

بعد ہجرت چک ۱۰۹ میں دکانداری ویسی کامیاب ثابت نہ ہوئی۔ لیکن ۵۴-۱۹۵۳ء میں کچھ اراضی

بقیہ حاشیہ:۔ (۹) مسماۃ امت ال۔ خاوند غیر احمدی تھا۔ افسوس کہ اس وجہ سے ان کا تعلق احمدیت سے قائم نہیں رہ سکا۔

☆ ان کی بیعت البدر میں درج ہے۔ (صفحہ ۲۲۴)

بمقام احمد نگر نزد ربوہ آپ نے حاصل کی۔

چنانچہ بعد ازاں آپ اکثر وہیں قیام کرتے اور جمعہ وغیرہ کے لئے ربوہ میں بکثرت جانے کا موقع پاتے۔

آپ نماز روزہ کے پوری طرح پابند تہجد گزار تھے بلکہ اشراق اور چاشت کی نمازیں بھی پڑھتے اور کثرت سے دعائیں کرتے تھے۔ آپ موصی تھے اور چندہ تحریک جدید بھی ادا کرتے تھے آپکے بھائی آپ کے مشورہ پر عمل کرتے تھے۔

انتقال:۔ احمد نگر میں آپ پر نمونیہ کا حملہ ہوا اور آناً فاناً ۸ نومبر ۱۹۵۶ء کو آپ انتقال فرما گئے۔ اور اگلے روز بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔

چوہدری بڈھے خاں صاحبؓ

چوہدری حاکم خاں صاحبؓ (پسر)

چوہدری ولی محمد صاحب (برادرزادہ)

چوہدری گل محمد صاحبؓ (برادرزادہ)

چوہدری بڈھے خاں صاحبؓ:۔ محترم چوہدری بڈھے خانصاحب قوم راجپوت سکنہ موضع کریام (ضلع جالندھر) نے ۱۹۰۳ء میں بیعت کی۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہوا۔ ایک دفعہ آپ پر سکتہ طاری ہو گیا اور سمجھا گیا کہ آپ وفات پا گئے ہیں قبر تیار کی گئی۔ غسل دیا جارہا تھا کہ آپ اُٹھ بیٹھے اور پوچھنے لگے کہ یہ کیا کر رہے ہو۔ اور کہا کہ میں ابھی ابھی جنت سے آیا ہوں۔ وہاں بہت میوے دیکھے ہیں۔☆ ۱۹۲۵ء میں آپ نے سوا سو سال کی عمر میں بحالت ایمان وفات پائی۔ آپ بہت عبادت گذار تھے ۔تہجد گذار تھے۔ اور نوافل ادا کرتے تھے۔ اور شریعت کی پابندی کرتے تھے۔☆☆

☆ گویا اللہ تعالیٰ نے جنت کی بشارت سے ان کو نوازا جوان کے حسن خاتمہ پر دلالت کرتی ہے۔ مئولف۔

☆☆ بودے خاں۔ اہلیہ بودے خاں ''حاکم خاں'' سکنہ کریام کی بیعت البدر بابت ۲۳/۱۰/۰۳ میں درج ہے (صفحہ ۳۲۰) حالات لکھنے والے دوست بیان کرتے ہیں کہ موضع کریام ''بودے خاں'' نام کا کوئی شخص نہ تھا بڈھے خاں کو بودے خاں درج کیا گیا ہے۔ اور یہ بات درست نظر آتی ہے ان کے پوتے چوھدری غلام حسن صاحب یہی امر بیان کرتے ہیں۔ اس قرینہ سے بھی یہ درست معلوم ہوتا ہے کہ ان کے والد حاکم خاں کا اپنے والدین کے معاً بعد نام بیعت میں درج ہے۔

اس مقام پر اس موضع کے انیس افراد بشمول چھ خواتین کی بیعت درج ہے۔ یہ بیعت بذریعہ خط معلوم ہوتی ہے چنانچہ ان بیعت کنندگان میں سے چوہدری نذیر احمد صاحب ولد چوہدری مراد بخش صاحبؓ زندہ ہیں اور وہ اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ یہ بیعت بذریعہ خط تھی اور والد صاحب نے میرا نام بھی اس میں درج کرا دیا تھا۔ بقیہ حاشیہ اگلے پر

چوہدری کرم بخش صاحب:۔ محترم چوہدری کرم بخش صاحبؓ (برادر چوہدری بڈھے خانصاحبؓ جن کے حالات اس سے پہلے درج ہیں) نے بھی ۱۹۲۳ء یا ۱۹۲۴ء میں بحالت ایمان بعمر ۷۰ سال وفات پائی۔آپ کی اہلیہ صاحبہ کا نام معلوم نہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ:۔اور چوہدری غلام حسن صاحب ولد چوہدری حاکم خاں ولد چوہدری بڈھے خانصاحب بھی جو کہ زندہ ہیں بیان کرتے ہیں کہ یہ بیعت بذریعہ خط ہوئی تھی اور میری دادی صاحبہ نے ۱۹۰۵ء میں وفات پائی ان کو حضرت مسیح موعود کی زیارت کا موقع نہیں ملا۔

چوہدری غلام حسن صاحب موصوف (ریٹائرڈ دفعدار) ایک بردبار طبع۔نیک سیرت اور دنیوی امور میں سمجھدار اور احکام شریعت کے پابند دوست ہیں۔بیان کرتے ہیں کہ میری بیعت کا خط بھی والد صاحب نے لکھایا تھا۔لیکن مجھے حضرت مسیح موعود کی زیارت کا موقع نہیں ملا۔میری ولادت ۱۸۹۶ء کی ہے۔

شجرہ

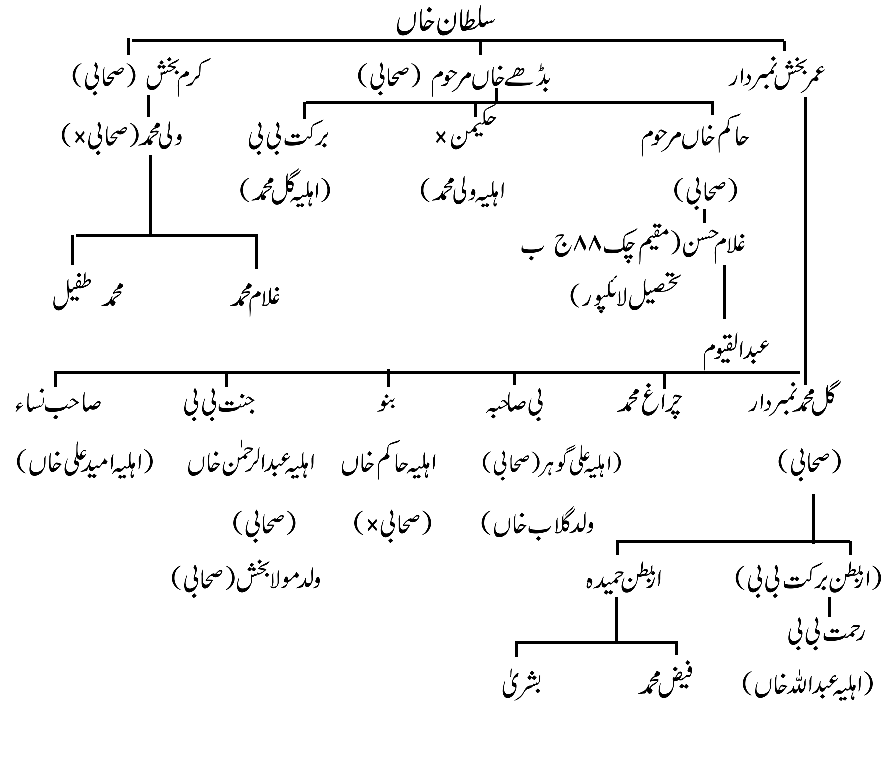

چوہدری ولی محمد صاحبؓ:۔ آپ کے فرزند محترم چوہدری ولی محمد صاحبؓ نے بھی ۱۹۰۳ء میں بیعت کی توفیق پائی۔اور بعدازاں حضرت مسیح موعود کی زیارت بھی نصیب ہوئی۔تقسیم ملک کے موقع پر قافلہ کے ہمراہ اکتوبر ۱۹۴۷ء میں بطرف پاکستان ہجرت کرتے ہوئے راستہ میں ہی بعمر ستر سال بحالت ایمان جاں بحق ہوئے آپ کی اہلیہ کا نام حکیمن تھا۔☆

چوہدری گل محمد صاحبؓ:۔ محترم چوہدری گل محمد صاحبؓ ولد چوہدری عمر بخش صاحبؓ نمبردار قوم راجپوت سکنہ موضع کریام (جالندھر) اپنے والد کے بعد نمبردار بنے۔آپ نے ۱۹۰۳ء میں بیعت کی۔اور حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کا موقعہ پایا۔ بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ ہم نے حضور کے ہمراہ کھانا کھایا۔دینداری کا جذبہ آپ میں نمایاں تھا۔اور دینوی امور سے بھی خوب واقفیت رکھتے تھے۔آپ نے بعمر ۶۵ سال ۱۹۴۹ء میں بحالت ایمان وفات پائی۔آپ کی تصویر موجود نہیں ہے۔☆☆

☆ البدر مورخہ ۲۳/۱۰/۰۳ (صفحہ ۳۲۰) کی فہرست بیعت میں میاں ولی محمد صاحب آپ کا نام موجود ہے کیونکہ یہ بیعت بذریعہ خط معلوم ہوتی ہے۔زیرعنوان ''صحابہ کرام موضع کریام'' میں ملاحظہ فرمائیے۔

☆☆ آپ کے والد محترم اور اہلیہ محترمہ برکت بی بی نے بھی اسی سال بیعت کی تھی لیکن آیا حضورؑ کی زیارت کا ان کو موقع ملا یا نہیں۔یہ امر قابل تحقیق ہے۔

گل محمد صاحب، اہلیہ گل محمد صاحب، عمر بخش نمبردار، چراغ محمد، جنت بی بی، صاحب نساء کے اسماء فہرست بیعت مندرجہ البدر بابت ۹/۱۰/۰۳ میں موجود ہیں (صفحہ ۳۰۴) اس کی مزید تصدیق ان میں سے بعض کے بیانات سے یقینی طور پر ہو جاتی ہے کہ یہ بیعت بذریعہ خط تھی اس کی کچھ تفصیل زیرعنوان صحابہ کرام سکنہ موضع کریام'' دیکھیں)

ان میں سے چراغ محمد زندہ ہیں اور بتاتے ہیں کہ مجھے حضرت مسیح موعود کی زیارت کا موقع نہیں ملا۔اور میری ولادت ۱۸۹۵ء کی ہے۔والد صاحب نے اپنے نام کے ساتھ میرا نام بھی بیعت کے لئے لکھوایا ہوگا۔جنت بی بی نے ۸/۱۱/۴۸ کو بعمر ۴۸ سال بمقام لاہور وفات پائی گویا ۱۹۰۳ء میں بوقت بیعت وہ بمشکل تین سال کی ہونگی انہوں نے بھی حضور کی زیارت نہیں کی تھی۔بیعت کرتے ہوئے والد نے ان کا نام بھی لکھوایا ہوگا۔صاحب نساء کا ذکر اسی جلد میں بحالات چوہدری گاہئے خاں دوسری جگہ کیا گیا ہے۔

چوہدری برکت علی صاحبؓ

چوہدری طفیل محمد صاحبؓ (پسر)

چوہدری محمد علی صاحبؓ (پسر)

چوہدری برکت علی صاحبؓ :۔ محترم چوہدری برکت علی صاحبؓ ولد چوہدری محمد بخش صاحب قوم راجپوت سکنہ موضع کریام نے ۱۹۰۴ء یا ۱۹۰۵ء میں احمدیت قبول کی۔اور حضرت مسیح موعود کی زیارت کی بھی توفیق پائی۔آپ بمعیت سید بدرالدین صاحب☆ قادیان گئے تھے اور تقریباً ایک ماہ تک قادیان میں قیام کیا تھا۔حضور بڑی محبت فرماتے تھے۔اور اپنے ننھیال جو کہ موضع ایمہ ضلع ہوشیار پور میں تھے۔ان کے حالات دریافت فرمایا کرتے تھے۔آپ آخر وقت تک احمدیت سے وابستہ رہے۔ ۱۹۱۸ء میں وفات پائی۔آپ کے دونوں بیٹے جن کا آگے ذکر آتا ہے صحابی تھے۔اور حضرت حاجی غلام احمد صاحبؓ سکنہ کریام کے بہنوئی بھی تھے۔

چوہدری طفیل محمد صاحب :۔محترم چوہدری طفیل محمد صاحب ولد چوہدری برکت علی صاحبؓ نے بھی ۱۹۰۳ء میں ہی بیعت کی تھی۔اور آپ اور آپ کے بھائی محمد علی صاحبؓ نے ۱۹۰۴ء یا ۱۹۰۵ء میں حضرت مسیح موعود کی قادیان میں زیارت کی اور دستی بیعت بھی کی۔

☆ سید بدرالدین مذکور کی بیعت البدر مورخہ ۲۳ اکتوبر ۱۹۰۳ء میں درج ہے (صفحہ ۳۲۰) ولدیت کا علم نہیں۔کریام کے اصل باشندے نہیں تھے بلکہ باہر کے تھے۔محض احمدیت کی وجہ سے انہوں نے جماعت کریام میں شامل ہو کر وہاں رہائش اختیار کر لی تھی۔چابک سوار تھے۔۱۹۰۳ء میں بیعت کی تھی۔حضورؑ کی زیارت کی اور جتنا عرصہ قادیان میں قیام کیا حضور کی ایک بچھیری کو پھیرا کرتے تھے اور اسی اثناء میں حضور کی ایک بھینس کو دندی کا مرض ہو گیا۔جس کا علاج بھی انہوں نے کیا۔افسوس کہ آخری عمر میں ۱۹۳۴ء میں احرار کی یورش کے دوران مخالفین نے انکو پھسلایا اور وہ ایمان پر قائم نہ رہے۔اور اسی دوران میں وفات پائی۔

رَبَنَا لَاتُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ اِذْھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْکَ رَحْمَۃً .اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ . آمین ۔

شجرہ اگلے صفحہ پر درج ہے

اور کافی دن قادیان میں قیام کیا۔ ☆ آپ محکمہ ڈاک میں سب پوسٹ ماسٹر تھے آخر پر بمقام بھوانی ضلع حصار معین تھے۔ جون یا جولائی ۱۹۲۲ء بعمر قریباً ۴۷ سال حرکت قلب بند ہو جانے سے اچانک وفات پائی۔

اَللّٰھُمَ اغْفِرْلَہٗ وَارْحَمْہُ ، آمین۔

آپ نہایت صالح۔ نمازی اور پرہیز گار تھے۔ تبلیغ کا خاص جوش رکھتے تھے طبیعت حساس تھی۔ اور دانش مند تھی۔ چہرہ ہر وقت متبسم رہتا تھا۔ سلسلہ احمدیہ سے شدید محبت رکھتے تھے۔ سلسلہ کے تمام اخبارات ورسائل کے باقاعدہ خریدار تھے اور ان کا مطالعہ کرتے تھے۔ مالی قربانی میں بھی پیش پیش تھے۔ احمدیہ مدرسہ کریام کیلئے آپ نے ایک دفعہ از خود گھڑیال اور ٹاٹ خرید کر دیئے۔ اور اس مدرسہ میں بچوں کے لئے کوئی نہ کوئی تحفہ لاتے رہتے تھے۔ ☆☆

☆ آپ کا نام بیعت کنندگان کی فہرست مندرجہ البدر مورخہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۰۳ء میں تمیں افراد کریام میں طفیل محمد صاحب مرقوم ہے جیسا کہ زیر عنوان صحابہ کرام سکنہ موضع کریام میں تفصیلاً مرقوم ہے۔ یہ بیعت خط کے ذریعہ ہوئی ہوگی۔

☆☆ یہ سوانح چوہدری احمد علی صاحب آپ کے بھتیجے سے حاصل ہوئے ہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ۔

شجرہ درج ذیل ہے۔

چوہدری برکت علی مرحوم ولد محمد بخش۔

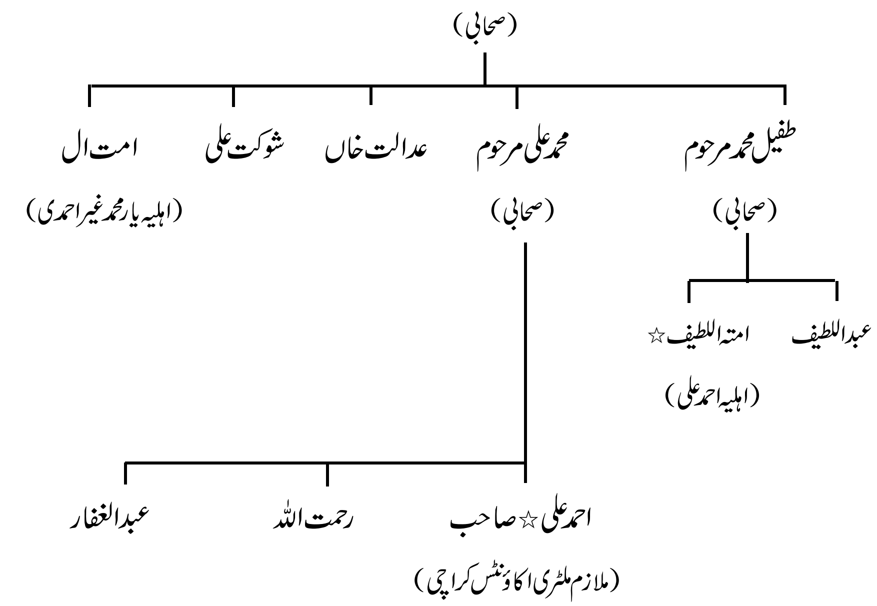

آپ کی اہلیہ محترمہ امیر النساء صاحبہ ؓ جن کے حالات گذشتہ صفحات میں مرحومہ کے بھائی حضرت حاجی غلام احمد صاحبؓ کے حالات میں درج ہو چکے ہیں) بہت نیک بخت خاتون تھیں اور صحابیہ تھیں۔انہوں نے خواب دیکھا کہ میں گیارہ جنتوں میں گئی ہوں۔اس وقت تو حاجی صاحب یہ خواب سن کر خاموش رہے لیکن ۱۹۱۱ء میں ان کے فوت ہو جانے پر فرمایا کہ چونکہ مرحومہ نے گیارہ سپارے پڑھے ہوئے تھے اس لئے انہوں نے گیارہ بہشت دیکھے۔

چوہدری محمد علی صاحبؓ :۔ ☆ آپ کے قادیان آکر دستی بیعت کرنے کا ذکر اوپر آچکا ہے۔آپ نے خلافت اولیٰ میں تبلیغ کی تعلیم قادیان میں باقاعدہ حاصل کی تھی۔اور اس کی سند بھی حاصل کی تھی۔اس زمانہ کا ایک واقعہ آپ بیان کرتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ ہمیں سبق پڑھا رہے تھے کہ حضور نے ایک مبلغ کو کسی جگہ جانے کا ارشاد فرمایا۔اس نے معذرت کی تو فرمایا کہ مولوی صاحب آپ کو وہاں جانا پڑے گا۔ورنہ اگر آپ کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے تو پھر تو یہ مثال صادق آتی ہے کہ ٹٹو کرایہ پر ہی لینا ہے تو کیا ضروری ہے کہ کُڑموں (سمدھیوں) کا لیا جائے۔جہاں سے سستا ملے گا لے لیا جائے گا۔

آپ کو تبلیغ کا بے حد شوق تھا۔اور عمر کا اکثر حصہ آپ جماعت احمدیہ کریام کے سیکرٹری تبلیغ رہے۔☆☆ احمدیت کے فدائی تھے۔کافی عرصہ تک آپ کو پرائمری مدرسہ احمدیہ کریام میں بطور نائب مدرس خدمت کرنے کی بھی توفیق ملی۔

عموماً آپ ایسی مجالس میں شرکت سے احتراز کرتے تھے جہاں رسومات وغیرہ بجالائی جاتیں۔چنانچہ اپنے ایک بھائی کی شادی میں جو قریب کے موضع کریہہ میں ہوئی تھی۔رسومات باجا اور آتش بازی کے باعث آپ نے اس میں شرکت نہ کی کہ آپ ان امور کو خلاف شریعت سمجھتے تھے۔آپ خلاف شریعت امور دیکھ کر دلیری سے اور بغیر ہچکچاہٹ کے نفرت کا اظہار کر دیتے تھے۔تقسیم ملک سے جماعت احمدیہ کریام کے منتشر ہو جانے سے آپ کو سخت صدمہ پہنچا۔آپ ہجرت کر کے چک ۲۶ ضلع گجرات میں آباد ہوئے۔وہاں جو چند گھر احمدیوں کے تھے آپ انہیں

☆ آپ کے حالات آپ کے پسر چوہدری احمد علی صاحب سے دستیاب ہوئے ہیں۔

☆☆ آپ نے ارتداد ملکانہ کے موقع پر تبلیغی جہاد میں شرکت کی تھی اور کئی ماہ کے لئے اپنے خرچ پر وہاں گئے تھے۔آپ اس وفد میں شامل تھے جس کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۲۰ جون ۱۹۲۳ء کو خود الوداع فرمایا تھا۔(45)

باجماعت نماز پڑھاتے۔آپ نے ۱۲جنوری ۱۹۵۶ءکووفات پائی اوراسی چک میں مدفون ہوئے۔آپ کی تصویر موجودنہیں ہے۔☆

☆آپکی اہلیہ محترمہ محمد جان صاحبہ بھی صحابیہ تھیں ان کے حالات ان کے بھائی حضرت حاجی غلام احمد صاحبؓ کے حالات میں درج کئے گئے ہیں۔

چوہدری کالے خاں صاحبؓ

محترم چوہدری کالے خاں صاحب ولد چوہدری محمد بخش صاحب قوم راجپوت سکنہ موضع کریام (جالندھر) نے ۱۹۰۳ء میں بیعت کی اور حضورؑ کی زیارت بھی کی۔ آپ کی اولاد نہیں تھی۔ ۱۹۰۶ء یا ۱۹۰۷ء میں بحالت ایمان وفات پائی۔ ☆

چوہدری گاہے خاں صاحبؓ

چوہدری خان بہادر صاحبؓ (پسر)

چوہدری منشی خانصاحبؓ (پسر)

چوہدری گاہے خانصاحبؓ:۔ محترم چوہدری گاہے خانصاحب ولد چوہدری رنگے خانصاحب قوم راجپوت سکنہ کریام اوران کے چاروں بیٹوں ایک بہواور ایک پوتے اور آپ کے پوتے کی اہلیہ نے بھی حضرت مسیح موعودؑ کے عہد مبارک میں ۱۹۰۳ء میں ہی بیعت کی توفیق پائی چوہدری صاحب کو حضرت مسیح موعود کی زیارت کا بھی موقع ملا۔ ۱۹۰۸ء میں آپ نے بحالت ایمان بعمر ۵۷ سال وفات پائی۔ ☆☆

چوہدری خان بہادر صاحبؓ:۔ آپ کے بیٹے محترم چوہدری خان بہادر صاحب نے ۱۹۰۳ء میں بیعت کے علاوہ حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کی بھی توفیق پائی۔ اپنے خاندان میں خوب انتظام کرتے تھے۔ نیک تھے۔ ۱۹۱۰ء میں بحالت ایمان بعمر ۶۸ سال وفات پائی۔

چوہدری منشی خانصاحبؓ:۔ دوسرے بیٹے محترم چوہدری منشی خانصاحبؓ نے ۱۹۰۳ء میں بیعت کی اور

☆ آپ کا نام میاں کالے خاں صاحب البدر بابت ۲۳/۱۰/۰۳ (صفحہ ۳۲۰) میں فہرست بیعت میں مرقوم ہے۔ یہ بیعت بذریعہ خط ہوگی (تفصیل دیکھئے زیرعنوان ''صحابہ کرام سکنہ موضع کریام'')

☆☆ اولاد کے لئے شجرہ اگلے صفحہ پر:۔ شجرہ اگلے صفحہ پر۔

حضور کی زیارت کا بھی آپ کو موقع حاصل ہوا۔ اور ۱۹۳۹ء میں بحالت ایمان بعمر ۵۹ سال وفات پائی:۔

شجرہ نسب۔ گاہے خاں (مرحوم) ولد رنگے خاں

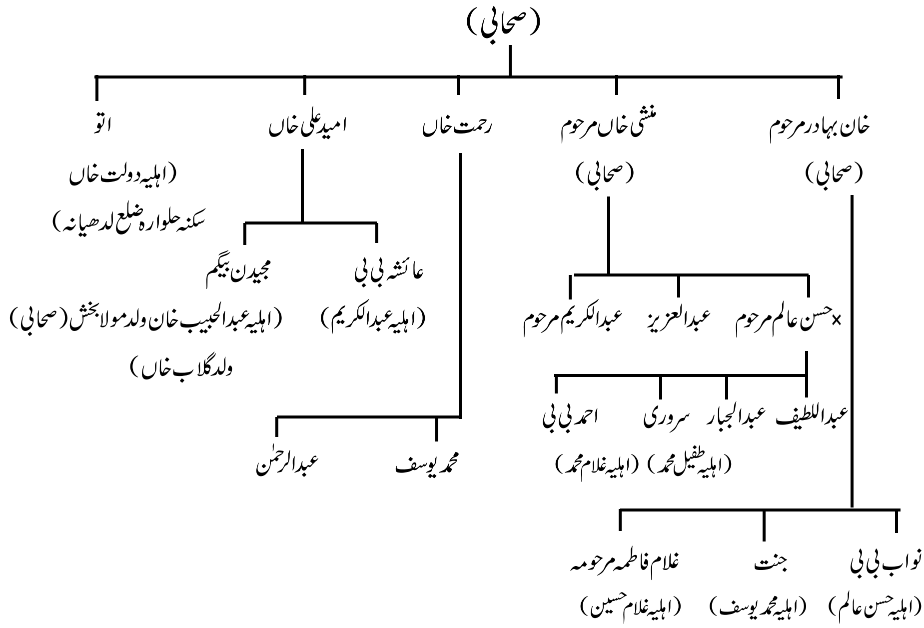

بقیہ حاشیہ:۔

رحمت خاں، امیر علی خاں، صاحب نساء اہلیہ امیر علی خاں اور حسن عالم ولد منشی خاں نے ۱۹۰۳ء میں بذریعہ خط بیعت کی لیکن ان میں سے کسی کے متعلق یقینی طور پر علم نہیں ہوسکا کہ حضور کی زیارت کا موقع حاصل ہوا یا نہیں۔ ان سب نے بحالت ایمان علی الترتیب ۱۹۱۱ء، ۱۹۳۵ء، ۱۹۳۸ء، ۱۹۳۲ء میں وفات پائی۔ نواب بیگم اہلیہ حسن عالم کی بھی اس وقت کی بذریعہ خط بیعت ہے۔ وہ اس وقت بعمر اسی سال بمقام چک ۸۸ ج ب (ضلع لائل پور) زندہ ہیں ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت نہیں کی۔

صاحب نساء کی بیعت البدر مورخہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۰۳ء میں درج ہے (صفحہ ۳۰۴) وہاں اس خاندان کے نصف درجن افراد کی بیعت درج ہے۔ جو بذریعہ خط معلوم ہوتی ہے تفصیل کے لئے دیکھئے زیر عنوان (صحابہ کرام سکنہ موضع کریام'')

چوہدری حسن عالم صاحب نے موضع صیغر وال (ضلع لدھیانہ) میں اراضی خرید کی تھی۔ اور وہ وہاں نمبردار بھی تھے۔

رحمت خاں کی بیعت کا اس حاشیہ میں اوپر ذکر آ چکا ہے بعد تحقیق اگر بعد بیعت حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت ثابت ہوئی تو اصحاب احمد کی کسی اور جلد میں ان کے حالات درج ہونگے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

چوہدری مولا بخش صاحبؓ

چوہدری علی گوہر صاحبؓ (برادر)

امیر علی صاحبؓ (ملازم)

چوہدری مولا بخش صاحب:۔ محترم چوہدری مولا بخش صاحب ولد گلاب خاں قوم راجپوت سکنہ موضع کریام (جالندھر) نے ۱۹۰۳ء میں بیعت کی۔ آپ اپنے خاندان کے سرکردہ فرد تھے۔ آپ کی بیعت پر آپ کے خاندان کے جملہ افراد نے بیعت کر لی۔ بعد بیعت آپ کو متعدد دفعہ قادیان آنے کا موقع ملا۔ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ میں نے حضرت مسیح موعودؑ کی معیت میں کھانا بھی کھایا تھا۔ آپ صوم وصلوٰۃ کے سختی سے پابند تھے۔ نماز باجماعت ادا کرتے اور باقاعدہ تہجد گذار اور احکام شریعت پر پوری طرح عامل تھے۔ بحالت ایمان بعمر پچاسی (۸۵) سال ۳ مئی ۱۹۳۶ء کو وفات پائی۔ آپ کی تصویر موجود نہیں ہے۔☆

چوہدری علی گوہر صاحب:۔ آپ کے بھائی محترم چوہدری علی گوہر صاحبؓ کو بھی بحالت ایمان حضرت

☆ البدر بابت ۰۳/۱۰/۹ میں مندرجہ فہرست بیعت کنندگان موضع کریام آپ ہی کے نام سے شروع ہوتی ہے اور خاندان کے افراد مسلسل وہاں یوں مرقوم ہیں:۔ ''مولا بخش صاحب کریام اہلیہ مولا بخش صاحب ام کلثوم صاحبہ، عبدالرحمٰن صاحب، میاں عبداللہ صاحب، علی گوہر صاحب کریام، اہلیہ علی گوہر صاحب (صفحہ ۳۰۴) لیکن یہ بیعت بذریعہ خط معلوم ہوتی ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے زیر عنوان صاحبہ کرام سکنہ موضع کریام'') کچھ حالات درج ذیل ہیں:۔ (۱) اہلیہ صاحبہ چوہدری مولا بخش صاحبؓ ساکن موضع جاڈلہ (تحصیل نواں شہر ضلع جالندھر) کا نام نیوی تھا۔ قبول احمدیت کے باعث ان کے والد اور بھائیوں نے شدید مخالفت کی اور اپنے ہاں آنے سے روک دیا۔ چنانچہ چھ سات سال تک مقاطعہ جاری رہا لیکن موصوفہ نے خوب استقامت دکھائی۔ بیعت ۱۹۰۳ء میں کی تھی۔ اور ۱۲ مارچ ۱۹۱۳ء کو بحالت ایمان وفات پائی حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کا موقع نہیں پایا۔

(۲) ام کلثوم دختر چوہدری مولا بخش صاحبؓ اپنی والدہ کی وفات کے اگلے روز ۱۳/۳/۱۳ کو بعمر دس سال وفات پائی۔ اس چھوٹی سی عمر میں دو دفعہ قرآن کریم ختم کیا تھا بقیہ حاشیہ اور شجرہ اگلے صفحہ پر

مسیح موعودؑ کی زیارت کا موقعہ ملا۔اور بحالت ایمان ہی ۱۹۳۷ء یا ۱۹۳۸ء میں وفات پائی۔ بہت مخلص اور دیندار تھے۔نماز روزہ کا خاص اہتمام رکھتے تھے آپ کی تصویر موجود نہیں۔☆

☆ چوہدری علی گوہر صاحب کی اولاد کا ذکر گذشتہ حاشیہ میں ہو چکا ہے نیز آپ کی اور آپ کی اہلیہ کی بذریعہ خط بیعت کا ذکر بھی وہاں ہے اہلیہ کا نام بی صاحبہ تھا۔۱۹۲۲ء میں بحالت ایمان وفات پائی۔

بقیہ حاشیہ :۔ والد صاحب نے بیعت کے وقت ان کا نام بھی بھجوایا تھا۔

(۳) عبدالرحمٰن ولد مولا بخش۔آپ اس وقت چک ۸۸ ج۔ب تحصیل وضلع لائلپور میں بطور مہاجر زمیندار مقیم ہیں۔آپ کا بیان ہے کہ میری ولادت ۱۸۹۴ء کی ہے گویا ۱۹۰۳ء میں بوقت بیعت صرف ۹ سال کی عمر تھی۔ والد صاحب نے میرا نام بیعت کے لئے درج کروایا تھا۔ ہوش کی حالت میں حضرت مسیح موعودؑ کا دیکھنا یاد نہیں۔موصوف نماز روزہ کے پابند ہیں سب انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹیز کے عہدہ پر فائز رہے ہیں۔

(۴) عبداللہ ولد مولا بخش زندہ ہیں بیان کرتے ہیں کہ میں چند سال کا تھا جب والد صاحب نے میرا نام بھی بیعت کے لئے لکھوایا۔اور ہوش کی عمر میں حضرت مسیح موعود کی زیارت کرنا مجھے یاد نہیں۔آپ نماز روزے کے پابند ہیں۔(۵) فتح محمد ولد علی گوہر۔۱۹۱۰ء میں بعمر دس سال وفات پائی بزرگوں کی بیعت کے ساتھ قریباً تین سال کی عمر میں مرحوم کا نام بھی بیعت کے لئے لکھا گیا۔

شجرہ:۔ گلاب خاں

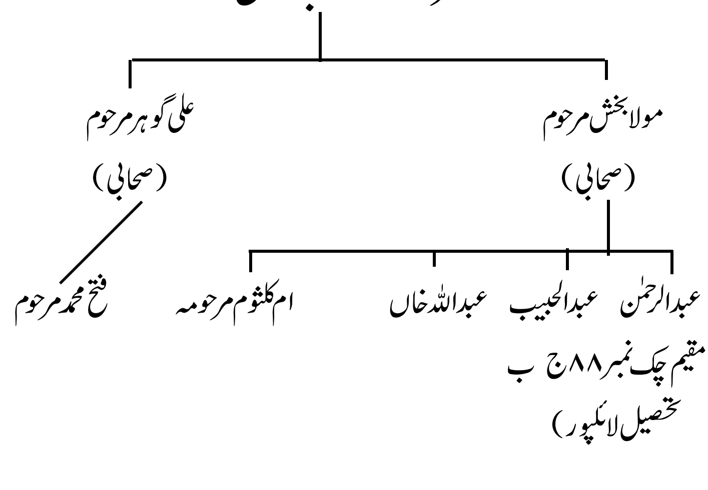

امیر علی صاحبؓ:۔ محترم امیر علی صاحب کا اصل نام امر علی تھا۔ولدیت معلوم نہیں اور نہ تصویر موجود ہے ان کی اصل سکونت موضع کماں کھرالہ (ضلع لودھیانہ) کی تھی۔موضع کریام میں چوہدری مولا بخش و چوہدری علی گوہر صاحبان کے پاس بطور ملازم مدت سے رہتے تھے اور گھر کے کاموں میں مالک فرد کے طور پر حصہ لیتے تھے۔۱۹۰۳ء میں ان کے ہمراہ بیعت کی تھی۔اور حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کا بھی موقع ملا تھا۔بحالت ایمان ۱۹۴۰ء میں وفات پائی اور موضع کریام میں ہی دفن ہوئے۔آپ کی شادی نہیں ہوئی تھی۔☆

☆البدر مورخہ ۹/۱۰/۰۳ کی ہی فہرست میں آپ کا نام بھی بیعت کنندگان میں درج ہے۔سابق حاشیہ میں بتایا جا چکا ہے کہ یہ بیعت بذریعہ خط ہوئی تھی۔

چوہدری چھجو خاں صاحبؓ

محترم چوہدری چھجو خاں صاحبؓ ولد رحمے خان قوم راجپوت سکنہ کریام (جالندھر) نے ۱۹۰۳ء میں بیعت کی اور بعدازاں حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کی توفیق پائی۔اور ۱۹۱۸ء میں بحالت ایمان وفات پائی۔ان کی تصویر موجود نہیں ہے۔ ☆

چوہدری صوبہ خاں صاحبؓ

محترم چوہدری صوبہ خان صاحبؓ ولد جلال خاں موضع سڑوعہ سے آکر موضع کریام میں آباد ہوئے تھے ۱۹۰۳ء میں بیعت کی تھی اور حضورؑ کی زیارت بھی کی تھی۔بحالت ایمان 1915ء میں وفات پائی۔آپ کی تصویر موجود نہیں ہے۔آپ راجپوت قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ ☆☆

چوہدری نبی بخش صاحبؓ

محترم چوہدری نبی بخش صاحبؓ ولد سمّے خاں قوم راجپوت نے ۱۹۰۳ء میں بیعت کی اور حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کی۔اور متعدد بار قادیان حضور کے عہد مبارک میں آئے۔آپ نے ۱۹۱۸ء میں بحالت ایمان وفات پائی۔آپ کا اصل وطن موضع سڑوعہ ضلع جالندھر تھا۔ترک سکونت کر کے آپ موضع کریام میں مستقل طور پر آباد ہو گئے تھے۔ ☆☆☆

☆ آپ کی بیوہ امیر النساء چک ۱۰۹ گ۔ب (ضلع لائل پور) میں زندہ ہیں۔لیکن افسوس کہ نعمت احمدیت سے محروم ہیں۔چوہدری صاحب کی کوئی اولاد نہیں تھی۔آپ نمازی اور دیندار اور نہایت مخلص تھے۔آپ کا نام بیعت میں میاں چھجو صاحب البدر مورخہ ۲۳/۱۰/۰۳ میں مرقوم ہے۔(صفحہ ۳۲۰) یہ بیعت بذریعہ خط معلوم ہوتی ہے (تفصیل دیکھئے زیر عنوان ''صحابہ کرام سکنہ موضع کریام'')

☆☆ آپ کی بیعت بدر بابت ۱۰/۱/۰۷ میں صوبہ خاں صاحب ولد جلال خاں صاحب مرقوم ہے۔(صفحہ ۲۲) آپ کی اولاد صرف دو لڑکیاں امت ال (اہلیہ رحمت) اور مہرو (اہلیہ مبارک علی) تھیں۔

☆☆☆ آپ کی بیعت بالفاظ نبی بخش صاحب کریام بدر بابت ۱۴/۳/۰۷ میں درج ہے۔(صفحہ ۱۱ک ۲) ممکن ہے پہلے بذریعہ خط ۱۹۰۳ء میں بیعت کی ہو اور پھر ۱۹۰۷ء بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

چوہدری نتھے خاں صاحبؓ

محترم چوہدری نتھے خاں صاحبؓ قوم راجپوت کی اصل سکونت قصبہ نواں شہر کی تھی ۔لیکن آپ موضع کریام کی جماعت کے ساتھ منسلک تھے ۔اور یہیں جمعہ وعیدین ادا کرتے تھے آپ نے ۱۹۰۴ء میں بیعت کی تھی اور حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت متعدد بار قادیان آ کر کرتے رہے ۔۱۹۳۷ء میں وفات پائی ۔بہت نیک ،دیندار اور خداترس تھے ۔عشق رسول کریم صلعم کا جذبہ آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا ۔آپ نے ارتداد ملکانہ کے موقع پر جہاد میں اپنے خرچ پر حصہ لیا ۔چنانچہ دوسری سہ ماہی کے پہلے وفد میں ان بتیس مجاہدین میں آپ شامل تھے ۔جن کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بمعیت احباب قادیان بیرون قصبہ تک الوداع کہنے کے لئے ۲۰ جون ۱۹۲۳ء میں تشریف لے گئے ۔(47) آپ کی تصویر موجود نہیں ہے ۔☆

چوہدری نجابت علی خانصاحبؓ

چوہدری احمد علی خانصاحبؓ (پسر)

چوہدری نجابت علی خانصاحبؓ:۔ محترم چوہدری نجابت علی خانصاحب ولد محمد بخش قوم راجپوت موضع کریام کو دنیوی وجاہت بھی حاصل تھی ۔چنانچہ آپ کرسی نشین تھے ۔اور جماعت احمدیہ کریام کے ایک نہایت معزز

بقیہ حاشیہ:۔

میں دستی بیعت کی ہو ۔آپ نے اپنے ایک بیٹے بوٹے خاں کو مدرسہ احمدیہ قادیان میں داخل کیا ۔لیکن وہ جوانی میں فوت ہو گیا ۔دوسرا بیٹا غلام رسول زندہ ہے اور چاہ دوہرڑ موضع نیل کوٹ تحصیل وضلع ملتان میں بطور مہاجر مقیم ہے ۔

☆ ''میاں عمر دین صاحب کریام'' کی جو بیعت بدر بابت ۲۱/۱۰/۰۷ میں درج ہے ۔(صفحہ ۴ ک ۲) اس بارہ میں حالات بیان کرنے والے احباب ذکر کرتے ہیں کہ یہی چوہدری نتھے خاں صاحب کے بیٹے تھے یہ معلوم نہیں کہ زندہ ہیں یا نہیں ۔اور حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کی تھی یا نہیں ۔ایک لڑکا ہادی حسن زندہ ہے لیکن اس کا ایڈریس معلوم نہیں اور یہ بھی معلوم نہیں کہ اور اولاد تھی یا نہیں ۔

رکن تھے۔آپ نے حضرت حاجی غلام احمد صاحبؓ سکنہ کریام سے قبل ۱۹۰۲ء میں بیعت کرلی تھی۔ ☆ اور بعدازاں حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہوا تھا۔ بحالت ایمان ۱۹۱۹ء میں وفات پائی۔

آپ کے نانا اور حاجی صاحب کے دادا بھائی تھے۔(شجرہ بحالات حاجی صاحب) آپ رسم ورواج کے سخت مخالف اور دینی احکام کے پابند تھے۔آپ کی تصویر نہیں ہے۔آپ کا ذکر حاجی صاحب کے حالات میں درج ہو چکا ہے۔☆☆

چوہدری احمد علی خانصاحب :۔ آپ کے بیٹے چوہدری احمد علی صاحبؓ نے بعمر پچھتر سال ۱۹۵۸ء میں

☆ ان کی بیعت بالفاظ نجابت علی خاں صاحب موضع کریام ۔الحکم بابت ۲/۲/ ۷ میں شائع ہوئی (صفحہ ۹۱۶) گویا حضرت حاجی غلام احمد صاحب سے ان کی تصدیق ہوگئی کہ آپ کی بیعت سے پہلے چوہدری صاحب نے بیعت کی تھی۔

☆☆ البدر بابت ۰۳/۱۰/۹ میں اہلیہ نجابت علی خاں صاحب،اہلیہ نجابت علی خانصاحب (گویا دوبار۔مولف) عابد علی خانصاحب،محمد یوسف علی خانصاحب کے الفاظ میں بیعت درج ہے(صفحہ ۳۰۴) یہ بیعت بذریعہ خط معلوم ہوتی ہے۔(تفصیل دیکھیے زیرعنوان صحابہ کرام سکنہ موضع کریام'')

(۱،۲) اہلیہ اول مسماۃ میرو اور اہلیہ دوم مسماۃ دَولی دونوں کو حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کا موقع نہیں ملا۔اور دونوں نے بحالت ایمان علی الترتیب ۱۹۱۲ء اور ۱۹۴۴ء میں وفات پائی۔

(۳) عابد علی خاں آپ کے بیٹے نے بعمر ۵۶ سال ۱۹۴۹ء میں وفات پائی۔گویا ۱۹۰۳ء میں بوقت بیعت دس سال کی عمر ہوگی۔آپ نے حضرت مسیح موعود کی زیارت نہیں کی۔والد صاحب نے آپ کی بیعت خط میں لکھوادی تھی۔

(۴) محمد یوسف علی خاں (ولادت ۱۹۰۱ء۔وفات ۱۹۵۰ء) گویا ۱۹۰۳ء میں دوسال کی عمر ہوگی۔جب والد صاحب نے بیعت میں نام لکھوایا۔آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کا موقع نہیں ملا۔آپ نے کافی عرصہ تک احمدیہ پرائمری سکول کریام میں بطور نائب مدرس کام کیا۔

شجرہ:۔

اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

وفات پائی۔موصی تھے۔فی الحال ربوہ میں امانت کے طور پر دفن ہیں آپ کی تصویر موجود نہیں ہے۔☆

بقیہ شجرہ:۔

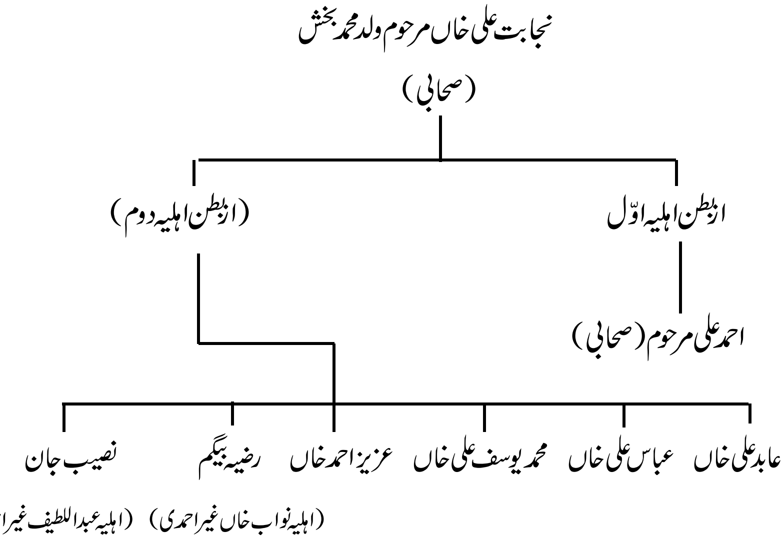

☆ حالات مہیا کرنیوالوں نے تحریر کیا ہے کہ ان کی بیعت گویا کہ والد صاحب کے ساتھ کی یعنی ۱۹۰۲ء کی ہے میرے نزدیک یہ درست نہیں جو اس امر سے ظاہر ہے کہ ان کے والد کی بیعت ۱۹۰۲ء کی تھی اس لئے البدر مورخہ ۰۳/۱۰/۲۳ کی فہرست بیعت میں ان کی دونوں اہلیہ اور دو بیٹوں کے اسماء موجود ہیں۔لیکن خود والد (چوھدری نجابت علی خانؓ) کا نام نہیں کیونکہ وہ پہلے بیعت کر چکے تھے۔اور یہ بیعت بذریعہ خط تھی۔ سو اسی طرح البدر بابت ۰۳/۱۰/۲۳ والی بیعت کے اسماء میں (جو شہادات وقرائن سے بذریعہ خط متعین ہوتی ہے)''میاں احمد علی صاحبؓ کا نام جو مرقوم ہے نہیں ہونا چاہئے تھا کیونکہ بقول حالات مہیا کرنیوالوں کے وہ ۱۹۰۲ء میں بذریعہ خط بیعت کر چکے تھے تو پھر دس گیارہ ماہ کے بعد دوبارہ خط بیعت میں اپنا نام لکھوانے کی کیا ضرورت تھی۔سو مؤلف کے نزدیک چوہدری احمد علی صاحب نے اپنے والد صاحب کے ساتھ ۱۹۰۲ء میں بیعت نہیں کی بلکہ اکتوبر ۱۹۰۳ء میں بذریعہ خط کی۔البتہ جو بیعت احمد علی صاحب ولد نجابت علی صاحب کی مندرجہ الحکم مورخہ ۰۵/۸/۲۴ (صفحہ ۲ کالم ۴) اس وقت کی ہوگی جب دستی بیعت کا موقع ملا کیونکہ دوبارہ بذریعہ خط بیعت کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

آپ نے ڈیڑھ مربع اراضی تحصیل وہاڑی (ضلع ملتان) میں خرید لی تھی جس پر آپ کی اولاد آباد ہے۔آپ نمبردار تھے اب دوسری اہلیہ کے بطن سے آپ کا بڑا لڑکا افضال احمد نمبردار ہے یہ کل تین بھائی اور ایک بہن ہیں جو زندہ ہیں اور پہلی اہلیہ کے بطن سے کوئی اولاد زندہ نہیں۔

وزیر محمد صاحبؓ

محترم وزیر محمد صاحب ولد بنّہ قوم حجام نے ۱۹۰۳ء میں بیعت کی اور حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کا بھی شرف حاصل کیا۔ آپ کا پیشہ بھی حجام کا تھا۔ ۱۹۲۴ء میں بحالت ایمان وفات پائی۔ بہت نیک پابند صوم وصلوٰۃ، دیندار اور تہجد خواں تھے۔ غرباء کی امداد کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ۔ آمین۔ ☆

چوہدری اکبر خاں صاحبؓ

محترم چوہدری اکبر خاں صاحبؓ ولد مادے خان قوم راجپوت کی اصل سکونت موضع کاٹھ گڑھ تھی۔ وہاں سے آپ مستقل طور پر موضع کریام میں منتقل ہوگئے تھے۔ آپ نے ۱۹۰۳ء میں بیعت کی اور حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کی توفیق پائی۔ اور ۱۹۱۵ء میں بحالت ایمان وفات پائی۔ آپ کی تصویر موجود نہیں ہے۔ ☆☆

چوہدری منشی خاں صاحبؓ

مکرم چوہدری منشی خاں صاحب ولد مولا بخش قوم راجپوت سکنہ موضع سڑوعہ ضلع ہوشیار پور تھے۔ یہ خاندان وہاں سے موضع کریام آ کر آباد ہوگیا تھا۔ چوہدری صاحب نے ۱۹۰۳ء میں بیعت کی اور حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کا موقع بھی بعد ازاں پایا۔ ۱۹۰۶ء میں بحالت ایمان وفات پائی۔

☆ مرحوم کا ایک ہی بیٹا بنام ولی محمد تھا جو وفات پا گیا اور احمدی نہیں تھا۔

وزیر محمد صاحب کی بیعت کا ذکر ''بالفاظ وزیر محمد'' (یعنی ولد بنہ کریام)'' الحکم بابت ۰۵/۸/۲۴ میں مرقوم ہے (صفحہ ۲ ک ۴) یہ بیعت قادیان آ کر دستی معلوم ہوتی ہے۔ اگر واقعی انہوں نے ۱۹۰۳ء میں بیعت کی ہو تو دوبارہ ۱۹۰۵ء میں بذریعہ خط بیعت کرنا بے معنی بنتا ہے۔

☆☆ آپ کی اہلیہ کا نام میرو تھا۔ انہوں نے بھی حضرت مسیح موعودؑ کے عہد مبارک میں بیعت کی تھی لیکن حضور کی زیارت نہیں کر سکی تھیں۔ بحالت ایمان ۱۹۱۰ء میں فوت ہوئیں کوئی نرینہ اولاد نہ تھی۔ رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان بابت ۱۰-۱۹۰۹ء میں یہ ذکر ہے کہ ''بیوہ اکبر خاں'' صاحب نے پچاس روپیہ سلسلہ کی امداد کی۔

(صفحہ ۷ کوائف صحابہ کریام)

شرعی احکام اور صوم وصلوٰۃ کی پابندی کرتے تھے۔ان کی تصویر موجود نہیں ہے۔ ☆

چوہدری غلام محمد صاحبؓ

محترم چوہدری غلام محمد صاحب ولد بدر بخش نے ۱۹۰۳ء میں بحالت ایمان وفات پائی۔پکّے احمدی بہت نیک اور پرہیز گار تھے۔آپ کی تصویر موجود نہیں ہے۔☆☆

چوہدری رحمت خاں صاحبؓ

محترم چوہدری رحمت خاں صاحبؓ ولد ہلو خاں راجپوت سکنہ کریام (ضلع جالندھر) نے ۱۹۰۳ء میں بیعت کی اور بعد میں حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کا شرف بھی حاصل کیا۔آپ نے بحالت ایمان ۱۹۳۵ء میں وفات پائی۔حضرت حاجی غلام احمد صاحبؓ کی صدر انجمن احمدیہ کو موہو بہ اکسٹھ کنال دو مرلہ اراضی کے چوہدری صاحب ہی مختار عام تھے۔اور یہ کام کو بہت دیانتداری سے سرانجام دیتے تھے۔آپ کی تصویر موجود نہیں ہے۔ آپ کی اولاد نیاز احمد۔بشیر احمد۔مبارکہ مرحومہ (اہلیہ جلال الدین سکنہ کریام) ہیں۔

☆ یہ تین بھائی رحما مرحوم، منشی خاںؓ مرحوم اور نواب تھے رحما ۴۰۔۱۹۳۹ء میں بحالت ایمان فوت ہوئے نمازی اور نیک تھے۔یہ یقینی طور پر معلوم نہیں کہ صحابی تھے یا نہیں۔نواب، چک نمبر ۳۴ جنوبی (ضلع سرگودھا) میں موجود ہے لیکن افسوس کہ جماعت سے منقطع ہو چکا ہے۔نواب ولد مولا بخش صاحب کے الفاظ میں بیعت البدر بابت ۱/۲/۰۵ میں درج ہے (صفحہ ۹ کالم ۱)

☆☆ آپ کے اکلوتے بیٹے ولی محمد خاں نے ۱۹۰۴ء یا ۱۹۰۵ء میں بیعت کی۔آپ کی بیعت بدر بابت ۱۰/۱/۰۷ (صفحہ ۲۲ ک ۳) میں بالفاظ ولی محمد خانصاحب ولد غلام محمد خاں صاحب موجود ہے۔حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کرنے کا یقینی طور پر علم نہیں ہوسکا۔صوم وصلوٰۃ کے پابند اور احکام دینیہ کا خاص اہتمام کرنے والے اور نیک سیرت انسان تھے۔ بحالت ایمان نومبر ۱۹۴۷ء میں لاہور میں مہاجر ہونے کی حالت میں وفات پائی۔آپ کی اولاد عطاء اللہ صابر (مدرس چک نمبر ۷۰ ضلع منٹگمری) سلامتے بیگم (اہلیہ رائے احمد کیرام والے) اور مبارکہ بیگم (اہلیہ عبداللطیف ولد طفیل محمد خاں کریام والے) ہیں۔

چوہدری امیر باز خانصاحبؓ

محترم چوہدری امیر باز خاں صاحبؓ ولد کیمن خاں قوم راجپوت کا خاندان موضع سڑوعہ ضلع ہوشیار پور سے موضع کریام (جالندھر) آکرآباد ہوگیا تھا۔ چوہدری صاحب نے ۱۹۰۳ء میں بیعت کی اور حضرت مسیح موعود کی زیارت بھی نصیب ہوئی۔ آپ جسمانی لحاظ سے کمزور تھے۔ حضرت حاجی غلام احمد صاحب انہیں حضرت مولوی نورالدین صاحب کی خدمت میں لائے۔ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا۔ مرض کوئی نہیں۔ صرف غذا کی کمی ہے جس کی طرف توجہ کی ضرورت ہے۔ آپ شرعی احکام اور صوم صلوٰۃ کے بیت پابند تھے۔ ۱۹۲۵ء میں بحالت ایمان فوت ہوئے۔ آپ کی اولاد عبدالعزیز۔ احمد علی۔ عبدالسلام اور مہندی میں سے صرف عبدالسلام زندہ ہے۔

چوہدری بشارت علی خانصاحبؓ ☆

مہر النساء بیگم صاحبہ (اہلیہ)

خاندانی حالات:۔ شہنشاہ اکبر کے راجپوتانہ پر یورش کے وقت خاندان پرتھوی راج کے شہزادگان اچھوا جی اور پھوا جی بچوں کے بھدنوں کی رسومات کی ادائیگی کے لئے نینا دیوی ضلع کانگڑہ آئے ہوئے تھے مگر واپسی مقدر نہ ہوئی اور وہیں آباد ہونا پڑا۔ پھر لاہور میں شہنشاہ اکبر کی آمد پر یہ حاضر خدمت ہوئے اور بطور نذرانہ راجپوتانہ سے لائے ہوئے گھوڑے پیش کئے۔ اکبر نے ان کے حالات سن کر اضلاع جالندھر و ہوشیار پور میں ایک ہزار ایک صد بیس مواضعات پر مشتمل جاگیر عطا کی۔ ان کی اولاد میں سے رانا مل بمقام سڑوعہ تحصیل گڑھ شنکر ضلع ہوشیار پور اور دوسرے دو بھائی بمقام لنگڑ وعہ وراہوں ضلع جالندھر آباد ہوئے۔ اصل نام شاہجہاں آباد بگڑ کر سڑوعہ بن گیا۔ رانا مل کے چار بیٹے دودے خاں، تاج خاں۔ قیام خاں، اور قابو خاں مشرف اسلام ہوئے۔

ولادت وتعلیم اور ملازمت:۔ دودے خاں کی اولاد میں سے چوہدری دارے خاں کے ہاں جو کہ پٹواری تھے۔ ۱۵ دسمبر ۱۸۸۲ء کو چوہدری بشارت علی خانصاحب پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم سڑوعہ میں ہی پائی اور پرائیویٹ طور پر مڈل اور انٹرنس کے امتحانات علی الترتیب ۱۸۹۹ء اور ۱۹۰۰ء میں پاس کئے۔ اور محکمہ ریلوے میں بطور سگنیلر ملازمت اختیار کی۔ جسے کچھ عرصہ بعد ترک کر کے ۲ مارچ ۱۹۰۴ء کو محکمہ ڈاک وتار میں بطور ریزرو سگنیلر بھرتی ہوئے اور ۱۵ دسمبر ۱۹۳۸ء کو ڈپٹی پوسٹماسٹر کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ آپ کی ملازمت دیانتداری، محنت اور ماتحتوں سے باپ جیسی شفقت کے باعث ممتاز نظر آتی تھی۔ آپ تقریباً تیس سال تک بطور انچارج رہے۔

قبول احمدیت:۔ آپ نے بمعیت حضرت حاجی غلام احمد صاحبؓ سکنہ کریام جو آپ کی اہلیہ محترمہ کے تایا زاد بھائی تھے۔ قادیان جا کر ۶ فروری ۱۹۰۳ء کو حضرت مسیح موعودؑ کے دست مبارک پر بیعت کر لی۔ ☆☆

☆ یہ حالات چوہدری صاحب کے صاحبزادہ مکرم چوہدری عبدالحکیم صاحب (جنرل مینجر پاکستان لائکپور سمندری ٹرانسپورٹ لائکپور) بواسطہ اخویم چوہدری احمد دین صاحب بی اے حاصل ہوئے۔

☆☆ بیعت کی تفصیل گزشتہ صفحات میں حضرت حاجی صاحبؓ کے حالات میں درج ہے آپ کی بقیہ حاشیہ اگلے

صفحہ

اور کئی روز آپ کو قادیان میں قیام کا موقع ملا۔ اپنے گاؤں سڑوعہ میں اولین شرف بیعت آپ ہی کو حاصل ہوا۔ آپ کی بیعت کے بعد آپ کے تمام خاندان نے بیعت کر لی اور گاؤں میں سعید روحیں یکے بعد دیگرے حلقہ بگوش احمدیت ہونے لگیں۔ اور وہاں مخالفت نہیں ہوئی۔ اور ۱۹۴۷ء میں بوقت ہجرت احمدیوں کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی۔

اہلی زندگی:۔ آپ کی شادی محترمہ مہر النساء بیگمؓ صاحبہ سے ہوئی تھی۔ جب آپ بیعت کر کے گھر واپس پہنچے تو موصوفہ نے بھی اپنی بیعت کا خط لکھوا دیا۔ اور اگلے ماہ قادیان پہنچ کر پھر حضور کی بیعت کی۔ آپ آخر تک احمدیت پر قائم رہیں۔ اور یکم نومبر ۱۹۵۹ء کو وفات پا کر بہشتی مقبرہ ربوہ قطعہ صحابہ میں مدفون ہوئیں۔ **اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھَا وَارْحَمْھَا** ۔ آمین۔☆ آپ کی یادگار ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہیں۔ ☆☆ آپ تحریک جدید کے دفتر اول کے مجاہدین میں شامل تھیں۔(47)

خدمات سلسلہ اور آپ کا اُسوۂ حسنہ:۔ کرتار پور۔ نواں شہر، جالندھر شہر وغیرہ جن مقامات پر بھی ~~آپ متعین رہے۔ احمدیہ مساجد نہ ہونے کے باعث آپ کے مکان کا ایک کمرہ نمازوں۔ جمعہ وعیدین کے لئے~~

بقیہ حاشیہ :۔ فائل وصیت میں بھی بیعت کی تاریخ فروری ۱۹۰۳ء درج ہے۔ حضرت چوہدری برکت علی خانصاحبؓ وکیل المال نے بھی اپنے حالات میں لکھا ہے کہ میں اپنے ماموں چوہدری بشارت علی خانصاحب اور ماموں چوہدری عالمگیر خانصاحب کے پاس بمقام سڑوعہ تعلیم کے لئے رہا۔ چوہدری بشارت علی خانصاحب نے ۱۹۰۲ء یا ۱۹۰۳ء میں بیعت کی اور چوہدری عالمگیر خانصاحب نے ۱۹۳۸ء میں بیعت کی۔ اور ۱۹۴۱ء میں وفات پائی۔(48)

☆ مرحومہ کے والد نیز بھائی چوہدری مہر خاں صاحب بھی صحابی ہیں۔ اور تینوں کی بیعت کا اندراج فہرست بیعت کنندگان میں دیگر اقارب کے ہمراہ البدر بابت ۴ ستمبر ۱۹۰۳ء میں موجود ہے آپ کا نام ”ہمشیرہ مہر خانصاحب“ کے طور پر مرقوم ہے۔(صفحہ ۲۶۴)

☆☆ بیٹے کا نام چوہدری عبدالحکیم خاں ہے اور وہ لائلپور میں ایک ٹرانسپورٹ کمپنی کے جنرل مینجر ہیں اور بیٹی محترمہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ ہیں جو چوہدری شفیق الرحمان صاحب سب ڈویژنل کلرک سرگودہا کی اہلیہ ہیں۔

شجرہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

مخصوص رہتا۔مرکز سے آمدہ مبلغین اورانسپکٹران آپ کے ہاں ہی قیام کرتے اورآپ کا پورا تعاون انہیں حاصل ہوتا تبلیغ کا سلسلہ آپ جاری رکھتے ۔انفرادی تبلیغ کے آپ زیادہ قائل تھے آپ احمدیت کا ایک نیک نمونہ تھے۔ چنانچہ آپ ہی کے زیر اثر چوہدری غلام جیلانی خانصاحب سکنہ موضع پنام چوہدری غلام احمد خان صاحب سکنہ سڑوعہ اور منشی رحمت اللہ صاحب سکنہ نارووال حلقہ بگوش احمدیت ہوئے۔

آپ قادیان بہ تواتر آتے اور مشاورت اور جلسہ سالانہ میں شمولیت فرماتے ۔اور دوسروں کو بھی ساتھ لاتے ۔چوہدری چھجو خاں صاحب کے پنشن پر آنے تک گو آپ نواں شہر میں پوسٹ ماسٹر تھے بایں ہمہ سڑوعہ کے امیر جماعت بھی تھے۔اور پنشن پر آنے پر آپ سیکرٹری مال مقرر ہوئے۔آپ ہجرت کے بعد چک ۱۰۹ گ ب

(ضلع لائلپور) میں مقیم ہو چکے تھے۔بوقت وفات آپ وہاں محاسب تھے۔

بقیہ شجرہ :۔

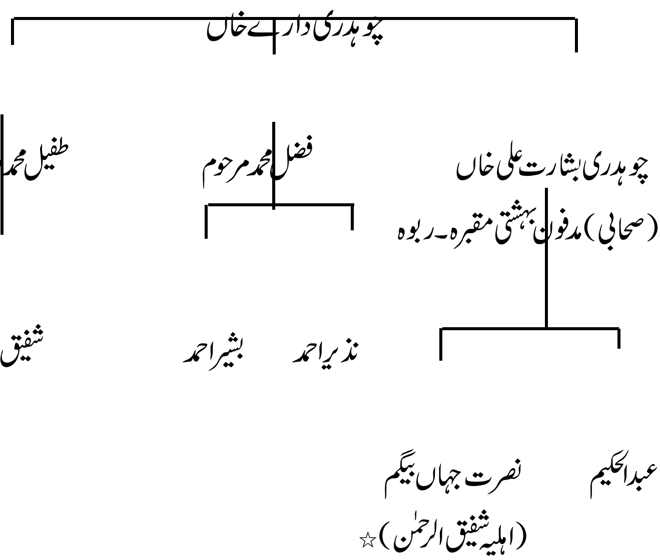

آپ کو بچپن سے نمازوں میں شغف تھا۔آپ بالالتزام تلاوت قرآن مجید کرتے ۔جھوٹ اور فریب سے سخت متنفر تھے۔اور اپنی طویل عمر میں کسی سے آپ کا جھگڑا نہیں ہوا۔ نہ کسی کو آپ کے خلاف کوئی شکایت پیدا ہوئی۔آپ خدمت سلسلہ کرتے او دوسروں میں بھی یہی جذبہ دیکھنا چاہتے ۔آپ اس امر کو ناپسند کرتے کہ کوئی شخص آمد سے کم چندہ ادا کرے یا وجاہت طلبی کے جذبہ سے کسی عہدہ کا طالب ہو۔اوراس بارہ میں اس کی مخالفت ضرور کرتے ۔آپ موصی تھے اور دفتر اول تحریک جدید کے مجاہدین میں سے تھے۔☆ آپ کا ذکر سلسلہ کے لٹریچر میں موجود ہے۔ ☆☆

ایک خاص خدمت بہ تائید خلافت ثانیہ :۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل تھا کہ آپ بھی خلافت ثانیہ کے مئویدین میں سے تھے۔ چنانچہ ۲۱ مارچ ۱۹۱۴ء کو ایک اشتہار صرف حضرت مولوی شیر علی صاحب اور حضرت نواب محمد ولی خانصاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف سے شائع کیا گیا کہ جو لوگ انتخاب خلافت سے ناخوش ہیں غلط بیانوں اور افتراؤں کے مرتکب ہورہے ہیں۔ایک افترا یہ ہے کہ حضور نے بیعت میں یہ شرائط بھی رکھی ہیں کہ فلاں فلاں کو منافق سمجھا جائے۔اور غیر احمدیوں کو کافر سمجھا جائے۔چنانچہ ان افتراؤں کی تردید کے لئے اس اشتہار میں شرائط بیعت درج کی گئیں۔

اس اشتہار کی پشت پر جماعت کے سرکاری عہدہ داروں ،معززین وتجار: صدر وسیکرٹری صاحبان، گریجویٹ اور ایڈیٹر صاحبان کی طرف سے الگ الگ فہرست دی گئی ہے ان قریباً ڈیڑھ صد احباب کی طرف

سے احباب کو بیعت خلافت ثانیہ کرنے کی تلقین کی گئی ہے ان میں سرکاری عہدہ داروں میں آپ کا نام ''چوہدری بشارت علی خاں صاحب سب پوسٹ ماسٹر کرتارپور'' درج ہے۔

☆ آپ کا چندہ معہ اہلیہ صاحبہ ودختر نوصد پچھتر روپے مرقوم ہے (پنجہزاری مجاہدین صفحہ ۳۰۰) آپ کی وصیت نمبر ....مورخہ ۸/۱۰/۴۸ ہے آپ کے تقویٰ وطہارت کی تصدیق فائل وصیت میں چک نمبر ۱۰۹ اگ ب کے جنرل سیکرٹری چوہدری عبدالغنی صاحبؓ (صحابی) اور امیر جماعت چوہدری مہر خاں صاحب (صحابی) کی طرف سے کی گئی ہے ۔

☆☆ مثلاً الحکم بابت ۳۱/۳/۰۵ میں چوہدری بشارت علی صاحب سب پوسٹماسٹر لوہارو ۲ ،مدرسہ گویا چندہ مدرسہ درج ہے (صفحہ ۱۲ ک ۴) امتحان تار میں کامیابی کیلئے اور ریواڑی سے تبادلہ کے لئے جہاں آپ سگنیلر تھے۔درخواست

دعا (البدر ۰۵/۳/۵ صفحہ ۷ وبدر ۰۸/۸/۲۰ صفحہ ۱۳) چندہ بدر کی رسید (بدر ۰۵/۱۲/۲۹ صفحہ ۵) آپ کا خریداری نمبر ۶۳۲ مرقوم ہے۔

حسن خاتمہ:۔ آپ کو بالعموم سچی خوابیں آتی تھیں جو بعینہ پوری ہوتی تھیں۔وفات سے چند یوم پیشتر آپ اپنی بیٹی کی ملاقات کے لئے سرگودھا گئے۔اہلیہ محترمہ کی وفات سے آپ کی صحت پر بہت برا اثر پڑ چکا تھا۔آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ کی اہلیہ صحن میں چار پائی پر لیٹی ہوئی ہیں۔اور آپ باہر سے صحن میں داخل ہو کر ان کے پاؤں کی طرف لیٹ گئے۔تیسرے روز ۲۱ نومبر ۱۹۶۰ء کو گیارہ بجے دن آپ نے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کردی۔چنانچہ آپ کو قطعہ صحابہ بہشتی مقبرہ میں ایسی جگہ دفن کیا گیا کہ جو جگہ اہلیہ محترمہ کے پاؤں کی طرف ہے اس طرح یہ خواب گویا ظاہراً حسن خاتمہ پر دلالت کرتی تھی۔کہ آپ اپنی اہلیہ صاحبہ کی جائے تدفین (بہشتی مقبرہ) میں دفن ہوں گے۔زیادہ وضاحت کے ساتھ ظاہری نشان کے ساتھ پوری ہوگئی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اَلْمُوْمِنُ یَریٰ وَیُریٰ لَہٗ (49) .اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہُ. آمین۔

میاں رمضان علی صاحبؓ ☆

ولادت وتعلیم:۔ محترم میاں رمضان علی صاحب ولد میاں حسین صاحب قوم راجپوت کی تاریخ ولادت محفوظ نہیں۔۱۹۰۸ء میں حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے وقت آپ کی عمر اندازاً اکتالیس سال تھی۔آپ ابھی آٹھویں جماعت میں تعلیم پا رہے تھے کہ آپ کے والد وفات پا گئے۔اس لئے باوجودیکہ آپ نے آٹھویں میں اعلیٰ نمبروں سے کامیابی حاصل کی اور حساب کے مضمون میں انعامی کتب بھی حاصل کیں۔لیکن آپ اپنی تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔اور دینی شغف میں لگ گئے اور فقراء کی صحبت اختیار کر لی اور لباس فقیری زیب تن کر کے تمام پنجاب۔سندھ اور سرحد و بلوچستان کا چکر لگایا۔اور بڑے بڑے مزاروں اور گدی نشینوں کے طور طریق کا بغور مطالعہ کیا۔

قرآن شریف سے لگاؤ ابتداء ہی سے تھا۔لکھو کے مدرسہ دینیہ میں بھی تعلیم حاصل کی۔آپ قرآن شریف بڑی خوش الحانی سے پڑھتے تھے اپنی قرأت کی وجہ سے وہاں مشہور تھے۔وہاں بعض مخالف علماء سے حضرت مسیح موعود

☆ یہ سوانح بوساطت اخویم مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور (اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ) کی توجہ سے میاں رمضان علی صاحب کے فرزند اخویم سعد اللہ خانصاحب ٹیچر تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ سے

حاصل ہوئے ہیں۔ واقعہ بیعت وزیارت اخویم انور صاحب نے ۲۴ نومبر ۱۹۳۳ء کو مرحوم سے قلمبند کیا تھا۔ اور اس وقت تصویر بھی اتاری تھی۔ مرحوم اس وقت ملازمت سے فارغ ہو کر جھنگ میں مقیم تھے۔

کا تذکرہ سنا اور تحقیقات میں مصروف رہے۔ اسی اثنا میں ان کے بہنوئی مولوی صالح محمد مرحوم نے جوان سے پہلے بیعت کر چکے تھے۔ اور سہارنپور کے اسٹیشن ماسٹر تھے آپ کو ریلوے میں ملازم کروادیا۔ آپ ۱۹۲۶ء میں اسٹیشن ماسٹری کے عہدہ سے ملازمت سے سبکدوش (ریٹائر) ہوئے۔

بیعت وزیارت:۔ آپ بیان کرتے تھے کہ:۔

''میں ۱۹۰۲ء میں لدھیانہ اسٹیشن پر تبدیل ہو کر آیا۔ حضرت مسیح موعودؑ پٹیالہ تشریف لے جارہے تھے۔ اور سیکنڈ کلاس میں تشریف رکھتے تھے۔ ریل کا ڈبہ ریزرو نہیں کرایا ہوا تھا۔ اس وقت ایک گھنٹہ تک وہ گاڑی لدھیانہ اسٹیشن پر کھڑی رہی۔ اس وقت گاڑی کے اوپر بیٹھ کر میں نے حضرت صاحب کی بیعت کی۔ بہت سے ہندو اور مسلمان اسٹیشن پر اکٹھے ہو گئے تا کہ آپ کی زیارت کر سکیں۔ اور پلیٹ فارم کھچا کھچ بھر گیا۔ وہاں مجھ سے کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ اور نہ ہی کسی شخص نے کوئی بات پوچھی۔ نہ ہی میں نے کوئی خاص بات دریافت کی۔☆

اہلی زندگی:۔ آپ نے تین شادیاں کیں۔ اہلیہ اول محترمہ فاطمہ صاحبہ مرحومہ (لاولد) اہلیہ دوم محترمہ فاطمہ صاحبہ (اولاد۔ سعد اللہ خاں ٹیچر ربوہ۔ عبدالحمید مرحوم) اور اہلیہ سوم محترمہ صالحہ بی بی صاحبہ۔ (اولاد۔ عطاء اللہ مرحوم۔ نعیم اللہ۔ عطا اللہ، اور ثناء اللہ مرحوم)

خدمات سلسلہ:۔ ۱۹۲۶ء میں ملازمت سے سبکدوش ہونے پر آپ نے قرآن شریف مکمل حفظ کیا۔ اور صحاح ستہ کا مطالعہ کیا اور رمضان شریف میں مسجد احمدیہ میں جہاں آپ امام الصلوٰۃ تھے قرآن کریم سناتے تھے۔ آپ کو مسائل دینیہ خصوصاً احادیث اور کتب سلسلہ اور ثنائی لٹریچر پر اتنا عبور حاصل تھا کہ کسی مخالف کو آپ کے سامنے اعتراض کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ آپ ہمیشہ تبلیغ میں مشغول رہتے تھے۔ ایک عالم کا بیٹا بیعت پر آمادہ ہوا لیکن والد کے مقاطعہ کی دھمکی سے خائف ہو کر رک گیا۔ وہ زمانہ بحث و مباحثہ کا تھا۔ چنانچہ آپ نہ صرف خود اس میں دلچسپی لیتے تھے بلکہ مرکز سے بھی علماء بلوا کر تقاریر کرواتے تھے۔ چنانچہ ایک زبردست مباحثہ میں مکرم شیخ مبارک احمد صاحب فاضل (حال رئیس التبلیغ مشرقی افریقہ) سے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے سخت

☆ ۱۹۰۲ء میں حضرت اقدسؑ کا کوئی سفر پٹیالہ کا نہیں ہوا۔غالباً دہلی کے سفر ۱۹۰۵ء میں لدھیانہ کے اسٹیشن پرانہوں نے بیعت کی ہوگی۔

زک اٹھائی ۔ایک اور موقع پر مکرم مولوی محمد سلیم صاحب فاضل (حال مقیم دہلی) سے مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے شکست کے خوف سے بحث کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

سیرت:۔ آپ پابند صوم صلوٰۃ ،شب بیدار،خاندان حضرت مسیح موعودؑ سے محبت کرنے والے،چندوں کو با قاعدہ ادا کرنے والے بزرگ تھے۔آپ کے نیک نمونہ سے ایک بیدار مغز شیعہ نے احمدیت قبول کی آپ نے اپنے بیٹے سعداللہ خاں صاحب کی شادی پر برادری کے مقاطعہ کی پرواہ نہ کی اور استقامت دکھائی۔

وفات:۔ آپ نے ۱۹۵۰ء میں وفات پائی ۔اور جھنگ شہر میں مدفون ہوئے۔غیر موصی تھے۔

مولوی غلام حیدر صاحبؓ

مولوی غلام رسول صاحب (پسر)

مولوی غلام حیدر صاحب:۔ محترم مولوی غلام حیدر صاحب ولد مولوی سخی محمد صاحب قوم قاضی سکنہ موضع مجوکہ تحصیل خوشاب ضلع سرگودھا کو پرانے رواج اور دستور کے مطابق مولوی سید نذیر حسین صاحب دہلوی کی شاگردی اور تلمذ میں دستار فضیلت باندھی گئی تھی۔مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے ہم درس تھے۔

قبول احمدیت:۔ جلسہ مذاہب لاہور کے بعد ۱۸۹۷ء میں حضرت اقدسؑ نے حضرت پیر غلام فرید صاحب چاچڑاں شریف والوں کو اپنی کتاب سراج منیر بھجوائی۔☆ اس موقع پر آپ پیر صاحب کے پاس بہاولپور میں تھے ان سے حضور کے دعویٰ کا علم ہوا بہاولپور سے سیدھے دارالامان پہنچے۔حضرت اقدسؑ سے برائے افہام وتفہیم گفتگو کی درخواست کی حضور نے ازراہ شفقت حضرت خلیفہ اولؓ کو ارشاد فرمایا۔اس طرح تین دن پوری تحقیق کے بعد گویا ۱۸۹۷ء میں بیعت کر کے گھر واپس لوٹے مگر کچھ عرصہ کے بعد بیمار ہو گئے۔اور ۱۹۰۶ء میں طویل علالت کے بعد بعمر تریسٹھ برس وفات پا گئے اور اپنے گاؤں کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔موصی نہیں تھے آپ کی تصویر نہیں کھچوائی گئی تھی۔

دیگر حالات:۔ چونکہ آپ پہلے اہل حدیث تھے۔اور فرقہ اہل حدیث کے اپنے گاؤں میں موسس تھے۔وہ سب جماعت جو پہلے اہل حدیث کی جماعت کہلاتی تھی۔فوراً ہی ان کے صدق واخلاص کی برکت سے احمدیت سے وابستہ ہو گئی۔ان کی شادی اپنے ہی خاندان میں محترمہ عائشہ بی بی سے ہوئی تھی۔آپ کی اولاد کے اسماء یہ ہیں (۱) مولوی غلام رسول صاحب مرحوم صحابی (جن کے حالات آگے درج ہیں) (۲) محمد اسحاق مرحوم۔ (۳) محمد رفیق مرحوم (۴) بخت بھری مرحومہ (۵) فاطمہ مرحومہ (۶) زینب مرحومہ۔

☆ جلسہ اعظم مذاہب دسمبر ۱۸۹۶ء میں منعقد ہوا۔ سراج منیر ۱۸۹۷ء کی تصنیف ہے جس میں حضرت پیر صاحب موصوف کے تین مکتوبات بھی درج ہیں۔

مولوی غلام رسول صاحب :۔ محترم مولوی غلام حیدر صاحبؓ کے صاحبزادہ مولوی غلام رسول صاحبؓ کی عمر حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے وقت تیس برس کے قریب تھی۔ ان کی تصویر نہیں کھچوائی گئی تھی۔ آپ نے پرانے درس نظامی کے نصاب کے مطابق فارسی کی تکمیل کی ہوئی تھی۔ صرف ونحو، تفسیر اور صحاح ستہ کی حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی اور مولانا عبدالجبار صاحب غزنوی کی شاگردی میں تکمیل کی تھی۔

قبول احمدیت و دیگر حالات :۔ فرماتے تھے کہ ۱۸۹۴ء میں جب سورج گرہن اور چاند گرہن ہوا۔ اس وقت میں لاہور میں مولوی حافظ عبدالمنان صاحب سے ترمذی شریف پڑھتا تھا۔ علماء کی پریشانی اور گھبراہٹ نے میرے دل پر اثر کیا۔ گو علماء لوگوں کو طفل تسلیاں دے رہے تھے۔ مگر دل میں سخت خائف تھے کہ اس سچے نشان کی وجہ سے لوگوں کا بڑی تیزی سے حضرت اقدس کی طرف رجوع ہوگا۔ ان دنوں حافظ محمد صاحب لکھوکے والے پتھری کا اپریشن کروانے کے لئے لاہور آئے ہوئے تھے۔ میں بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان سے جب عوام نے دریافت کیا کہ یہ نشان آپ نے اپنی کتاب ''احوال الآخرۃ'' میں واضح طور پر لکھا ہے۔ اور مدعی (حضرت مرزا صاحب) بھی موجود ہیں اور اس نشان کو اپنا مئوید قرار دے رہے ہیں۔ آپ اس بارہ میں کیا مسلک اختیار فرماتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں بیمار اور سخت کمزور ہوں صحت کی درستی کے بعد کچھ کہہ سکوں گا۔ البتہ اپنے لڑکے عبدالرحمٰن محی الدین کو حضرت مرزا صاحب کی مخالفت سے روکتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے راز عجیب ہوتے ہیں لیکن وہ زندہ نہ رہ سکے۔ اور جلد ہی راہی ملک عدم ہو گئے۔ ان باتوں سے گو میرا دل حضرت اقدس کی سچائی کے بارہ میں مطمئن ہو چکا تھا۔ لیکن علم حدیث کی تکمیل کی خاطر امرت سر چلا گیا۔ اور وہاں دو تین سال رہ کر دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کر کے میں دارالامان میں حاضر ہو کر حضرت اقدسؑ کی بیعت سے مشرف ہوا۔

۱۹۴۳ء تک تاوفات قریباً بعمر تہتر برس آپ جماعت کے سیکرٹری مال اور امام الصلوٰۃ رہے۔ اور آپ نے جماعت کی تربیت کی۔ آپ کی خدمات کے نتیجہ میں جماعت کی تعداد مع مرد و زن اور اطفال پانچ صد کے قریب پہنچ گئی تھی۔ آپ غیر موصی تھے۔ اپنے گاؤں کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

آپ کی شادی آپ کے چچا کے گھر محترمہ سردار بی بی سے ہوئی۔آپ کی وجہ سے یہ سارا کنبہ بھی احمدی ہوگیا۔ آپ کی اولاد کے نام یہ ہیں۔(۱) مولوی عبدالرحمٰن صاحب مولوی فاضل ۔(۲) عبدالمنان (۳) عائشہ بی بی (۴) فاطمہ بی بی۔

بیعت کے متعلق مولوی غلام رسول صاحب کا اپنا بیان یہ ہے:۔

''میں نے بیعت ۱۹۰۱ء میں بذریعہ خط کی ۔میں ان دنوں مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی کے درس میں پڑھا کرتا تھا۔میں ان سے چھپ کر حضرت صاحب کی زیارت کو قادیان گیا اور بیعت کی ۔اس وقت میری عمر بائیس سال کی تھی ۔میرے ساتھ ایک اور دلی کا طالب علم بھی تھا۔اس وقت باتیں تو حضور علیہ السلام سے بہت ہوئیں لیکن صرف یہ بات (یاد) رہی ہے کہ حضور نے فرمایا۔

''خدا رحمت کرے محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ پر۔اگر وہ میرا حلیہ مسیح ناصری کے حلیہ سے جدا بیان نہ کرتے تو مجھ کو محدثین کب مانتے تھے۔'' ☆

چوہدری نتھے خانصاحبؓ

محترم چوہدری نتھے خاں صاحبؓ ولد فضل دین قوم جٹ راجو سکنہ مگرا (تحصیل و ضلع سیالکوٹ) بعدہ متوطن چک نمبر ۹۸ شمالی ضلع سرگودھا کی تاریخ ولادت محفوظ نہیں ۔۱۹۰۸ء میں آپ کی عمر قریباً پچاس سال کی تھی ناخواندہ تھے۔موصی نہیں تھے۔۱۹۴۶ء میں وفات پائی اور چک ۹۸ شمالی میں ہی دفن ہوئے۔☆☆

☆ یہ روایت اخویم مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور نے ان سے ۲۶ ستمبر ۱۹۳۳ء کو بمقام مجوکہ قلمبند کی تھی۔ بقیہ حالات بھی اخویم موصوف کی معرفت اخویم مولوی عبدالرحمان صاحب فاضل پسر مولوی غلام رسول صاحب سے حاصل ہوئے ہیں جو بتاتے ہیں کہ میرے دادا میری ولادت سے قریباً تیرہ سال قبل وفات پا گئے تھے۔اور میں نے جو کچھ بیان کیا ہے، والد صاحب سے سنا تھا۔

مولوی عبدالرحمان صاحب مولوی غلام رسول صاحب کی بیعت ۱۸۹۸ء کی بتاتے ہیں جو سہو ہے۔کیونکہ مولوی غلام رسول صاحب نے روایات بالا میں اپنی بیعت ۱۹۰۱ء کی بتلائی ہے چونکہ ۱۹۰۱ء میں انکی عمر بائیس سال کے قریب تھی اس لئے ۱۹۴۳ء میں بوقت وفات چونسٹھ سال کے قریب ہوئی نہ کہ تہتر سال جو کہ ان کے فرزند مولوی عبدالرحمان

صاحب بتلاتے ہیں۔

☆☆ آپ کی پہلی اہلیہ حاکم بی بی سکنہ موضع بن باجوہ (تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ) کے بطن سے بقیہ اگلے صفحہ پر

بیعت وزیارت:۔آپ محترم چوہدری غلام حسین صاحب کے پڑوسی تھے۔اوران کی تبلیغ سے ہی اللہ تعالیٰ نے احمدیت میں شمولیت کا شرف بخشا۔آپ کا اپنا بیان درج ذیل ہے:۔☆سب پہلے ہمارے چک میں سے چوہدری غلام حسین صاحب نے بیعت کی تھی۔ان کی زبانی حضرت مرزا صاحب کی باتیں سنتا تھا اور مخالفت نہ کرتا تھا۔میرے لڑکے اللہ رکھا نے مجھ سے ایک ماہ پہلے بیعت کی۔میں نے اندازاً ۱۹۰۶ء میں بیعت کی۔آخر میں قادیان جانے کے ارادہ سے روانہ ہوا۔راستہ میں چوہدری حاکم علی صاحب پنیار ملے۔وہ بھلوال کے اسٹیشن سے قادیان اپنے لڑکے غلام مصطفیٰ کے نکاح کے لئے جارہے تھے ۔مل کر بڑی خوشی ہوئی۔☆☆میں نے قادیان پہنچ کر چھ دن قیام کیا۔اردگرد کے گاؤں کے لوگوں سے حضرت مرزا صاحب کے متعلق دریافت کیا۔لوگوں نے کہا یہ پاکھنڈ بنایا ہوا ہے لیکن مجھے کوئی پاکھنڈ نظر نہ آتا تھا۔بیعت کے بعد میں نے مولوی نورالدین صاحب کو دیکھا وہ صحن کے ایک طرف تھے میری محبت نے جوش مارا اوران سے ملنا چاہا لیکن انہوں نے اشارہ کیا۔حضور کی طرف کہ اس کے لئے وہی جگہ ہے۔میں وہ نہیں ہوں۔اس کے مستحق وہی ہیں۔

میں روز حضرت صاحب کے ساتھ مدرسہ ہائی سکول کی طرف سیر کو جاتا۔آخر ایک دن حضرت صاحب

بقیہ حاشیہ:۔ اللہ رکھا مرحوم اور غلام علی پیدا ہوئے۔دوسری اہلیہ محمد بی بی قوم مہاجر اور چوتھی اہلیہ حاکم بی بی قوم باجوہ سکنہ موضع قلعہ راجکور ضلع گوجرانوالہ تھیں ان دونوں سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔تیسری اہلیہ ریشم بی بی قوم کلو سکنہ موضع بہلولہ (ضلع سیالکوٹ) کے بطن سے اقبال بیگم پیدا ہوئیں۔

☆محترم چوہدری غلام حسین صاحب (والد استاذی المکرّم مولوی محمد یار صاحب عارف سابق مجاہد انگلستان حال مقیم سرگودہا) بفضلہٖ تعالیٰ زندہ ہیں۔آپ چک نمبر ۹۸ میں آباد ہیں۔

☆☆حضرت چوہدری حاکم علی صاحبؓ مدفون بہشتی مقبرہ قادیان (تاریخ وفات ۶/۱/۴۲) غلام مصطفیٰ ان کے فرزند زندہ ہیں۔حضرت چوہدری حاکم علی صاحب کے فرزند غلام مصطفیٰ کا نکاح حضرت مسیح موعودؑ کی موجودگی میں حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ نے پانصد روپیہ مہر پر محترم زینب بی بی صاحبہ دختر مکرم بابو غلام حسن صاحب سکنہ لوریوالہ (ضلع گوجرانوالہ) سے ۲۶ مارچ ۱۹۰۸ء کو پڑھا تھا۔(**50**) گویا چوہدری تھے خانصاحب کی بیعت اور آخر مارچ ۱۹۰۸ء کی

ہے۔اس سے ان کی روایت کی تصحیح ہو جاتی ہے۔اور قریب قریب آپ کی تاریخ بیعت کا تعین ہو جاتا ہے۔

نے نماز کے بعد اعلان کیا کہ جس جس نے بیعت کرنی ہو وہ کر لے۔ چنانچہ میں بھی تیار ہو گیا جس وقت میں حضرت صاحب سے مصافحہ کرنے لگا تو محبت نے اتنا جوش مارا کہ قریب تھا کہ حضرت صاحب کی ہتھیلی کو کاٹ کھاتا کہ حضرت صاحب نے میرے ماتھے کو ہاتھ سے پکڑا اور کہا کہ ایسا نہیں کیا کرتے۔کیونکہ میں نے دل میں حضور کے ہاتھ کو کاٹنے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔آخر میں نے بیعت کی۔اس وقت حضرت صاحب سفید ململ کی پگڑی باندھے ہوئے تھے جسے مایہ (یعنی کلف) لگی ہوئی تھی۔اور آپ کی داڑھی مہندی سے سرخ تھی۔حضرت صاحب کا قد درمیانہ رنگ گندم گوں تھا۔سیر کو میل ڈیڑھ میل تک جایا کرتے تھے۔اس وجہ سے کہ لوگوں کی توجہ اور چہرہ حضور کی طرف ہوتا تھا۔رستے کی کچھ خبر نہ ہوتی تھی۔اس لئے راستے میں لوگوں کے کپڑے جھاڑیوں وغیرہ سے پھٹ جاتے تھے۔

میں نے دیکھا کہ حضرت صاحب نماز میں سجدہ کرتے وقت ہاتھ جائے نماز پر گھسیٹتے ہوئے لے جاتے تھے جس سے دری کے شکن نکل جاتے تھے۔حضرت صاحب مولوی نورالدین صاحبؓ کے دائیں طرف کھڑے ہوا کرتے تھے۔'' ☆

سیرت :۔ آپ چندوں میں باقاعدہ تھے۔چندہ تعمیر مسجد لندن میں اور چندہ احمدیہ ہال سیالکوٹ اور چندہ خلافت جوبلی فنڈ میں بھی حصہ لیا تھا۔

☆ یہ روایت اخویم مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور نے ان سے ۱۹ جولائی ۱۹۳۳ء کو سن کر قلمبند کی تھی۔
اور آپ کی تصویر بھی خود اتاری تھی جو محفوظ ہے دیگر کوائف بھی اخویم موصوف ہی نے مہیا فرمائے ہیں۔ابھی یہ معلوم

نہیں ہو سکا کہ ان کے بڑے بیٹے نے بحالت ایمان حضرت مسیح موعود کی زیارت کی تھی یا نہیں۔

چوہدری اللہ بخش صاحبؓ

محترم چوہدری اللہ بخش صاحب ولد میراں بخش قوم وڑائچ ساکن موضع لکھن وال (ضلع گجرات) بعدہ متوطن چک ۹ شمالی پنیار متصل بھلوال (ضلع سرگودھا) کی تعلیم لوئر مڈل تک تھی۔ بطور پٹواری ملازم ہوئے۔ آپ کی شادی محترمہ حسین بی بی قوم ساہی سکنہ پٹیالہ ساہیاں (ضلع گجرات) سے ہوئی۔ اولاد کے نام فضل احمد، غلام احمد، غلام نبی مرحوم اور منظور بیگم ہیں۔

احمدیت کیونکر قبول کی وغیرہ کی روایت آپ نے یوں بیان کی:۔

میں نے ۱۹۰۳ء یا ۱۹۰۴ء میں بیعت کی۔ چوہدری حاکم علی صاحبؓ سفید پوش چک ۹ شمالی کی تبلیغ کے ذریعہ احمدی ہوا۔ جب کرم دین کا مقدمہ گورداسپور میں تھا تو میں ان دنوں قادیان گیا۔ اور پھر سیدھا گورداسپور آیا۔ مقدمہ سے فراغت کے بعد سوہل کے اسٹیشن پر اُتر کر فیض اللہ چک رات گذاری اور اگلے دن صبح قادیان آ گیا۔

حضرت صاحب کے پاس ایک آدمی ضلع سیالکوٹ سے آیا اور کہا کہ ہم پیر تھے۔ تعویذ دیا کرتے تھے۔ اس پر لوگوں کو اعتقاد تھا۔ اب کیا ارشاد ہے۔ حضور نے فرمایا۔ قرآن مجید کی کوئی آیت لکھ کر دیدیا کریں۔ پھر اس نے رہن کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ جو شخص زمین رہن رکھ کر خود کاشت کرے اس کے لئے جائز ہے کیونکہ پیداوار لینے کی حالت میں نفع ونقصان دونوں باتیں ہوسکتی ہیں۔ اس لئے جائز ہے۔ ☆

آپ نے پچھتر چھہتر سال کی عمر میں ۱۹۴۸ء یا ۱۹۴۹ء میں وفات پائی۔ اور چک ۹ شمالی میں دفن ہوئے ~~آپ نے نویں حصہ کی وصیت کی ہوئی تھی۔ آپ نصف مربع اراضی کی آمد اشاعت اسلام کے لئے دیتے تھے~~ اور دیگر چندوں میں بھی بہ شوق حصہ لیتے تھے۔ اور احمدیت کی تبلیغ کرتے تھے۔

☆ یہ روایت اخویم مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور نے ان سے ۲۹ اگست ۱۹۳۳ء کو سن کر قلمبند کی۔ اور اس وقت آپ

نے ان کی تصویر بھی اتاری جو محفوظ ہے ۔ ورنہ ان کے گھرانے میں بھی ان کی کوئی تصویر موجود نہیں ۔ دیگر کوائف بھی اخویم انوؔر صاحب نے حاصل کر کے مہیا فرمائے ہیں ۔ اس وقت انہوں نے اپنی عمر قریباً ساٹھ سال بتلائی تھی ۔

میاں کرم الدین صاحبؓ

محترم میاں کرم الدین صاحبؓ پسر حاجی جان محمد قوم کشمیری ساکن موضع پوہلہ مہاراں (ضلع سیالکوٹ) بعدہ متوطن چک نمبر ۳۳ جنوبی ملکے والا (ضلع سرگودھا) قرآن مجید سادہ جانتے تھے ۔ مزید تعلیم کچھ نہ تھی ۔ آپ کا ایک ہی لڑکا محمد جمیل تھا جو آپ کی زندگی میں ہی داغ مفارقت دے گیا تھا ۔

آپ بیان فرماتے تھے کہ :۔

غالباً ۱۹۰۴ء کا ذکر ہے جب حضرت مسیح موعودؑ لاہور آئے اور میاں معراج الدین صاحبؓ کے مکان پر اُترے ۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد دیکھا کہ ایک مولوی ٹانگے پر سوار ہو کر اس طرف آیا ۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کو گالیاں دینی شروع کیں ۔ بالآخر جب اس طرح گالیوں کو کارگر نہ دیکھا تو ٹانگے سے اتر کر سڑک پر جو ایک درخت تھا ۔ اس پر چڑھ گیا اور حضرت صاحب کو گالیاں دینی شروع کیں ۔

بعض احمدی احباب اس کی گالیوں کو سن کر جوش میں آنے لگے تو حضرت صاحبؓ نے فرمایا کہ جو کچھ یہ کرتا ہے اسے کرنے دو ۔ اور کوئی جواب نہ دو ۔ لوگ اس شخص کو خوب سراہتے کہ وہ ٹاہلی والا مولوی ہے جو مرزے کو گالیاں دیتا ہے ۔ ☆

آپ جلسہ سالانہ میں باقاعدہ شمولیت کرتے تھے ۔ چندے بھی دیتے تھے ۔ فتنہ ارتداد ملکانہ کے موقع پر اپنے خرچ پر کئی ماہ تک آپ اس علاقہ میں تبلیغ کرتے رہے ۔ جب بھی سلسلہ کی خاطر قربانی کا کوئی موقع پیش آتا اپنا کام کاج چھوڑ کر بخوشی وقت دیتے ۔ ہمیشہ تبلیغ میں مشغول رہتے تھے ۔ احمدیت کے خلاف بدزبانی برداشت نہیں کرتے تھے ۔ صوم وصلوٰۃ کے بڑے پابند تھے آپ پانچ فروری ۱۹۵۶ء کو فوت ہو کر بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہوئے ۔ آپ کی وصیت ۱/۸ کی تھی ۔ اور دفتر اول تحریک جدید کے مجاہدین میں سے تھے ۔ ☆☆ آپ نے ۹۳ سال کی عمر میں وفات پائی ۔

☆ یہ روایت اخویم مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور نے ان سے ۲۰ جون ۱۹۳۳ء کو سن کر قلمبند کی تھی ۔ دیگر کوائف بھی انور صاحب ہی نے مہیا فرمائے ہیں ۔

☆☆ پانچ ہزاری مجاہدین'' میں آپ کا نام چک ۳۳ ج سرگودھا میں بالفاظ ''بابا کرم دین صاحب'' ایک سوانتیس روپے کے قریب چندہ درج ہے۔

شیخ رحمت اللہ صاحب

دولت بی بی صاحبہؓ (ہمشیرہ)

عائشہ صاحبہؓ (اہلیہ)

شیخ جھنڈا صاحبؓ (والد) ☆

شیخ رحمت اللہ صاحب: ۔محترم شیخ رحمت اللہ صاحب پسر مکرم شیخ جھنڈا صاحب قوم شیخ موضع طغل والہ نزد قادیان تقریباً ۱۸۷۶ء میں پیدا ہوئے تاریخ ولادت محفوظ نہیں ۔☆☆ شیخ جھنڈا صاحبؓ نے والد ماجد حضرت مسیح موعودؑ سے چھ سال تک طب پڑھی ۔اس لئے انہیں نہایت قریب سے حضور کی قبل از دعویٰ زندگی کا مطالعہ کرنے کا موقع ملا تھا۔اور وہ حضور کی بے داغ سیرت اور بلند کرداری کے بہت مداح تھے۔سناتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت مرزا غلام مرتضٰی صاحبؒ نے مجھے حضرت مرزا صاحبؑ (مسیح موعود) کو بلا لانے کے لئے فرمایا۔میں آپ حضور کے دروازے پر پہنچا تو یوں آواز آئی گویا کوئی عورت دردِ زِہ کی وجہ سے کراہ رہی ہے سمجھا کہ شاید میں کمرہ بھول گیا۔لیکن دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہی کمرہ ان کا ہے۔ چنانچہ میں دستک دے کر انتظار کرنے لگا۔تھوڑی دیر میں آپ نماز ظہر سے فارغ ہو کر تشریف لائے۔اور مجھ سے مصافحہ کیا۔میرا پیغام سن کر فرمایا کہ میں آتا ہوں۔آپ آئے تو والد ماجد نے بتایا کہ کل مقدمہ کی پیشی ہے۔آپ عدالت میں یہ بیان دیں۔آپ

☆ یہ سارے سوانح خاکسار مولف کی بار بار کی تحریک پر اخویم حاجی شیخ عبداللطیف صاحب (قائد خدام الاحمدیہ و سیکرٹری امور عامہ لائلپور شہر) پسر مکرم شیخ رحمت اللہ صاحب نے ان سے دریافت کر کے مہیا کئے ہیں۔خاکسار نے بھی تقسیم ملک کے بعد پہلی بار شیخ صاحب محترم سے جولائی ۱۹۶۱ء میں بمقام لائلپور ملاقات کی اور ان سے دعا کرائی اور سوانح کے تعلق میں بعض امور دریافت کئے۔

☆☆ جنوری ۱۹۳۵ء میں صحابہ قادیان کی فہرست کی تیاری کے وقت آپ نے اپنی عمر پچپن سال بتائی تھی۔اور آپ

نے بتایا کہ بوقت بیعت (۱۹۰۲ء میں) آپ کی عمر بائیس برس تھی۔ یہ دونوں بیانات باہم مطابق ہیں۔

نے والد صاحب کیخدمت میں عرض کی کہ آپ مجھے لکھ دیں۔ میں عدالت میں پیش کر دونگا۔ والد ماجد نے کہا کہ لکھنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ یہ باتیں زبانی بیان کر دیں۔ لیکن حضور نے جواب دیا کہ میں اپنی زبان سے بیان نہیں کر سکتا۔ کیونکہ مجھے اس بیان کی صحت کے متعلق یقین نہیں۔ البتہ آپ کا بیان آپ کی طرف سے عدالت میں پیش کر دوں گا شیخ صاحب حضور کی صاف گوئی، صداقت پسندی اور گریہ وزاری سے بہت متاثر ہوئے۔

بیعت: ۔مکرم شیخ رحمت اللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ:۔

والد صاحب سے اس خاندان کے حالات سن کر میں حضرت مسیح موعود کی عظمت سے متاثر تھا۔ میں پھیری کر کے بزازی کا کاروبار کرتا تھا۔ اس لئے حضور کے دعویٰ کی طرف کوئی توجہ نہ ہوئی۔ ایک دن محمد چراغ صاحبؓ مصنف سیف حق اور امام الدین صاحبؓ☆ ساکن قلعہ ہمارے گاؤں میں آئے۔☆☆ محمد چراغ صاحب کی سہ حرفی کا مجھے صرف ایک شعر یاد ہے ؎

الف۔ اُٹھ جیا چل قادیاں نوں جتھے مہدی مسیح نزول کیتا
راسخ علم والے جیہڑے لوک آہے حلیہ ویکھ کے اونہاں قبول کیتا

یہ موسم گرما تھا میں نماز تہجد کے لئے اٹھا تو دیکھا کہ چار پانچ گھروں کے فاصلہ پر چھت پر دو اشخاص عبادت میں مصروف ہیں اور جب میں نے نماز تہجد ختم کر لی تو پھر بھی ان دونوں کو میں نے مصروف عبادت دیکھا تو خیال آیا کہ یہ جو فرشتہ سیرت لوگ ہمارے گاؤں میں آئے ہیں ان سے ملاقات کرنی چاہئے۔ چنانچہ ان سے ملاقات کی تو ان کی پاکیزہ دلی ان کے چہروں سے ہی نظر آتی تھی اور دریافت کرنے پر انہوں نے بتایا کہ ہم احمدی ہیں اور ہم نے یہاں ٹھیکہ پر کام لیا ہے۔ اور چھ ماہ تک اسی گاؤں میں ہمارا قیام ہوگا۔

☆ امام الدین صاحب بھی موضع قلعہ میں خلافت اولیٰ کے زمانہ میں فوت ہوئے۔

☆☆ استفسار پر آپ نے بتایا کہ محمد چراغ صاحبؓ کی بیعت غالباً ۱۹۰۰ء کی ہے۔ آپ واقعی محمد کے چراغ تھے تہجد گزار، متقی اور نیک سیرت۔ آپ ۱۹۰۶ء میں الٰہ بخش صاحب ٹوپی فروش امرت سر کی دکان پر فوت ہوئے اور امرت سر میں دفن

ہوئے ۔حضرت مسیح موعودؑ نے آپ کا جنازہ غائب پڑھایا تھا۔ان کے لڑکے عبدالواحد صاحب اوورسیئر جہلم میں قیام رکھتے ہیں جن کی شادی امتہ اللہ صاحبہ دختر مستری دین محمد صاحب قادیانی مرحوم سے ہوئی تھی۔

اورانہوں نے بتایا کہ احمدیت اور حضور علیہ السلام کا دعویٰ کیا ہے۔

حضور علیہ السلام کا دعویٰ میرے لئے باعث تعجب تھا۔کیونکہ میں حیات مسیحؑ کا قائل تھا۔میں نے حیات مسیحؑ کے متعلق کچھ آیات پیش کیں جو انہوں نے فوراً حل کر دیں۔اور میں ان کے دلائل سے اسی وقت وفات مسیح کا قائل ہوگیا۔ان کا اندازِ گفتگو اس قدر حلیمانہ اور پرخلوص تھا کہ ان کی ایک ایک بات میرے دل میں اُترتی چلی گئی۔میرے دریافت کرنے پر کہ وہ قادیان کب جائیں گے انہوں نے بتایا کہ وہ کل جمعہ وہیں پڑھیں گے۔تو میں نے کہا کہ مجھے بھی کل ساتھ لے چلیں۔چنانچہ ہم تینوں قادیان پہنچے اور مسجد مبارک میں گئے۔مئوذن نے اس قدر خوش الحانی سے اذان دی کہ گویا ایک وجد کا عالم طاری ہوگیا۔حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے خطبہ دیا جو پرسوز تھا۔جس کا نماز میں بھی اثر قائم رہا۔حضور کوئی ڈیڑھ بجے مسجد میں تشریف لائے۔۔یوں محسوس ہوتا تھا کہ گویا آپ غسل خانہ سے نکل کر آئے ہیں۔حضور کا انوار سے منوّر چہرہ دیکھ کر حضور کی محبت میرے دل میں گھر کر گئی۔ایک دوست نے بعد جمعہ عرض کیا۔ایک شخص بیعت کے لئے حاضر ہے۔فرمایا۔عصر کے بعد۔چنانچہ عصر کے بعد جب حضور نے اپنے دست مبارک میں میرا ہاتھ لے کر الفاظ بیعت پڑھوائے تو اس کلمہ شہادت کے پڑھنے سے عجیب کیفیت پیدا ہوئی اور یوں محسوس ہوا گویا پہلی بار یہ کلمہ صحیح معنوں میں پڑھ رہا ہوں۔اور استغفار کے الفاظ حضور کے دل سے نکلتے محسوس ہوتے تھے۔۔اوراس وقت بے اختیار میری چیخ نکل گئی۔بیعت کے وقت کا سروراور حلاوت اس وقت تک دل کی گہرائیوں میں موجود ہے بعد بیعت میں نے ایک روپیہ نذرانہ پیش کر کے دعا کے لئے عرض کیا۔حضور نے نہایت شفقت اور پیار سے فرمایا۔آپ کے لئے دعا ضرور کی جائے گی۔غالباً ۱۹۰۲ء کی یہ بات ہے۔

حضور کی شفقت کے اثر سے میں آٹھ دن قادیان میں ٹھہرا۔اس وقت میری عمر بائیس سال کی تھی۔اور ابھی بیس دن پہلے میری شادی ہوئی تھی۔اور میں بزازی کی پھیری کا کام چھوڑ کر کریانہ کی دکان شروع کرنے والا تھا۔اور کریانہ کا سامان دکان میں رکھ چکا تھا۔اور دکان ابھی شروع نہیں کی تھی۔اور گھر میں میرا انتظار تھا۔والد صاحب نے چراغ محمد صاحب اور امام الدین صاحب سے دریافت کیا کہ ہمارا بچہ آپ کہاں چھوڑ آئے ہیں۔انہوں نے بتایا کہ آپ کے بچے پر بیعت کا ایک عجیب اثر ہوا ہے۔اور وہ قادیان ہی میں ہیں۔

قادیان کے لئے بیقراری اور بالآخر ہجرت کرآنا:۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ آٹھ دن کے بعد قادیان سے واپس آیا گھر والے میری گریہ وزاری اور قادیان کی محبت کو دیکھ کر حیران ہوتے تھے۔ والد صاحب چونکہ حضور کی پاکیزہ سیرت کے عینی شاہد تھے۔ اور انہوں نے خود مجھے برضا ورغبت بھیجا تھا۔اس لئے انہوں نے مخالفت نہ کی۔ میں ہر جمعہ قادیان میں پڑھتا اور قادیان آنے کے لئے کوئی نہ کوئی بہانہ تلاش کرتا۔صبح دکان پر بھائی کو بٹھا کر قادیان آجاتا جو کہ صرف تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ اور شام کو نماز مغرب ادا کر کے گھر پہنچتا۔اور کبھی پانچ پانچ چھ چھ دن قادیان ہی میں قیام رکھتا۔

باوجود اس کے دل کو چین نہ آتا اور آپ کے دل میں یہ خیال سمایا ہوا تھا کہ دیارِ محبوب میں دھونی رما کر بیٹھ جائیں۔کاروبار اچھا تھا۔ اس لئے گھر والے آپ کو قادیان بھیجنے کے حق میں نہ تھے۔ اس طرح ایک دو سال گذر گئے۔اس کے بعد آپ نے حضور سے قادیان کی سکونت اختیار کرنے کی اجازت لینے کے لئے عرض کیا۔فرمایا کہ مولوی صاحب یعنی حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ سے مشورہ کرلیں۔ یہ الفاظ تین دفعہ دہرائے۔حضرت مولوی صاحب نے آپ کی درخواست کو قبول فرمایا۔اب والد صاحب کو رضامند کرنے کا مرحلہ باقی تھا۔ وہ چونکہ حضرت مولوی صاحب کے پاس طبی امور میں مشورہ کیلئے اکثر آتے تھے۔اس لئے آپ نے ایک روز والد صاحب سے فرمایا کہ آپ رحمت اللہ کو قادیان آنے کی اجازت دے دیں۔ جسے والد صاحب نے بلاتامل مان لیا۔حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ میاں تمہیں مبارک ہو۔تمہارے والد صاحب کو میں نے راضی کرلیا ہے۔

۰۶۔۱۹۰۵ء میں آپ نے مسجد مبارک کے ساتھ والی دو دکانیں کرایہ پر لے لیں اور حضور کی خدمت میں عریضہ بھیج کر دریافت کیا کہ میں کون سا کاروبار شروع کروں۔☆ حضور نے جواب تحریر فرمایا کہ:۔

"دنیا کے کام آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں جو کام بھی آپ شروع کریں گے۔

میں اس کے لئے دعا کروں گا۔اور اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈالے گا۔"

☆ تعیین بیعت اور ہجرت ذیل امور سے ہوسکتی ہے:۔

(۱) شادی کے کتنے عرصہ بعد پہلا بچہ ہوا۔(کیونکہ پہلا بچہ ۱۹۰۵ء میں طغل والہ میں ہونا آپ بیان کرتے ہیں اور بیعت شادی کے بیس بائیس دن بعد آپ نے کی تھی)(جواب۔ پہلا بچہ شادی کے دوسال بعد پیدا ہو تھا۔)

(۲) بچی قادیان میں پہلے بچہ کے کتنے ماہ بعد پیدا ہوئی۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

چنانچہ آپ نے پنساری کی دکان کھول لی اور اس کے بعد اور بھی مختلف کام کئے۔ مثلاً کوئلہ اور چونا بھی فروخت

بقیہ حاشیہ :۔ (کیونکہ ۱۹۰۶ء میں بچی قادیان میں ہجرت کرآنے کے بعد آپ بیان کرتے ہیں) جواب دو سال بعد

(۳) بوقت بیعت حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ ابھی زندہ تھے؛۔ (آپ کی وفات ۱۱ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو ہوئی)

(۴) بلکہ اس سے بھی قبل کے دو واقعات آپ بتاتے ہیں جن سے بیعت کی ایک حد تک تعین ہو جاتی ہے ایک تو یہ کہ آپ سفر جہلم کے موقع پر حضرت مسیح موعود کے ساتھ جہلم گئے تھے۔ (یہ سفر قادیان سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۳ء کو شروع ہوا اور ۱۹ جنوری کو حضور مراجعت فرمائے قادیان ہوئے)

اس سفر والے عرصہ کی مزید توثیق و تائید مکرم شیخ صاحب کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت سید عبداللطیف صاحب شہید جب قادیان سے الوداع ہونے لگے اور وہ بے ختیار حضرت مسیح موعودؑ کے پاؤں پر گر گئے۔ یہ واقعہ میرے سامنے کا ہے۔ حضرت شہید صاحب سفر جہلم میں حضور کے ہمراہ تھے۔ اور غالباً اکتوبر ۱۹۰۲ء میں قادیان آئے تھے۔ اور چند ماہ قیام کر کے ۱۹۰۳ء میں وطن کے لئے واپس ہوئے تھے۔

امور متذکرہ بالا سے ثابت ہوا کہ کم از کم دسمبر ۱۹۰۲ء یا آغاز جنوری ۱۹۰۳ء میں مکرم شیخ صاحب کی بیعت ہوئی ہوگی۔ کیونکہ بیعت کے بعد آٹھ دن آپ قادیان میں بھی رہے تھے۔ آپ کا بیان یہی ہے کہ غالباً ۱۹۰۲ء میں بیعت کی تھی اس معاملہ میں مجھے بہت غور کرنا پڑا۔ اس لئے کہ شیخ صاحب بہت ضعیف ہو چکے ہیں اور فالج کے شدید حملہ میں مبتلا ہو کر قریب میں ایک حد تک صحت یاب ہوئے ہیں گو چل پھر سکتے ہیں مبادا کسی سہو و نسیان کا ان کی اس بات پر اثر نہ ہو۔ لیکن الحمد للہ کہ پچیس سال قبل کا ان کا بیان مجھے مل گیا ہے جس سے مزید تائید ہوتی ہے جنوری ۱۹۳۵ء میں صحابہ قادیان کی فہرست عید کی خاطر تیار کی گئی تھی۔ اس میں آپ کی بیعت و زیارت کا سال ۱۹۰۲ء ہی مرقوم ہے جو لازماً آپ سے دریافت کر کے ہی لکھا گیا ہوگا۔

مکرم میاں اللہ بخش صاحب (ولد محکم دین سکنہ ہرچووال) درویش قادیان جنوری ۱۹۳۵ء والی فہرست کی تیاری کے موقع پر قادیان میں مہمان کے طور پر آئے ہوئے تھے۔ ناظر ضیافت حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ نے مہمانوں میں سے صحابہ کی بھی فہرست تیار کی۔ اس میں میاں اللہ بخش صاحب نے اپنی بیعت ۱۹۰۵ء لکھوائی ہے اور ۱۹۴۲ء میں (جبکہ آپ ناصر آباد قادیان میں مقیم تھے) وصیت کرتے ہوئے اپنی بیعت ۱۹۰۳ء لکھوائی ہے میاں اللہ بخش صاحب و شیخ رحمت اللہ صاحب ہر دو نے ایک دوسرے سے پہلے بیعت کرنے کا ذکر کیا ہے لیکن تفصیل متذکرہ بالا سے یہ ظاہر ہے کہ شیخ رحمت اللہ صاحب کا اپنا بیان ثابت ہو جاتا ہے۔ اور میاں اللہ بخش صاحب چونکہ ان پڑھ ہیں اس لئے ان کے اپنے

بیانات میں تضاد ہے اس لئے تقدم کے متعلق محض ان کے بیان پر انحصار نہیں جب تک دیگر قرائن مرجحہ بھی نہ ہوں۔

کرتے تھے۔حضور کی دعاؤں کی برکت سے کبھی کوئی نقصان نہیں اٹھایا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہی برکت دی:۔

آپ بیان کرتے ہیں کہ اس طرح مجھے حضرت اقدس کی صحبت بابرکت میں رہنے اور نشانات دیکھنے کا موقع ملا۔اور کئی دفعہ میں پکار اٹھتا کہ لوگو! دیکھو زبان انسان کی ہے لیکن بولتا خدا ہے۔ایک دفعہ کسی نے حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ سے شکایت کے رنگ میں کہا کہ مسجد کے قریب دکان نہیں ہونی چاہئے۔حضرت مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ سے ذکر کیا تو فرمایا۔آپ جانتے ہیں یہ کون لوگ ہیں یہ اصحاب الصُّفّہ ہیں یہ سن کر خوشی کے مارے میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ ☆

حضرت خلیفہ اوّلؓ کا گھوڑے سے گرنا: ۔مکرم شیخ صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دوست نے سرخ رنگ کی ایک گھوڑی حضرت خلیفہ اولؓ کو تحفہ کے طور پر دی تھی۔آپ اس پر سوار ہو کر اس گلی میں سے آرہے تھے جو مہرالدین آتشباز کے مکان کے قریب ہے گھوڑی بہت بدکنے والی تھی۔چنانچہ وہ بدک گئی اور حضرت خلیفہ اولؓ کا پاؤں رکاب میں لٹک گیا۔اور حضور ایک طرف کو لٹک گئے۔میں نے دیکھا تو فوراً بھاگ کر لگام پکڑ لی۔میں جوان تھا میں نے گھوڑی کو چھوڑا نہیں وہ مجھے دھکیل کر آٹھ دس قدم تک لے گئی۔اتنے میں آپ کا پاؤں رکاب سے نکل گیا۔اور آپ ایک کھنگر پر گرے جس کی وجہ سے آپ کی کنپٹی پر چوٹ آئی جو بعد میں ناسور بن گئی۔اور یہ ناسور آپ کی وفات تک باقی رہا۔حضور گرنے سے بیہوش ہو گئے۔میں نے آپ کو اٹھایا اور چونکہ یہ واقعہ میرے مکان کے سامنے پیش آیا تھا۔اس لئے اپنی اہلیہ کو آواز دی۔وہ چارپائی اور کپڑا لے آئیں اور آپ چارپائی پر لیٹ گئے حضور کے سر میں پانی ڈالا مگر خون بند نہ ہوا۔میں نے اپنی پگڑی سے خون صاف کیا جو نصف کے قریب خون آلود ہو گئی۔تھوڑی دیر کے بعد ہوش آئی تو فرمایا کہ خدا کے مامور کی بات پوری ہو گئی۔

☆ خاکسار کے استفسار پر آپ نے بتایا کہ ان دو کانات کے مالک مرزا نظام الدین صاحب تھے اور فی دکان ڈیڑھ روپیہ ماہوار کرایہ تھا۔نیز سب سے پہلی دکان کریانہ کی جو کسی احمدی نے کھولی وہ میری تھی۔کچھ سامان میں لنگر خانہ کے پاس فروخت کر دیتا تھا۔اور کچھ حضرت مسیح موعودؑ کے پاس اور اسی سے میرا گذارہ ہو جاتا تھا۔

خاکسار مولف نے توثیق کی خاطر کہ شیخ صاحب کی کریانہ کی اولین دکان تھی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب دام عزہ کی خدمت میں تحریر کیا۔آپ فرماتے ہیں کہ یہ درست ہے کہ شیخ رحمت اللہ صاحب حال لائلپور قادیان میں

سالہا سال سے کام کرتے تھے۔ مگر مجھے تفصیل یاد نہیں۔''

اور میرے دریافت کرنے پر کہ کونسی؟ فرمایا کیا آپ نے اخبار میں نہیں پڑھا کہ حضور نے میرے گھوڑے سے گرنے کی خواب دیکھی تھی۔ (51)☆

میری اہلیہ نے عرض کی کہ حضور دودھ لاؤں ۔فرمایا۔نہیں ۔میں دودھ کا عادی نہیں اس سے مجھے اسہال کی شکایت ہوجاتی ہے ۔پھر حضور کو چارپائی پر ہی اُٹھا کر آپ کے مکان پر حکیم غلام محمد صاحب امرت سری آپ کے شاگرد اور غلام محی الدین صاحب جو بچوں کے خادم تھے وغیرہ اٹھا کر لے گئے ۔میں بھی ساتھ تھا لیکن چارپائی اٹھانے کا مجھے موقع نہیں ملا۔

تیسرے روز حکیم غلام محمد صاحب موصوف آئے اور کہا کہ حضرت خلیفہ اولؓ خون آلود پگڑی منگواتے ہیں میں ان کے ساتھ حاضر ہوا تو فرمایا وہ پگڑی ہمیں دے دو ۔میرے توقف پر حضور میرا مطلب سمجھ گئے اور فرمایا۔اچھا اسے دھلالو ۔اور استعمال کرو ۔لیکن ٹکڑے کر کے لوگوں میں تقسیم نہ کرنا اور مجھے ایک نئی پگڑی بھی عنایت کی ۔احباب پگڑی دیکھنے آتے اور ان کی خواہش ہوتی کہ پگڑی انہیں مل جائے ۔ لیکن میں نے حسب ارشاد اسے دھلالیا اور دونوں پگڑیاں استعمال کرلیں۔ ☆

☆ محترم سید عبدالرحمٰن صاحب خلف حضرت سید عزیز الرحمٰن صاحبؓ جنوری ۱۹۵۲ء میں قادیان تشریف لائے ہوئے تھے۔انہوں نے حضرت خلیفہ اولؓ کے گرنے کی جگہ موقع پر لیجا کر دکھائی تھی۔ان کا بیان تھا کہ اس حادثہ کا میری طبیعت پر گہرا اثر ہوا۔اور اب تک اس کا نقشہ مجھے پوری طرح یاد ہے اور آپ نے ذیل کا تحریری بیان دیا۔

''حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ جب تنگ گلی میں سے گذر کر شیخ رحمت اللہ صاحب کوئلہ فروش کے مکان کے سامنے دروازہ کی جانب جنوب قریباً دس فٹ کے فاصلہ پرنالے کے نیچے وہاں ایک بڑا کھنگر پڑا تھا جس سے گھوڑی نے ٹھوکر کھائی اور حضور زمین پر آرہے اور اسی کھنگر سے حضور زخمی ہوگئے باہر سے کسی کی آواز آپ کے گرنے کے متعلق سن کر فوراً شیخ صاحب کی اہلیہ محترمہ گھر سے باہر نکل آئیں میر حسین صاحب بریلوی میرے پھوپھا کی گلی کے سرے پر آتشباز مہر دین کے مکان کے ملحق رہتے تھے۔والدہ صاحبہ اور میں وہاں آئے ہوئے تھے اہلیہ محترم شیخ صاحب وہاں بھی بتانے آئیں۔گھر میں مرد صرف میں ہی تھا۔میں فوراً حضور کے پاس گھر پہنچا تو حضور زمین پر گرے پڑے تھے اور اُٹھنے کی کوشش کر رہے تھے ۔اتنے میں شیخ صاحب چارپائی لے کر آگئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو مجھ سے پہلے علم ہو چکا تھا۔اب چارپائی پر

ڈال کر وہاں احباب لے گئے۔ اب اس وقت کافی لوگ وہاں جمع ہو چکے تھے۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

خلافت ثانیہ سے وابستگی:۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ میں حلفاً سناتا ہوں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں رو رہا ہوں اور حضرت خلیفہ اول کے پاس بیٹھا ہوں اور ان سے کہتا ہوں کہ حضور تو جا رہے ہیں تو ہمیں کس کے سپرد کر کے جا رہے ہیں۔ مسجد مبارک میں گویا ظہر کے وقت نمازی جمع ہیں اور بہت سے ابھی بھی آ رہے ہیں۔ اتنے میں حضرت صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب تشریف لے آئے۔ حضرت خلیفہ اول نے فرمایا کہ میاں اس محراب میں کھڑے ہو جاؤ۔'' جب حضرت میاں صاحب کھڑے ہو گئے تو آپ نے اپنا ایک ہاتھ میرے سر پر رکھ کر اور ایک ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر منہ ادھر گھما کر فرمایا کہ یہ ہے جس کے سپرد کر کے چلا ہوں۔ میرے بعد یہ تمہارا خلیفہ ہوگا۔ اور آپ نے یہ الفاظ دو دفعہ دہرائے۔

اگلے روز خواب میں دیکھا کہ ایک سڑک پر دو منہ والے سولہ سانپ کھڑے پھنکارتے ہیں۔ منظر نہایت ہیبت ناک ہے لوگ خوف کے مارے کھڑے ہیں۔ اور راستہ صاف ہونے کے منتظر ہیں میں بھی سڑک پار کرنا چاہتا ہوں مگر سانپوں کی وجہ سے نہیں کر سکتا۔ اتنے میں ایک شخص آیا میرے پوچھنے پر بتایا کہ میں فرشتہ ہوں میرا نام رحمت علی ہے اور میں تمہارے لئے ایک حربہ لایا ہوں۔ اس نے گھاس کھودنے والا رنمبہ مجھے دیا اور اس کے چلانے کا طریقہ مجھے بتا کر کہا کہ اسطرح چلاؤ کہ یہ سانپ کٹ جائیں۔ چنانچہ میں نے اس تیزی سے چلایا کہ ان کے نچلے منہ کٹ گئے اور وہ کھنڈرات میں گر گئے اور میں نے زور زور سے پکارا کہ لوگو! آ جاؤ کہ راستہ صاف ہے۔ اور لوگ گزرنے لگے۔

اگلے روز حضرت خلیفہ اول انتقال فرما گئے۔ اور ہفتہ کے روز مسجد نور کے قریب بڑ کے درخت کے نیچے

بقیہ حاشیہ :۔

خاکسار کے استفسار پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب دام عزہ نے رقم فرمایا:۔

''اس زمانہ میں اس گلی میں اور اس کے قریب کھنگر پڑے ہوئے تھے۔''

اور حضرت عرفانی صاحب نے تحریر فرمایا:۔

''حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ وہ گلی جو اسکول کو جاتی یا اسکول سے الحکم سٹریٹ میں آتی ہے اس گلی سے آئے تھے اور شیخ رحمت اللہ کے گھر کے قریب گرے تھے۔''(52) حضرت عرفانی صاحبؓ نے اس کتاب کا سارا مسودہ از راہ کرم ملاحظہ فرمایا تھا صفحہ ۳۲۶ پر نقشہ بھی دیا گیا ہے۔ مکرم شیخ رحمت اللہ صاحب کے بیان سے مکرم سید عبدالرحمٰن

صاحب کے بیان کی تکمیل وتصحیح بھی ہوجاتی ہے۔ یہ حادثہ ۱۸نومبر ۱۹۱۰ءکووقوع میں آیا(53)

مولوی محمد علی صاحب کے ساتھی جمع ہو گئے جولوگوں میں ٹریکٹ تقسیم کرتے تھے۔ مسجد میں سید محمد احسن صاحب امروہی کھڑے ہوئے اور آپ نے حضرت میاں محمود احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق کہا کہ حضور خلافت کے لائق ہیں۔ اس وقت مجھے یکدم جوش آیا۔ اور میں نے زور سے کہا کہ حضور اسی وقت بیعت ہونی چاہئے۔ میرے منہ سے ان الفاظ کا نکلنا تھا کہ حاضرین نے میری آواز میں آواز ملا دی۔ اور ہر طرف سے یہی آواز آنے لگی اس وقت مولوی محمد علی صاحب اور مولوی صدرالدین صاحب نے کہا کہ ٹھہر و! ٹھہرو! ابھی بیعت میں جلدی نہ کرو۔ میں نے جوش میں کہا کہ نہیں ٹھہریں گے۔ اس پر سید احمد نور صاحب کابلی کو بھی جوش آ گیا۔ اور انہوں نے مولوی غلام رسول صاحب پٹھان کو کہا کہ انہیں باہر نکال دو۔ یہ لوگ جن کی تعداد سولہ تھی وہاں سے بھاگ گئے۔ میں نے اپنی پگڑی اور سید احمد نور صاحب کی لنگی کو باندھ کر حضور کی طرف پھینکا۔ حضور نے پگڑی کا سرا اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا اور بیعت لی۔

خلافت ثانیہ کی ابتداء میں میں نے ایک خواب دیکھا کہ میرے ہاتھ میں ''حقیقة الوحی'' کتاب ہے حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ گلی میں سے گذر رہے ہیں اور پوچھنے پر کہ کہاں جارہے ہیں۔ فرمایا کہ آپ نے نہیں سنا کہ یہاں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار لگا ہے۔ میں بھی مفتی صاحبؓ کے ساتھ روانہ ہوا اور وہاں پہنچ کر دیکھتا ہوں کہ ایک پرجلال تخت ہے اور بوجہ کثرت انوار الٰہیہ نگاہیں چکا چوند ہورہی ہیں۔ اور حضور قبلہ رو تشریف رکھتے ہیں اور میں نے مصافحہ کیا پھر دیکھا کہ حضرت مسیح موعودؑ اسی تخت پر تشریف رکھتے ہیں۔ تیسری دفعہ دیکھا کہ حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ تشریف فرما ہیں۔ میں بہت حیران ہوا تو زوردار آواز آئی۔ کیا تم دو سمجھتے تھے۔ یہ ایک ہی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس زور کی آواز تھی کہ ظاہر میں ایسی زور کی آواز پانچ چھ گھروں کے فاصلہ تک سنی جاتی۔ (گویا شیخ صاحب مکرم کو حضرت مسیح موعودؑ کے آنحضرت ﷺ کی محبت وعشق میں فنا ہونے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے حضرت مسیح موعود کے محبت وعشق میں فنا ہو کر مثیل ہونے کے متعلق رؤیا دکھائی گئی۔ (مؤلف)

خدمت سلسلہ:۔ آپ نے منارۃ المسیح کی تعمیر کے لئے پچاس روپے کا سیمنٹ اور چونا اور چالیس روپے نقد دیئے تھے۔ ارتداد ملکانہ کے موقع پر اپنی طرف سے اپنے ایک عزیز کو وہاں تبلیغ کے لئے بھجوایا تھا۔ اور ڈیڑھ صد

روپیہ خرچ برداشت کیا تھا۔آپ نے وقف جائیداد کی تحریک میں اپنی جائیداد بھی وقف کی تھی۔تحریک جدید کے دفتر اول کے مالی جہاد میں آپ شامل ہیں۔(54)

نوٹ:۔آپ کی روایات کتاب ہذا کے آخر میں درج ہیں۔

بیعت دولت بی بی صاحبہ:۔ مکرم شیخ رحمت اللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ میری ہمشیرہ محترمہ دولت بی بی صاحبہ نے میری بیعت سے تین ماہ قبل بیعت کر لی تھی۔ان کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔اور عمر بھی کافی ہوگئی تھی۔وہ حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوکر عرض کرتی رہتی تھیں کہ حضور دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھے ایک ہی بچہ دے دے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضور کی دعا کی برکت سے باوجود شدید مایوسی کی حالت کے ایک بچہ عنایت کیا۔یعنی شیخ فضل احمد صاحب بزاز حال مقیم لائل پور جو صاحب اولاد ہیں۔☆ حضرت مسیح موعودؑ نے ان کو گود میں اٹھایا اور دعا بھی فرمائی۔موصوفہ نے ۱۹۰۹ء میں وفات پائی۔حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ نے ازراہ کرم جنازہ پڑھایا اور موصوفہ کو قبرستان عیدگاہ قادیان میں دفن کیا گیا ان کی وصیت نہیں تھی۔

محترمہ فضل بی بی صاحبہ سے شادی اور ان کی بیعت:۔ مکرم شیخ رحمت اللہ صاحب کی اہلیہ محترمہ فضل بی بی صاحبہ (جن کا آپ نے بعد شادی عائشہ نام رکھ دیا تھا) دختر شیخ نظام الدین صاحب سکنہ ڈھپئی نے اپنے خاوند کی بیعت کے آٹھ دن بعد محترمہ دولت بی بی صاحبہؓ کے ساتھ قادیان جا کر بیعت کر لی تھی۔ان دونوں کو حضرت ام المومنینؓ کی معیت میں سیر کو جانے کا موقع ملتا رہا۔جبکہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کے ہمراہ مع بچگان تشریف لے جاتی تھیں۔

آپ بہت نیک بخت خاتون تھیں۔انہوں نے مسجد لندن کے چندے میں اپنی سونے کی انگوٹھی دی تھی۔اور تحریک جدید کے مالی جہاد میں دفتر اول میں شریک تھیں۔(55) ۱۲مارچ ۱۹۶۱ءکو وفات پا کر بہشتی مقبرہ ربوہ قطعہ صحابہ میں دفن ہوئیں۔اس کا وصیت نمبر۱۸/۱۰/۲۹/ ۱۵۴۵ ہے۔ربوہ میں

☆ شیخ فضل احمد صاحب تقسیم ملک سے پہلے قادیان میں بزاز کی دکان کرتے تھے۔بعد تقسیم ملک ہجرت کر کے لائلپور شہر میں مقیم ہیں اور یہی کاروبار ہے اور صاحب اولاد ہیں۔تحریک جدید کے وہ اور ان کی اہلیہ صاحبہ پانچہزاری مجاہدین دفتر اول میں سے ہیں(صفحہ ۲۸۸)ان کی اولاد چار لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں۔

شجرہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ تعالیٰ نے جنازہ پڑھایا۔(56)

شجرہ نسب:۔

شیخ چراغ دین

شیخ جھنڈا۔(صحابی۔مدفون بہشتی مقبرہ قادیان
وفات ۱۲۔اپریل ۱۹۱۰ء)

رحمت بی بی (فوت شدہ) (غیر احمدی)
دولت بی بی صحابیہ۔وفات ۱۹۰۹ء (اہلیہ برکت علی غیر احمدی)
شیخ رحمت اللہ (صحابی) مہاجر لائل پور شہر
فضل بی بی (غیر احمدی فوت شدہ)
اللہ بخش (غیر احمدی) (فوت شدہ) لاولد

اللہ لوک برکت علی
(دونوں غیر احمدی مقیم لائلپور) (شیخ فضل احمد نیاز مہاجر لائل پور شہر)

صفدر علی محمد علی
دونوں غیر احمدی (مقیم لائل پور)

حاجی شیخ محمد عبداللہ تاجر مہاجر لائل پور شہر
شیخ عبدالرحمٰن تاجر مہاجر لائل پور شہر
امتہ الحفیظ مدفون بہشتی مقبرہ قادیان اہلیہ شیخ محمد یعقوب امرتسری حال مقیم لاہور
(حاجی شیخ عبداللطیف) قائد خدام الاحمدیہ وسیکرٹری امور عامہ لائل پور شہر
شیخ عبدالغفور تاجر مہاجر لائل پور شہر
امتہ الحکیم اہلیہ شیخ طاہر احمد ابن محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ امیر جماعت لائل پور خلف حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپور تھلوی

امتہ العزیز اہلیہ محمد اسماعیل فاضل سابق پروفیسر جامعہ احمدیہ ربوہ
شیخ عبدالمجید تاجر ناظم تربیت واصلاح خدام الاحمدیہ لائل پور شہر

بیعت شیخ جھنڈا صاحبؓ:۔ محترم شیخ جھنڈا صاحبؓ ولد شیخ چراغ الدین نے اپنے بیٹے کی بیعت کے قریباً ڈیڑھ سال بعد ۱۹۰۵ء میں حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کے ذریعہ حضرت مسیح موعودؑ کے دست مبارک پر بیعت کی۔اس وقت وہ اکیلے بیعت کنندہ تھے آپ بعمر تریسٹھ برس فوت ہوئے اور بہشتی مقبرہ قادیان میں حضرت مسیح موعودؑ کے قدموں میں حضور والی چاردیواری کے باہر مدفون ہیں۔ ☆

طغلوالہ کے دیگر صحابہ:۔ خاکسار کے استفسار پر مکرم شیخ رحمت اللہ صاحب طغل والہ کے دیگر ذیل صحابہ کے اسماء بتائے ہیں:۔

(۱) شیخ نور محمد صاحب ولد بڈھا قوم شیخ میرے بعد غالباً ۱۹۰۷ء میں احمدی ہوئے اور خلافت اُولیٰ میں طغلوالہ میں وفات پائی۔

(۲) باباجیون صاحب۔

(۳) قادر بخش صاحب۔

☆ دفتر مجلس کارپرداز بہشتی مقبرہ ربوہ کے ذریعہ ذیل کی کوائف مرحوم کے فائل سے حاصل ہوئے نمبر وصیت ۳۹۶ مورخہ ۱۰/۴/۱۴۔ یہ وصیت ان کی وفات پر ۱۴ اپریل ۱۹۱۰ء کو ان کے پسر شیخ رحمت اللہ صاحب نے لکھ کر دی تھی مرحوم کی جائیداد بعد وفات چودہ صد ثابت ہوئی تھی جس کا دسواں حصہ انہوں نے ادا کیا تھا تاریخ بیعت اس میں درج نہیں۔سالانہ رپورٹ صدر انجمن احمدیہ ۱۰۔۱۹۰۹ء میں جو ایک اور صاحب اور آپ کے متعلق یہ مرقوم ہے ’’............اور شیخ جھنڈا سکنہ طغلوالہ کی وصایا پوری ہو چکی ہیں مگر مقبرہ میں دفن نہیں ہوئے............دونوں دوسری جگہ دفن ہیں۔‘‘(صفحہ ۳۱)

میاں کرم الٰہی صاحبؓ (درویش)

میاں نظام الدین صاحب (بڑے بھائی)

میاں کرم الٰہی صاحبؓ :۔ محترم میاں کرم الٰہی صاحبؓ ولد میاں عیدا قوم موچی سکنہ موضع بھڈیار ڈاکخانہ اٹاری (ضلع امرت سر) کی تاریخ ولادت محفوظ نہیں۔آپ کا گزارہ موچی کے کام اور معمولی کاشت پر تھا۔آمدنی بالکل معمولی تھی آپ ان پڑھ تھے۔آپ کی اہلیہ مسماۃ جینو تھیں۔آپ صاحب اولاد تھے☆

حالات قبولیت احمدیت :۔ ☆☆ آپ نے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود ملتان تشریف لے گئے۔ ہمارے گاؤں موضع بھڈیار ضلع امرت سر کے دو نوجوان لڑکے کرم دین مرحوم اور جلال الدین مرحوم پسران گلاب ترکھان ملتان میں کام کرتے تھے۔انہوں نے وہاں حضرت مسیح موعودؑ کے لیکچر سنے اور بہت متاثر ہوئے۔

☆(الف) یہ حالات موضع بھڈیار کے میاں جلال الدین صاحب (درویش) ولد میاں صدرالدین صاحبؓ عرف سترد ین سے معلوم ہوئے ہیں جن کی اپنی عمران کی فائل وصیت کی رو سے اکسٹھ باسٹھ سال کی ہے وہ یہ بھی ذکر کرتے ہیں کہ میاں الٰہی صاحبؓ ان کے بڑے بھائی میاں نظام الدین صاحب عرف جامومیرے والد میاں صدرالدین صاحب ولد عمر اور میرے دادا میاں عمر کے برادرزادگان بنام ''ماہی وشادی'' پسران میاں رجانے اکٹھے ہی حضرت مسیح موعودؑ کی دستی بیعت قادیان میں کی تھی۔ ماسوا میاں کرم الٰہی صاحب کے باقی تمام مذکورہ بالا بیعت کنندگان تقسیم ملک سے پہلے وفات پا چکے ہیں۔

(ب) ۲۳/۱۲/۴۵ کو بوقت وصیت میاں کرم الٰہی صاحب کی عمر اسی سال تھی۔

(ج) مسماۃ جینو (جو غالباً زینت یا زینب کا محرف ہے۔مؤلف) قریباً بیس سال پہلے وفات پا چکی ہیں اولاد کے اسماء یہ ہیں جلال الدین مرحوم۔امام الدین (حال مقیم موضع شاکی ضلع شیخوپورہ) شہاب الدین مرحوم حسین بی بی مرحومہ۔جو موضع تیجہ نزد فتح گڑھ چوڑیاں میں بیاہی ہوئی تھیں اور حلیمہ بی بی اہلیہ میاں رحیم بخش صاحب مقیم شاہدرہ نزد لاہور مرحوم کے سب اہل وعیال مرحوم کی وجہ سے احمدیت قبول کر چکے تھے (بیان میاں جلال الدین صاحب موصوف)

☆☆ قبول احمدیت کے یہ حالات آپ نے مئی ۱۹۴۸ء میں مسجد مبارک میں بطور ذکر حبیب کے سنائے تھے۔ اور خاکسار مولف نے محفوظ کر لئے تھے۔اور جو خواب آگے درج ہے وہ آپ نے اسی موقع پر بیان کی تھی:۔

تھوڑے دنوں کے بعد وہ دونوں واپس آئے۔ اور کچھ عرصہ کے بعد بیعت کرنے کے لئے وطن سے قادیان آئے۔ بیعت کر کے جب وہ واپس گئے تو انہوں نے مجھے بھی تبلیغ کی۔ اور بتایا کہ وہ مسیحؑ جس کی دنیا دیر سے منتظر تھی، قادیان میں نازل ہو چکا ہے۔ جب حضورؑ ۱۹۰۸ء کے آخری سفر میں لاہور تشریف لے گئے تو میں بھی لاہور پہنچا اور لاہور میں جہاں آپ ٹھہرے ہوئے تھے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ لاہور میں تین دن رہنے کے بعد میں واپس گھر چلا آیا۔☆

لاہور کے اس سفر میں حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ میں شاہدرہ جا کر مقبرہ جہانگیر دیکھنا چاہتا ہوں۔ فرمایا کہ جانا ہے تو بے شک جاؤ مگر وہاں دعا نہ کرنا۔ کیونکہ جہانگیر اپنے بعض مظالم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کے نیچے ہے۔ یہ بات میں نے خود حضور کی زبان مبارک سے نہیں سنی تھی۔ ہاں بعض دوستوں کی زبانی وہاں لاہور میں ہی اسی سفر میں سنی تھی۔''

ایک خواب:۔ آپ نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ میں ایک ایسے ملک میں ہوں جو اس سے پہلے میں نے نہیں دیکھا تھا اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک اور شخص آ گیا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ تم جانتے ہو کہ یہ کونسی جگہ ہے اور کونسا ملک ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے تو معلوم نہیں۔ اس نے کہا کہ یہ مکہ مکرمہ کی سرزمین ہے۔ یہ سن کر میں نے اسے بصد منت کہا کہ خدا کے لئے مجھے کعبہ شریف لے چلو۔ وہ مجھے اپنے ہمراہ وہاں لے گیا۔ اس کے اندر میں نے ایک محراب میں دیکھا کہ حضرت رسول کریم ﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ ساتھ ساتھ تشریف فرما ہیں۔ حضرت رسول کریم ﷺ نے بھی اور حضرت مسیح موعودؑ نے بھی سفید کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ اور دونوں چوکڑی مار کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں دیکھ کر اپنے دل میں خیال کرتا ہوں کہ مولوی لوگ جو کچھ کہا کرتے تھے وہ بالکل سچ نکلا۔ وہ کہتے تھے کہ مسیح موعودؑ رسول کریم ﷺ کے ساتھ دفن ہوں گے۔

☆ (الف) بابا گلاب دین صاحب مدفون بہشتی مقبرہ قادیان بعد میں احمدی ہوئے۔ جمال الدین صاحب و کرم الدین صاحبؓ صحابی تھے۔ دونوں ان کے بیٹے تھے۔ یا ایک بیٹا تھا اور ایک بھتیجا۔ بابا موصوف صحابی نہیں تھے۔ بھڈیار ہی کے حاجی رحیم بخش صاحب و مہتاب دین صاحب (دونوں مدفون بہشتی مقبرہ) کے متعلق معلوم نہیں کہ صحابی تھے یا نہیں۔ (بیان میاں جلال الدین صاحب درویش)

(ب) فائل وصیت میں بیعت ۱۹۰۸ء مرقوم ہے۔

چنانچہ حضورؑ اس وقت رسول کریم ﷺ کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔☆

آپ کے اخلاق حسنہ:۔ آپ کو قادیان سے عشق تھا۔آپ اپنے گاؤں سے بکثرت قادیان آتے۔کئی روز قیام کرتے نمازیں پڑھتے ،دعائیں کرتے ۔آپ کو خاندان حضرت مسیح موعودؑ سے بہت محبت تھی۔☆☆

لین دین کے صاف تھے۔احمدی احباب نے اپنے گاؤں میں پہلے کچی مسجد بنائی اور پھر پکی بنائی اس کی تعمیر میں اپنی توفیق کے مطابق مرحوم نے بھی شرکت کی ۔خود اس میں اذان دیتے تھے۔ ☆☆☆

وفات وتدفین :۔ قادیان ۲۵ستمبر۔کل رات یعنی ۲۴/۲۵ کی درمیانی شب بوقت گیارہ بجے ....
مکرم بابا کرم الٰہی صاحب وفات پا گئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن .

آج بعد نماز جمعہ محترم مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل امیر مقامی نے درویشوں (کی) کثیر تعداد کے ساتھ مرحوم کی نماز جنازہ پڑھائی اور بہشتی مقبرہ میں بارش کا پانی جمع ہونے کے وجہ سے مرحوم کو مسجد اقصیٰ کے قریب امانتاً دفن کیا گیا۔۔۔(آپ) صحابی تھے اور ایک عرصہ سے بوجہ پیرانہ سالی چلنے پھرنے سے معذور ہو چکے تھے۔اور آنکھوں کی بینائی بھی جاتی رہی تھی۔

☆ خاکسار مؤلف کی رائے میں خواب کی تعبیر یہ تھی کہ آپ کو قادیان میں جو ''ارض حرم'' ہے قیام کا موقع ملے گا۔ اور اس مقام والا علاقہ ایک نئے اور غیر ملک کی شکل اختیار کر چکا ہوگا۔اور آپ اسے پہچان نہیں سکیں گے۔

اس لئے کہ جس درویشی دور میں آپ نے قادیان آنا تھا وہ اپنے وقت پر ہی معرض وجود میں آتا۔یہ کلی دور ظاہر ہوا اور اس مقام پر ظاہر ہوا۔جو حضورؑ کا مدفن ہے۔آپ قادیان ۱۱مئی ۱۹۴۸ء کو آنیوالے قافلہ میں قادیان آئے تھے۔

میاں جلال الدین صاحب درویش بتاتے ہیں کہ مرحوم موضع پھیروچیچی (نزد قادیان) اپنی لڑکی کے پاس گئے ہوئے تھے کہ وہاں سے مسلمانوں کو نکلنا پڑا۔اور اس گاؤں کے لوگ قادیان آ گئے اور مرحوم یہاں سے پاکستان جا کر پھر قادیان کے لئے آنیوالوں میں نام دے کر آ گئے۔

☆☆ بیان مرزا محمد زمان صاحب درویش جنہوں نے جولائی ۱۹۴۵ء سے لنگر خانہ میں کارکن کے طور پر کام شروع کیا تھا۔گویا ان کو یہ تجربہ باباجی کے متعلق ایک سال کا ہے۔

☆☆☆ بیان میاں جلال الدین صاحب درویش۔

مرحوم بڑے دعا گو اور نیک سیرت بزرگ تھے ☆(57) ....''

خاکسار مؤلف کے ذیل کے تاثرات ان کی وفات پر شائع ہوئے تھے:۔

مکرم میاں کرم الٰہی صاحب ۔۔۔۔سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی تحریک پر اپریل ۱۹۴۸ء میں قادیان کی آبادی کی خاطر پاکستان سے آئے تھے۔ ☆☆ آپ نے راقم کو بتایا تھا کہ آپ (نے) سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت ۱۹۰۸ء میں بمقام لاہور حضور کے وصال سے ایک دو روز قبل کی تھی۔ چھ سات سال قبل آپ کا نور ہسپتال میں موتیا بند کا اپریشن ہوا۔لیکن آپ بینائی سے محروم ہو گئے جس صبر و رضا کے ساتھ آپ نے یہ سارا عرصہ گذارا۔قابل رشک تھا۔ان کی شدید خواہش ہوتی تھی کہ حسب سابق وہ مسجد مبارک میں امام کے قریب کھڑے ہو کر باجماعت نماز ادا کریں اور اپنے بعض رفقاء کو ساتھ لے کر آنے کی تاکید کرتے تھے۔نماز ظہر کے لئے بالعموم بہت پہلے آجاتے اور ظہر و مغرب کے بعد دیر تک نوافل ادا کرتے اور مغرب کے وقت آکر عشاء پڑھ کر ہی اپنی قیام گاہ کو جاتے۔اور جو شخص ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کو سیڑھیوں تک لے جاتا ایسے شخص کی رفاقت تک اس کے لئے ہی دعائیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ اسے نیک نیت بنائے وغیرہ۔اگر کوئی ان کو قیام گاہ تک پہنچاتا تو دریافت کرتے کہ کون ہو۔کس مکان میں قیام ہے۔اور اس کی خدمت کے باعث دعائیں دیتے۔غرض ان کی زندگی کا طرۂ امتیاز دعائیں کرنا ہی تھا۔کئی سال سے شنوائی میں بھی بھاری پن آ گیا تھا اور ایک سال سے تو بہت مشکل سے بات سن سکتے تھے۔اور بالعموم اپنی چارپائی پر نوافل ادا کرتے دیکھے جاتے تھے۔غریب طبع اور صابر شاکر تھے۔معذوری سے قبل بھی کم گو ہی پائے گئے۔خلیفہ وقت کی آواز پر لبیک کہہ کر دیار محبوب کی آبادی کے لئے آجانا اور بڑھاپے میں عزیز و اقارب میں آرام و سکون سے رہنے پر ترجیح دینا بہت بڑی قربانی ہے۔

مرحوم سالہا سال سے دارالمسیح میں اس کمرہ میں قیام رکھتے تھے۔جو ڈیوڑھی اور گول کمرہ کے درمیان ہے۔ اور حافظ صدرالدین صاحب کی وفات کے بعد ڈیوڑھی کے ملحق شمالی جانب والے کمرہ میں منتقل کر دیے گئے۔ ☆☆☆

☆ آپ نے ۲۳ دسمبر ۱۹۴۵ء کو چالیس روپے نقد کی جائیداد اور پچاس روپے سالانہ آمد کی اور ترکہ کی چوتھائی کی وصیت کی تھی آپ کا وصیت نمبر ۹۲۲۲ ہے۔آپ کو ۱۲ جون ۱۹۶۰ء کو بہشتی مقبرہ میں منتقل کیا گیا۔

☆☆ تاریخ سہواً غلط درج ہوئی ہے وہ ۱۱ مئی کو آئے تھے۔

☆☆☆ حافظ صدرالدین صاحبؓ ۱۳ اپریل ۱۹۵۸ء کو فوت ہوئے۔

اوراسی کمرہ میں اس مقدس دار میں ہی انہوں نے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کی۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ وَارْفَعْ دَرَجَهٗ فِی الْجَنَّه۔آمین‘‘(58)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب دام عزّہ نے تحریر فرمایا:۔

’’مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل قادیان سے بذریعہ تار اطلاع دیتے ہیں کہ بابا کرم الٰہی صاحب درویش وفات پاگئے ہیں۔انالله و انا الیه راجعون. بابا کرم الٰہی صاحب بہت معمر آدمی تھے۔(ان کی عمر غالباً ایک سو سال سے زیادہ تھی)اور انہوں نے بڑے صبر اور استقلال اور اخلاص کے ساتھ قادیان میں اپنی درویشی زندگی کے دن گذارے۔وہ پاکستان بننے کے بعد پاکستان آگئے تھے۔مگر پھر بڑھاپے کے باوجود اخلاص کے جوش میں قادیان چلے گئے۔اور وہیں فوت ہوئے۔اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت کرے۔اوران کے پسماندگان کا دین ودنیا میں حافظ وناصر ہو۔ان کے سارے لڑکے ان کی زندگی میں فوت ہو گئے تھے۔البتہ ان کے بعض پوتے پوتیاں اور نواسیاں اور ایک لڑکی پاکستان میں ہیں۔‘‘(59)

میاں نظام الدین صاحبؓ:۔محترم میاں نظام الدین صاحبؓ عرف جامُو میاں کرم الٰہی صاحبؓ کے بڑے بھائی تھے۔دونوں کے اکٹھے بیعت کرنے کا ذکر ہو چکا ہے۔میاں نظام الدین صاحب بعمر قریباً اسی سال تقسیم ملک سے بہت پہلے وفات پاگئے تھے۔موصی نہیں تھے۔صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔گاؤں کی احمدیہ مسجد کی تعمیر میں انہوں نے بھی حصہ لیا تھا۔صاحب اولاد تھے۔ ☆☆

☆ ایک بیٹا زندہ ہے جیسا کہ قبل ازیں مرقوم ہوا۔(مؤلف)

☆ بیان میاں جلال الدین صاحب درویش۔

قاضی اشرف علی صاحبؓ ☆

مختصر حالات خاندان وغیرہ:۔ محترم قاضی اشرف علی صاحبؓ ولد قاضی یعقوب علی صاحب عباسی خاندان کے نونہال تھے آپ کا خاندان علی پور کھیڑہ (تحصیل بھوگام) ضلع مَین پُوری میں آباد ہے۔☆☆

☆ یہ حالات ان کے چچا کے پوتے محترم قاضی شاد بخت صاحب ریٹائرڈ انسپکٹر پولیس سے حاصل ہوئے ہیں۔افسوس کہ نہ ان کی تصویر موجود ہے اور نہ ان کی تاریخ ولادت محفوظ ہے۔قاضی شاد بخت آج کل قادیان میں مقیم ہیں آپ کی دو بچیوں سمیت آپ کے خاندان کی کل پانچ بچیوں کی شادیاں درویشان قادیان سے ہوئیں اور آپ کے ایک بھائی کا پوتا بھی بطور کارکن صدرانجمن احمدیہ کی ملازمت میں ہے۔آپ کی اہلیہ محترمہ سیدہ خدیجہ خاتون صاحبہ (بنت سید اکرام حسین سکنہ علی پور کھیڑہ) کا جنازہ غائب پڑھاتے وقت سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

''قاضی شاد بخت صاحب پرانے احمدی ہیں اور ایک مشہور خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اپنی قوم پر بھی ان کا بڑا اثر ہے جب ملکانہ میں ارتداد ہوا اور ہندوؤں میں تبلیغ کی گئی تو اپنی قوم کے اثر کی وجہ سے ملکانوں پر ان کا بڑا اثر پڑا تھا''(60)

محترمہ خدیجہ خاتون صاحبہ کا وصیت نمبر ۱۳۰۶۶ ہے اور بہشتی مقبرہ قادیان میں یادگار نمبر ۶۰۷ لگ چکی ہے۔ بعمر ۶۵ سال وفات پائی۔

☆☆ سورۂ بنی اسرائیل کی تفسیر میں بنی اسرائیل کی طرح مسلمانوں کی دوبار تباہی کی پیشگوئیوں کے پورا ہونے کا ذکر کرتے ہوئے تفسیر کبیر میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ رقم فرماتے ہیں:۔

اٹھارہ لاکھ مسلمان صرف بغداد اور اس کے گرد ونواح میں قتل کیا گیا۔شاہی خاندان کے تمام لوگوں کو ان کی فہرستیں بنوا بنوا کر اور تلاش کر کر کے قتل کیا گیا۔کہتے ہیں کہ صرف ایک شخص بھاگ کر بچ سکا۔اور اسی کی نسل سے بہاولپور کے والیان ریاست ہیں ان کے علاوہ کوئی بھی خاندان ایسا نہیں جو اپنے آپ کو عباس کی طرف منسوب کرے (اس نوٹ لکھنے کے بعد مجھے معلوم ہوا ہے کہ یو۔پی میں عباسی خاندان کی بعض شاخیں موجود ہیں ان میں سے ایک نے مجھے اپنا شجرہ نسب بھی بھجوایا ہے۔'')(61)

اس میں یہ خاندان مراد ہے اور قاضی شاد بخت صاحب سے اس بارہ میں حضور کی تفصیلی گفتگو ہوئی تھی۔اور حضور کے ارشاد پر قاضی صاحب نے شجرہ حضور کی خدمت میں بھیجا تھا۔

آپ کا رنگ گندمی اور قد قریباً پانچ فٹ تھا۔ آپ نے مڈل پاس کر کے آگرہ سے مدرسی کی تربیت حاصل کی تھی۔ فارسی اور عربی اچھی جانتے تھے۔ اور وطن کے قرب وجوار کے مدارس میں بطور مدرس کام کرتے رہے تھے۔

قاضی صاحبؓ نے قریباً ساٹھ باسٹھ سال کی عمر میں غالباً ۱۹۳۰ء میں وفات پائی اور موضع علی پور کھیڑہ میں دفن ہوئے۔ اس وقت ان کی قبر معروف نہیں۔ آپ کی اہلیہ صاحبہ آپ کے احمدی ہونے سے قبل وفات پا گئی تھیں۔ افسوس کہ مرحوم کی اولاد احمدیت سے محروم رہی۔ ☆

شجرہ نسب

سرپوتا یعنی پڑپوتے کا لڑکا:۔ قاضی بازید بن قاضی اسلام الدین بن قاضی محمد سالم (آمدہ علیپور کھیڑہ)
بن قاضی محمد طاہر بن قاضی حافظ بن قاضی طاہر بن قاضی یعقوب
عباسی (آمدہ پرتاپور تحصیل بھونگام ضلع مین پوری۔ یو۔ پی)

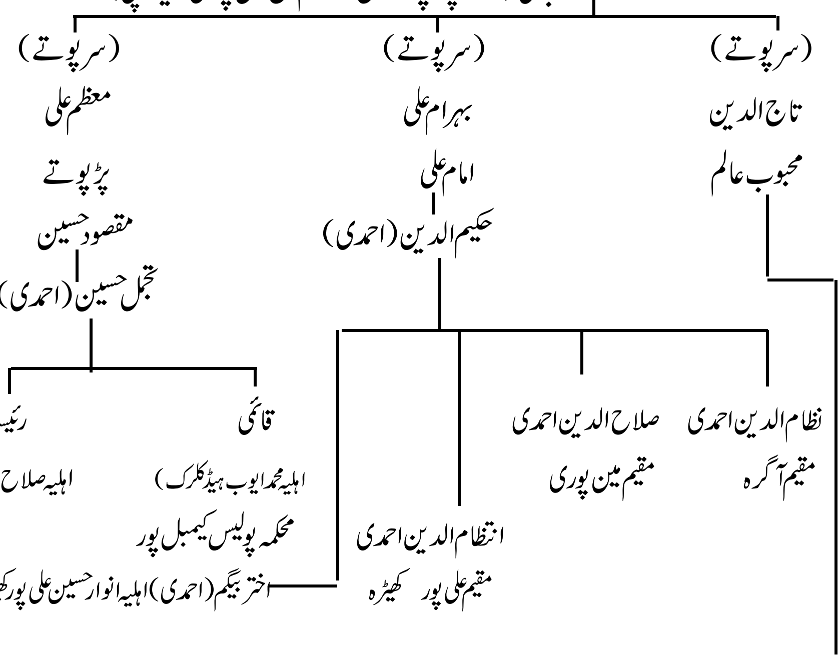

(بقیہ دوسرے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں:۔)

بقیہ شجرہ:۔

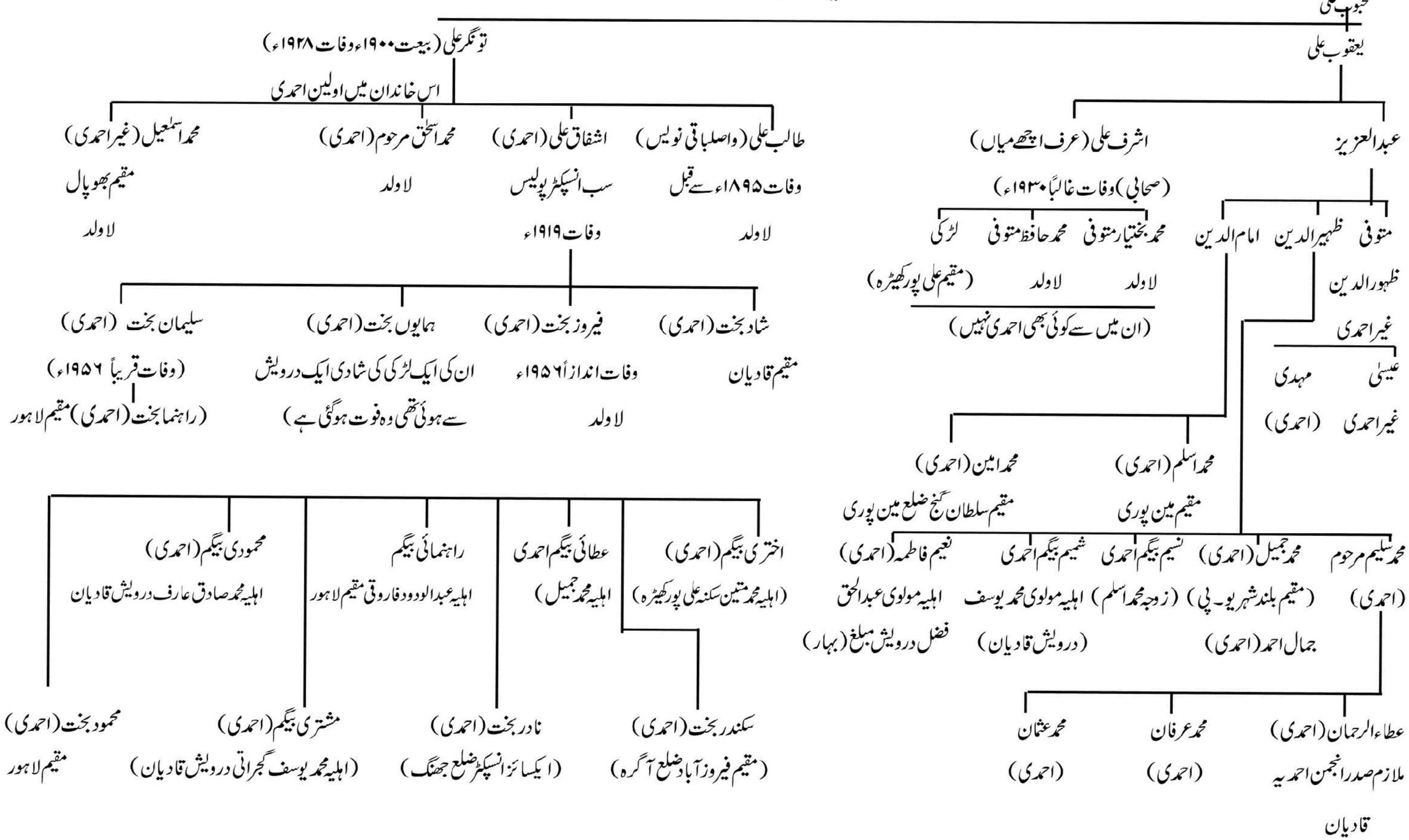
محبوب علی
یعقوب علی
عبدالعزیز
اشرف علی (عرف اچھے میاں)
(صحابی) وفات غالباً ۱۹۳۰ء)
متوفی
ظہیرالدین
امام الدین
ظہورالدین
غیراحمدی
عیسیٰ
مہدی
غیراحمدی
(احمدی)
محمد بختیار متوفی
محمد حافظ متوفی
لڑکی
لاولد
لاولد
(مقیم علی پور کھیڑہ)
(ان میں سے کوئی بھی احمدی نہیں)
محمد اسلم (احمدی)
مقیم مین پوری
محمد امین (احمدی)
مقیم سلطان گنج ضلع مین پوری
محمد سلیم مرحوم
(احمدی)
محمد جمیل (احمدی)
(مقیم بلند شہر یو۔پی)
جمال احمد (احمدی)
نسیم بیگم احمدی
(زوجہ محمد اسلم)
شمیم بیگم احمدی
اہلیہ مولوی محمد یوسف
(درویش قادیان)
نعیم فاطمہ (احمدی)
اہلیہ مولوی عبدالحق
فضل درویش مبلغ (بہار)
عطاء الرحمان (احمدی)
ملازم صدر انجمن احمدیہ
قادیان
محمد عرفان
(احمدی)
محمد عثمان
(احمدی)
تونگر علی (بیعت ۱۹۰۰ء وفات ۱۹۲۸ء)
اس خاندان میں اولین احمدی
طالب علی (واصلباقی نویس)
وفات ۱۸۹۵ء سے قبل
لاولد
اشفاق علی (احمدی)
سب انسپکٹر پولیس
وفات ۱۹۱۹ء
محمد اسحٰق مرحوم (احمدی)
لاولد
محمد اسمٰعیل (غیر احمدی)
مقیم بھوپال
لاولد
شاد بخت (احمدی)
مقیم قادیان
فیروز بخت (احمدی)
وفات اندازاً ۱۹۵۶ء
لاولد
ہمایوں بخت (احمدی)
ان کی ایک لڑکی کی شادی ایک درویش
سے ہوئی تھی وہ فوت ہوگئی ہے)
سلیمان بخت (احمدی)
(وفات قریباً ۱۹۵۶ء)
(راہنما بخت (احمدی) مقیم لاہور
اختری بیگم (احمدی)
(اہلیہ محمد متین سکنہ علی پور کھیڑہ)
عطائی بیگم احمدی
اہلیہ محمد جمیل)
راہنمائی بیگم
اہلیہ عبدالودود فاروقی مقیم لاہور
محمودی بیگم (احمدی)
اہلیہ محمد صادق عارف درویش قادیان
سکندر بخت (احمدی)
(مقیم فیروز آباد ضلع آگرہ)
نادر بخت (احمدی)
(ایکسائز انسپکٹر ضلع جھنگ)
مشتری بیگم (احمدی)
(اہلیہ محمد یوسف گجراتی درویش قادیان)
محمود بخت (احمدی)
مقیم لاہور

تفصیل قبول احمدیت:۔ سید تفضّل حسین صاحبؓ اٹاوی غالباً ۱۸۹۶ء میں تحصیل بوگام میں بطور تحصیل دار متعین ہوئے۔☆ آپ کی تبلیغ سے (قاضی شاد بخت صاحب کے دادا) قاضی تونگر علی صاحب نے (جن کی وفات ۱۹۲۸ء کے قریب ہوئی) احمدیت قبول کی لیکن حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کا موقع نہیں پایا۔☆☆ قاضی صاحب کے زیر اثر قاضی اشرف علی صاحب نے احمدیت قبول کی اور ۱۹۰۵ء میں قادیان آ کر حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔فرماتے تھے کہ علی پور کھیڑہ تا شکوہ آباد اور بٹالہ تا قادیان کے درمیان ریل نہ ہونے کے باعث علی الترتیب ڈیڑھ صد چوبیس میل کا فاصلہ آمد و رفت کے وقت پیدل طے کیا تھا۔

سیرت:۔ قاضی اشرف علی صاحبؓ مرحوم کو غیبت اور چغلی بہت ناپسند تھی۔ چنانچہ اقارب کی مستورات کو ہمیشہ ہی اس بات سے اجتناب کی تاکید کرتے تھے۔مبالغہ کی حد تک امین تھے کوئی امانت رکھے تو بعینہ وہ رقم پوٹلی میں باندھ کے رکھتے اور عندالطلب واپس کرتے اس امر کو ناپسند سمجھتے تھے کہ امانت کی رقم بعینہٖ اور اصل ہی واپس نہ کی جائے۔

☆ نقل رجسٹر بیعت میں اٹھترویں نمبر پر آپ کی بیعت ۷ اپریل ۱۸۸۹ء میں درج ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ ’’مولوی محمد تفضّل حسین صاحبؓ ولد مولوی الطاف حسین صاحب مرحوم رئیس اٹاوہ وسررشتہ دار کلکٹری علی گڑھ‘‘ آپ کا نام ۱۳۶ نمبر پر ۳۱۳ صحابہ میں ضمیمہ انجام آتھم میں مرقوم ہے؛

☆☆ قاضی تونگر علی صاحب علی پور کھیڑہ ض (یعنی ضلع) مَین پوری‘‘ کے الفاظ میں بیعت الحکم مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۰۰ء میں موجود ہے۔(صفحہ ۱۱ک ۳) آپ صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے ظلم وتعدی سے اولاد کو روکتے اور اقارب میں خوب تبلیغ کرتے تھے۔اس خاندان میں قاضی شاد بخت قاضی فیروز بخت اور قاضی ہمایوں بخت صاحبان نے ۱۹۰۵ء میں بذریعہ خط بیعت کی لیکن زیارت نہیں کر سکے۔

ملک محمود خان صاحبؓ ☆

قوم و تعلیم :۔ حضرت ملک محمود خان صاحب رئیس معیار تحصیل و ضلع مردان صوبہ سرحد ولد جناب محمد لشکر خاں صاحب قوم یوسف زئی کمال زئی افغان قریباً ۱۸۶۵ء (مطابق ۱۲۸۲ھ) میں تولّد ہوئے۔آپ نے آغاز تعلیم قرآن مجید مسجد میں ناظرہ پڑھنے سے کیا۔اور مدرسہ میں داخل ہو کر آٹھویں جماعت تک اردو میں تعلیم حاصل کی۔ اور اس زمانہ میں اسی قدر تعلیم ضلع پشاور کے مدارس میں میسر تھی۔آپ اپنے گاؤں میں پانصد جریب اراضی زرعی کے مالک تھے اور نمبر دار بھی تھے اپنے گاؤں میں مالک خان کے نام سے یاد کئے جاتے تھے آپ کے دوست اہل دیہہ اور گردونواح کے واقف حال بڑی عزت کرتے تھے۔اور حکومت کے افسر بھی بڑے احترم سے پیش آتے تھے اور قصبہ طورو کے نواب محبت خاں صاحب اور ان کی اولاد بھی آپ کی بہت عزت کرتی تھی۔

واقعات قبول احمدیت :۔ آپ فرماتے تھے کہ میں نے ۱۹۰۰ء کے قریب چونتیس یا پینتیس سال کی عمر میں ایک رؤیا دیکھی کہ میں ایک اجنبی مقام میں ہوں جہاں ایک چار دیواری ہے اور اس کے اندر ایک وسیع صحن ہے اس صحن کے ایک اونچے مقام پر ایک شخص بڑا باوقار کھڑا ہے اور اس کے ہاتھ میں ایک کتاب ہے جس میں سے وہ وعظ کر رہا ہے سامعین کثرت سے موجود ہیں۔مگر اکثر مخالف ہیں جب وہ بزرگ تقریر کرتا ہے تو یہ لوگ شور مچاتے ہیں تا کہ کوئی اس کی تقریر نہ سنے۔میں ان لوگوں کی یہ بدتمیزی دیکھ کر کسی کو کہتا ہوں کہ یہ نالائق لوگ کیوں یہ تقریر نہیں سنتے اور شور وغل کرتے ہیں۔اس کے بعد دوسر نظارہ دیکھتا ہوں کہ میں ایک بلند دیوار پر کھڑا ہوں اور سامنے سے ایک ریچھ میری طرف آ رہا ہے اور میں نے اس دیوار سے ڈھیلے اٹھا اٹھا کر اس کو مار کر مار دیا۔اور میں اس کے گزند سے ہر طرح محفوظ رہا۔اس موقع پر کسی نے مجھ کو کہا کہ یہ مقام شیطان کے مقابلہ کا ہے اور اس کے ہلاک کرنے کی جگہ ہے اور یہیں شیطان مرتا ہے۔

فرمایا۔اس رؤیا نے میرے دل پر گہرا اثر کیا اور میں اس کی تعبیر کا خواہاں اور جویا ہوا۔انہی ایام میں

☆ یہ حالات حضرت قاضی محمد یوسف صاحب (امیر جماعت ہائے احمدیہ پشاور ڈویژن نے مئی ۱۹۵۵ء میں مرحوم کی زندگی میں تحریر کئے تھے۔اور بعد وفات صرف وفات جنازہ اور تدفین والا حصہ ۲۱/۱۲/۵۹ کو تحریر کیا۔

فَجَزَاهُ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَاء.

پنجاب کے اردو اخبارات میں میں نے پڑھا کہ وہاں قادیان نامی ایک گاؤں ہے وہاں ایک صاحب عیسٰی موعود اور امام مہدی آخرلزمان ہونے کا مدعی ہے۔مگر مولوی لوگ اس کے سخت مخالف ہیں اوراس کو برا کہتے ہیں اس سے مجھے اپنی رؤیا کا واقعہ یاد آ گیا۔اور میں نے خود جا کر اس شخص کو دیکھ کر حقیقت معلوم کرنے کا ارادہ کرلیا۔

بیان کرتے تھے کہ ۱۹۰۱ء کے ابتدائی ایام میں میں اپنے ملازم موسیٰ خاں کو لے کر قادیان پہنچا اور ہم سیدھے مہمان خانہ میں اترے جسے دیکھ کر رؤیا کی چار دیواری والا مکان اور صحن مجھے یاد آیا اور میں نے اپنے ملازم سے اس کا ذکر کیا۔پھر ہم مسجد مبارک میں پہنچے۔مولوی محمد احسن صاحبؓ امروہی وہاں موجود تھے جو درمیانہ قد کے سرخ ریش تھے۔وہ ان دنوں امام الصلوٰۃ تھے۔اتنے میں حضرت احمدؑ گھر سے ادائیگی نماز کے لئے تشریف لائے۔جب میں نے حضور کے چہرے پر نظر ڈالی تو مجھ کو بعینہ وہ بزرگ نظر آئے جن کو میں نے رؤیا میں ایک اونچے مقام پر کھڑے تقریر کرتے دیکھا تھا۔چنانچہ میں نے موسیٰ خاں کو کہا کہ الحمدللہ میری ساری کی ساری خواب پوری ہوگئی۔نماز میں حضرت سیدنا مرزا محمود احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز) جو اس وقت کوئی گیارہ برس کے ہونگے میری دائیں طرف کھڑے تھے۔

مزید بیان کیا کہ میں نے اپنی رؤیا کے پورا ہونے پر مسجد مبارک میں حضرت احمدؑ کے دست مبارک پر بیعت کر لی اور احمدیت میں داخل ہوگیا۔اور میرا نام الحکم میں شائع ہوا۔بیعت کے بعد دو دن اور ٹھہر کر وطن واپس چلا آیا۔اور اس کے بعد دسمبر میں ہر سال جلسہ سالانہ کے موقع پر قادیان آتا رہا۔اور حضرت احمدؑ کی صحبت سے مستفید ہوتا رہا۔

حضرت بابو شاہ دین صاحب:۔ فرماتے تھے کہ ۱۹۰۱ء میں نوشہرہ سے بجانب درگئی مالاکنڈ ریلوے لائن بڑھائی گئی۔حضرت بابو شاہ دین صاحبؓ جو حضرت احمدؑ کے پاؤں کی طرف دفن ہیں مردان کے ریلوے اسٹیشن کے سب سے پہلے اسٹیشن ماسٹر مقرر ہوئے۔وہ نہایت مخلص، دیندار اور با اخلاق احمدی تھے۔اور احمدیت کے قابل قدر مبلغ تھے جن کی جدوجہد سے بکٹ گنج مردان میں جماعت احمدیہ کی بنیاد پڑی۔آپ مہمان نواز اور جاذب شخصیت کے مالک تھے۔آپ کے نیک نمونہ اور حسن اخلاق سے نوشہرہ سے لے کر درگئی تک اکثر ریلوے ملازم احمدیت میں داخل ہوئے۔جولائی ۱۹۰۱ء میں میاں محمد یوسف صاحبؓ، مرزا میر احمد صاحبؓ اور مرزا امیر اکبر صاحب عرائض نویسانِ ہوتی نے بیعت کی۔یہ وہاں کے ابتدائی احمدی تھے اور نماز اور درس قرآن حضرت

میاں محمد یوسف صاحب کے مکان کی ڈیوڑھی میں ادا ہونا شروع ہوا اور رفتہ رفتہ جماعت وسیع ہوتی گئی۔

ازدواجی زندگی:۔ حضرت ملک صاحب نے دوشادیاں کیں۔دوسری شادی محترمہ ہمشیرہ صاحبزادہ سیف الرحمان خان صاحب احمدی مبلغ بازید خیل ضلع پشاور سے ہوئی۔لیکن ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔پہلی شادی سے تین لڑکیاں اور ایک لڑکا ہوا۔لڑکیاں طوؔر اور معیاؔر میں شادی شدہ ہیں ایک داماد خانزادہ محمد عظیم اللہ خانصاحب ساکن طور تھے اور ایک محمد بہرام خان صاحب وکیل ساکن معیار ہیں۔اکلوتا لڑکا میر افضل خاں خلافت اولیٰ میں قادیان تعلیم پانے آیا تھا۔لیکن تعلیم نہ پاسکا افسوس کہ آوارہ مزاج ہوگیا۔بعض اقارب اسے حضرت ملک خان کے خلاف استعمال کرنا چاہتے تھے لیکن وہ خود ہی ۱۹۱۴ء میں جوانی میں وفات پا گیا۔

خلافت سے وابستگی:۔ آپ نے حضرت خلیفہ اولؓ کی بیعت بھی کی اور دسمبر ۱۹۰۸ء کے جلسہ سالانہ میں بھی شرکت کی۔اور سیدنا حضرت مرزا محمود احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ثانی منتخب ہونے پر ان کی بھی بیعت کی ان پر اختلاف کا کوئی اثر نہ تھا۔ساری عمر مرکز سے وابستہ رہے۔☆ حضرت قاضی محمد یوسف صاحب نے ابتداء میں خلافت ثانیہ کی بیعت نہیں کی تھی۔حضرت ملک صاحب بیان کرتے تھے کہ ۱۹۱۴ء کے جلسہ سالانہ پر میں نے بعض احباب کو کہا کہ آپ قاضی صاحب کو سمجھائیں کہ بیعت کرلیں۔چنانچہ قاضی صاحب نے بھی ۳۰ دسمبر ۱۹۱۴ء کو بیعت کرلی تو میں مطمئن ہوگیا۔

فرماتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت خلیفہ اولؓ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ ۱۱نومبر ۱۹۰۱ء کو جب صوبہ سرحد پنجاب سے الگ صوبہ بن گیا۔تو وہاں ایک قانون فرنٹیر کرائمنر ریگولیشن (frontier crimes regulation) پاس ہوا۔جو بڑا سخت تھا۔آپ لوگوں نے کس طرح منظور کیا میں نے کہا کہ یہ ہمارے بس کی بات نہ تھی۔

عبرۃً لِاُولی الابصار:۔ سب سے مقدم مرزا محمد عباس عرائض نویس بکٹ گنج مردان۔احمدیت کے خلاف

☆ خلافت ثانیہ کی تائید میں ایک خاص اجتماع نمائندگان جو ۱۲اپریل ۱۹۱۴ء کو قادیان میں ہوا تھا (جس کی تفصیل ''اصحاب احمد'' کی سابقہ جلدوں میں خلاصۃً آچکی ہے) اس میں آپ بھی شریک تھے۔آپ کا نام بطور ملک محمد خانصاحب پریذیڈنٹ انجمن مردان مرقوم ہے۔(62)

میدان تحریر میں اترا۔اوراخبار چودھویں صدی راولپنڈی میں ’’سرسید آنجہانی اورمرزاغلام احمد قادیانی‘‘ کے عنوان سے مضامین شائع کرتا رہا۔مگرآخر میں اپنا نام اُلٹا کر کے آزرم سابع از نادرم‘‘ لکھتا رہا۔مگراس کا نتیجہ اس کو بہت خطرناک ملا۔آج بکٹ گنج میں اس کا مکان ایک قابل عبرت یادگار ہے۔سب خاندان تباہ ہوگیا۔اور مکانات کھنڈر پڑے ہیں فَتَلْکَ بُیُوتھِمْ خَاوِیَه عَلٰی عُرُوشِهَا.

نواب محبت خانصاحب ساکن طورو کے حجرہ میں مولوی لوگ جمع ہوتے تھے ان میں ایک مولوی قطب شاہ نام تھا۔جوموضع شامت پور کا باشندہ تھا۔اوراس کا مطالعہ کتب دیگر مولویوں کی نسبت قدرے وسیع تھا۔جوں جوں مولویوں کوسلسلہ احمدیہ کا علم ہوتا گیا۔وہ مخالفت پر آمادہ ہوتے گئے۔۱۹۱۳ء میں اسلامیہ کالج پشاور میں کھلا تھا تو قطب شاہ سب سے پہلا ڈین (DEAN) یا معلم دینیات مقرر ہوا۔اس کا کالج کے طلباء کے سامنے یہ رویہ تھا کہ وہ اسلام کواسی رنگ میں پیش کرتا جس طرح ایک احمدی یا کوئی معقول انسان مذہب کو پیش کرتا ہے مگر مولویوں کی مجلس میں عام ملاؤں کی خلافِ عقل باتوں کی تصدیق کرتا تھا۔چنانچہ وہ خود حیات عیسٰی کا قائل نہ تھا۔مگر حیات کے ماننے والوں کے خلاف بھی نہیں بولتا تھا۔

ایک دن نواب محبت خاں صاحب کے حجرہ میں مجلس علماء میں احمدیت کا ذکر آنے پر قطب شاہ مذکور نے کچھ ہتک آمیز باتیں حضرت احمد علیہ السلام کے خلاف کہیں جن سے ملک خان محمود خانصاحبؓ کی ہتک بھی مقصود تھی۔یہ بات ملک خان کے کانوں تک پہنچ گئی۔اورانہوں نے اسے کہلا بھیجا کہ کب تک شامت پوراورطورو میں پناہ ڈھونڈوگے آخر تمہارا مردان جانے کا راستہ طورو سے معیار کی طرف سے ہی ہے۔میں تم کو کان پکڑوا کر چھوڑوں گا تاکہ پھر تم خدا کے مرسلؑ یا میری توہین کا خیال تک نہ لاؤ۔چنانچہ ایک دن وہ مردان جارہا تھا۔خان محمود خاں صاحب کو پتہ لگا۔اور وہ سڑک کے کنارے چارپائی ڈال کرانتظار کرتے رہے۔چنانچہ اسے ٹانگہ سے اتار کراس کی خوب مرمت کی پھر قطب شاہ نے کبھی جماعت احمدیہ کے خلاف کچھ نہیں کہا۔یہ واقعہ ۱۹۱۲ء سے قبل کا ہے۔

نواب محبت خاں صاحب ملک خاں کا بہت احترام کرتے تھے۔انہیں اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے اہل مجلس سے کہا کہ آئندہ ہماری مجلس میں کوئی شخص احمدیت کے خلاف بات نہ کیا کرے جسے ملک محمود خاں صاحب سن کرناراض ہوں۔

حاجی صاحب تورنگ زائی کی شرانگیزی کیا رنگ لائی :۔ حاجی فضل واحد صاحب

المعروف بہ حاجی صاحب تورنگ زائی جو تورنگ زائی تحصیل چارسدہ ضلع پشاور کے باشندے تھے۔ جب ۱۹۱۲ء میں مردان کے دورہ پر آئے تو قطب شاہ مولوی مذکور نے اپنی تذلیل کا واقعہ بیان کیا۔ حاجی صاحب نے نواب صاحب طورو کو کہا کہ آپ ملک محمود خانصاحب کو تنبیہہ کریں کہ انہوں نے کیوں مولوی قطب شاہ کی بےعزتی کی ہے مگر نواب صاحب نے اپنی معذوری ظاہر کی۔ ۱۶-۱۹۱۵ء میں حاجی صاحب ہشت نگر سے یوسف زائی کے علاقہ میں آئے کہ وہ اس علاقہ میں پھر کر عامۃ الناس کو خان محمود خانصاحب کے خلاف اشتعال دلائیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی شان کہ جونہی وہ علاقہ یوسف زائی میں وارد ہوئے علاقہ لونڈخور سے ہی آزاد علاقہ بوشہر کو سرحد پار کر گئے۔ اور حکومت برطانیہ کے خلاف برسرپیکار ہوئے اور ہمیشہ کے واسطے ملک بدر ہوگئے۔ کہتے ہیں کہ حاجی صاحب تورنگ زائی کا پختہ ارادہ یہ تھا کہ وہ احمدیت کو صوبہ سرحد سے مٹائے مگر اللہ تعالیٰ نے تازیست انہیں صوبہ سرحد سے جلاوطن کر دیا۔ احمدیت جس زندہ خدا کو مانتی اور پیش کرتی ہے وہ بڑا غیور اور قدیر خدا ہے۔

وفات:۔ آپ پر ۱۹۴۶ء میں جسم کے دائیں جانب فالج کا حملہ ہوا۔ پھر اس کا اثر کم ہوگیا اور آپ چلنے پھرنے لگے اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ ربوہ سے صوبہ سرحد کے دورہ پر ۱۹۴۸ء میں تشریف لائے تو مردان آکر ملک خاں نے حضرت صاحب کی ملاقات کا شرف حاصل کیا۔

بالآخر اللہ تعالیٰ کا حکم یٰۤاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ اِرْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ (63) صادر ہوا۔ اور بروز جمعۃ المبارک ۲ جنوری ۱۹۵۹ء مطابق ۲۱ جمادی الثانی ۱۳۷۸ھ علی الصباح اپنے گھر موضع معیار میں بعمر قریباً چورانوے سال شمسی فوت ہوئے۔ اطلاع پاتے ہی قریباً تمام جماعت مردان موضع معیار حاضر ہوئی۔ اور حضرت قاضی محمد یوسف صاحب نے نماز جنازہ ادا کی۔ جنازہ میں طورو معیار۔ ہوتی اور مردان کے اقارب واحباب شریک ہوئے۔ معیار کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ ان کی قبر موضع معیار سے جانب جنوب کوئی ایک فرلانگ کے فاصلہ پر لب سڑک ہزرہ جانب مغرب ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَادْخِلْهُ فِیْ جَوَارِ رَحْمَتِکَ. آمین۔

سیرت:۔ آپ بچپن سے سعید الفطرت بہادر۔ کم گو۔ اور فطرۃً غیور واقع ہوئے تھے آپ کے اخلاق حمیدہ کے سب مداح ہیں۔ آپ نہایت مہمان نواز، فیاض جری، جوانمرد دوست پرور، غیور طبع اور مستقیم الاحوال تھے۔ سلسلہ کی خاطر چندے بطیّب خاطر دیتے تھے۔

مولوی عبدالواحد خانصاحب ☆

غفورالنساء صاحبہ (اہلیہ)

ولدیت۔وطن وغیرہ:۔ حضرت مولوی عبدالواحد خانصاحبؓ کے والد محمد رمضان خاں رسالدار میجر رسالہ نمبرا راجپوت،قوم سورج بنسی راجپوت ساکن سلطان پور(یو۔پی) بوجہ تبادلہ صدر بازار سیالکوٹ چھاؤنی میں مقیم ہو چکے تھے۔اور مولوی صاحب وہاں فروری ۱۸۷۱ء میں پیدا ہوئے۔اور میٹرک پاس کیا اور مولوی عالم تک تعلیم پائی۔

آپ اور محمد علی خانصاحب شاہجہانپوری مرحوم دونوں نے گائیڈ کا کام بھی کیا ہے وائسر یگل لاج میں بطور گائیڈ رجسٹر ڈ تھے۔شاہی مہمان جو ہندوستان، برما،رنگون اور ریاستوں میں سیاح کے طور پر آتے تھے ان کے لئے بطور گائیڈ کام کرتے تھے۔اس سلسلہ میں برما،رنگون ،بمبئی ،کلکتہ ،دہلی ،آگرہ بنارس،جے پور ، جودھ پور، الہ آباد اور ریاستوں میں سیاحوں کے ساتھ جانا ہوتا تھا۔پانچ سال تک آپ نے یہ کام کیا اس کے علاوہ آپ نے ہمیشہ کافی شاپ یا کنٹین کے ٹھیکے لئے ہیں۔اور آپ ملازموں کے ذریعہ ان کا کام چلاتے تھے۔ ۱۹۳۶ء میں جب آپ کو کوئٹہ میں خاکسار نے دیکھا اس وقت آپ میجر جنرل ہڈلسٹن کے ہاں بطور مینجر ملازم تھے اور اس کے قیام وطعام اور خدام اور اصطبل کا حساب کتاب آپ کے سپرد تھا۔جنرل موصوف ایک طویل عرصہ تک سوڈان میں بطور وائسرائے متعین رہ چکے تھے۔مولوی صاحب نے چھ سات سال جھانسی میں ملازمت بھی کی تھی۔

قبول احمدیت:۔ آپ سیالکوٹ میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کے درس میں حاضر ہوتے تھے اور ان سے فارسی بھی پڑھی حضرت میر حامد شاہ صاحبؓ اور ان کے والد حکیم میر حسام الدین صاحب جیسے بزرگوں سے اکثر وبیشتر ملاقات ہوتی۔حضرت مسیح موعود کے ایک استاد مولوی فضل احمد صاحب کے بیٹے ابو یوسف مولوی مبارک علی صاحب صدر بازار چھاؤنی سیالکوٹ میں امام مسجد بھی تھے اور متولی بھی۔ان کی صحبت میں رہنے کا

☆ خاکسار کا تعارف آپ سے ۱۹۳۶ء میں کوئٹہ میں ہوا تھا۔میری اور میرے اقارب کی خوش قسمتی ہے کہ اِس وقت بھی ہماری خط وکتابت ہے۔فالحمدللہ۔اور یہ سارے حالات آپ ہی سے حاصل کر کے ان کی تکمیل کی ہے۔

موقع ملا۔ نیک صحبت اور درس میں شمولیت اور حضور کی چند کتب کا مطالعہ آپ کے شرح صدر اور آپ کی سعید فطرت میں تخم ریزی اور آبپاشی کا موجب بنا۔آپ نے بیعت کے متعلق کسی سے مشورہ نہیں لیا آپ صرف بیعت کی خاطر مولوی مبارک علی صاحب کے ہمراہ دسمبر ۱۸۹۶ء میں قادیان پہنچے اور حضور کی بیعت سے مشرف ہوئے۔آپ نے حضرت رسول اللہ ﷺ کا سلام حضور علیہ السلام کو پہنچایا۔حضورؑ نے وعلیکم السلام فرمایا۔

آپ کو کئی بار پھر بھی حضور کی زیارت کا موقع ملا۔چنانچہ ایک دفعہ پھر بمعیت مولوی مبارک علی صاحب قادیان میں ایک دفعہ لاہور میں اور ایک دفعہ سیالکوٹ میں جب حضور بہ تعلق لیکچر سیالکوٹ تشریف لائے۔ اور حضور جب بمقدمہ کرم دین جہلم جا رہے تھے تو مولوی عبدالواحد خاں صاحب بھی سیالکوٹ کے دو اور صحابہؓ کے ہمراہ وزیرآباد سے حضور کی معیت میں ریل گاڑی میں جہلم گئے اور حضورؑ کے ساتھ ہی واپس ہوئے۔

تبرّک:۔ سیدہ حضرت ام المومنین اعلی اللہ درجاتہا نے ازراہ شفقت آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کی گرم واسکٹ بطور تبرک عنایت فرمائی تھی۔جو آپ کے پاس ہے اس کی برکت کی تفصیل آپ کی روایات میں درج کی گئی ہے جو کتاب کے آخر میں درج ہیں۔

اہلی زندگی:۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ قبول احمدیت کے گیارہ ماہ بعد میری شادی محترمہ غفورالنساء صاحبہ بنت منیر خاں سے ہوئی جو میرے رشتہ کے ماموں تھے۔اور ہاتھی باتری میں صوبیدار تھے۔☆ والدہ مرحومہ، بڑے بھائی رستم خاں مرحوم، اور چند اور اقارب و احباب کے ہمراہ میں شادی کے واسطے ملتان پہنچا۔چونکہ وہاں فوج میں ہمارے کچھ اقارب تھے جن کو بخوبی معلوم تھا کہ میں حضرت مسیح موعود کی غلامی میں آچکا ہوں اور وہ بھی تقریب نکاح میں شامل تھے نکاح خوانی کے وقت ایک فوجی افسر نے نکاح خواں مولوی سے کہا کہ لڑکا میرزائی ہے۔اور صوبیدار صاحب میرزائی نہیں آپ نکاح نہیں پڑھ سکتے ملاں بیچارہ ڈر گیا۔کیونکہ فوج کی مسجد کا امام تھا۔ماموں صاحب نے مجھے کہا کہ آپ کہہ دیں کی میں میرزائی نہیں۔گو مجھے ابھی تک اہمیت کا پورا احساس نہیں تھا۔

☆ آپ بیان کرتے ہیں کہ شروع میں ہندوستان میں تین توپ خانے ہاتھیوں کے بھی تھے ملتان جھانسی اور سکندرآباد دکن میں۔گھوڑوں کے توپ خانہ کی طرح ہاتھی توپ خانہ میں بھی چھ توپیں ہوتی تھیں اور ایک توپ میں دو ہاتھی لگتے تھے گویا ایک توپ خانہ بارہ ہاتھیوں پر مشتمل ہوتا تھا۔اور سپاہی مہارت، نوکر، بہت بڑا عملہ ہوتا تھا۔اور باقاعدہ ہندوستانی اور یورپین افسر ہوتے تھے۔

کہ تھوڑی دیر کے لئے نہ کہہ دینے میں بھی حرج ہے اور میرے ہاں یا نہ کہنے پر شادی کا دارومدار تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہوا۔ اور میں نے انہیں کہا کہ میں یہ نہیں کہونگا مولوی خاموش ہوگیا۔ اور وہ احباب واپس چلے گئے اور خسر صاحب اور اقارب کو بہت افسوس ہوا اور فکر مند ہوئے کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی دعا کے متعلق ایک تقریر کا مجھ پر گہرا اثر تھا رات کو میں نے بہت الحاح سے دعا کی۔ صبح ناشتہ کے وقت سب افسردہ تھے۔ بھائی نے کہا اب کیا ہوگا۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ فضل کرے گا۔ معاملہ ٹھیک ہوجائیگا۔ اور خسر صاحب سے کہہ کر تنہا مولوی مذکور کو بلوالیا۔ مولوی صاحب کی ناشتہ سے خاطر تواضع کرتے وقت میں نے ان سے کہا کہ نکاح نہ پڑھنے کا سبب میری سمجھ میں نہیں آیا۔ ایک مسلمان کیلئے اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ کی صفات ہیں اور ہم ان سب باتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور دل سے یقین کرتے ہیں۔ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کا کلام سمجھتے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھتے اور کعبۃ اللہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے ہیں۔ باوجود اس کے ہمیں کافر کہنا کتنی بے انصافی ہے اور میں نے اسی دوران میں دس روپے کا ایک نوٹ ان کی طرف سرکا دیا۔ وہ راضی ہوگیا۔ اور میں نے ماموں صاحب سے کہا کہ آپ اپنے ڈھب کے دو تین افسر بلالیں زیادہ آدمیوں کی ضرورت نہیں۔ مولوی صاحب خود ہی ان لوگوں کو سمجھا لیں گے۔ الغرض پانچ سات آدمی آ گئے۔ اور مولوی مذکور نے ان کو سمجھایا اور بہت جلدی خطبہ پڑھنا شروع کر دیا۔ جس کے اختتام پر مبارک سلامت ہوئی۔ دعا کر کے مولوی چمپت ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارا کام ہوگیا۔ اور ہم دو دن کے بعد دلہن لے کر سیالکوٹ چلے آئے۔

آپ کی اہلیہ محترمہ نے ۱۹۰۳ء میں بیعت کی اور پھر حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت قادیان میں کی۔ باتیں سنیں۔ مرحومہ قادیان آتیں تو چونکہ یو۔پی کی رہنے والی تھیں۔ اس لئے سیدہ ام المومنینؓ انہیں دارالمسیح میں اپنے پاس ٹھہراتیں۔ اور کسی دوسری جگہ ٹھہرنے نہ دیتیں۔ آپ نے اکتوبر ۱۹۲۶ء میں بمقام میرٹھ وفات پائی اور وہیں دفن ہوئیں۔ موصیہ نہیں تھیں۔ مولوی صاحب تیس سالہ ازدواجی زندگی کا تجربہ بتاتے ہیں کہ خدا کی بندی (مرحومہ) نے اس عرصہ میں نماز اور تہجد کبھی نہیں چھوڑی۔ بہت نیک اور دعا کرنیوالی خاتون تھیں۔ آپ کی اولاد عبدالحکیم خان (وفات بتاریخ ۲۸ جون ۱۹۵۹ء بعمر تریسٹھ سال اور اقبال احمد خاں (ولادت ۱۹۰۰ء) ہے لیکچر سیالکوٹ کے موقع پر ان دونوں نے سیالکوٹ میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی زیارت کی تھی۔☆

☆حاشیہ اگلے صفحہ پر

تائید خلافت ثانیہ:۔ حضرت خلیفہ اولؓ کی وفات کے وقت آپ مہو چھاؤنی میں تھے۔حضورؓ کی وفات کی اطلاع بذریعہ تار موصول ہوئی تھی۔اور یہ کہ حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد خلیفہ ثانی منتخب ہوئے ہیں۔مولوی صاحب نے ان تیرہ افراد کو جمع کیا جن پر جماعت مشتمل تھی۔اور مختصر تقریر کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی بیعت کے دستخط کروا کر قادیان تحریر بھجوادی۔آپ کو خلافت ثانیہ کے متعلق ایک لمحہ کے لئے بھی شک پیدا نہیں ہوا۔آپ روایت کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔اللہ تعالیٰ ایک ولی کو بھی خراب اولاد کی بشارت نہیں دیتا۔چہ جائیکہ مسیح موعودؑ کو خراب اولاد کی بشارت دیتا۔اور اپنی اولاد کے متعلق فرمایا۔کہ وہ متقی اور صالح ہوں گے کیونکہ خدا تعالیٰ نے ان کی بشارت دی ہے۔آپ نے یہ روایت مولوی محمد علی صاحب کو سنائی تو انہوں نے ناراضگی کے لہجہ میں کہا کہ:۔ '' بھائی عمل کی ضرورت ہے۔''

تبلیغی سرگرمی:۔ اللہ تعالیٰ کا یہ خاص فضل ہے کہ آپ کو تبلیغ کا جوش عطا ہوا ہے۔۱۹۳۶ء میں خاکسار کو کوئٹہ کے احباب نے بتایا تھا کہ آپ انگریز حکام کو جن سے آپ کو واسطہ پڑتا ہے تبلیغ کرتے ہیں اور عندالملاقات آپ نے بتایا تھا کہ آپ ان کو تبلیغی لٹریچر دیتے ہیں۔یہ میجر جنرل ہڈلسٹن جس کے آپ وہاں مینجر تھے۔ایک طویل مدت تک سوڈان میں وائسرائے رہ چکے تھے اور عربی خوب جانتے تھے۔مولوی صاحب نے ان کی خدمت میں ٹیچنگز آف اسلام پیش کی۔جسے انہوں نے تین دفعہ مطالعہ کیا اور مولوی صاحب کے دریافت کرنے پر کہ کیا کوئی اور کتاب دوں تو جنرل موصوف نے کہا کہ دیجئے لیکن اس سے بہتر کتاب آپ کے سلسلہ میں نہیں ہوگی۔جنرل موصوف نے کئی بار اپنی تقاریر میں مولوی صاحب کا ذکر کیا کہ کوئٹہ میں صحیح معنوں میں صرف وہی مسلمان ہے۔بہت ایماندار ہے۔

حاشیہ صفحہ سابقہ:۔ ☆ عبدالحکیم خاں مرحوم کی اولاد چار لڑکے (مبارک احمد خاں بی۔اے ملازم لندن نسیم احمد خاں ریڈیو مکینک ایرفورس، محمد شفیع خاں اور خورشید احمد خاں) پانچ لڑکیاں اور اقبال احمد خاں کی اولاد آٹھ لڑکے (ناصر احمد خاں بی کام متعلم لندن وغیرہ) اور تین لڑکیاں زندہ ہیں اقبال احمد خاں کا نام پہلے عبدالحکیم خاں تھا۔ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی کے ارتداد پر نام تبدیل کرلیا۔مولوی صاحب بیان کرتے ہیں کہ خسر اور بڑے بھائی دونوں نے گو احمدیت قبول نہیں کی لیکن مخالف بھی نہیں تھے۔اور بھائی احمدیوں کی حمایت کرتے تھے۔

آپ کی تبلیغ اور تالیف قلوب کے ذریعہ آپ کے سسرال کے چالیس اکتالیس افراد حضرت مسیح موعودؑ اور خلافت ثانیہ کے زمانہ میں احمدیت میں داخل ہوئے۔

جھانسی میں آپ چھ سال ملازمت میں رہے۔ اور وہاں بھی آپ کی مذہبی گفتگو ہوتی رہتی وہاں مخدوم بخش صاحب ٹیلر۔خاں فیض محمد خان صاحب۔کریم الدین چودھری اور متعدد احباب احمدیت میں داخل ہوئے۔انبالہ چھاؤنی میں تین دوست آپ نے احمدی بنائے۔بابو محمد علی خانصاحب شاہجہانپوری کو پانچ سال تبلیغ کر کے احمدی بنایا۔ یہ اس وقت ریاست اندور میں تھے۔ ☆

آپ بیان کرتے ہیں کہ میرٹھ میں ہمارے خلاف اہلحدیث ہرسال جلسہ کراتے تھے۔مولوی ثناء اللہ صاحب امرت سری۔مولانا مرتضٰی حسن صاحب دربھنگی۔مولوی محمد صاحب جونا گڑھی کو فیس پر بُلاتے اور تقریریں کراتے۔ایک ایسے ہی موقع پر ان کی طرف سے شدومد سے انتظام ہوا اور بارہ علماء بلائے گئے۔ہم پانچ احمدی جلسہ میں پہنچے۔پہلی تقریر مولوی ثناء اللہ صاحب کی تھی۔جس میں حسب عادت اس نے استہزاء،شعر بازی اور الہامات اور پیشگوئیوں اپر اعتراضات کئے اور بطور چیلنج کہا کہ میری تقریر کے بعد کوئی صاحب جواب دینا چاہیں یا اعتراض کرنا چاہیں تو اجازت ہے۔شیخ عبدالرشید صاحب رضی اللہ عنہ رئیس میرٹھ نے جو صحابی تھے۔مجھے کہا کہ کچھ کہو گے۔میں نے کہا ہاں کہونگا۔آپ دعا کریں۔مولوی صاحب کی تقریر کے دوران میں مجھے کچھ سمجھ نہیں آیا۔ کہ میں کیا کہوں۔میں نے دعا کی کہ یا الٰہی! تو نے حضرت صاحب کو الہام کیا۔"وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔(64)اس کی تقریر ختم ہونے پر میں کھڑا ہوا۔اور میں نے جو بیان کیا وہ گویا معجزانہ رنگ میں القاء ہوا میں نے کہا کہ ہم پانچ احمدی جلسہ میں ہیں دو وہ جنہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کے دست مبارک پر بیعت کی۔آپ کی بیعت کے طفیل ہم کو حضرت نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی اور ہم نے رؤیا میں دیکھا حضور علیہ السلام حضرت مسیح موعودؑ سے بڑی محبت سے گفتگو فرما رہے ہیں۔پھر دوسری مرتبہ بھی دیکھا اور ہم یہ بات موکد بعذاب قسم کھا کر بیان کرتے ہیں۔اب میرا سوال یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو صادق ماننے اور آپ کی غلامی میں داخل ہونے کی برکت سے مجھے حضرت نبی کریم ﷺ کی تین مرتبہ زیارت ہوئی۔

☆ بابو محمد علی خاں صاحب نے کراچی میں وفات پائی۔اور بہشتی مقبرہ قادیان میں آپ کا کتبہ لگا ہوا ہے۔آپ کراچی میں دفن ہیں۔

آپ لوگ جو بارہ تیرہ مولانا صاحب جو سٹیج پر بیٹھے ہیں نیز مولوی ثناءاللہ صاحب بھی جو صحیح اسلام بردار اپنے آپ کو خیال کرتے ہیں کیا اپنے بال بچوں کی موکد بعذاب قسم کھا کر بیان کریں (گے) کہ آپ کو حضرت نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی اور یہ کہ حضور نے فرمایا کہ مرزا صاحب کا دعویٰ غلط ہے مگر قسم مؤکد بعذاب ہوگی۔ بس میرا یہ کہنا تھا کہ سٹیج پر اوس پڑ گئی۔ ایک دو منٹ کی خاموشی کے بعد میرے ایک دوست قاضی نجم الدین صاحب رئیس میرٹھ نے جو غیر احمدی تھے لیکن حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کا مطالعہ کرتے تھے کہا کہ کوئی مولوی نہیں بولتا۔ کیا کسی کو بھی نبی کریم ﷺ کی زیارت نہیں ہوئی۔ فرمایا چلو بھائی جلسہ ختم۔ ہم سب چلے آئے اور بھی کچھ غیر احمدی چلے آئے۔ اور جلسہ پھیکا پڑ گیا۔

اس خاطر کہ مولوی عبدالواحد خاں صاحب کی طرز تحریر محفوظ ہو جائے۔ ذیل میں چربہ دیا جاتا ہے۔''

اصل تحریر کے الفاظ ذیل میں دیئے جاتے ہیں۔

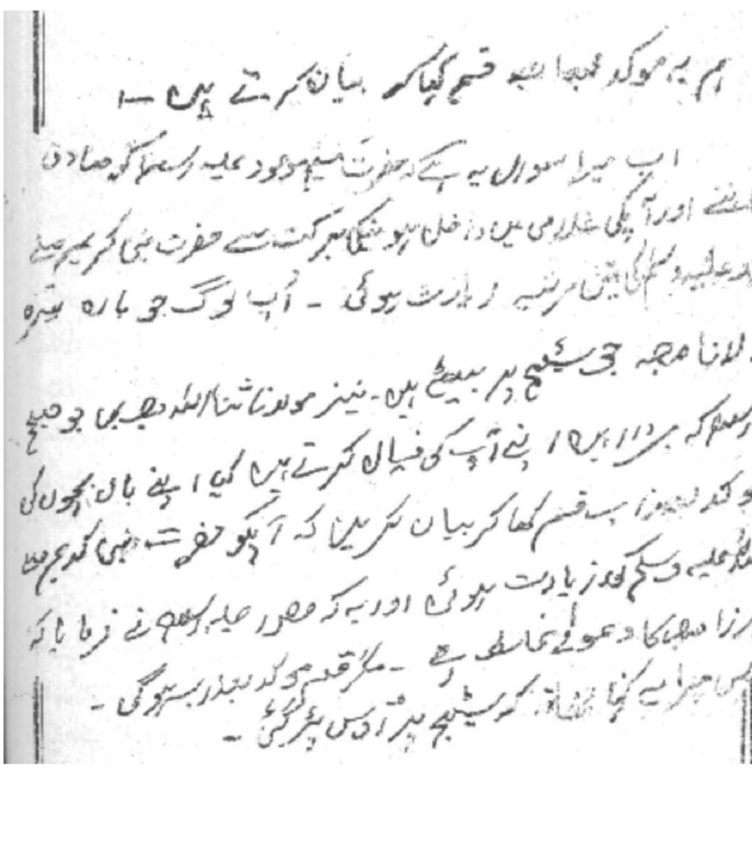
ہم یہ موکد بعذاب قسم کھا کر بیان کرتے ہیں۔
اب میرا سوال یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو صادق
ماننے اور آپکی غلامی میں داخل ہونیکا [illegible] سے حضرت نبی کریم صلے
اللہ علیہ وسلم کی [illegible] زیارت ہوئی۔ آپ لوگ جو بارہ تیرہ
مولانا صاحب جو سٹیج پر بیٹھے ہیں۔ نیز مولوی ثناء اللہ صاحب بھی جو صحیح
اسلام کے بردار ہیں اپنے آپ کو خیال کرتے ہیں کیا اپنے بال بچوں کی
موکد بعذاب قسم کھا کر بیان کر دینگے کہ آپکو حضرت نبی کریم صلے
اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور یہ کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ
مرزا صاحب کا دعویٰ غلط ہے۔ مگر قسم مؤکد بعذاب ہوگی۔
بس میرا یہ کہنا تھا کہ سٹیج پر اوس پڑ گئی۔

خدمت سلسلہ اور لٹریچر میں ذکر:۔ آپ کو سلسلہ کی مالی خدمات کی بھی توفیق ملی ہے چنانچہ آپ موصی ہیں سلسلہ کے لٹریچر میں بھی آپ کا ذکر آتا ہے۔ چنانچہ الفضل میں قادیان میں آنے والے مہمانوں کے تعلق میں مرقوم ہے:۔

''الہ آباد سے خانساماں عبدالواحد صاحب جو بارادہ حج مکہ معظّمہ جارہے ہیں'' (67) وہاں مرقوم ہے کہ ساٹھ مہمان آئے لیکن نام صرف سات کا دیا گیا ہے۔ جس سے یہ مترشح ہوا کہ آج سے اڑتالیس سال قبل خلافت اولیٰ میں آپ کا شمار جماعت کے ممتاز اور قابل ذکر افراد میں تھا۔☆

دعاؤں کی قبولیت:۔ جماعت احمدیہ پر حضرت مسیح موعودؑ کے طفیل ہزاروں برکات نازل ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایک عظیم برکت دعاؤں کی قبولیت پر یقین اور دعاؤں میں انہماک بھی ہے۔ حضرت مولوی عبدالواحد خان صاحب بھی بہت دعائیں کرنے والے بزرگ ہیں ذیل میں قبولیت دعا کے بعض واقعات درج کئے جاتے ہیں

(۱) میرے بڑے لڑکے عزیزم ملک رشیدالدین انور سلمہ نے اس دفعہ میٹرک کا امتحان دیا۔ بظاہر کامیابی کی امید نہیں تھی۔ وہ پڑھائی نہیں کر سکا آپ کو دکھایا گیا کہ کامیاب ہوا ہے۔ چنانچہ بفضلہٖ تعالیٰ غیر متوقع طور پر کامیاب ہو گیا۔

(۲) وسط ہند میں چھاؤنی مہو میں آپ برطانوی فوج میں ٹھیکہ لے کر تین سال تک رہے وہاں ایک صاحب منصور علی کے لڑکے نے جو تعلیم یافتہ تھا سب انسپکٹر پولیس بھرتی ہونے کے لئے درخواست دی۔ غیر مسلم کلرک کی شرارت سے وہ ناکام ہوا۔ نصف سال بعد دوبارہ بھی مذہبی تعصب کے باعث اسے ناکام کیا گیا۔ اہلیہ منصور علی نے اہلیہ مولوی صاحب کے ذریعہ مولوی صاحب کو کہلوایا کہ اس کے لئے دعا کریں۔ ملازمت نہ ملنے کے باعث اسے رشتہ بھی نہیں مل سکتا۔ آپ نے لڑکے کی والدہ کو کہلا بھیجا کہ اگر بیٹا پولیس کی ٹریننگ میں منظور کر لیا

☆ آپ کی وصیت کا نمبر ۵۲۶ مورخہ ۱۱/۱۱/۸ ہے۔ آپ کا چندہ مدرسہ کے لئے بنارس سے تین روپے، پھر نصف روپیہ اور کالج فنڈ ایک روپیہ مس کوٹ جھانسی سے اور برائے تعمیر مدرسہ ایک لاکھ کی تحریک میں بنارس چھاؤنی کوٹھی ٹکسالی سے تیس روپے اور پھر سترہ روپے اور بدر کے لئے سوا روپیہ مرقوم ہیں۔ (دیکھئے علی الترتیب الحکم ۵۰/۳/۳۱ صفحہ ۱۲، ۵۰/۸/۳۱ صفحہ ۱۲ ک ۲، ۳۔ ریویو (اردو) بابت ۱۹۱۲ء (صفحہ ۲۳۰، صفحہ ۴۴۵) و بدر ۰۵/۶/۸ صفحہ ۸)

جائے تب تو آپ لوگ مانیں گے کہ احمدیت سچی ہے۔اور حضرت مسیح موعودؑ مامور ہیں اور یہ اقرار اپنے خاوند سے بھی کراؤ۔ چنانچہ ان سب نے اس صورت میں احمدیت قبول کرنے کا وعدہ کرلیا۔سو مولوی صاحب محترم نے دو ماہ متواتر دعائیں کرنے پر خواب میں اس نوجوان کو سب انسپکٹر پولیس کی وردی میں ملبوس دیکھا۔سو اس سے پھر درخواست دلوائی۔وہی کلرک اور وہی انگریز ایس۔پی تھا۔اور کلرک نے پھر وہ فائل سامنے رکھدی ایس۔پی نے اس نوجوان کو دیکھ کر کہا کہ یہ تو شکیل نوجوان ہے اسے میں نے کیوں نامنظور کر دیا تھا۔ چنانچہ یہ عزیز ٹریننگ کے لئے بھجوادیا جس کے بعد وہ سب انسپکٹر ہوگیا۔ پہلے تو اس کے باپ نے اقارب کے خوف سے بیعت میں ہچکچاہٹ ظاہر کی لیکن اس کی بیوی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ورنہ ہمیں ہی نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے۔مبادا مولوی صاحب الٹی تسبیح پھیرنے لگیں. چنانچہ چھ افراد نے بیعت کر لی۔اور مولوی صاحب کے مکان پر جمعہ ادا ہونے لگا۔

(۳) مکرم میاں عبدالحق صاحب رامہ کراچی میں اپنا دومنزلہ بنگلہ تعمیر کرا رہے تھے کہ نچلی منزل کی تعمیر کے بعد روپیہ ختم ہوگیا۔بہت فکر مند تھے کیونکہ اوپر کی منزل کی تعمیر کے بغیر حسب منشاء کرایہ پر عمارت نہیں اٹھ سکتی تھی۔میاں صاحب نے مولوی صاحب سے دعا کی درخواست کی چنانچہ آپ نے دعا کی اور رات کو دیکھا کہ ایک انگریز بہت اچھا سوٹ پہنے ہوئے آپ کے سامنے کھڑا ہے اور کہتا ہے کہ میرا نام COMPLETE MAN (مکمل آدمی) ہے چنانچہ آپ کو یقین ہوگیا کہ ان کا کام ہوجائے گا۔چنانچہ صبح ہی ایک امریکن نے آکر رامہ صاحب کو پانچ ہزار روپیہ پیشگی کرایہ دیا۔جس سے ان کی مشکل حل ہوگئی ۔

(۴) عبدالخالق صاحب (سابق سیکرٹری مال حلقہ مارٹن روڈ کراچی ۔حال راولپنڈی) نے دعا کی درخواست کی کہ بارہ تیرہ سال شادی پر گذر چکے ہیں۔اولاد نہیں ہوئی اسی طرح مکرم ڈاکٹر عبیداللہ صاحب بٹالوی (مقیم لاہور) نے بھی دعا کی درخواست کی کہ ان کی بچی (اہلیہ محترمہ وحید صاحب مقیم کراچی) کی شادی پر دس سال بیت چکے گود ہری نہیں ہوئی۔مولوی صاحب محترم ڈیڑھ ماہ کے قریب دعا کرتے رہے۔چنانچہ آپ نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ دو بچے لائے ہیں۔اور کہتے ہیں کہ آپ کے لئے لایا ہوں۔آپ نے کہا الحمدللہ۔مہربانی کر کے ایک بچہ عبدالخالق صاحب کو اور ایک وحید صاحب کو دے دیں۔ چنانچہ بفضلہٖ تعالیٰ دونوں کے ہاں بچے ہوئے جو زندہ سلامت ہیں۔

(۵) ایک صاحب آفتاب احمد صاحب بسمل جو شاعر اور ادیب ہیں۔گھر پر لے گئے اور مولوی صاحب

سے کہا کہ چار پانچ بچیاں عطا ہوئیں لیکن نرینہ اولاد سے محروم ہوں۔آپ دعا کریں۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی۔اورانہیں بچہ عطا کیا۔جواب اچھا بڑا اورتندرست ہے۔

(۶) مکرم ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب صدیقی مقیم میر پور خاص سندھ (داماد حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب معالج خصوصی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ) کے ایک مقدمہ میں کامیابی کے لئے مولوی صاحب مکرم نے بہت دعا کی۔آپ نے دیکھا کہ ریچھ جیسا ایک جانور صدیقی صاحب پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔اور جس راستہ سے اس نے حملہ کے لئے گذرنا ہے وہاں ایک بہت بڑا درخت ہے جس کے تنے میں خلا ہے مولوی صاحب اس میں چھپ گئے اور آپ کے ہاتھ میں کاغذوں کا ایک گیند نما پلندہ ہے جس میں شیشے کے ٹکڑے اور لوہے کی کرچیں ہیں۔جب جانور حملہ کے لئے گزرا تو آپ نے زور سے اس کے پُٹھہ پر یہ پلندہ دے مارا جس سے وہ زخمی ہوا۔اورخون بہنے لگا۔اور وہ لڑکھڑاتا ہوا جنگل کو بھاگا۔معلوم ہوتا تھا کہ ضرور مر جائے گا۔اسی طرح ان کے ایک اور مقدمہ کے متعلق آپ نے دعا کی۔تو دیکھا کہ کچھ سانپ ایک بڑے سانپ کی اقتداء میں صدیقی صاحب کی طرف جا رہے ہیں مولوی صاحب نے جلدی سے بڑے سانپ کا سر کچل دیا تو سارے چھوٹے سانپ بھاگ گئے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دونوں مقدمات میں کامیاب کر دیا۔

(۷) ایک سرکاری افسر ابوالحسن صاحب پر مقدمہ بن گیا۔ان کے برادر نسبتی نے مولوی صاحب سے دعا کی درخواست کی۔آپ دعا کرتے رہے۔ایک ماہ بعد آپ نے دیکھا کہ لوہے کی ایک بہت موٹی زنجیر جو آگ کی طرح لال ہے گویا بھٹی سے نکال کر لٹکائی گئی ہے دور تک جا رہی ہے۔اور ایک طرف ابوالحسن صاحب اور دوسری طرف مولوی صاحب ہیں۔اور ابوالحسن صاحب اس کی سخت گرمی سے بہت بے چین ہیں اور مولوی صاحب کی طرف آنا چاہتے ہیں۔لیکن اس کی گرمی کی وجہ سے آگے بڑھ نہیں سکتے۔مولوی صاحب نے سورۃ الفلق زور زور سے پڑھنی شروع کی جس سے وہ رفتہ رفتہ زنجیر ٹھنڈی ہوگئی۔اور ابوالحسن صاحب مولوی صاحب کی طرف آ گئے جہاں خوب آرام تھا اور ٹھنڈک تھی اور تفہیم ہوئی کہ ان کو اللہ تعالیٰ بری کر دے گا۔سو بفضلہ تعالیٰ ایسا ہی ہوا۔

اللہ تعالیٰ نیک بندوں کی دعائیں سنتا ہے۔اور ان کو بشارتیں عطا کرتا ہے جو روحانی ترقی اور ازدیاد ایمان وایقان کا موجب ہوتی ہیں۔آنحضور ﷺ کی زیارت بھی تین بار ہوئی۔چنانچہ آپ بیان کرتے ہیں کہ۔

ایک بہت بڑی عمارت ہے جس کے چاروں طرف چھ فٹ کی دیوار ہے۔احاطہ کا رقبہ چھ ایکڑ ہوگا۔برآمدے میں دو کرسیاں ہیں ایک پر میں بیٹھا ہوں۔حضرت چوہدری محمد حسین صاحبؓ (برادر حضرت

نواب صاحبؓ) سے میں نے دوسری پر بیٹھنے کو کہا تو انہوں نے کہا کہ میں نہیں بیٹھوں گا۔ پھر دیکھا کہ پھاٹک میں سے حضرت نبی کریم ﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ چلے آ رہے ہیں۔ آتے آتے حضرت رسول کریم ﷺ حضرت مسیح موعودؑ کے جسم میں ایک حصہ سما گئے اور آگے آتے آتے سارا جسم مبارک حضور ﷺ کا حضرت مسیح موعودؑ کے جسم مبارک میں داخل ہو گیا اور صرف حضرت مسیح موعودؑ تنہا رہ گئے۔ میں پہلے ہی کرسی پر سے کھڑا ہو گیا تھا۔ قریب آنے پر میں نے السلام علیکم عرض کر کے مصافحہ کرنا چاہا۔ حضورؑ نے فرمایا معانقہ کریں گے۔ چنانچہ حضور نے بڑی محبت سے مجھے چھاتی سے لگایا اور خوب زور سے معانقہ کیا۔ چوہدری صاحب محترم نے عرض کیا کہ حضور! یہ پرانے صحابی ہیں۔ سر مبارک ہلاتے ہوئے فرمایا ہم کو معلوم ہے۔ حضور نے عمارت میں داخل ہو کر مڑ کر فرمایا فضل ہے فضل۔ میں ایک دوست کے اہم معاملہ کے تعلق ان دنوں دعا کر رہا تھا۔ ’’فضل ہے فضل‘‘ گو اس کے متعلق تھا۔ میں نے اکثر اور بیشتر دیکھا کہ جب میں حضرت مسیح موعود کو رؤیا میں دیکھتا تو مجھے یقین ہو جاتا کہ دعا قبول ہو گئی میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ خواب اسی طرح دیکھا ہے۔ لعنت ہے جھوٹ بولنے والے پر۔

مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوری ☆

خاندانی حالات: ۔حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوری کے مورث اعلیٰ حافظ سعداللہ صاحب حضرت اورنگ زیبؒ کے درباری تھے۔ان کے بیٹے چوہدری محمد سعید صاحب نے ایک ہزار فقہی مسائل پر مشتمل ایک کتاب بنام ''ہزاری'' ۱۱۶۴ہجری میں تالیف کی تھی۔اور ۱۱۵۶ھ میں اپنے ننھیال کی اراضی واقعہ موضع بقاپور میں آئے توسکھوں نے اراضی زبردستی چھین لی توان کے فرزند چوہدری شیر محمد صاحب جومشہور عالم تھے مہاراجہ رنجیت سنگھ سے حکم نامہ لے آئے اوراراضی واپس حاصل کرلی۔

مولانا بقاپوری کے والد ماجد چوہدری صدرالدین صاحب قوم جالب کھوکھر زمیندار تھے ہمدردی رکھنے والے بزرگ تھے۔آپ نے چک چٹھہ (تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ) کے نمبردار کے حق میں جھوٹی گواہی دینے سے انکار کردیا۔گواس کے نتیجہ میں اس بدکردار نے آپ کوگاؤں سے نکال دیا۔مولانا صاحب کی والدہ محترمہ دیندار،روزہ نماز کی پابند تھیں۔بچوں کا علاج بلامعاوضہ کرتی تھیں۔مولانا کے تایا چراغ دین بھی بہت نیک بزرگ تھے۔رات کا بیشتر حصہ مسجد میں نوافل ادا کرتے۔

ولادت وتعلیم وحضرت مسیح موعودؑ کی اولین زیارت: ۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوری ۱۸۷۵ء میں بمقام چک چٹھہ پیدا ہوئے۔ آپ نے سات سال کی عمر تک تیسری جماعت تک اسی جگہ سرکاری

☆ حضرت مولانا صاحب کے خودنوشت حالات حیات بقاپوری ہر چہار حصص میں شائع ہوچکے ہیں۔جو علی الترتیب ۲۵۶، ۱۲۴، ۴۸ اور ۸۵ صفحات پر مشتمل ہیں۔خلاصۃً بعض مزید ضروری حوالہ جات کے ساتھ تکمیل کرکے خاکسار یہاں شائع کررہا ہے زیادہ تفصیل کیلئے احباب حیات بقاپوری کی طرف رجوع فرمائیں۔حصہ پنجم بھی گذشتہ سال شائع ہوا ہے۔لیکن مجھے اس کے دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔

حیات بقاپوری کے متعلق سیدنا حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

''اس میں انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کے بعض فتاوٰی بھی جمع کئے ہیں نہ معلوم وہ ہیں جن میں وہ بھی اس وقت بیٹھے ہوئے تھے یاان کو پسند تھے۔کہ انہوں نے لکھ لئے لیکن اس میں حضرت مسیح موعودؑ کے بعض خیالات اورآپ کے افکار بعض مسائل کے متعلق نہایت ہی اعلیٰ درجہ کے لکھے گئے ہیں۔بلکہ ایک حوالہ تو ایسا ملا ہے جس کی ہم کو تلاش رہی اور پہلے ہم کو نہیں ملا۔اس میں ہمیں مل گیا۔یہ بھی اچھی دلچسپ کتاب ہے۔''(66)

مدرسہ میں تعلیم پائی۔۱۸۸۴ء میں اپنے جدّی گاؤں بقاپور سے دومیل کے فاصلہ پر موضع حمید پور میں ایک مولوی صاحب کے پاس قرآن شریف کے علاوہ گلستان و بوستاں تک فارسی پڑھی۔اوراسی سال نیلہ گنبد لاہور کے مدرسہ رحیمیہ میں داخل ہوکر قدوری۔کافیہ اور فصُول اکبری وغیرہ کتب پڑھیں ۹۰۔۱۸۸۹ء میں دوسال لدھیانہ میں حضرت مولانا عبدالقادر صاحبؓ (یکے از ۳۱۳ صحابہ) سے تعلیم حاصل کی۔۱۸۹۱ء میں ایک دفعہ استادمحترم نے آپ کونصف روپیہ دے کر محلّہ اقبال گنج روانہ کیا۔تا کہ حضرت مسیح موعودؑ سے کتاب ''فتح اسلام'' لے آئیں۔اس موقع پر آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کی اقتداء میں عصر کی نماز ادا کرنے کا موقع بھی ملا۔اس عرصہ طالب علمی کے متعلق جبکہ آپ صرف پندرہ سولہ سالہ نوجوان تھے۔حضرت شیخ یعقوب علی صاحبؓ عرفانی کے تاثرات کتاب کے آخری حصہ میں درج کئے گئے ہیں۔عرفانی صاحبؓ کے تجربہ میں مولانا بقاپوری صاحب میں اس وقت بھی روحانی ترقی کی تڑپ تھی اوران کے چہرے پر رشد کے آثار ہویدا تھے۔

قادیان کی زیارت اور حصول قرب احمدیت:۔آپ نے ۱۸۹۱ء تا ۱۸۹۳ء مدرسہ مظاہرالعلوم سہارنپور میں تعلیم مکمل کی۔۱۸۸۳ء کے واقعہ انتشار علوم کا آپ کو علم تھا اور ۱۸۹۴ء میں جبکہ آپ ریاست کچھ بھوج کے شہر مندرا کے مدرسہ عربی میں اول مدرس عربی تھے اور آپ کی عمر قریباً بیس سال کی تھی۔رمضان شریف میں کسوف وخسوف ہوا۔اورآپ سے لوگوں نے پوچھا کہ کیا اس نشان کی رو سے (حضرت) مرزا صاحبؑ صادق ہیں۔آپ نے کہا کہ یہ علامت ہے کہ حضرت امام مہدی پیدا ہو چکے ہیں۔لیکن آپ کے دل پر اس نشان کا یہ اثر ہوا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی طرف آپ کی توجہ ہوگئی۔اور آپ کبھی کبھی قادیان آتے اور اپنے پرانے دوستوں حضرت عرفانی صاحبؓ ،حضرت ،مولوی سید محمد سرور شاہ صاحبؓ اور حضرت قاضی امیر حسین صاحبؓ سے بھی ملاقات ہوتی۔اور ہر بار قادیان آنے پر جماعت کے ساتھ آپ کا تعلق زیادہ پختہ ہو جاتا۔

جب آپ ۱۹۰۳ء میں قادیان آئے تو آپ کے ایک سوال پر حضرت مسیح موعودؑ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا۔مولوی صاحب یہ ایمان نہیں کہ تھوڑے سے ایمان میں انسان کمزوری دکھائے اور حضور نے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الخَوفِ وَالْجُوعِ (67) ۔کی تفسیر بیان فرمائی اس سے مولانا صاحب اسقدر متاثر ہوئے کہ آپ نے عزم کرلیا کہ آئندہ آپ ضرور بیعت کے لئے تیار ہو کر آئیں گے۔ان دنوں آپ اپنے ماموں کے پاس قصبہ مرالی والہ (ضلع گوجرانوالہ) میں رہتے تھے۔آپ نے وہاں پہنچ کر اس بات کا تذکرہ شروع

کر دیا کہ حضرت مرزا صاحب صادق مسلمان ہیں اور جماعت احمدیہ بھی دیگر مسلم فرقوں کی طرح ایک فرقہ ہے اس پر وہاں کے اہلحدیث افراد نے امرت سر سے مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی کو بلا لیا۔ جنہوں نے آپ پر زور ڈالا کہ دیگر دوصد علماء کی طرح آپ بھی عقیدہ وفات عیسیٰ اور دعویٰ مسیحیت و مہدیت کے باعث (معاذ اللہ) حضرت مرزا صاحب کے کفر کا اعلان کریں۔ آپ نے جرأت سے کام لے کر کہا کہ میں حنفی ہوں بہت بڑے حنفی عالم مولوی غلام قادر صاحب کا یہ فتویٰ میرے پاس موجود ہے کہ اہلحدیث کافر اور خارج از اسلام ہیں۔ سو آپ کو تو کافر کہنے کو تیار ہوں لیکن حضرت مرزا صاحب کو نہیں۔ کیونکہ میں نے بار ہا قادیان جا کر دیکھا۔ ان کی باتیں سنیں مجھے کفر کی کوئی بات نظر نہیں آئی۔ اس پر غزنوی صاحب نے کہا یہ پکا مرزائی ہو گیا ہے۔ اور مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت کیا ہے اسی دوران میں باپ بیٹا دو شخص غزنوی مذکور کے پاس آئے اور کسوف و خسوف کے نشان کے متعلق دریافت کیا مولوی مذکور نے کہا کہ اس بارہ میں حدیث صحیح ہے۔ باپ نے بیٹے کو کہا چلو چلیں۔ ہم نے جو کچھ پوچھنا تھا۔ پوچھ لیا۔ مولوی مذکور نے کہا کہ تم مرزا کے پھندے میں نہ پھنس جانا۔ وہ کہتا ہے کہ کسوف و خسوف میری صداقت کا نشان ہیں۔

اس نشان کا ذکر قرآن مجید میں نہیں اور یہ علامت مہدی کے پیدا ہونے کی ہے بوڑھے نے کہا کہ مجھے کئی مقدمات سے واسطہ پڑا ہے۔ جب مدعیٰ علیہ انکار کرے تو گواہ پیش کرنے پڑتے ہیں۔ ان آسمانی نشانات نے ظاہر کر دیا کہ دنیا میں کوئی مدعی مہدویت ہے جس کا انکار کیا جا رہا ہے۔ اس واقعہ سے بھی مولانا بقاپوری صاحب کو احمدیت کی طرف زیادہ توجہ ہوگئی۔ اور آپ مخفی طور پر جلد جلد قادیان جانے لگے۔ اور ۱۹۰۴ء میں آپ نے مسئلہ نبوت کے متعلق بھی تسلی کر لی۔

سفر برائے بیعت:۔ بالآخر ۱۹۰۵ء میں آپ بیعت کے ارادہ سے قادیان کے لئے روانہ ہوئے۔ اور اپنے بڑے بھائی مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کو جو عالم فاضل اور صوفی منش تھے اپنے ساتھ لیا۔ اور انہیں کہا کہ اگر آپ کو قادیان میں کوئی امر خلاف شریعت نظر آئے تو مجھے بتلا دیں اور اگر وہاں کی فضا مطابق شریعت پائیں تو بھی آگاہ کر دیں۔ آپ کا یہ مقصد تھا کہ بھائی صاحب بھی اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ پائیں۔ اور دونوں بھائیوں میں مخالفت پیدا نہ ہو۔

پیدل سفر کرتے ہوئے جب دونوں دریائے راوی کو عبور کر کے فتح گڑھ چوڑیاں پہنچے تو انہوں نے

دو مسلمانوں سے بٹالہ کا راستہ دریافت کیا اور پوچھنے پر بتایا کہ ہم قادیان جارہے ہیں۔ یہ سنتے ہی ان دونوں نے بے نقط گالیاں ماں بہن کی نکالنی شروع کردیں کہ ان دونوں کو دیکھو انہوں نے داڑھیاں رکھی ہوئی ہیں۔ مولوی معلوم ہوتے ہیں مگر نہ معلوم انہیں کیا ہوگیا ہے کہ مرزا کے پاس گمراہ ہونے جارہے ہیں۔ یہ وہاں سے چل پڑے اور وہ مسلمان وہاں پر ہی کھڑے گالیاں دیتے رہے۔ مولوی صاحب کے بھائی صاحب نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے مرزا صاحب سچے ہیں۔ اب ہم کسی مسلمان سے راستہ دریافت نہیں کریں گے۔ رات بٹالہ میں رہے اور دوسرے دن قادیان پہنچ گئے۔

آپ کے کہنے پر تین دن بھائی صاحب نے استخارہ کرکے بتلایا کہ حضرت مرزا صاحب واقعی صادق ہیں۔ اس لئے آپ بیعت کرلیں۔ اور خود کسی اور وقت میں بذریعہ خط بیعت کر لینے کا اظہار کیا۔ اور کہا کہ ہمارا باہمی معاہدہ تھا کہ آپ مجھے بیعت کے لئے نہیں کہیں گے۔

بیعت: ۔ قادیان پہنچنے کے چوتھے روز آپ نے بیعت کا ارادہ کرلیا۔ اس دن حضرت مسیح موعودؑ کی طبیعت ناساز تھی۔ حضور کی عیادت کے لئے حضرت خلیفہ اولؓ حضرت، مولوی عبدالکریم صاحبؓ، خواجہ کمال الدین صاحب اور شیخ رحمت اللہ صاحبؓ وغیرہم بیت الفکر میں بیٹھے تھے کہ حضور کو مولانا بقاپوری صاحب کے متعلق اطلاع دی گئی کہ وہ حاضر ہونا چاہتے ہیں حضور نے آپ کو بھی اندر آنے کی اجازت دی۔ چونکہ اس وقت وہاں پر کوئی خالی کرسی یا موڑھا وغیرہ نہ تھا۔ اس لئے مولوی صاحب نیچے بیٹھنے کے لئے جھکے ہی تھے کہ حضور نے فرمایا۔ نہیں نہیں آپ میرے پاس چار پائی پر بیٹھ جائیں۔ آپ جھجکتے ہوئے پاؤں نیچے لٹکا کر چارپائی پر بیٹھ گئے تو حضورؑ نے کمال مہربانی سے فرمایا۔

''مولوی صاحب! میری طرح چارپائی پر پاؤں رکھ کر بیٹھ جائیں۔''

چنانچہ آپ حضور کے سامنے بیٹھ گئے اور عرض کی کہ حضور اب مجھے کسی قسم کا شک وشبہ باقی نہیں رہا۔ اور حضور نے تین چار روز یہاں قیام کرنے کا ارشاد فرمایا تھا۔ آج چوتھا دن ہے۔ میری بیعت لے لیں۔ حضور نے ہاتھ بڑھایا اور آپ کی بیعت لے لی۔ اس نظارہ سے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب جو وہاں تشریف فرما تھے۔ بہت ہی متاثر ہوئے اور فرمایا۔

''مولوی صاحب! اس طرح کی بیعت کرنا آپ کو مبارک ہو۔''

''قبول احمدیت سے مولوی صاحب کے تایا چراغ دین صاحب کی (جو کہ ولی اللہ تھے) یہ بات پوری ہوگئی جو کہ وہ مولوی صاحب کی والدہ کو کہا کرتے تھے۔ کہ ابراہیم تمہارے گھر ایک نور لائے گا جسے تم وقت پر سمجھ لو گے حضرت مولوی صاحب اپنے خاندان میں احمدیت کے آدم تھے۔

مخالفت بعد اعلان بیعت:۔ آپ نے قصبہ مرالی میں پہنچ کر اپنی بیعت کا مسجد میں اعلان کر دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ جماعت احمدیہ کا کلمہ، قبلہ، اور دین اور نماز وہی ہے اور قادیان میں ہر وقت قال اللہ وقال الرسول کا ذکر ہوتا اور اشاعت دین کا کام ہوتا ہے۔ اس پر قصبہ میں شور برپا ہوا۔ اور شدید مخالفت کا آغاز ہوگیا۔ اہلحدیث مولویوں کی طرف سے مقاطعہ کرا دیا گیا۔ لوگ آپ کو کھلے بندوں گالی گلوچ دیتے۔ ایسے کٹھن مرحلہ پر مولانا صاحب آستانہ (الٰہی) پر جھکنے، تہجد میں گریہ وزاری میں مصروف ہونے لگے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر رؤیا وکشوف کا دروازہ کھول دیا۔ اور یہ امر آپ کے لئے بالکل نیا تھا۔ اس طرح آپ کے لئے تسلی کے سامان ہونے لگے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا بیٹا! عزم رکھنا۔ ایک دفعہ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ میں نے بھی اسی طرح پختہ عزم کیا تھا۔ سو اب آپ کے ایمان وعرفان میں ترقی ہونے لگی اور حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ عشق و وفا بھی بڑھنے لگا۔ اور آپ دیوانہ وار تبلیغ میں لگ گئے جس پر آپ کے ماموں نے جو خسر بھی تھے آپ کو گھر سے نکل جانے پر مجبور کیا اور پولیس سے اس بارہ میں استمداد کی بھی دھمکی دی۔ اس لئے آپ موضع بقاپور چلے آئے۔ یہاں اپنی زمینداری کے باعث مقاطعہ تو نہ ہوا۔ لیکن مخالفت پورے زور سے رہی۔ عوام کے علاوہ آپ کے والدین اور چھوٹا بھائی بھی زمرہ مخالفین میں شامل تھے۔ البتہ بڑے بھائی مخالف نہ ہوئے۔ ایک روز آپ کی والدہ نے آپ کے والد سے کہا کہ آپ میرے بیٹے کو کیوں برا کہتے ہیں وہ پہلے سے زیادہ نمازی ہے۔ والد صاحب نے کہا کہ مرزا صاحب کو جن کا دعویٰ مہدی ہونے کا ہے مان لیا ہے۔ والدہ صاحبہ نے کہا کہ امام مہدی کے معنے ہدایت یافتہ لوگوں کے امام کے ہیں ان کے ماننے سے میرے بیٹے کو زیادہ ہدایت نصیب ہوگئی ہے جس کا ثبوت اس کے عمل سے ظاہر ہے اور مولوی صاحب کو اپنی بیعت کا خط لکھنے کو کہا۔ آپ تبلیغ میں مصروف رہے اور ایک سال کے اندر والد صاحب چھوٹا بھائی اور دونوں بھاوجوں نے بھی بیعت کر لی۔ اور بڑے بھائی صاحب نے خلافت اولیٰ میں بیعت کر لی۔

۱۹۰۵ء تا ۱۹۰۸ء تین سال بقاپور میں ہر طرح کی مالی اور بدنی ابتلاؤں کے گذرے کئی کئی دن فاقہ کشی

تک بھی نوبت پہنچی ۔لیکن روحانی مسرتوں کے باعث ان تکالیف کا احساس نہ ہوا ۔کیونکہ آپ زمینداری نہیں کرتے تھے اس لئے آمد کی کوئی صورت نہ تھی ۔پھر چند لڑکے آپ سے فارسی پڑھنے لگے ۔اس طرح قدرے معاش کا سامان ہو گیا۔

اہلیہ اولیٰ کے متعلق ایک نشان:۔ آپ کی شادی آپ کے ماموں کی لڑکی کے ساتھ ہوئی تھی۔ جب آپ ابھی ننھیال میں مقیم تھے تو آپ جمعہ گوجرانولہ میں ادا کرتے تھے۔ایک جمعہ پر امام الصلوٰۃ حکیم محمد دین صاحب نے کہا کہ آپ طبابت کرتے ہیں۔سنکھیا کوئی کھالے تو اس کا علاج یہ ہے۔آپ یاد رکھیں۔آپ گھر پہنچے تو معلوم ہوا کہ آپ کی بیوی نے غلطی سے سنکھیا کھالیا ہے اور ان کی حالت غیر ہو چکی تھی۔اور مخالفین خوش ہو کر کہتے تھے کہ مرزائی کی خانہ بربادی مرزائیت کے باعث ہونے لگی ہے۔مولانا نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے علاج بتا دیا ہوا ہے۔ یہ بچ جائے گی۔ چنانچہ اس علاج سے معجزانہ طور پر شفا ہو گئی۔

مباہلہ وغیرہ اور نکاح ثانی :۔ آپ کے ساتھ موضع حمید پور کے ایک مولوی نے مباحثہ اور پھر مباہلہ کیا۔اور ایک سال کے اندر ہلاک ہوا۔اسی طرح دیگر معاندین کو بھی اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا۔اور مخالفت کم ہو گئی۔ اور ایک دو گھرانے احمدی ہو گئے۔اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے شَمَاتَتَ اَعْدَاء سے بچا کر فوری ہلاکت سے آپ کی اہلیہ صاحبہ کو فوری بچالیا۔ بعد میں کچھ اس زہر کے اثر سے اور کچھ جسمانی تکالیف کی وجہ سے صحت خراب ہو گئی۔ حضرت مسیح موعودؑ کے وصال کی خبر سے ایسا گہرا اثر پڑا کہ جانبر نہ ہو سکیں۔اور ۲ دسمبر ۱۹۰۸ء کو وفات پا گئیں۔

آپ نے جلسہ سالانہ پر حضرت خلیفہ اولؓ سے ان کی وفات کا ذکر کر کے نکاح ثانی کے لئے دعا کی درخواست کی۔حضور نے نہایت شفقت سے فرمایا کہ میں ضرور دعا کروں گا۔مولانا صاحب نے بھی دعا کی کہ حضور کو توجہ سے دعا کرنے کی توفیق ملے۔جلسہ سالانہ کے بعد واپسی کی اجازت کے لئے آپ اور دیگر احباب حاضر ہوئے تو حضور نے سب کے لئے دعا فرمائی اور مولانا صاحب سے کہا کہ میں نے آپ کے نکاح کے متعلق دعا کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ قبول کر لی گئی ہے۔

محترم مولانا صاحب نے رؤیا میں دیکھا کہ کوئی شخص ایک نوجوان لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر کہتا ہے کہ آپ کو دی گئی ہے۔آپ کے چچا صاحب نے خواب سن کر فرمایا کہ اس شکل وصورت کی لڑکی چک ۹۸ شمالی سرگودھا میں ہے۔آپ وزیرآباد گئے ۔اور حضرت حافظ غلام رسول صاحبؓ سے خواب وغیرہ کا ذکر کیا۔دونوں اس گاؤں میں

پہنچے تو دیکھا کہ ایک غیر احمدی مولوی سے مباحثہ کے لئے احمدی مولوی کی ضرورت تھی۔اور یہ دونوں تائید غیبی کے رنگ میں پہنچ گئے تھے۔حافظ صاحب کے ذکر کرنے پر احباب جماعت نے اپنے امام الصلوٰۃ قریشی غلام حسین صاحب کو تحریک کی۔انہوں نے تین شرائط کے ساتھ منظور کرلیا۔اور ہر سہ امور کے متعلق انہوں نے بقاپور جا کر معلومات حاصل کرنی تھیں۔لیکن غیر احمدی مولوی کو حضرت مولانا بقاپوری صاحب نے اس بُری طرح لاجواب کیا کہ اس کے زیر اثر ان شرائط کو نظر انداز کر کے رشتہ کر دینا منظور کرلیا۔اور ان کی صاحبزادی محترمہ حیات بیگم صاحبہ سے آپ کی شادی ہوگئی ،موصوفہ کو بھی خدمت سلسلہ کا موقع ملتا رہا ہے۔☆ بعد میں مولوی صاحب ۱۹۰۹ء سے ۱۹۱۴ء تک اسی علاقہ میں ٹھہرے اور آپ کی تبلیغ سے کئی جماعتیں قائم ہوئیں۔

حصول اولاد کے لئے دعا :۔آپ نے ۱۹۰۵ء میں حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں نرینہ اولاد کے لئے دعا کی درخواست کی تا کہ آپ کے بعد بھی تبلیغ کا سلسلہ جاری رہے۔فرمایا میں دعا کروں گا۔دوسرے دن پھر عرض کیا۔فرمایا میں نے دعا کی ہے۔اور پھر بھی کروں گا۔تیسرے روز پھر عرض کی۔فرمایا میں نے دعا کی ہے پھر بھی کروں گا۔اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور اولاد بخشے گا۔آپ تو اس طرح بات کرتے ہیں۔گویا آپ کی عمر اسی برس کی ہوگئی ہے۔سو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے بابرکت اولاد عطا کی۔آپ کے بڑے بیٹے چوہدری محمد اسمٰعیل صاحب کی شادی حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ کی خواہر نسبتی (محترمہ مجیدہ بیگم صاحبہ بنت حضرت میرزا محمد شفیع صاحبؓ) سے ہوئی جو گویا حضرت سیدہ ام متین صاحبہ (حرم سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ) کی خالہ ہیں۔

☆ رپورٹ مشاورت ۱۹۲۳ء میں نظارت تعلیم وتربیت کی رپورٹ میں مرقوم ہے کہ مولانا صاحب کی اہلیہ صاحبہ ان خواتین میں سے ہیں جو مصباح کے لئے مضامین بھجوانے کا جوش رکھتی ہیں اور مصباح کے لئے خریدار مہیا کرنے میں زیادہ مستعد ہیں۔(صفحہ ۴۷) آپ نے چندہ درویشاں دیا۔(68)

شجرہ نسب :۔

بڈھا ولد غلام رسول ولد شبیر محمد ولد محمد سعید (مصنف کتاب ہزاری)
ولد سعید اللہ (درباری)

- امام الدین (لاولد)
- چراغ الدین (لاولد)
- شمس الدین (لاولد)
- صدر الدین
  - محمد اسماعیل
    - شبیر محمد
    - محمد سعید (نمبردار بقاپور)
    - محمد حفیظ (درویش قادیان)
  - حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوری
  - محبوب عالم

شجرہ نسب اولاد حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوری مدظلہ،

- مبارکہ بیگم اُولیٰ ۱۹۱۲ء (وفات ۱۹۲۷ء)
- امۃ الحفیظ ۱۹۱۸ء
  - بشریٰ ۴۶ء
  - محمد مبشر ۴۷ء
  - منصورہ ۵۸ء
- محمد اسمٰعیل ۱۷ اگست ۱۹۲۱ء
  - محمد یوسف پیدائش ۲۸/۱۰/۴۳
  - محمد الیاس ۹ جولائی ۴۵ء
  - محبوب احمد ادریس
  - امۃ النصیر ۴۹ء
  - امۃ الکریم ۴۷ء
- محمد اسحٰق ۱۷ اگست ۱۹۲۱ء
  (دونوں توام پیدا ہوئے)
  - محمد یعقوب ۵۱ء
  - محمد ادریس
  - محمد سلیمان
  - عطیہ ستمبر ۶۱ء
- مبارکہ بیگم ثانیہ ۱۷ اپریل ۱۹۲۸ء
  - زاہدہ منصورہ
  - ساجدہ
  - زاہدہ منصور
  - افضل احمد
- مبارک احمد ۲۳ جنوری ۱۹۳۲ء

تائیدخلافت :۔ آپ ہمیشہ سے خلافت کے مؤیّد رہے ہیں۔خلافتِ اولیٰ میں بعد میں ہونیوالے مخالفینِ خلافت کے فتنہ کا آغاز ہو چکا تھا۔وہ تمام حالات آپ ہی کے سامنے گذرے ہیں۔آپ ۱۹۱۱ء یا ۱۹۱۲ء میں بعد استخارہ انجمن انصاراللہ کے ممبر بن گئے تھے۔☆ فروری ۱۹۱۴ء سے سیکرٹری انجمن انصاراللہ حضرت حافظ روشن علی کے دستخط سے روزانہ حضرت خلیفہ اولؓ کی حالت کے متعلق اطلاع موصول ہوتی تھی۔اس وقت مولوی صاحب چک ۹۹ شمالی سرگودھا میں تھے۔۴ مارچ کے متعلق اطلاع ملی کہ حضور کی حالت تشویشناک ہے۔جو دوست زیارت کرنا چاہیں وہ ہفتہ عشرہ کے اندر آ جائیں۔چنانچہ آپ ۱۱مارچ کو قادیان پہنچے۔سیالکوٹ میں آپ کو حضرت چوہدری نصراللہ خانصاحبؓ نے بتایا تھا کہ قادیان میں خلافت کے متعلق دوگروہ ہیں۔

آپ قادیان پہنچے تو کوٹھی دارالسلام پہنچے اس وقت آپ کی موجودگی کا واقعہ ہے کہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے حضور کو دہی پلایا جو قے ہوگیا۔ہوش وحواس قائم تھے۔مولوی صاحب کے سلام کا جواب دیا۔اور خیروعافیت پوچھی۔مولوی صاحب حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کے کمرہ میں گئے۔حضرت صاحبزادہ صاحب نے مولوی محمد علی صاحب کو ایک مضمون لکھ کر بھیجا تھا کہ وہ بھی دستخط کردیں۔اورالفضل اور پیغام صلح میں شائع کردیا جائے۔مضمون یہ تھا کہ یہ افواہ جھوٹی ہے کہ بعض کے نزدیک۔فلاں خلیفہ ہوگا۔جس کے یہ معنی ہیں کہ ہم نعوذ باللہ خلیفہ وقت کی موت چاہتے ہیں۔مکرم مولوی فضل الدین صاحب وکیل نے آکر بتایا کہ مولوی محمد علی صاحب کہتے ہیں کہ یہ اختلاف قادیان ہی میں ہے اس طرح یہ خبر باہر بھی پہنچے گی ہم دونوں عصر کے بعد یہاں تقریر کردیں تو کافی ہے۔یہ سن کر مولانا بقاپوری صاحب نے حضرت چوہدری نصراللہ خانصاحبؓ کی گفتگو کا ذکر کیا۔اس پر حضرت صاحبزادہ صاحب نے اس حوالہ سے دوبارہ مولوی فضل الدین صاحب کے ذریعہ مولوی محمد علی صاحب کو کہلا بھیجا لیکن مولوی محمد علی صاحب نے اخباروں میں شائع کرانا نہ مانا۔

جمعہ کے دن حضرت خلیفہ اولؓ کا وصال ہوگیا۔حضرت صاحبزادہ صاحب نے عصر کے بعد مختصر تقریر میں بتلایا کہ یہ دن ابتلاء کا ہے۔احباب رات بھر اور صبح روزہ رکھ کر دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ خلافت کے لئے اس شخص کو چنے جو سلسلہ کے لئے مفید ہو۔اور اس کی رضا کی راہ پر چلنے والا ہو۔

☆ اس کی تصدیق ''انصاراللہ'' کے قابلِ قدر تاریخی ''ٹریکٹ اظہار حقیقت'' مطبوعہ ۲۸/۱۶/۱۳ سے ہوتی ہے اس میں چالیس انصاراللہ کے اسماء درج ہیں اور بیسویں نمبر پر محمد ابراہیم علاقہ سرگودھا مرقوم ہے۔

اس کے بعد آپ جنگل کی طرف روانہ ہوئے تو مولوی محمد علی صاحب نے کھڑا کر کے کچھ دیر باتیں کیں۔رات کو حضرت صاحبزادہ صاحب نے حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ، حضرت نواب محمد علی خانصاحبؓ اور اپنے بھائیوں کو جمع کر کے یہ کہا کہ اگر یہ لوگ اس بات پر راضی ہوجائیں تو مولوی محمد علی صاحب ہمارے خلیفہ ہوجائیں تو میں ان کی بیعت کرلوں گا۔ہم انصاراللہ نے بھی یہ بات مان لی۔

احباب رات بھر دعائیں کرتے رہے۔اور صبح روزہ رکھا۔اور بعد نماز فجر حضرت صاحبزادہ صاحب نے مولانا بقاپوری صاحب سے کہا کہ میرے کمرے میں چالیس احباب کو جمع کریں میں نے ان سے مشورہ کرنا ہے۔ چنانچہ ان کے جمع ہونے پر آپ نے مختصراً فرمایا کہ الوصیت میں لکھا ہے کہ جس پر چالیس آدمی متفق ہوں۔وہ بیعت لینے کا مجاز ہے۔سو آپ چالیس یہ بتلائیں کہ خلیفہ انجمن کا مطیع ہوگا یا مطاع۔اور کیا وہ ہر ایک نئے اور پرانے سے بیعت لے گا یا صرف آئندہ احمدی ہونے والوں سے سب نے کہا کہ خلیفہ مطاع ہوگا۔اور ہر نئے اور پرانے احمدی سے بیعت لے گا۔

مولانا بقاپوری صاحب یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عرفانی صاحبؓ نے کہا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کو ہم خلیفہ مانتے ہیں، ہم سے بیعت لے لیں۔آپ نے فرمایا کہ میں اس طرح خفیہ بیعت نہیں لینا چاہتا۔نہ میں نے بیعت کے لئے آپ لوگوں کو بلایا ہے۔آپ لوگ آنے والے لوگوں سے ہر دو امور کے متعلق دریافت کریں۔چنانچہ اڑھائی ہزار افراد سے دریافت کیا گیا۔سب نے چالیس افراد والا جواب ہی دیا۔ان میں سے چالیس پچاس سے مولانا بقاپوری صاحب نے بھی دریافت کیا تھا۔

مولانا صاحب ذکر کرتے ہیں کہ حضرت خلیفہ اولؓ کی وفات سے قبل ہی مولوی محمد علی صاحب نے ایک فتنہ ساز ٹریکٹ چھپوا رکھا تھا۔جو میرے نام راولپنڈی سے ۱۴ مارچ کو حوالہ ڈاک کیا گیا۔اس میں انجمن کو حضورؑ کی جانشین بتلایا گیا تھا۔اور یہ کہ الوصیت کا مفہوم یہ ہے کہ پرانے لوگوں سے نہیں بلکہ نئے احمدی ہونے والوں سے بیعت لی جائے گی وغیرہ۔اور یہ ٹریکٹ مجھے رات دو بجے ملا۔ہفتہ کے روز انجمن کے ممبران کا مشورہ میں اتفاق نہ ہوسکا۔حضرت صاحبزادہ صاحب نے اس امر پہ رضامندی کا اظہار کیا کہ آپ لوگ خلافت کے قیام کے قائل ہوں تو ہم تو مولوی محمد علی صاحب کی بیعت کو بھی تیار ہیں لیکن مخالفین خلافت یہ کہتے تھے کہ حضرت خلیفہ اولؓ کی تدفین عمل میں لائی جائے۔اور انتخاب خلافت کے لئے کوئی اور تاریخ مقرر کر لی جائے۔حضرت صاحبزادہ صاحب کا انتخاب بطور خلیفہ ہوا۔اور آپ نے حضرت خلیفہ اولؓ کا جنازہ پڑھایا۔چند آدمی جنہوں نے بیعت نہ کی

تھی وہ بھی جنازہ اور تدفین میں شریک ہوئے۔

مولانا صاحب بیان کرتے ہیں کہ اگلے روز یہ معلوم ہونے پر کہ مولوی محمد علی صاحب قادیان چھوڑ کر لاہور جارہے ہیں۔حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ہم تین اشخاص ان کو سمجھانے گئے۔اور حضور کا یہ پیغام دیا کہ آپ کو قادیان میں کسی قسم کی تکلیف نہ ہوگی۔انہوں نے کہا کہ یہ کسی نے جھوٹ کہا ہے میں تو دو چار روز کے لئے لاہور جارہا ہوں۔پھر حضور خود مولوی محمد علی صاحب کی کوٹھی پر گئے لیکن مولوی صاحب نے سلام کا جواب دینے اور حضور کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے میاں بگا سے باتیں کرنی شروع کر دیں۔اس لئے حضور واپس آ گئے اور مولوی صاحب راتوں رات قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ اور متعلقہ کتب لے کر لاہور چلے گئے۔ہم مولوی صدرالدین صاحب کو سمجھانے بھی گئے لیکن انہوں نے کہا کہ اب تو ہم جارہے ہیں اور ہمارے ذریعہ ہی چندہ آتا تھا۔اب یہاں عیسائی آئیں گے اور اپنا مشن چلائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور کی عجیب نصرت فرمائی۔حضور نے بارہ ہزار روپیہ چندہ کی تحریک کی قادیان کی غریب جماعت نے عجیب نمونہ دکھایا۔تین ہزار اپنے ذمہ لیا۔دو ہزار کے وعدے نصف گھنٹے میں پیش کر دیئے۔اور ارادہ کیا کہ بارہ ہزار ضلع گورداسپور کی طرف سے پیش ہو۔خواتین نے بھی غیر معمولی حصہ لیا۔ (69)

مولانا بقاپوری صاحب کو حضور نے فرمایا۔کہ آپ کو علاقہ سرگودھا سے آئے دس بارہ روز ہو گئے ہیں اور وہاں لائل پوری شیخوں کا اثر بھی ہے۔اس لئے آپ وہاں جائیں اور کمزور اور متردد طبائع کو دلائل اور دعاؤں سے سہارا دیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے سوائے ایک گھرانہ کے جو شیخوں کا تھا۔باقی سب نے بیعت کر لی۔ ☆

☆ خلافت کے متعلق گیارہ وزنی شبہات کے شافی جواب مولانا صاحب نے رقم کئے (الفضل ۱۴/۴/۳ ،صفحہ ۷، ۸) آپ اس وقت سیکرٹری انجمن احمدیہ نمبر ۹۹ شمالی علاقہ سرگودھا'' تھے۔۱۴/۳/۱۵ کو قریباً پون صد احباب کی طرف سے حضرت خلیفہ اول کی وفات ،حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے انتخاب کا ذکر کر کے احباب کو بیعت کرنے کی تلقین کی گئی ۔اس میں بھی آپ کا نمبر بطور سیکرٹری انجمن احمدیہ چک ۹ سرگودھا درج ہے ۔(الفضل ۱۴/۳/ ۱۸ اصفحہ ۱۶) معلوم ہوتا ہے ۹۹ کی بجائے ۹ سہواً یا کاتب کی غلطی سے شائع ہوا۔

۱۴/۳/۲۱ کو بھی پوسٹر کے طور پر ایک ایسی تحریک کئی صد عہدیداران وغیرہ کی طرف سے شائع ہوئی اس میں بھی اسی جگہ کے ایسے عہدیدار کے طور پر آپ کا نام شامل ہے ۔اس پوسٹر کے ایک طرف بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

صدر انجمن کی ملازمت:۔ حضرت مولوی فضل الٰہی صاحبؓ بھیروی نے (جنہوں نے مولانا بقاپوری صاحب کی دوسری شادی میں بھی امداد کی تھی۔) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ۱۹۱۴ء تحریر کیا کہ مولوی صاحب عالم اور نیک ہیں۔اور اس وقت جماعت کو ایسے ہی افراد درکار ہیں۔ان کو مبلغین میں شامل کرنا مفید ہوگا۔(70) چنانچہ حضور نے خط لکھ کر آپ کو اکتوبر ۱۹۱۴ء میں سرگودھا سے بلا کر فرمایا کہ ترقی اسلام کے منتظم اعلیٰ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ سے مل کر اپنے گذارے کے متعلق بھی بات چیت کر لیں۔مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے بوقت بیعت میرے عرض کرنے پر فرمایا تھا کہ لوگوں سے کہہ دینا کہ میں نے حق کو پا لیا ہے۔اور دعا کرنے کے بعد ان کو تبلیغ کرنا۔اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے گا۔اور پھر جب حضور نے وقف زندگی کی تحریک کی تو حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ حضرت بابا حسن محمد صاحب اور حضرت شیخ غلام احمد صاحبؓ واعظ وغیرھم کے ساتھ میں نے بھی زندگی وقف کی تھی۔اور جس طرح دس سال سے گذارہ کا انتظام ہے اب بھی ہوتا رہے گا ۔حضور نے فرمایا کہ اب چونکہ کلیۃً انجمن کے ماتحت ہوں گے اس لئے گذارہ لینا جائز ہے۔

حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ نے آپ سے یہ سن کر کہ دس بارہ روپے میں گذارہ ہو جائے گا پندرہ روپے مشاہرہ مقرر کیا۔حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ کم ہے کیونکہ اب دیہاتی زندگی کی بجائے شہری زندگی اختیار کرنی ہوگی۔ چنانچہ حضرت مولوی صاحبؓ نے بائیس روپے مقرر کر دیئے۔اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ خود آپ کی ترقی کا خیال رکھتے رہے۔ چنانچہ پنشن قاعدہ کی رو سے قریباً پچیس روپے بنتی تھی۔حضور نے چالیس کر دی۔حضور کی نظر میں آپ کی خدمات قابل قدر ہیں۔ چنانچہ حضور نے اپریل ۱۹۳۶ء کی مشاورت میں یہ بتاتے ہوئے کہ مبلغین کیسے ہونے چاہئیں آپ کا بھی ذکر مثالی رنگ میں فرمایا۔(صفحہ ۲۶)

آپ کو ملازمت میں ہندوستان کے بہت سے مقامات پر تبلیغ کے متعلق جانے کی توفیق حاصل ہوئی۔سندھ میں بھی کئی سال متعین رہے۔وہاں سے واپسی پر قادیان میں واعظ مقامی مقرر ہوئے۔اور ۱۹۳۵ء میں آپ نے پنشن پائی۔اس عرصہ میں بھی آپ کو بیرونی جماعتوں میں رفع تنازعات کے لئے بھجوایا جاتا۔نظارت تعلیم و تربیت کی ایک سالانہ رپورٹ میں آپ کے کام کی ملخص یوں درج ہے:۔’’ایک ذریعہ تربیت کا قادیان کی بڑھتی

بقیہ حاشیہ:۔حضرت نواب محمد علی خاں صاحبؓ اور حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کی طرف سے مخالفین خلافت کے افتراؤں کی تردید کی گئی ہے۔

ہوئی جماعت کو اصلاح پر قائم رکھنا ہے......آبادی...... بڑھتی رہتی ہے۔اور نئے آنے والے احباب میں سے کئی ایسے ہوتے ہیں۔ جو قابل اصلاح ہوتے ہیں اور اگر فی الفوران کی اصلاح کی طرف توجہ نہ کی جائے تو وہ دوسرے احباب پر بھی اثر ڈالنے کا موجب ہو جاتے ہیں۔ایسے نو واردین اور مہمانوں کی اصلاح اور تربیت کے لئے مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوری بعہدہ واعظ مقامی کام کرتے ہیں جن کا یہ کام ہے کہ قرآن کریم، حدیث شریف اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا درس جاری رکھتے ہیں اور نو واردین کی تعلیم و تربیت کا خاص خیال رکھتے ہیں اور اس طرح قادیان کی پاک بستی کو ہر قسم کی خرابی سے بچاتے ہیں۔☆

تبلیغ اور مباحثات:۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ آپ کو تبلیغ اسلام و احمدیت کی خوب توفیق ملی۔اور آپ نے کامیاب مباحثے اور علمی گفتگوئیں کیں۔بعض اوقات سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی قلم مبارک سے ہدایات تحریر کر کے ارسال کیں۔حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے تحریر کیا کہ:۔

''مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری میں بفضلہ تعالیٰ یہ خوبی ہے کہ ان کی تقریر مدلل ہونے کے ساتھ ساتھ عام فہم اور فریق ثانی کے دلوں کو کھینچنے کی تاثیر رکھتی ہے۔اور فریق ثانی کے مباحث خواہ کیسی ہی اشتعال انگیزی کریں۔مولوی صاحب کبھی غصہ میں نہیں آتے تھے۔''☆☆

☆''رپورٹ سالانہ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ'' بابت ۳۶۔۱۹۳۵ء (صفحہ ۹۸ نیز صفحہ ۱۴۶ ار پورٹ نظارت ضیافت) مولانا صاحب کی دو صفحات کی رپورٹ بھی ہے کہ کس طرح درس قرآن وحدیث کے علاوہ متفرق کلاس کا انتظام بعض افراد کی تربیت اور مقامی مساجد میں تقاریر وہ کرتے ہیں۔علاوہ ازیں اس عرصہ میں ان سے سندھ وغیرہ کا اڑھائی ماہ کا دورہ بھی کرایا گیا۔ (صفحہ ۱۰۵۔۱۰۶) آپ کو دوالمیال مصالحت کے لئے بھجوایا گیا۔(الفضل ۲۰/۹/۴۵ زیر مدینۃ المسیحؑ) رپورٹ سالانہ بابت ۴۳۔۱۹۴۲ء میں واعظ مقامی کی اسامی کے بارے میں کچھ ذکر ہے۔(صفحہ ۳۲)

☆☆ حیات بقاپوری حصہ اول (صفحہ ۲۴۳) حصہ اول و دوم میں آپ کے مباحث کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔ختم نبوت کے متعلق موضع خان پور (ریاست پٹیالہ) میں ایک ایسی گفتگو کے نتیجہ میں چوہدری مولا بخش صاحب نمبردار مع آٹھ دس گھر متعلقین کے احمدی ہو گئے۔(حصہ دوم ۲۶ تا ۳۰) اور ضلع سیالکوٹ میں دو افراد نے بیعت کی (حصہ سوم صفحہ ۴۴)

حضرت چوہدری عبداللہ خانصاحب بہلولپوری نے آپ سے قرآن مجید باترجمہ پڑھا اور اس علاقہ میں چوہدری عصمت اللہ صاحب وکیل کے والد چوہدری فضل احمد صاحب نیز حاجی چوہدری اللہ بخش صاحب نے بیعت کرلی (حصہ اول صفحہ ۴۶ تا ۴۸) موضع گوکھووال (ضلع لائلپور) میں سات افراد نے بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

۱۹۲۲ء میں اولین با قاعدہ مشاورت میں سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس امر پر زور دیا کہ تمام احمدی تبلیغ کریں۔اوراس تعلق میں یہ بھی فرمایا:۔

''میں نے مبلغوں کے حلقے تقسیم کئے ہیں کہ ان کی نگرانی میں یہ کام کرائے جائیں لیکن آپ لوگ آزاد نہیں ۔آپ نے ابھی سے عمل کرنا ہے ۔مبلغ مشورہ دے گا ۔مولوی غلام رسول صاحب راجیکی اور

بقیہ حاشیہ:۔ بیعت کی ۔(صفحہ ۵۶) ہوشیار پور میں آپ نے مولوی ثناء اللہ امرتسری سے کامیاب مناظرہ کر کے ان کے استہزاء کا ایسے رنگ میں جواب دیا کہ وہ لاجواب ہوگیا۔(صفحہ ۵۷تا ۶۰) ہوشیار پور میں پادری جوالا سنگھ سے سات آٹھ ہزار کے مجمع میں آپ کا کامیاب مناظرہ ہوا۔جبکہ مسلمان مولوی کی کمزوری کا اقرار از خود مسلمانوں نے کرلیا تھا۔(صفحہ ۶۰ تا ۶۲)ضلع جالندھر میں وفاتِ عیسیٰ پر مناظرہ ہوا۔(صفحہ ۶۷) ۱۹۱۹ء میں سیالکوٹ میں مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی سے اس بارہ میں مناظرہ ہوا(۶۷ تا ۷۲) بمقام سکرنڈ (سندھ) وفات عیسیٰ پر بحث کے نتیجہ میں ایک شخص احمدی ہوگیا(صفحہ ۷۲تا۷۴) ۱۹۱۵ء میں چنگا بنگیال کے قریب مناظرہ کیا جس پر مخالف مولوی ساکت ہوگیا۔(صفحہ ۷۴تا ۷۸) ۱۹۱۵ء مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبائعین سے کامیاب گفتگو(صفحہ ۷۸تا ۸۵) حکمت کے ساتھ ۱۹۱۱ء میں ضلع سرگودھا میں غیر احمدی مخالفین سے اجازت لے کر تبلیغی باتیں سنائیں (صفحہ ۸۵تا ۸۷) ۱۹۱۵ء میں مفکر احرار چوہدری افضل حق کو دہریہ سے مسلمان بنایا۔(صفحہ ۸۷تا ۸۹) خواجہ کمال الدین صاحب سے گفتگو(صفحہ ۹۰، ۹۱) ایک غیر مبائع مبلغ کو مسکت جواب(صفحہ ۹۱، ۹۲) آپ کے دلائل کی وجہ سے ایک احمدی ہونے والے کی بیوی کا مقدمہ تنسیخ نکاح انگریز مجسٹریٹ نے خارج کردیا۔(صفحہ ۹۲-۹۳) ایسے ہی ایک مقدمہ میں پٹیالہ کے شیعہ مجسٹریٹ کو آپ نے رام کرلیا۔(صفحہ ۹۳ تا ۹۷) آپ کے مباحثہ سے ایک رئیس وڈیرا اللہ وسایا صاحب سکنہ کمال ڈیرہ نے احمدیت قبول کرلی ۔(صفحہ ۹۸-۹۹) ۱۹۱۷ء میں آریہ شانتی سروپ کا جو مسلمانوں سے مرتد ہوا تھا آپ نے پبلک میں ناطقہ بند کر کے عاجز کردیا۔ جبکہ دوسرے مسلمان مولویوں نے اسلام کی مدافعت میں کامیاب ہونے کی بجائے مسلمانوں کو حد درجہ شرمندہ کردیا تھا۔اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مولانا بقاپوری صاحب کو مسکت جواب سمجھادیا۔(صفحہ ۱۰۲ تا ۱۱۱)ضلع نواب شاہ میں سرہند شریف کے ایک خلیفہ کے مرید کو مولانا نے احمدی کرلیا تو خلیفہ (پیر) نے آپ کو بلوایا۔اور آپ پر توجہ ڈالی لیکن خود بیہوش ہوگیا۔اور حد درجہ مرعوب ہوگیا۔اور سیدنا حضرت صاحب کی ملاقات کا اشتیاق ظاہر کیا۔(صفحہ ۱۱۴ تا ۱۱۸) ۱۹۱۵ء میں مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی کو نبوت حضرت مسیح موعود کے متعلق لاجواب کیا۔(صفحہ ۱۲۲ تا ۱۲۴) مولوی ثناء اللہ امرتسری سے ایک مناظرہ (صفحہ ۱۲۶ تا ۱۲۸) سندھ کے پیر صاحب سے کامیاب گفتگو کے نتیجہ میں پیر صاحب نے نماز ایک احمدی کی اقتداء میں ادا کی اور مولانا صاحب کے متعلق بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری اور حافظ روشن علی صاحب کو مقرر کیا ہے ان کا کام یہ ہے کہ صیغے مقرر کریں ۔ اور مبلغ مقرر کریں ۔ جہاں احمدی ہوں وہاں احمدیوں کو مقرر کریں ۔ اور جہاں احمدی نہیں وہاں خود تبلیغ کریں''۔ (71) اسی شوریٰ میں صدر انجمن کا ایک لاکھ قرض کے دور کرنے کیلئے جو خاص انتظام فراہمی چندہ بالخصوص چندہ خاص کیا گیا تھا اس میں مولانا بقاپوری صاحب اور تین اور احباب کو ضلع شاہ پور کے لئے متعین کیا گیا تھا۔(72)

علاقہ سندھ میں کامیاب تبلیغ:۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک رؤیا کی بناء پر اپریل ۱۹۲۳ء میں علاقہ سندھ میں تبلیغی مشن قائم فرمایا۔ اور حضرت مولانا بقاپوری صاحب کو اس علاقہ کا امیر التبلیغ مقرر فرمایا اور اپنے ہاتھ پر بیعت لینے کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ اس وقت سنجوگی قوم پر جو سندھ میں ایک لاکھ کے قریب ہے آریہ قوم نے ملکانوں کی طرح ارتداد کا جال پھیلا دیا تھا۔ مولانا صاحب محنت کر کے چند ماہ میں سندھی کی چند کتابیں پڑھ کر تقریر کرنے کے قابل ہو گئے ۔ اور اولاً سب علاقہ میں آریہ سماجیوں کا کامیابی سے مقابلہ کیا۔ جس جگہ یہ لوگ سادہ لوح سندھیوں کو ورغلا کر ارتداد پر آمادہ کرتے مولانا صاحب وہاں پہنچ کر انہیں

بقیہ حاشیہ :۔ اپنے بیٹے سے کہا کہ یہ بہت بڑے عالم فاضل ہیں (صفحہ ۱۲۸ تا ۱۳۰) آپ نے سید والہ میں تین دن میں ۲/۱-۲۵ گھنٹے تقریریں اور مناظرے کئے۔

(صفحہ ۱۳۵، ۱۳۶) حکمت عملی سے حضرت حافظ محمد ابراہیم صاحب کی بہو کا رخصتانہ کرایا (صفحہ ۱۳۷ تا ۱۲۹) مولوی عبداللہ چکڑالوی سے کامیاب گفتگو (صفحہ ۱۳۹ تا ۱۴۲) ایک علاقہ کے رئیس کا متاثر ہوکر اپنے مولوی کو ناراض ہونا۔ (صفحہ ۱۴۷ تا ۱۵۰) مولانا صاحب کا بمعیت حضرت مولوی سرور شاہ صاحبؓ وحضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ علاقہ مانسہرہ ودیگر اس اور داتہ میں تبلیغ کے لئے ۱۹۱۵ء میں جانا (صفحہ ۱۵۰، ۱۵۱) بیگم پور ضلع جالندھر میں بمعیت حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ وحضرت میاں محمد اسحاق صاحبؓ تبلیغ اور مولوی ثناء اللہ کا آنے سے انکار (صفحہ ۱۵۶، ۱۵۷) حکمت کے ساتھ شیعہ کو جواب جس کو شیعہ نواب صاحب نے قبول کرلیا۔ (صفحہ ۱۶۰، ۱۶۱) گوجرانوالہ میں ایک نوجوان کی قبول احمدیت (صفحہ ۱۶۴، ۱۶۵) لاکھ (سندھ) کے قریب ایک جگہ آپ کی برکت کے ظاہر ہونے پر ایک خاندان نے بیعت کر لی (صفحہ ۱۷۴، ۱۷۵) ریویو اردو بابت فروری ۱۹۱۸ء میں ضلع جالندھر میں آپ کے مصروف تبلیغ ہونے کا ذکر ہے۔ (صفحہ ۷۸) اور ریویو بابت نومبر ۱۹۲۰ء میں مرقوم ہے کہ مشرقی بنگال کے احمدیوں کی استدعا پر آپ کو وہاں بھجوایا گیا۔ پینتیس تقاریر ہوئیں جو پسند کی گئیں اب احباب کلکتہ کی درخواست پر آپ ایک ماہ وہاں قیام کریں گے۔ (صفحہ ۳۸۴) ریویو اردو۔

اسلام پر پختہ کرتے اس طرح شب وروز کی ایک لمبی جدوجہد کا نتیجہ یہ ہوا کہ سات آٹھ ماہ میں ہی سنجوگی قوم سے آریہ سماج کو مایوس ہونا پڑا۔اور ارتداد کی یہ آگ سرد ہوگئی۔دوسرے سال ۱۹۲۴ء میں علماء فقراء اور امراء تینوں سے مقابلہ کرنا پڑا جابجا مباحثات شروع ہو گئے۔مولانا تنہا ہوتے اور مقابل پر غیر احمدی علماء بعض اوقات درجن تک ہوتے مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیشہ آپ ہی کو غلبہ ہوتا۔نتیجۃً احمدیت کی طرف لوگوں کی توجہ بڑھتی گئی۔مباحثات کا بھی عجیب رنگ تھا۔جتنا بھی کوئی وقت لیتا آپ اسے دیتے اور جو سوال ہوتا چاہے کیسا ہی غیر متعلق ہوتا آپ ہمیشہ متانت سے اس کا تحقیقی جواب دیتے۔اور کوشش فرماتے کہ لوگ حقیقت کو سمجھ لیں۔ابتداء میں سندھی پنجابیوں سے سخت نفرت رکھتے تھے اس کے علاوہ آریہ سماجیوں کا پھیلایا ہوا زہر علماء فقراء کی مخالفت،ان سب سے عوام کا متاثر ہونا لازمی امر تھا۔گالی گلوچ کا بازار تو ہر جگہ ہی گرم رہتا۔بلکہ بعض جگہ قتل پر بھی آمادہ ہوتے مگر آپ گالیوں کا جواب دینے کی بجائے تہجد میں ان کی ہدایت کے لئے دعائیں کرتے۔نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۲۶ء میں یہ عسر کی حالت قدرے دور ہوئی۔سندھ میں بعض مقامات پر جماعتیں قائم ہوگئیں۔لوگ باتیں سننے لگے۔علماء پر خاص طور پر رعب پڑا۔بلکہ مولوی بقاپوری کا نام لے کر کہتے کہ ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے اس سے بھی سعید روحیں متوجہ ہوئیں۔اور بہت سے افراد کو اللہ تعالیٰ نے قبول احمدیت کی توفیق عطا فرمائی۔آپ ۱۹۲۸ء میں باوجود علالت کے مصروف تبلیغ رہے اور پچاس افراد جماعت میں داخل ہوئے۔آپ جس وقت سندھ میں متعین ہوئے تھے اس وقت سندھی احمدیوں کی صرف ایک جماعت تھی۔جو دو چار خاندانوں پر مشتمل تھی۔لیکن حضرت مولانا صاحب کی برکت سے قریباً پچاس جماعتیں قائم ہوئیں۔جو سینکڑوں افراد پر مشتمل ہیں آپ کلمہ حق کہنے میں نڈر تھے۔اب بہت سے لوگ احمدیت کے مصدق اور مداح بھی ہوگئے ہیں۔☆

اخویم مولوی بشارت احمد صاحب بشیر (نائب وکیل التبشیر ربوہ) مزید بیان کرتے ہیں کہ سنجوگی قوم نے قبول اسلام کے بعد غیر مسلم اقارب سے رشتے ناطے جاری رکھے۔اور یہی وجہ ان کے ایمان کی کمزوری کی ہوئی۔حضرت مولانا صاحب کو علم ہوا کہ لاڑکانہ کے قریب ایک شہر میں شدھی ہونے والی ہے۔تو آپ وہاں پہنچے اور مسلمان حافظ گوکل چند نامی کو جو رئیس تھے سمجھایا کہنے لگے مولویوں نے ہماری مدد نہیں کی۔اب ہندوؤں سے عہد ہو چکا ہے

☆ یہ کوائف پر مشتمل ایک طویل چٹھی کا خلاصہ ہے جو مولانا صاحب کی علالت کے باعث مستقل واپسی پر میر مرید احمد خان صاحب تالپور جاگیردار اور محمد پریل صاحب ہیڈ ماسٹر کمال ڈیرہ کی طرف سے نظارت دعوۃ وتبلیغ کو موصول ہوئی۔اور الفضل مورخہ ۳۱ اگست ۱۹۲۸ء میں شائع ہوئی۔

پرسوں سارا شہر ہندو ہو جائے گا۔مولوی صاحب کو کھانے کے لئے کہا گیا تو آپ نے کھانے سے انکار کیا۔اور کہا میں تمہاری روٹی ہرگز نہیں کھاؤں گا۔اور آپ زارزار رونے لگے۔لوگ متاثر ہوئے اور کہا کہ کھانا کھالیں۔پھر باتیں کریں گے لیکن آپ نے انکار کیا اور آپ کے آنسو جاری تھے۔رئیس نے کہا کہ عہد توڑنا جرم ہے۔مولوی صاحب نے کہا کہ ایمان سے بڑھ کر بھی کوئی چیز ہوسکتی ہے۔یہ بات اس کی سمجھ میں آگئی۔اور اس نے کہا کہ ہم ہرگز شدھ نہیں ہوں گے۔اور ہم خط بھجوا دیتے ہیں کہ وہ ہرگز نہ آئیں۔مولوی صاحب نے کہا کہ آپ پہلے خط لکھیں پھر میں کھانا کھاؤں گا۔چنانچہ آپ نے خط میں لکھوایا کہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور ہم تمہیں بھی اس کے قبول کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ہم میں سے کوئی بھی اپنا مذہب نہیں چھوڑے گا۔اور اگر کسی نے دوبارہ آنے کی کوشش کی تو وہ بہت ذلیل ہوگا۔اس کے بعد آپ نے کھانا کھایا۔اور چند دن قیام کر کے درس وتدریس کا کام جاری رکھا۔آریہ بہت تلملائے اور وہاں دوبارہ نہیں آئے۔

اسی طرح ایک اور گاؤں کے مسلمانوں نے شدھی ہونے کا اقرار کرلیا تھا۔آپ نے وہاں پہنچ کر ان کو بھی شدھ ہونے سے بچالیا۔چنانچہ اس سے غیر احمدیوں پر بھی بہت نیک اثر ہوا۔حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیالؓ مرحوم ناظر دعوۃ وتبلیغ حضرت مولانا صاحب کے متعلق رقم فرماتے ہیں:۔

کہ سندھ کی تبلیغ میں مولانا صاحب نے نہایت دیانتداری اور جانفشانی سے کام کیا اور علاقہ کی جماعتیں اور افراد کا خود ہی خیال رکھا کبھی شکایت نہیں ہوئی کہ فلاں جماعت کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔بعض چھوٹے واقعات سے بھی تقویٰ کا علم ہوتا ہے آپ نے لکھا کہ کوئٹہ کے دوست چاہتے ہیں کہ میں وہاں جاؤں۔یہ جگہ میرے حلقہ سے باہر ہے۔نظارت کی طرف سے اجازت نہ دی گئی تو کسی نے مولوی صاحب کو لکھا کہ آپ جماعت کوئٹہ کو لکھیں کہ وہ مرکز میں اس بارہ میں چٹھی لکھیں۔تو مولوی صاحب نے جواب دیا کہ میں ایسا لکھنا تقویٰ کے خلاف سمجھتا ہوں۔اس کا یہ مطلب ہوگا کہ مجھے وہاں جانے کی خواہش ہے۔نظارت کے احکام کی اطاعت اور تعاون خوشکن رنگ میں آپ نے کی۔گھر سے آپ کو اپنی جوان بچی کی شدید علالت کی خبر ملتی رہی چونکہ آپ قریب ہی میں قادیان سے گئے تھے اس لئے آپ نے آنے کے لئے اجازت طلب کرنے میں حجاب محسوس کیا۔جب مرکز کی اجازت سے کراچی تار دیا گیا تو آپ اپنے مرکز روہڑی آئے اور ایک رات قیام کر کے مناسب ہدایات دے کر قادیان آئے۔اس وقت جنازہ گھر سے لایا جاچکا تھا۔اور صرف ان کا انتظار ہو رہا تھا۔آپ نے بوجہ علالت رخصت کی درخواست دی تھی۔آپ سے یہ خواہش کی گئی کہ ایثار کریں اور وہیں علاج کرالیں تو آپ نے تعاون

کرتے ہوئے درخواست رخصت واپس لے لی۔آپ نے علاقہ میں خوب رسوخ پیدا کرلیا ہے اورمخالف انجمنیں بھی اپنے خرچ پر ہمارے مبلغوں کو بلانے لگی ہیں اور ایک جلسہ میں انجمن اسلامیہ نے آپ کو صدر بنایا۔ ☆

متفرق خدمات اورلٹریچر میں ذکر:۔ آپ موصی ہیں آپ نے تحریک جدید کے جہاد میں دفتر اول سے شرکت کی ۔آپ کو بطور ممبر مجلس کارپرداز مصالح قبرستان بہشتی مقبرہ بھی خدمت کرنے کا موقع ملا ۔آپ محلّہ دارالفضل قادیان (بشمول دارالسعتہ) کے تین سال کے لئے امین منتخب ہوئے۔آپ کو سالانہ مشاورت میں بھی بعض دفعہ شمولیت کا موقع ملتا رہا ہے۔اسی طرح بعض دیگر خدمات کا بھی آپ کوموقع ملا۔آپ کے بعض مضامین بھی سلسلہ کے لٹریچر میں ہیں۔ ☆☆

☆ یہ اڑھائی کالم کا طویل مضمون ہے جو الفضل مورخہ ۳۱/۸/۲۸ میں شائع ہوا ہے ۔احمدیہ گزٹ مورخہ ۲۶ جولائی ۱۹۲۶ء میں ذکر ہے ۔کہ باوجود شدید گرمی کے آپ نے سندھ میں ایک اور مبلغ کی معیت میں بہت سے دیہات کا دورہ کیا (صفحہ۹) رپورٹ نظارت دعوۃ وتبلیغ میں مرقوم ہے کہ آپ نے ایک اور مبلغ کی معیت میں سارے سندھ کا دورہ کیا۔اور ایک تبلیغی وفد مرکز سے آیا۔آپ نے ان کو لے کر تمام علاقہ سندھ میں کامیابی کے ساتھ دورہ کرایا۔ اور جلسوں کو کامیاب بنایا(73)

☆☆ آپ کا وصیت نمبر۴۶۴۲ مورخہ ۱۵/۱۱/۶ ہے آپ کی وصیت نمبرا کی ہے آپ نے اور آپ کی اہلیہ محترمہ نے دفتر اول کے جہاد تحریک جدید میں قریباً ایک ہزار اور آپ کی اولاد نے قریباً سوا تین ہزار روپیہ دیا۔(پانچ ہزار مجاہدین صفحہ۱۱۸) میاں بیوی کے ایک سال کے چندہ کے جلد ادا کرنے کا ذکر الفضل بابت ۱۱/۲/۵۶ میں ہے (صفحہ ا کالم ۳) مجلس کارپرداز کا ممبر ہونا (رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ بابت ۴۲۔۱۹۴۱ء صفحہ ۶۷) دارالفضل قادیان کا امین منتخب ہونا۔ (الفضل ۴۴/۶/۷ اصفحہ۴) ۱۹۲۳ء کی مشاورت میں بطور مرکزی نمائندہ شریک ہوئے۔اور ۱۹۲۴ء کی مشاورت کی سب کمیٹی دعوۃ وتبلیغ وانسداد وارتداد ملکانہ) کے ممبر بھی بنائے گئے تھے۔(رپورٹ متعلقہ) ریویو کے خریدار بنانے میں آپ نے مدد دی۔(ریویو اردو بابت اپریل ۱۹۱۸ء صفحہ ۱۵۷) اس سال کا جلسہ جو مارچ ۱۹۱۹ء میں ہوا۔اس میں آپ نے مستورات میں تقریر کی۔(ریویو اردو بابت مارچ ۱۹۱۹ء صفحہ ۱۱۶ آپ کی اور آپ کے اقارب کی علالت وغیرہ کا ذکر الفضل ۵۷/۱/۱۶ (صفحہ ا)، ۵۸/۱/۱۲ (ص ا) ۵۸/۸/۲۷ (ص ا)، ۵۸/۱۱/۱۳ (صفحہ۲)، ۵۸/۱۱/۲۳ (صفحہ ا)، ۵۹/۱/۲۰ (صفحہ۸)، ۵۹/۱/۲۸ (صفحہ ا)، ۵۹/۲/۷ (صفحہ ا)، ۵۹/۱۰/۱۰ ۵۹/۱۰/۱ (صفحہ۸) میں اور آپ کی طرف سے احمدیت کی ترقی کے لئے خصوصاً تہجد میں دعاؤں کی تحریک الفضل بابت ۵۸/۱۰/۱۳ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

حضرت اقدس سے حصول برکات :۔آپ نے ۳ مارچ ۱۹۰۵ء کو حضور سے سوالات کئے کہ اطمینان قلب کیسے حاصل ہوسکتا ہے۔ دعا جب تک دل سے نہ اٹھے کیا فائدہ ہوگا نمازیں پڑھنے کے باوجود ہم منہیات سے باز نہیں رہتے۔اور نہ اطمینان قلب میسر آتا ہے۔اور ہم عزم کرنے والے ہوتے تو پھر حضور کی کیا ضرورت تھی۔ان سوالات کے جوابات حضور نے بسط وشرح سے بیان فرمائے کہ ذکر الٰہی سے اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے۔ایک کسان کی طرح جب انسان صبر دکھاتا ہے اور کوشش کرتا ہے تو اسے ذوق وشوق اور معرفت عطا ہوتی ہے۔معرفت کے حصول کے لئے مجاہدہ درکار ہے۔بے شک استقامت بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملتی ہے جب فقیر کسی بخیل کے دروازہ پر دھرنا مار کر بیٹھ جاتا ہے تو کچھ نہ کچھ پا ہی لیتا ہے۔تو رحیم وکریم ذات کے در پر گر کر کوئی خالی نہیں اُٹھ سکتا دل چاہے نہ چاہے کشاں کشاں مسجد میں چلے جاؤ۔سعی ومجاہدہ انسان کے ذمہ ہے پھر اللہ تعالیٰ استقامت عطا کرتا ہے۔جلد بازی جیسے دنیوی امور میں فائدہ نہیں دیتی۔دینی امور میں بھی مفید نہیں ہو سکتی۔نمازوں کو سمجھ کر پڑھنے اور کلام الٰہی اور ادعیہ ماثورہ کے علاوہ اپنی زبان میں دعائیں کرو۔تو اثرات مرتب ہوں گے دنیا کو اپنا معبود نہ بناؤ اور حضرت ابراہیمؑ کی طرح صادق ووفادار بننے کی کوشش کرو۔اور خدا کے ہوجاؤ۔اور اس کی ابتدائی منزل یہ ہے کہ جسم کو اسلام کے تابع کرو۔

مولانا صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضورؑ ظہر کی نماز کے بعد اندرون خانہ جانے لگے تھے کہ میں نے سوال کیا اور حضور میرے پاس آکر کھڑے ہوگئے اور حضور نے یہ باتیں ایسی محبت اور خوشی سے بیان کیں کہ سامعین محظوظ ہوئے۔اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے فرمایا کہ یہ شخص بہت خوش قسمت ہے کہ اس نے اپنی تمام بیماریاں ڈاکٹر کے سامنے رکھ دیں ہیں۔اب اس کا علاج ہوجائے گا۔☆

بقیہ حاشیہ :۔

(صفحہ ۴) میں درج ہے آپ کے مضامین رفع مسیحؑ توفی بمعنی موت اور رفع کے حقیقی معنی کے متعلق ۱۹۱۷ء میں رسالہ تشحیذ الاذہان میں ماہ مارچ میں (صفحہ ۱۴ تا ۳۳) اور اپریل میں (صفحہ ۱۳ تا ۲۴) شائع ہوئے۔

☆ یہ کلمات طیبات الحکم مورخہ ۰۵/۷/۱۰ میں درج ہیں اور وہاں لکھا ہے کہ ۰۵/۳/۳ کو قبل ظہر حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی نے مولوی محمد ابراہیم صاحب کو حضور کی خدمت میں پیش کیا۔اور مولوی صاحب نے حضور سے کچھ استفسارات کئے (صفحہ ۹) دوبارہ الرحمت مورخہ ۵۰/۴/۳ میں بھی شائع ہوئے۔

آپ کو یہ شدید احساس ہوا کہ میں نے ۱۸۹۱ء میں کیوں نہ بیعت کر لی۔اور تلافی مافات کے طور پر آپ نے تیرہ سال تک شدید مجاہدات کیے۔آپ ہر ماہ قادیان پنتالیس میل کا سفر پیدل کر کے آتے اور حضرت اقدس کی صحبت میں دو ہفتے قادیان میں قیام کرتے۔جس کے نتیجہ میں قرآن مجید کے معارف آپ پر کھلے اور اس کا فہم عطا ہوا۔

الٰہی مدد:۔ مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ کا ایک عجیب واقعہ ہے۔کہ حضرت خلیفہ اولؓ نے رمضان شریف میں سارے قرآن مجید کا درس دینا تھا۔ادھر بھائیوں کی طرف سے یہ اطلاع ملی کہ والد مرحوم کی جائیداد کے انتقال کے لئے فلاں روز پہنچنا ضروری ہے آپ نے سوچا کہ اس طرح تین دن صرف ہو کر تین سپارے کے درس سے محروم رہ جائیں گے۔ان کو اطلاع دی کہ میں قادیان درس قرآن میں شمولیت کے لئے جا رہا ہوں۔خواہ میرے نام انتقال ہو یا نہ ہو۔تحصیلدار بندوبست کی آنکھیں اس خط کو دیکھ کر پُر آب ہو گئیں۔اور اس نے کہا کہ ایمان تو ایسے لوگوں کا ہے۔میں مسل دبا رکھتا ہوں۔مولوی صاحب کے آنے پر مہتمم بندوبست کے پیش کروں گا۔

ہجرت پاکستان:۔ تقسیم ملک کے حالات سب پر واضح ہیں۔آپ کو بھی احباب جماعت کی طرح یکم اکتوبر ۱۹۴۷ء کو ہجرت کرنی پڑی پہلے آپ کا قیام اپنے بیٹے کیپٹن ڈاکٹر محمد اسحاق صاحب کے ہاں ماڈل ٹاؤن لاہور میں رہا۔پھر آپ بالقاء ربانی ربوہ منتقل ہو گئے۔جہاں سیدنا حضرت صاحب کی خاص شفقت سے آپ کو رہائش کے لئے ایک پکا کوارٹر دیا گیا۔

دعاؤں کی قبولیت:۔ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل آپ پر ہوا کہ مجاہدات کو اللہ تعالیٰ نے قبول کر کے آپ کی دعاؤں کو قبول کرنا شرع کیا۔اور رؤیا و کشوف کا سلسلہ جاری ہو گیا۔اور آنحضرت ﷺ ،حضرت مسیح موعودؑ ،حضرت جبریلؑ ۔حضرت عائشہؓ اور بزرگوں کی زیارت ہوئی۔چند واقعات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ نے ۱۹۳۹ء میں آپ کو کہا کہ میری نواسی رقیہ بیگم (جواب حضرت مولانا بقاپوری صاحب کی بہو ہیں) تپ محرقہ سے بیمار ہیں۔آج رات مجھے الہام ہوا ہے کہ آپ سے دعا کراؤں۔چنانچہ دعا کے نتیجہ میں مولانا بقاپوری صاحب کو صحت کے متعلق الہام ہوا۔اور موصوفہ کو اللہ تعالیٰ نے صحت یاب کر دیا۔

۱۹۳۰ء میں آپ کی اہلیہ کو جن کو بچہ ہونے والا تھا بار بار تپ محرقہ ہونے لگا۔لیڈی ڈاکٹر نے مشورہ دیا کہ اگر اہلیہ کی زندگی مطلوب ہے تو اسقاط حمل کرا دیا جائے۔لیکن مولانا صاحب نے استخارہ کے بعد الہام سے اطمینان

پاکراس سے انکار کردیا۔بعدازاں آپ کو معالج ڈاکٹر کا تار پہنچا اور آپ سندھ سے آئے اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں تار دیا اور خط لکھا۔حضور نے رفقاءِ سفر سمیت دعا کی اور اطلاع بھجوائی کہ میں نے دعا کی ہے اور انشاء اللہ بچ جائیں گی۔معالج نے ایک شام کو بتایا کہ وہ آج کی رات بمشکل زندہ رہیں گی۔ان کی نبضیں چھوٹ رہی تھیں اور آنکھوں میں کھچاوٹ پیدا ہوگئی تھی۔آپ نے ان سے کہا تھا کہ ایسی حالت میں مجھے اطلاع کردیں۔تا میں اضطراب کے ساتھ دعا کرسکوں۔حضرت مولوی صاحب نے نہایت اضطراب سے دعا کرنی شروع کی۔اور درگاہ الٰہی میں عرض کی کہ پہلے میری لڑکی فوت ہوگئی اور اب میرا گھر تباہ ہورہا ہے تو آواز آئی ''ہم تو اچھا کررہے ہیں''۔آپ نے جا کر دیکھا تو ان کی نبض لگی تھی۔گو آہستہ تھی پھر کروٹ بدلی اور منہ کے قریب کان کیا تو ''پانی'' کی آواز آئی۔آپ نے پانی پلایا۔پانچ منٹ کے اندر حالت بہت سدھر گئی اور صبح معالج آئے تو وہ اُٹھ کر بیٹھی ہوئی تھیں۔

۱۹۱۱ء میں چک ۹۹ شمالی سرگودھا کے چار صحابی ایک عورت کے اغوا کے مقدمہ میں پانچ مجرم غیر احمدیوں کے ساتھ ناحق شامل کرلئے گئے۔اور متعصب تھانیدار نے ناجائز طور پر مواد جمع کر کے مجسٹریٹ پر اثر ڈالا۔اس نے کہا کہ سب کو سات سات سال کی قید دوں گا۔اور ایک پیشی پر مجسٹریٹ نے کہا کہ کل نو ہتھکڑیاں لائی جائیں۔اور ان سب کو جیل میں چکیاں دی جائیں گی (یعنی قید بامشقت ہوگی) کل میں فیصلہ سناؤں گا۔حضرت مولوی صاحب کو دعا کے بعد بشارات ہوئیں☆۔بعد میں معلوم ہوا کہ مجسٹریٹ کے بیٹے کو کسی نے بتایا کہ چند شریف آدمیوں کا مقدمہ تمہارے والد کے پاس ہے وہ بے گناہ ہیں۔اس نے والد کو بتایا۔ان کی تسلی ہوئی اور اس نے اپنے ناظر کو کہہ کر مسل میں تبدیلیاں کردیں۔دوران مقدمہ میں وکیل کو غیر احمدیوں نے کہا۔کہ احمدی راستبازی کو ترک نہیں کریں گے۔.................ان کے مولوی صاحب ان کو کہیں تو شائد مان جائیں۔مولانا بقاپوری صاحب کو بلایا گیا تو آپ نے وکیل کو کہا کہ جان بچانا نہیں بلکہ ایمان بچانا فرض ہے میں ہمیشہ یہ وعظ کرتا ہوں کہ جھوٹ بولنا لعنتیوں کا کام ہے۔اب کس طرح کہہ سکتا ہوں کہ احمدی اپنے بیان میں جھوٹ بولیں۔وکیل نے کہا کہ پھر سب جیل جائیں گے۔مولوی صاحب نے کہا کہ قید کیا چیز ہے بے ایمانی کی زندگی سے موت بہتر ہے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی تکالیف رفع ہونے۔آپ کے صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کی امتحان آئی۔سی۔ایس میں کامیابی، شیخ نیاز محمد صاحبؓ مرحوم انسپکٹر پولیس کی مقدمات میں بریت۔

☆اور آخری پیشی پر ایک غیر احمدی نے ہی احمدیوں کے حق میں اور غیر احمدیوں کے خلاف گواہی دی اور مجسٹریٹ نے ان احمدیوں کو بری کردیا۔

جناب چوہدری محمد ظفر اللہ خانصاحب کے ہاں بچی کی ولادت، حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی ولایت کے ایک امتحان میں کامیابی ۔مولانا مبارک احمد صاحب (پروفیسر جامعہ احمدیہ) کے ہاں اولاد ہونے اور صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب کے رشتہ محترمہ قدسیہ بیگم صاحبہ بنت حضرت نواب محمد عبداللہ خانصاحبؓ کے ساتھ مبارک ہونے کے متعلق آپ کی دعائیں سنی گئیں اوران امور کے متعلق آپ مبشرات ہوئیں۔

ایک دفعہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ ’’آپ جا کر جن نکال آئیں‘‘ خط لکھنے والے نے لکھا تھا کہ میری بچی جن کی وجہ سے مرگئی ۔جن کہتا تھا کہ میری جگہ پر مکان بنایا ہے۔ میں تمہیں ماردونگا۔ میں اسے سمجھا رہا کہ جن کوئی چیز نہیں لیکن وہ تیسرے دن جن دیکھ کر چیخ مار کر مرگئی۔ اسی طرح میرا نوجوان بچہ مرگیا۔ حضور نے مولوی صاحب کو بتایا کہ جس طرح مرضی ہو آپ جن نکالیں۔ یہ ایک وہم ہے جو بڑھتے بڑھتے حقیقت اختیار کرگیا ہے۔ آپ جا کر دعائیں کریں۔ اور ظاہری تدبیر جو مناسب ہو کریں۔ میں بھی آپ کے لئے دعا کروں گا۔ چنانچہ مولوی صاحب چوہدری والہ (تحصیل بٹالہ) جا پہنچے۔ خط لکھنے والے احمدی دوست نے جن کے واقعات سنائے اور کہا کہ میں نے لاحول وغیرہ ورد کئے لیکن فائدہ نہیں ہوا۔ مولوی صاحب نے کہا کہ یہ شیطان ہے اور اَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. پڑھنے سے نکلے گا۔ یہ تو آپ نے نہیں پڑھا۔ کہنے لگے نہیں۔ مولوی صاحب کی بات سے ان کی ڈھارس بندھی۔ اور جن والی جگہ پر مولوی صاحب نے مصلیٰ بچھالیا۔ اور یقین دلایا کہ میں جن کو نکلنے ہی نہیں دوں گا۔ یہیں دبادوں گا۔ آپ دعا کر رہے تھے۔ کہ اس شخص نے گھبرا کر کہا کہ وہ نکلا جن۔ آپ نے کہا گھبراؤ نہیں میں نے دبالیا ہے۔ اور دیکھو اس کا قد پہلے سے چھوٹا ہے۔ اس نے کہا قد ہے تو چھوٹا۔ آپ نے کہا کہ اب چھوٹا ہی ہوتا جائے گا۔ دوسری رات اس نے کہا کہ جن نکلا تو ہے لیکن دبا ہوا ہے اور بہت چھوٹا رہ گیا ہے۔ تیسری رات جن نہیں نکلا اور اس کی تسلی ہوگئی۔ اور آپ واپس چلے آئے۔ ☆

سیرت:۔ یہ معلوم کرکے کہ حضرت مولانا بقاپوری صاحب کے سوانح شائع ہونے والے ہیں حضرت عرفانی صاحب نے تحریر فرمایا۔ کہ مولانا بقاپوری صاحب اوران کے بڑے بھائی محمد اسمٰعیل صاحب سے مجھے اس وقت تعارف ہوا جبکہ دونوں لدھیانہ میں تحصیل علم میں مصروف تھے۔ مجھے ان کے علمی ذوق کی وجہ سے کشش ہوئی۔ اور مجھ نوعمر کا عیسائیوں اور آریوں سے دلیرانہ مباحثات کرنا مولانا بقاپوری صاحب کو میرے قریب کرنے کا باعث ہوا

☆ رؤیا وکشوف حیات بقاپوری حصہ دوم (صفحہ ۱۱۰ تا ۱۲۳) وحصہ سوم (صفحہ ۳۱ تا ۳۶) میں درج ہیں۔

میں نے اس طالب علمی میں ان کے چہرے پر طہارت نفس کی روشنی نمایاں دیکھی ان کی متبسم صورت اور طبیعت میں فروتنی اور انکسار کے ساتھ مومنانہ جرأت پائی۔ میں وہاں کے طلبہ کے مذاق اور حالات سے واقف تھا۔ مگر ان دونوں بھائیوں میں عموماً اور حضرت بقاپوری صاحب میں خصوصاً

''در جوانی توبہ کردن شیوہ پیغمبری''

کے آثار ہویدا تھے۔ اور آپ اپنی علمی موشگافیوں سے زیادہ اپنی قلبی قوتوں کی ترقی کی طرف متوجہ تھے۔ آپ نصاب تعلیم میں بھی سست نہ تھے۔ لیکن ۔

ایکہ خواندی حکمتِ یونانیاں ☆ حکمتِ روحانیاں راہم بخواں

کے مطابق حکمت ایمانیاں کو ترجیح دیتے تھے۔ اور یہی تڑپ بالآخر آپ کو منہاج نبوت پر روحانی تربیت کے سرچشمہ پر لے آئی۔ چنانچہ ۱۹۰۵ء میں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جو سوالات کئے وہ اصلاح نفس اور روحانی ترقی کے ذرائع معلوم کرنے کے لئے کئے۔ آپ قرآن مجید میں مذکور حقیقی علماء میں سے ہیں جن کے قلوب میں اللہ تعالیٰ کی خشیت ہوتی ہے ان میں مقصود خلق پانے کی تڑپ تھی۔ اور موجودہ عملی تصوف کو وہ تزکیہ نفس کا ذریعہ نہیں سمجھتے تھے۔ اور اس تڑپ نے بالآخر گوہر مقصود کو احمدیت میں پالیا جس سے آپ کو ایک نئی زندگی ملی۔ اور آپ نے اپنی زندگی احمدیت کے لئے وقف کر دی۔ آپ اپنے خاندان میں احمدیت کے آدم ہیں اور آپ کی عملی زندگی نے آپ کے خاندان کو احمدیت میں داخل کر دیا بلکہ ان میں احمدیت کی روح پیدا کر دی۔ ☆

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب دام عزہ نے آپ کی علالت کی وجہ سے احباب کو دعا کی تحریک کرتے ہوئے تحریر فرمایا:۔

''مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری مخلص بزرگوں میں سے ہیں اور صحابی بھی ہیں۔ آج کل وہ...... بیمار ہیں اور انہوں نے ایک غیبی تحریک کی بناء پر مجھ سے خواہش کی ہے کہ میں ان کے لئے الفضل میں احباب سے دعا کی تحریک کروں۔ سو میں امید کرتا ہوں کہ دوست جماعت کے اس مخلص بزرگ کو ضرور اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں گے جوں جوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ گذرتے جاتے ہیں لازماً اس مقدس جماعت کی قدر بڑھ

☆ حیات بقاپوری حصہ اول صفحہ ۲۳۱ تا ۲۳۷۔ حضرت عرفانی صاحب بیان کرتے ہیں کہ مولانا بقاپوری صاحب کی ۱۹۰۵ء والی ملاقات حضرت اقدسؑ سے اولین ملاقات تھی۔ یہ سہو ہے جیسا کہ گذشتہ اوراق میں اولین ملاقات ۱۸۹۱ء میں ہونے اور بعد ازاں ۱۹۰۵ء تک کئی بار ملاقات ہونے کا ذکر ہے۔

جاتی ہےاوراسی نسبت سےان کے واسطے دعائیں بھی زیادہ ہونی چاہئیں۔اور دراصل یہ بھی خدا کی شکر گذاری کا ایک پہلو ہے۔وَمَنْ لَمْ یُشْکُرُ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرُ اللّٰہَ "۔(74)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۱۹۳۶ء کی مشاورت میں یہ بیان کرتے ہوئے کہ مبلغین کیسے ہونے چاہئیں۔فرمایا:۔

''پرانے مبلغ مثلاً حافظ غلام رسول صاحب وزیرآبادی۔مولوی غلام رسول صاحب راجیکی،مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری۔انہوں نے ایسے وقتوں میں کام کیا ہے۔جبکہ انکی کوئی مدد نہ کی جاتی تھی۔اوراس کام کی وجہ سے ان کی کوئی آمد نہ تھی۔اس طرح انہوں نے قربانی کا عملی ثبوت پیش کرکے بتادیا کہ وہ دین کی خدمت بغیر کسی معاوضہ کے کر سکتے ہیں۔ایسے لوگوں کو اگر ان کی آخری عمر میں گذارے دیئے جائیں۔تو اس سے انکی خدمات حقیر نہیں ہو جاتیں بلکہ گذارے کو ان کے مقابلے میں حقیر سمجھا جاتا ہے۔کیونکہ جس قدر ان کی امداد کرنی چاہئے اتنی ہم نہیں کر رہے۔''(75)

جلسہ سالانہ ۱۹۲۲ء میں حضور نے تبلیغی کوائف کے بیان میں فرمایا:۔

''تبلیغ کو باقاعدہ کرنے کے لئے اس سال میں نے تبلیغ کے حلقے مقرر کئے تھے۔......یعنی دو مبلغ اس کام کے لئے مقرر کئے گئے ایک مولوی غلام رسول صاحب راجیکی اور دوسرے مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری......جن علاقوں میں یہ مبلغ مقرر کئے گئے ہیں ان میں بیداری پیدا ہوگئی ہے اور وہاں کے لوگ تبلیغ میں حصہ لینے لگ گئے ہیں۔جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ کئی لوگ سلسلہ میں داخل ہوئے ہیں اور ایک ایسی جماعت بھی پیدا ہوگئی ہے جو آئندہ سلسلہ میں داخل ہونے کی تیاری کر رہی ہے۔ ''میں خدا تعالیٰ کی حمد اور شکر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایسے بے نفسی سے کام کرنے والے آدمی دیئے ہیں۔اور میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ان کے اخلاص میں اور ترقی دے اور ایسے ہی آدمی دے۔اس کے ساتھ ہی میں آپ لوگوں سے بھی چاہتا ہوں کہ ان لوگوں کے لئے دعا کریں کہ خدا تعالیٰ ان کو اور کام کرنے کی توفیق دے......اس (مبلغ) کا یہ فرض نہ تھا کہ تبلیغ کرتا بلکہ ہمارا بھی یہ فرض تھا کہ ہم بھی تبلیغ کے لئے جاتے اس لئے احسان فراموشی ہوگی اگر ہم ان مبلغوں کی قدر نہ کریں اور ان کے لئے دعا نہ کریں کہ خدا تعالیٰ ان کی تبلیغ کے اعلیٰ ثمرات پیدا کرے۔اللہ تعالیٰ ایسے لوگ ہمیں کثرت سے دے اور اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کے مخلص اور بے نفس انسان اس مقصد کے لئے پیدا ہوں۔ (76)

روایات

ذیل کے صحابہ کرامؓ کی روایات یہاں یکجائی طور پر درج کی جاتی ہیں:۔

۱۔محترم ماسٹر فقیر اللہ صاحب۔حال افسر امانت تحریک جدید ربوہ۔(ولادت ۲۴ جون ۱۸۷۶ء بیعت اواخر ۱۸۹۶ء۔اولین زیارت حضرت اقدس اوائل ۱۸۹۷ء ہجرت وملازمت ۱۸۹۸ء ملازمت بیرون قادیان از اواخر ۱۸۹۸ء۔واپسی قادیان ۸ دسمبر ۱۸۹۹ء ملازمت بیرون از یکم دسمبر ۱۹۰۵ء۔واپسی قادیان از ۲۰ جولائی ۱۹۰۶ء تا آخر خلافت اولیٰ۔قریباً ساڑھے آٹھ سال حضرت مسیح موعودؑ کے عہد مبارک میں قادیان میں قیام کا آپ کو موقع ملا کل عرصہ بیعت ۶۵ سال۔

۲۔مکرم ڈاکٹر عطر الدین صاحب۔ولادت ۱۸۸۸ء۔اولین زیارت حضرت اقدس ۱۸۹۸ء بیعت ۱۸۹۹ء۔قیام قادیان از اواخر ۱۹۰۰ء تا اوائل ۱۹۰۶ء بعد کا قیام لاہور برائے حصول تعلیم وگاہے گاہے زیارت حضرت اقدس در قادیان و لاہور۔گویا عرصہ قیام متواتر در قادیان زائد از سوا پانچ سال۔وکل عرصہ ملاقات و زیارات قریباً دس سال۔

۳۔محترم حاجی غلام احمد صاحب۔ولادت ۶۔۷۔۱۸۷۵ء۔بیعت اوائل فروری ۱۹۰۳ء گویا عرصہ ملاقات وزیارت قریباً سوا سات سال۔

۴۔مکرم مولوی عبدالواحد خاں صاحب۔ولادت ۱۸۷۲ء بیعت ۱۸۹۶ء عرصہ ملاقات وزیارت قریباً بارہ سال۔

۵۔مکرم مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوری۔ولادت اکتوبر ۱۸۷۵ء زیارت اولین حضرت اقدسؑ درسال ۱۸۹۱ء بیعت ۱۹۰۵ء گویا عرصہ بعد بیعت در عہد حضرت اقدسؑ قریباً تین سال اور عرصۂ زیارت قریباً سترہ سال۔

۶۔شیخ رحمت اللہ صاحب۔اس وقت عمر اندازاً اسی اکاسی سال بیعت ۱۹۰۲ء ان بزرگوں کی بتیس کے قریب روایات پہلی بار شائع ہورہی ہیں۔علاوہ ان کے سوانح میں بیسیوں روایات پہلے درج ہوچکی ہیں۔

۱۔(از حاجی غلام احمد صاحب) جب کوئی مہمان حضرت اقدسؑ سے قادیان سے جانے کی اجازت طلب کرتا تو حضور فرمایا کرتے ’’ابھی اور ٹھہرو‘‘۔اور حضورؑ سے کوئی وظیفہ پوچھتا تو فرماتے۔نماز کو سنوار کر پڑھا کرو آنحضرت ﷺ پر درود بھیجو اور انتظار کرو۔

۲۔ (از حاجی صاحب موصوف) ایک دفعہ حضور موضع کھارا کی طرف سیر کے لئے گئے۔ راستہ میں بیریوں کے پیڑوں کے نیچے گرے ہوئے بیر بعض لوگوں نے اٹھانے شروع کئے حضورؑ کو اس کا علم ہوا تو فرمایا۔ کہ شریعت ایسا کرنے سے منع کرتی ہے۔ بعض نے عرض کیا کہ حضور اگر ہم نہ اٹھائیں تو یہ گرے پڑے بیر ضائع ہو جائیں گے۔ تو فرمایا کہ یہ آپ کی ملکیت تو نہیں ہیں کہ آپ کا ان پر حق ہو۔

۳۔ (از اخویم چوہدری احمد الدین صاحب) ۱۹۰۶ء یا ۱۹۰۷ء میں والد صاحب حضرت حاجی غلام احمد صاحب موضع بیرسیاں ضلع جالندھر سے ایک اعلیٰ قسم کی جوتی نری کے چمڑے کی تیار کروا کے قادیان لائے۔ اور حضورؑ کی خدمت میں پیش کر کے عرض کیا کہ حضور اپنا کوئی مستعمل کپڑا عنایت فرمائیں۔ اس وقت حضور ایک ہلکے سرخ رنگ کی ڈبی دار دھوتی زیب تن کئے ہوئے تھے۔ آپ اندرون خانہ تشریف لے گئے۔ اور شلوار پہن کر یہ دھوتی لا دی۔ یہ دھوتی ہمارے خاندان میں محفوظ ہے گو وہ تمام خطوط جو حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے حاجی صاحب کو موصول ہوتے رہے تھے ۱۹۴۷ء کے فسادات کی نذر ہو گئے۔☆

۴، ۵۔ حاجی غلام احمد صاحب ۱۹۰۳ء میں اپنی بیعت اور چھ ماہ کے اندر جماعت احمدیہ کے موضع کریام میں قائم ہونے اور ترقی پانے کا ذکر کر کے تحریر فرماتے ہیں

’’کریام کا ایک ذیلدار مولا بخش راجپوت حضور کو جذامی کہا کرتا تھا۔ آخر وہ خود جذامی ہو کر مرا۔ خاکسار نے مسجد مبارک میں حضور کی خدمت میں ذکر کیا تو حضورؑ نے فرمایا کہ مخالفین کے اندر جذام تو ہوتا ہی ہے مگر اللہ تعالیٰ بعض کے جسم پر بھی ظاہر کر دیتا ہے۔‘‘

’’ان دنوں لدھیانہ کا شہزادہ ہمدم نواں شہر تحصیل میں تحصیلدار تھا اس کے پاس حضور کے دعویٰ کا ذکر ہوا کرتا تھا۔ ایک دفعہ تحصیلدار صاحب موصوف نے خواب میں دیکھا کہ حضورؑ اس مکان پر تشریف لائے ہیں مجھ سے انہوں نے خواہش کی کہ حضورؑ کی خدمت میں اس خواب کا ذکر کیا جائے۔

☆ استفسار پر اخویم چوہدری احمد الدین خان صاحب نے تحریر کیا کہ اس سوتی کپڑے کی دھوتی کی زمین سفید اور اس پر چھوٹی چھوٹی سرخ ڈبیاں ہیں یعنی سرخ چیک ہے۔ کپڑا سادہ ہے اس کی لمبائی ایک صد دو انچ اور چوڑائی اڑتالیس انچ ہے۔ خاکسار مولف نے اخویم موصوف کے پاس یہ مبارک دھوتی جولائی ۱۹۶۱ء میں لائل پور شہر میں ...... دیکھی ہے جو انہوں نے نہایت احتیاط سے رکھی ہوئی ہے۔

چنانچہ خاکسار نے مسجد مبارک میں ذکر کیا۔حضورؑ نے فرمایا جس جگہ اہل اللہ جاتے ہیں ۔اللہ تعالیٰ اس مکان کی بلائیں دور کر دیتا ہے۔ چنانچہ تحصیلدار صاحب کو حضورؑ کا ارشاد سنا دیا گیا۔

یہ دونوں مسجد مبارک کی باتیں اس وقت کی ہیں ۔ جب مسجد میں صرف چند نمازی آ سکتے تھے۔یعنی ابھی دوسرا حصہ شامل نہ کیا گیا تھا۔‘‘(77)

۶۔ ۷۔(از حاجی صاحب موصوف)مسجد مبارک میں مغرب کی طرف ایک کوٹھڑی تھی جس میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ حضور کے ساتھ کھڑے ہوکر امامت کرایا کرتے تھے ۔اس کوٹھڑی میں دو باتیں جو حضور نے ارشاد فرمائیں مجھے یاد ہیں ۔ یہ دونوں باتیں مختلف وقتوں کی ہیں ۔

(الف) خاکسار کوٹھڑی میں موجود تھا۔ایک شخص جو ضلع گورداسپور کا رہنے والا تھا۔ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی گاؤں کا نمبردار ہے۔اس نے حضور سے دریافت کیا کہ بنک زمیندارہ میں شامل ہو جاؤں ۔حضور نے فرمایا کہ نہیں ۔اس پر اس نے کچھ مجبوریاں بیان کیں کہ حکام سے تعلق رکھنا پڑتا ہے اور روپیہ کی بھی ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔حضور نے فرمایا۔مومن بنو۔اللہ تعالیٰ اغراض کو پورا کریگا۔ پھر فرمایا۔ دنیا میں بے شمار لوگ ہیں جنہوں نے نہ سود لیا اور نہ دیا۔ جب خدا ان کے کام چلاتا رہا ہے تو کیا آپ کے کام نہ چلائے گا۔اگر اللہ تعالیٰ حکم کرتا کہ بارش کا پانی پیو تو ہر روز آسمان سے بارش نازل کرتا جب خدا سود کو حرام کرتا ہے تو اس کے سوا کام کیوں نہیں چلتا۔‘‘

(ب) ایک شخص نے دریافت کیا کہ نماز میں ہاتھ کس جگہ باندھیں ۔آپ نے فرمایا کہ ظاہری آداب بھی ضروری ہیں ۔مگر زیادہ توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف نماز میں رکھنی چاہیے۔‘‘

۸۔(از حاجی صاحب موصوف) جن دنوں کرم دین کا مقدمہ گورداسپور میں تھا ان دنوں حضورؑ کو الہام ہوا ۔خاکسار بھی ایک دفعہ اس مقدمہ کے دوران میں حضور کی خدمت میں گورداسپور گیا تھا ۔ وہاں الہام قادیان شریف میں ہوا۔اس کا ذکر مسجد مبارک میں ہو رہا تھا۔ میں نے حضورؑ کی زبان مبارک سے نہیں سنا مسجد میں ذکر تھا۔ کہ حضور کو الہام ہوا ہے۔یَوۡمُ الۡاِثۡنَیۡنِ وَفَتۡحُ الۡحُنَیۡنِ ۔‘‘(78)

۹۔(از حاجی صاحب موصوف) خاکسار اور حاجی رحمت اللہ صاحب سکنہ راہوں اور حکیم عطا محمد صاحب مرحوم مسجد مبارک میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔عطا محمد مرحوم سکنہ بیر سیال ضلع جالندھر ایک نرم چمڑے کی دیسی جوتی حضورؑ کے لئے بنوا کر لائے ۔اور حضور کی خدمت میں پیش کرتے وقت مرحوم نے عرض کی کہ حضور یہ جوتی پاؤں کو لگے گی نہیں یعنی نرم ہے آرام دے گی۔

حضورؑ نے فرمایا۔ایسی ہی جوتی چاہیئے ۔حضورؑ خود اٹھا کر اندر لے گئے ۔اگلے روز وہ جوتی مہمانخانہ سابق میں ایک بوڑھے شخص کے پاؤں میں دیکھی گئی ۔‘‘

۱۰۔(از حاجی صاحب موصوف)ان دنوں مسجد مبارک کے ساتھ ابھی دوسرا حصہ شامل نہ تھا سابق زینہ کے ساتھ والی کوٹھڑی جس میں لکڑی کی سیڑھی بھی تھی ۔ جہاں سے مولوی عبدالکریم صاحبؓ مسجد میں آتے تھے ۔ چند مہمان حضور کی ملاقات کے لئے آئے ۔حضورؑ نے بالوں کو مہندی لگائی ہوئی تھی ۔ ریش مبارک اور سر مبارک کو مہندی لگی ہوئی تھی ۔اور اس پر کپڑا لپیٹا ہوا تھا ۔اسی حالت میں حضور تشریف لے آئے ۔میں بھی ان نو واردوں میں شامل ہو کر اس کوٹھڑی میں بیٹھ گیا ۔حضورؑ سے نو وارد باتیں کرتے رہے مگر وہ باتیں مجھے یاد نہیں رہیں ۔میں نے اس وقت دیکھا کہ میرے اندر سے کوئی چیز دھوئیں کی طرح نکل رہی ہے ۔میں اس وقت حضورؑ کے سامنے بیٹھا تھا ۔میں نے بہت غور کیا مگر مجھے ایسا ہی معلوم ہوتا رہا ۔کہ یہ گناہ ہیں جو اندر سے دھوآں بن کر نکل رہے ہیں اور یہ حضور کی صحبت کی برکت ہے ۔‘‘

۱۱۔ (از حاجی صاحب موصوف) ’’ایک دن حضور مسجد اقصیٰ میں مسجد مبارک کی طرف سے تشریف لا رہے تھے ۔آپ کے ساتھ کئی شخص تھے ۔جب آپ سیڑھی سے اتر کر کچھ فاصلہ پر پہنچے ۔خاکسار مسجد اقصیٰ کی طرف جا رہا تھا ۔(وہ جمعہ کا دن نہ تھا)جب میں نے حضور کو آتا دیکھا میں نے دل میں خواہش کی کہ حضور کو میں پہلے السلام علیکم کہوں مگر میرے کہنے سے پہلے حضور نے السلام علیکم کہا ۔‘‘ ☆

۱۲۔(از شیخ رحمت اللہ صاحب) میرے قادیان ہجرت کرآنے سے پہلے کا واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ صبح آٹھ بجے کے قریب ہم آٹھ نو افراد کے ہمراہ موضع بسراواں کی طرف سیر کرنے کے لئے نکلے ۔راستہ میں ایک دیہاتی کو جس نے کندھے پر گنے اٹھائے ہوئے تھے ۔اپنی طرف آتا دیکھ کر حضور ٹھہر گئے ۔اس نے قریب آکر کہا ۔مرزا جی !السلام علیکم !حضورؑ نے فرمایا وعلیکم السلام ۔اس نے گنے زمین پر ڈال دیئے اور پنجابی میں کہا کہ بارش کی کمی کی وجہ سے کنوؤں کا پانی سوکھ گیا ہے ۔مویشی بھوکے پیاسے مرنے لگے ہیں ۔فصل تباہ ہوگئی ہے ۔گنے میں دیکھیئے رس نہیں رہا ۔آپ بارش کے لئے دعا کریں ۔فرمایا ۔اچھا ضرور کرونگا ۔اور حضور روانہ ہوگئے ۔اور اس نے

☆الفضل ۳۸/۶/۲۳ میں جو روایات شائع ہوئی ہیں وہ رجسٹر صحابہ والی ہیں ۔روایت ہذا میں خطوط وحدانی والے الفاظ درج ہیں جو الفضل میں درج نہیں ہو سکتے ۔

کہا کہ گنے میں آپ کے گھر چھوڑ آتا ہوں۔

کوئی دو بجے بعد دوپہر ایک بادل ظاہر ہوا۔اور دیکھتے دیکھتے سارے آسمان پر چھا گیا اور خوب زور سے بارش ہوئی۔اور اسی وجہ سے مجھے بھی رات قادیان ہی میں ٹھہرنا پڑا۔

۱۳۔(از شیخ صاحب موصوف) ایک دفعہ حضورؑ سیر سے واپس آرہے تھے۔ہم حضور کے ہمراہ تھے۔ ایک شخص کو حضور کا منتظر پایا۔وہ بے تحاشا حضور کی طرف دوڑا اور حضور کے قدم پکڑنا چاہے۔حضور نے اسے پکڑا اور سیدھا کھڑا کر کے پوچھا کہ کیا بات ہے۔اس نے کہا کہ میری زندگی موت سے بدتر ہے۔آپ دعا کریں کہ مجھے اس زندگی سے نجات مل جائے۔حضور نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔کہ خدا نے تو مجھے زندہ کرنے کے لئے بھیجا ہے۔مارنے کے لئے نہیں۔میں آپ کی صحت کے لئے دعا کروں گا۔وہ شخص مرگی کے مرض میں مبتلا تھا۔اس کے بعد وہ بیس دن قادیان میں ٹھہرا رہا لیکن اس پر مرض کا حملہ نہیں ہوا۔پھر وہ بیعت کر کے گیا۔ بعد ازاں دو سال تک کبھی نہ کبھی اس سے ملنے کا اتفاق ہوتا رہا۔اور وہ یہی بتاتا تھا کہ اس کے بعد مجھ پر اس مرض کا حملہ نہیں ہوا۔

۱۴۔(از شیخ صاحب موصوف) میری اہلیہ کو جب پہلا بچہ پیدا ہونے والا تھا۔تو زچگی کے دوران میں عورتوں سے کچھ بے احتیاطی ہوگئی۔اور ہوا لگنے کی وجہ سے بچہ اندر ہی فوت ہوگیا۔اور اسے تشنج کے دورے پڑنے لگے۔میں نے ایک رقعہ کے ذریعے سارا حال حضورؑ کی خدمت میں عرض کیا۔حضور نے ایک انگریزی دوائی ''وائی برنم اِپیکاک'' لکھ کر دی اور فرمایا اس کے پانچ پانچ قطرے پانچ پانچ منٹ کے بعد پلائے جائیں بچہ خارج ہو جائے گا۔میں نے وہ دوائی اپنی اہلیہ کو پلائی اس سے بچہ تو خارج ہوگیا۔لیکن تشنج کے دورے بدستور قائم رہے۔

اگلے دن جب حضور صبح کو سیر پر جانے لگے تو میں نے یہ خیال کر کے کہ الٰہی مرسل و مامور کی ہر چیز برکت والی ہوتی ہے۔اور میری نیت شرک کی نہیں۔جب حضور نے سیر کے لئے پہلا قدم اٹھایا تو وہاں سے خاک پا لا کر تیل میں ملا کر مالش کرنی شروع کی اور ساتھ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم پڑھتا گیا۔پہلے تو بیہوش تھیں اور تشنج کا دورہ شدید تھا اب بفضلہٖ تعالیٰ ہوش آنا شروع ہوا۔اور چند منٹ میں مجھ سے باتیں کرنے لگیں۔

۱۵۔(از ڈاکٹر عطر الدین صاحب) مجھے ۱۸۹۸ء سے ۱۹۰۸ء میں حضرت مسیح موعود کے وصال تک قریباً دس سال حضور کی زیارت کے مواقع حاصل ہوئے۔۱۹۰۰ء سے ۱۹۰۷ء تک تمام سالانہ جلسوں میں شمولیت کی ۱۹۰۱ء سے اوائل ۱۹۰۶ء تک قادیان میں تعلیم پائی۔مسجد مبارک کا راستہ بند کرنے کے لئے حضور کے اقارب

نے جو دیوار بنائی تھی۔وہ بھی میں نے دیکھی تھی۔☆ بار ہا حضورؑ کے ہمراہ سیر کرنے اور ہمیشہ مسجد مبارک میں حضور کی مجالس میں شریک ہونے کا موقع ملتا رہا۔۱۹۰۵ء میں جب حضورؑ بڑے باغ میں کئی ماہ تک مقیم رہے تو مجھے اس عرصہ میں دیگر بہت سے احباب وطلبہ کی طرح رات کو پہرہ دینے کا موقع ملتا رہا۔حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ اور محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحبؓ ہر دو کی نماز جنازہ اور تدفین میں شریک تھا۔حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کو ابتداء میں روڑی قبرستان میں دفن کیا گیا تھا۔ ☆☆ میاں عبدالکریم صاحب حیدرآبادی کو جو باؤلے کتے نے کاٹا اور ان پر آثار دیوانگی ظاہر ہوئے۔اور ان کو بورڈ نگ سے الگ ایک جگہ رکھا گیا۔ اس وقت میں قادیان میں تھا۔☆☆☆

امرت سر میں کنھیا لال کے منڈوے میں جب حضور کی تقریر ہوئی۔اور اس وقت حضور کی خدمت میں چائے پیش کی گئی جس کے پینے پر ہنگامہ آرائی ہوئی۔اس جلسہ میں میں بھی موجود تھا۔☆☆☆☆ حضورؑ جب بھی بٹالہ اور گورداسپور میرے عرصہ قیام میں مقدمات کی خاطر تشریف لے جاتے رہے۔میں بھی ساتھ جاتا تھا۔ہم نوجوان رتھ وغیرہ کے ساتھ پیدل جاتے تھے۔جب بمقدمہ کرم دین۔حضور گورداسپور میں متواتر کافی دنوں تک مقیم رہے اس وقت بھی میں شریک سفر تھا۔اور جب حضور اقدس کو آریہ مجسٹریٹ نے ہتھکڑی لگانے کا پروگرام بنایا۔اور حضور کو خون کی قے آگئی اور ڈاکٹری سارٹیفیکیٹ بھجوا کر حضورؑ قادیان تشریف لے آئے۔☆☆☆☆☆ اس موقع پر بھی میں گورداسپور میں تھا۔اور حضور کے ہمراہ واپس آگیا تھا۔سفروں میں حضور کی امامت میں دو تین دفعہ نمازیں پڑھنے کا بھی مجھے موقع ملا ہے۔دعا کے لئے قادیان میں اور لاہور سے حضور کی خدمت میں چٹھیاں لکھتا تھا۔ ان کے جواب حضور کے قلم سے نوشتہ ملتے تھے۔افسوس کہ ان میں سے ایک بھی محفوظ نہیں رہا۔

☆ یہ دیوار اوائل ۱۹۰۰ء میں تعمیر ہوئی تھی اور حسب حکم ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ۲۰ اگست ۱۹۰۱ء کو گرائی گئی۔

☆☆ باغ میں حضورؑ کا قیام اپریل تا جون ۱۹۰۵ء رہا۔حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ ۱۱ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو فوت ہوئے اور روڑی نام قبرستان میں جو جانب شرق ہے تدفین عمل میں آئی اور ۲۷ دسمبر کو بہشتی مقبرہ میں دفن کیا گیا۔وہاں آپ ہی سب سے پہلے دفن ہونیوالے تھے۔مکرم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحبؓ ۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء کو فوت ہوئے۔

☆☆☆ باولے کتے کے کاٹنے والا واقعہ ۱۹۰۶ء کا ہے۔

☆☆☆☆ دہلی اور لدھیانہ سے واپسی پر ۹ نومبر ۱۹۰۵ء کو امرت سر میں حضورؑ کی تقریر ہوئی تھی۔

☆☆☆☆☆ یہ ۱۶ فروری ۱۹۰۴ء کی بات ہے۔

۱۶۔(از ڈاکٹر صاحب موصوف) حضورؑ کی عادت تھی کہ جہاں تشریف لے جاتے سب سے پہلے السلام علیکم کہتے۔ چنانچہ ایک دفعہ جبکہ میری عمر چودہ سال کی تھی۔اور میں تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کی تھرڈ مڈل کا طالب علم تھا لیکن بالکل غریب۔سر سے اور پاؤں سے ننگا۔میں مغربی گیٹ میں کھڑا تھا۔حضور تشریف لائے اور آتے ہی حضور نے خاکسار کو السلام علیکم کہا۔اس وقت یہ مدرسہ موجودہ احمدیہ مدرسہ والی اندرون شہر کی جگہ میں ہوتا تھا۔حضور کا یہ بھی طریق تھا کہ جب کوئی شخص بات کرتا تو حضور سنتے رہتے، جب تک کہ وہ بات ختم نہ کر لیتا۔

۱۷۔(از ڈاکٹر صاحب موصوف) میرے پاس حضرت اقدسؑ کے بہت سے تبرکات مثلاً مُو مبارک مہندی والا کرتہ وغیرہ تھے۔لیکن وہ کھوئے گئے اب صرف کپڑے کا ایک ٹکڑا ہے جو کہ میرے خسر حضرت سید عزیز الرحمٰن صاحبؓ بریلوی کے پاس حضورؑ کے ایک تبرک قمیص کا ٹکڑا ہے۔اس کے ایسے ٹکڑے میری اہلیہ اور سید صاحب کی دیگر اولاد میں بھی تقسیم ہوئے تھے۔اور مجھے بھی ملا تھا۔

۱۸۔(از ڈاکٹر صاحب موصوف) جوانی میں میں خوب ورزشی تھا،فٹ بال۔کبڈی۔میرو ڈبہ۔تیراکی اور دوڑ وغیرہ میں خوب مہارت رکھتا تھا۔ایک دفعہ حضرت اقدس کے زمانہ میں فٹ بال کا میچ قادیان کی احمدیہ ٹیم اور بیرنگ ہائی سکول بٹالہ کی ٹیم کے درمیان بٹالہ میں ہوا۔جب احمدیہ ٹیم گول کرتی تو بطور شکرانہ کے میدان میں سجدہ کرتی جس کا لوگوں پر بہت اچھا اثر ہوا۔ٹیم کی واپسی پر کسی نے خوشی سے باجا بجایا۔لیکن حضرت اقدس نے اسے ناپسند فرمایا۔اور منع فرمایا۔

۱۹۔(از ڈاکٹر صاحب موصوف):۔ایک دفعہ مسجد مبارک میں حضرت اقدس کی مجلس میں حاضر تھا۔ حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ نے مجھے حضرت مسیح موعودؑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔کہ عطر دین تو وہ بیٹھے ہوئے ہیں۔تمہارا تو صرف نام عطر دین ہے۔میں نے کہا کہ اصل عطر دین تو حضور صاحب ہی ہیں اور یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ حضور اقدس کی برکت سے ہمیں بھی روحانی عطر سے معطر کر دے۔

۲۰۔(از ڈاکٹر صاحب موصوف) حضرت مسیح موعودؑ ایک دفعہ مسجد مبارک میں اپنے اصحاب میں رونق افروز تھے۔خاکسار نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ حضور میرے لئے دعا فرمائیں۔حضرت علیہ السلام نے اسی وقت مجلس میں میرے جیسے بیکس اور مفلس کیلئے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی جس کا اثر مجھے ہمیشہ ہی محسوس ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے کافی روپیہ کمایا۔خدمت دین کی بھی توفیق ملی۔نیک خاندان میں شادی ہوئی۔اور اللہ تعالیٰ نے اولاد بھی عطا کی اور اب درویشی کے دور میں قادیان میں رہنے کا بھی موقع عطا کیا۔فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْداً كَثِيْراً.

۲۱۔(از حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف) حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب اور خاکسار شکار کے لئے گئے ۔محترم صاحبزادہ صاحب کے پاس ہوائی بندوق تھی ۔ایک لٹور کا نشانہ انہوں نے کیا۔چھرّا تو اس کو نہ لگا لیکن وہ چھوٹا سا پرندہ ڈر کر سہم گیا۔اور میں نے اس کو ہاتھ سے ہی پکڑ لیا۔وہ اسے گھر لے گئے ۔اور کہا کہ اسے پنجرے میں رکھیں گے ۔جب حضرت نے اس کو دیکھا تو فرمایا میاں ! یہ جانور رکھنے کے لئے نہیں ہوتا۔اس کو آزاد کردو چنانچہ وہ لٹور چھوڑ دیا گیا۔

۲۲۔(از ڈاکٹر صاحب موصوف) ایک دفعہ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب جبکہ ابھی چھوٹے بچے تھے کہ اپنے والد صاحب سے ناراض ہو کر کہیں ادھر ادھر چلے گئے ۔حضرت اقدسؑ کو خبر ہوئی تو بہت متفکر ہوئے اور کسی خادم کو بورڈنگ میں بھجوا کر تیز دوڑنے والے طلب فرمائے حضرت بھائی عبدالرحیم صاحبؓ سپرنٹنڈنٹ نے ہم چند لڑکوں کو حضور کی خدمت میں بھجوایا چونکہ میں بہت تیز دوڑتا تھا۔اس لئے ان لڑکوں کا لیڈر شمار ہوتا تھا۔

مغرب کے بعد کا وقت تھا۔حضور نے بڑی محبت سے فرمایا آپ سب کو بڑی تکلیف ہوئی۔آپ کو بھوک لگی گی میں آپ کے لئے روٹیاں لاتا ہوں ۔چنانچہ آپ خود پندرہ بیس روٹیاں لے آئے اور مجھے دیں اور پھر محبت سے فرمایا۔اچھا سالن بھی لیتے جاؤ۔ پھر آپ دال کی دیگچی اٹھا کر لے آئے اور مجھے دی جو میں نے روٹیوں پر انڈیل لی ہم جانے کی تیاری کر رہے تھے کہ اتنے میں حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی میر محمد اسحٰق صاحبؓ کو کہیں سے تلاش کر کے لے آئے ۔اور ہمارے جانے کی ضرورت نہ رہی۔

۲۳۔ (از ڈاکٹر صاحب موصوف) :۔ جب الٰہی بخش اکونٹنٹ نے’’ عصائے موسیٰ‘‘ کتاب حضرت مسیح موعودؑ کی مخالفت میں شائع کی ۔ اور حضرت اقدسؑ کو اس کا علم ہوا تو حضورؑ نے مجلس میں فرمایا کہ اس کتاب کے فوری منگوانے کی ضرورت ہے ۔کوئی شخص لاہور جا کر لے آئے ۔میں جھٹ کھڑا ہو گیا۔اور عرض کیا کہ حضور! میں یہ کتاب لاؤں گا۔حضورؑ نے آمدورفت کے لئے دو روپیہ خرچ عطا فرمایا۔غالبًا عصر کے بعد کا وقت تھا۔میں بٹالہ تک پیدل گیا اور وہاں سے ریل گاڑی میں لاہور پہنچا ان دنوں بٹالہ لاہور کا ریلوے کرایہ چودہ آنے تھا وہاں جا کر معلوم ہوا کہ وہ کتاب کسی دوست کے ذریعے حضرت اقدس کی خدمت میں بھجوائی جا چکی ہے ۔چنانچہ میں اگلے روز ریل کے ذریعہ بٹالہ پہنچ کر وہاں سے پیدل قادیان آ گیا میرے آنے سے پہلے کتاب حضور کے پاس پہنچ چکی تھی ۔ان دنوں میں وٹرنری کالج لاہور میں تعلیم پاتا تھا اور موسم گرما کی تعطیلات میں قادیان آیا ہوا تھا۔☆

☆ بابو الٰہی بخش پہلے معتقد تھا ۔پھر اپنے تئیں ملہم اور موسیٰ ہونے کا مدعی ہوا ۔بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

۲۴۔(از ڈاکٹر صاحب موصوف) :۔ مجھے حضرت مسیح موعودؑ کا تبرک حاصل کرنے کا بار ہا موقع ملا۔ یہ تبرک میں ......اکثر صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب مدظلہ تعالیٰ کی معرفت اندرون خانہ سے منگایا کرتا تھا۔ ☆

بقیہ حاشیہ :۔اور حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف یہ کتاب شائع کی ۔ایک ہی روز میں طاعون سے لقمہ اجل ہوا۔اس کی ہلاکت ۷ ۔اپریل ۱۹۰۷ءکو ہوئی۔(79)

☆ ذیل میں ڈاکٹر صاحب محترم کی تحریر کا چربہ آپ کی طرز تحریر محفوظ کرنے کیلئے دیا جاتا ہے :۔ چربہ کا طرز تحریر درج ذیل ہے۔

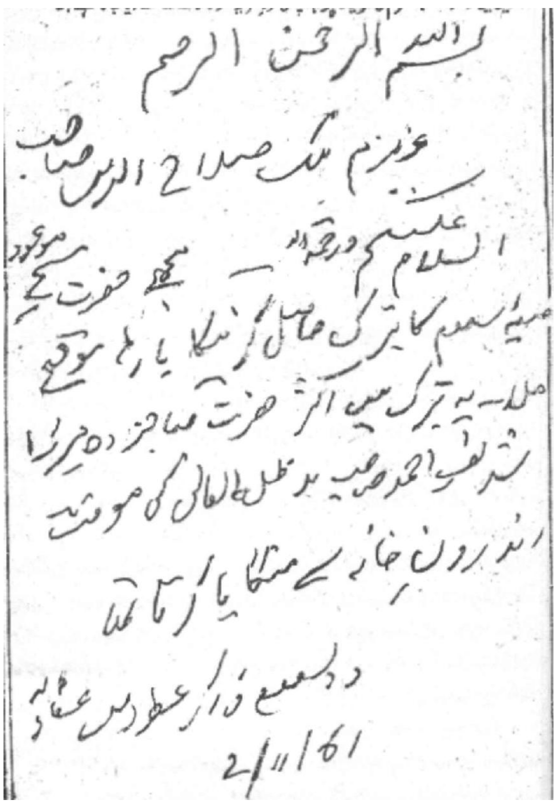

بسم اللہ الرحمن الرحیم
عزیزم ملک صلاح الدین صاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ
مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تبرک حاصل کرنے کا بارہا موقع ملا۔ یہ تبرک میں اکثر حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب مدظلہ العالی کی معرفت اندرون خانہ سے منگایا کرتا تھا
دستخط ڈاکٹر عطر دین [illegible]
2/11/61

۲۵۔(از ڈاکٹر صاحب موصوف) :۔میں نے وٹرنری کالج کے پہلے سال کا امتحان دینا تھا۔میں نے حضور کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کیا۔فرمایا تین دفعہ (رَبَّنَـا اٰتِنَا فِیُ الدُّنِیَا حَسَنَةً وَفِیُ الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً پڑھ لینا اور پھر اندر جا کر امتحان دے دینا چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور امتحان میں کامیاب ہوگیا۔

۲۶۔(از ڈاکٹر صاحب موصوف) :۔حضورؑ معمولی سا تحفہ بھی قبول فرما لیتے تھے۔ایک دفعہ موضع بسراواں کی طرف سیر میں ایک زمیندار نے اپنے کھیت کے پچیس تیس کا ٹھے گنے حضرت مرزا سلطان احمد صاحبؓ کے کنویں کے قریب پیش کئے جو میں نے اٹھا لئے ۔ یہ کنواں محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی دارالانوار والی کوٹھی النصرۃ کے قریب ہے۔قصبہ میں پہنچ کر دوست رخصت ہوگئے ۔میں حضور کے ہمراہ ڈیوڑھی دارالمسیح تک آیا۔اندر داخل ہوتے وقت مسکرا کر فرمایا۔میں آپ کے گنے لیتا جاؤں اور دونوں ہاتھ پھیلا کر گنے جو بندھے ہوئے تھے اٹھا کر اندر تشریف لے گئے۔

۲۷۔(از ڈاکٹر صاحب موصوف) :۔مسجد مبارک میں مجھے حضرت مسیح موعودؑ کا جسم دبانے کے بہت کثرت سے موقعے ملے ۔حضور نے کبھی منع نہیں فرمایا۔خواہ کتنی دیر دباتا رہتا۔حضور کی عمر کے آخری سالوں میں بھی حضور کا جسم بہت مضبوط تھا۔

۲۸۔(از مولانا محمد ابرہیم صاحب بقاپوری) :۔۱۹۰۴ء میں میں نے اپنی مذہبی حالت کے پیش نظر مولوی عبدالجبار صاحب وغیرہ کو جوابی خطوط لکھے ۔اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں صرف پوسٹ کارڈ بھیجا۔ان سب کا مضمون یہ تھا کہ میں زبان سے تو بے شک خدا تعالیٰ کا اور حشر ونشر کا مقر ہوں اور مسجدوں میں وعظ بھی کرتا ہوں مگر امر واقعہ اور کیفیت قلبی یہ ہے کہ مجھے خدا تعالیٰ کے وجود میں ہی شک ہے اس لئے مجھے ایسے مرشد کی تلاش ہے جس کے ذریعہ خدا تعالیٰ کا وجود مع اس کی عظمت اور محبت کے دل میں جاگزیں ہوجاوے وغیرہ

وغیرہ۔دوسروں کی طرف سے تو کوئی جواب نہ آیا مگر حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کا تحریری ارشاد آیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اسی غرض اور ایسی بیماریوں کے لئے ہی بھیجا ہے۔ آپ یہاں آجاویں۔حدیث شریف میں وارد ہے کہ مَنْ اَتٰیَ الیَّ شِبْراً (80) پس خاکسار حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ عرصہ رہ کر بیعت سے مشرف ہوگیا۔'' (81)

۲۹۔(از مولوی صاحب موصوف)'':۔ایک دن حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام نے جلاب لیا ہوا تھا کہ دوتین خاص مرید جن میں مولوی عبدالکریم صاحبؓ مرحوم بھی تھے۔عیادت کے لئے اندر ہی گھر میں حاضر ہوئے۔اس وقت خاکسار کو بھی حاضر ہونے کی اجازت فرمائی۔خاکسار نیچے فرش پر بیٹھنے لگا اس پر حضور اقدس نے فرمایا کہ آپ میرے پاس چارپائی پر بیٹھ جائیں۔خاکسار '' اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَبْ ''کو ملحوظ رکھ کر چارپائی پر بیٹھ گیا بوقت رخصت میں نے بیعت کے لئے عرض کی فرمایا کل کر لینا۔میں نے دوبارہ عرض کی کہ آج جانے کا ارادہ ہے اس پر حضور نے چارپائی پر ہی میری بیعت لی۔اور دعا فرمائی۔اس پر مولوی عبدالکریم صاحبؓ مرحوم مجھ کو مبارکباد دی کہ یہ خاص طور پر بیعت لی گئی ہے۔ (82)

۳۰۔(از مولوی صاحب موصوف)''ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے جمعہ پر حضرت مسیح موعودؑ میرے قریب تشریف فرما ہوئے۔حضرت حافظ غلام رسول صاحب وزیرآبادی نے جلدی سے آکر میری طرف اشارہ کرتے ہوئے عرض کیا کہ حضور یہ مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری ہیں حضور نے ارشاد فرمایا کہ میں ان کو اچھی طرح جانتا ہوں۔یہ بہت دفعہ قادیان آتے جاتے ہیں۔''☆(83)

۳۱۔(از مولوی صاحب موصوف):۔''ایک دفعہ میں نے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی خدمت میں (جب سیر کے بعد گھر تشریف لیجانے لگے) عرض کیا کہ میری آنکھوں سے پانی بہتا رہتا ہے۔میرے لئے دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔میں دعا کروں گا اور فرمایا آپ مولوی صاحب (حضرت خلیفہ اولؓ) سے اطریفل زمانی بھی لے کر کھائیں۔ (میں نے حضرت مولوی صاحب سے جاکر عرض کیا اور آپ نے مجھے ایک چھٹانک اطریفل زمانی دیا) الحمد اللہ (حضور کی دعا اور بتلائی ہوئی دوا سے ایسا صریح فائدہ ہوا) کہ اس کے بعد آج تک خاکسار کو پھر کبھی یہ عارضہ (ڈھلکا یعنی آنکھوں سے پانی جاری ہونا) نہ ہوا۔''(روایت ۸۱۷۔سیرت المہدی) (84)☆☆

☆ بتغیر الفاظ یہ روایت سیرۃ المہدی میں درج ہے۔(نمبر ۷۲۹)

☆☆ اس میں خطوط وحدانی میں الفاظ الحکم ۲۸/۲/۲۵ صفحہ ۳ سے زائد کئے ہیں۔

۳۲۔(از مولوی صاحب موصوف)۔''ایک دفعہ میں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں اولاد کے لئے دعا کی درخواست کی فرمایا، دعا کروں گا۔ پھر دوسرے دن اسی طرح عرض کی پھر تیسرے دن بھی عرض کی۔ اس پر فرمایا کہ مولوی صاحب! آپ تو اس طرح سے کہتے ہیں۔ جیسے آپ کی عمر اسی سال کی ہوگئی ہے۔ آپ کے ہاں تو بیسیوں لڑکے ہو سکتے ہیں۔ سو الحمد للہ کہ اب میں صاحب اولاد ہوں۔''

اس پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں۔ کہ:۔

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مرد کو اولاد سے جلد مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ اگر کوئی خاص نقص نہ ہو تو اسی نوے سال تک مرد کے اولاد ہو سکتی ہے۔'' (85)

۳۳۔(از مولوی صاحب موصوف)۔''ایک مرتبہ خاکسار نے حضور اقدس علیہ السلام سے عرض کی کہ مجھے مولویوں سے ملنے کا اتفاق ہوتا ہے۔ اس لئے حضور کچھ ارشاد فرماویں. آپ نے فرمایا کہ جب کہیں گفتگو کا موقع ملے تو دعا کر لیا کرنا اور یہ کہہ دیا کرنا کہ میں نے حق کو پہچانا اور قبول کر لیا ہے۔''(86)

۳۴۔(از مولوی صاحب موصوف):۔ ایک دفعہ ایام جلسہ میں حضور علیہ السلام سیر کے لئے تشریف لے گئے ایک شخص نے آیت شریف اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتاً فَاَحْيَيْنٰهُ(87) کا مطلب حضور علیہ السلام سے دریافت کیا۔ مرزا یعقوب بیگ صاحب بھی اس وقت پاس موجود تھے۔ انہوں نے اس شخص سے کہا کہ حضرت مولوی صاحب (خلیفہ اوّل) سے اس آیت کا مطلب پوچھ لینا۔ اس نے ڈاکٹر صاحب کو مخاطب کر کے کہا کہ میں تو صرف حضرت صاحب کا ہی مرید ہوں اور کسی کا نہیں۔ اس پر حضور علیہ السلام نے تبسم فرما کر فرمایا کہ ہر شخص کا مذاق علیحدہ ہوتا ہے۔ اور پھر آیت شریفہ کے معنے بیان فرمائے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب دام عزہ مؤلف سیرۃ المہدی اس پر تحریر فرماتے ہیں:۔

''مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم نے اپنی طرف سے یہ خیال کر کے اس شخص کو روکا ہوگا کہ ایسی معمولی بات کے لئے حضرت صاحب کو تکلیف نہیں دینی چاہئے۔ مگر حضرت صاحب نے اس کی دلداری کیلئے اس کی طرف توجہ فرمائی۔ اور ویسے بھی جبکہ ایک قرآنی آیت کے معنی کا سوال تھا تو آپؑ نے مناسب خیال فرمایا کہ خود اس کی تشریح فرماویں۔ ویسے عام فقہی مسائل میں حضرت صاحب کا یہی طریق ہوتا تھا کہ جب کوئی شخص کوئی مسئلہ پوچھتا تھا تو آپ فرما دیتے تھے کہ مولوی صاحب سے پوچھ لیں۔ یا مولوی صاحب پاس ہوتے تو خود انہیں فرما دیتے کہ مولوی صاحب یہ مسئلہ کیسے ہے۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ جو لوگ خلافت ثانیہ کے موقع پر

ٹھوکر کھا گئے۔ان میں میرے خیال میں دو شخص ایسے تھے کہ انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں آپ سے بہت محبت تھی۔اور آپ بھی ان سے محبت فرماتے تھے۔ایک مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم اور دوسرے شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم۔مگر افسوس کہ حضرت خلیفہ اولؓ کی وفات پر انہیں ٹھوکر لگ گئی۔''(88)

۳۵۔(از مولوی صاحب موصوف)''ایک دفعہ خاکسار نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ عبداللہ چکڑالوی مجھے کہتا تھا کہ آیت کُلُّ شَيءٍ هَالِکٌ اِلَّا وَجْهَهٗ . سے ثابت ہے کہ روحیں فنا ہو جاتی ہیں۔اور کہیں آتی جاتی نہیں۔اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا۔(مولوی صاحب! آپ کسی دہریہ کے پاس سے ہو کر آئے ہیں۔) اس کے معنی تو یہ ہیں کہ ہر شے معرض ہلاکت اور فنا میں ہے۔سوائے خدا کی توجہ اور حفاظت کے یعنی کُلُّ شَيءٍ هَالِکٌ اِلَّا بِوَجْهِهٖ ۔پھر فرمایا اگر روحوں کو بقا ہے تو وہ بھی خدا کی موہبت ہے۔اور اگر ان کے لئے کسی وقت ان پر فنا آ جائے تو وہ بھی کوئی حرج نہیں۔''(90) ☆

۳۶۔(از مولوی صاحب موصوف) ''ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سوال کیا کہ ہم اپنے گاؤں میں دو شخص احمدی ہیں۔کیا ہم جمعہ پڑھ لیا کریں۔حضور نے مولوی محمد احسن صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کیوں مولوی صاحب ؟ اس پر مولوی صاحب نے کہا جمعہ کے لئے جماعت شرط ہے۔اور حدیث شریف سے ثابت ہے کہ دو شخص بھی جماعت ہیں۔لہذا جائز ہے۔حضور علیہ السلام نے اس شخص سے فرمایا کہ فقہا نے کم از کم تین آدمی لکھے ہیں آپ جمعہ پڑھ لیا کریں۔اور تیسرا آدمی اپنے بیوی و بچوں میں سے شامل کر لیا کریں۔''(90)

۳۷۔(از مولوی صاحب موصوف)۔''میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی اللہ تعالیٰ نے صدیقہ کے لفظ سے تعریف فرمائی ہے۔اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے اس جگہ حضرت عیسیٰؑ کی الوہیت توڑنے کے لئے ماں کا ذکر کیا ہے۔اور صدیقہ کا لفظ اس جگہ اس طرح آیا ہے جس طرح ہماری زبان میں کہتے ہیں۔'' بھر جائی کانیئے سلام آکھناں واں۔'' جس سے مقصود کانا ثابت کرنا ہوتا ہے نہ کہ سلام کہنا۔اسی طرح اس آیت میں اصل مقصود حضرت مسیح کی والدہ ثابت کرنا ہے جو منافی الوہیت ہے نہ کہ مریم کی صدیقیت کا اظہار۔

مئولف سیرۃ المہدی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب دام عزّہ اس پر تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

پنجابی کا معروف محاورہ '' بھابی کانیئے سلام'' ہے۔اس لئے شاید مولوی صاحب کو الفاظ کے متعلق کچھ سہو

☆ اس میں الحکم ۲۸/۲/۳۵ (صفحہ ۳) سے خطوط وحدانی میں اضافہ کیا ہے۔

ہو گیا ہے۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب کا یہ منشاء نہیں تھا کہ نعوذ باللہ حضرت مریم صدیقہ نہیں تھیں۔ بلکہ غرض یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کی والدہ کے ذکر سے خدا تعالیٰ کی اصل غرض یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کو انسان ثابت کرے۔'' (91)

۳۸۔(از مولوی صاحب موصوف):۔''حکیم محمد حسین صاحب قریشی نے اپنے دادا بابا چٹو کو قادیان میں لا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے درخواست کی کہ حضور ان کو سمجھائیں۔فرمایا۔اچھا سمجھائیں گے۔اس وقت حضور علیہ السلام سیر کے لئے باہر تشریف لے جارہے تھے۔راستہ میں فرمایا کہ پیر فرتوت ہے۔اس کا سمجھنا مشکل ہے۔قریشی صاحب کے دادا سیر میں نہیں گئے تھے بلکہ قریشی صاحب بھی ان کی رہائش کے انتظام میں مشغول تھے۔اور ساتھ نہیں گئے تھے۔''

مولف سیرۃ المہدی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب دام عزہ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

''قریشی صاحب کے دادا چٹو اہل قرآن تھے جنہیں لوگ چکڑالوی کہتے ہیں اور جہاں تک مجھے علم ہے اسی عقیدہ پر ان کی وفات ہوئی تھی۔ ''(92)

۳۹۔(از مولوی صاحب موصوف):۔'' حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں یہ دیکھنے میں آیا کہ جب تکبیر ہوتی تھی۔تو جو احباب سنتیں پڑھ رہے ہوتے تھے وہ انہیں پوری کر کے جماعت میں شامل ہوتے تھے۔اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کے زمانہ میں بھی مندرجہ بالا حدیث کا مطلب ہم یہ سمجھتے تھے کہ جب امام تکبیر کہے تو اس کے بعد اگر سنتیں پڑھنے والا ایسی حالت میں ہو کہ اگر وہ اپنی سنت کی نماز ختم کرے رکوع میں امام کے ساتھ مل سکتا ہو تو وہ پوری کر لے۔''(93)

۴۰۔(از حضرت مولوی صاحب):۔''حضرت مسیح موعودؑ کو ایک دفعہ میں نے نماز جمعہ سے پہلے دو رکعت سنت پڑھتے ہوئے دیکھا۔آپ کا رکوع قیام۔قومہ جلسہ درمیانہ تھا۔ ہر ایک رکن میں اطمینان اور تسلی ہوتی تھی۔پھر میں نے ہاتھ باندھنے کی کیفیت دیکھی کہ سینے پر ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔۔اور دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر تھا۔اور دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور چھنگلی سے بازو پکڑا ہوا تھا۔اور تینوں درمیانی انگلیاں بازو پر تھیں۔اور کہنیوں کے جوڑ سے ورلی طرف ملی ہوئی تھیں۔''(94)

۴۱۔(از مولوی صاحب موصوف)۔''ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ نماز میں کھڑے ہوئے تھے۔کہ آپ نے ناک کو دائیں ہاتھ سے کھجلایا۔ایسا ہی ایک اور دفعہ میں نے دیکھا کہ آپ نے قیام میں دائیں پاؤں سے

بائیں پاؤں کو کھجلایا۔‘‘

۴۲۔(از مولوی صاحب موصوف)۔’’ایک دفعہ نماز عصر میں جس میں حضرت خلیفہ اولؓ امام تھے۔حضورؑ نے امام کی اقتداء کا ایسا اعلیٰ نمونہ دکھایا جو قریباً ہم سب مقتدی ادا نہ کر سکے یعنی حضرت خلیفہ اولؓ نے دوسری رکعت کے لئے اٹھنے میں ذرا دیر لگائی ہم سب مقتدی کھڑے ہو گئے لیکن حضرت مسیح موعودؑ اسی طرح بیٹھے رہے اور جس طرح آہستہ آہستہ مولوی صاحب کھڑے ہوئے اسی طرح بعد میں حضرت مسیح موعودؑ کھڑے ہوئے ۔‘‘

۴۳۔(از مولوی صاحب موصوف)۔’’ایک دفعہ خوابوں کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام ذکر فرما رہے تھے میں نے عرض کیا مومن کی رؤیا صادقہ کس قسم میں سے ہے۔فرمایا۔القاء ملک ہے۔‘‘ (95)

۴۴۔(از مولوی صاحب موصوف)۔’’۱۹۰۶ء کے سالانہ جلسہ کے تین چار دن بعد کا واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ اپنے خدام کے ساتھ سیر کو تشریف لے گئے ایک شخص نے حضرت مسیح موعودؑ سے سوال کیا کہ یہ جو صوفیوں میں مشہور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بعض باتیں عام لوگوں کو نہیں بتائیں بلکہ بعض خاص لوگوں کو بتلائی ہیں کیا یہ درست ہے؟ ’’حضور نے فرمایا کہ قرآن شریف سے تو یہ ثابت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے سب باتیں لوگوں تک پہنچا دیں۔چنانچہ فرمایا۔یٰـاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَااُنْزِلَ اِلَیْکَ‘‘ (96) میں عرض کیا کہ بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ کا قول ہے عَلِمْتُ وُعَائِیْنِ مِنَ الرَّسُوْلِ(97) یعنی میں نے رسول اللہ سے دو برتن علم کے سیکھے ہیں ایک کی تو میں نے تمہارے درمیان اشاعت کر دی ہے اور دوسرا برتن علم کا ایسا ہے کہ اگر میں وہ تمہیں بتلاؤں تو میرا گلا کاٹا جائے ۔میں نے عرض کیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض باتیں اسلام کی جو گہرے حقائق و معارف ہیں وہ نبی کریم ﷺ بعض صحابہ کو بتلایا کرتے تھے کیونکہ عام لوگوں کی طبائع اس کی متحمل نہیں ہوتیں۔

حضورؑ نے فرمایا۔اگر آپ کا یہ مطلب ہے تو اس کے لئے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروقؓ اور دیگر فقہاء صحابہؓ اہل تھے نہ کہ ابو ہریرہؓ۔مطلب یہ ہے کہ بعض دفعہ بتلانے والے کی طرف سے تو روک نہیں ہوتی مگر سننے والا اپنی سمجھ میں اس کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔اسی طرح کی یہ بات ہے۔حضرت ابو ہریرہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے حدیث سن لی ۔جو آپ نے بنی امیہ کے متعلق بیان فرمائی اور ابو ہریرہؓ اس کا اظہار کرنا موجب فتنہ وفساد سمجھتے تھے۔‘‘(98)☆

☆ یہ روایت بتغیر الفاظ الحکم مورخہ ۲۸/۲/۳۵ میں بھی درج ہے۔اس میں موضع بسراء کی طرف سیر کا ذکر ہے۔اور حدیث کے الفاظ عَلِمْتُ مِنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ وُعَائِیْنِ مِنَ الْعِلْمِ درج ہیں۔

۴۵۔(از مولوی صاحب موصوف)۔''ایک دفعہ ایام جلسہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طبیعت کچھ علیل تھی مگر جب آپ نے سیر فرماتے وقت دیکھا کہ بہت سے لوگ آ گئے ہیں۔اور سننے کی خواہش سے آئے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ چونکہ دوست سننے کی نیت سے آئے ہیں۔اس لئے اگر اب کچھ بیان نہ کروں تو گناہ ہوگا۔ لہذا آج کچھ بیان کروں گا۔اور فرمایا لوگوں میں اطلاع کر دیں۔''(99)☆

۴۶۔(از مولوی صاحب موصوف)۔''ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے جمعہ پر حضرت مسیح موعودؑ مع چند احباب میرے قریب تشریف فرما ہوئے۔اور مجھے فرمایا کہ مولوی صاحب (مولوی نورالدین صاحبؓ) سے کہہ دیں کہ دوستوں نے بعد نماز جمعہ جانا ہے۔اس لئے خطبہ مختصر پڑھیں۔چنانچہ میرے پیغام پہنچانے پر مولوی صاحب نے ایسا ہی کیا۔''(100)

۴۷۔(از مولوی صاحب موصوف):۔''ایک دفعہ خاکسار نے حضور علیہ السلام سے عرض کی کہ مجھے نسیان کی بیماری بہت غلبہ کرگئی ہے۔ اس پر حضور علیہ اسلام نے فرمایا کہ رَبِّ كُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِي وَانْصُرْنِي وَارْحَمْنِي پڑھا کرو۔الحمدللہ کہ اس سے مجھے بہت ہی فائدہ ہوا ہے۔'' (101)

۴۸۔(از مولوی صاحب موصوف)۔''جن دنوں حقیقۃ الوحی کے عربی استفتاء کا پروف دیکھا جارہا تھا میں بھی حاضر خدمت تھا۔نماز ظہر کے وقت مولوی محمد احسن صاحب امروہی نے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں پروف دیا اور عرض کیا کہ حضور پروف میں فلاں نشان کردہ لفظ تو درست ہے۔(اس کی کیوں اصلاح کی گئی) حضورؑ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تو نشان نہیں کیا۔مولوی صاحب نے عرض کیا کہ (یہ پروف یا میں نے دیکھا ہے یا آپ نے) پھر کس نے کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ......صاحب نے کیا ہوگا۔مولوی صاحب نے عرض کیا کہ (ان کو دخل دینے کا) کیا حق ہے۔حضور نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ان کو بھی ایک حق حاصل ہے جسے دخل بے جا کہتے ہیں۔''(102) ☆☆

۴۹۔(از مولوی صاحب موصوف)۔''جھنگی ضلع گورداسپور کے پیرزادے تین بھائی تھے ان میں سے نور محمد کو مرض ذات الجنب کا سال میں دو دفعہ دورہ ہوا کرتا تھا۔جب وہ تینوں بھائی دورہ کرتے ہوئے قادیان کے

☆ بہ تغیر الفاظ یہ روایت الحکم بابت ۲۸/۲/۳۵ میں بھی درج ہے۔

☆☆ الحکم بابت ۲۸/۲/۳۵ سے اضافہ کر کے الفاظ خطوط وحدانی میں دیئے گئے ہیں۔

قریب آئے۔تو نور محمد کے علاج کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کے پاس حاضر ہوئے۔آپ نے تشخیص کے بعد فرمایا کہ آپ چند روز ٹھہر کر علاج کرائیں ......تو پھر میں بتلاسکوں گا کہ یہاں پر رہ کر علاج بہتر ہوگا۔یا گھر پر بھی دوائی استعمال ہو سکے گی۔ان تینوں نے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں بھی حاضر ہونے کی خواہش کی چنانچہ حضور نے بوقت نماز ظہر شرف ملاقات بخشا۔دوران گفتگو میں ان میں سے ایک نے سوال کیا کہ سفر کتنی مسافت کا ہوتو نماز قصر کی جاسکتی ہے۔حضور نے فرمایا آپ کو سفر کی کیا ضرورت پیش آتی ہے پیرزادہ نے کہا کہ مریدوں کے پاس جانا ہوتا ہے۔حضور نے فرمایا کہ آپ مریدوں کے پاس کیوں جاتے ہیں اور کیوں جا کر بیچاروں کو تنگ کرتے ہیں ہماری طرح گھر پر ہی کیوں نہیں بیٹھتے ؟ جو رزق اللہ تعالیٰ نے آپ کی قسمت میں لکھا ہے وہ مل رہے گا۔اس طرح رزق کی کسر بھی جاتی رہے گی اور نماز کو قصر کرنے کی ضرورت بھی نہ پڑے گی نیز فرمایا کہتے ہیں کہ ایک پیر صاحب شام کو ایک گاؤں میں اپنے ایک غریب مرید کے گھر پہنچے جو نذرانہ دینے کی طاقت نہ رکھتا تھا۔وہ مرید پیر صاحب کو دیکھ کر باہر ایک کماد کے کھیت میں جا چھپا۔صبح کو خیال کر کے کہ اب پیر صاحب غالباً رخصت ہو چکے ہوں گے وہ گھر کی طرف لوٹا لیکن سوئے اتفاق سے پیر صاحب باہر نکلتے ہوئے گلی میں دوچار ہو گئے۔اور بغیر سلام علیکم کہنے لگا لاؤ ہماری نذر۔مرید بولا اگر اپنی نظر آپ کو دیدوں تو خود کیسے دیکھوں گا پیر کہنے لگے بھئی پیر کا نذرانہ روپیہ دو۔مرید نے کہا۔حضرت میرے پاس روپیہ ہوتا تو ساری رات کماد کے اندر کیوں چھپا رہتا۔پھر مسکراتے ہوئے آپ نے فرمایا۔اس طرح جا کر غریبوں کو تنگ کرنا اور شرمندہ کرنا اچھا نہیں۔اس کلام کا ان تینوں بھائیوں پر یہ اثر ہوا کہ تینوں نے بیعت کر لی۔مگر سنا ہے کہ بعد میں پھر دنیوی لالچ سے انہوں نے بیعت فسخ کر دی۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّااَلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔میں نے ان میں سے ایک کی زبان سے بارہا یہ صدا سنی۔

''مرزا نور خدائے دا اکھّیں ڈٹھا اَے۔''(103) ☆

☆ یہ روایت بہ تغیر الفاظ سیرت المہدی (نمبر ۷۴۴) اور الحکم ۲۸/۲/۳۵ (صفحہ ۵ پر) بھی درج ہے اور ان میں قدرے اختلاف ہے۔الحکم میں ضلع سیالکوٹ مرقوم ہے۔اور یہ بھی کہ وہ مرزا نظام الدین صاحب کے مکان پر ٹھہرے۔حضور علیہ السلام کو خبر ہوئی تو آپ نے ان کو کہلا بھیجا کہ آپ ہمارے مہمان ہیں۔آپ ہمارے ہاں ٹھہریں مگر انہوں نے جواب دیا کہ ہم مولوی صاحب کے پاس نور محمد کا علاج کرانے آئے ہیں۔نہ کہ آپ کے پاس۔'' اور یہ بھی لکھا ہے کہ ظہر کے وقت کی ملاقات کا ایسا اثر ہوا کہ عصر کے وقت سب سے پہلے وہ مسجد میں آئے۔اور اس وقت قصر کے متعلق گفتگو ہوئی۔نور محمد کے علاوہ ایک کا نام غلام محمد آپ کو یاد ہے۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ

۵۰۔(از مولوی صاحب موصوف)۔''ایک سالانہ جلسے پر دو چار مہمان کھانا کھانے سے رہ گئے۔صبح حضور سیڑھیوں سے اُترے اور ہم خدام گول کمرے کے پاس منتظر کھڑے تھے آپ نے فرمایا:۔

رات کو مجھے الہام ہوا ہے۔یَـااَیُّهَـاالنَّبِیُّ اَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَالْمُعْتَرَّ .(104) معلوم ہوتا ہے کہ کچھ مہمانوں کو کھانا نہیں کھلایا گیا۔اور ان کی بھوک کی خدا تعالیٰ نے عرش سے اطلاع دی ہے چنانچہ تلاش کی گئی۔اور ان دو تین مہمانوں کو خصوصیت سے کھانا کھلایا گیا۔اور عذر بھی کیا حضور نے لفظ معتر کی یہ تشریح فرمائی کہ معتر کھجلی والے اونٹ کو کہتے ہیں یعنی جس طرح کھجلی والا اونٹ اپنے بدن کو کھجلاتا ہے اسی طرح بھوکے کا معدہ بھی کھجلاتا ہے۔''(105)

۵۱۔(از مولوی عبدالواحد خانصاحب)۔''مسیح موعودؑ کے رسول کریم ﷺ کی قبر میں دفن ہونے کے ذکر ہونے پر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ ہر ایک مومن کے ایمان اور اخلاص کے مطابق اس کی قبر کو رسول اللہ ﷺ کی قبر سے قرب عطا کیا جاتا ہے مسیح موعودؑ چونکہ اتحاد و اخلاص میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ کامل یگانگت رکھتا ہے اس لئے بتایا گیا ہے کہ وہ رسول کریم ﷺ کی قبر میں دفن ہوگا۔

۵۲۔مولوی صاحب موصوف لکھتے ہیں:۔

'' ۲۱۔۱۹۲۲ء میں میرا ٹھیکہ لاہور چھاؤنی میں تھا۔لیکن میرا زیادہ تر وقت شیخ عبدالحمید صاحب ریلوے آڈیٹر لاہور کے ہاں گذرتا تھا۔ایک مرتبہ میں اور شیخ صاحب شاہدرہ جہانگیر کا مقبرہ دیکھنے گئے۔غالباً برسات کا موسم تھا۔واپسی پر......جب ہم پل پر سے گذر رہے تھے۔میں نے شیخ صاحب سے کہا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا الہام ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ لوگ کہیں گے کہ لاہور بھی کوئی شہر ہوتا تھا۔......میں نے حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت غالباً ۱۸۹۶ء میں کی ہے اور یہ الہام ۲۱ء سے ۲۲ء سے بہت پہلے سلسلہ کے احباب سے سنتا آرہا ہوں......۔''(106)☆

بقیہ حاشیہ:۔ سیرۃ المہدی میں یہ ذکر ہے کہ''مرزا نظام الدین صاحب کے ہاں ٹھہرنا چاہا مگر جب حضور علیہ السلام کو معلوم ہوا تو حضور نے ان کے قیام وغیرہ کا بندوبست اپنے ہاں کروایا۔حضرت خلیفہ اولؓ نے انہیں تین دن ٹھہرایا۔اس وجہ سے ان کو حضورؑ کے پاس آنا پڑتا تھا۔''یہاں ملاقات کی خواہش کا اور بیعت کا ذکر نہیں۔

☆ لاہور کے متعلق روایات کے متعلق بعض دیگر صحابہ کے ساتھ مولوی عبدالواحد خانصاحب کا ذکر بھی تذکرہ میں موجود ہے۔(107)

۵۳۔ (از مولوی صاحب موصوف)۔ ''حضورؑ کی مجلس میں حدیثوں کے متعلق ذکر ہورہا تھا۔ سید محمد احسن صاحب اور دوسرے مولانا صاحبان میں سے کوئی فرماتے کہ یہ حدیث ضعیف ہے کوئی فرماتے کہ اس حدیث کا راوی ثقہ نہیں۔ حضورؑ نے فرمایا کہ ہم تو اس بحث میں نہیں پڑتے۔ حدیث والے سے پوچھ لیتے ہیں کہ کیا یہ آپ کی حدیث ہے یا نہیں۔ فرمایا۔ حدیثوں پر غور نہیں کیا گیا۔ یہی سلام والی حدیث ہے اگر مولویوں کے خیال کے مطابق مسیح علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں تو کبھی رسول اللہ ﷺ نے جبرائیل کو نہیں فرمایا کہ ہمارا سلام عیسیٰؑ کو کہہ دینا۔ حالانکہ بائیس تئیس برس تک جبریل روزانہ وحی لے کر آپ کے پاس آتے رہے بعض دفعہ دن میں دو مرتبہ. پھر جب حضور علیہ السلام کا وصال ہوگیا۔ تو خود بھی حضور مسیح علیہ السلام کے پاس چلے گئے تو کیا وہ نہ کہیں گے کہ یہ سلام کیسا میں تو خود ان کے پاس سے آرہا ہوں تو وہی مثال ہوئی (گھروں میں آواں تے سنیہے تُسی دیو)☆

۵۴۔ مولوی عبدالواحد صاحب بیان فرماتے ہیں کہ:۔

''بمقدمہ کرم دین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جہلم جانے کی تاریخ مقرر ہوچکی تھی۔☆☆ چنانچہ حافظ عبدالعزیز صاحبؓ مرحوم، مستری نظام الدین صاحبؓ مرحوم مالک سپورٹس ورکس سیالکوٹ اور خاکسار تینوں سیالکوٹ سے روانہ ہوئے۔ تاکہ وزیرآباد پہنچ کر اس ٹرین میں سوار ہوسکیں جس میں حضورؑ تشریف لے جارہے تھے۔ وزیرآباد اسٹیشن پر جب ہم گاڑی سے اترے تو وہاں عجیب نظارہ تھا۔ حضور والی ٹرین ہمارے سامنے دوسرے پلیٹ فارم پر کھڑی تھی لوگوں کا ہجوم اس قدر تھا کہ ٹرین کے ڈبے کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے یہ دیکھ کر ہمیں مایوسی ہوئی کہ شاید اس میں ہم لوگ سوار نہ ہوسکیں۔ اس کثرت سے لوگ حضور کی زیارت کے لئے چلے آرہے تھے کہ ایک نہ ختم ہونے والا تانتا بندھا ہوا تھا۔ پلیٹ فارم ٹکٹ۔ پلیٹ فارم ٹکٹ کا شور مچ رہا تھا۔ اتنے میں اسٹیشن ماسٹر تشریف لائے اور بکنگ کلرک پر ناراض ہوتے ہوئے بولے ٹکٹ بند کردو۔ اور گیٹ کھول دو لوگوں کو جانے دو ہجوم میں مرزا صاحب کی زیارت کا جوش ہے کھڑکی بند کرو خطرہ ہے لوگ کھڑکی نہ توڑ دیں۔ گیٹ کے قریب ایک ادھیڑ عمر کی ہندو عورت کو پنجابی میں یہ کہتے سنا کہ بڑی دنیا درشن کے واسطے آئی ہے پر ماتما کا اوتار آیا ہے۔ قریب نہیں جاسکتی دور سے دیکھ لوں گی۔ لوگوں میں حضورؑ کی زیارت کا اس قدر جوش تھا کہ ہجوم نے ٹرین روک لی اور اسٹیشن ماسٹر نے بھی ٹرین لیٹ کردی۔ پھر گجرات اور لالہ موسیٰ کے اسٹیشنوں پر بھی لوگ آئے۔

☆ اس پنجابی محاورہ کا ترجمہ یہ ہے کہ گھر سے تو میں آرہا ہوں اور پیغام (گھر والوں کی طرف سے) تم دیتے ہو۔

☆☆ حضور ۱۵ جنوری ۱۹۰۳ء کو جہلم کے سفر کے لئے قادیان سے روانہ ہوئے اور ۱۹ جنوری کو مراجعت فرما ہوئے۔

پھر جہلم کے اسٹیشن پر تو کچھ نہ پوچھو۔ نہ معلوم کہاں کہاں سے لوگ حضورؑ کی زیارت کو اسٹیشن پر آئے ہوئے تھے پلیٹ فارم بھرا ہوا تھا۔

جہلم کی جماعت نے حضورؑ کے لئے ایک کوٹھی لی ہوئی تھی۔ ہم بھی اس میں ٹھہرے تھے ہمارے تینوں کے بستر پاس ہی تھے۔ حضور کے واسطے جب کھانا آیا۔ تو اور بھی بہت سے دوست حضور کے ساتھ کھانے میں شامل تھے۔ کھانے میں قورمہ۔ روٹی اور ایک لگن (تھال) پلاؤ کی بھری ہوئی تھی۔ حضور نے پلاؤ نہیں کھایا۔ شوربے میں روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے لگا کر تناول فرمائے۔ کسی دوست نے عرض کیا کہ حضور کچھ پلاؤ بھی تبرکاً تناول فرمائیں تب حضور نے تبرکاً تھوڑے سے چاول تناول فرمائے۔ باقی پلاؤ ہم سب نے تبرکاً تقسیم کرلیا۔ احاطہ کچہری میں حضور کرسی پر بیٹھے رہتے تھے اور لوگ فرش پر اور چاروں طرف حلقہ کی صورت میں کھڑے ہوتے۔ حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحبؓ شہید حضورؑ کی کرسی کے قریب بالکل پاس ہی فرش پر بیٹھے رہتے تھے۔ ایک دفعہ حضور فارسی زبان میں حضرت سید عبداللطیف صاحبؓ سے گفتگو فرما رہے تھے ایک دوست نے عرض کیا کہ حضور اردو میں بھی فرمایئے تا ہم سب بھی مستفید ہوں۔ حضور نے فرمایا کہ مسلمانوں کے سب فرقے جس مہدی کا انتظار کر رہے ہیں وہ میں ہوں۔ اگر ہم شیعہ صاحبان کو کہیں کہ تمہاری روایتیں صحیح ہیں اور اسی طرح حنفیوں کو کہیں کہ تمہاری روایتیں صحیح ہیں تو یہ منافقت ہوگی۔ مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ مہدی حکم وعدل ہوگا سب کی غلطیاں وہ بتائے گا اس وجہ سے سب فرقے دشمن ہوگئے ورنہ ہم نے ان کا کیا نقصان کیا ہے۔

ایک دفعہ وہاں کچہری میں مولوی ابراہیم سیالکوٹی حضور کے خلاف بڑے زور سے شور کر رہا تھا۔ حضور نے دریافت فرمایا کہ یہ کون ہے عرض کیا گیا کہ مولوی ابراہیم سیالکوٹی ہے فرمایا۔ جاؤ ہماری کتاب اس کو دے آؤ جو غالباً مواہب الرحمٰن تھی۔ حضورؑ نے فرمایا کہ اگر میں اس بات پر قسم بھی کھا کر کہوں کہ میرے ذریعہ پچاس ہزار معجزے اللہ تعالیٰ نے ظاہر کئے تب بھی جھوٹ نہ ہوگا۔ ہر ایک پہلو سے ہم پر اللہ تعالیٰ کی تائیدات کی بارش ہو رہی ہے عجیب تر ان لوگوں کے دل ہیں جو ہم کو متقی کہتے ہیں مگر وہ کیا کریں ولی را ولی مے شناسد۔ کوئی تقویٰ کے بغیر ہمیں کیونکر پہچانے۔ رات کو چور چوری کے لئے نکلتا ہے راہ میں کسی گوشہ کے اندر کسی ولی کو دیکھے جو عبادت کر رہا ہو تو وہ یہی سمجھے گا کہ یہ بھی میری طرح چور ہوگا۔

ایک دن حافظ عبدالعزیز صاحب اور خاکسار شہر جہلم میں پھرتے پھرتے ایک ہوٹل میں چائے پینے بیٹھ گئے۔ وہاں اور لوگ بھی جو غیر احمدی تھے بیٹھے ہوئے تھے اور آپس میں حضرت مسیح موعود کے متعلق گفتگو کر رہے تھے

ایک اچھے خاصے خوش پوش غیر احمدی نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے پنجابی میں کہا کہ کرم دین بڑا بے وقوف ہے۔مقدمہ کر کے (حضرت) مرزا صاحبؑ کو جہلم بلایا دیکھو کئی سو بندے مرزائی ہو گئے اور ابھی بڑی تیزی سے لوگ مرزائی ہوئے جا رہے ہیں۔اگر ایک بار پھر مرزا صاحبؑ جہلم آئے تو جہلم میں اہل سنت والجماعت کا ایک فرد بھی نظر نہیں آئے گا۔

۵۵۔ (از مولوی صاحب موصوف)۔''حضرت مسیح موعودؑ کا معمول تھا کہ نماز کے بعد اکثر مسجد میں تشریف فرما ہوتے تھے۔اور کچھ فرماتے ایک دفعہ تقریر فرماتے ہوئے فوراً حضور علیہ السلام اُٹھ کھڑے ہوئے سیڑھیوں سے اُتر کر جلدی جلدی مدرسہ احمدیہ میں سے ہو کر ڈھاب کی طرف چلے جس طرف عبدالکریم وغیرہ مستریوں کے مکان تھے بڑی ڈھاب میں کچھ چھوٹے لڑکے چھ سات برس کے نہا رہے تھے اور پانی میں کھیل رہے تھے ایک چھوٹا لڑکا کھیلتا ہوا پانی میں چلا گیا۔اور ڈوبنے لگا۔حضور علیہ السلام کو کشفی طور پر معلوم ہوا کہ بچہ ڈوب رہا ہے اس لئے حضور نے باہر نکالا اور پھر واپس آئے۔تقریر فرماتے ہوئے آپ کو اللہ تعالیٰ نے بتایا۔اکثر دفعہ آپ کو اپنے مریدوں میں بیٹھے ہوئے بھی الہام ہوتا رہا ہے۔''

۵۶۔(از شیخ رحمت اللہ صاحب) حضرت شہید صاحبؓ کو جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام الوداع کہنے کے لئے موضع ڈلہ کے موڑ یا کنویں تک تشریف لے گئے تو میرے سامنے کی بات ہے کہ انہوں نے حضور کے قدم مبارک پکڑ لئے (یا فرط محبت سے حضور کے قدموں میں گر گئے۔چونکہ حضور ایسی تعظیم ناپسند فرماتے تھے اس لئے ان کو اٹھنے کے لئے کہا لیکن چونکہ وہ نہ اٹھے) حضور نے فرمایا۔**الامـر فوق الادب** .تو وہ فوراً کھڑے ہو گئے حضور نے فرمایا آپ کچھ اشتہار اپنے ہمراہ لے جاتے۔تو انہوں نے عرض کی کہ میرے خون کے اشتہار نہ پہنچیں گے۔شیخ صاحب کہتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو بوجہ صاحب الہام ہونے کے علم تھا کہ ان کو شہید کر دیا جائے گا۔☆

۵۷۔(از حاجی غلام احمد صاحبؓ) مسجد مبارک میں ایک نو وارد شخص حضور سے باتیں کرتا تھا اس وقت حضرت عبداللطیف صاحبؓ شہید موجود تھے۔اور نو وارد اثنائے گفتگو میں کہنے لگا کہ دعویٰ مسیح و مہدی ہونے کا۔زبان سے ق ادا نہیں ہوسکتا آپؑ نے فرمایا میری سچائی کی یہی علامت ہے کہ اس کی زبان میں دباؤ ہوگا۔(108) ☆

☆ خطوط وحدانی کے الفاظ خاکسار مولف نے تکمیل کی خاطر زائد کئے ہیں۔☆ ☆ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں:۔

۵۸۔ (از شیخ رحمت اللہ صاحب)۔’’ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت سید عبداللطیف صاحب شہید کوفرمایا کہ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ سے کچھ پڑھ لیں۔ چنانچہ حضرت شہید صاحبؓ نے بخاری شریف کھولی۔اور حضرت مولوی صاحبؓ کچھ درس دینے لگے تو حضرت شہید صاحب نے کہا کہ میں تو حکماً پڑھ رہا ہوں۔میرا سینہ علم سے بھرا ہوا ہے۔حضرت مسیح موعودؑ کے سفر جہلم میں حضرت شہید صاحبؓ حضور کے ساتھ تھے۔

۵۹۔حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ جہلم کے موقع پر وہاں کے قیام کے ذکر میں مولوی عبدالواحد خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت سید عبداللطیف صاحبؓ شہید ہمارے کمرے میں آ گئے ہم نے آپ کو بستر پر بٹھایا دوران گفتگو میں آپ نے فرمایا کہ بار بار الہام مے شود۔

’’ سربِدہ - سربِدہ - سربِدہ۔‘‘

۶۰۔ (از مولوی صاحب موصوف)۔’’ حافظ نبی بخش صاحب سکنہ فیض اللہ چک کی آنکھیں اٹھ آئی تھیں۔ڈاکٹروں اور حکیموں کی علاج کرتے رہے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔کافی عرصہ آنکھوں کی تکلیف میں مبتلا رہے۔ فرماتے تھے کہ ایک دن مجھے خیال آیا کہ حضور کا الہام ہے کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ میں کیوں نہ برکت حاصل کروں۔چنانچہ مسجد مبارک میں بعد نماز حضور تشریف فرما تھے۔حافظ صاحب کیا کرتے تھے کہ حضور کے پیچھے بیٹھ جایا کرتے۔اور شملہ اپنی آنکھوں پر لگایا کرتے۔دہ دن برابر لگاتے رہے۔تیسرے دن بغیر دوا کے آنکھیں کٹوراسی ہوگئیں نہ لالی رہی۔سرخی وغیرہ سب صاف بالکل اچھی ہوگئیں۔حضور کی دستار مبارک کا شملہ جو پیچھے لٹکتا رہتا تھا۔وہ ذرا لمبا ہوتا تھا۔ ☆

بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ:۔ لکھنو کے بغدادی الاصل ڈاکٹر سید محمد یوسف صاحب نے یہ بات کہی تھی کہ آپ کا دعویٰ تو یہ ہے کہ عربی میں مجھ سے کوئی فصیح نہیں حالانکہ قاف تو ادا نہیں کرسکتے۔حضورؑ نے فرمایا میں پنجابی ہوں حضرت موسےؑ پر بھی لَا یَکَادُ یُبِیْنُ کا اعتراض ہوا تھا۔حدیث شریف کی رو سے تو یہ نشان ہے کہ آنیوالے مہدی کی زبان میں لکنت ہوگی۔(109)

☆ حضرت حافظ نبی بخش صاحبؓ بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون ہیں حکیم فضل الرحمٰن صاحب رضی اللہ عنہ مجاہد مغربی افریقہ آپ کے بڑے بیٹے تھے۔مشہور سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام صاحب پروفیسر لنڈن حافظ صاحب کے نواسے۔اور ملک منور احمد صاحب ایم۔ایس۔سی واقف زندگی کارکن فضل عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ربوہ حافظ صاحب کے پوتے ہیں حضرت حافظ صاحب حضور کے دعویٰ سے بہت قبل کے حضور کے ملاقاتی تھے۔

ایک سوال ہوا کہ قرآن مجید میں اسم اعظم کونسی آیت ہے۔حضور نے فرمایا کہ قرآن مجید کی ساری آیتیں اسم اعظم ہیں اور ہماری دعا رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ (110) بھی اسم اعظم ہے۔

مولوی عبدالواحد صاحب بیان کرتے ہیں کہ احمدیوں کو اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے رہنا چاہئے ڈر کا مقام ہے۔حضور نے ایک دفعہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن میں تم کو گواہ کے طور پر کھڑا کرونگا۔حضور نے فرمایا کیا ہی خوش قسمت وہ شخص ہے جس کی اچھی گواہی میں دے سکوں۔

۶۱۔(از مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری)''۔دسمبر ۱۹۰۶ء کا واقعہ ہے کہ مہمانخانہ میں ایک وحدت وجودی آیا اور کہنے لگا کہ میرے دس اعتراض ہیں اگر وہ حل ہو گئے تو میں احمدی ہو جاؤں گا۔اور ہم نے بہت پوچھا کہو اعتراض کیا ہیں اس نے کہا صبح حضرت صاحب کو ہی بتلاؤں گا۔چنانچہ جب صبح حضور سیر کیلئے گاؤں بسراواں کی طرف تشریف لے گئے اس وقت ہم خدام کوئی پندرہ بیس ہمراہ تھے۔اور وہ شخص بھی ہمارے ساتھ تھا حضرت اقدس نے خود ہی ایک تقریر شروع کر دی جو واپس گھر آنے تک ختم ہوئی۔جب ہم مہمان خانہ میں واپس آئے اور ہم نے اسے کہا کہ اب تم ظہر کی نماز کے وقت ہی اگر حضور تشریف لائے تو دریافت کرو گے۔وہ کہنے لگا کہ میرے دس سوال ہی حضور کی تقریر سے حل ہو گئے ہیں۔اب تو میں ظہر کے وقت بیعت ہی کرلونگا۔(111)

۶۲۔(از مولانا صاحب موصوف)۔''ایک سالانہ جلسہ پر شب دیگ جو خواجہ کمال الدین صاحب نے رات کو پکوائی (آگ جلانے والے سو گئے اور دیگ ٹھنڈی ہونے کے باعث) کتّوں نے چولہے سے گرا کر کچھ کھا لیا۔صبح اس بات میں اختلاف ہوا کہ بھنگی کو دینی جائز ہے یا نہیں۔میں بھی اس وقت وہاں کھڑا ہوا تھا۔فیصلہ یہ ہوا کہ حضرت صاحب سے دریافت کیا جائے۔چنانچہ حضورؑ سے دریافت کیا گیا۔(حضور نے فرمایا۔شب دیگ کیا ہوتی ہے۔عرض کیا گیا کہ شلغم ہوتے ہیں جو ساری رات دیگ میں پکائے جاتے ہیں۔فرمایا اس میں کیا ہوتا ہے۔عرض کیا کہ بہت لذیز ہو جاتے ہیں۔آپ نے فرمایا یہ تکلفات ہیں) بھنگی کو اطلاع کر دینی چاہئے (کہ یہ کتے کا بقیہ ہے) پھر وہ لے لیتا ہے تو لے لے (اس کی مرضی)۔''(112)

۶۳۔حضرت ماسٹر فقیر اللہ صاحب نے ولادت سے بیعت اور ہجرت قادیان اور ستمبر ۱۹۰۱ء میں شادی

☆ خطوط وحدانی والے الفاظ الحکم مورخہ ۳۵/۲/۲۸ سے زائد کئے ہیں۔آخر پر نوٹ ہے جو ایڈیٹر صاحب کی طرف سے ہوگا۔کہ اس زمانہ میں بھنگی مردار وغیرہ چیزیں کھالیا کرتے تھے اس لئے کسی کو خیال (آیا) کہ بھنگی کھالے۔

تک کے حالات لکھنے کے بعد تحریر فرمایا:۔ان دنوں حضرت صاحب دن کا کھانا چھوٹی مسجد میں تمام مہمانوں کے ساتھ کھایا کرتے تھے۔ جتنے اصحاب قادیان میں مقیم تھے سب حضرت صاحب کے ساتھ کھانا کھایا کرتے تھے۔ حضرت صاحب کی عادت تھی کہ ایک روٹی لے کر اس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے اپنے آگے رکھتے جاتے۔ ہم لوگ جو حضرت صاحب کے قریب بیٹھے ہوتے وہ ٹکڑے حضرت صاحب کے آگے سے اٹھا کر کھاتے۔ اگر کوئی اچھی چیز حضرت صاحب کے آگے ہوتی تو جو آپ کے دائیں جانب بیٹھا ہوتا۔ اٹھا کر حضور اسے دیدیتے پھر جو بائیں جانب ہوتا اسے دیتے۔ جب تک میری شادی نہ ہوئی میں صبح کا کھانا حضرت صاحب کے ساتھ ہی کھاتا رہا اور مہمان خانہ میں رہا کرتا تھا۔۔ ☆

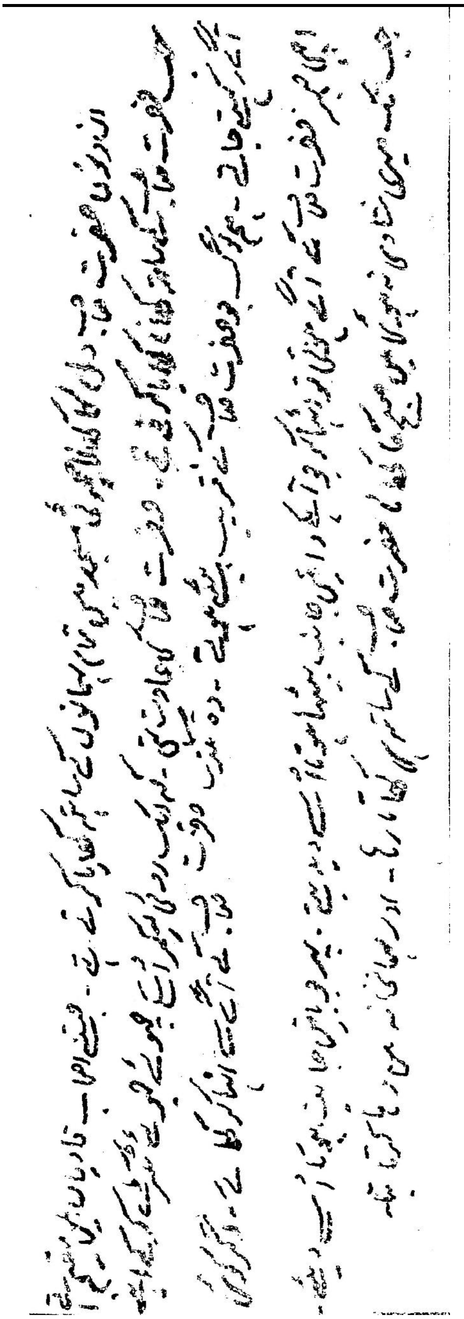

۶۵۔(از ماسٹر صاحب موصوف)۔''جب تک حضرت مولانا عبدالکریم صاحب زندہ رہے۔ مسجد مبارک میں نماز وہی پڑھاتے رہے اور مسجد اقصےٰ میں جمعہ بھی وہی پڑھایا کرتے تھے۔ موسم گرما میں کبھی ظہر یا عصر کی نماز کے بعد ان کو پیاس محسوس ہوتی تو مسجد مبارک میں بیٹھ جاتے۔ اور کسی طالب علم کو کہتے کہ مسجد اقصےٰ میں جا کر کسی مٹی کے کورے لوٹے میں تازہ پانی کنویں سے نکال کر لاؤ۔ ان دنوں مسجد اقصےٰ میں وضو کے لئے لوٹے رکھے ہوتے تھے چنانچہ وہ پانی نکال کر لاتا۔ تو آپ لوٹے کے گلے سے منہ لگا کر پانی پیتے۔

☆ یہاں اس روایت کی ماسٹر صاحب کی تحریر کا چربہ آپ کے طرز تحریر کے محفوظ کرنے کے لئے دیا جاتا ہے۔
نمونہ طرز تحریر------------------

اور پانی پی کر بڑے زور سے سانس لیتے اور زور سے الحمد للہ کہتے ۔ان دنوں قادیان میں برف نہیں آتی تھی ۔

مولانا صاحب کا انتقال کاربنکل پھوڑے سے ہوا تھا ۔کاربنکل کا تین چار دفعہ اپریشن ہوا تھا ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم نے اپریشن کیا تھا۔ ہر دوسرے تیسرے روز مرزا صاحب خبر گیری کیلئے آتے تھے۔ایک دفعہ مرزا صاحب کو آنے میں ذرا زیادہ دن لگ گئے جب آئے تو حضرت مولانا صاحب نے فرمایا۔

جب مر گئے تو آئے ہمارے مزار پر
پتھر پڑیں صنم ترے ایسے پیار پر

آخر مولانا کا اسی مرض سے انتقال ہوگیا۔جس دن مولانا صاحب کا انتقال ہوا۔اور تجہیز و تکفین ہونے لگی تو قادیان کے شمالی جانب سے ایک بدلی اُٹھی ۔جس وقت جنازہ تیار ہو گیا تو بدلی عین قادیان کے اوپر آ گئی اور بوندیں پڑنے لگیں ۔ جب تک حضرت مولانا کو دفنایا نہیں گیا۔ بوندیں پڑتی رہیں ۔ جنازہ اس میدان میں لایا گیا جو تعلیم الاسلام ہائی سکول کے بورڈنگ اور ریویو آف ریلیجنز کے دفاتر کے سامنے تھا۔حضرت مسیح موعود ؑ نے جنازہ پڑھایا میں بالکل حضرت صاحب کے پیچھے پہلی صف میں کھڑا تھا ۔جب حضرت صاحب جنازہ پڑھا چکے تو ہماری طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ میں نے آپ سب کا جنازہ پڑھ دیا ہے۔‘‘ ☆

۶۶ ۔(از مولوی عبدالواحد صاحب) ۔’’ایک دفعہ حضور کے رخسار مبارک پر ایک مسّہ نکل آیا جس سے حضور کو تکلیف محسوس ہوتی رہی ۔ حضور کو الہاماً بسم اللہ الکافی (113) (الخ) دعا سکھلائی گئی ۔ جسے پڑھ کر حضور نے دم کیا۔شام کو حضور تشریف لائے تو درد نہیں تھا۔اور مسّہ بھی نہایت خفیف سا معلوم ہوتا تھا۔ ☆☆

☆ ریویو آف ریلیجنز میں اس تعلق میں مرقوم ہے:۔

یہ ایک عجیب بات قابل ذکر ہے کہ حضرت مولوی صاحب مرحوم کی وفات پر نہ صرف جماعت ہی روتی تھی ۔ بلکہ آسمان بھی رویا۔آپ کی وفات سے پہلے آسمان بالکل صاف تھا ۔اور کئی دنوں سے اسی طرح صاف چلا آتا تھا ۔مگر جبھی کہ آپ نے آخری دم لیا۔آسمان پر بادل نمودار ہو گیا۔ اور آخر جب آپ کا جنازہ میدان میں رکھا گیا ۔ اورحضرت مسیح موعودؑ نماز جنازہ کے لئے تشریف لائے تو ایسے قطرے آسمان سے برسنے شروع ہوئے جو بالکل رونے سے مشابہ تھے۔‘‘(114)

☆☆ یہ ۲۷ جنوری ۱۹۰۵ء کی بات ہے اس کا ذکر تذکرہ میں آتا ہے کہ رخسار پر اماس کے وقت یہ دعا سکھلائی گئی تھی ۔

۶۷۔(از ماسٹر فقیر اللہ صاحب)۔’’میں حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں بہت کم دعا کے لئے لکھتا تھا کیونکہ کئی دفعہ حضرت صاحب جب نماز کے لئے تشریف لاتے تو فرماتے کہ میں نے آپ سب لوگوں کے لئے دعا کی ہے۔تو میرا خیال تھا کہ جب حضرت صاحب کو خود ہمارا خیال ہے اور دعا فرماتے رہتے ہیں۔تو ان کے اوقات گرامی میں حارج نہیں ہونا چاہئے۔چنانچہ مجھے تقریباً بارہ سال حضور کی خدمت میں رہنے کا موقع ملا۔اس سارے عرصہ صرف چند بار میں نے دعا کے لئے لکھا ہوگا۔شروع شروع میں جب میں نے قادیان کی رہائش اختیار کی تو عموماً مقروض رہتا ایک دفعہ حضرت صاحب کی خدمت میں قرضہ کی سبکدوشی کے لئے دعا کرنے کے واسطے عریضہ لکھا جواب میں حضور نے تحریر فرمایا دعا کیا کرو۔اللہ تعالیٰ بے پردہ نہ کرے۔چنانچہ اس وقت سے اب تک میں حضور کے اس ارشاد کا اثر محسوس کر رہا ہوں۔بڑے بڑے سخت مراحل میں اللہ تعالیٰ نے مجھے بے پردہ نہیں کیا۔اور آئندہ بھی انشاء اللہ نہیں کرے گا۔بعض اوقات میں ہزاروں کا مقروض ہوگیا ہوں لیکن کبھی بے پردہ نہیں ہوا جس وقت کسی قرض خواہ نے مجھ سے کوئی رقم طلب کی خود اللہ تعالیٰ کوئی سبب بنا دیتا ہے جو مجھے مطلوبہ رقم مل جاتی ہے اور میں ادا کر دیتا ہوں۔اگر میں کسی سے کوئی وعدہ کروں تو ہر وقت میری یہ خواہش رہتی ہے کہ وقت پر وعدے کا ایفاء ہو جائے۔اور اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی سامان بھی پیدا کر دیتا ہے۔ذَالِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ .

فَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ۔‘‘

۶۸۔(از مولوی صاحب موصوف)۔’’جب میں کوئٹہ میں کمانڈر میجر جنرل ہڈلسٹن کا مینیجر تھا۔(یعنی ۱۹۳۶ء کے قریب۔مؤلف) میری آنکھوں میں موتیا بند کا پانی آ رہا تھا۔اور میں بمشکل سے پڑھ سکتا تھا۔ایک انگریز ڈاکٹر ہالینڈ جو آنکھوں کا خاص ڈاکٹر تھا۔اس کے پاس جنرل موصوف نے ایک رقعہ دے کر مجھے بھیجا اس نے اچھی طرح معائنہ کر کے کہا کہ تین ماہ بعد بینائی بند ہو جائے گی پھر اپریشن کروں گا۔

آپ تین ماہ بعد پھر آئیں میں نے حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا تھا۔کہ مجھے حضور کا کوئی تبرک دیں تو انہوں نے ایک واسکٹ دی اور فرمایا کہ میں تم کو ایسی چیز دیتی ہوں۔جو حضرت صاحب کے جسم پر خوب لگی ہوئی ہے۔اور اس کے استعمال کا طریقہ بھی بتا دوں۔کہ جب کوئی اہم کام یا مشکل درپیش ہو تو درود شریف پڑھنے کے بعد اس کو ہاتھوں پر رکھ کر دعا کرنا۔مشکل انشاء اللہ حل ہو جائے گی۔یہ معنی ہیں اس کے کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔مجھے خیال آیا کہ کیوں نہ میں بھی حافظ نبی بخش صاحبؓ کی طرح اس مقدس تبرک سے برکت حاصل کروں۔چنانچہ تہجد کے نوافل کے بعد میں درود شریف پڑھ کر حضور کی اس

واسکٹ کو آنکھوں میں لگا تا رہا۔

تین ماہ کے بعد پھر ڈاکٹر مذکور نے معائنہ کیا۔اور کہا کہ اور تین ماہ کے بعد آیئے۔دو تین بار گیا۔لیکن ڈاکٹر صاحب کا منشاء پورا نہ ہوا۔میں برابر لکھ پڑھ سکتا ہوں۔نزول الماء جہاں تھا وہیں رکا ہوا ہے۔الحمدللہ۔الحمدللہ (گویا اس پر ستائیس برس گذر چکے ہیں اور اس وقت آپ کی عمر نوے برس کے قریب ہے۔مولف)

۶۹۔(از مولوی صاحب موصوف)۔''ایک مرتبہ مولوی سید محمد احسن صاحب مرحوم اپنے وطن سے اپنے ساتھ ایک آدمی کو لائے۔جو کان سے بہت بہرہ تھا۔وہ بات سنتے وقت ایک بانس کی لمبی سی نلکی کان میں لگا لیتا تھا۔مولوی صاحب نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ شخص نو دس برس سے بہرہ ہے۔بہت علاج کیا۔فائدہ نہیں ہوا۔حضور دعا فرماویں۔حضور نے جواب نہیں دیا اور تقریر شروع کر دی۔تقریر ختم ہونے پر حضور جانے لگے تو وہ بہرہ آدمی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔اور اس نے نلکی توڑ کر پھینک دی اور کہا کہ میں نے ساری تقریر حضور کی سنی ہے۔☆

۷۰۔(از ماسٹر فقیر اللہ صاحب)۔''ایک دفعہ کا ذکر ہے ایک شخص منشی عطا محمد خاں پشاوری جو کوئٹہ میں عرائض نویس تھا۔حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔مہمان خانہ میں مقیم تھا کہ اسے پاؤں کے دونوں انگوٹھوں میں نقرس کی درد شروع ہوگئی۔بیچارہ سخت لاچار اور چلنے پھرنے سے عاجز ہو گیا۔ایک دن ظہر کی نماز کے لئے گھسٹتا ہوا چھوٹی مسجد میں نماز پڑھنے گیا۔اور اس کھڑکی کے قریب بیٹھ گیا جہاں سے حضرت صاحب

☆ حضرت منشی ظفر احمد صاحب بیان فرماتے ہیں کہ:۔

''ایک دفعہ مولوی محمد احسن صاحب امروہی اپنے ایک رشتہ دار کو امروہے سے قادیان ہمراہ لائے۔وہ شخص فربہ اندام ۵۰۔۶۰ سال کی عمر کا ہوگا اور کانوں سے اس قدر بہرہ تھا کہ ایک ربڑ کی نلکی کانوں میں لگایا کرتا تھا اور زور سے بولتے تو وہ قدرے سنتا۔حضرت صاحب ایک دن تقریر فرما رہے تھے اور وہ بھی بیٹھا تھا۔اس نے عرض کی کہ حضور مجھے بالکل سنائی نہیں دیتا میرے لئے دعا فرمائیں کہ مجھے آپ کی تقریر سنائی دینے لگے آپ نے دوران تقریر میں اسکی طرف روئے مبارک کر کے فرمایا۔کہ خدا قادر ہے۔اسی وقت اس کی سماعت کھل گئی۔اور وہ کہنے لگا حضور مجھے ساری تقریر آپ کی سنائی دیتی ہے۔اور وہ شخص نہایت خوش ہوا اور نلکی ہٹا دی۔اور پھر وہ سننے لگ گیا۔ (115)

یہ روایت مختصراً سیرۃ المہدی حصہ اول میں ۵۱۴ پر بھی درج ہے۔مولوی عبدالواحد خانصاحب کا کہنا ہے کہ حضور نے دعا کی درخواست پر جواب نہیں دیا۔اس کا صرف اتنا مطلب ہے کہ ان کو علم نہیں اور عدم علم سے عدم شے لازم نہیں آتی سو جزئی طور پر بھی ہر دو کی روایات میں کوئی تعارض نہیں۔

تشریف لایا کرتے تھے۔ جب حضرت صاحب نماز کے لئے تشریف لائے۔ تو چونکہ منشی عطا محمد خاں بالکل کھڑکی کے آگے بیٹھے ہوئے تھے غلطی سے حضرت صاحب کا پاؤں منشی عطا محمد خاں کے دائیں پاؤں پر انگوٹھے کے اوپر پڑا معاً ان کا پاؤں اچھا ہو گیا۔ اور درد جاتا رہا۔ چنانچہ نماز سے فارغ ہو کر لکڑی کے سہارے چلتے ہوئے مہمانخانہ میں واپس آئے دوسری نماز میں یعنی عصر کے وقت پھر کھڑکی کے آگے بیٹھ گئے اور جب حضرت صاحب تشریف لائے تو اپنا دوسرا پاؤں آگے کر دیا اور عرض کیا۔ حضور! میرے پاؤں پر پاؤں رکھیں۔'' ☆

☆ میرے روایت بالا لکھ کر بھجوا کر عرض کرنے پر کہ اسے مکمل فرما دیں حضرت ماسٹر صاحب نے تحریر فرمایا کہ:۔

''یہ سارا واقعہ ایک ہی نماز عصر کے وقت کا ہے حضرت صاحب کے کھڑکی کے راستہ واپس ہونے پر منشی عطا محمد صاحب نے دوسرا پاؤں بھی آگے رکھ دیا۔ اور جب نماز سے واپس آئے مہمان خانہ تو دونوں پاؤں اچھے تھے۔ محترم مولوی عبدالواحد خاں صاحب میرٹھی بیان کرتے ہیں کہ:۔

''ایک مرتبہ میں اور مولوی ابو یوسف مبارک علی صاحب مرحوم سیالکوٹ سے دارالامان آئے حضورؑ کو ہم نے اپنی مسجد کے مقدمہ کے حالات سنانے اور دعا کے لئے عرض کرنی تھی۔ یہ بہت بڑی مسجد صدر بازار چھاؤنی سیالکوٹ میں ہے حضرت مولوی فیض الدین صاحبؓ والی مسجد موسومہ کبوتراں والی کا مقدمہ اس کے بعد ہوا ہے ہماری اس صدر والی مسجد کے مقدمہ میں حضرت چوہدری نصر اللہ خانصاحبؓ نے بیعت کی تھی۔ ایک شخص کوئٹہ سے آیا جس کے پیروں میں سات آٹھ برس سے درد تھا۔ اور بہت علاج کرانے سے بھی آرام نہیں ہوا۔ اس قدر تکلیف تھی کہ وہ بیچارہ چلنے سے معذور تھا۔ یکہ پر سے دو تین احمدیوں نے اتارا غالباً نماز کا وقت تھا ان صاحب نے کہا کہ نماز ہو گئی ہے؟ کہا گیا کہ ہونے والی ہے۔ ان کے کہنے پر دونو جوانوں نے مسجد مبارک میں پہنچایا۔ وہ صاحب اتفاقاً دیوار سے ٹیک لگا کر اسی کھڑکی کے سامنے ایک ٹانگ لمبی کر کے بیٹھ گئے جس کھڑکی میں سے حضور دار المسیح میں سے بیت الفکر کے راستہ مسجد مبارک میں ۔تشریف لاتے تھے۔ جب حضور تشریف لائے تو حضور کا پیر اس کے پیر پر پڑ گیا۔ حضور نے افسوس ظاہر کیا آخر نماز کھڑی ہو گئی۔ حضور نماز کے بعد کچھ دیر تشریف فرما ہوئے اکثر حضورؑ بیٹھ جایا کرتے اور کچھ ملفوظات طیبات فرمانے کے بعد تشریف لے جاتے۔ اسی نماز کے وقت یا دوسری نماز کے وقت دانستہ یا نادانستہ حضورؑ کی آمد یا واپسی کے وقت اس نے دوسرا پیر کھڑکی کے سامنے رکھا ہوا تھا۔ حضورؑ کا پاؤں اس کی ٹانگ پر پڑ گیا۔ حضور نے افسوس فرمایا یہ شخص بغیر کسی تکلیف کے خود بخود بغیر سہارے چلا گیا۔ اور پھر درد کی شکایت نہیں ہوئی۔ اس کا بیان ہے کہ مجھے بالکل صحت ہو گئی۔ حضرت قاضی محمد یوسف صاحب میاں عطا محمد صاحب موصوف کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

''آپ شہر پشاور علاقہ یکہ توت کے باشندے تھے اور کوئٹہ بلوچستان میں عرائض نویس تھے۔ بقیہ اگلے صفحہ پر

۷۱۔(از مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوری)۔''ایک دفعہ ایام جلسہ میں سیر سے واپسی پر ایک دوست نے عرض کیا کہ مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی اپنی کوئی نظم سنانا چاہتے ہیں اس پر جہاں اب مدرسہ تعلیم الاسلام ہے حضور علیہ السلام تھوڑی دیر کیلئے ٹھہر گئے۔ مگر ایک دوست نے چادر بچھادی جس کو پنجابی میں لوئی کہتے ہیں۔اس پر حضورؑ بیٹھ گئے۔مگر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جو ابھی بچہ تھے کھڑے رہے۔اس پر حضورؑ نے دیکھ کر فرمایا میاں محمود! تم بھی بیٹھ جاؤ۔اس پر آپ چادر پر بیٹھ گئے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی فرماتے ہیں۔''حضرت صاحب کا عام طریق یہ تھا کہ یا تو اپنے بچوں کو صرف نام لیکر بلاتے تھے اور یا خالی میاں کا لفظ کہتے تھے میاں کے لفظ اور نام کو ملا کر بولنا مجھے یاد نہیں مگر ممکن ہے کسی موقعہ پر ایسا بھی کہا ہو۔''(روایت ۵۶۰ سیرۃ المہدی)☆

۷۲۔(از مولانا صاحب موصوف)۔''ایک دفعہ ایام جلسہ میں حضورؑ ٹھیکر یوالہ کی طرف مع خدام سیر کو تشریف لے گئے۔واپسی پر دو تین جگہ حضورؑ تشریف فرما ہوئے۔جہاں جہاں آپ بیٹھے وہ وہ جگہیں ہیں جہاں اب حضرت نواب محمد علی خانصاحب کی کوٹھی۔اور تعلیم الاسلام ہائی سکول کی عمارت و بورڈنگ ہے دوستوں نے نظمیں پڑھیں اور حضورؑ نے سنیں۔''(116)

۷۳۔(از مولانا صاحب موصوف)۔''ایک دن جب سیر کو جانے سے قبل حضور علیہ السلام چوک متصل مسجد مبارک میں قیام فرماتے تھے تو آپ نے خاکسار کو فرمایا کہ مولوی صاحب (یعنی حضرت خلیفہ اولؓ) کو بلا لاؤ۔خاکسار بلا لایا۔سیر میں جب مولوی صاحب حضرت مسیح موعودؑ سے پیچھے رہ جاتے تو حضور علیہ السلام سے عرض کیا جاتا کہ حضور! مولوی صاحب پیچھے رہ گئے ہیں تو حضور علیہ السلام صرف قیام ہی نہ فرماتے بلکہ بعض اوقات

بقیہ حاشیہ:۔ساری عمر کوئٹہ میں گذاری۔آپ حضرت مولانا غلام حسن خانصاحبؓ کے شاگرد تھے اور انہی کی وجہ سے احمدیت کی طرف رغبت ہوئی۔حضرت احمد علیہ السلام کے زمانہ میں داخل احمدیت ہوئے کبھی کبھی جب پشاور آتے تو حضرت مولانا کو ملنے آتے۔حضرت نورالدینؓ کے زمانہ خلافت میں بھی بقید حیات تھے۔اختلاف کے زمانہ میں فوت ہوئے معلوم نہ ہوسکا کہ کب اور کہاں فوت ہوئے۔مگر بظاہر خاموش طبع اور صالح انسان معلوم ہوتے تھے غالباً کوئٹہ میں فوت ہوئے۔مزید حالات معلوم نہیں۔''(تاریخ احمدیہ(117)

☆ خطوط وحدانی والی عبارت کا اضافہ الحکم بابت ۲۸/۲/۳۵ سے کیا گیا ہے۔الحکم میں صرف محمود ہے میاں محمود نہیں۔ گویا مولانا صاحب کے حافظہ کا اصرار ''میاں محمود'' پر نہیں۔

مولوی صاحب کی طرف لوٹتے بھی تا کہ مولوی صاحب جلدی سے آ کر مل جائیں۔''

اس پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں:۔

''ایسا نظارہ میں نے بھی متعدد دفعہ دیکھا ہے۔مگر واپس لوٹنا مجھے یاد نہیں بلکہ میں نے یہی دیکھا ہے کہ ایسے موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام انتظار میں کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔اور اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت خلیفہ اولؓ بہت آہستہ چلتے تھے۔اور حضرت صاحب بہت زود رفتار تھے مگر اس زود رفتاری کی وجہ سے وقار میں فرق نہیں آتا تھا۔''(118)

۷۴۔(از مولانا صاحب موصوف)۔''ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے موقع پر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔ کہ سب کو ایک ہی کھانا دیا جائے۔خواجہ کمال الدین صاحب نے کہا کہ حضور! غریب تو دال کو بھی غنیمت سمجھتے ہیں (کیونکہ بعض غرباء ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو اپنے گھر میں دال بھی میسر نہیں آتی) حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔دوسرے کو گوشت (یا پلاؤ) کھاتے دیکھ کر تو ان کے دل میں بھی خواہش ہوتی ہے۔کہ ہمیں بھی گوشت (یا پلاو) ملے۔اس لئے سب کو ایک ہی کھانا دیا جائے۔''(گوشت۔پلاؤ وغیرہ دو تو سب کو دال دو تو سب کو۔ میرے مرید خواہ وہ غریب ہوں یا امیر میرا ان کے ساتھ ایک ہی جیسا تعلق ہے)۔(119)☆

۷۵۔(از مولانا صاحب موصوف)۔''جن دنوں ایڈیٹر اخبار وطن نے مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب سے کہا تھا کہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز بہت عمدہ ہے اگر اس میں......حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر نہ ہو تو ہم اس کی خریداری کو دس ہزار تک پہنچا دیں گے۔مولوی صاحب اس بات پر رضا مند ہو گئے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر چند صفحات پر بطور ضمیمہ کے چھپوا کر احمدی خریداروں کو بھیج دیا کریں۔اور دوسرے خریداروں کو بغیر اس ضمیمہ کے۔حضرت مسیح موعودؑ نے علم ہونے پر فرمایا کہ خواجہ صاحب مجھ کو چھپا کر آپ کونسا اسلام دنیا کے سامنے پیش کریں گے۔اسلام کا زندہ ثبوت تو میں ہوں۔''(120)

۷۶۔ (از مولانا صاحب موصوف)۔ ''(۱۹۰۶ء کے) سالانہ جلسے کے بعد (واپسی پر) خواجہ کمال الدین صاحب (حضرت مسیح موعودؑ کو ملنے کے لئے وہاں تشریف لائے) مسجد مبارک میں آئے اور حضور ان کو رخصت کرنے کیلئے وہاں تشریف لائے) مسجد مبارک ان دنوں بہت چھوٹی سی تھی۔جس میں پانچ آدمی بصد

☆ خطوط وحدانی والے الفاظ الحکم بابت ۲۸/۲/۳۵ سے زائد کئے ہیں۔

مشکل کھڑے ہو سکتے۔حسن اتفاق سے میں بھی اس وقت حاضر خدمت ہو گیا۔خواجہ صاحب نے کہا کہ حضور! آپ نے جو سعد اللہ لدھیانوی کے متعلق حقیقۃ الوحی کے حاشیہ پر (تحدی سے) لکھا ہے کہ اس کا بیٹا جو ۲۲ سال کا ہو چکا ہے وہ نامرد ہے۔حضور اس حاشیہ کو کاٹ ڈالیں۔کیونکہ اگر سعد اللہ نے مقدمہ کر دیا۔تو پھر اس کے بیٹے کا نامرد ثابت کرنا مشکل ہوگا۔(اس کا ثبوت ہمارے پاس کوئی نہیں) حضور علیہ السلام نے فرمایا۔کہ میں نے خدا تعالیٰ کی مرضی سے لکھا ہے میں اس کو نہیں کاٹوں گا خواجہ صاحب نے کہا کہ حضور نے یہ کوئی الہام سے تو نہیں لکھا۔حضورؑ نے فرمایا:۔

''خدا تعالیٰ کی سنت میرے ساتھ یوں ہے کہ جو اس کے منشاء کے برخلاف ہو اس سے وہ مجھے روک دیتا ہے۔اس حاشیہ کے لکھنے سے چونکہ اس نے مجھے روکا نہیں۔لہذا اس کی منشاء اور مرضی ہے۔

خواجہ صاحب نے پھر کہا کہ حضور مجھے تو بہت ہی گھبراہٹ رہے گی۔جب تک آپ اس کو کاٹیں نہیں۔ حضور علیہ السلام نے (مسکراتے ہوئے) جواب میں فرمایا۔اگر سعد اللہ مقدمہ کریگا تو ہم اقرار کرتے ہیں کہ ہم آپ کو وکیل نہیں بنائیں گے۔اس پر وہ خاموش ہو گئے۔لیکن ان کے جانے کے بعد تیسرے دن جب حضرت مسیح موعودؑ بمعہ خدام سیر کو تشریف لے جارہے تھے تو مولوی محمد علی صاحب نے حضور سے عرض کی کہ خواجہ صاحب کا لاہور سے خط آیا ہے کہ رات مجھے نیند نہیں آئی۔کہ اگر سعد اللہ نے دعویٰ کر دیا۔تو پھر اس کو ثابت کرنا مشکل ہے چین کی دو ہی صورتیں ہیں کہ حضرت صاحب اس حاشیہ کو کاٹ ڈالیں یا پھر سعد اللہ مر جائے۔حضور علیہ السلام نے سن کر فرمایا۔''کوئی تعجب نہیں کہ سعد اللہ جلد ہی مر جائے۔''

دوسرے دن جب حضورؑ سیر کیلئے تشریف لائے۔تو سیڑھیوں پر سے اترتے ہی گول کمرے کے پاس مجھے فرمایا۔مولوی صاحب (خلیفہ اولؓ) کو بلا لاؤ۔راستہ میں فرمایا:۔

آج مجھے الہام ہوا ہے۔رَبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ......(121). جس کا ترجمہ یہ ہے کہ بہت سے خدا کے بندے غبار آلودہ جسم والے اور پراگندہ بالوں والے لوگوں کی نظروں میں معمولی ہیں لیکن خدا کے نزدیک ان کا اتنا مرتبہ ہے کہ اگر اپنے بھروسے پر کوئی لفظ زبان سے نکالیں تو خدا ان کو پورا کرتا ہے۔

اس الہام کے بعد فرمایا۔معلوم ہوتا ہے کہ یہ سعد اللہ کی موت کے متعلق ہے جو کل ہم نے بیان کیا تھا۔

تیسرے دن جب پھر حضورؑ سیر کے لئے تشریف فرما ہوئے تو خاکسار کو ہی حضرت خلیفہ اولؓ کو بلانے کے لئے بھیجا راستہ میں آپ نے فرمایا:۔

رات جو لدھیانہ سے تار آیا ہے اس میں مولوی سعد اللہ کی موت کا ذکر ہے۔ جو اچانک اس کو طاعون ہو کر واقع ہوئی۔

پھر مولوی محمد علی صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔

مولوی صاحب! خواجہ صاحب کو لکھو کہ آپ تو لکھتے تھے کہ اس حاشیہ کو کاٹ ڈالو۔ لیکن اب تو اللہ تعالیٰ اس کے متعلق کچھ اور لکھانا چاہتا ہے۔

چنانچہ حضورؑ علیہ السلام نے تتمہ حقیقۃ الوحی میں دوبارہ اس نشان کو تشریح سے بیان فرمایا ہے۔ (الحکم ۳۵/۲/۲۸صفحہ ۳، ۴) ☆

۷۷۔ (از مولانا صاحب موصوف) ایک دفعہ جلسہ سالانہ پر حضرت صاحب کی تقریر کرنے کے لئے منبر مسجد اقصیٰ کے صحن میں اندر کی طرف دیوار کے ساتھ رکھا گیا۔ شیخ مولا بخش صاحب بوٹ فروش سیالکوٹی نے جو بعد میں غیر مبائع ہوگئے۔ حضرت صاحب سے اس وقت عرض کیا جب حضورؑ منبر پر تشریف فرما ہوئے کہ حضور خواجہ صاحب وغیرہ دوست مسجد کے صحن کی مشرقی دیوار کے پاس ہیں (گویا زیادہ لوگ باہر ہیں) اس لئے منبر کو صحن میں آگے کی طرف رکھنا چاہئے تا کہ ان کو بھی آواز پہنچے۔

حضرت مسیح موعودؑ نیچے اتر آئے۔ تا کہ منبر آگے کر کے رکھا جائے اس پر ان دوستوں میں سے جو مسجد کے اندر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک نے کہا کہ اگر صحن میں آگے کر کے ممبر رکھا گیا تو اندر والے دوستوں کو جن میں چوہدری نصر اللہ خانصاحب بھی ہیں آواز نہیں آئے گی۔ اس لئے یہاں ہی منبر رکھا رہنا چاہئے۔ اس پر حضرت مسیح موعودؑ پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ جوں ہی آپ بیٹھے تھے کہ پھر شیخ مولا بخش صاحب نے دوبارہ کہا کہ نہیں حضور! مسجد کا اندر نزدیک ہے۔ منبر کو آگے کرنے سے بھی اندر والے دوستوں کو آواز پہنچتی رہے گی۔ اس پر حضورؑ پھر اتر پڑے۔

☆اس بارہ میں سیرۃ المہدی میں مولوی صاحب کی روایات ۳۸۷، ۴۳۷ و روایات مندرجہ حیات بقاپوری حصہ دوم صفحہ ۹۸، ۹۹ سے خطوط وحدانی والے الفاظ درج کئے گئے ہیں روایت ۳۸۷۔ پر مولف سیرۃ المہدی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب زادمجدہ تحریر فرماتے ہیں:۔

خواجہ صاحب نے از راہ ہمدردی اپنی رائے پر اصرار کیا ہوگا کہ مبادا یہ بات شماتت اعداء کا موجب نہ ہو جائے۔ مگر ان سے یہ غلطی ہوئی کہ انہوں نے صرف ایک قانون دان کی حیثیت میں غور کیا اور اس بات کو نہیں سوچا کہ خدائی تصرفات سب طاقتوں پر غالب ہیں۔'' نیز فرمایا:۔ ''اب سعد اللہ کا لڑکا بھی لاولد مر چکا ہے۔''

اور اندر والا شخص (جو وہ بھی اب غیر مبائع ہے) پھر بولنے لگا۔ تو محترمی چوہدری نصر اللہ خانصاحب نے اس کو سختی سے روکا کہ شیخ صاحب تو گستاخی کر رہے ہیں تم ہی باز آ جاؤ۔ جس پر وہ خاموش ہو گیا۔ اور منبر آگے کر کے بچھایا۔ گیا اور حضورؑ نے تقریر فرمائی۔'' (الحکم مورخہ ۳۵/۲/۲۸ صفحہ۴) ☆

۷۸۔ (از مولانا صاحب موصوف)۔'' ایک دفعہ ایام جلسہ میں نماز جمعہ کے لئے مسجد اقصیٰ میں تمام لوگ سما نہ سکتے تھے۔ تو کچھ لوگ جن میں خواجہ کمال الدین صاحب بھی تھے ان کوٹھوں پر جو اب مسجد میں شامل ہو گئے ہیں اور پہلے ہندوؤں کے گھر تھے۔ نماز ادا کرنے کے لئے چڑھ گئے۔ اس پر ایک ہندو مالک مکان نے گالیاں دینا شروع کر دیں۔ کہ تم لوگ یہاں شوربا کھانے کے لئے آ جاتے ہو۔ اور میرا مکان گرانے لگے ہو۔ غرضیکہ کافی عرصہ تک بدزبانی کرتا رہا۔ نماز سے سلام پھیرتے ہی حضورؑ نے فرمایا۔ کہ دوست مسجد میں آ جائیں۔ (اور مسجد میں عصر کی نماز ادا کریں) چنانچہ دوست آ گئے۔ اور بعد جمع صلوٰتین حضورؑ منبر پر رونق افروز ہوئے اور ایک مبسوط تقریر فرمائی۔ جس میں قادیان کے آریہ (لوگوں نے اس قدر نشان دیکھے ہیں کہ یہ) نہیں بچ سکتے۔ اس وقت حضورؑ کی طبیعت میں اس قدر جوش تھا کہ اثنائے تقریر میں آپ بار بار عصائے مبارک زمین پر مارتے تھے۔''

مولف سیرۃ المہدی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب دام عزہ اس پر فرماتے ہیں کہ:۔

''عصاء کو زمین پر مارنے سے یہ مراد نہیں کہ لٹھ چلانے کے رنگ میں مارتے تھے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ جو چھڑی آپ کے ہاتھ میں تھی اسے آپ کبھی کبھی زمین سے اٹھا کر اس کے سم سے زمین کو ٹھکراتے تھے جیسا کہ عموماً جوش کے وقت ایسا شخص کرتا ہے جس کے ہاتھ میں چھڑی ہو۔'' (روایت ۸۰۲۔ سیرۃ المہدی) ☆☆

۷۹۔ (از مولانا صاحب موصوف)۔''ایک دفعہ سالانہ جلسہ کے ایام میں حضرت اقدسؑ اپنے خدام کے ساتھ بڑے بازار سے گذر کر ریتی چھلہ میں لسوڑھی کے درخت کے پاس ٹھہر گئے اور خدام پروانہ وار مصافحہ کی خاطر ایک دوسرے پر گرنے لگے کسی دوست نے کہا۔ بھائیو! تحمل سے کام لو کیوں بے تابی کا مظاہرہ کرتے ہو۔ اس سے حضور کو بھی تکلیف ہو رہی ہے۔ اس پر ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کہنے لگے۔ لوگ کیا کریں تیرہ سو سال کے بعد ایک نبی کا مبارک چہرہ نظر آیا ہے۔ نیز اسی مجلس میں ایک شخص بلند آواز سے اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیکَ یَا

☆ اس بارہ میں مولانا صاحب کی سیرۃ المہدی میں مندرجہ روایت (۸۰۳) سے اضافہ کردہ الفاظ خطوط واحدانی میں دئے گئے ہیں۔

☆☆ خطوط وحدانی والے الفاظ الحکم بابت ۳۵/۲/۲۸ سے زائد کئے گئے ہیں۔

رَسُوْلُ اللّٰہِ ۔اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیکَ یَانَبِیَّ اَللّٰہُ پڑھتا تھا۔اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کبھی کبھی اس طرف چشم مبارک اٹھا کر دیکھتے اور آپ کے چہرہ مبارک سے بشاشت مترشح ہوتی تھی۔'' (122)

۸۰۔(از مولانا صاحب موصوف)۔''ایک دفعہ حضرت خلیفہ اولؓ نے حضرت مسیح موعودؑ سے عرض کیا کہ:۔ رسالہ تشحیذ الاذہان کے اجراء کے وقت بطور ایڈیٹوریل حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا مضمون شائع ہونے پر مولوی محمد حسین صاحب نے اپنے رسالہ اشاعت السنہ میں ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ ہم تو خیال کرتے تھے کہ یہ سلسلہ (حضرت) مرزا صاحب (مسیح موعودؑ) کی زندگی تک ہی رہے گا۔مگر یہ مضمون پڑھ کر معلوم ہوا کہ آپ کے بعد آپ کا لڑکا اس گدی (یا دکان) کو اچھی طرح چلائے گا۔جب اس کا ذکر حضرت مسیح موعودؑ سے کیا گیا۔تو حضور علیہ السلام نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف محبت بھری نگاہوں سے دیکھا (اور زبانی کچھ نہ فرمایا۔ایسا معلوم ہوتا تھا) گویا کہ آپ کے لئے دعا فرمارہے ہیں خاکسار بھی اس مجلس میں حاضر تھا۔'' (حیات بقاپوری حصہ دوم صفحہ ۱۰۵) ☆

۸۱۔(از مولانا صاحب موصوف) جلسہ سالانہ ۱۹۰۶ء پر مکرم میر حامد شاہ صاحب چوہدری نصر اللہ خاں صاحب حافظ مولوی محمد فیض الدین صاحب، خاکسار اور جماعت سیالکوٹ کے بعض احباب حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔میر حامد شاہ صاحب نے ایک تھیلی روپوں کی نذرانے میں پیش کی

حضور علیہ السلام نے تھیلی اپنے دست مبارک میں لئے ہوئے فرمایا۔الحمد للہ۔اور پھر فرمایا۔ جزاکم اللہ۔'' (صفحہ ۱۰۷)

۸۲۔''محترم ڈاکٹر عطر الدین صاحب کا نام'' جنازہ حضرت مسیح موعودؑ اور اہل بیعت حضور کے ساتھ لاہور سے ریل گاڑی میں بٹالہ تک آنے والی مختصر فہرست میں موجود ہے۔(123)

حضور ۲۷ اپریل ۱۹۰۸ء کو آخری قیام لاہور میں میں صبح وشام دو وقت حضور کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ وفات سے ایک روز پہلے یعنی ۲۵ مئی کو عصر کی نماز میں حضور نے شرکت فرمائی۔جب حضور بعد نماز اندرون خانہ تشریف لے جانے لگے تو چونکہ اس وقت مجھے حضور میں بہت زیادہ کشش اور جاذبیت محسوس ہوئی تھی۔☆☆ دل کرتا تھا کہ حضور سے لپٹ جاؤں۔تاہم حضور آخری بار مغرب سے پہلے سیر کے لئے گئے۔اس پہلے میں نے

☆ خطوط وحدانی میں مولانا صاحب کی روایت مندرجہ سیرۃ المہدی سے اضافہ کیا ہے۔(روایت نمبر ۶۵۲)

☆☆ حضور کی آخری تقریر جو حضورؑ نے ۲۵ مئی کو قبل عصر فرمائی تھی۔درج کرتے ہوئے حضرت بھائی بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

نیچے سے حضور کو دیکھا کہ احمد یہ بلڈنگ میں چھت پر ٹہل کر مضمون لکھ رہے ہیں۔حضورؑ کی مبارک زندگی میں میری یہ آخری زیارت تھی۔۲۶ مئی کو میں حسب معمول صبح آیا تو مخالفین سلسلہ کو احمد یہ بلڈنگس کے قریب ننگ انسانیت حرکات کرتے دیکھا تب مجھے معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا وصال ہو چکا ہے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُوْنُ۔اندر جا کر دیکھا تو حضور کے جسم مبارک پر چادر ڈالی ہوئی تھی۔میں نے حضورؑ کی پیشانی پر بوسہ دیا۔اور پھر جنازہ کے ہمراہ ریل میں بٹالہ تک اور بٹالہ سے قادیان تک پیدل آیا اور جنازہ کو کندھا دینے کا موقع بھی ملا۔اور حضرت خلیفہ اولؓ کی اولین بیعت میں شریک ہوا۔حضرت مسیح موعودؑ کی نعش مبارک کی آخری بار زیارت کی اور تدفین میں شرکت کی۔

۸۳۔(از مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوری) ''غالباً ۱۹۰۶ء کے سالانہ جلسے کے موقع پر آپ نے اپنی وفات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

''میری موت اب قریب ہے اور میں جب اپنی جماعت کی حالت کو دیکھتا ہوں تو مجھے اس ماں کی طرح غم ہوتا ہے جس کا دو تین دن کا بچہ ہو اور وہ مرنے لگے۔لیکن اللہ تعالیٰ کے وعدے پر مجھے کامل یقین ہے۔کہ وہ میری جماعت کو ضائع نہیں ہونے دیگا۔یہ ایک دل کا اطمینان ہے۔''(124)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْد ط

تَمَّت بالخَیر

بقیہ حاشیہ:۔ عبدالرحمٰن صاحبؓ قادیانی تحریر کرتے ہیں۔کہ:۔

''دوران تقریر میں آپ کا چہرہ اس قدر روشن اور درخشاں ہو گیا تھا کہ نظر اٹھا کر دیکھا بھی نہیں جا تا تھا۔حضورؑ ....کی تقریر میں ایک خاص اثر اور جذب تھا۔رعب،ہیبت اور جلال اپنے کمال عروج پر تھا۔''(الحکم ۰۸/۷/۱۸ صفحہ ۸)

حوالہ جات

اصحاب احمد جلد دہم

۱۔ البدر 6 جولائی 1905ء

۲۔ الحکم 24 فروری 1905ء ص6 ک4، ص8 ک1۔

۳۔ خطبات محمود جلد 3 (خطبات نکاح) صفحہ 31 فرمودہ 22 جون 1918ء

۴۔ الفضل 15 فروری 1923ء۔ص۔3۔

۵۔ اصحاب احمد جلد ششم صفحہ 88

۶۔ بدر 20 جون 1908ء۔ص۔3۔ک2۔

۷۔ بدر 25 جنوری 1912ء۔ص 11 ک1۔

۸۔ رسالہ تعلیم الاسلام بابت ماہ دسمبر 1906ء صفحہ 223۔

۹۔ بدر مورخہ 26 جولائی 1906ء ص2 ک1۔

۱۰۔ الفضل 12 مارچ 1944ء۔ص4۔

۱۱۔ ریویو آف ریلیجنز بابت ماہ اپریل 1944ء ص 40۔

۱۲۔ الفضل 25 جولائی 1947ء ص5۔

۱۳۔ آئینہ صداقت انوار العلوم جلد 3 صفحہ 202۔207

۱۴۔ آئینہ صداقت انوار العلوم جلد 3 صفحہ 253

۱۵۔ الفضل 12 اپریل 1957ء ص1، 8۔

۱۶۔ العنکبوت۔70

۱۷۔ تذکرہ صفحہ 41۔طبع 2004ء۔

۱۸۔ تشحیذ الاذہان بابت ماہ اکتوبر 1916ء ص52۔

۱۹۔ تحریک جدید کے پنج ہزاری مجاہدین۔صفحہ 96۔97۔
۲۰۔ الحکم 14 / 7 نومبر 1940ء۔
۲۱۔ تذکرہ صفحہ 382 طبع 2004ء۔
۲۲۔ بدر 13 فروری 1903ء۔
۲۳۔ البقرہ۔217۔
۲۴۔ الفضل 7 فروری 1959ء
۲۵۔ الحکم 14 جنوری 1923ء۔
۲۶۔ بدر 9 جون 1908ء
۲۷۔ الحکم 21 مارچ 1914ء۔الفضل 18 مارچ 1914۔
۲۸۔ الحکم 21 فروری 1910ء ص 5۔ 7 مارچ 1910ء ص 7۔ 20 مئی 1910ء۔ص 10۔ 28 مئی 1910ء ص 10۔
۲۹۔ رپورٹ مجلس مشاورت 1930۔
۳۰۔ رپورٹ مجلس مشاورت 1930۔ص 35۔
۳۱۔ ملخص از الحکم 21 / 14 ستمبر 1909ء صفحہ 4، 5۔
۳۲۔ تحریک جدید کے پنج ہزاری مجاہدین۔صفحہ 6۔7۔
۳۳۔ تتمہ حقیقۃ الوحی زیر نشان 197۔روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 532۔
۳۴۔ ریویو آف ریلیجنز اپریل 1918ء۔ص 157۔
۳۵۔ الحجرات۔12
۳۶۔ التین:5۔6۔
۳۷۔ الفضل 18 جولائی 1943ء
۳۸۔ الحکم 21 / 14 نومبر 1940ء
۳۹۔ تحریک جدید کے پنج ہزاری مجاہدین۔صفحہ 7۔
۴۰۔ البدر 9 فروری 1906ء۔

۴۱۔ التحریم۔9۔
۴۲۔ الفضل 31 جولائی، یکم اگست 1943ء۔
۴۳۔ بدر 4 ستمبر 1903ء
۴۴۔ بدر 23 اکتوبر 1903ء
۴۵۔ الفضل 25 جون 1923ء۔صفحہ 1
۴۶۔ الفضل 25 جون 1923ء۔صفحہ 1
۴۷۔ تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین۔صفحہ 300
۴۸۔ اصحاب احمد جلد ہفتم صفحہ 201
۴۹۔ مسند احمد بن حنبل جلد 1۔صفحہ 219۔
۵۰۔ الحکم 30 مارچ 1908ء صفحہ 2 ک 2،3۔بدر 2 اپریل 1908ء۔صفحہ 2 ک 3
۵۱۔ تذکرہ صفحہ 671 طبع 2004ء۔
۵۲۔ اصحاب احمد جلد دوم صفحہ 827۔
۵۳۔ تشحیذ الاذہان بابت ماہ نومبر 1910ء صفحہ 399۔
۵۴۔ تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین۔ص 6۔
۵۵۔ تحریک جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین۔ص 6۔
۵۶۔ الفضل 18 مارچ 1961ء۔ص 4 ک 2۔
۵۷۔ یکم اکتوبر 1959ء
۵۸۔ بدر 15۔اکتوبر 1959ء
۵۹۔ الفضل 30 ستمبر 1959ء
۶۰۔ الفضل 19 جون 1957ء ص 4۔
۶۱۔ تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ 307۔
۶۲۔ الحکم 21 اپریل 1914ء۔ص 8 ک 1۔
۶۳۔ الفجر:28 تا 31

۶۴۔ آل عمران۔56۔
۶۵۔ الفضل 30جولائی1913۔ص1۔
۶۶۔ الفضل24اکتوبر1955ء۔
۶۷۔ البقرہ:۔156۔
۶۸۔ الفضل9اپریل1959ءص4۔
۶۹۔ الفضل21اپریل1914 ‘۔زیر مدینۃ المسیح
۷۰۔ الفضل یکم ستمبر1957ء
۷۱۔ رپورٹ مجلس مشاورت1922ءصفحہ30
۷۲۔ رپورٹ مجلس مشاورت1922ءصفحہ55۔
۷۳۔ رپورٹ مجلس مشاورت1927ء۔ص42،49۔
۷۴۔ الرحمت 7اگست1950ء۔
۷۵۔ رپورٹ مجلس مشاورت1936ءص26۔
۷۶۔ خطاب جلسہ سالانہ 27دسمبر1922ءانوار العلوم جلد7صفحہ5۔6۔
۷۷۔ الفضل23جون1938ء۔
۷۸۔ تذکرہ صفحہ382۔طبع2004ء۔
۷۹۔ تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ97تا 152۔روحانی خزائن جلد22صفحہ533تا590۔
۸۰۔ مسند امام احمد بن حنبل۔الجزء الثالث۔مسند ابی سعید الخدری۔(مفہوماً)
۸۱۔ سیرت المہدی جلد سوم روایت نمبر489صفحہ19
۸۲۔ سیرت المہدی جلد سوم روایت نمبر742صفحہ164
۸۳۔ حیات بقاپوری صفحہ103۔
۸۴۔ سیرت المہدی جلد سوم روایت نمبر817۔صفحہ229
۸۵۔ سیرت المہدی جلد سوم روایت نمبر730۔صفحہ159
۸۶۔ سیرت المہدی جلد سوم روایت نمبر728۔صفحہ158۔

۸۷۔ الانعام:123۔

۸۸۔ سیرت المہدی جلد سوم روایت نمبر 657 صفحہ 112

۸۹۔ سیرت المہدی جلد سوم روایت نمبر 658 صفحہ 112۔113

۹۰۔ سیرت المہدی جلد سوم روایت نمبر 792 صفحہ 215

۹۱۔ سیرت المہدی جلد سوم روایت نمبر 801 صفحہ 220

۹۲۔ سیرت المہدی جلد سوم روایت نمبر 804 صفحہ 221

۹۳۔ حیات بقاپوری حصہ دوم صفحہ 60

۹۴۔ الحکم 28 فروری 1935ء صفحہ 5

۹۵۔ سیرت المہدی جلد سوم روایت نمبر 582۔صفحہ 56

۹۶۔ المائدہ:68۔

۹۷۔ صحیح البخاری کتاب العلم باب حفظ العلم۔(مفہوماً)

۹۸۔ حیات بقاپوری حصہ دوم صفحہ 100، 101

۹۹۔ سیرت المہدی جلد سوم روایت نمبر 791۔صفحہ 215

۱۰۰۔ حیات بقاپوری حصہ دوم صفحہ 103۔104

۱۰۱۔ سیرت المہدی جلد سوم روایت نمبر 490 صفحہ 19۔20

۱۰۲۔ حیات پقاپوری حصہ دوم صفحہ 104

۱۰۳۔ حیات بقاپوری حصہ اول صفحہ 157 تا 159

۱۰۴۔ تذکرہ صفحہ 631 طبع 2004ء

۱۰۵۔ الحکم 28 فروری 1935ء۔

۱۰۶۔ الفضل 12 جولائی 1947ء ص 3

۱۰۷۔ تذکرہ صفحہ 677 طبع 2004ء۔

۱۰۸۔ الفضل 23 جون 1938ء۔

۱۰۹۔ الحکم 21 فروری 1903ء۔البدر 27 فروری 1903ء صفحہ 44۔45

۱۱۰۔ تذکرہ صفحہ 569 طبع 2004ء۔

۱۱۱۔ حیات بقاپوری حصہ دوم صفحہ 99۔100

۱۱۲۔ حیات بقاپوری حصہ دوم صفحہ 99

۱۱۳۔ تذکرہ صفحہ 442 طبع 2004ء۔

۱۱۴۔ ریویو آف ریلیجنز بابت ماہ اکتوبر 1905ء صفحہ آخر سرورق۔

۱۱۵۔ اصحاب احمد جلد چہارم صفحہ 179۔

۱۱۶۔ الحکم 28 فروری 1935ء صفحہ 4

۱۱۷۔ تاریخ احمدیت سرحد۔ صفحہ 159۔160

۱۱۸۔ سیرت المہدی جلد سوم روایت نمبر 581 صفحہ 56

۱۱۹۔ حیات بقاپوری حصہ دوم صفحہ 104۔

۱۲۰۔ حیات بقاپوری حصہ دوم صفحہ 104۔105۔

۱۲۱۔ تذکرہ صفحہ 581 طبع 2004ء۔

۱۲۲۔ حیات بقاپوری حصہ اول صفحہ 159۔

۱۲۳۔ بدر 2 جون 1908ء ص 3 ک 2۔ حاشیہ۔

۱۲۴۔ الحکم 28 فروری 1935ء

حصہ دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احباب کپورتھلہ

☆ فرمایا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے

مجھے کپورتھلہ کے دوستوں سے دلی محبت ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ لوگ اس دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میرے ساتھ ہوں گے۔

☆ فرمایا حضرت مصلح موعود (رضی اللہ عنہ) نے:

☆ احباب کپورتھلہ بفضلہٖ تعالیٰ بڑے بڑے ابتلاء میں محفوظ رہے اور انہوں نے اپنے اندر عشق پیدا کیا۔

☆ اُن کا یہی اخلاص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو وہاں کھینچ کر لے گیا اور حضرت اُمّ المومنینؓ کو اور مجھے بھی (۱۹۰۹ء میں)

☆ انبیاء کی صحبت وقرب حاصل کرنے والے خلفاء کے بعد دوسرے درجہ پر امن وسکون کا باعث ہوتے ہیں۔ان کی قدر کرو اور ان کے نقش قدم پر چلو۔

☆ منشی حبیب الرحمٰن صاحب حضرت اقدسؑ کے پرانے مخلصین و سابقین میں سے تھے۔ جماعتیں ان کا جنازہ پڑھیں تو موجب رضائے الٰہی ہوگا۔

☆ فرمایا حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے:

احباب کپورتھلہ کی ملاقات کے وقت حضرت اقدسؑ کا ان گفتگو نرالا ہوتا تھا۔ وہ تمہارے ساتھ بے تکلف تھے اور تمہاری ناز برداری کرتے تھے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم

عرض حال

اَلْحَمْدُلِلّٰہ کہ صحابہ کرام میں سے ایک جلیل القدر صحابی حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی رضی اللہ عنہ کی روایات جو دراصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت ہیں، تین بار شائع کرنے کا خاکسار کو موقعہ ملا ہے۔

جلد ہذا میں کپورتھلہ کے احباب میں سے حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحب رضی اللہ عنہ کی روایات و سوانح ہدیۂ ناظرین کرنے کی توفیق خاکسار کو اللہ تعالیٰ کے فضل و رحم سے عطا ہوئی ہے۔کئی سال کی کاوش کا یہ نتیجہ ہے۔بعض موانع بھی حائل رہے۔

''ایک نئے سلسلۂ تالیفات'' تین سو تیرہ اصحاب احمدؑ کی جلد دہم ہے۔اوّلین نو جلدیں ابھی زیر تکمیل ہیں۔احباب سے دُعاؤں کی التجا ہے کہ اللہ تعالیٰ تالیف کے کام کی توفیق خاکسار کو عطا فرمائے اور اسے اپنی ستاری سے قبول فرمائے اور خاکسار کا خاتمہ بالخیر ہو۔

خاکسار
ملک صلاح الدین درویش
بیت الدُّعا، دارالمسیح
قادیان (بھارت)

۱۶ر جمادی الثانی ۱۴۰۰ ہجری قمری
۲ر ہجرت ۱۳۵۹ ہجری شمسی
۲ر مئی ۱۹۸۰ء عیسوی

مسودہ کے بارہ میں

مُسودہ کی منظوری نظارت خدمت درویشان سے ساڑھے چار سال سے ملی ہوئی ہے۔لیکن طباعت کے سامان میسّر نہیں آسکے تھے۔میں ممنون ہوں محترم مرزا خورشید احمد صاحب ناظر خدمت درویشان کا، نیز محترم مولوی نورالحق صاحب انور فاضل (سابق مجاہد مشرقی افریقہ وریاست ہائے متحدہ امریکہ) کا جو قریب میں وفات پا چکے ہیں اور محترم مختار احمد صاحب ہاشمی (سابق ہیڈ کلرک نظارت خدمت درویشان) کا کہ دونوں نے محترم ناظر صاحب کی ہدات پر سارا مسودہ گہری نظر سے مطالعہ کیا اور مجھے مفید مشورے عطا کئے۔فجز اھُم اللہ احسن الجزاء۔مرحوم بار بار مجھے کہلواتے رہے کہ اس کتاب کو جلد طبع کرواؤں۔آخری بار وفات سے تھوڑا عرصہ پہلے اُن کا ایسا پیغام ملا تھا۔آپ جامعہ احمدیہ قادیان میں خاکسار کے شاگرد رہے تھے۔اپنی حد درجہ منکسرانہ طبع کے باعث بہت احترام سے پیش آتے تھے۔رضی اللہ عنہ وارضاہ۔آمین

مؤلف

۱۷؍ہجرت ۱۳۶۴ ہش

(۱۷؍مئی ۱۹۸۵ء)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

دیباچہ

حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحبؓ کی سوانح حیات کے مرتّب کرنے کے لئے سلسلہ کے لٹریچر کے علاوہ خاص طور پر ذیل کے مأخذوں سے استفادہ کیا گیا ہے:

(۱) حیاتِ احمد ومکتوباتِ احمدیہ (تالیفات حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ)

(۲) منشی صاحب کی ایک قلمی کاپی۔

(۳) آپؓ نے اپنے فرزند شیخ عبدالرحمٰن صاحب کو بہت سی باتیں لکھوائیں جس کا ذکر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیراحمد صاحبؓ کے ذیل کے مکتُوب بنام شیخ عبدالرحمٰن صاحب میں ہے:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہٖ الکریم

QADIAN مکرّم السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

۱۸/۲/۲۴

میں آپ کے والد صاحب کا بہت مشکور ہوں کہ انہوں نے سیرت المہدی کے لئے مواد جمع کرنے کا کام شروع کر دیا ہے۔ جب پچاس ساٹھ صفحے لکھے جایا کریں تو مجھے بھجوا دیا کریں۔ اور اس بات کا خاص خیال رکھا جاوے کہ ہر واقعہ کی تاریخ حتّی الوسع ضبط میں آ جاوے۔ اگر تاریخ یا ماہ یا سّن یاد نہ ہو تو کم از کم اتنا نوٹ ضرور دیا جاوے کہ یہ فلاں زمانہ کا واقعہ ہے۔ فقط خاکسار

مرزا بشیر احمد

(۴) آپ کے فرزند منشی کظیم الرحمٰن صاحبؓ کا مضمون (مندرجہ الحکم بابت ۲۸/جولائی، ۲۱ اگست، ۷ستمبر ۱۹۳۵ء) جس کے آخر پر (آخری شمارہ میں) بالفاظِ ذیل حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کپورتھلوی نے تصدیق فرمائی تھی:

''میں نے یہ تمام مضمون اوّل سے آخر تک سُنا اور دُرست پایا۔''

ظفر احمد ۲۶/۰۴/۳۵

(۵) آپ کے فرزندان کے بیانات۔

آپ کی قلمی کاپی مذکورہ بالا۔ منشی حبیب الرحمٰن صاحبؓ کی چوراسی صفحات کی ایک کاپی قریباً ۵×۶ (انچ)

سائز کی دستیاب ہوئی ہے۔صفحہ بہتّر پر آپ کے دستخط ''عاجز حبیب الرّحمٰن از حاجی پُورہ پھگواڑہ'' ثبت ہیں اور مہر بھی۔ گویا اس وقت جو کچھ سپردِ قلم کرنا آپ کے مدّنظر تھا، آپ اس کی تکمیل کر چکے تھے۔ بعد میں آپ نے صفحہ تہتر تا چوراسی کا اضافہ کیا۔ آخری صفحہ کا کچھ حصّہ خالی ہے لیکن وہاں آپ کے دستخط نہیں۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مزید امور تحریر میں لانا مدّنظر ہوگا۔ جس کا بعد میں موقع نہیں ملا ہوگا۔ یا یہ آخری صفحات موجود نہیں۔

مُہر مذکورہ اس کاپی پر چڑھائے گئے موٹے کاغذ پر ان الفاظ کی ثبت ہے:

HABIBUR RAHMAN
VILLAGE HAJIPUR
P.O PHAGWARA

ہر ورق کے دونوں طرف تحریر کے لئے استعمال ہوئے ہیں۔ اور اس کے صفحات کا شمار ۱-۳-۵ کے طریق پر سُرخ روشنائی سے درج ہے۔ صفحہ ۷۲ کے بعد کے ورق پر ۷۴ رقم ہے۔ گویا دونوں کے درمیان ایک الگ ورق کا ایک صفحہ لکھا گیا ہوگا جس کا شمار ۷۳ تھا۔ لیکن یہ ورق موجود نہیں۔ صفحہ ۷۲ کے آخر پر مُہر جس کا نقش اوپر درج کیا گیا ہے ثبت ہے اور ذیل کے الفاظ میں دستخط ثبت ہیں:

''عاجز حبیب الرحمٰن از حاجی پُور پھگواڑہ''

اِس کاپی کے ایک صفحہ پر پندرہ سے اٹھارہ تک سطور ہیں۔ لیکن صفحات ۷۴، ۷۵ والا ورق دریدہ ہے جس کی دونوں طرف دس دس ابتدائی سطور مکمل طور پر موجود ہیں اور بقیہ سطور ضائع ہو چکی ہیں اور صفحات ۷۶، ۷۷ والا ورق بھی قریباً ایک انچ دریدہ ہے۔ صفحات ۷۲ تا ۸۴ کسی کے نجّی معاملہ کے متعلق ہیں، ان کو کتاب ہذا میں شامل نہیں کیا گیا۔

بیان شیخ مُحبّ الرّحمٰن صاحب۔ آپ کے فرزندِ اکبر

حضرت والد صاحب نے اپنی روایات وحالات کا کچھ حصّہ ایک بڑے بیاض (رجسٹر) میں درج کیا تھا۔ سب سے زیادہ خود ذمہ دار ہونے کی وجہ سے مَیں نے اس کی تکمیل کا اِرادہ کیا۔ لیکن ملازمت کی مشغولیت وغیرہ کی وجہ سے مَیں اس اہم کام کو سرانجام نہ دے سکا۔ افسوس کہ تقسیم مُلک کے حوادث میں مذکور مُسودہ اور مکتوباتِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام وغیرہ کا اہم ذخیرہ ضائع ہو گیا۔ مَیں نے بہت سا مواد جمع کر لیا ہے۔ لیکن یہ مواد کسی ٹھوس شکل میں موجود نہیں۔ ☆

☆ مکتوب ۱۴ ستمبر ۱۹۶۰ء

قلمی کاپی کے آغاز میں منشی حبیب الرحمٰن صاحب رقم فرماتے ہیں۔

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم　　　　نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہٖ الکریم

اشھد ان لا الٰہ اِلّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ واشھد انّ محمّدًا عبدہٗ و رسولہٗ۔

اٰمن الرّسول بما اُنزِل الیہ من ربّہ والمؤ منون۔ (۱) کُلٌّ اٰمن باللّٰہ و ملٰئکتہٖ و کُتبہٖ ورُسُلہٖ لانفرّق بینَ احدٍ من رسلہٖ (۲) وَعَدَ اللّٰہ الّذین اٰمنوا منکم و عملوا الصّٰلحٰت لَیَنَسْتَخْلِفَنَّھم فی الأرض کما استخلف الّذین من قبلھم (۳)

اب اس میں شک کی گنجائش نہیں رہی کہ سلسلہ احمدیہ جس کی بنیاد حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہودؑ نے بحکمِ باری تعالیٰ ڈالی ،منہاجِ نبوّۃ پر قائم ہوا- اور بالیقین حضرت مرزا صاحب موصوف پر ایمان لانا جُزوِ ایمان ہے جیسا کہ آیت مندرجہ بالا میں خبر اور ہدایت موجود ہے-کوئی مامور جو ہدایت خلق کے لئے مبعوث ہوا ہمیشہ زندہ نہیں رہا- اور نہ ہمیشہ زندہ رہنے کے واسطے اس کا نزول ہوتا ہے- البتہ اس کی ہدایت ابدی ہوتی ہے............اِس تعلیم اور ہدایت کے دو حصے ہوتے ہیں- ایک وہ کلام جو خدا تعالیٰ کی طرف سے فرشتے کے ذریعہ اس مامور اور نبی پر نازل ہوتا ہے-جس کی حفاظت ضروری ہوتی ہے اس لئے اس کو یاد کرلیا جاتا ہے یا لکھ لیا جاتا ہے...............دوسرا حصّہ نبی کا قول اور فعل ہے اس کی حفاظت کا ذمّہ اُن لوگوں کا ہے جنہوں نے اس نبی کا وقت پایا- اور اس کی صحبت سے فیض حاصل کر کے آئیندہ آنے والی نسلوں کے لئے نمونہ چھوڑا- اس لئے اِس زمانہ کے لوگوں کا فرض ہے کہ وہ اس نبی اور اس زمانہ کے حالات قلم بند کریں- آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے اس فرض کو نہایت دیانت اور امانت کے ساتھ ادا کیا جس کے باعث آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور سنت کی بے گنت کتابیں موجود ہیں جو قرآن شریف کے بعد ہماری رہبری کرتی ہیں۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے زمانہ کے لوگوں کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنی معلومات کو قلم بند کر کے محفوظ کریں۔تا کہ آئندہ آنے والی نسلیں فائدہ حاصل کریں- آپ کے الہامات محفوظ ہیں اور ایک جگہ جمع ہیں لیکن اقوال اور افعال اس طرح محفوظ نہیں ہوئے کہ ایک جگہ جمع ہو جائیں- بہت سے ایسے ہیں کہ اِس دارِفانی سے کُوچ کر گئے اور اپنی معلومات کو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت سے فیض حاصل کیا تھا،ساتھ ہی لے گئے۔تاہم ابھی ایسے بہت سے لوگ زندہ موجود ہیں۔اس لئے مناسب یہ ہے کہ وہ اپنی معلومات کو تحریر میں لے آویں۔یہی مجموعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سوانح اور سیرت کے لئے کارآمد ذخیرہ

ہوگا۔ جناب مرزا بشیر احمد صاحب سلّمہٗ نے جو حضرت ممدوح کے دوسرے فرزندِ ارجمند ہیں اس کے جمع فرمانے کا بیڑہ اُٹھایا ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک حصّہ اس مجموعہ کا شائع بھی کر دیا ہے- جس سے ہر ایک دل میں انشاء اللہ تعالیٰ تحریک پیدا ہوگی کہ وہ اپنی معلومات تحریر میں لاکر جناب میاں صاحب موصوف کے پاس بھیج دے۔''

''میرے دل میں اس کے ساتھ ہی یہ خیال بھی پیدا ہوا ہے کہ (وہ) صاحب جو اپنی معلومات کو قلم (بند) کریں- اور جناب میاں صاحب کی خدمت میں بھیجیں، اس کے ساتھ ہی کچھ اپنے ذاتی حالات بھی تحریر کریں- اور یہ بھی تحریر فرماویں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کب بیعت کی اور کس کے ذریعہ (سے) اور جو کوائف اِس نعمت کے حصول میں ان کو برداشت کرنے پڑے مختصراً اور مجملاً اس کا تذکرہ کریں- اس سے جو کچھ فائدہ ہوگا مجھے اس کی تحریر کی ضرورت نہیں- درخت اپنے پھلوں سے شناخت کیا جاتا ہے- یہی وہ پھل ہوں گے جو باغ احمد کے درختوں پر لگے ہوئے ہوں گے-

''مجھے خدا تعالےٰ جلّ شانہٗ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شناخت کی توفیق بخشی اور محض اپنے فضل سے اس نے مجھے یہ راستہ دکھایا اور آپ کی بیعت میں داخل فرما کر اس جماعتِ مؤمنین میں شامل فرمایا- الحمد للہ- آپ کے وصال سے قریباً ۱۸ سال قبل میں داخلِ بیعت ہو چکا تھا- اس عرصہ میں اگرچہ میں زیادہ عرصہ تک آپ کی صحبت میں نہیں رہا- تاہم میری آمد و رفت رہتی تھی- اور جتنے دن رہتا قریب تر رہتا تھا- مجھے افسوس ہے کہ میں نے اس وقت کی قدر نہیں کی- اور اپنی معلومات کو تحریر میں نہیں لایا اگر تحریر کیا بھی تو بے قاعدہ اور وہ بھی محفوظ نہیں رہا البتہ وہ سب دماغ میں موجود ہیں- انشاء اللہ تعالےٰ مَیں کوشش کروں گا کہ وہ سب تحریر میں آ جائیں گو تاریخ ساتھ نہ دے سکوں-

''اب مَیں مختصراً اپنا ذاتی حال لکھ کر کہ جس سے معلوم ہو سکے کہ میں کون ہوں اور دنیا کے کون سے کونہ میں میرا مسکن ہے- اور کس خاندان سے میرا تعلق ہے- پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تعارف کی وجہ اور واسطہ اور پھر آپ کے دعوٰی مسیحیت پر ایمان لانے کا حال تحریر کروں گا- اس کے بعد وہ واقعات اور حالات عرض کروں گا جو میں نے حضرت سے سنے یا دیکھے-

''بطور یادداشت میں یہ بھی عرض کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ ابتداءً مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکتوبات جمع کرنے کا شوق ہوا- جس قدر میں جمع کر سکا اس جملہ کتاب میں خوشخط لکھوائے وہ کتاب آخرش میرے قبضہ سے نکل گئی اور دفتر الحکم میں پہنچ گئی- یہ تمام مکتوبات رفتہ رفتہ اخبار الحکم میں شائع ہو گئے- مجھے مکتوبات جمع کرنے کا پھر شوق ہوا- اس لئے میں نے بہت سے مکتوباتِ حضرت مسیح

موعودؑ ایک فُل سکیپ سائز کی مُجلد میں اپنے قلم سے تحریر کئے اور ساتھ ہی میں نے حضرت مولوی حکیم حاجی نورالدین صاحب رحمۃ اللہ (علیہ) خلیفہ اوّل کے مکتوبات تلاش کر کے جمع کئے - اور وہ دوسری جلد میں اپنے قلم سے لکھے-

''ان دونوں کو میں نے اپنی لائبیریری میں رکھ دیا - حضرت مفتی محمد صادق صاحب جو اوّلین میں (سے) ہیں- میرے صادق ودوست اور بھائی ہیں- مجھے اُن سے اور اُن کو مجھ سے اِس قدر محبت ہے کہ نہ اس کی ابتداء اور نہ انتہاء- میں اُن کے ساتھ اپنے اس تعلق کو فخر سمجھتا ہوں- میرے لئے ان کی دُعائیں بے حد قبول ہوئی ہیں- وہ اکثر تبلیغی دَورہ پر جب تشریف لے جاتے تو ضرور میرے پاس تشریف لاتے اور جس قدر ممکن ہو سکتا قیام فرماتے - دورانِ قیام میں وہ ایسے معلوم ہوتے تھے کہ گویا وہ میرے کنبہ کے ممبران میں سے ایک ہیں- میرے چھوٹے چھوٹے بچّے بھی ان کو غیر نہیں سمجھتے تھے- وہ ایک ایک سے ایسی محبت کرتے تھے اور کرتے ہیں، جیسے حقیقی رشتہ دار کرتے ہیں- ایک دفعہ یہاں سے روانگی کے وقت فرمایا کہ مجھے آپ سے اور آپکے بچوں سے اس قدر محبت ہے کہ جب میں آپ کے گھر سے رخصت ہوتا ہوں تو اس قدر قلق ہوتا ہے کہ اپنے گھر سے روانگی کے وقت اس قدر قلق نہیں ہوتا -

''انہوں نے میرے کتب خانہ سے چند کتابیں اپنی صادق لائبریری کے لئے پسند فرمائیں جو میں نے دے دیں انہی میں یہ دونوں مکتوبات کی جلدیں بھی تھیں- ان کے واسطے وعدہ فرمایا تھا کہ نقل کرا کر واپس کردوں گا -لیکن وہ نقل نہ کرا سکے- مگر وہ جملہ مکتوبات اخبار بدؔر میں جس کے وہ ایڈیٹر تھے، شائع کر دیئے- میں خوش ہوں کہ جہاں میری چند کتابوں نے ان کی صادق لائیبریری میں جگہ پائی، وہاں میرے قلم کے لکھے ہوئے دو نسخے، بھی ان کی لائیبریری میں ہوں گے- اور مجھے امید ہے کہ جو اہلِ علم ان کو دیکھے گا میرے حق میں دُعا کرے گا-'' (قلمی کاپی صفحہ ۱ تا ۶) ☆

☆ اس قلمی کاپی پر تاریخ درج نہیں جس سے معلوم ہو سکے کہ اس کی تحریر کا کام کب شروع کیا گیا - البتہ بیان بالا سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس وقت تک حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی روایات کی جلد اوّل (یعنی سیرت المہدی) طبع ہو چکی تھی جس کی تاریخ طبع دسمبر ۱۹۲۳ء ہے اور جلد دوم کی تاریخ طبع دسمبر ۱۹۲۷ء ہے گویا دونوں کتب کی تاریخِ طبع کے درمیانی عرصہ میں منشی حبیب الرحمٰن صاحب یہ حالات وغیرہ قلمبند کر رہے تھے- حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے منقولہ بالا مکتوب مورخہ ۱۸ر فروری ۱۹۲۴ء میں ذکر آیا ہے کہ منشی صاحب نے اس وقت مواد جمع کرنے کا کام شروع کر رکھا تھا- (باقی اگلے صفحہ پر)

کپورتھلہ شہر و ریاست

کپورتھلہ صدر مقام ریاست کپورتھلہ کے بارے میں حضرت مُفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ، ذیل کے کوائف رقم کرتے ہیں۔ جو ۱۹۰۸ء میں تھے۔

''شہر کپورتھلہ، ریلوے اسٹیشن کرتار پور سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے یہ اسٹیشن امرتسر سے جالندھر جاتے ہوئے دو گھنٹہ کے فاصلہ پر ہے۔ کرتار پور سے کپورتھلہ تک پختہ سڑک ہے اور ٹُمٹم کا ایک گھنٹہ کا راستہ ہے۔ تمام سرکاری مکانات اور باغات اور کوٹھیاں شہر کے اندر ہیں۔ سڑکیں بہت وسیع ہیں۔ صفائی بہت عمدہ ہے مکانات یوروپین طرز پر بنے ہوئے ہیں۔ کچہریوں کی بناوٹ اور سجاوٹ سب انگریزی طرز پر ہے۔ مہاراجہ کے اپنے مکانات اس قدر یورپین طرز پر ڈھلے ہوئے ہیں۔ اور ان کے اندر کا سامان اور وضع ایسی ہے کہ اگر انہیں یورپین طرزِ رہائش اور سامان عشرت کی نمائش کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔

مہاراجہ صاحب نے اپنی ہسپانوی رانی کے لئے ایک شاندار محل بنوا کر اس میں فرنگی عیش و آرام کے تمام سامان نہایت فراخدلی سے مہیا کئے ہیں۔''(۴)

تاریخِ احمدیت میں کپورتھلہ کی اہمیت

کپُورتھلہ کے ساتھ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندانی تعلقات کی ابتداء دراصل ۱۸۰۲ء یا ۱۸۰۳ء میں ہوئی جبکہ سکھوں کی رام گڑھیہ مسل نے حضور کے دادا مرزا عطا محمد صاحب کے زمانہ میں قادیان پر قبضہ کر لیا اور مرزا صاحب موصوف کو اپنے خاندان سمیت ریاست کپورتھلہ کے مقام بیگووال میں پناہ لینی پڑی۔

ان ایّام میں ریاست کپورتھلہ کے حکمران سردار فتح سنگھ اہلوالیہ تھے۔ جنہوں نے مرزا عطا محمد صاحب سے نہایت فراخدلانہ اور شریفانہ سلوک کیا۔ حتّٰی کہ آپ کے گذارہ کے لئے دو گاؤں کی پیشکش بھی کی لیکن مرزا صاحب موصوف نے بشکریہ اس پیشکش کے قبول کرنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ اگر ہم نے یہ گاؤں لے لئے تو ہماری اولاد کی ہمت پست ہو جائیگی۔ اور انہیں اپنی خاندانی روایات کے قائم رکھنے اور قادیان واپس لینے کا خیال نہ رہے گا۔ کتاب تذکرہ رؤسائے پنجاب کے مصنف سر لیپل گریفنکی تحقیقات کے مطابق مرزا عطا محمد صاحب بارہ سال تک ریاست کپورتھلہ میں مقیم رہے اور وہیں وفات پائی۔ لیکن آپ کے جواں ہمت اور بہادر بیٹے مرزا

بقیہ حاشیہ: نشان × والے الفاظ ربط کے لئے مؤلف ہذا کی طرف سے زائد کئے گئے ہیں۔

نوٹ:۔ غالباً یہ کاپی اس مواد سے الگ ہے جو حضرت میاں صاحب کے لئے منشی صاحب جمع کر رہے تھے اور حضرت میاں صاحب کی خواہش تھی کہ پچاس ساٹھ صفحات ہونے پر اُنہیں بھجوا دئے جایا کریں۔ فروری ۱۹۲۴ء سے اپنی وفات تک کئی سال تک یہ مواد منشی صاحب انہیں روکے نہ رکھتے نہ حضرت میاں صاحب روکنے پر خاموش رہتے۔

غلام مرتضٰی صاحب ان کی نعش کو کپورتھلہ سے راتوں رات قادیان لائے اور یہاں اپنے خاندانی قبرستان میں ان کی آخری آرامگاہ بنائی جہاں وہ اپنے بزرگوں کے پہلو میں آسودہ ہیں۔

احبابِ کپورتھلہ کا عشق وایمان

(۱)۔۔۔حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ، خلافتِ اُولیٰ میں ایک سفر کے حالات کے سلسلہ میں احبابِ کپورتھلہ کے عشق وایمان کے تذکرہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''چونکہ والدہ صاحبہ حضرت اُمّ المومنین نے کپورتھلہ میں ٹھہرنا تھا، اسی لئے میں بھی سیدھا کپورتھلہ ساتھ گیا............ یہ وہ جگہ ہے کہ جہاں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا بھی کچھ مدّت قیام رہا ہے۔ خدا تعالیٰ کی قدرت ہے کہ خاص خاص جگہوں میں خاص خاص خصوصیتیں ہوتی ہیں۔ کپورتھلہ کی مٹی میں خدا تعالیٰ نے وہ اثر رکھا ہے کہ یہاں جس قدر لوگ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے ہیں، کسی دلیل کسی معجزہ کسی نشان کی وجہ سے نہیں ہوئے اور نہ انہیں کسی کشف وکرامت کی ضرورت ہے کہ ان کے ایمان کو قائم رکھے۔ بڑے سے بڑا ابتلاء ہوا اور کیسا ہی سخت امتحان ہوا ان لوگوں پر خدا کا کچھ ایسا فضل ہے کہ ان کا پائے ثبات ذرہ بھی لغزش نہیں کھاتا۔ اور اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی معجزانہ زندگی کو دیکھ کر آپ کی بیعت ہی نہیں کی بلکہ عشق پیدا کیا ہے۔ اور یہاں تک ترقی کی ہے کہ ''لیلیٰ را بچشم مجنوں باید دید'' کا معاملہ ہو گیا ہے۔ ان لوگوں نے خدا کے مرسل کی زندگی کو دیکھ لیا ہے کہ وہ کیسی پاک اور صاف تھی۔ اور مشاہدہ کر لیا ہے کہ وہ گناہوں سے کیسا پاک تھا۔ پس اب جو کچھ ہو، کوئی بات ان کے ایمان کے برخلاف نہیں ہوتی۔ اُن کے ہاتھ میں وہ دلیل آ گئی ہے کہ اسے کوئی توڑ ہی نہیں سکتا۔ اور وہ یہ کہ کیا ایسا راستباز آدمی جھوٹ بول سکتا ہے۔ اور یہ ایک ایسی پکی بات ہے کہ اس کا توڑنا پھر انسان کی طاقت سے باہر ہے۔

''قرآن شریف نے بھی **فقد لبثتُ فیکم عمرا** کے ایک چھوٹے سے جملہ سے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سچائی کا نقشہ کھینچ دیا ہے۔ چنانچہ اس جماعت کے ایک بزرگ کی نسبت حضرت صاحبؑ نے تحریر فرمایا ہے کہ مجھے یہ تو خطرہ نہیں کہ انہیں کبھی میری وجہ سے کوئی ابتلا آئے گا ہاں یہ ڈر ہے کہ محبت کے جوش میں حد سے نہ بڑھ جاویں۔ چنانچہ ان کا یہی اخلاص اور محبت ہی حضرت صاحب کو وہاں کھینچ کر لے گیا۔ اور یہی ہمیں بھی وہاں لے گیا ہے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس شخص سے ہمیں محبت ہے اس کے متعلقین سے بھی قدرتاً محبت ہوتی ہے۔ اس لئے سچی دوستی کی نشانی یہی سمجھی گئی ہے کہ ایک دوست دوسرے دوست کے مال و جان اور عزیز و

اقارب کا اسی طرح محافظ ہو اور چاہنے والا ہو جیسے کہ وہ اپنے مال و جان کی حفاظت کرتا اور اپنے عزیز و اقارب کو چاہتا ہے۔ پس وہ شخص جس کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر یہ اقرار کیا ہو کہ ہم تجھ سے تمام دنیا کے رشتوں اور دوستیوں سے بڑھ کر سلوک کریں گے۔ اس کی ہر ایک چیز کیوں پیاری نہ ہو۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ اس جماعت کو ہم (یعنی افراد خاندانِ حضرت مسیح موعودؑ) سے ایک خاص محبت اور اخلاص ہے بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ محض اخلاص ہی اخلاص ہے اور نفسانی خواہشیں ان میں بالکل نہیں۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حضرت صاحب نے ان کو ایک موقع پر لکھا (کہ) میں امید کرتا ہوں کہ آپ لوگ قیامت کو بھی میرے ساتھ ہوں گے۔ کیونکہ دنیا میں بھی آپ نے میرا ساتھ دیا ہے اس جگہ میں نے کامل ایمان کے کئی نمونے دیکھے اور سنے۔''(۵)

(ب) حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کے انتقالِ پر ملال پر ابتدائی صحابہ کے بارے میں ایک خطبہ میں فرماتے ہیں:

''لوگوں کو یہ احساس ہونا چاہیئے کہ وہ لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کے ابتدائی ایّام میں آپ پر ایمان لائے، آپ سے تعلق پیدا کیا اور ہر قسم کی قربانیاں کرتے ہوئے اس راہ میں انہوں نے ہزاروں مصیبتیں اور تکلیفیں برداشت کیں۔ ان کی وفات جماعت کے لئے کوئی معمولی صدمہ نہیں ہوتا۔ میرے نزدیک ایک مومن کو اپنی بیوی، اپنے بچوں، اپنے باپ، اپنی ماں اور اپنے بھائیوں کی وفات سے اِن لوگوں کی وفات کا بہت زیادہ صدمہ ہونا چاہیئے .... پس ایسے لوگوں کی وفات ایک بہت بڑا اور اہم مسئلہ ہوتا ہے۔ اور ان لوگوں کے لئے دعا کرنا ان پر احسان کرنا نہیں ہوتا بلکہ اپنے اوپر احسان ہوتا ہے۔ کیونکہ جو شخص ان لوگوں کے لئے دعا کرتا ہے خدا تعالےٰ اس کا بدلہ دینے کے لئے اپنے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اس دعا کرنے والے کے لئے دعا کریں............... یہی حال جنازہ کی دعا کا ہے جو مرنے والے کے لئے آخری دعا ہوتی ہے۔ اس میں بھی خدا تعالیٰ کے فرشتے بہت زیادہ جوش کے ساتھ نماز جنازہ پڑھنے والوں کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ پس جب کوئی شخص جنازہ پر دعا مانگتا ہے تو وہ.....خود بہت زیادہ فائدہ میں رہتا ہے۔

''وہ لوگ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ابتدائی زمانہ میں خدمات کی ہیں، ایسی ہستیاں ہیں جو دنیا کے لئے ایک تعویذ اور حفاظت کا ذریعہ ہیں۔ چونکہ یہ مغربیت کے زور کا زمانہ ہے اس لئے لوگ اس کی قدر نہیں جانتے .... بارش صحن میں ہو رہی ہوتی ہے تو برآمدہ وغیرہ بھی گیلا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح خدا کا نبی ہی اس کا نبی تھا مگر اس سے تعلق رکھنے والے ....اس کے

دوست اور اس کے رشتہ دار سب ان برکات سے کچھ نہ کچھ حصہ لے گئے جو اس پر نازل ہوئی تھیں..........وہ گہرے دوست بھی......یہ لوگ خدا کی طرف سے ایک حصنِ حصین ہوتے ہیں۔ اور دنیا ان کی وجہ سے بہت سی بلاؤں اور آفات سے محفوظ رہتی ہے................ان کا وجود ہی لوگوں کے لئے برکتوں اور رحمتوں کا موجب ہوتا ہے۔ یہ لوگ جنہیں خدا تعالیٰ کے انبیاء کی صحبت حاصل ہوتی ہے، یہ لوگ جو خدا تعالیٰ کے انبیاء کا قرب رکھتے ہیں ،خدا تعالی کے نبیوں اور اس کے قائم کردہ خلفاء کے بعد دوسرے درجہ پر دنیا کے امن اور سکون کا باعث ہوتے ہیں۔

.......یہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائے یہ تو اس عام درجہ سے بھی بالا تھے (جو حضرت جنیدؒ جیسے بزرگوں کو حاصل تھا) ان کو خدا نے آخری زمانہ کے مامور اور مرسل کا صحابی اور پھر ابتدائی صحابی بننے کی توفیق عطا فرمائی اور ان کی والہانہ محبت کے نظارے ایسے ہیں کہ دنیا ایسے نظارے صدیوں میں بھی دکھانے سے قاصر رہے گی.........پس اپنے اندر عشق پیدا کرو اور وہ راہ اختیار کرو جو ان لوگوں نے اختیار کی۔''

''کپورتھلہ کی جماعت کو ایک خصوصیت یہ بھی حاصل ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس جماعت کو یہ لکھ کر بھیجا تھا کہ مجھے یقین ہے کہ جس طرح خدا نے ہمیں اس دنیا میں اکٹھا رکھا ہے اس طرح اگلے جہان میں بھی کپورتھلہ کی جماعت کو میرے ساتھ رکھے گا...........

''پس ایک ایک صحابی جو فوت ہوتا ہے وہ ہمارے ریکارڈ کا ایک رجسٹر ہوتا ہے جسے ہم زمین میں دفن کر دیتے ہیں۔ اگر ہم نے ان رجسٹروں کی نقلیں کر لی ہیں تو یہ ہمارے لئے خوشی کا مقام ہے۔ ....ان لوگوں کی قدر کرو ان کے نقش قدم پر چلو........''(۶)

(ج) حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ تحریر فرماتے ہیں:

تاریخ سلسلہ احمدیہ میں جماعتِ کپورتھلہ کو اپنے اخلاص اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ عشق و محبت میں ایک خاص امتیاز حاصل ہے اور اس جماعت کی قربانیاں ایک غیر معمولی رنگ رکھتی ہیں اس جماعت کے تمام افراد میں قربانیوں کے لئے باہم رشک اور جذبہ مسابقت تھا۔ اس قسم کے ان کے رشک کے بعض واقعات ایک لذیذ ایمان پیدا کرتے ہیں۔ ان میں باہمی اخوت و محبت کا بے نظیر جذبہ تھا گویا کہ وہ ایک بنیان مرصوص ہیں۔ کبھی ان کو کسی دوسرے سے شکایت ہوتی تو کسی دنیوی امر سے نہیں بلکہ اسی قربانی کے سلسلہ میں ہوتی تھی مثلاً ایک دفعہ لدھیانہ میں حضور نے منشی ظفر احمد صاحب سے فرمایا کہ ایک اشتہار کی اشاعت کی ضرورت ہے کیا آپ کی جماعت

ساٹھ روپے دینے کی متحمل ہو سکے گی؟ منشی صاحب نے اثبات میں جواب دیا اور کپورتھلہ پہنچ کر اپنی اہلیہ کا سونے کا زیور فروخت کر کے ساٹھ روپیہ لے کر اُڑ گئے اور رقم پیش کر دی- چند روز بعد منشی اروڑا صاحب لدھیانہ گئے تو حضورؑ نے ان سے فرمایا کہ آپ کی جماعت نے بڑے اچھے موقع پر امداد کی انہوں نے عرض کی کہ ہمیں تو پتہ ہی نہیں اور منشی ظفر احمد صاحب سے بہت ناراض ہوئے اور حضور سے عرض کیا کہ انہوں نے ہمارے ساتھ بہت دشمنی کی کہ ہم کو نہیں بتایا- منشی اروڑا صاحب ایک عرصہ تک منشی ظفر احمد صاحب سے ناراض رہے کہ اس قربانی میں وہ شریک نہ ہو سکے تھے- یہ تھی روح جماعتِ کپورتھلہ کی قربانیوں میں- اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تقریروں میں بارہا یہ بیان ہوا ہے کہ آپ کے پاس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد منشی اروڑا صاحب کچھ اشرفیاں لے کر حاضر ہوئے اور بے تاب ہو گئے- (کہ حضور کی خدمت میں پیش کرنے کے قابل ہوئے تو حضور کا وصال ہو گیا-)

جماعتِ کپورتھلہ کی اہمیت اس لحاظ سے بھی ہے کہ کپورتھلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کئی نشانات ظاہر ہوئے سب سے بڑا نشان وہاں کی مسجد کے متعلق ہے کہ حضور نے فرمایا کہ اگر ہمارا سلسلہ سچا ہے تو یہ مسجد تم لوگوں کو مل جائے گی- چنانچہ بالآخر مقدمہ میں جماعت احمدیہ فتح یاب ہوئی- ایک یہ نشان ظاہر ہوا کہ حضرت منشی محمد خان صاحب کی وفات کے بعد حضرت اقدسؑ کو یہ الہام ہوا کہ ان کی اولاد کے ساتھ نیک سلوک کیا جاوے گا ☆ معجزانہ رنگ میں اس کی تجلی ظہور میں آئی- بہت سے لوگ کوشش کر رہے تھے کہ بگھی خانہ کی افسری جو خان صاحب کی وفات سے خالی ہوئی تھی ان کو ملے لیکن مہاراجہ نے ولایت سے واپس آتے ہی خان صاحب کی وفات پر اظہار افسوس کرتے ہوئے آپ کے فرزند خان صاحب عبدالمجید خان صاحب کے تقرر کے احکام دیئے اور بھی متعدد نشانات کپورتھلہ میں سلسلہ کے دشمنوں پر قہری تجلی کے رنگ میں ظاہر ہوئے- ایک صداقت کا نشان حضرت منشی عبدالرحمٰن صاحب نے بیان کیا کہ اس ریاست کے موضع شیرانوالی کے مہتاب نام احمدی نے جس سال اس گاؤں میں سخت طاعون پڑی، اپنے کوٹھے پر کھڑے ہو کر یہ اعلان کیا کہ اے لوگو! جس نے طاعون سے بچنا ہے وہ میرے گھر میں داخل ہو جائے اس پر بہت سے غیر از جماعت افراد ان کے گھر میں آ گئے- موصوف نے دعا کی کہ اے اللہ! اگر تیرا مسیح سچا ہے تو ان کو طاعون سے بچا لے- خدا کی قدرت جو لوگ ان کے گھر میں آئے ان میں سے کوئی بھی طاعون سے نہ مرا نہ بیمار ہوا، گاؤں کے اور بہت سے لوگ مر گئے۔

کپورتھلہ کی جماعت کی یہ بھی ایک خصوصیّت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس

☆ ''اولاد کے ساتھ ملائم سلوک کیا جائے گا۔'' (تذکرہ صفحہ ۴۱۸ طبع ۲۰۰۴ء)

جماعت کوتحریری بشارت دی کہ کپورتھلہ کی جماعت دنیا میں ہمارے ساتھ ہے اور قیامت (یا جنت) میں بھی ہمارے ساتھ رہے گی۔ (۷)

(د) حضرت عرفانی صاحبؓ یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے پُرانے خدّام کی خصوصیت سے دلجوئی اور قدر فرمایا کرتے تھے۔ اور ان کے ساتھ شفقت و محبت کے ایسے برتاؤ کرتے کہ ان کی یاد آج دلوں کو تڑپا جاتی ہے۔ نمائش اور تکلّفات سے آپ ہمیشہ آزاد تھے.............اس جماعتِ مخلصین میں سے دو بزرگ حضرت اخویم محمد خان صاحب اور حضرت منشی محمد اروڑے خان صاحب رضی اللہ عنہما اپنے محبوب سے جا ملے ہیں اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اپنے ایک گرامی نامہ میں تحریر فرمایا تھا کہ

''مَیں امید کرتا ہوں کہ آپ لوگ اس دنیا اور آخرت میں خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرے ساتھ ہوں گے۔'' (۸)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ ہیں۔

''مُحبّی مخدومی حضرت منشی ظفر احمد صاحب اس بزمِ محبوب کی ایک دلربا یادگار رہیں وہ اکثر بیمار رہتے ہیں۔ میں خصوصیت سے احباب سے درخواست کرتا ہوں کہ ان کی صحت اور درازئ عمر کے لئے دعا کرتے رہیں۔ ایسا ہی مجی مخدومی منشی حبیب الرحمٰن صاحب پیارے آقا کے فدائیوں میں سے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذکر پر ہمہ درد اور اضطراب ہوجاتے ہیں ان کے لئے بھی درخواستِ دعا ہے۔'' ☆

(ھ) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال پر بغرض تعزیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جلیل القدر صحابی حضرت مفتی محمد صادق صاحب کپورتھلہ تشریف لے گئے اس وقت منشی حبیب الرحمٰن اور بعض دیگر احباب وہاں موجود نہ تھے اس لئے ان سے ملاقات نہ ہوسکی۔ آپ رقم فرماتے ہیں۔

☆ الحکم ۲۸ رمئی ۱۹۲۵ء (صفحہ ۴) یہاں عرفانی صاحب یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ مامور ہونے کے بعد جب محبت و اخلاص سے ان احباب نے جو کوئی مرتبہ یا وجاہت نہیں رکھتے تھے حضور کو بلایا تو حضور کپورتھلہ تشریف لے گئے حالانکہ افسر صیغۂ تعلیم مقرر کئے جانے کے لئے ماموریت سے پہلے اس ریاست نے آپ کو بلایا تھا تو آپ نے حضرت والد صاحب سے یہ عرض کر کے انکار کر دیا تھا کہ ''میں کوئی نوکری نہیں کرنا چاہتا ہوں دو جوڑے کھدّر کے کپڑوں کے بنا دیا کرو اور روٹی جیسی بھی ہو بھیج دیا کرو'' (۹)

''بعض دوست تعجب کرتے ہوں گے کہ میں کپورتھلہ کا ذکر کیوں چھیڑ بیٹھا ہوں............ میرے عزیزو! یہ بلاوجہ نہیں آپ جانتے ہیں (کہ) انسان کو اپنے محبوب کا ہر ایک فعل پیارا لگتا ہے- کپورتھلہ کی سڑکوں اور گلیوں اور مکانوں کو یہ فخر حاصل ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام دو دفعہ وہاں صرف اپنے مخلص دوستوں کی ملاقات کے واسطے تشریف لے گئے تھے اور آپ نے ان تمام مکانات اور باغات کی سیر کی تھی............ کپورتھلہ کے احمدی برادران حضرت اقدسؑ کے پُرانے دوستوں میں سے ہیں جبکہ حضور علیہ السلام نے کوئی دعویٰ مسیحیت یا مہدویت کے متعلق نہ کیا تھا اس وقت سے یہ صاحبان حضرت صاحب کے ملنے والے ہیں

''ریاست میں ایک وزیر حاجی (ولی اللہ) صاحب کے نام سے مشہور گزرے ہیں- انہوں نے کتاب براہین احمدیہ منگوائی تھی جس کو برادر مکرم منشی ظفر احمد صاحب، منشی محمد اروڑا صاحب، خاں صاحب محمد خاں (صاحب) مرحوم............ و منشی عبدالرحمٰن صاحب نے دیکھا اور حضرت اقدس کی ملاقات کے واسطے تشریف لائے- تب سے یہ دوست حضرت اقدسؑ کے ساتھ ایک ایسا دِلی تعلق، محبت اور اخلاص کا رکھتے ہیں کہ کوئی امر کبھی ان کے واسطے ابتلاء کا موجب نہیں ہوسکا............''(۱۰)

مفتی صاحب نے اس عرصہ قیام میں ''احبابِ کپورتھلہ کو (تحریری) خطاب'' میں فرمایا:-

''پیارے بھائیو اور معزز دوستو! خدا کی رحمت ہو تم پر اور اس کا فضل کہ تم میرے پیارے کے پُرانے رفیق اور عاشق مزاج خادم اور دِلدادہ مرید ہو- اسی محبت کے تقاضا سے جو تم کو اللہ کے رسول کے ساتھ تھی اور ہے، تم نے بارہا چاہا کہ تمہارے پیارے مسیح کا یہ خادم تمہارے شہر میں آوے............ الغرض یہی مقدّر تھا کہ میں ایسے وقت میں............ آؤں جب کہ ہمارا پیارا امام اس دنیا سے چلا گیا ہے- گویا میں تمہارے محبوب اور معشوق کی ماتم پرسی کے لئے آیا ہوں کیونکہ تم اس امر کے حقدار ہو کہ تمہارے ساتھ یہ ہمدردی کی جائے- تمہارے تعلقات اس پیارے کے ساتھ بہت پرانے تھے- تم اس کے پرانے یار اور وفادار دوست اور غمگسار فریق اس کی آخری عمر تک رہے- تم سب سے پہلے آئے اور آخر دم تک رہے- تمہارے دلوں کو جو صدمہ اس کی جدائی سے پہنچا ہے وہ تمہارے ہی دل جانتے ہیں، میں اس کا کیا اندازہ کروں؟ مگر میرے دوستو! صبر سے کام لو............ تم اس کے عاشق تھے............ تمہارا عشق بہت بڑا تھا............ تم اس کے دیدار کے خواہشمند تھے، تو وہ بھی اپنے محبوب کے وصال کا آرزومند تھا- اس نے بہت صبر کیا جو اتنے سال تمہارے درمیان رہا مگر کب تک؟ آخر وہ اپنے پیارے کے پاس چلا ہی گیا- اور اس کی آخری کلام یہی تھی کہ

''اے میرے پیارے اللہ- اے میرے پیارے اللہ''

اوراس کا آخری فعل اس دنیا اس اپنے پیارے کے حضور میں نماز پڑھنا تھا- یہ خادم اس آخری وقت کے چھ سات گھنٹے برابر اس کے قدموں میں حاضر تھا اور اس نظارے کو دیکھ رہا تھا کہ کس طرح وہ دنیا و مافیہا سے لاپرواہ ہوکر اپنے محبوبِ حقیقی کی طرف چلا گیا............

''خدا صالح کی اولاد کو ضائع نہیں کرتا............ یہ پودا خدا کا لگایا ہوا ہے یہ پھلے گا اور پھولے گا اور بڑا درخت بنے گا............ ہاں غم ہے تو ان ذاتی تعلقات کے لحاظ سے ہے جو ہم کو اس پیارے کے ساتھ تھے- اس نے اپنے حسن و احسان سے ہمارے دلوں کو لُبھا یا تھا اور تم تو اے اہل کپورتھلہ ان تعلقات کو بہت زیادہ محسوس کرنے والے ہو- میں دیکھتا تھا کہ حضرت اقدس تم لوگوں پر کس قدر شفقت کرتے تھے- وہ اپنے قدیم دوستوں کو خصوصیت سے یاد کرتے تھے- تمہاری ملاقات کے وقت ان کا اندازِ گفتگو نرالا ہوتا تھا- وہ تمہارے ساتھ بے تکلف تھے اور وہ تمہاری ناز برداری کرتے تھے............

''سو میرے عزیز دوستو! تم اس درخت کی پرانی شاخیں ہو- خدا تم کو سرسبز رکھے............ اللہ تعالیٰ............ آپ لوگوں کے اخلاص اور محبت میں ترقی دے اور آپ کو استقامت عطا فرماوے اور نیکیوں کی راہ پر چلنے کی توفیق دے- آمین ثمّ آمین-''(۱۱)

(و) حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کے انتقال پر صحابہ کپورتھلہ کے بارے میں حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ تحریر فرماتے ہیں-

''میرے لئے یہ کہنا مشکل ہے کہ ان عُشّاق میں سے کس کا کیا مقام تھا- یہ اللہ تعالیٰ کو ہی علم ہے- میں نے حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحبؓ، حضرت منشی محمد خان صاحبؓ، حضرت منشی اروڑے خان صاحبؓ اور حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کو نہایت گہری نظروں سے دیکھا- ان بزرگوں کو بھی اپنے خادم بھائی سے محبت تھی- اس کی کسی خوبی کی وجہ سے نہیں بلکہ محض اس لئے کہ وہ بزم احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ایک پروانہ تھا- میں نے ان میں سے جس کے حال پر غور کیا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ محبت وعشق اور آپ کی اطاعت وفدائیت کے پہلو میں بے نظیر پایا- جماعت کے ہزارہا صلحاء اور اولیاء ایسے ہیں کہ ان کی خدمات اور تعبّد اور زہد وعبادت یا خدمات کے لحاظ سے ان کا مقام بہت بلند ہے مگر ان (احبابِ کپورتھلہ) کا رنگ ہی اور تھا- حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کو جماعتِ کپورتھلہ میں السّابق الاوّل کا درجہ حاصل ہے- بعض حالات اور واقعات سے حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحبؓ کا تقدم بھی پایا جاتا ہے- مگر میری تحقیقات میں یہ مقام منشی ظفر احمد صاحبؓ ہی کا تھا-''(۱۲)

حوالہ جات

(۱)البقرہ:۲۸۶

(۲)البقرہ:صفحہ۳

(۳)سورۃ النّور صفحہ۳

(۴)ملخص۔بدر۸ اکتوبر۱۹۰۸ء

(۵)الحکم۷تا۱۴رمئی۱۹۰۹ء

(۶)خطبہ جمعہ مطبوعہ الفضل ۲۸راکتوبر۱۹۴۱ء

(۷)حیات احمد حالاتِ زندگی ۱۸۸۹ءتا۱۸۹۲ء،صفحہ۲۲۳تا۲۲۵(ملخص)

(۸)بدر مؤرخہ یکم اکتوبر۱۹۰۸ء

(۹)حیات النبی جلداوّل نمبر دوم صفحہ۱۸۵(الحکم۲۸رمئی ۱۹۲۵ء)

(۱۰)بدر یکم اکتوبر۱۹۰۸ءصفحہ۶

(۱۱)بدر۸راکتوبر۱۹۰۸ء۵تا۸

(۱۲)الفضل ۴ستمبر۱۹۴۱ءصفحہ۵کالم۴

منشی حبیب الرحمٰن صاحبؓ

تعارف

حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحبؓ اُن چُنیدہ احباب میں سے ایک تھے جن کے اسماء حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتاب ''ازالہ اوہام'' میں بطور ''مخلص دوست'' درج کرتے ہوئے یہ دعا فرمائی ہے کہ-

''اے قادر خدا! میرے اس ظنّ کو جو میں اپنے ان تمام دوستوں کی نسبت رکھتا ہوں- سچّا کر کے مجھے دکھا اور ان کے دلوں میں تقوٰی کی سبز شاخیں جو اعمالِ صالحہ کے میووں سے لدی ہوئی ہیں، پیدا کر- اُن کی کمزوری کو دور فرما- اور اُن کا سب کسل دور کر دے اور ان کے دِلوں میں اپنی عظمت قائم کر اور ان میں اور ان کے نفسوں میں دوری ڈال اور ایسا کر کہ وہ تجھ میں ہو کر بولیں اور تجھ میں ہو کر سنیں اور تجھ میں ہو کر دیکھیں اور تجھ میں ہو کر ہر حرکت (و) سکون کریں- ان سب کو ایک ایسا دل بخش جو تیری محبت کی طرف جُھک جائے- اور اُن کو ایک ایسی معرفت عطا کر جو تیری طرف کھینچ لیوے- اے بارِ خدا! یہ جماعت تیری جماعت ہے- اس کو برکت بخش اور سچّائی کی رُوح ان میں ڈال کہ سب قُدرت تیری ہی ہے- آمین-'' (۱)

احباب کپورتھلہ کے متعلق ایک مکتوب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں کہ:-

''میں .... اس تمام مخلص جماعت کو ایک وفادار اور صادق گروہ یقین رکھتا ہوں- اور مجھے کپورتھلہ کے دوستوں سے دِلی محبت ہے............ میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ لوگ اس دنیا اور آخرت میں خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرے ساتھ ہوں گے-''(۲)

حضرت ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:-

''خاکسار نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ قلمی تحریر دیکھی ہے جس میں حضور نے اس زمانہ کی جماعتِ کپورتھلہ کی بابت لکھا تھا کہ وہ انشاء اللہ جنّت میں میرے ساتھ ہوں گے-''(۳)

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کپورتھلوی کے انتقال پر حضرت مصلح موعودؓ نے خطبہ جمعہ میں فرمایا کہ ابتدائی زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمات کرنے والے صحابہ ایک تعویذ، ذریعہ حفاظت اور حصنِ حصین ہیں- جن کی وجہ سے دنیا بہت سی بلاؤں سے محفوظ رہتی ہے- یہ لوگ انبیاء اور ان کے خلفاء کے بعد دوسرے درجہ پر امن و سکون کا باعث ہوتے ہیں-''(۴)

حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحبؓ کی وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہٗ کی طرف سے اعلان ہوُا کہ وہ حضرت مسیح موعُود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پُرانے مخلصین اور سابقون میں سے تھے- بیرونی جماعتیں ان کا جنازہ پڑھیں- تو یہ امر سابقون کے اعزاز کے لحاظ سے مناسب اور موجبِ رضائے الٰہی ہوگا-''(۵)

آپؓ کے خاندانی حالات

حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحبؓ قوم کائستھ، گوت بھٹناگر کی ولادت قصبہ سراوہ ضلع میرٹھ (یو- پی) میں شیخ عبدالدّ ائم متوطن قصبہ بوڈھانہ ضلع مظفرنگر (یو- پی) کی نسل میں چودھویں پشت میں ہوئی تھی- شیخ صاحب پہلے لالہ دُنی چند تھے- اور بعد وفات عبدالدّ ائم شہید کے نام سے مشہور ہوئے- شہنشاہ اورنگ زیب کے زمانہ میں ان کے قبول اسلام کا واقعہ یُوں ہے کہ ہنود اپنے شِیر خوار بچوں کو دفن کرتے ہیں،اسی طریق پر آپ کی ایک ایسی بچی دفن کردی گئی- لیکن یہ بات آپ کو ناگوار گذری کہ ایک مسلمان کی بچی بلا غسل و تکفین دفن ہو- کیونکہ آپ مخفی طور پر اسلام قبول کر چکے تھے- اور خُفیہ طور پر قرآن مجید اور نماز پڑھتے تھے جس کا علم صرف آپ کے مسلم احباب کو تھا- سو آپ نے ان کی مدد سے نعش کو نکال کر بعد غسل و تکفین و جنازہ دوبارہ دفن کیا-

صُبح مالی نے آپ کے والد صاحب کو (غالباً قبر کی طرز وسمت سے اندازہ کر کے- مؤلّف) خبر دی کہ باغ میں ایک قبر بنی ہوئی ہے- انہوں نے اپنے بیٹے دُنی چند سے کہا کہ اگر تمہارا دل اسلام کی طرف مائل ہے تو اس کا اظہار کردو- چنانچہ انہوں نے اپنے تینوں بھائیوں اور اپنے کنُبوں سمیت قبول اسلام کا اعلان کردیا- شیخ صاحب موصوف صوبہ مقرر ہوئے- یہ منصب آج کل گورنر کے نام سے موسوم ہے- آپ نے بہت سی مساجد تعمیر کروائیں جن میں سے اکثر آج تک موجود ہیں- مثلاً بُوڈھانہ کی بڑی مسجد اور سہارنپور کی شاہی مسجد اور ان کے خاندان میں جو مختلف شہروں اور قصبوں اور دیہات میں پھیلا ہوُا ہے اب تک دینِ اسلام کا چرچا چلا آتا ہے-

حکومت نے ان کی قوم کا نام شیخ قانونگو تجویز کیا تھا اور قانونگوئی جو مالیات کا اعلیٰ عہدہ ہوتا تھا اور اس وقت فنانشنل کمشنر کہلاتا ہے،اس خاندان کے لئے مخصوص کردیا تھا اور انگریزی حکومت نے بھی اس خاندان کا یہ حق تسلیم کرلیا تھا- چنانچہ منشی صاحب کے تایا صاحب اور والد صاحب بھی ان عہدوں پر فائز رہے ہیں- لیکن بعد میں ریاست کپورتھلہ سے دونوں کا تعلق ہو جانے کی وجہ سے یہ مخصوصیت جاتی رہی- منشی محمد ابوالقاسم صاحب (والد منشی حبیب الرحمٰن صاحب) انسپکٹر یعنی مشیر مال (کلکٹر) کے عہدہ پر ریاست کی جاگیر اودھ پر متعین رہے-

منشی حبیب الرحمٰن صاحب اپنے خاندان کے حالات کے سلسلہ میں رقم فرماتے ہیں کہ ''میرے دادا شیخ امیر علی صاحب مرحوم نے اپنے جدید رشتہ کی وجہ سے اپنی سکونت مستقل طور پر قصبہ سراوہ ضلع میرٹھ میں تبدیل فرمائی جو بوڑھانہ سے تیس کوس کے فاصلہ پر جانبِ جنوب واقع ہے- یہاں بھی اس قوم کی بکثرت آبادی تھی اور یہ ہی اپنی قوم میں سربرآوردہ سمجھے جاتے تھے- شیخ امیر علی صاحب کے دو فرزند تھے حاجی محمد ولی اللہ صاحب مرحوم اور منشی محمد ابوالقاسم صاحب مرحوم۔ حاجی صاحب مرحوم کے اولاد نہ تھی اور منشی محمد ابوالقاسم صاحب کے دو فرزند ہوئے- حافظ فضل الرحمٰن مرحوم اور احقر العباد حبیب الرحمٰن-'' ☆

حاجی محمد ولی اللہ صاحب

مہاراجہ رندھیر سنگھ والیٔ کپورتھلہ کو اپنی ریاست کا بندوبست (سیٹلمنٹ) کرانے کے لئے کسی اس قابلیت کے مالک شخصیت کی ضرورت تھی- سو ۱۸۶۳ء کے قریب حاجی محمد ولی اللہ صاحب نے سرکار انگریزی کی ملازمت ترک کر دی اور اس ریاست کی ملازمت اختیار کر لی- (بیان منشی حبیب الرحمٰن صاحب)

حاجی صاحب سرکارِ انگریزی میں بعہدہ فنانشل کمشنر فائز تھے- لیکن ان کو انگریزی سرکار کی ملازمت ناپسند تھی- انہوں نے منّت مانی تھی کہ اگر انہیں کوئی ریاستی ملازمت میسّر آ جائے تو وہ حج کریں گے- انگریزی علاقہ میں وہ اضلاع جالندھر وغیرہ کے بطور مہتمم بندوبست سرانجام دے چکے تھے اور آپ کی دیانت وقابلیت کا شہرہ دور دور تک پہنچ چکا تھا- سو اس ریاست کی ملازمت حاصل ہونے پر آپ نے اپنی نذر پوری کرنے کے لئے ۱۸۶۹ء یا ۱۸۷۰ء میں حج کیا- (بیان مولوی محبّ الرحمٰن صاحبؓ)

مولوی محبّ الرحمٰن صاحب مزید یہ قابلِ ذکر بات بھی بیان کرتے ہیں کہ حاجی صاحب کی شہرت کے باعث والیٔ بھوپال کی طرف سے پانصد روپیہ مشاہرہ اور دوصد روپیہ بَستہ، فوجی پہرہ، بیس اردلی اور آراستہ رہائشی مکان کی پیشکش آئی- راشن بشمول زعفران، عطریات، مُشک، وغیرہ وغیرہ ''بستہ کہلاتا تھا- موصولہ روبکار (پیشکش) حاجی صاحب نے مہاراجہ صاحب کی خدمت میں پیش کی تو انہوں نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا آیا آپ مجھے چھوڑ کر بھوپال چلے جائیں گے- آپ نے جواباً بتایا کہ ہم مسلمان زبان کے پابند ہوتے ہیں چونکہ میں آپ سے زبان کر چکا ہوں آپ کے اجازت دیئے بغیر میں وہاں نہیں جاؤں گا- مہاراجہ صاحب باور نہیں کر سکتے تھے کہ

☆ واوین کے درمیان عبارت قلمی کاپی صفحہ ے کی ہے۔ بقیہ مضمون اس کاپی اور مضمون منشی تنظیم الرحمٰن صاحب مصدّقہ منجانب حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ مندرجہ الحکم ۲۸/جولائی ۱۹۳۵ء صفحہ ۷ کالم ۱، ۲ سے اخذ کردہ ہے-

مراعات سمیت قریباً ایک ہزار روپیہ ماہوار بشمول پانصد روپیہ مشاہرہ کو چھوڑ کر وہ کیسے دوصد روپیہ مشاہرہ کو ترجیح دیں گے- لیکن حاجی صاحب نے نواب صاحب بھوپال کو تحریر کر دیا کہ میں آپ کی پیشکش کو قبول کرنے سے معذور ہوں کیونکہ آپ کی طرف سے روبکار موصول ہونے سے پہلے میں مہاراجہ صاحب کپورتھلہ کی ملازمت قبول کرنے کا وعدہ کر چکا ہوں اور وہ مجھے چھوڑنا پسند نہیں کرتے- دورانِ ملازمت ریاست میں متعیّن انگریز ریذیڈنٹ اور بعض محکمہ جات کے افسران آپ کے مشوروں کو قبول کرتے تھے-

منشی صاحب یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ:-

''(حاجی صاحب نے) ریاست کا بندوبست کیا بعد فراغت ریاست میں (ان کو) مجسٹریٹ کا عہدہ دیا گیا- اور پھر (آپ) سیشن جج (مقرر) ہوگئے-'' نیز'' آپ کو بعوض حسنِ خدمات سرکار کپورتھلہ سے کچھ اراضی عطا ہوئی جہاں آپ نے گاؤں آباد کیا اور اپنے نام پر حاجی پورہ نامِ دیہہ رکھا- گاؤں میں..............مسلمان آباد کئے اور گاؤں میں ایک مسجد تعمیر کرائی جس کے متعلق پس وپیش کئی مکان ہیں-''

''(علاوہ ازیں آپ کی) ذاتی ملکیت کی جدّی اراضی بھی تھی-''

منشی کظیم الرحمٰن صاحب تحریر کرتے ہیں کہ حاجی صاحب وزارت کے منصب پر بھی فائز رہے- آپ نے ریاست میں جو قوانین وضع کئے وہ اب تک (یعنی مضمون ہذا کے ۱۹۳۵ء میں معرضِ تحریر میں آنے تک- ناقل) بلاترمیم محفوظ ہیں- اس سے پہلے باقاعدہ قوانین نہ تھے- آپ نے رعایا کو رعایات اور سہولتیں دیں اور یہ بات مشہور تھی کہ ایسا نیک اور عادل حاکم اس ریاست کو پھر کبھی مُیسّر نہیں آیا- اس وجہ سے اہالیانِ ریاست آپ کے خاندان کے بچہ بچہ کو بہ نظر عزت واحترام دیکھتے تھے آپ صاحبِ فراست تھے باقی اہلکار تو کیا آپ کی وجاہت اور قابلیت کی وجہ سے مہاراجہ صاحب بھی آپ کی بہت قدر اور عزت کرتے تھے- اور وزیر صاحب بھی آپ سے بہت خائف رہتے تھے- آپ دیندار اور صاف گو تھے- راستی کے پابند ہونے کی وجہ سے باوجود اصرار ہونے کے آپ نے ایک معاہدہ پر بطور گواہ اپنے دستخط ثبت نہ کئے کہ وہ راستی پر مبنی نہ تھا- گو اس کے نتیجہ میں آپ کی اور آپ کے خاندان کی حق تلفی بھی ہوئی-

منشی حبیب الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں کہ:

''(حاجی صاحب) علم دین اور (علم) دنیا میں کمال رکھتےتھے - اس واسطے ان کو مولوی بھی کہتے تھے- انہوں نے تین حج کئے..........آپ کی دیانت، آپ کی قابلیت، آپ کا انصاف مشہور ہے اور ہر موقع پر آپ کا اسم مبارک ہر ایک زبان پر آتا ہے صوم وصلوٰۃ کے پابند تہجّد گذار، وردوظائف بھی کرتے تھے- جو صرف استغفار

اور درود شریف ہی تھا - اگر ایک گھنٹہ کے واسطے اپنے مکان سے کسی جگہ جاتے تو لوٹا اور جائے نماز ضرور ہمراہ جاتا - جب نماز کا وقت ہوتا - جہاں ہوتے پہلے نماز ادا کرتے -''

''(حاجی صاحب نے) ۱۸۹۲ء میں ۶۷ سال کی عمر میں انتقال کیا اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اپنی رحمت کا نزول فرمائے - ☆

☆ (ا) منشی حبیب الرحمٰن صاحب کا بیان ان کی قلمی کاپی کے صفحہ ۹، ۱۰ سے اخذ کردہ ہے -

(ب) بیان منشی کظیم الرحمٰن صاحب کے لئے دیکھئے الحکم ۷/اگست ۱۹۳۵ء صفحہ ۷ کالم ۱ و ۲ (یہ حضرت منشی ظفر احمد صاحب کا مصدقہ ہے -) اس مضمون میں سابقاً درج شدہ عنوان ''کپورتھلہ کی اہمیت تاریخ سلسلہ احمدیہ میں'' کے تحت یہ ذکر ہے کہ حاجی صاحب وزیر کے عہدہ پر فائز رہے تھے - لیکن حاجی صاحب کے برادرزادہ اور متبنیٰ منشی حبیب الرحمٰن صاحب کی قلمی کاپی کے بیان میں ان کا سیشن جج ہونا مرقوم ہے - بزرگ صحابی حضرت منشی فیّاض علی صاحب کپورتھلویؓ کا بیان ہے کہ:

''حاجی ولی اللہ صاحب کپورتھلہ کے جج تھے'' (الحکم ۲۱/اکتوبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۵ کالم ۱) نیز تبلیغ رسالت میں ان کو جج لکھا گیا ہے - (حوالہ آگے اسی حاشیہ میں درج ہے) حضرت اقدسؑ کے نام حاجی صاحب نے اپنے مکتوب میں جس کی صحیح تاریخ (جو چند صفحات بعد درج ہے) ۲۲ یا ۲۴/جنوری ۱۸۸۷ء ہے، اپنے آپ کو سیشن جج لکھا ہے جس کے ساڑھے چار سال بعد ان کی وفات فالج سے بیمار رہ کر ہوئی -

(ج) حاجی صاحب کی تاریخ وفات معین معلوم نہ ہو سکی لیکن بیان منشی حبیب الرحمٰن صاحب کے مطابق ان کی اپنی بیعت کے بعد (جو ۲۵/مارچ ۱۸۹۱ء کی ہے) قریب کے عرصہ میں حاجی صاحب وفات پا گئے تھے -

تبلیغ رسالت جلد دوم میں مندرجہ اشتہار مؤرخہ ۲۲/اگست ۱۸۹۱ء میں جہاں نام سہواً ولی محمد صاحب درج ہے مرقوم ہے -

''منشی حبیب الرحمٰن برادرزادہ حاجی ولی محمد صاحب جج مرحوم ساکن کپورتھلہ'' (صفحہ ۶۵ حاشیہ)

گویا حاجی صاحب کی وفات ۲۵/مارچ ۱۸۹۱ء اور ۲۲/اگست ۱۸۹۱ء کے درمیانی عرصہ میں واقع ہوئی تھی - تبلیغ رسالت کا یہ اندراج وفات کے قریب کے عرصہ کا ہوگا - ایک تہائی صدی بعد قلمی کاپی میں کی گئی تحریر کا یہ حصہ تو صحیح ہے کہ منشی صاحب کی بیعت کے جلد بعد حاجی صاحب کی وفات ہوئی لیکن اس حصہ میں سہو ہے کہ وفات ۱۸۹۲ء میں ہوئی اور اس کی تصحیح تبلیغ رسالت کے اندراج سے ہوتی ہے -

نوٹ:- خاکسار نے ۱۹۸۴ء کے قریب عثمانیہ یونیورسٹی (حیدرآباد کی لائبریری میں ایک بہت قدیم انگریزی کتاب کپورتھلہ کی بابت دیکھی اس کے انڈکس میں حاجی صاحب کا نام بطور جج یا سیشن جج کے درج تھا اور یہ کتاب ان کی وفات سے معاً پہلے یا معاً بعد کی ہے - اس وقت اس بارے میں میری یادداشت سامنے نہیں -

حضرت عرفانی صاحبؒ مکتوباتِ احمدیہ میں رقم فرماتے ہیں:-

''(حاجی صاحب) صاف گو اور دلیر عہدہ دار تھے ریاستی پالیٹکس کے قابل نہ تھے اس لئے وہ ریاست کے وزیر اعظم تو نہ ہو سکے- مگر یہ واقعہ ہے کہ ریاست کے وزیر اعظم تک ان سے دبتے تھے- حاجی صاحب کا خاندان ضلع میرٹھ کا ایک معزّز خاندان تھا اور ایک مُدبّر اور علم دوست خاندان سمجھا جاتا تھا-'' (٦)

منشی صاحب کا عہدِ طفولیّت اور تعلیمی حالات

اُس وقت کے رواج کے مطابق شرفاء کے بچّوں کے لئے گھر پر ہی تعلیم کا انتظام ہوتا تھا- سو آپ نے گھر پر ہی ابتدائی تعلیم پائی- پھر اپنے بڑے بھائی کے ساتھ حفظ قرآن شروع کیا اور ساتھ کے ساتھ مروجہ علم فارسی اور عربی کی تعلیم بھی حاصل کرتے تھے- ابھی آپ سات پارے ہی حفظ کر پائے تھے کہ آپ کے تایا حاجی محمد ولی اللہ صاحب نے جو اس وقت سرکار انگریزی میں محکمہ مال میں ڈپٹی کلکٹر کے عہدہ پر متمکن تھے- آپ کو جو چھ سات سال کے بچے تھے، اپنے پاس بلالیا- اور پھر رفتارِ زمانہ کو بھانپ کر ان کو مدرسہ میں داخل کرادیا- حالانکہ اس وقت مسلمان عام طور پر انگریزی تعلیم کے مخالف تھے- حاجی صاحب خود انگریزی سے شناسا نہ تھے لیکن واسطہ آپ کو زیادہ تر انگریز حکام سے رہتا تھا اور یہ نوجوان انگریزی خوان بطور ترجمان کام آنے لگا (بیان مولوی محبّ الرحمٰن صاحب) ☆

اس طالب علم بچے کو ہر معاملہ میں دور اندیشی کی عادت تھی- حساب اور معاملہ فہمی کا خاص ملکہ اس کو عطاء ہوا تھا- آپ بیان کرتے تھے کہ مدرسہ میں حساب، تاریخ، جغرافیہ وغیرہ کے خُلاصے میں خود ہی تیار کر لیتا تھا- جو مشکل سوال حل نہ ہوتا تو ویسا ہی چھوٹا سا سوال بنا کر میں اسے حل کر لیتا تو مشکل سوال بھی حل ہو جاتا- آپ چوتھی جماعت میں ہی انگریزی میں مراسلت کے قابل ہو گئے تھے- مدرسہ کے اوقات کے باہر متعدد اساتذہ آپ کو تعلیم دیتے تھے- آپ کی صحبت اور میل جول شریف اور نیک بچوں سے تھا- شریر بچوں سے آپ محترز رہتے تھے- اور اساتذہ کی تعظیم کرتے تھے- اور حق گوئی آپ کا شیوہ تھا-(٧)

آپ نے میٹرک تک تعلیم پائی (جو اس زمانہ میں اچھی معیاری تعلیم تھی) تکمیل تعلیم پر حاجی صاحب نے آپ کو آموخت (یعنی کام سیکھنے) پر لگا دیا- آپ مشیر مال کی پیشی میں پوری محنت سے کام کرتے تھے- حاجی صاحب کی وفات پر آپ کو عہدۂ تحصیل داری پیش کیا گیا لیکن آپ نے قبول نہ کیا کیونکہ آپ اس

☆ مولوی صاحب نے اس انگریز استاد کپٹن پین (pane) کو دیکھا ہے جو مدرسہ سے فارغ اوقات میں منشی حبیب الرحمٰن صاحب کو انگریزی کی تعلیم دیتے تھے-

وجہ سے ملازمت سے نفرت کرتے تھے کہ اس میں جھوٹ، فریب اور دھوکہ بازی میں ملوّث ہوتا پڑتا ہے اور ایسے قبائح کا ارتکاب خلافِ رضائے الٰہی ہے۔

حاجی صاحب جنہوں نے آپ کی تربیت مثلِ فرزند کی تھی، اُن کی وفات پر ریاست کے دستور کے مطابق آپ کی دستار بندی کی رسم ادا کر کے آپ کو حاجی صاحب کا جانشین بنایا گیا۔ ☆

حاجی صاحب کو براہین احمدیہ کا اشتہار مِلنا اور حضرت اقدسؑ سے خط و کتابت ہونا

منشی حبیب الرحمٰن صاحبؓ تحریر کرتے ہیں کہ:

''غالباً ۱۸۸۴ء کا ذکر ہے کہ والد صاحب مرحوم حضرت حاجی محمد ولی اللہ صاحب سیشن جج ریاست کپورتھلہ کے پاس چار اشتہار بذریعہ ڈاک آئے۔ یہ اشتہار بہت بڑے کاغذ پر تھے۔ یہ اشتہار حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ السلام کا شائع کیا ہوا تھا اس میں براہین احمدیہ ہر چہار حصہ کا اشتہار تھا اور مسلمانوں کو اس کی خرید کی دعوت دی تھی اور حضرت صاحبؑ نے اپنے آپ کو اس اشتہار میں اس صدی کا مجدّد ظاہر کیا تھا۔ ساتھ ہی ایک خط بھی تھا جو مرزا سلطان احمد صاحب کی جانب سے اور ان ہی کے قلم سے لکھا ہوا تھا اور ان کا مضمون بھی ایسا ہی تھا اور لکھا تھا کہ ایک اشتہار خود اپنے پاس رکھ کر تین اشتہار اپنے دوستوں میں تقسیم کر دیں۔ ۞

''چنانچہ حضرت والد صاحب مرحوم نے ایک اشتہار کرنل محمد علی خان صاحب اور ایک اشتہار میاں عزیز بخش صاحب مرحوم کلکٹر ریاست کپورتھلہ اور ایک اشتہار منشی محمد چراغ صاحب کو بھیج دیا اور ایک خط حضرت صاحب کی خدمت میں لکھا کہ آپ کے اشتہارات پہنچے اور میں نے تقسیم کر دیئے۔ اور کچھ ایسے کلمات بھی تحریر کئے جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ ان کو ان (یعنی حضور*) پر یقین نہیں آیا۔ اور بے اعتباری ظاہر ہوتی تھی۔ غالباً یہ بھی لکھا کہ

☆ الحکم ۲۸ جولائی ۱۹۳۵ء (صفحہ ۷ کالم ۲، ۳)، ۷ر اگست (صفحہ ۷ کالم ۲ و ۳) مضمون مصدقہ منجانب حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ

منشی حبیب الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں کہ میں اپنے تایا حاجی محمد ولی اللہ صاحب کی خدمت میں مثل فرزندان رہا۔ اس لئے قلمی کاپی میں والد صاحب سے مراد وہی ہیں (قلمی کاپی صفحہ ۸)

۞ مضمون مصدقہ منجانب حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ (مندرجہ الحکم ۲۸ر جولائی ۱۹۳۵ء) (صفحہ ۷ کالم ۳) میں میں یہ ذکر ہوا ہے کہ یہ واقعہ غالباً ۱۸۸۵ء کا ہے۔ یہ سہو ہے یہ واقعہ ۱۸۸۴ء کا ہے کیونکہ مجددیت کے بارے حاجی صاحب کے سوالات کا جواب حضور کی طرف ۱۸۸۴ء میں دیا گیا ہے جو آگے درج ہے۔

* یہ خطوط واحدانی کے الفاظ خاکسار مولّف کی طرف سے ہیں۔

دنیا کی عجیب حالت ہے کہ لوگ دکانیں بنا کر کوئی مُجدّد بن جاتا ہے۔کوئی مصلح بن جاتا ہے۔اس طرح لوگوں کو دھوکا دے کر اور فریب سے روپیہ کماتے ہیں۔وغیرہ وغیرہ۔میری عمر اس وقت قریباً تیرہ سال کی تھی۔میں نے یہ خط نہیں پڑھا لیکن بعد کی خط وکتابت دیکھنے سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ اس خط کے ایسے ہی الفاظ تھے۔اس کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جو خط آیا وہ میں نے پڑھا ہے جو حضرت والد صاحب نے مجھے دیدیا تھا کہ میں اس فائل کو حفاظت سے اپنے پاس رکھوں۔اب وہ خط اخبار الحکم میں طبع ہو چکا ہے۔ ☆

''یہ خط حضرت صاحب نے ناراضگی کے ساتھ لکھا تھا۔اس میں نصیحتیں بھی تھیں کہ اپنے ایمان کو پختہ کرو اور ساتھ ہی ایک اور اشتہار بھیجا جس کے ایک طرف انگریزی اور دوسری طرف اردو اشتہار تھا۔جو ابتداء زمانہ میں بکثرت شائع فرمایا تھا۔اور نیز وہ اشتہار سُرمہ چشم آریہ کے پیچھے بھی شامل کیا ہؤا تھا۔یہ اشتہار حضرت والد صاحب نے نماز جمعہ کے بعد نمازیوں کو سنایا لیکن ان کی گفتگو سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ مطمئن نہیں۔اس وقت منشی اروڑا صاحب مرحومؓ اور منشی محمد خان صاحب مرحومؓ اور منشی عبدالرحمٰن صاحبؓ بھی موجود تھے۔بلکہ یہ خاص طور پر مخاطب تھے فرمایا کہ تم ہر ایک کے پیچھے بلا سوچے سمجھے لگ جاتے ہو۔ان کی طرف بھی چلے جاؤ۔اسکی وجہ یہ تھی کہ ان دنوں میں مولوی محمد علی بوپڑی کپورتھلہ زیادہ آیا کرتا تھا۔اور اپنی بناوٹی آواز سے لوگوں پر اثر زیادہ کرتا تھا۔اور اس طرح چندہ بھی (اسے) زیادہ مل جاتا تھا۔منشی اروڑا صاحب مرحومؓ اس کے خاص پیروؤں میں (سے) تھے۔اور چندہ بھی وہ ہی جمع کر کے دیا کرتے تھے۔یہ مولوی وہابی یا اہل حدیث تھا۔چونکہ والد صاحب اس کے حالات اور عادات کو دیکھ کر اس کو ناپسند فرماتے تھے۔اس لئے جو کچھ اس اشتہار کے سُنانے کے بعد فرمایا، یہ اُسی کی طرف اشارہ تھا۔یہ اشتہار بھی حضرت مرحوم نے میرے سپرد فرمایا۔کپورتھلہ میں حضرت صاحب کے وجود کا سب سے پہلا اعلان یہ تھا۔''(قلمی کاپی صفحہ ۱۰ تا ۱۲)

براہین احمدیہ حاجی صاحب کو مُیسر آنا

مُنشی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب کبھی کوئی اشتہار شائع فرماتے، والد صاحب مرحوم کے پاس بھی روانہ فرماتے اور وہ پڑھ کر مجھے دے دیتے تھے.........ایک دفعہ ایک شہزادہ صاحب لودیانہ سے کپورتھلہ آئے جو

☆ حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کے مصدقہ مضمون میں تفصیل بالا کی مفہوماً تصدیق موجود ہے (دیکھئے الحکم ۲۸ر جولائی ۱۹۳۵ء صفحہ ۷ کالم ۳)

ریاست کے مہمان تھے- اُن کی مصاحبت میں ایک مولوی صاحب تھے جن کا نام غالباً مولوی محمد تھا- یہ دونوں جناب والد صاحب مرحوم کی ملاقات کے واسطے ہمارے مکان پر آئے- اس وقت ان مولوی صاحب سے حضرت صاحب کے متعلق بھی تذکرہ ہوا- میں بھی موجود تھا- مولوی صاحب نے صاف الفاظ میں کہا کہ وہ کافر ہے- اس نے قرآن شریف میں بھی تحریف کی ہے- اس نے لکھا ہے کہ قرآن شریف (میں) یہ ہونا چاہیے جو مجھے الہام ہوا ہے- اِنَّـآ اَنْزَلْنَاهُ قَرِيْباً مِّنَ الْقَادِيَانِ- [8] اس قسم کا تذکرہ تھا لیکن میں نے دیکھا کہ حضرت والد صاحب کے منہ سے کوئی ایسا کلمہ نہیں نکلا جو حضرت صاحب کی ہتک کا باعث ہو- لیکن وہ مولوی صاحب نہایت سخت الفاظ استعمال کرتے تھے-

''اس واقعہ سے چند یوم کے بعد ایک شخص خلیفہ غلام محی الدین نے جناب والد صاحب مرحوم سے بیان کیا کہ میں نے براہین احمدیہ منگائی ہے- والد صاحب مرحوم نے بتاکید ان سے فرمایا کہ براہین احمدیہ دیکھنے کے واسطے میرے پاس بھیج دو- اور اس وقت (ہی) ان سے منگائی- تیسری اور چوتھی جلد انہوں نے والد صاحب مرحوم کے پاس بھیج دی- آپ نے اس کا مطالعہ کیا- میں نے دیکھا کہ وہ ہر وقت آپ کے مطالعہ میں رہتی تھی- یہاں تک کہ دونوں جلدیں ختم کر لیں- اس کے بعد آپ نے دو خط تحریر فرمائے ایک خط حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام اردو میں دوسرا مولوی محمد صاحب کے نام فارسی زبان میں .... مولوی صاحب کو............ لکھا تھا کہ آپ نے جو حالات مرزا صاحب کے سنائے تھے، اب جو میں نے براہین احمدیہ دیکھی تو وہ سب غلط ثابت ہوئے اور حضرت صاحب کا حق پر ہونا ظاہر فرمایا- مولوی صاحب نے خط کا کچھ جواب نہ دیا-'' (قلمی کاپی صفحہ ۱۳ تا ۱۵) ☆

☆ آپ مزید لکھتے ہیں کہ:

''جو خط حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام لکھا وہ بہت طویل تھا، فُل سکیپ کے چار ورق پر- اس کی خود ہی نقل کی- اصل خط روانہ فرما دیا- اور نقل مجھے دی کہ اس کو فارسی زبان میں ترجمہ کر کے دکھاؤ- اور اصل کو اپنے پاس محفوظ رکھوا اور دوسرا جو مولوی صاحب کے نام فارسی میں تھا- وہ اصل مجھے دیا کہ اس کا ترجمہ کر کے مجھے دکھاؤ- اور خط کو ڈاک میں ڈالو ادو- میں نے اس ارشاد کی تعمیل کی- پہلے بھی ایسے ترجمے اکثر مجھ سے کرایا کرتے تھے- کیونکہ میں سکول میں پڑھتا تھا............ یہ ہی فائل خط و کتابت کا میرے لئے سلسلہ میں داخل ہونے کا مُحرّک ہوا ہے- اس سے بڑھ کر یہ کہ کپورتھلہ میں احمدیت کی بنیاد ہی جو حضرت مرحوم سے پڑی اور آپ کی تعمیر کردہ مسجد بالآخر مسجد احمدیہ ہوئی اپنی حیات ہی میں مجھے مسجد کا متولّی مقرر کیا-'' (قلمی کاپی صفحہ ۱۴-۱۵)

حضرت اقدس علیہ السلام کے نام حاجی صاحب کے خط مذکورہ بالا پر تاریخ ۲۲؍جنوری ۱۸۸۵ء درج ہے- یہ چند صفحات بعد درج ہے اور اس بارے میں بعض امور بھی- (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حضُور کے مجدّد ہونے کے بارے میں حاجی صاحب کے سوالات

براہین احمدیہ کے بارے میں جو اشتہار حاجی محمد ولی اللہ صاحب نے نمازیوں کو سُنایا، اس کا ذکر کرنے کے بعد منشی حبیب الرحمٰن صاحب تحریر کرتے ہیں:-

''(حاجی صاحب نے) ایک اور خط حضرت صاحب کی خدمت میں لکھا اور اس طرف سے اطمینان چاہا کہ آپ واقعی مجددِ وقت ہیں- اس خط میں دس سوال کئے اور لکھا کہ اگر آپ واقعی مجدد ہیں تو اس کا جواب دیں- اس خط کی نقل اپنے قلم سے کر کے مجھے دی لیکن حضرت صاحب کی طرف سے جواب میں توقف ہوا اور والد صاحب مرحوم کو بے حد انتظار تھا- اس لئے آپ نے بطور یاد دہانی دوسرا خط حضرت صاحب کی خدمت میں لکھا اور دو سوال اور ایزاد کئے اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جواب دیا............ یہ خط بھی اخبار الحکم میں طبع ہو چکا ہے لیکن جناب والد صاحب مرحوم کے محتاط قلب نے ابھی تک یہ یقین نہ کیا- کیونکہ بعض دفعہ اپنے دوستوں سے ذکر اذکار کرتے ہوئے میں نے سُنا تھا-'' (قلمی کاپی صفحہ ۱۲-۱۳)

حضرت عرفانی صاحبؓ رقم فرماتے ہیں کہ:

اگرچہ حضرتؑ نے براہین احمدیہ کی تالیف و اشاعت کے لئے جو اعلان شائع کیا تھا اس میں یہ صاف لکھا تھا کہ:

''خدا تعالیٰ کی طرف سے مولّف نے مُلہم و مامور ہو کر بغرض اصلاح وتجدیدِ دین تالیف کیا ہے-''

.... جب رفتہ رفتہ آپ کے دعوٰے کا چرچا ہونے لگا تو بعض لوگوں نے کُھلم کُھلا آپ سے دعویٰ مجددیت کے متعلق سوالات شروع کر دیئے- اس قسم کے سائلین میں سے ایک حاجی ولی اللہ صاحب ریاست کپورتھلہ کے ایک معزز عہدہ دار تھے- یہ وہی بزرگ ہیں جن کے نام پر پھگواڑہ کے قریب حاجی پور نام ایک گاؤں آباد ہے اور آپ ہمارے مخلص اور باصفا بھائی منشی حبیب الرحمٰن صاحب رضی اللہ عنہ کے عزیزوں میں سے تھے- انہوں نے حضرتؑ کی خدمت میں آپ کے دعویٰ مجددیت کے متعلق خطوط لکھے جن میں آپ سے سوال کیا گیا کہ

(بقیہ حاشیہ سابقہ) حضرت منشی ظفر احمد صاحب کے تصدیق شدہ مضمون میں جو منشی کظیم الرحمٰن صاحب نے تحریر کیا تھا، یہ امور درج ہیں کہ اس مولوی نے حضرت اقدس پر اعتراض کیا لیکن حاجی صاحب کے مُنہ سے حضور کے خلاف کوئی کلمہ نہیں نکلا- یہ بھی کہ ایک شخص نے بتایا کہ اس نے براہین احمدیہ منگوائی ہے تو حاجی صاحب نے اس سے حاصل کر کے مطالعہ کیا اور پھر مولوی مذکور کو خط لکھا اور حضور کی خدمت میں طلبِ عفو کے لئے عرض کیا- (۹)

براہین احمدیہ حصہ سوم و چہارم کے ملنے اور طلبِ معافی کے خط لکھنے کی تاریخوں کا مفصل ذکر دوسری جگہ کیا گیا ہے-

آپ شریعت میں مجدد ہیں یا طریقت میں- اور تجدید سے کیا مراد ہے اور قرآن مجید سے مجدد کا کیا ثبوت ہے- اس مجدد کو پہلوں پر کوئی فضیلت ہے یا نہیں اور کیا آپ مجدد الف ثانی کے پیرو ہیں وغیرہ............(ان کے) سوالات نے ایک حقیقت کا اظہار کرا دیا- اگرچہ خود حاجی صاحب کو اس نعمت اور فضل کے قبول کرنے کی توفیق نہ ملی بلکہ ان کو براہین کے التوائے اشاعت سے بعض شکوک اور شبہات پیدا ہوئے اور انہوں نے بعض ناملائم الفاظ بھی اپنے مکتوب میں لکھے- حضرت اقدس نے ان کو ان کے اُن خطوط کا بھی ایسا جواب دیا کہ جو ایک سلیم الفطرت کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے............حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحب رضی اللہ عنہ اور حضرت منشی ظفر احمد صاحب سلّمہٗ اللہ تعالےٰ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے اور ایسے داخل ہوئے کہ............مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ان سے اور ان کے دوسرے رفقاء سے اپنے ساتھ جنت میں ہونے کا وعدہ دیا-''

بہرحال وہ مکتوب حضرت اقدسؑ یہ ہے:

مخدومی مکرمی اخویم سلّمہٗ اللہ-

بعد سلام مسنون- آنمخدوم کا دوبارہ عنایت نامہ پہنچا- اس عاجز کو اگرچہ بباعث علالتِ طبع طاقتِ تحریر جواب نہیں لیکن آنمخدوم کی تاکیدِ دوبارہ کیوجہ سے کچھ بطور اجمال عرض کیا جاتا ہے-

(۱) یہ عاجز شریعت اور طریقت دونوں میں مجدد ہے-

(۲) تجدید کے یہ معنی نہیں ہیں کہ کم یا زیادہ کیا جاوے- اس کا نام تو نسخ ہے بلکہ تجدید کے یہ معنی ہیں کہ جو عقائدِ حقہ میں فتور آ گیا ہے- اور طرح طرح کے زوائد ان کے ساتھ لگ گئے ہیں یا جو اعمالِ صالحہ کے ادا کرنے میں سستی وقوع میں آ گئی ہے- یا جو وصول اور سلوک الی اللہ کے طریق اور قواعد محفوظ نہیں رہے- ان کو مجدداً تاکیداً بالاصل بیان کیا جائے- وقال اللہ تعالیٰ

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا (۱۰)

یعنی عادت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ دل مر جاتے ہیں اور محبتِ الٰہیہ دلوں سے ٹھنڈی ہو جاتی ہے اور ذوق اور شوق اور حضور اور خضوع نمازوں میں نہیں رہتا اور اکثر لوگ رو بہ دنیا ہو جاتے ہیں اور علماء میں نفسانیت اور فقراء میں عجب اور پست ہمتی اور انواع واقسام کی بدعات پیدا ہو جاتی ہیں تو ایسے زمانہ میں خدا تعالیٰ صاحبِ قوت قدسیہ پیدا کرتا ہے اور وہ حجۃ اللہ ہوتا ہے- اور بہتوں کے دلوں کو خدا کی طرف کھینچتا ہے- اور بہتوں پر اتمامِ حجت کرتا ہے- یہ وسوسہ بالکل نکما ہے کہ قرآن شریف واحادیث موجود ہیں پھر مجدد کی کیا ضرورت ہے- یہ انہی لوگوں کے خیالات ہیں جنہوں نے کبھی غمخواری سے اپنے ایمان کی طرف نظر نہیں کی- اپنی حالتِ اسلامیہ کو نہیں

جانچا- اپنے یقین کا اندازہ معلوم نہیں کیا بلکہ اتفاقاً مسلمانوں کے گھر پیدا ہو گئے- اور پھر رسم و عادات کے طور پر لا الٰہ الّا اللہ کہتے رہے- حقیقی یقین اور ایمان بجز صحبتِ صادقین میّسر نہیں آ تا- قرآن شریف تو اس وقت بھی ہوگا جب قیامت آئے گی مگر وہ صدیق لوگ نہیں ہوں گے کہ جو کہ قرآن شریف کو سمجھتے تھے اور اپنی قوت قدسی سے مستعدین پر اس کا اثر ڈالتے تھے- لَایَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ (۱۱) پس قیامت کے وجود کا مانع صرف صدیقوں کا وجود ہے- قرآن شریف خدا کی روحانی کتاب ہے- اور صدیقوں کا وجود خدا کا ایک مجسّم کتاب ہے- جب تک یہ دونوں نمایاں انوارِ ایمانی ظاہر نہیں ہوتے تب تک انسان خدا تک نہیں پہنچتا- فتد برّ و او تفکرّ وا-

(۳) اس کا جواب جواب دوم میں آ گیا ہے-

(۴) اوّل قرآن شریف مجدد کی ضرورت بتلاتا ہے- جیسے میں نے ابھی بیان کیا ہے- قال اللہ تعالیٰ

یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا (۱۲)

وقال اللہ تعالیٰ

اِنَّانَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ (۱۳)

اور ایسا ہی حدیثِ نبوی بھی مجدّد کی ضرورت بتلاتی ہے:

عَنْ اَبِیْ ھریرۃ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰہ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَاسِ کُلِّ مِائَۃٍ مَنْ یُحَدِّدُ لَھَا رِیْنَھَا- (۱۴)

اور اجماعِ سنت و جماعت بھی اس پر ہے کیونکہ کوئی ایسا مومن نہیں کہ جو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روگردان ہوسکتا ہے اور قیاس بھی اسی کو چاہتا ہے- کیونکہ جس حالت میں خدا تعالیٰ شریعت موسوی کی تجدید ہزارہا نبیوں کے ذریعہ سے کرتا رہا ہے اور گو وہ صاحب کتاب نہ تھے مگر مجدّد شریعت موسوی تھے- اور یہ اُمّت خیر الامم ہے قال اللہ تعالی:-

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّا سِ (۱۵)

پھر کیونکر ممکن ہے کہ اس امت کو خدا تعالیٰ بالکل گوشۂ خاطر عاطر سے فراموش کر دے اور باوجود صدہا خرابیوں کے کہ جو مسلمانوں کی حالت پر غالب ہوگئی ہیں اور اسلام پر بیرونی حملے ہو رہے ہیں، نظر اُٹھا کر نہ دیکھے جو کچھ آج کل اسلام کی حالت خفیف ہو رہی ہے، کسی عاقل پر مخفی نہیں یعنی تعلیم یافتہ عقائد حقہ سے دست بردار ہوتے جاتے ہیں- پُرانے مسلمانوں میں صرف یہودیوں کی طرح ظاہر پرستی یا قبر پرستی رہ گئی ہے- ٹھیک ٹھیک رُو بخدا کتنے ہیں، کہاں ہیں اور کدھر ہیں- ہر ایک صدی میں کوئی نامی مجدد پیدا ہونا ضروری نہیں۔ نامی گرامی مُجدّد صرف

اسی صدی کے لئے پیدا ہوتا ہے کہ جس میں سخت ضلالت پھیلتی ہے جیسے آج کل ہے۔

(۵) پانچواں سوال میں آپ کا سمجھا نہیں۔ مجھ سے اچھی طرح پڑھا نہیں گیا۔

(۶) حضرت مجدّ دالف ثانی اپنے مکتوب میں آپ ہی فرماتے ہیں کہ جو لوگ میرے بعد آنے والے ہیں۔ جن پر حضرتِ احدیت کی خاص عنایات ہیں ان سے افضل نہیں ہوں۔ اور نہ وہ میرے پیرو ہیں۔ سو یہ عاجز بیان کرتا ہے۔ نہ فخر کے طور پر بلکہ واقعی طور پر **شکراً لنعمۃ اللّٰہ** کہ اس عاجز کو خدا تعالیٰ نے ان بہتوں پر افضلیت بخشی ہے کہ جو حضرت مجدّ د صاحب سے بھی بہتر ہیں۔ اور مراتبِ اولیاء سے بڑھ کر نبیوں سے مشابہت دی ہے۔ سو یہ عاجز مجدد صاحب کا پیرو نہیں ہے۔ بلکہ براہ راست اپنے نبی کریمؐ کا پیرو ہے اور جیسا سمجھا گیا ہے، بدلی یقین سمجھتا ہے کہ ان سے اور ایسا ہی ان بہتوں سے کہ جو گذر چکے ہیں، افضل ہے، **و ذٰلک فضل اللّٰہ یُوتیہ من یشاء**۔

(۷) خدا تعالیٰ کے کلام میں مجھ سے یہ محاورہ نہیں ہے۔ مجھ کو حضرت خداوند کریم محض اپنے فضل سے صدیق کے لفظ سے یاد کرتا ہے۔ اور نیز دوسرے ایسے لفظوں سے جن کے سُننے کی آپ کو برداشت نہیں ہوگی اور حضرت خداوند کریم نے مجھ کو اس خطاب سے معزز فرما کر

اِنِّیۡ فَضَّلۡتُکَ عَلَی الۡعَالَمِیۡنَ قُلۡ اُرۡسِلۡتُ اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعًا (۱۶)

یہ بات بخوبی کھول دی ہے کہ اس ناکارہ کو تمام عالمین یعنی تمام روئے زمین کے باشندوں پر فضیلت بخشی گئی ہے۔ پس سوال ہفتم کے جواب میں اسی قدر کافی ہے۔

(۸) اس ناکارہ کے والد مرحوم کا نام غلام مُرتضیٰ تھا۔ وہی جو حکیم حاذق تھے۔ اور دنیوی وضع پر اس ملک کے گردونواح میں مشہور بھی تھے۔ **والسّلام علیٰ من اتّبع الھُدٰی**۔ ۲۳؍دسمبر ۱۸۸۴ء (۱۷)

التوئے براہین احمدیہ پر اعتراض

حضرت عرفانی صاحبؓ رقم فرماتے ہیں کہ

''حاجی ولی اللہ صاحب کو ابتداءً حضرت اقدس سے کچھ اخلاص تھا۔ اور وہ براہین احمدیہ کے خریدار بھی تھے۔ لیکن جب براہین کی چوتھی جلد کی اشاعت کے ساتھ اس کی آئندہ اشاعت ایک غیر معیّن عرصہ کے لئے معرض التواء میں آئی تو جن لوگوں کو شکوک وشبہات شروع ہوئے ان میں سے ایک حاجی ولی اللہ صاحب بھی تھے۔ وہ ریاست کپورتھلہ میں ایک معزز عہدہ دار تھے اور اپنی حکومت وامارت کا بھی ایک نشہ تھا۔ حضرت کو انہوں نے ایک سخت خط لکھا۔ جس میں براہین احمدیہ کے التوائے اشاعت کی وجہ سے وعدہ شکنی وغیرہ کے الزامات لگائے گئے

مگر حضرت نے ان کے مکتوب کو تو حوصلہ اور برداشت سے پڑھا لیکن خیانت اور بددیانتی کا الزام چونکہ محض اتّہام تھا آپ نے اس کا نہایت دنداں شکن جواب ایسے رنگ میں دیا جو صرف خدا تعالےٰ کے مامورین ومرسلین کا خاصہ ہے۔ آخر حاجی صاحب براہین کے متعلق اعتراضات کرنے سے تو باز آ گئے اور انہوں نے حضرتؑ سے اپنے دعوٰی کے متعلق سوالات کئے جن کا جواب اوپر دیا گیا ہے۔لیکن اس کے بعد ان کے تعلقات کم ہوتے گئے۔ اور خدا تعالیٰ نے ان کی جگہ ایک نہایت مضبوط اور مخلصین کی جماعت حضرتؑ کو دیدی۔ اور یہ کپورتھلہ کی جماعت ہے جن میں خود ان کے بعض عزیز اور رشتہ دار بھی تھے اور ہیں۔

''عجیب بات یہ ہے کہ ابتداءً جب کہ حضرتؑ نے کوئی دعوٰی نہ کیا تھا۔ براہین ہی کو دیکھ کر حاجی صاحب خود لوگوں پر ظاہر کیا کرتے تھے کہ یہ مجدد ہیں۔ چنانچہ منشی ظفر احمد صاحب ....فرماتے ہیں کہ حاجی صاحب ۳۸ یا ۳۹ بکرمی میں قصبہ سراوہ ضلع میرٹھ میں تشریف لے گئے تھے۔ اس وقت ان کے پاس براہین احمدیہ تھی۔ وہ حاجی صاحب سنایا کرتے تھے۔ اور بہت سے آدمی جمع ہو جایا کرتے تھے۔مختلف لوگوں اور مجھ سے بھی سنا کرتے تھے۔اور حاجی صاحب لوگوں پر یہ ظاہر فرماتے تھے کہ یہ مجدد ہیں۔

''حاجی صاحب کو جو مصیبت پیش آئی وہ کسی مخفی مصیبت از قسم کبر وغیرہ یا اعتراض کے نتیجہ میں آئی جو براہین کے التواء پر کیا تھا جن ایام میں ان کے اندر مخالفت یا انکار کے کیڑے ابھی پیدا نہ ہوئے تھے انہی ایام میں خدا تعالیٰ مخلصین کی اس جماعت کو تیار کر رہا تھا۔ جیسا کہ منشی ظفر احمد صاحب کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو انہی دنوں بڑی عقیدت پیدا ہو گئی تھی۔ جب حاجی صاحب سراوہ گئے تھے اور منشی صاحب براہین سنایا کرتے تھے۔ لیکن ۱۹۴۱ء بکرمی (۱۸۸۴ء) ☆ وہ کپورتھلہ آ گئے تو براہین کا باقاعدہ درس انہوں نے شروع کر دیا۔ اور یہی جماعتِ صالحین پیدا ہونے کا ذریعہ ہو گیا۔ ادھر ۱۸۸۴ء کے آخر تک حاجی صاحب نے قریباً قطع تعلق کر لیا اور خدا کے فضل نے ان کی جگہ مخلصین کی ایسی جماعت پیدا کر دی جو اپنے اخلاص ووفا میں بےنظیر ثابت ہوئی۔''(۱۸)

التوائے براہینِ احمدیہ کے بارے اعتراض کے جواب میں حضرت اقدسؑ کا متذکرہ بالا مکتوب درج ذیل ہے۔

مخدومی مکرمی اخویم حاجی صاحب سلّمہٗ اللہ تعالیٰ

☆ (ا) ''(۱۸۸۴ء)'' اصل عبارت میں موجود ہے۔ ۱۹۴۱ء بکرمی، کا سال ۲۸/مارچ ۱۸۸۴ء تا ۱۸۸۵ء ممتدّ ہے۔ (باء) ''حاجی صاحب کو مصیبت پیش آئی وہ کسی مخفی مصیبت از قسم کبر وغیرہ'' میں مصیبت کا لفظ دونوں جگہ سہو کتابت سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے۔ درحقیقت لفظ ''معصیت'' ہے۔ (مؤلّف اصحابِ احمدؑ)

بعد سلام مسنون آج مدّت کے بعد عنایت نامہ پہنچا- آپ نے جس قدر اپنے عنایت نامے میں اس احقر عباد اللہ کی نسبت اپنے بزرگانہ ارشادات سے بد نیتی ، ناراستی ، اورخراب باطنی اور وعدہ شکنی اور انحراف از کعبہ حقیقت وغیرہ وغیرہ الفاظ استعمال کئے ہیں- میں ان سے ناراض نہیں ہوسکتا کیونکہ اوّل تو

ع ہر چہ از دوست مے رسد نیکوست

ماسوا اس کے اگر خداوند کریم ورحیم ایسا ہی برا انجام کرے جیسا آپ نے سمجھا ہے تو میں اس سے بدتر ہوں اور درشت تر الفاظ کا مستحق ہوں-

رہی یہ بات کہ میں نے آپ سے کوئی وعدہ خلافی کی ہے یا میں عہد شکنی کا مرتکب ہوا ہوں تو اس وہم کا جواب زیادہ تر توجہ سے خود آپ ہی معلوم کر سکتے ہیں جس روز چُھپے ہوئے پردے کھلیں گے اور جس روز **حُصِّلَ مافی الصدور** کا عمل درآمد ہوگا اور بہت سے بدظنّ اپنی جانوں کو رویا کریں گے۔اس روز کا اندیشہ ہر ایک جلد باز کو لازم ہے- یہ سچ ہے کہ براہین احمدیہ کی طبع میں میری اُمید اور اندازے سے زیادہ توقف ہو گیا مگر اس توقف کا نام عہد شکنی نہیں میں فی الحقیقت مامور ہوں اور درمیانی کارروائیاں جو الٰہی مصلحت نے پیش کر دیں ، دراصل وہی توقف کا موجب ہو گئیں جن لوگوں کو دین کی غمخواری نہیں- وہ کیا جانتے ہیں کہ اس عرصہ میں کیا کیا عمدہ کام اس براہین کی تکمیل کے لئے ہوئے اور خدا تعالیٰ نے اتمام حجت کے لئے کیا کیا سامان میسر کئے-

آپ نے سُنا ہوگا کہ قرآن شریف کئی برسوں میں نازل ہوا تھا کیا وہ ایک دن (میں) نازل نہیں ہوسکتا تھا- آپ کو اگر معلوم نہ ہو تو کسی باخبر سے دریافت کر سکتے ہیں کہ اس عرصہ میں یہ عاجز بے کار رہا یا بڑا بھاری سامان اتمام حجت کا جمع کرتا رہا تیس ہزار سے زیادہ اشتہارات اردو انگریزی میں تقسیم ہوئے- بیس ہزار سے زیادہ خطوط میں نے اپنے ہاتھ سے لکھ کر مختلف مقامات میں روانہ کئے۔ایک عقلمند اندازہ کرسکتا ہے کہ علاوہ جدوجہد اور محنت اور عرقریزی کے کیا کچھ مصارف ان کارروائیوں پر ہوئے ہوں گے- ہر ایک کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے- بد باطن اور نیک باطن کو (وہ) خوب جانتا ہے-**وِاِن یکُ کاذباً فعلیہ کذِبُہ** اور اگر بقول آپ کے میں خراب اندروں ہوں اور کعبہ کو چھوڑ کر بت خانہ کو جا رہا ہوں تو وہ عالم الغیب ہے آپ سے بہتر مجھے جانتا ہوگا لیکن اگر حال ایسا نہیں ہے تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ روزِ مطالبہ اس بدظنی کا کیا جواب دیں گے- اللہ جل شانہ فرماتا ہے-

ولا تقفُ مالیس لک بہ علم- انّ السّمعَ والُبصرَ وَالفُؤادَ و کلّ اُوْلٓئِکَ کان عنہ مسئُولًا والسَّلام علیٰ مَن اتّبع الھُدٰی (۲۳ر دسمبر ۱۸۸۴ء)(۱۹)☆

☆ حاشیہ اگلے صفحہ پر

پھر حضور کی جانب سے ذیل کا مکتوب حاجی صاحب کو رقم فرمایا گیا:

مخدومی مکرّمی اخویم حاجی محمد ولی اللہ صاحب سلّمہٗ اللہ تعالیٰ

بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ - عنایت نامہ کا جواب بھیجا گیا تھا مگر آج تک انتظار رہا کہ آپ کی طرف سے کوئی جواب آوے تا پورا منشاء خط سابق کا ظاہر کیا جاوے- آخر جواب سے نا اُمید ہو کر خود اپنی طرف سے تحریک کی جاتی ہے کہ آنمخدوم کے خطِ سابق میں اس قدر حرارت اور تلخی بھری ہوئی تھی اور ایسے الفاظ درشت اور نا ملائم تھے جن سے بہ بداہت یہ بُو آ رہی تھی کہ آں مکرم کی بدظنی غایت درجہ کے فساد اور خرابی تک پہنچ گئی ہے-

---

حاشیہ سابقہ: بعض امور کی تصحیح یہاں پیش کی جاتی ہے:-

(۱) سہو- تاریخ مکتوب ۲۳؍دسمبر ۱۸۸۴ء

تصحیح:-

(الف)- براہینِ احمدیہ کے سالہائے طبع یہ ہیں:

حصہ اوّل و دوم- ۱۸۸۰ء

حصّہ سوم- ۱۸۸۲ء (گویا دو سال بعد)

حصہ چہارم ۱۸۸۴ء (گویا دو سال بعد)

سو جبکہ حصہ سوم، حصہ اوّل و دوم کے مجموعہ کے دو سال بعد اور حصہ چہارم حصہ سوم کے دو سال بعد شائع ہوا۔ ظاہر ہے کہ چند ہی ماہ بعد کسی خریدار کو حصّہ پنجم کے شائع نہ ہونے کا شکوہ پیدا نہیں ہو سکتا تھا- نہ ہی چند ماہ بعد حضرت اقدسؑ کو یہ کہنا پڑتا (جیسا کہ) مکتوب زیرِ تذکرہ میں حضور نے رقم فرمایا کہ براہین احمدیہ کے بقیہ کے طبع میں میری امید اور اندازے سے زیادہ توقف ہو گیا ہے- لوگوں کو کیا معلوم ہے کہ اس عرصہ میں کیا کیا کام تکمیل براہین کے لئے ہوئے- میں بیکار نہیں رہا- بلکہ بڑا بھاری سامان اتمام حُجت کا جمع کرتا رہا- بیس ہزار سے زیادہ خطوط میں نے اپنے ہاتھ سے لکھ کر روانہ کئے- تفصیل ہذا سے عیاں ہے کہ بیس ہزار خطوط اپنے قلم سے تحریر کرنا اور دیگر امور- یہ عظیم کام چند ماہ میں سرانجام نہیں پا سکتے تھے اس لئے ممکن ہے مکتوب زیرِ تذکرہ کی تاریخ تحریر ہونے یا شائع ہونے میں سہو ہوا ہو- خاکسار مؤلّف اصحاب احمدؑ کے پاس اس مکتوب کی نقل بقلم منشی کظیم الرحمٰن صاحب موجود ہے جس میں صاف تحریر میں تاریخ ۲۳؍دسمبر ۱۸۸۶ء درج ہے- اور یہی صحیح معلوم ہوتی ہے- باء- حضرت اقدسؑ کو اس مکتوب کا جواب نہ آیا تو پھر حضور نے یاددہانی کروائی- یاددہانی کرنے والے مکتوب کی تاریخ ۴؍فروری ۱۸۸۵ء طبع ہوئی ہے- جو مکتوب درحقیقت جنوری ۱۸۸۷ء کا ہے- (یہ مکتوب آگے درج ہے) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اگر کتاب کی خرید وفروخت کا تعلق نہ ہوتا تو ہرگز امید نہ تھی کہ آپ کے قلم سے ایسے الفاظ نکلتے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ ایسے منحوس تعلق نے آپ جیسے بزرگ کی طبیعت کو آشفتہ کیا۔ اور ابھی معلوم نہیں کہ آشفتگی اور پریشاں بدظنی

بقیہ حاشیہ سابقہ:- گویا ۲۳ دسمبر ۱۸۸۶ء کے مکتوب کا جواب نہ آنے پر حضور نے جنوری ۱۸۸۷ء میں یاددہانی کروائی تھی۔

(۲) سہو۔

حاجی صاحب کے پاس ۱۹۳۸ء یا ۱۹۳۹ء بکرمی میں براہین احمدیہ موجود تھی

تصحیح:-

اوّلاً حاجی صاحب نے براہین احمدیہ حصہ سوم وحصہ چہارم مطالعہ کے لئے کسی سے مستعار حاصل کئے تھے اور حصہ چہارم کا سنِ طباعت ۱۸۸۴ء ہے جو مطابق ہے۔ ۳ پوس ۱۹۴۰ء / ماگھر ۱۹۴۱ء بکرمی کے گویا ۱۹۳۸ اور ۱۹۳۹ بکرمی میں تو ابھی براہین احمدیہ کے یہ حصص طبع ہی نہیں ہوئے تھے۔

(۳) سہو۔

التوائے براہین احمدیہ کی وجہ سے حاجی صاحب نے وعدہ شکنی کے الزامات لگائے جن کا جواب ملنے پر حاجی صاحب ان الزامات سے باز آ گئے اور انہوں نے دعوٰی مجدّدیت کے بارے سوال کئے۔

تصحیح۔

صحیح ترتیب یہ ہے کہ اوّلاً حاجی صاحب کی طرف سے مجدّدیت کے بارے سوالات ہوئے جس کا ثبوت حضور کا جواب ہے۔ جو ۳۰ / دسمبر ۱۸۸۴ء کا رقم فرمودہ ہے۔

بعدہٗ حاجی صاحب نے التوائے طبع براہین احمدیہ کے بارے اعتراض کیا جس کا جواب حضور نے اس مکتوب میں دیا جس کی صحیح تاریخ اوپر ۲۳ / دسمبر ۱۸۸۶ء بتائی گئی ہے۔

(۴) سہو:-

آخر ۱۸۸۴ء تک حضور سے حاجی صاحب نے قطع تعلق کر لیا

تصحیح:-

جب التوائے طبع براہین احمدیہ کے بارے حاجی صاحب نے اعتراض کیا تھا تو حاجی صاحب کے حضور سے تعلق میں کمی آئی تھی پھر حاجی صاحب نے معافی طلب کر لی اور سہ ماہی اوّل ۱۸۸۹ء تک ان کا تعلق حضور سے قائم رہا۔ عنوان ''حاجی محمد ولی اللہ صاحب کی آخری حالت کا جائزہ'' میں تفصیل درج ہے۔

کہاں تک منجر ہو- اوراس عاجز کا حال یہ ہے کہ تمام کاروبار بجز ذاتِ باری عزّ اسمہ کسی کے بھروسہ پر نہیں- پس اسی صورت میں قرینِ مصلحت ہے کہ فسخِ بیع اور استردادِ قیمت مرسلہ سے آپ کی طبیعت کو ٹھنڈا (کیا) اور آرام پہنچایا جاوے- کیونکہ اس تمام اشتعال کا بجز اس کے اور کوئی موجب نظر نہیں آتا کہ چند درہم کی جدائی نے جو بہر صورت جدا ہونیوالے ہیں- آپ کی طبیعت کو تر ددو تأ سف و پریشانی وحیرت میں ڈال دیا ہے تو اسی نظر سے یہ خط بھیجا جاتا ہے کہ اگر ان سخت اور نالائق الفاظ کا موجب یہی ہے جو میں نے سمجھا ہے تو آپ مجھ کو قیمت کے لئے اطلاع دیں تا کہ آپ کی قیمتِ مرسلہ واپس کر کے وہ علاج کر دیا جائے جس سے کفِ لسانی کی سعادت جو شعارِ مؤمنین ہے، آپ کو حاصل ہو- اگر آپ رسالہ سرمہ چشم آریہ دیکھتے تو آپ کو معلوم ہوتا کہ اس عاجز نے پہلے ہی اشتہار دے دیا ہے کہ اگر کوئی توقفِ طبع براہین احمدیہ پر ناراض ہوا اور اپنی قیمت واپس لینا چاہے تو وہ اطلاع دے تو ویسے ۞ سب خریداروں کی قیمت واپس ہوگی-

آپ پر یہ واضح رہے کہ جو لوگ بدظنی کرتے ہیں اور منہ سے گندی باتیں نکالتے ہیں وہ ہمارا کچھ نقصان نہیں کر سکتے - وہ آپ ہی بدظن ہو کر خَسِرَ الدُّنیا و الاٰخرۃ کے مصداق ٹھہر جاتے ہیں- یہ کاروبار سب جناب الٰہی کی طرف سے ہے- اور وہی اس کو بخیر وخوبی پورا کرے گا- اگر تمام بنی آدم ایسا ہی خیال دل میں پیدا کریں جیسا کہ آج کل آپ کا ہے- تو تب بھی ایک ذرہ ہم کو ضرر نہیں پہنچا سکتا- ہمارا وہ مربی کریم ہے جس نے تاریکی کے زمانہ میں مامور کیا- وہ ہمارے ساتھ ہے اور وہی کافی ہے- والسَّلامُ عَلیٰ مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی-

۱۸ ربیع الثانی ۱۳۰۲ھ (۴ فروری ۱۸۸۵ء) (۲۰) ☆

بقیہ حاشیہ: حضور نے ۱۸۹۱ء میں منشی صاحب کی بیعت کے وقت بھی ان سے حاجی صاحب کے بارے دریافت فرمایا تھا- اس سے بھی اس امر پر روشنی پڑتی ہے-

۞ عبارت سے ''ایسے'' صحیح معلوم ہوتا ہے، گویا کہ سہو کتابت ہے (مؤلف اصحابِ احمد)

☆ (۱) حضرت مسیح موعود علیہ السلام ''اشتہار واجب الاظہار'' میں جو سرمہ چشم آریہ کے سرورق اول کے اندرون کی طرف شائع کیا گیا ہے- براہین احمدیہ کے بقیہ حصہ کی طباعت کے التواء کے سلسلہ میں رقم فرماتے ہیں کہ

''حصہ چہارم کے بعد بہت سے کام کئے گئے- تئیس ہزار اشتہار تقسیم کئے گئے- اور ایشیا، یورپ وامریکہ کے صدہا مقامات پر اردو اور انگریزی میں طبع کرا کے اشتہارات رجسٹری کرا کے بھجوائے گئے- بایں ہمہ اگر کوئی صاحب اس توقف سے ناراض ہوں تو ہم ان کو فسخ بیع کی اجازت دیتے ہیں- وہ ہمیں تحریر کر کے قیمت مرسلہ واپس حاصل کر لیں-''(۲۱) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت اقدسؑ سے حاجی صاحب کا طلبِ عفو

بعد کا خط مرقومہ منجانب حاجی محمد ولی اللہ صاحب (جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے) ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:-

اللہ اکبر

بخدمت بابرکت مرزا صاحب

مجمعِ فضائل وکمالات دینی ودنیوی دام مجدکم!

پس از ابراز لوازم مکرمت واحترام گذارش آنکہ یہ عاجز گنہ گار معافی چاہتا ہے جو سابقہ نیاز نامجات ارسال خدمت کئے تھے اور اس میں آپ کو مقلد سید احمد نیچری کا تحریر کیا تھا- یا کوئی اور لفظ خلافِ ادب تحریر ہو گیا ہو یا آپ کے غائبانہ کوئی لفظ برخلاف ذات شریف اور منشاءِ شریف کے زبان پر گذر گیا ہو- کیونکہ وہ وقت نادانی اور ناواقفی اصل حال کا تھا- اس زمانہ میں جو ظلمات کا دورہ[1] ہے اور ہر طرف سے دیکھا جاتا ہے (کہ) جوفروش اور گندم نما اوّل اپنی خوبیوں کو ظاہر کرتے ہیں- پھر وہ اپنی دنیا طلبی دکھلاتے ہیں- یہ بڑی احتیاط کا زمانہ ہے اگر (کوئی

بقیہ حاشیہ: (۲) سرمہ چشم آریہ والا مناظرہ ۱۱و۱۴/مارچ ۱۸۸۶ء کو ہوا جس کی بحث پر مشتمل یہ کتاب طبع ہوئی۔ اس کے ورق پر تاریخ طبع ستمبر ۱۸۸۶ء مرقوم ہے-

(۳) مکتوب مندرجہ متن میں سرمہ چشم آریہ کا ذکر حضورؑ کر کے تحریر کرتے ہیں کہ اگر آپ یہ رسالہ دیکھتے تو آپ کو معلوم ہوتا کہ اس عاجز نے پہلے ہی اشتہار دیدیا ہے کہ جو صاحب چاہیں ادا شدہ قیمت واپس لے لیں- سو اس داخلی شہادت سے ظاہر ہے کہ یہ مکتوب تاریخ اشاعت رسالہ مذکورہ (ستمبر ۱۸۸۶ء) سے پہلے کا نہیں- ستمبر یا اس کے بعد کا رقم کردہ ہے اور مکتوباتِ احمدیہ میں اندراج تاریخ میں سہو ہوا ہے-

(۴) حضرت عرفانی صاحبؓ کو بھی تاریخ کا یہ سہو کھٹکا ہے آپ اس مکتوب کے اندراج کے بعد رقم فرماتے ہیں کہ

> ''اس مکتوب میں آپ نے براہین احمدیہ کی قیمت کی واپسی کے متعلق اشتہار مندرجہ سرمہ چشم آریہ کا بھی حوالہ دیا ہے- اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید تاریخوں میں کچھ غلطی ہوئی ہو-''(۲۲)

(۵) نقل مکتوب ہذا بقلم منشی کظیم الرحمٰن صاحبؓ جو خاکسار کے پاس موجود ہے- اس میں عیسوی تاریخ درج نہیں صرف ۸/ربیع الثانی ۱۳۰۴ھ صاف خط میں تحریر ہے- جو کہ مطابق ہے ۳/جنوری ۱۸۸۷ء کے- اگر یہ تاریخ ۱۸ ربیع الثانی مطابق ''مکتوباتِ احمدیہ'' ہو تو مطابق ہے ۱۳/جنوری کے- تاریخِ مکتوب ۱۳/یا ۱۳ جنوری ۱۸۸۷ء (باقی اگلے صفحہ پر)

شخص)احتیاط نہ کرے تو سلامتی ایمان کی ناممکن ہے- اشتہارات اور آ دازہ تصنیفات سید احمد کے دیکھ سُن کر میں نے ایک دوست کومشورہ دیا تھا کہ تصنیفات اس کی منگا لینی چاہیں تا کہ دیکھ کر اصل بات سے واقفیت پیدا ہوگی- چنانچہ اس نے اپنا روپیہ صرف کیا- جب ان کو دیکھا، معلوم ہوا کہ یہ جانب دین سے بالکل پردہ ڈالتی ہیں- اورظلمت کوزیادہ کرتی ہیں اور جیفہ دنیا کی طرف زور سے پکڑ کر زنجیر سنگین ڈال کر کھینچے لئے جاتی ہیں- اس واسطے بندہ کوافسوس اس مشورہ سے ہوا- جس دوست کومشورہ دیا تھا اس کی تعلیم اور صحبت مستعد ہوگئی تھی-

اس نے اس کی طرف توجہ مفرط کر لی اور اس کے مسائل پر قائم ہو گیا- چونکہ مومن ایک سوراخ سے دوبارہ منیش نہیں کھاتا- اور چھاچھ کوبھی دودھ کی طرح گرم سمجھ کر پھونک پھونک کرنوش کرتا ہے- اس واسطے آپ

بقیہ حاشیہ:- ثابت ہونے سے نتیجۂ ’’سرمہ چشمِ آریہ‘‘ کے ذکر سے پیداشدہ اشکال بابت تاریخ مکتوب بھی حل ہوجاتا ہے-

گویا یہ معلوم ہوتا ہے کہ گزشتہ حاشیہ میں جس مکتوب کی صحیح تاریخ ۲۳ردسمبر ۱۸۸۶ء بتائی گئی ہے- اس کا جواب حاجی صاحب کی طرف سے نہ آنے پر بطور یاددہانی حضرت اقدس نے یہ مکتوب رقم فرمایا جس کی صحیح تاریخ ۳یا۱۳رجنوری ۱۸۸۷ء ثابت ہوتی ہے-

(۶) اس مکتوب میں جس کی صحیح تاریخ جنوری ۱۸۸۷ء کی بتائی گئی ہے- حضرت اقدسؑ تحریرفرماتے ہیں کہ آپ (حاجی صاحب) نے طبع براہینِ احمدیہ کے التواء کے بارے اعتراض کیا ہے کیونکہ میرے ساتھ آپ کا اس کتاب کی خرید وفروخت کا تعلق ہے-

حضور کے مکتوب سے یہی ظاہر ہے کہ حضور حاجی صاحب کوخریدار سمجھتے تھے- لیکن اس کے بعد حاجی صاحب نے جو خط حضور کی خدمت میں تحریر کیا ہے اس میں صاف درج ہے کہ انہوں نے براہینِ احمدیہ نہیں خرید کی تھی- اور اب چاہتے ہیں کہ حضور یہ کتاب ارسال فرمائیں۔ گویا حضور اعتراض کی وجہ سے سمجھے ہوں گے کہ حاجی صاحب خریدار ہیں۔ تبھی اس شدومد سے حاجی صاحب نے اعتراض کیا ہے-

(۷) حاجی صاحب کے جس مکتوب کی تاریخ ۲۲رجنوری ۱۸۸۵ء طبع ہوئی ہے۔ اس میں حضرت اقدسؑ کو حاجی صاحب نے مجمع فضائل وکمالاتِ دینی قرردیا ہے اور حضور کی روحانی اور باطنی قوت کی بہت مدح وتوصیف کی ہے- اور اپنی گزشتہ باتوں کی معافی نہایت عاجزی سے حضور سے طلب کی ہے اور براہینِ احمدیہ کی افادیت کی بہت تعریف کرتے ہوئے اس کی جلد بھجوانے کے لئے عرض کیا ہے- یہ باور نہیں کیا جاسکتا کہ حاجی صاحب کے ایسے خط کے چند دن بعد حضرت اقدسؑ ان کو رقم فرماتے کہ آپ چاہیں تو براہینِ احمدیہ (باقی اگلے صفحہ پر)

کے اشتہار کو بھی دیکھ کر احتیاطاً اسی قسم کا سمجھا تھا- اب اتفاقیہ دو جلدیں سویم و چہارم کتاب آپ کی دستیاب ہوگئیں- اور اوّل سے آخر تک مطالعہ میں آ گئی ہیں اور اس عاجز کو وہ ایسی برخلاف تصنیفات سید احمد سے معلوم ہوئی ہیں گویا زمین آسمان کا فرق ہے یعنی وہ دنیا کی طرف لے جانے کا زور دیتی ہیں- اور آپ کی کتاب دین کی طرف لے جاتی ہے- وہ خیالات جو دین اور اہلِ دین، سابقین اوّلین اور متاخرین اور محقّقین کی جانب سے بجبر منہ پھیرے دیتے ہیں- اور شکوک اور توہمات، دین اور قرآن شریف اور نبوۃ صلی اللہ علیہ وسلم پر اثر شیاطین اور دجّالان سے کسی کے دل میں کسی وقت پیدا ہوتے ہیں- ان کی بڑے زور شور سے بیخ کنی کرتی ہے- اور انوار اور برکات کے نزول کا سبب ہوتی ہے-

بقیہ حاشیہ: -کے التواء کی وجہ سے قیمت واپس لے سکتے ہیں اور حضورؑ خَسِرَ الدُّنیا والآخرۃ کے مصداق لوگوں کا ذکر فرماتے-

نتیجۃً یہی معلوم ہوتا ہے کہ طلبِ عفو والا خط حاجی صاحب کا بعد کا ہے۔ جواشی کا جن میں حاجی صاحب کی چٹھی مؤرخہ ۲۲؍جنوری ۱۸۸۵ء کے بارے حاشیہ آگے آئیگا خُلاصہ یوں ہے:

خلاصہ مضمون مکتوب	تاریخِ مطبوعہ	صحیح تاریخ عیسوی مع تاریخ بکرمی
(ا) التوائے براہین احمدیہ کے اعتراض کے بارے حضرت اقدس کا مکتوب	۲۳؍دسمبر ۱۸۸۴ء	۲۳؍دسمبر ۱۸۸۶ء (مطابق ۱۳ پوس ۱۹۴۳ء)
(ب) اپنے مکتوب بالا کا جواب حاجی صاحب کی طرف سے نہ آنے پر حضور کی طرف سے یاددہانی-	۴؍فروری ۱۸۸۵ء	۳ یا ۱۳؍جنوری ۱۸۸۷ء (۱۳ جنوری مطابق ۴؍ماگ ۱۹۴۳ء)
(ج) حاجی صاحب کا خط بابت معافی طلبی	۲۲؍جنوری ۱۸۸۵ء	۲۲ یا ۲۴؍جنوری ۱۸۸۷ء (مطابق ۱۳ یا ۱۵؍ماگ ۱۹۴۳ء)

گویا حاجی صاحب کا طلب عفو کا خط حضرت اقدسؑ کے مکتوب کے بعد کا ہے- اور جیسا کہ آگے ذکر آئے گا اس طلب معافی کے خط کے بعد حضورؑ نے ان سے محبانہ رابطہ رکھا- اس خط میں حاجی صاحب لکھتے ہیں کہ ”اب اتفاقیہ دوجلدیں سوم و چہارم کتاب آپ کی دستیاب ہوگئیں اور اوّل سے آخر تک مطالعہ میں آ گئی ہیں-“ اس سے تعیین و تصحیح ہوتی ہے کہ ماگ ۱۹۴۳ بکرمی میں یا اس سے جلد پہلے یہ جلدیں حاجی صاحب کو میسّر آئی تھیں۔ جن کے مطالعہ کے بعد حاجی صاحب نے حضور سے معافی طلب کی-

اس زمانہ میں جو مذاہب باطلہ اور اعتقادات ناحقہ نے بہ سبب میسر ہوجانے اور پڑھائے جانے علم منطق اور فلسفہ اور ریاضی وغیرہ کے مخالف دینِ متین کے عموماً رواج اور شہرت پا کر مسلمانوں کے دلوں پر اثر کر کے حقیقتِ دین اسلام اور قرآن شریف پر پردہ ڈال رہے ہیں- اور نیچری اور عیسائی اور سماج اور دھرم سماج مقابلہ پر کھڑے ہوگئے ہیں اور مسلمانوں میں نادانی اور بے علمی اور مفقود ہونے وجودِ علماءِ راسخین[۲] کے سبب سے، مخالفین کے تفوہات نے زیرِ ڈال دیا ہے۔ ضرور تھا اور لازمی تھا کہ خدا تعالیٰ کسی ایسے شخص کو واسطے محافظت اپنے دینِ حق کے (کھڑا) کرتا- جو مخالفین کا من کل الوجوہ مقابلہ کرتا اور عام خاص کو تزلزل سے بچاتا۔ سو شکر ہے خداوند کریم رحمان ورحیم کا، کہ ہندوستان میں آپ کی ذات کو یہ شرف دیا اور اپنے نبی مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو ایسے نازک وقت میں کہ جب ان کی دنیا میں کہیں نہ حکومت باقی ہے، نہ ثردت، نہ قدر ومنزلت، ملک پر ہر جگہ ذلیل نظر آتے ہیں۔ تقویت بخشی دعا ہے، اسی سے جو سب کا خالق اور حاکم (اور) ربّ العٰلمین ہے کہ آپ کے الہامات کے منشاء اور اثر کو جیسی کہ اس کی مرضی ہے پورا کرے- ہندوستان میں اس وقت اور ملکوں سے زیادہ اس کی ضرورت تھی۔ سو شکر ہے اسی ہندوستان میں آپ کو شرف دیا- جو آپ نے اپنی کتاب کے متن اور حاشیوں میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم وقرآن شریف کے باب میں درج فرمایا ہے۔ اس میں کوئی مسلمان جاہل اور عالم سوائے امنّا اور صدّقنا کے (اور کچھ) زبان پر نہیں لاسکتا- ہاں وہ زبان کھولے جس کو دین اسلام سے ظاہر اور باطن میں مس نہ ہو اور شرم وحیا بھی نہ ہو۔ البتہ جن اشخاص کو حسد وتکبر غالب ہوگا- وہ آپ کے الہامات اور پیشگوئیوں پر اعتراض کریں گے مگر اس عاجز کے خیال میں نہیں آتا (کہ) وہ ایسا کیوں خیال کرتے ہیں یا کریں گے جب (کہ) گزشتہ اولیاء اللہ اور عالمانِ دین سے ایسے الہامات اور کشف اور کرامت سنتے دیکھتے رہے ہیں- اور ہر مست، مدہوش، دیوانہ کے در پے واسطے حاصل کرنے پیشگوئیوں کے پھرتے رہتے ہیں- اور اس وقت کچھ لحاظ اتباعِ سنت ہونے یا نہ ہونے (کا) اس شخص کا نہیں کرتے بلکہ خلاف مذہب کے ایسے لوگوں پر خیال نہیں کرتے-

جب ہم ایام گزشتہ میں جس کو سو برس نہیں گذرے جن کے دیکھنے والے اب تک موجود ہیں- خاندان شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی اور ان کی اولاد، سید احمد صاحب مرحوم بریلوی کو دیکھ سن چکے ہیں- اور ان کی کتابوں کو معائنہ کر چکے ہیں- اور اس میں اس قسم کے الہامات ان کے پڑھ چکے ہیں- پھر ہم اب کسی شخص پر اعتراض کریں- جس پر اس قسم کے حالات وارد ہوں اور معلوم ہوں کیونکر انکار کے مستحق ہوسکتے ہیں؟ جب عموماً اس خاندان کی افضلیت اور باکمال ہونے کے (لوگ) قائل[۳] ہیں؟ یہ قائل ہونا خاص کسی پر منحصر نہیں۔ اہل اسلام ہندوستان کیا

اہل ہنود بھی تعریف اور توصیف سے یاد کرتے ہیں اور اعتقاد اپنا جتلاتے ہیں- اس عاجز نے جب سے ہوش پائی ہے اسی خاندان کو اپنا پیشوا گردانا ہے- اگرچہ بزرگان عاجز کے بھی ایسا خیال کرتے رہے اور محبت پوری بجالاتے رہے ہیں۔ ان کی تصنیفات اور تالیف جہاں تک ممکن ہوئی (خاکسار) مطالعہ کرتا رہا ہے- اور جو ان کے خاندان کا آدمی مل سکا ان سے صحبت کا فیض حاصل کرتا ہے- اور اقوال پسندیدہ اور افعال حمیدہ کو ذہن نشین کر کے اس زمانہ کے اشخاص، واعظ اور علماء کے اقوال (و) افعال کے قبول کرنے کے واسطے انہیں کو معیار مقرر کیا ہے۔ چونکہ آپ کی کتاب جو مطالعہ کی گئی ہے، (اس کو) ان کے طریقہ اور خیالاتِ دینی سے متفق پایا۔ اس واسطے اس کو ماناؔ اور تحسین و آفرین کی صدا دل سے بلند ہوئی ہے اور آپ کے اقوال کو معتبر تصور کرتا ہوں جو زبانی مولوی عبدالقادر خلف عبداللہ لودیانوی نے مجھ سے بیان کیا کہ آپ کو مولوی سید احمد صاحب نے جو دیوبند کے قریب رہتے ہیں، جو ان صالح فرمایا- ان کی درخواست پر توجہ نہیں فرمائی، اس سے بھی مجھ کو آپ کی تصدیق کی تقویت ملی ہے کہ وہ لوگ بھی صاحبِ ظاہر و باطن ہیں اور ان کا خاندان بھی ہندوستان میں لاثانی ہے۔ ان پر انوارِ الٰہی کا اثر پایا جاتا ہے- یہ بھی ظاہر کرنا کچھ نقص نہیں معلوم ہوتا کہ میں اپنے حال پر اور اہل دین کے خیالات پر جو بندہ کو معلوم ہوئے ہیں کہ جو عموماً حالات مخالفان زمانہ دیکھ سن کر ذکر کرتے ہیں تو اسی وقت ایسے سوالات دل میں پیدا ہوتے ہیں اور ان کے جوابات بھی اس وقت پیدا ہو جاتے جس کو آپ نے بشرح اور مفصل طور پر اپنی کتاب میں درج فرما کر مشتہر فرمایا ہے- اس سے یہ مراد حاصل ہوتی ہے کہ ملاءِ اعلیٰ میں توجہ اس طرف ہے اور جس کا انعکاس اس عالم فانی میں ہوتا ہے- مگر جس قدر جس کی استعداد ہے اس پر اثر کرتا ہے- آپ کی جیسی استعداد مخلوق فرمائی گئی، آپ پر اُسی قدر ظاہر ہوا۔ آپ کو خلعت اس فخر کا پہنایا گیا- اللہ تعالیٰ اپنی عنایتِ رحمانی سے روز افزوں شرف یاب فرماوے- جو اشارات اور بشارات آپ پر نازل ہوئے ہیں اس کو اعلان فرمادے- آمین ثم آمین

یہ کتاب ایسی اس زمانہ میں ہے جس کی ہر جگہ رائج ہونے کی ضرورت ہے۔ آپ کی تجویز پر سوائے اَحۡسَنۡتَ کے اور کچھ زائد کرنا مناسب نہیں ہے مگر دست بستہ نیک نیتی سے عرض کرتا ہوں۔ امید ہے کہ باوجود اس قدر بلند منزلت کے ناگوار نہ ہوگا- اس وقت تعداد قیمت ادنیٰ[5] بھی (موجودہ) حالات (میں) مسلمانوں پر گراں ہے اور تابع رواج اور اشتہار کے ہو رہی ہے- اکثر غریب مسکین آدمیوں کو شوق دین کا ہوتا ہے، متمول آدمیوں کو تو اپنے اشغال سے فرصت ہی نہیں ہوتی کہ توجہ دنیا سے دین کی طرف کریں- اس واسطے کم استطاعت آدمی قیمت سن کر خاموش رہ جاتے ہیں کہ اپنی قدر و منزلت سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ جب آپ نے کل اوقات اور جائداد اس کار خیر میں مستغرق کر دی ہے- اور آپ کا درجہ اعلیٰ ملاء اعلیٰ میں ہے اس وقت اس فیضانِ عام کو کیوں

محدود کیا گیا ہے؟ استمداد منعم حقیقی پر ہی کیوں تعلق چھوڑا نہیں گیا؟

اب یہ عاجز اپنا حال عرض کرتا ہے کہ ابتداء سے عاجز کو مطالعہ کتاب کا خصوص دینی اور تواریخ کا اس قدر خیال ہے (کہ) جب کتاب دستیاب ہو کسی وقت صبر نہیں آتا جب تک اوّل سے اخیر تک مطالعہ نہ کر لی جاوے اور درباب خرید کتب ہائے کے کچھ شوق نہیں معلوم ہوتا، بلکہ روک ہو جاتی ہے۔ کبھی اپنے ذہن میں مالیخو لیا اس کو قرار دیتا ہوں اور کبھی بخل۔ مگر یہ عادت بدلتی نہیں- وجہ اس عادت کی یہ ہے کہ ایام شباب میں جب ایک دفعہ کسی کتاب کو مطالعہ کر لیا، یا کوئی واقعہ سن لیا یا سامنے گذر گیا، جس وقت بروقت ضرورت خیال[6] کیا جاتا تھا، یاد آ جاتا تھا سہو نہیں ہوتا تھا- اور دوسری دفعہ کسی کتاب کو مطالعہ کرنے سے طبیعت نفرت کر جاتی تھی- اب ذرا زیادہ غور سے یاد آتا ہے- بلکہ جب کوئی خود (ذکر) کرے یاد آتا ہے جناب سے درخواست کرتا ہوں کہ اگر یہ باعثِ بخل کے ہو تو دعا فرماویں کہ خدا تعالیٰ نجات بخشے- ☆

حسب حال اپنے درخواست کرتا ہوں کہ یہ کتاب بندہ عاجز کو آپ محض خدا کے واسطے عطا فرماویں اگر خدا کی مرضی ہے کیونکہ بندہ کا کچھ اختیار نہیں۔ تو یہ عاجز حِسبۃً للہ نہ بلحاظ قیمت محض بنظر حصول خوشنودی خداوند تعالیٰ کی، زر نقد جلد ارسال[8] خدمت کرے گا۔ اگر اب کتاب عطا فرمانی ہو جس قدر اب تک طبع ہو چکی ہے تو ۲۷ر جنوری سے پہلے عطا فرمائی جاوے- کیونکہ بندہ اس درمیان میں غیر حاضر اپنے مقام سے رہے گا- اپنے وطن قصبہ سراوہ چوکی کہر کھودہ ضلع میرٹھ[9] میں جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ اور اگر بعد تاریخ مندرجہ بالا عنایت کرنی ہو تو ۸ر فروری تک مقامِ مندرجہ بالا میں ارسال کرنی چاہیئے اور پھر کپورتھلہ میں بھیج دینی مناسب ہے اگر وطن میں پہنچ جاوے گی، امید ہے وہاں دیکھ کر اور بہت خواہشمند ہوں اور خیالات جو اس عاجز گنہگار کے دل میں واسطے دین کے مستحکم ہوے تھے- ان میں سے اکثر تو مطالعہ کتاب سے ظاہر ہو گیا کہ اس کتاب نے پورے کر دیئے اور امید ہے کہ اتفاق بھی جیسی ضرورت ہے اس سے پیدا ہو اور نفاق کی بیخ کنی ہو مگر یہ خیال کہ عام خاص مسلمان پانچوں شرائط اسلام بجالایا کریں یا جس میں نقص ہے اس کو پورا کریں تب ترقی ہو گی اور منجملہ اس کے ایک زکوٰۃ ہے جو اب فرض ہونا اس کا عام لوگوں کے خیالات سے مفقود گیا ہے۔ اس کو زور دے کر رواج دیا جاوے۔ یہ اپنا خیال اکثر واعظوں پر ظاہر کیا گیا اور کئی سے موقع موقع پر جتلایا گیا کہ مجلس اور کمیٹی مقرر کر کے کیوں اس کو جاری نہیں کرتے جس سے ایسے اخراجات دینی کے اور چندہ وغیرہ بآسانی دئے جا سکیں- صاحبانِ امرتسر نے چرم قربانی

☆ منشی حبیب الرحمٰن صاحب نے بواسطہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب بیان کیا کہ حاجی صاحب کا حافظہ ایسا تھا کہ اگر وہ کسی کتاب کا مطالعہ کرتے تو اس کا صفحہ اور سطر تک ان کو یاد رہتی۔ اعلیٰ حکام نے بھی آزمائش کی اور آپ کے حافظہ کو قابل قدر پایا تھا۔

کا تو مدرسہ اسلامیہ کے لئے جمع کرنا قرار دیا مگر اس طرف توجہ نہیں کی- جناب توجہ باطنی اگر اس پر فرما کر اور دعا اور التجا بجناب باری کر کے خلق کو توجہ دلا دیں تو عام خاص اہل اسلام کو فائدہ مند ہوگا-

اب یہ عاجز گنہگار السلام علیکم پر اس عریضہ کو ختم کر کے التجا کرتا ہے کہ اوقاتِ عزیز میں یاد رکھ کر دعائے خیر بابت درستی دنیا و آخرۃ کے مشرف فرمایا کریں-

معروضہ ۲۲/جنوری ۱۸۸۵ء روز چہارم شنبہ عریضہ نیاز گنہگار
محمد ولی اللہ از کپورتھلہ[۱] (سیشن جج) ☆

☆ قلمی کاپی (صفحہ ۱۵ تا ۲۴)

حاجی ولی اللہ صاحب کی چٹھی ہذا مندرجہ مکتوبات احمدیہ جلد ششم (حصہ اوّل صفحہ ۱۵ تا ۲۰) میں سہو کتابت کی وجہ سے قلمی کاپی سے بعض مقامات پر کچھ الفاظ رہ گئے ہیں- یا اختلاف ہے- لیکن مفہوم پر یہ امور اثر انداز نہیں ہیں- بطور نمونہ چند ایک کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے- مکتوبات میں جو لفظ مختلف ہے اس پر نشان لگا دیا گیا ہے-

مکتوباتِ احمدیہ	قلمی کاپی
۱- ظلمات کا وعدہ	۱- دورہ
۲- علماء راستین	۲- راسخین
۳- با کمال ہونے کے مائل ہیں یہ مائل ہو	۳- قائل- قائل ہونا
۴- خیالات دینی سے متفق پایا اس واسطے اس کو ملنا	۴- مانا
۵- قیمت آدھی	۵- ادنیٰ
۶- خیال کیا جاتا تھا- سہو نہیں ہوتا تھا-	۶- خیال کیا جاتا تھا، یاد آ جاتا تھا سہو نہیں ہوتا تھا
۷- اب ذرا زیادہ غور سے یاد آتا ہے-	۷- اب ذرا زیادہ غور سے یاد آتا ہے بلکہ جب کوئی خود (ذکر) کرے یاد آتا ہے-
۸- جلد ارسال	۸- زرِ نقد جلد ارسال
۹- ضلع پرگھر میں	۹- ضلع میرٹھ میں
۱۰- از کپورتھلہ	۱۰- از کپورتھلہ (سشن جج)

☆ آپ مزید لکھتے ہیں کہ:

''یہ براہین احمدیہ اب تک میرے پاس ہے- یہ بھی واضح رہے کہ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

منشی حبیب الرحمٰن صاحب اس سلسلہ میں مزید تحریر کرتے ہیں کہ:-

''اس خط کے پہنچنے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہین احمدیہ سفید ورق پر ہر چہار جلد بذریعہ رجسٹری پیکٹ روانہ فرمائی اور (یہ) کپورتھلہ ہی میں پہنچ گئی - مجھے بلا کر پچاس روپے دئے کہ آج ہی جناب مرزا صاحب کی خدمت میں بذریعہ منی آرڈر روانہ کردو- چنانچہ میں نے روانہ کردئے اور جناب والد صاحب نے ایک خط لکھ دیا-'' (قلمی کاپی صفحہ ۳۸) ☆

حاجی صاحب کی آخری حالت کا جائزہ

(ا) حضرت اقدس علیہ السلام نے حاجی محمد ولی اللہ صاحب کے ایک خط پر ناراضگی کا اظہار فرمایا لیکن بالآخر حاجی صاحب نے ندامت کا اظہار کیا- حضرت عرفانی صاحب نے تمام امور کا جائزہ لے کر حاجی صاحب کے نام حضرت اقدس کے مکتوبات درج کرنے سے قبل ذیل کا تعارف رقم کیا ہے:-

''حاجی ولی اللہ صاحب ریاست کپورتھلہ کے ایک معزز عہدہ دار تھے۔ اپنی سمجھ اور فکر کے موافق اس عہد کے دیندار مسلمانوں میں آپ کا شمار تھا..................

بقیہ حاشیہ: جناب والد صاحب مرحوم کے پاس باوجود اس قدر علم وفضل کے صرف چار کتب رہا کرتی تھیں.........قرآن شریف، حجۃ اللہ البالغہ عربی مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حصنِ حصین (اور) براہین احمدیہ۔ ان میں سے حجۃ اللہ البالغہ جناب مفتی محمد صادق صاحب نے جب دورۂ تبلیغ پر تشریف لائے، پسند کی اور لے لی- جو ان کی صادق لائبریری میں ہے- باقی میرے پاس ہیں- جو براہین احمدیہ ابتداءً غلام محی الدین سے لے کر جناب والد صاحب نے مطالعہ فرمائی تھی، چونکہ وہ مخالف تھا اس لئے وہ بھی میں نے اس سے خرید لی تھی - اور کسی دوست کو ....دے دی تھی۔ وجہ یہ کہ دعویٰ مسیح موعودؑ کے بعد اکثر مخالفت کا زور ہؤا- جنہوں نے پہلے براہین احمدیہ خریدی ہوئی تھی اور ان کے مخالفانہ خیال ہوگئے تھے تو وہ شکایت کرتے پھرتے تھے کہ ہمارا روپیہ مرزا صاحب نے مارلیا-

اور باقی جلدیں براہین احمدیہ کی نہیں بھیجیں اور مسیح بن بیٹھے۔ اس لئے ہم نے جہاں سے کوئی نسخہ براہین احمدیہ کامل سکا خرید لیا- حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی پسند فرمایا اور فرمایا کہ ضرور خرید لیا کرو خواہ ہمارے پاس لے کر بھیج دیا کرو- اس عام شکایت پر حضور نے ایک اشتہار بھی دیا تھا کہ جس کو شکایت ہو کتاب واپس بھیج کر اپنا روپیہ منگالے- فقط-'' (قلمی کاپی صفحہ ۳۸ و ۳۹) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

''حاجی صاحب اگرچہ خود احمدی نہ ہوسکے مگر یہ واقعہ ہے کہ کپورتھلہ کی جماعت کا باعث وہی ہوئے اور ان کے خاندان میں حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحب رضی اللہ عنہ......ان سے تعلق رکھنے والے حضرت منشی ظفر احمد صاحب رضی اللہ عنۂ حاجی صاحب کے ہی ذریعہ سے سلسلہ میں آئے

''حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحب تو آپ کے بھتیجے اور وارث ہی تھے- حاجی صاحب براہین احمدیہ کے خریدار تھے اور اس کے حصص آپ کے پاس جارہے تھے- وہ خود بھی پڑھا کرتے تھے اور حضرت منشی ظفر احمد صاحب کو بھی سنانے کے لئے فرمایا کرتے تھے اور حضرت ظفرؓ نے عین عنفوانِ شباب میں ہی براہین احمدیہ حاجی صاحب کو سناتے اس نعمت کو پالیا.......................................

''غرض حاجی صاحب براہین احمدیہ کے خریدار تھے اور شوق و ذوق سے اسے پڑھتے اور سنتے تھے مگر ان کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قبول کرنے کی توفیق نہ ملی- البتہ ان کے ذریعہ حضرت اقدسؑ کی دعوت کپورتھلہ پہنچی اور ان کے خاندان میں ایک مخلص شاخ حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحب رضی اللہ عنہ کے خاندان

(بقیہ حاشیہ) حاجی صاحب نے اس خط کے ذریعہ کتاب براہین احمدیہ بلا قیمت حاصل کرنے کے لئے عرض کیا تھا- اس خط سے ظاہر ہے کہ اس سے پہلے قیمت دے کر حاجی صاحب نے براہین احمدیہ کی خریداری اختیار نہ کی تھی۔ گویا حاجی صاحب نے التوائے براہین کے بارے جو اعتراض کیا تھا- وہ دوسروں سے متاثر ہو کر کیا ہوگا- نہ اس لئے کہ خود پیشگی قیمت دینے والے خریدار تھے- البتہ حضرت اقدسؑ نے جو مکتوب میں خرید و فروخت کے تعلق کا اور فسخِ بیع اور واپسی قیمت کی پیشکش کا ذکر کیا ہے وہ اس وجہ سے ہوگا کہ حضور نے اعتراض سے یہ خیال فرمایا ہوگا کہ حاجی صاحب تبھی اعتراض کر رہے ہیں کہ وہ پیشگی قیمت دے چکے ہیں-

حاجی صاحب نے اس معذرت نامہ کو حضور کے نام کے ساتھ ''مجمع فضائل و کمالات دینی و دنیوی دام مجدّکم'' کے الفاظ سے شروع کیا ہے- خط کا خلاصہ یہ ہے کہ خلاف ادب نادانی سے جو کچھ میں نے حضور کو لکھا تھا، اس پر طالبِ عفو ہوں- دجالوں اور شیاطین کی طرف سے پیدا ہونے والے شکوک کی بیخ کنی آپ کی کتاب (یعنی براہین احمدیہ) بڑے زور شور سے کرتی ہے- اور موجب نزول انوار و برکات ہے- علوم فلسفہ وغیرہ سے مسلمانوں کو مغلوب کرلیا گیا ہے- لازم تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو محافظتِ دین اسلام کے لئے کھڑا کرتا اور تمام افراد کو تزلزل سے محفوظ کرتا- شکر ہے کہ امت مسلمہ کو آپ کے ذریعہ طاقت عطا ہوئی۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن شریف کے متعلق آپ نے جو کچھ بیان کیا ہے- سوائے اٰمنّا و صَدّقنا کے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ براہین احمدیہ کے بارے میں دل سے صدائے تحسین و آفرین بلند ہوتی ہے- اور فلاں بزرگ **(بقیہ اگلے صفحہ پر)**

کی بارآور ہوئی.............................

''حاجی صاحب کو میں مخالفین کے زمرہ میں نہیں سمجھتا- ہاں عملاً وہ سلسلۂ بیعت میں بھی شریک نہ ہو سکے- براہین ہی کے زمانہ میں انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کچھ سوالات کئے جن کے جواب میں حضرت نے آپ کو خط لکھا- حاجی صاحب کے ذریعہ جماعت کپورتھلہ (اس لئے کہ براہین، کپورتھلہ میں ان کے ذریعہ پہنچی) کا قیام عمل میں آیا اور یہ جماعت اپنے اخلاص و وفا میں ایک ایسی جماعت گذری ہے- جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ساتھ جنت میں رہنے کی بشارت دی- رضی اللہ عنہم-

''حاجی صاحب کی تعمیر کردہ مسجد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ایک نشان ہے- غیر احمدی اس مسجد کو لینا چاہتے تھے- اور اس کا مقدمہ عرصہ تک چلتا رہا- حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جماعت کو بشارت دی کہ اگر میں سچا ہوں تو یہ مسجد تم کو ملے گی- آخر وہی ہوا- یہاں تک کہ ایک حاکم عدالت جو احمدیوں کے خلاف اپنے دل میں فیصلہ کر چکا تھا- قبل اس کے کہ فیصلہ سنائے، اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آ کر فوت

(بقیہ حاشیہ) نے بھی آپ کو صالح قرار دیا ہے- آپ کو اعلیٰ استعداد کے فخر کا خلعت عطا ہوا ہے- اللہ تعالیٰ اسے اپنی عنایت سے روز افزوں کرے- اس کتاب کی اشاعت میں توسیع ہونی چاہیئے-

آخر میں حاجی صاحب نے حضور کے ملاءِ اعلیٰ میں درجہ اعلیٰ ہونے اور حضور کی باطنی قوت کا اقرار کرتے ہوئے اپنی دنیا و آخرۃ کی بہتری کے لئے دعا کی درخواست کی ہے-

ایسے عاجزانہ طلبِ عفو کے خط کے بعد حضرت اقدسؑ جیسا رحیم و کریم وجود حاجی صاحب کے کسی سابق خط کے تلخ اور درشت اور نا ملائم الفاظ اور خط کی حرارت کو یاد نہ دلاتا- اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حاجی صاحب کا طلب عفو والا خط حضرت اقدسؑ کے مکتوب کے بعد کا ہوگا-

اس کے اثبات میں ایک مزید شہادت موجود ہے اور وہ یہ کہ مکتوبات احمدیہ (جلد ششم- حصہ اوّل) میں اس مکتوب کی تاریخ ''۲۲/جنوری ۱۸۸۵ء چہار شنبہ'' درج ہوئی ہے- جو بروئے جنتری پنجشنبہ ہونے کی وجہ سے حضرت عرفانی صاحب نے خطوط وحدانی میں (پنجشنبہ) مکتوباتِ احمدیہ میں گویا بطور تصحیح درج کر دیا ہے- یعنی یہ سہوان کو بھی کھٹکا ہے-

علاوہ ازیں ایک تفصیل کے سلسلہ میں حضرت عرفانی صاحب نے وہاں مکتوبات احمدیہ میں اس خط کی تاریخ دوبار ۲۲/جنوری اور ایک بار ۲۴/جنوری تحریر کی ہے- (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہوگیا- حاجی صاحب کے یہ کام اپنی جگہ ایک وزن رکھتے ہیں- مگر حضرت اقدسؑ کے ابتدائی زمانہ کے بعض معاونین کوسنت اللہ کے موافق ابتلاء آیا اور یہ اس لئے بھی ہوُا تا خدا تعالیٰ کی قدرت نمایاں ہو- حاجی صاحب نے براہین کے التواء کے متعلق اعتراضات کئے اور ادب کے مقام سے ہٹ کر وہی غلطی ان کے سامنے آ گئی، اور وہ اس نعمت کی قدر نہ کر سکے۔ اب ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اور وہ مکفرین اور سب وشتم کرنے والوں میں نہ تھے۔ ان کو ایک وقت حجاب ہوُا ورنہ براہین کے ابتدائی دور میں خود حضرتؑ کو مجدّد تسلیم کرتے تھے- اس خصوص میں حضرت منشی ظفر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی شہادت میں نے حیاتِ احمدؑ جلد دوم نمبر دوم کے صفحہ ۸۲ پر میں درج کی ہے-

''اس خط وکتابت کے پڑھنے سے جو حاجی صاحب اور حضرت اقدسؑ کے مابین ہوئی -معلوم ہوتا ہے کہ ابتداً حاجی صاحب کو بعض حالات اور اثرات کے ماتحت کچھ قبض ہوُا- اور اس کا اظہار انہوں نے اپنے کسی خط میں کیا جس کا جواب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دسمبر ۱۸۸۴ء کو دیا اور پھر اس خط کے بعد حاجی صاحب نے کچھ سوالات کئے جن کا جواب حضرت نے ۳۰ دسمبر ۱۸۸۴ء کے مکتوب میں تحریر فرمایا-

''اس کے بعد ۲۴ ؍جنوری ۱۸۸۵ء کو حاجی صاحب نے ایک تفصیلی خط حضرت کی خدمت میں لکھا جس سے پایا جاتا ہے کہ وہ حضرت اقدسؑ کو احیاءِ اسلام کا ذریعہ سمجھتے تھے- اور ہندوستان ہی میں آپکی بعثت کو ضروری سمجھتے تھے- میں حاجی صاحب کے اس خط کو حضرت اقدسؑ کے دوسرے مکتوب کے بعد درج کر دینا اس لئے ضروری سمجھتا ہوں کہ تاریخِ سلسلہ میں حاجی صاحب کے متعلق کوئی غلط فہمی نہ رہے ....(۲۳)

(بقیہ حاشیہ) مُنشیانہ طرزِ تحریر پڑھنے میں سہو ہو جانے کا امکان ہوتا ہے- جیسے ۲۲ یا ۲۴ پڑھا گیا ممکن ہے وہ ۲۶ ہو اور سن جس کو ۸۵ء پڑھا گیا ممکن ہے وہ ۸۷ء ہو- نقول بقلم شیخ کظیم الرحمٰن صاحب خاکسار کے پاس موجود ہیں جن میں حضرت اقدسؑ کے دو مکتوبات کی تاریخیں ۲۳ ؍دسمبر ۱۸۸۶ء اور ۸؍ربیع الثانی ۴-۱۳ھ ہیں- ۸؍ربیع الثانی مطابق ۳؍جنوری ۱۸۸۷ء ہے- ۲۳ ؍دسمبر والے مکتوبات کا جواب نہ آنے پر حضور نے ۸؍ربیع الثانی (۳؍جنوری) والا مکتوب بطور یاددہانی تحریر فرمایا تھا-

گویا ۳؍جنوری ۱۸۸۷ء یاد دہانی کرانے پر حاجی صاحب کا جواب آیا جو طلب معافی والا خط ہے- سو طلب معافی کا خط جنوری ۱۸۸۷ء سے پہلے کا ہوتا اور ۱۸۸۵ء کا ہونا امرِ صحیح نہیں اور لازماً حضور کے ۱۸۸۷ء کے مکتوب کے بعد کا ہے

حاجی صاحب کے ۲۲؍جنوری ۱۸۸۵ء کے معذرت نامہ کے متعلق حضرت عرفانی صاحب یہ بھی رقم فرماتے ہیں:-

''حاجی صاحب نے آپ کی خدمت میں ایک خط لکھا...............جس میں انہوں نے اپنے اعتراضات کو واپس لے کر اظہار معذرت کیا۔ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَہٗ'' ☆(۲۴)

حضرت عرفانی صاحبؓ کے مندرجہ بالا نوٹ کے بعد جو کہ مَاقَلَّ وَدَلَّ کا مصداق ہے۔ متذکرہ بالا چٹھی کا کچھ خلاصہ جملہ حالات اور حاجی صاحب کی قلبی کیفیت۔ قارئین کرام پر مستحفر کرنے کے لئے پیش کرنا مناسب ہے۔

اس عریضہ میں محترم حاجی صاحب عجز وانکسار سے عرض کرتے ہیں کہ

خلاف ادب کوئی بات تحریراً یا زبانی میری طرف سے کہی گئی ہو تو یہ عاجز گنہگار اس کی معافی چاہتا ہے۔ کیونکہ وہ وقت نادانی اور ناواقفی کا تھا۔ براہین احمدیہ حصہ سوم و حصہ چہارم کو میں نے دین کی طرف لے جانے والا پایا۔ دین قرآن شریف اور نبوۃ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے شیاطین و دجالین کے پیدا کردہ اثر کی بیخ کنی یہ کتاب زور وشور سے کرتی ہے۔ اور باعثِ نزول برکات وانوار ہے۔ ضروری تھا کہ دین حق کی محافظت اور مخالفین کے ہر طرح کے مقابلہ کے لئے اور لوگوں کو تزلزل سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ کسی کو کھڑا کرتا۔ جب امتِ مسلمہ ہر جگہ انحطاط پذیر ہے۔ شکرِ خدائے رحمان و رحیم کہ اس نے اس امت کو آپ کے ذریعہ تقویت بخشی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن شریف کے بارے آپ نے جو کچھ تحریر کیا ہے۔ کوئی مسلمان سوائے اٰمنّا و صدّقنا کہنے کے اور کچھ نہیں کہہ سکتا۔

شرم وحیا کو جواب دینے والا ہی آپ کی مخالفت میں زبان کھول سکتا ہے۔ آپ کے ایک مخالف مولوی نے سنایا کہ اس نے فلاں بزرگ کے پاس آپ (یعنی حضرت مرزا صاحبؑ) کے خلاف بات کہی تو اس بزرگ نے توجہ نہ دی بلکہ کہا کہ (مرزا صاحب) جوان صالح ہیں۔

آپ کے کل اوقات اور جائیداد کارِ خیر میں مستغرق ہیں۔ توجہ باطنی اور دعا سے مسلمانوں کو فریضۂ زکوٰۃ کی ادائیگی کی طرف متوجہ فرمائیں۔ نیز میری استدعا ہے کہ محض للہ ایک جلد براہین احمدیہ مجھے عنایت فرمائیں بتوفیق الٰہی حصولِ ثواب کے لئے میں رقم بھیجوں گا۔ ملاءِ اعلیٰ میں آپ کا درجہ اعلیٰ ہے۔ میری دین و دنیا کی بہتری

☆ مکتوبات احمدیہ جلد ششم (حصہ اول صفحہ ۱۲) حدیث شریف کے بارے سہو کتابت کو تصحیح کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔

کے لئے دعا فرماتے رہیں۔

اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حاجی صاحب کا باہم رابطہ قائم رہا۔ چنانچہ منشی حبیب الرحمٰن صاحب تحریر کرتے ہیں کہ

''سرمہ چشمِ آریہ (ستمبر× ۱۸۸۶ء میں) طبع ہوگئی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جناب والد صاحب کو اطلاع دی جو والد صاحب مرحوم نے منگالی۔ سراج منیر کا اشتہار بھی ایک کارڈ پر آیا۔ لیکن وہ اس زمانہ میں طبع نہیں ہوئی تھی۔ ۞ اس کے بعد جناب والد صاحب فالج کے مرض سے بیمار ہوگئے تھے۔ اس لئے یہ سلسلہ خط وکتابت بند ہوگیا۔ جب سبز اشتہار (مورخہ× یکم دسمبر ۱۸۸۸ء) آیا جس میں بیعت کا اعلان اور پھر شرائط بیعت (مندرجہ× ''تکمیل تبلیغ''، مورخہ ۱۲ رجنوری ۱۸۸۹ء) آئے یہ بھی والد مرحوم نے مسجد میں سنا دئے تھے۔''
(قلمی کاپی صفحہ ۲۶۔۲۷)

منشی حبیب الرحمٰن صاحب کی بیعت ۲۵ / مارچ ۱۸۹۱ء کی ہے۔ بیعت کے موقع کے بارے آپ تحریر کرتے ہیں کہ

(حضرت اقدسؑ نے) ☆ والد صاحب کی طبیعت کا حال دریافت فرمایا۔''
(قلمی کاپی صفحہ ۳۵)

کوائف بالا سے ذیل کے دو امور ظاہر ہیں:

اوّل: حضرت اقدسؑ سے حاجی صاحب کا رابطہ کچھ عرصہ منقطع رہا تھا۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ کے جس مکتوب کی تاریخ جنوری ۱۸۸۷ء متعین کی گئی ہے۔ اس میں طباعت ''سرمہ چشم آریہ'' (شائع کردہ ستمبر

۞ **اس عبارت میں نشان × والی عبارت واوین میں مولّف ہذا نے بطور وضاحت زائد کی ہیں**

رسالہ سراج منیر کے اشتہار کے وقت کی تعیین کے لئے بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت اقدسؑ ایک اشتہار میں تحریر فرماتے ہیں کہ رسالہ سراج منیر چھپنے والا ہے اور رسالہ شحنۂ حق چھپ کر تیار ہے۔ (باقی اگلے صفحہ پر) رسالہ سراج منیر جو ابھی طبع نہیں ہوا تھا۔ اس کے خریداروں کے نام رسالہ شحنۂ حق میں ایک اعلان کر کے طلب کئے گئے ہیں۔ (صفحہ ل) شحنۂ حق کے آخر پر حضرت اقدسؑ کے ایک مکتوب کی تاریخ ۴ اپریل ۱۸۸۷ء معلوم ہوتی ہے جس کی نقل وہاں درج ہے۔ گویا ۱۸۸۷ء میں سراج منیر کے متعلق اشتہار شائع ہوا تھا۔ (حاجی صاحب اس وقت زندہ تھے۔ ان کا انتقال ۱۸۹۱ء میں ہوا تھا۔)

☆ **خطوطِ واحدانی کے الفاظ خاکسار مؤلف کی طرف سے ہیں۔**

۱۸۸۶ء) کا ذکر ہے۔اس مکتوب میں حضرت اقدسؑ نے حاجی صاحب پر ناراضگی کا اظہار کیا ہے- اس کے چند دن بعد جنوری ۱۸۸۷ء میں ہی حاجی صاحب نے نہایت عاجزانہ طلبِ عفو کا خط تحریر کیا ہے۔سوطلب عفو تا وفات جو ۱۸۹۱ء میں ہوئی۔ حاجی صاحب حضور کے مصدق رہے چنانچہ حضرت اقدسؑ کے اشتہارات مورخہ یکم دسمبر ۱۸۸۸ء و ۱۲رجنوری ۱۸۹۱ء حاجی صاحب نے دونوں بار مسجد میں سنائے حالانکہ حاجی صاحب مخالف اور برگشتہ ہوتے تو وہ خود نہ سناتے-

دوم:- اشتہارات اعلان بیعت وشرائط بیعت اسلام میں ایک عظیم تاریخ سازاہمیت کے حامل ہیں- حضرت اقدسؑ ایسے اہم اور نازک مرحلہ پر احباب کپورتھلہ میں سے جسے منتخب فرماتے وہ ایسا فرد نہیں ہوسکتا تھا- جو مخالف ہو اور سلسلہ کے آغاز میں بد باطنی اور شرّ انگیزی اور نقصان کا باعث بن سکتا ہو۔ گویا حضور نے حاجی صاحب کو زمرہ مخالفین میں شامل نہیں سمجھا بلکہ قابلِ اعتماد افراد میں سے یقین کر کے اشتہاراتِ اعلان بیعت و شرائط بیعت ان کو بھجوائے (جو اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ فالج سے اس حد تک افاقہ پا چکے تھے کہ مسجد میں جا کر انہوں نے یہ اشتہارات سنائے) سو حضور کے اعتماد و توقع پر حاجی صاحب دیانتداری سے پورا اترے- وانّما الاعتبار بالخواتیم-

حضرت اقدسؑ کا وُرود تین بار کپورتھلہ میں

منشی حبیب الرحمٰن صاحبؓ تحریر کرتے ہیں:

''(ایک× دفعہ) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کپورتھلہ تشریف لائے- اور ڈاکخانہ میں ایک مسلمان سب پوسٹ ماسٹر کے مہمان ہوئے اور غالباً ایک دن قیام فرما کر تشریف لے گئے- عام طور پر لوگ آ کر ملاقات کرتے تھے ایک دفعہ اس سے پہلے بھی کپورتھلہ تشریف لائے تھے اور................غالباً ایک شب قیام فرمایا تھا- یہ میں نے حضرت صاحب سے سنا تھا اس کے سوا تیسری دفعہ پھر کپورتھلہ تشریف لائے اس وقت جماعت قائم ہو چکی تھی''

(قلمی کاپی صفحہ ۲۴۔۲۵)

ہر سہ اسفار کے بارے حضرت عرفانی صاحبؓ تحریر کرتے ہیں کہ:-

(ا) پہلے سفر کے بارے جو آغاز بیعت سے پہلے حضور نے کیا تھا- حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کا بیان ہے کہ-

ایک دفعہ لدھیانہ میں منشی اروڑا صاحب اور میں نے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں عرض کی کہ حضور کبھی کپورتھلہ تشریف لائیں- حضور نے وعدہ فرمایا کہ ہم ضرور کبھی آئیں گے- (پھر تاریخ لکھ دی حضور اس وقت نہ پہنچ سکے

ہم لوگوں نے استقبال کا بڑا انتظام کیا تھا وہ انتظام کسی کام نہ آیا اور ہم مایوس ہو کر چلے آئے) پھر اس کے بعد حضور جلدی (خاموشی کے ساتھ) بغیر اطلاع دیئے ایکا ایکی تشریف لے آئے اور یکہ خانہ سے اتر کر اس کے قریب واقع مسجد فتح والی میں چلے گئے۔ان دنوں ابھی کپورتھلہ ریل نہیں آئی تھی۔ (یہ سفر حضور نے محض ایفائے عہد کے طور پر کیا تھا)

مسجد سے حضور نے ملاّ کو اپنی آمد کی اطلاع منشی اروڑا صاحب یا مجھے دینے کے لئے بھیجا۔اس نے ہمیں کچہری میں اطلاع دی۔ یہ سن کر منشی اروڑا صاحب نے بڑے تعجب انگیز ناراضگی کے لہجہ میں کہا کہ دیکھو تو سہی۔ بھلا تیری مسجد میں مرزا صاحب نے آ کر ٹھہرنا تھا۔ میں نے کہا کہ چل کر دیکھنا تو چاہیئے۔ (حضرت اقدسؑ) نمود و نمائش کو تو پسند نہیں کرتے۔ممکن ہے آ ہی گئے ہوں پھر منشی صاحب جلدی سے پگڑی باندھ کر چل پڑے (ہم دوڑتے گئے دیکھا کہ حضور مسجد میں (چٹائی پر) لیٹے ہوئے ہیں۔اور حافظ حامد علی صاحب جو ساتھ آئے تھے حضور کے پاؤں دبا رہے ہیں۔اور پاس ایک پیالہ اور چمچہ پڑا ہے جس سے معلوم ہوا کہ شاید آپ نے دودھ ڈبل روٹی کھائی تھی (حضور ہم سے نہایت محبت و شفقت سے ملے ہم نے عرض کیا کہ حضور نے اطلاع بھی نہیں دی تو فرمایا کہ آنا ہی تو تھا۔ پھر ہم نے کہا کہ حضور کو بڑی تکلیف ہوئی ہو گی۔فرمایا نہیں کوئی تکلیف نہیں ہوئی) ☆

پھر ہم حضور کو اپنے ہمراہ لے آئے اور آپ کو اس مکان میں ٹھہرایا جو محلّہ قائم پورہ میں بعد میں پرانا ڈاکخانہ رہا ہے۔کرنیل محمد علی خان صاحب اور بہت سے لوگ اور علمائے کپورتھلہ میں سے مولوی غلام محمد صاحب وغیرہ ہم وہاں حضور کے پاس جمع ہو گئے۔حضور کچھ تصوف کے رنگ میں تقریر فرماتے رہے۔ حاضرین بہت متاثر ہوئے۔مولوی غلام محمد صاحب آبدیدہ ہو گئے۔اور انہوں نے بیعت کرنے کے لئے ہاتھ بڑھائے لیکن حضور نے انکار کیا۔ بعد میں مولوی مذکور سخت مخالف رہا۔

غرض حضور ایک دن قیام کر کے قادیان تشریف لے جانے کے لئے روانہ ہوئے۔میں منشی اروڑا صاحب اور محمد خان صاحب حضور کو کرتار پور اسٹیشن تک چھوڑنے گئے۔کوئی اور ساتھ گیا ہو تو مجھے یاد نہیں۔اسٹیشن پر حضور کے ساتھ ہم نے ظہر و عصر کی نمازیں جمع کر کے ادا کیں۔ بعدہٗ میں نے پوچھا کہ کس قدر مسافت پر نماز جمع کی جا سکتی ہے۔اور قصر کی جا سکتی ہے۔حضور نے فرمایا کہ انسان کی حالت پر منحصر ہے۔ایک شخص ناطاقت اور ضعیف العمر ہو تو پانچ چھ میل پر بھی قصر کر سکتا ہے۔

☆ الحکم ۲۸/مارچ ۱۹۳۴ء صفحہ ۳ میں مندرجہ بیان منشی روڑا صاحبؓ سے منشی ظفر احمد صاحب کے بیان میں خطوط وحدانی والے حصہ کا اضافہ کیا گیا ہے۔× والے الفاظ خاکسار مؤلف کی طرف سے وضاحت کے لئے اضافہ ہیں

حضرت عرفانی صاحبؓ کو احباب کپورتھلہ نے مزید یہ بھی بتایا کہ ہم حضور کو جشن ہال دکھانے کے لئے لے گئے اس وقت مہاراجہ اور انگریز مرد اور عورتیں کھیلنے میں مصروف تھے اور اندر جانے کی اجازت نہ تھی لیکن مہاراجہ صاحب کو حضرت صاحب کی آمد کا علم ہوا تو انہوں نے اجازت دیدی حضور اندر تشریف لے گئے لیکن حضور پر ایسی حالتِ استغراق طاری تھی کہ حضور ایک طرف کھڑے رہے اور کسی چیز کی طرف چنداں توجہ نہ کی اور مہاراجہ صاحب نے دور سے حضور کو دیکھ کر اپنا وزیر بھیجا تا کہ حضور سے ملاقات کرے اور اس نے تین دفعہ سلام کیا لیکن آپ اسی حالت میں محو رہے اور اس کی طرف توجہ نہ ہوئی ❁

(۲) مطابق بیان حضرت منشی عبدالرحمٰن صاحبؓ حضرت اقدسؑ دوسری بار کپورتھلہ سلسلۂ بیعت شروع ہو جانے کے بعد تشریف لے گئے اور تین دن قیام فرمایا۔ قیام حضرت منشی گوہر علی صاحب افسر ڈاک خانہ کے مکان پر رہا جو کہ مطابق بیان حضرت عرفانی صاحبؓ جالندھر کے رہنے والے تھے۔ السابقون الأوّلون میں سے تھے۔ اور حضور سے ان کا تعلق حضرت چودھری رستم علی صاحبؓ کے ذریعہ ہوا تھا۔

(۳) حضرت منشی عبدالرحمٰن صاحبؓ کے بیان کے مطابق حضرت اقدسؑ تیسری دفعہ کپورتھلہ دعوٰیٔ مسیحیت کے بعد تشریف لے گئے تھے۔ میاں سردار خان صاحب کے مکان میں حضور نے قیام فرمایا جو موصوف نے خالی کر دیا تھا۔ دس پندرہ روزہ قیام کے دوران میر نواسہ حافظ محمود الحق مکان کی بالائی سیڑھی سے گر کر لڑھکتا ہوا نیچے تک آیا۔ حضور سے کسی نے عرض کیا کہ ان کا نواسہ اس طرح اوپر کے مکان سے نیچے آ پڑا ہے حضور نے فرمایا کہ اس کو چوٹ نہیں لگی۔ اسے لے آؤ۔ دیکھا تو واقعی اسے کوئی چوٹ نہیں لگی تھی۔ ☆

منشی حبیب الرحمٰن تحریر کرتے ہیں کہ

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام (جب) تیسری دفعہ کپورتھلہ تشریف لائے، یہ ہماری دیرینہ درخواست

❁ الحکم ۲۸ رمئی ۱۹۳۵ء (صفحہ ۴ کالم ۲) حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی طرف سے مختصراً اس دفعہ کی تشریف آوری کا ذکر بدر ۱۷ کیم اکتوبر ۱۹۰۸ء (صفحہ ۷ کالم ۱و۲) میں بھی ہے۔

☆ تینوں سفروں کے کوائف جو بلا حوالہ اوپر درج ہوئے ہیں۔ وہ حیات احمد جلد سوم (صفحہ ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۵، ۲۲۶) و ریویو آف ریلیجنز (اردو) بابت جنوری ۱۹۴۱ء (صفحہ ۱۴، ۱۵) سے اخذ کردہ ہیں)

حضور فروری ۱۸۹۲ء میں دوسرے ہفتہ میں سیالکوٹ تشریف لے گئے پھر وہاں سے کپورتھلہ (تیسری بار) تشریف لے گئے میاں سردار خان صاحب حضرت میاں محمد خاں صاحبؓ کے بھائی تھے۔

تھی-حضرت مولوی نورالدین صاحب مرحوم خلیفہ اوّلؓ اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحومؓ بھی ہمراہ تھے۔ حضور کو مع اہل بیت خاں صاحب منشی محمد خاں صاحب مرحوم کے مکان میں ٹھہرایا تھا۔انہی کا ایک قریب (کا) مکان بطور مردانہ بیٹھک استعمال ہوتا تھا- میرے مسجد کے قریب کے مکانات میں حضرت مولوی صاحبان اور دوسرے لوگ فروکش تھے- ہمارا جو مکان تھا اس کے صحن میں فرش پر اکثر بیٹھ کر (حضور) تقریر فرماتے تھے- اور تلاوت فرماتے تھے- ہمارے ایک مکان میں کھانا تیار ہوتا تھا- اس وقت ریل نہ تھی کرتارپور سے اتر کر کپورتھلہ جو سات میل (کے فاصلہ پر) ہے جانا پڑتا تھا- استقبال کے واسطے میں اور چند دوست کرتارپور گاڑیاں بگھیاں لے کر گئے۔ سہ پہر کو ایک دن جلسہ عام تھا- اکثر اہلکار ہندو مسلمان حضور کی ملاقات کو آئے۔ کثرت سے آدمی جمع تھے (×حضور کے بیٹھنے کے لئے سرکاری فراشخانہ سے دریاں، سفید فرشی چاندنیاں، قالین وغیرہ منگوائے گئے تھے- اعلیٰ حکامِ ریاست جن میں ہندو افسران کی اکثریت تھی، اپنی بگھیوں میں آنے لگے تھے) ایک شخص مولوی عبدا لقادر جو بیگوال کا رہنے والا تھا- وہ بھی آیا اور بیٹھ گیا- حضور تقریر فرمارہے تھے- جو وجود باری تعالیٰ پر تھی اور لوگ ہمہ تن متوجہ تھے کہ حضور کی زبان سے لفظ ''حلیہ'' بـــــہ ضَــمِّ حَ نکلا۔ عبدالقادر نے کہا کہ یہ لفظ ''حِلیہ'' ہے- حضور نے فرمایا کہ عام طور پر '' حُلیہ''ہی مشہور ہے-**غـلطُ العام صحیحٌ** لوگوں نے عبدالقادر کو روکا کہ نہ بولو مگر وہ نہ رکا بولا (کہ) آپ عام نہیں ہیں آپ خاص ہیں۔فرمایا کہ میں عربی میں گفتگو نہیں کررہا ہوں، اردو میں بول رہا ہوں، اس پر بھی وہ باز نہ آیا ہر طرف سے آواز اٹھی (کہ) چپ رہو- میرا وہ مکان تھا- میں نے ایک شخص کو کہا کہ اس کو........ باہر نکال دو...............(ایسا کرنے پر) امن ہوا- ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مجلس میں سے ایک جن نکل گیا- (حضور کی) تقریر پھر شروع ہوئی (اس× وقت کے لوگ بہت علم دوست تھے اور بہ شوق علمی باتوں سے محظوظ ہوتے تھے- اور حضور کی تقریروں سے انہوں نے بہت ہی اچھا اثر لیا تھا- اور بہت شکر گذار ہوئے تھے) ....حضور نے بعض کوٹھیوں کی سیر بھی فرمائی،،(قلمی کاپی صفحہ ۶۷ تا ۶۹) ☆

☆ (ا) حِلیةُ لانسان: مایُریٰ من لَونہٖ و ظاھرہٖ دھَیئتہٖ (المنجد)

(ب) لیکن اردو میں حُلیہ ہی استعمال ہوتا ہے- چنانچہ فرہنگ آصفیہ میں جو چار جلدوں میں خان صاحب مولوی سید احمد دہلوی نے تالیف کی ہے- اور دہلی میں ۱۹۷۴ء میں ترقی اردو بورڈ ایڈیشن میں درج ہے- حلیہ (ح کی ضمہ کے ساتھ) ح (یعنی اصل اس کا عربی معنی لکھا ہے- ''صورت چہرہ''-

نشان × والے حصہ کا اضافہ مولوی محبّ الرحمٰن صاحب کے واسطے سے حاصل شدہ روایت سے کیا گیا ہے-

حضرت اقدسؑ سے منشی صاحب کی اوّلیں ملاقات (جالندھر میں)

ہوشیار پور میں چلہ کرنے کے بعد حضرت اقدسؑ نے مشہور آریہ سماجی ماسٹر مرلیدھر سے ۱۱و۱۴ر مارچ ۱۸۸۶ء کوایک معرکۃ الآراء مباحثہ کیا جو بعد تکمیل حضور کی طرف سے ''سرمہ چشم آریہ'' کے نام سے شائع کیا گیا۔

حضور واپسی پر جالندھر کچھ دیر ٹھہرے۔ اس موقع پر حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحب کو بھی حضور کی زیارت کا موقع ملا۔ یہ منشی صاحب کی اولیں زیارت معلوم ہوتی ہے۔ آپ تحریر کرتے ہیں:۔

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب ہوشیار پور میں چند روز قیام فرمایا اور ماسٹر (مرلیدھر) سے بحث ہوکر سرمہ چشم آریہ کتاب طبع ہوئی، ہوشیار پور سے واپسی پر جالندھر سے ریل میں سوار ہونا تھا۔ اس لئے چند گھنٹے جالندھر میں قیام فرمانا تھا، ہم کو بھی کپورتھلہ میں اس کی اطلاع پہنچ گئی۔ اس لئے خاکسار اور منشی ظفر احمد صاحب اور ایک اور صاحب جالندھر آپ کی زیارت کے واسطے گئے۔ وہاں ہمارے پھوپھا صاحب مرحوم ملازم تھے۔ جالندھر پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضرت صاحب ہمارے پھوپھا صاحب کے مکان پر ہی چند گھنٹے قیام فرماویں گے۔ قریب دوپہر کے حضور تشریف لائے۔ آپ کو دردسر کا دورہ تھا۔ کثرت سے آدمی جمع تھے۔ تمام مکان آدمیوں سے بھرا ہوا تھا۔ جناب پھوپھا صاحب نے کھانے کے واسطے عرض کیا تو فرمایا کہ مجھے دردسر کی سخت تکلیف ہے اگر کھانا کھاؤں گا تو نکل جائے گا۔ اس پر بھی ایک طشتری میں حلوائے بیضۂ مرغ حضور کے سامنے پیش کیا، حضور نے ہاتھ دھو کر چمچہ سے چند لقمے تناول فرمائے۔

''پھوپھا صاحب منشی عبداللہ صاحب نے سوال کیا کہ آپ کا سید احمد خان کی نسبت کیا خیال ہے۔ حضور نے فرمایا کہ میں نے ان کی تمام تصانیف تو دیکھی نہیں اس لئے میں ان کی دینی حالت کے متعلق تو کچھ نہیں کہہ سکتا۔ البتہ اس قدر جانتا ہوں کہ دنیاوی طریق پر سید صاحب مسلمانوں کی بہتری اور بہبودی کے واسطے بہت کوشش کرتے ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کو ان کا مشکور ہونا چاہیئے۔ اس کے علاوہ اور بھی سوالات ہوئے اور (حضور نے ان کے) جواب دئے مگر مجھے یاد نہیں۔

''کسی قدر آرام فرما کر ظہر کی نماز کے لئے مسجد میں جو قریب ہی تھی، تشریف لے گئے۔ اگرچہ دردِسر کے عُذر کی وجہ سے حضور نے فرمایا کہ کوئی دوسرا نماز پڑھائے لیکن سب کے اصرار پر حضور نے ہی نماز پڑھائی۔ دو رکعت آپ نے پڑھائیں۔ باقی دو رکعت ہم نے خود پڑھیں۔ بہت کثرت سے آدمی جمع ہو گئے تھے''۔ (قلمی کاپی صفحہ ۲۵ تا ۲۶) ☆

☆ منشی حبیب الرحمٰن صاحب نے بواسطہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب بیان کیا کہ یہ میرے (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بعض احباب کپورتھلہ کی بیعت

اس تعلق میں منشی حبیب الرحمٰن صاحب تحریر کرتے ہیں:

''سرمہ چشمِ آریہ طبع ہوگئی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جناب والد صاحب کو اطلاع دی جو والد صاحب مرحوم نے منگالی- سراج منیر کا اشتہار بھی ایک کارڈ پر آیا لیکن وہ اس زمانہ میں طبع نہیں ہوئی تھی- اس کے بعد جناب والد صاحب فالج کے مرض سے بیمار ہو گئے تھے- اس لئے یہ سلسلہ خط و کتابت بند ہو گیا- جب سبز اشتہار آیا جس میں بیعت کا اعلان تھا اور پھر شرائط بیعت بھی آئے یہ بھی والد صاحب مرحوم نے مسجد میں سنا دئے تھے- اس پر منشی اروڑا صاحب مرحوم، منشی محمد خان صاحب مرحوم اور منشی ظفر احمد صاحب اور منشی عبدالرحمٰن صاحب جو میرے دوست اور ہر وقت کے ہم نشین تھے۔ بیعت کے لئے تیار ہو گئے- کیونکہ پہلے خطوط اشتہارات اور براہین احمدیہ (اور) سرمہ چشم آریہ دیکھ کر ان کی طبیعت اس طرف راغب ہو چکی تھی- میں چونکہ سکول میں پڑھتا تھا- اس لئے میں نہیں جا سکا-

''یہ سب سے پہلی بیعت تھی جو لودہیانہ میں ہوئی- غالبًا چھ آدمی (یعنی کپورتھلہ کے- ناقل) اس وقت داخل بیعت ہوئے۔ منشی محمد خان صاحب مرحوم، منشی اروڑا صاحب مرحوم، منشی ظفر احمد صاحب، منشی عبدالرحمٰن صاحب، منشی فیاض علی صاحب (اور) اجین فضل حسین- ان سے ابتدائی پانچ دعوئ مسیح موعودؑ پر مستقل رہے لیکن

بقیہ حاشیہ: سگے پھوپھا تھے اور جالندھر میں صدر واصلباقی نویس تھے۔ حاجی ولی اللہ صاحب بیمار تھے۔ میں ان سے اجازت لے کر گیا تھا۔

منشی ظفر احمد صاحب کے بیان (مندرجہ اصحابِ احمدؓ جلد چہارم صفحہ ۷۸ و ۷۹) سے منشی عبداللہ صاحب کے نام اور ان کے اس عہدہ اور اس قرابت، حلوہ بیضہ کھانے کا اور سر سیّد احمد خان صاحب کے استفسار کا اور حضور کے مسجد میں نماز پڑھنے کا اور بعدہٗ ٹرین سے روانگی کا علم ہوتا ہے اور یہ کہ یہ واقعہ سرمۂ چشم آریہ کے طبع ہونے سے پہلے کا ہے اور یہ کہ مَیں جالندھر گیا ہوا تھا جبکہ مجھے حضور کی متوقع آمد کا علم ہوا۔ اور ہم جالندھر ریلوے اسٹیشن پر گئے۔ وہاں دو تین سو افراد حضور کی پیشوائی کے لئے موجود تھے۔ حضور گاڑی سے اُترنے لگے تو بہت ہجوم ہو گیا۔ عورتیں اپنے بچے حضور کی طرف کرتی تھیں کہ حضور کے کپڑوں کی ہوا لگ جائے۔ کنور بکرمان سنگھ نے اپنا ایک وزیر حضور کو اپنے ہاں لانے کے لئے بھجوایا تھا۔ لیکن حضور کنور صاحب کی سواری میں منشی عبداللہ صاحب موصوف کے ہاں تشریف لے گئے اور اُن کی بیٹھک میں فروکش ہوئے حضور کی معیّت میں حضرت منشی عبداللہ صاحب سنوری اور حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ تھے۔

آخری دعویٰ مسیحیت سنتے ہی علیحدہ ہو گیا۔‘‘ (قلمی کاپی صفحہ ۲۶ و ۲۷) ❀

حضرت اقدسؑ کا دعویٰ مسیحیت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اواخر ۱۸۹۰ء میں وفاتِ مسیح ابن مریم علیہ السلام کا اور اپنے مثیلِ مسیح ہونے کا اعلان فرمایا۔ یہ بات منشی حبیب الرحمٰن صاحب کے بیعت میں آنے سے پہلے کی ہے۔ آپ تحریر کرتے ہیں۔

’’دعویٰ کی اشاعت سے چند ماہ قبل منشی ظفر احمد صاحب اور اجیئن فضل حسین نے قادیان جانے کا قصد کیا۔ میں بھی ان کے ہمراہ جانے کے واسطے تیار ہوا۔ اور حضرت والد صاحب سے اجازت جانے کی طلب کی مگر (انہوں نے) اجازت نہیں دی۔ فرمایا کہ ابھی ٹھہرو۔ جناب والد صاحب بیمار تھے اور جیسا کہ پہلے عرض ہوا ہے۔ ان کو مرض فالج تھا۔ جس میں روز بروز زیادتی ہوتی جاتی تھی۔ میں خبر گیری اور خدمت کرتا تھا۔ جب یہ دونوں صاحبان قادیان سے واپس آئے تو بیان کیا کہ حضرت مرزا صاحب نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کر دیا ہے۔ منشی ظفر احمد (صاحب) نے بیان کیا کہ میاں فضل حسین نے سنتے ہی علیحدگی اختیار کی اور واپسی کے لئے جلدی کرنے لگے۔ ☆

❀ رجسٹر بیعت کے اندراجات یوں ہیں:

نمبر بیعت ۲۶: منشی اروڑے خان صاحب

نمبر بیعت ۵۷: منشی ظفر احمد صاحب

نمبر بیعت ۵۸: میاں محمد خان صاحب

اِن چاروں کی بیعتیں اولین روزِ بیعت ۲۳/ مارچ ۱۸۸۹ء کی ہیں۔

نمبر بیعت ۱۶۳: منشی فیاض علی صاحب۔ تاریخ بیعت ۲۱/ اگست ۱۸۸۹ء

نمبر بیعت ۱۵۶: منشی فضل حسین صاحب ولد منشی غلام محی الدین

اصل متوطن علی گڑھ حال سکونت مستقل کپورتھلہ۔ اجئین توپخانہ ریاست کپورتھلہ۔

تاریخِ بیعت ۲۸/ دسمبر ۱۸۸۹ء

☆ منشی حبیب الرحمٰن صاحب نے لکھا ہے کہ پھر اجئین فضل حسین کی زندگی عبرتناک ہوگئی اور نماز روزہ کیا، اسلام سے بھی تعلق باقی نہ رہا۔ (قلمی کاپی صفحہ ۲۶ تا ۲۸)۔ مولوی محبّ الرحمٰن صاحب کا بھی یہی بیان ہے۔ اجئین مذکور کی بری زندگی کے بارے میں یہ بیانات ترک کر دیئے گئے ہیں اور شامل کتاب ہذا نہیں کئے گئے۔

مگر میں ٹھہرا اور دو چار یوم کے بعد واپس آیا............منشی محمد خان صاحب نے قبول کیا اور منشی اروڑا صاحب نے (بھی)...........منشی عبدالرحمٰن صاحب نے سن کر کہا کہ یہ منہ جھوٹ بولنے والا نہیں۔ (قلمی کاپی صفحہ ۲۸ و ۲۹) ۞

منشی حبیب الرحمٰن صاحب کا بیعت کرنا لُدھیانہ پہنچ کر

دعویٰ مسیحیت کی اشاعت سے پہلے حضرت منشی ظفر احمد صاحب اور فضل حسین مذکور کے قادیان جانے کا تذکرہ کرکے جو پہلے درج ہو چکا ہے۔ معاً بعد منشی حبیب الرحمٰن صاحب تحریر کرتے ہیں کہ۔

''میں نے تحقیق شروع کی۔ اس سے پہلے میری یہ حالت تھی کہ میں نماز کا پابند نہ تھا اور تمام کنبہ میں محض میں ہی ایسا تھا۔ باقی سب پابند تھے۔ والد صاحب کو ہمیشہ اس کا خیال رہتا اور تنبیہہ فرماتے رہتے تاہم مجھے اسلام سے محبت تھی۔ سکول چھوڑنے کے بعد میں نے نماز کا پابند ہونا چاہا لیکن پوری پابندی نہ ہوئی۔ تب میں نے ارادہ کیا کہ کسی بزرگ سے بیعت کروں تاکہ صحبت اور توجہ سے نماز کی پابندی اختیار کروں۔

مرشد کے انتخاب کے لئے میں سوچتا رہا اور کئی وجود میرے ذہن میں آتے تھے۔ لیکن جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا خیال آتا تو زیادہ خیال اس طرف ہوتا۔ میں نے سوائے اپنے دل کے کسی سے مشورہ نہ کیا۔ اور خاموشی سے سوچتا رہا مولوی رشید احمد گنگوہی سے بوجہ اس کے کہ وہ حاجی امداد اللہ صاحب مرحوم مہاجر مکہ کے خلیفہ اور حنفی المذہب تھے، مجھے عقیدت تھی، جب میں ارادہ کرتا کہ ان سے بیعت کروں تو میرے قلب سے آواز آتی کہ حضرت مرزا صاحب اس زمانہ کے مجدد ہیں۔

۞ منشی ظفر احمد صاحب ایک دفعہ قادیان جا رہے تھے منشی حبیب الرحمٰن صاحب نے اجازت طلب کی تاکہ وہ بھی جائیں لیکن حاجی ولی اللہ صاحب نے کہا کہ ابھی ٹھہرو واپس آکر منشی ظفر احمد صاحب نے بتایا کہ حضرت اقدسؑ نے مسیح موعود اور مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ منشی محمد اروڑا صاحب منشی عبداللہ صاحب اور منشی محمد خان صاحب نے فوراً یہ دعوےٰ تسلیم کر لیا۔ (مضمون منشی کظیم الرحمٰن صاحب مصدقہ منجانب حضرت منشی ظفر احمد صاحب مندرجہ الحکم ۲۸ ؍جولائی ۱۹۳۵ء صفحہ ۸ کالم ۱ و ۲)

''ہمارے اس مجمع میں جو سب ہم خیال تھے۔ گو میں ابھی بیعت نہیں ہوا تھا، منشی محمد خاں صاحب مرحوم ایک فہیم آدمی تھے۔ اور جو بات زبان سے نکالتے سوچ کر اور غور کرنے کے بعد کہتے۔ مجھے ان سے اور ان کو مجھ سے اس قدر محبت تھی کہ اکثر اوقات میں ہم ایک جگہ رہتے۔ خدا تعالیٰ ان پر اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے۔ (قلمی کاپی صفحہ ۲۶ تا ۲۸)

’’آخرش میں نے مولوی رشید احمد (صاحب) کو خط لکھا کہ میں کسی سے بیعت کرنا چاہتا ہوں۔مگراس قدر طریق ہیں کہ میں ان میں سے منتخب نہیں کرسکتا۔ مجھے آپ سے عقیدت ہے۔لیکن جناب مرزا صاحب نے اس زمانہ کے مجدد ہونے دعوٰی فرمایا ہے،اگر یہ اطمینان ہوجائے کہ حضرت مرزا صاحب اس صدی کے مجدد ہیں تو پھر مجھے ان کی بیعت کرنی چاہیئے ،اگر ان کا دعوٰی ٹھیک نہیں ہے تو پھر میں دوسرے سے بیعت کروں۔اس لئے آپ حضرت مرزا صاحبؑ کے متعلق اپنا خیال تحریر فرماویں۔

میرے اس خط کے جواب میں مولوی رشید احمد صاحب نے جو خط بھیجا اس کا مضمون یہ تھا:

’’میں نے جناب مرزا صاحب کی تمام تصانیف تو نہیں پڑھیں لیکن جس قدر پڑھی ہیں ان میں یہ ایک نئی بات پائی جاتی ہے کہ مخالفین اسلام کے اعتراضات کا جو جواب مرزا صاحب نے دیا ہے اس کا ثبوت قرآن شریف سے دیا ہے۔ یہ ایک ایسی بات ہے جو پہلے کبھی نہیں ہوئی۔ اس لئے مرزا صاحب بے شک وشبہ مجدد مان لینے کے قابل ہیں۔‘‘

’’اس خط کے آنے پر میں نے قطعی فیصلہ کرلیا کہ میں حضرت صاحب سے بیعت کرلوں گا۔ کیونکہ پہلے بھی اس طرف کشش پائی جاتی تھی۔ اس کے بعد وہ واقعہ ہوا جو میں نے اس سے پہلے لکھا ہے۔یعنی دعوٰی مسیح موعود (ہونا) جس نے پھر مجھے خاموش کر کے تحقیق کی طرف متوجہ کر دیا۔اب آپس میں جو ہم باہم دوست تھے، تحقیقی طور پر گفتگو شروع ہوگئی۔ ابھی تک فتح اسلام بھی شائع نہ ہوا تھا۔ ہر وقت مجھے اس کا خیال رہتا۔میں نے بحث کو چھوڑ دیا اور دعا کی طرف طبیعت متوجہ ہوئی۔ میں روزمرہ تہجد کی نماز پڑھ کر دعا مانگتا رہا۔ آخر طبیعت پر اس طرح اطمینان ہوا کہ جب کتاب آجائے گی پورا اطمینان ہوجائے گا۔میں اس وقت کلکٹری کے محکمہ میں کام سیکھتا تھا اور روزمرہ کچہری جاتا تھا۔منشی محمد خاں صاحب مرحوم بھی محکمہ اسسٹنٹ مجسٹریٹ میں اہلمد تھے۔منشی ظفر احمد (صاحب) عدالت مجسٹریٹی میں اپیل نویس تھے اور منشی اروڑا صاحب مرحوم مجسٹریٹی (میں) نقشہ نویس اہلمد برخاستگی عدالتوں کے وقت ہم سب مل کر واپس آیا کرتے تھے۔ فتح اسلام کا روزمرہ انتظار رہتا تھا۔ اور سب سے زیادہ مجھے انتظار تھا۔

’’ایک دفعہ منشی اروڑا صاحبؓ مرحوم قادیان تشریف لے گئے۔ ایک دن دوپہر کو بارہ بجے کچہری سے فارغ ہوکر میں منشی اروڑا صاحب کے کمرہ میں گیا جہاں پر ہم سب واپسی کے واسطے جمع ہوا کرتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ منشی اروڑا صاحب واپس آگئے تھے۔ ملاقات کے بعد میں نے کتابوں کی بابت دریافت کیا تو (انہوں نے) فتح اسلام، توضیح مرام مجھے دی میں شوق میں غرق تھا۔ فوراً اپنے کمرہ میں واپس چلا گیا۔ اور وہاں بیٹھ کر فتح

اسلام بتمام وکمال توجہ کے ساتھ پڑھی۔اس کو پڑھ کر میں کیا عرض کروں کہ میری کیا حالت ہوئی میرا ایمان ، میرا یقین اس درجہ پر پہنچا کہ گویا ایک آہنی کیل میرے قلب میں گڑ گئی - وہاں نہ کوئی ثبوت تھا - اور نہ کوئی دلیل ، نہ نظیر ، معمولی الفاظ میں دعوٰی اور اسلام اور مسلمانوں کی موجودہ حالت کا فوٹو اور ترقی اسلام کی کسی قدر تدابیر ، مگر میرا دل تھا کہ ایمان ، عرفان اور یقین سے بھر گیا - جب یہ پڑھ کر اٹھا تو دو بجے تھے راستہ میں جو ملا اس سے تذکرہ حق الیقین کے پیرایہ میں کیا - دوستوں میں اپنے یقین کا اعلان کر دیا -

''اس وقت بذریعہ خط بیعت نہیں ہوتی تھی - تاہم میں نے ایک عریضہ حضور علیہ السلام کی خدمت (میں) لکھ دیا اور دوسروں سے بحث شروع کر دی ۔ مولوی رشید احمد صاحب کو پھر خط لکھا اور اس دعوٰی کی بابت دریافت کیا - جواب آیا کہ تم اسی عقیدہ پر رہو جو خلف سلف سے چلا آتا ہے - میں نے لکھا کہ حضرت مرزا صاحب کے مرید یہ یہ ثبوت پیش کرتے ہیں کیا جواب دوں ؟ مگر پھر وہی جواب (آیا) کہ خلف سلف سے جو عقیدہ ہے ، اس کو نہ چھوڑو مگر میں نے خطوط کا سلسلہ (شروع) کر دیا - جواب آیا کہ تم ان سے بات نہ کرو اور مشکوٰۃ کی ایک حدیث کا پتہ بتلایا پھر ایک (خط) میں لکھا کہ مرزا صاحب کو جنون ہو گیا ہے ۔ یہ سب خطوط میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس بھیج دیئے حضرت صاحب سے میری خط و کتابت رہی - حضور نے تحریر فرمایا تھا کہ اگر کوئی اعتراض ہو تو لکھو تا کہ ازالۂ اوہام میں اس کا جواب دیا جائے ۔ چنانچہ میں نے کئی اعتراض حضور کی خدمت بابرکت میں تحریر کئے ۔ جن کے جواب ازالہ اوہام میں موجود ہیں - ☆

☆ خطوط وحدانی میں الفاظ (شروع) اور (خط) والا حصہ ورق وریدہ ہے ش کا ایک حصہ یعنی ''ر'' باقی ہے - ''خط'' کا لفظ سیاق وسباق کے مطابق درج کیا گیا ہے -

مضمون منشی کظیم الرحمٰن صاحب مصدقہ منجانب حضرت منشی ظفر احمد صاحب میں یہ بھی درج ہے کہ منشی حبیب الرحمٰن صاحب کا رجحان حضرت اقدس علیہ السلام کی طرف ہوا تو حضور سے منشی صاحب نے خط و کتابت شروع کر دی اور سوالات تحریر کر کے جوابات منگواتے رہے - منشی ظفر احمد صاحب نے بیعت کر لی تو ان کے ذریعہ بہت سے حالات معلوم ہوتے رہے - (۲۵)

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا کیا انجام ہوا اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریر درج ہے - حضور فرماتے ہیں -

''میں نے اپنے رسالہ انجام آتھم میں بہت سے مخالف مولویوں کا نام لے کر مباہلہ کی طرف ان کو بلایا تھا - اور صفحہ ٦٦ رسالہ مذکور میں یہ لکھا تھا کہ اگر کوئی ان میں سے مباہلہ کرے تو میں یہ دعا (باقی اگلے صفحہ پر)

''حضور لودہیانہ میں تشریف لے آئے تھے بیعت کے لئے میں جانا چاہتا مگر والد (یعنی) حاجی محمد ولی اللہ صاحب کی علالت اور دوسرے کاموں سے فرصت نہ ہوتی تھی- ایک دن خواب میں دیکھا کہ حضور پلنگ پر سرہانہ کی جانب بیٹھے ہیں۔ صحن میں میں سامنے بیٹھا ہوں اسی پلنگ پر اور آپ کی ٹانگیں دبا رہا ہوں- اس وقت میں نے دیکھا کہ آپ کی ٹانگیں مثل روئی کے نرم ہیں اور ہڈی نہیں ہے- مجھے تعجب ہو رہا ہے- میں نے عرض کیا کہ حضور! ازالہ اوہام ابھی نہیں چھپا؟ فرمایا کہ چھپ گیا ہے- کیا آپ کو ابھی نہیں ملا؟ میں نے عرض کیا (کہ) نہیں۔ حضور نے حافظ حامد علی صاحب مرحوم کو اشارہ کیا اور فرمایا کہ ازالہ اوہام کی ایک جلد لاکر ان کو دیدو۔ وہ کمرہ کی طرف گئے میں نے عرض کیا حضور! یہاں پینے کا پانی ہے؟ حضور نے حافظ نور احمد (صاحب) لدھیانوی کو فرمایا کہ ان کو پانی پلاؤ۔ حافظ نور احمد صاحب ایک پیتل کے کٹورہ میں پانی لائے۔ وہ پانی میں نے پیا بہت سرد پانی تھا پھر آنکھ کُھل گئی-

''حافظ حامد علی صاحب اور حافظ نور احمد (صاحب) سے میں واقف نہ تھا- نہ حضور نے ان کا نام لیا تھا- بلکہ بعد میں جب میں گیا تو ان کو دیکھ کر شناخت کیا کہ ان کو خواب میں دیکھا تھا- نام بھی اسی وقت معلوم ہوئے..............

''اس کے بعد مجھے پھر ایک خواب آیا (کہ) لدھیانہ کے چوڑے بازار میں ایک شخص زور سے مجھے آواز دے رہا ہے کہ جلد آؤ توقف کیوں ہے؟ اس خواب سے کشش زیادہ (سے) زیادہ ہوئی اور میں نے لودیانہ

کروں گا کہ ان میں سے کوئی اندھا ہو جائے اور کوئی مفلوج اور کوئی دیوانہ اور کسی کی موت سانپ کے کاٹنے سے ہو اور کوئی بے وقت موت سے مر جائے اور کوئی بے عزت ہو اور کسی کو مال کا نقصان پہنچے- پھر اگرچہ تمام مخالف مولوی مرد میدان بن کر مباہلہ کے لئے حاضر نہ ہوئے مگر پس پشت گالیاں دیتے رہے اور تکذیب کرتے رہے۔ چنانچہ ان میں سے رشید احمد گنگوہی نے صرف لعنتہ اللہ علی الکاذبین نہیں کہا- بلکہ اپنے ایک اشتہار میں مجھے شیطان کے نام سے پکارا ہے۔ آخر نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ تمام بالمقابل مولویوں میں سے جو باون تھے آج تک صرف بیس زندہ ہیں اور وہ بھی کسی بلا میں گرفتار، باقی سب فوت ہو گئے- مولوی رشید احمد اندھا ہوا اور پھر سانپ کے کاٹنے سے مر گیا- جیسا کہ مباہلہ کی دعا میں تھا-''(۲۶)

یہ ہے انجام تصدیق کرنے کے بعد پھر تکذیب ہی نہیں اس میں انتہا کرنے والے دوسرے متعدد افراد کی صورتِ ہلاکت کا بھی ذکر ہے- فَاعتَبِرُ وْ ایااُولی الاُ بصار!

جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام مقیم (تھے) بہت جلد جانے کا ارادہ کیا- مجھے تاریخ یاد نہیں غالباً ۹۰ء یا ۱۸۹۱ء تھا- میں نے منشی ظفر احمد (صاحب) کو اپنے ہمراہ جانے کے واسطے تیار کیا- منشی ظفر احمد صاحب رشتہ میں میرے بھائی بھی ہیں۔ میرے ہمراہ روشن علی جو عربی پڑھا ہوا اور مُسنّ آدمی تھا اور محبوب جو ایک غریب پردیسی تھا- اور ہماری مسجد میں رہتا تھا- اور ہمارے ہاں کھانا کھاتا تھا، بیعت کرنے کی غرض سے تیار ہوئے اور لودیانہ پہنچے-

''حضرت صاحب محلّہ اقبال گنج میں رہتے تھے- آپ نے ایک مکان کرایہ پر لیا ہوا تھا اور ایک مردانہ جو بالکل ملے ہوئے تھے- مردانہ مکان سے زنانہ مکان میں جانے کے واسطے بیرونی سڑک شارع عام پر سے کسی قدر چل کر جانا پڑتا تھا- زنانہ مکان کی ڈیوڑھی تھی جس کا بڑا دروازہ تھا- اس ڈیوڑھی میں قریباً بیس فٹ لمبا ایک کمرہ تھا- اس کمرہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام رہا کرتے تھے اور اس کمرہ کا ایک دروازہ زنانہ جس کا ایک دروازہ سڑک کی طرف کھلتا تھا جو سڑک سے اونچا تھا مکان کی طرف ایک چبوترہ پر کھلا ہوا تھا- اس چبوترہ پر صف بچھا کر گرمیوں میں بیٹھا کرتے تھے اور ڈیوڑھی میں بھی دروازہ تھا- اکثر جب اپنے کسی خاص خادم سے باتیں کرنی ہوتی تھیں تو زنانہ مکان کا دروازہ بند کر دیتے تھے- اور ڈیوڑھی کا دروازہ کھول دیتے تھے- اندر زنانہ مکان بہت وسیع تھا- مردانہ مکان میں ایک کمرہ اسی قدر لمبا (تھا) اور اس کا برآمدہ تھا- چبوترہ اور صحن۔ اس کمرہ کا ایک دروازہ سڑک کی طرف مگر سڑک سے اونچا- وہ دروازہ نشست برخاست کے وقت دن کو کھول دیا جاتا تھا- اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس دروازہ کے پاس بیٹھا کرتے تھے- وہ دروازہ غرب کی جانب تھا- اس طرح وہ ہی جگہ نماز کے وقت امام کی ہوتی تھی- اور آپ خود نماز پڑھایا کرتے تھے-

''ہم چاروں دوپہر کو بارہ بجے کے بعد پہنچے تھے- صحن میں چبوترہ سے نیچے دو پلنگ بچھے ہوئے تھے، ایک پلنگ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ اس طرح کہ قدم شریف زمین پر اور جوتا پہنے ہوئے تھے- اور مہندی ریش مبارک کو لگائی ہوئی تھی حافظ حامد علی صاحب مرحوم اور حافظ نور احمد صاحب بھی اس مکان میں موجود تھے ان کو میں نے کچھ دیر کے بعد شناخت کیا کہ یہ خواب والے آدمی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو میں نے دیکھ کر شناخت کر لیا۔ وہی شکل وشباہت تھی جو خواب میں دیکھی تھی- حضرت صاحب ہم سے مل کر بہت خوش ہوئے اور مجھے دیکھ کر فرمایا کہ آپ کا نام حبیب الرحمٰن ہے؟ پھر فرمایا کہ آپ کے خط آیا کرتے ہیں۔ اس کے بعد میرے والد صاحب کی طبیعت کا حال دریافت فرمایا دیر تک خاکسار سے باتیں کرتے رہے- میرے ساتھیوں کا نام بھی دریافت کیا اور کچھ بات بھی کی لیکن زیادہ تر مجھ سے ہی ہمکلام رہے پھر فرمایا کہ میں مہندی دھوآؤں اور زنانہ مکان میں تشریف لے گئے- فارغ ہو کر جلد ہی تشریف لائے ظہر کی نماز کا وقت تھا اور خود (نماز کی) امامت

کی اور ہم (لوگوں نے) جس قدر موجود تھے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی اس وقت حضور خود ہی نماز پڑھایا کرتے تھے اور لودیانہ (میں) مکان پر ہی نماز با جماعت پڑھتے تھے۔

''پھر (بعد نماز آپ) بیٹھ گئے اور اپنے دعوٰی کے دلائل اور حالات زمانہ اور ضرورت مصلح پر تقریر فرماتے رہے۔عصر کی نماز کے بعد آپ زنانہ مکان کو تشریف لے گئے میں نے منشی ظفر احمد (صاحب) کو بھیجا کہ عرض کرو کہ میں اور باقی دونوں ساتھی داخل بیعت ہونا چاہتے ہیں۔اس زمانہ میں حضور بیعت (قبول) کرنے میں بہت احتیاط فرمایا کرتے تھے۔اور ہر ایک سے جو بیعت کے لئے درخواست کرتا تھا،فرمایا کرتے تھے کہ ابھی ٹھہرو سوچ لو اور غور کر لو۔

''منشی ظفر احمد صاحب میرے کہنے پر حضور کے پیچھے ہی گئے۔اور ڈیوڑھی میں حضور سے مل گئے۔ اور میری اور باقی دونوں کی بیعت کی درخواست کے بارہ میں عرض کیا آپ نے کچھ دیر سوچ کر فرمایا میری بابت کہ یہ فہیم اور مستقل مزاج تو معلوم ہوتا ہے۔اچھا میں بیعت (قبول) کر لوں گا ان دونوں کی بابت بھی (منشی ظفر احمد صاحب نے) عرض کیا کہ وہ بھی بہت معتقد ہیں۔اور دعوٰی کے متعلق پورے طور پر ان کا اطمینان ہو گیا ہے لیکن آپ نے منظور نہیں فرمایا پھر فرمایا کہ بعد نماز مغرب میں حبیب الرحمٰن کی بیعت لوں گا قبل از نماز مغرب حضور تشریف لائے نماز پڑھائی پھر فرمایا میری طرف مخاطب ہو کر کہ تم ٹھہرو۔باقی سب باہر چلے جائیں اس زمانہ میں حضور تنہا ہو کر ایک ایک کی بیعت لیا کرتے تھے چنانچہ حضور نے خاکسار (کو) داخل بیعت کیا اور دعا کی اور پھر فوراً اٹھ کر زنانہ مکان کی طرف تشریف لے گئے۔اس وقت باقی دونوں کو بیعت میں داخل نہیں فرمایا۔

''دوسرے دن پھر ہم نے ان دونوں کی بیعت کے لئے سفارش کی پہلے تو صرف منشی ظفر احمد صاحب نے ہی عرض کیا تھا۔اب اس سفارش میں خاکسار نے بھی شرکت کی اور عرض کیا کہ روشن دین سمجھدار اور عربی پڑھا ہوا ہے۔اور دینی کتب کا مطالعہ کرتا رہتا ہے۔مسئلہ وفاتِ مسیحؑ کو خوب سمجھے ہوئے ہے۔اس پر حضور نے منظور فرما لیا کہ بعد نماز مغرب بیعت (قبول) کروں گا۔چنانچہ اس دن بعد نماز مغرب ہم سب باہر چلے آئے اور آپ کمرہ میں بیٹھے رہے پہلے محبوب کو طلب فرمایا اور داخل بیعت کیا۔اس کے بعد روشن دین کو بلایا اور بیعت لی۔

''اس وقت روشن دین پر حضور کی توجہ کا اس قدر اثر ہوا کہ (اس نے) چیخ چیخ کر رونا شروع کیا حضورؑ بیعت کے بعد فوراً ہی زنانہ مکان کی طرف تشریف لے گئے روشن دین بے تحاشا حالت ربودگی میں حضور کے عقب میں دوڑا اور روتا جاتا تھا۔ہم نے اسے روکا کچھ دیر کے بعد اس کی حالت درست ہوئی اس وقت میں نے سوچا اور

غور کیا کہ روشن دین بہت نیک اور متقی ہے کہ توبہ کا بہت اثر ہوا- اور میں اس قدر گنہگار ہوں کہ مجھ پر کچھ اثر نہیں ہوا- اس وقت میری عمر بیس سال کی تھی یا کچھ زیادہ بہت مدت تک مجھے اپنی اس حالت کا فکر رہا کہ میں بہت گنہ گار (اور) ناپاک معلوم ہوتا ہوں اور سخت دل کہ میرے اوپر رقت طاری نہیں ہوئی تھی لیکن ایک عرصہ کے بعد یہ مسئلہ میری سمجھ میں آیا- اس کے بعد ہم سب کپورتھلہ چلے آئے- حضرت صاحب قریباً تمام دن باہر بیٹھک میں تشریف رکھتے تھے- اور ہر وقت وفاتِ مسیحؑ کا ہی تذکرہ رہتا تھا- اور (حضور) دلائل (بیان) فرماتے تھے- ....چونکہ والد صاحب مرحوم بیمار تھے اس لئے میں زیادہ نہ ٹھہرا اور چوتھے دن واپس چلا آیا- ازالہ اوہام ابھی زیرِ طبع تھا-'' (قلمی کاپی- صفحہ ۲۹ تا ۳۹) ☆

حضرت اقدسؑ کی فراست کا ایک واقعہ

منشی صاحب تحریر کرتے ہیں کہ

''فراستِ مؤمنین کے تعلق میں ....عرض کرتا ہوں (کہ) جس دن بفضلہٖ تعالیٰ شانہ (میں) داخلِ بَیعت ہوا، محبوب اور روشن بھی دوسرے دن داخل بیعت ہوئے تھے- اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خاکسار کو داخل بیعت فرمانے کا تو اسی وقت ارادہ ظاہر فرما دیا تھا اور فرمایا تھا کہ یہ مستقل مزاج معلوم ہوتا ہے- لیکن (ان) دونوں کے متعلق فرمایا تھا کہ ابھی نہیں کچھ اور سوچیں لیکن ہم نے بار بار عرض کیا تو دوسرے دن ان سے بھی بیعت لے لی- میرا استقلال تو ظاہر ہے- اللہ کریم کا ہزار ہزار شکر ہے اور احسان ہے کہ اس نے ہر ایک زلزلہ کے وقت مجھے ہلاکت سے بچایا- اس زمانہ دراز میں مجھے کبھی شک کا خیال بھی نہیں آیا- دوسرا محبوب دراصل وہ جوان عمر تھا- اور مثل درویشوں کے تھا- لیکن اس کا جلد ہی انتقال ہو گیا- خدا مغفرت فرمائے-

''روشن دین کی تا مرگ یہ حالت رہی کہ بات بات پر اس کو شک ہو جاتا تھا- پہلے دن کے حالات میں چونکہ حضور زیادہ تر خاکسار سے ہی ہمکلام رہے تھے- اس نے کپورتھلہ واپس آ کر بیان کیا تھا کہ (حضور)

☆ حضرت منشی ظفر احمد صاحب کے مصدقہ مضمون رقم کردہ منشی کظیم الرحمٰن صاحب (مندرجہ الحکم ۲۸ جولائی ۱۹۳۵ء- صفحہ ۸ کالم ۲) میں خلاصۃً یہی ذکر ہے کہ حضور نے مہندی لگائی ہوئی تھی- پلنگ پر تشریف فرما تھے- منشی ظفر احمد صاحب کے کہنے پر صرف منشی حبیب الرحمٰن صاحب کی بیعت حضور نے قبول کی اور دوسرے روز دوسرے دو ساتھیوں کے بارے عرض کرنے پر ان کی بیعت بھی حضور نے قبول فرمائی اور پھر ان دونوں (بعد کے بیعت کنندگان) کے ارتداد کا ذکر کیا ہے-

امیروں کی طرف زیادہ متوجہ ہوتے ہیں اور امیروں ہی سے زیادہ کلام کرتے ہیں- اور اپنی موت سے پہلے کئی دفعہ اس نے بیعت توڑی اور پھر مانا یہ اللہ کریم کو معلوم ہے کہ اس کی موت کس حالت میں ہوئی لیکن ظاہری حالات مشکوک ہی نظر آتے ہیں'' (قلمی کاپی صفحہ۴۴و۴۵) ☆

☆ (الف) رجسٹر بیعت میں ان تینوں کی بیعت کا اندراج ایک ہی روز یعنی ۲۵ مارچ ۱۸۹۱ء میں ہے- گویا فوری طور پر اندراجات رجسٹر بیعت میں نہیں ہے-

یہ اندراجات رجسٹر بیعت میں زیر نمبر ۲۱۹ تا ۲۲۱ علی الترتیب یوں ہیں:-

''منشی حبیب الرحمٰن برادازادہ حافظ حاجی ولی اللہ صاحب اصل سکونت سراوہ ضلع پرگنہ وار دحال کپورتھلہ (پیشہ وغیرہ) حال خانہ نشیں پیشہ ملازمت''

''میاں روشن دین ولد غلامی ساکن کپورتھلہ (پیشہ وغیرہ) خانہ نشیں''

''محبوب عالم درویش نوعمر بعمر ہفتدہ سالہ ولد بڈھے شاہ ساکن کپورتھلہ (پیشہ وغیرہ) خانہ نشیں''

(باء) مندرجہ ذیل امور کی تصحیح کا ذکر کیا جاتا ہے-

۱- حیاتِ احمدؒ جلد سوم (صفحہ ۴۳ حاشیہ) میں درج ہے- کہ منشی اروڑے خاں صاحب، منشی ظفر احمد صاحب، منشی محمد خاں صاحب اور منشی حبیب الرحمٰن صاحب کی بیعت ایک ہی روز ہوئی تھی- یہ سہو ہے-

تصحیح شہادت ذیل سے ہوتی ہے-

قلمی بیان منشی حبیب الرحمٰن صاحب، مضمون منشی کظیم الرحمٰن صاحب مصدقہ منجانب منشی ظفر احمد صاحب میں مرقوم ہے کہ منشی حبیب الرحمٰن صاحب نے بیعت حضرت اقدسؑ کے دعویٰ مسیحیت کے بعد کی تھی (الحکم ۲۸؍جولائی ۱۹۳۵ء صفحہ ۸ کالم ۱و۲) و رجسٹر بیعت کے اندراجات۔ دیگر بزرگوں نے بیعت کے اولیں روز بیعت کی تھی-

۲- محولہ بالا مضمون منشی کظیم الرحمٰن صاحب میں یہ بھی ذکر ہوا ہے کہ منشی حبیب الرحمٰن صاحب کی بیعت تک غالباً اسی یا اس سے کم افراد بیعت کر چکے تھے- یہ سہو ہے-

تصحیح اس سہو کی نمبر بیعت احباب مذکورین کے اندراجات سے ہوتی ہے- جو اوپر درج ہو چکے ہیں-

۳- محولہ بالا مضمون منشی کظیم الرحمٰن صاحب میں روشن دین اور محبوب دونوں کے ارتداد کا ذکر ہے- یہ سہو ہے-

تصحیح قلمی کاپی منشی حبیب الرحمٰن صاحب کے اس بیان سے ہوتی ہے کہ صرف روشن دین مرتد ہوا

حضرت اقدسؑ کی فراست کا ایک اور واقعہ حاجی محمد ولی اللہ صاحب کا انتقال

منشی حبیب الرحمٰن صاحب بیعت کر کے لدھیانہ سے آنے کے بعد کے عرصہ سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فراست کا ایک واقعہ یوں رقم کرتے ہیں:

’’مولوی احمد علی صاحب مرحوم سہارنپوری جو ایک نیک آدمی تھے، حضرت مولوی حاجی حکیم نورالدین صاحبؓ خلیفۃ اوّل............اکثر ان کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے اور تعریف کیا کرتے تھے- ایک دفعہ فرمایا کہ ایک یا چند احادیث بخاری شریف غالباً سمجھنے کی غرض سے بہ ہیئت سادہ میں سہارنپور مولوی احمد علی صاحب کے پاس گیا وہ مسجد میں بیٹھا کرتے تھے۔ جس وقت میں گیا مولوی صاحب نہ تھے لیکن ان کے ایک فرزند تھے اور ایک اور شخص ان کے پاس بیٹھا تھا- میں نے دریافت کیا تو انہوں نے لاپرواہی سے جواب دیا کہ زنانہ مکان میں گئے ہیں۔ میں ایک طرف کو بیٹھ گیا- وہ مولوی صاحب جو ان کے فرزند تھے طبیب بھی معلوم ہوتے تھے- وہ شخص جو ان کے پاس تھا- ان سے ایک نسخہ خاص مانگ رہا تھا- اور معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس نسخہ کا دیر سے طالب تھا- اور مولوی صاحب ان کو ٹالتے رہتے تھے۔ اس دن اس نے بہت منت (کی) مگر مولوی صاحب ٹالتے ہی رہے مگر ساتھ وعدہ کرتے رہے۔ اس کے منت کرنے پر مجھے رحم آیا میں نے اس شخص سے کہا کہ اگر آپ کہیں تو وہ نسخہ میں آپ کو لکھدوں مگر اس نے کہا کہ میں تجھ سے نہیں لکھواتا اور پھر منت شروع کی- میں نے کاغذ پنسل نکال کر نسخہ لکھا اور اس شخص کی طرف ڈال دیا اور کہا کہ آپ نہ لکھائیں لیکن ہم نے تو ضرور لکھنا ہے- اس پر مولوی صاحب نسخہ دیکھ کر بہت ناراض ہوئے-

’’اتنے میں مولوی احمد علی صاحب تشریف لے آئے گو وہ میرے واقف نہ تھے- لیکن بہت محبت اور عزت سے ملے اور مصافحہ کے ساتھ ہی میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے برابر بیٹھا لیا- اور معمولی باتوں کے بعد میرے آنے کا مقصد دریافت کیا۔ میں نے بخاری شریف کی ان احادیث کے متعلق دریافت کیا اور ان کے متعلق (انہوں نے) میرا اطمینان کر دیا- میں نے اجازت چاہی لیکن انہوں نے کئی دن بعد مجھے اس طرح رخصت کیا کہ ایک نسخہ قلمی بخاری شریف کا لائے اور مجھے دیا کہ مجھے خیال تھا کہ میری اولاد میں سے تو اس کے رکھنے (کی) قابلیت کوئی نہیں

بقیہ حاشیہ: تھا محبوب موصوف منشی صاحب کا ہاں کھانا کھاتا تھا اس قرب و تعلق کی وجہ سے ان کا بیان ہی قابل قبول ہے۔ چونکہ ۱۸۹۱ء میں بیعت کے بعد محبوب نے جلد وفات پائی اور منشی کظیم الرحمٰن صاحب کی ولادت ۱۸۹۳ء کی ہے اور ہوش کی عمر بہت سال بعد میں شروع ہوئی۔ انہوں نے جو بیان کیا وہ عینی شہادت پر مبنی نہیں۔

رکھتا- میں چاہتا تھا کہ ایسے شخص کو دوں جو اس کے رکھنے (کا) شائق (ہو) اور قابلیت رکھتا ہو اور یہ بات میں آپ کے اندر پاتا ہوں- اس کے بعد میں رخصت ہوا-

''ان مولوی صاحب کا نام جو مولوی احمد علی صاحب کے فرزند تھے، حبیب الرحمٰن تھا- اور ان دنوں میں جس کا تذکرہ میں کر رہا ہوں- (وہ) مدرسہ عربی اسلامیہ میں مدرس اول تھے- چونکہ وہ طبیب بھی تھے، ہمارے ایک رشتہ دار نے لکھا کہ اگر اجازت دو تو میں ان کو حضرت قبلہ حاجی (ولی اللہ) صاحب ....کے علاج کے لئے بھیج دوں میں نے ان کو بھیجنے کے واسطے لکھا اور وہ آ گئے، بظاہر بہت خلیق تھے- انہوں نے علاج شروع کر دیا ہم نے حضرت صاحب کے دعویٰ کے متعلق بھی ان سے گفتگو شروع کر دی۔ مولوی صاحب نے حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے کا اشتیاق ظاہر کیا ہم بھی یہ ہی چاہتے تھے ان کی رخصت ختم ہوئی تو انہوں نے واپسی کا ارادہ کیا کہ بعد حصول رخصت اور دوسرے کاموں سے فارغ ہو کر میں جلد واپس آ جاؤں گا-

حضرت مسیح موعود علیہ السلام لودیانہ میں ہی تھے- ہم نے ان کو راستہ میں حضرت صاحبؑ کی خدمت میں چند گھنٹہ کے لئے اترنے کے لئے کہا جو انہوں (نے) شوق کے ساتھ منظور کیا- جب وہ روانہ ہوئے تو بندہ خاکسار اور منشی ظفر احمد صاحب بھی لودیانہ تک ساتھ ہوئے اور حضرت صاحب سے ملایا- ۵-۶ گھنٹہ وہ حضرت صاحب کے پاس رہے حضرت نے ان کے سامنے اپنا دعویٰ کھول کر مع دلائل کے جو اس وقت تک پیدا کر چکے تھے، بیان فرمائے۔ وہ ہر ایک بات کو منظور اور قبول کرتے رہے- اور آپ کی بات کی تصدیق کرتے رہے- ایک ایسے عالم کا مصدق بن جانا ہماری خوشی کا باعث ہوا- ان کی عدم موجودگی میں میں نے عرض کیا کہ حضور! یہ مولوی صاحب تو مانتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ یہ بالکل نہیں مانتے۔ ایک ایسا عالم اور فاضل ہو اور یہ دعویٰ سن کر ایک اعتراض بھی نہ کرے بلکہ جو بات بھی پیش کی جاوے بلا کسی تردید اور بحث کے مان لے ایسا نہیں ہو سکتا- یہ منافقانہ حالت ہے- ابتدائی زمانہ تھا اور ایمان کا معاملہ تھا میں نے اور منشی ظفر احمد (صاحب) نے آپس میں کہا کہ یہ تو بدگمانی ہے- مولوی صاحب نے صاف الفاظ میں تصدیق کی ہے-

''غرض ہم کپورتھلہ چلے آئے اور مولوی صاحب بھی ایک دو یوم کے بعد سہارنپور سے کپورتھلہ پہنچ گئے- مولوی صاحب کو اسی مکان میں ٹھہرایا ہوا تھا- جہاں میری نشست تھی- مولوی (صاحب) ہمارے سامنے حضرت صاحب کی بے حد تعریف کرتے تھے- اور دعویٰ کو بالکل تسلیم کرتے تھے..............غیر احمدی بھی مولوی صاحب کے پاس آ کر بیٹھا کرتے تھے- ہم کو معلوم ہوا کہ مولوی صاحب ہمارے سامنے تو حضرت صاحب کی تصدیق اور تعریف کرتے ہیں لیکن ہماری غیر موجودگی میں غیر احمدیوں کے ہم خیال ہو کر برا (بھلا) کہتے ہیں- اور

استہزاء کرتے ہیں- اس لئے ہم نے چھپ کر سنا اور کئی موقعے ایسے پیدا کئے کہ ان کو معلوم ہو کہ (وہاں) ہم میں سے کوئی نہیں ہے- اور غیر احمدی ان کے پاس ہوتے تھے- ہم اس وقت (ساتھ) کے کمرہ میں خاموشی سے ان کی باتیں سنتے تھے- تب ہم کو ان کی منافقت کا حال معلوم ہوا- ہم نے توبہ کی اور یہ تمام حال حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کیا۔ دراصل فراست مومنین کی ضرور ہوتی ہے- دو چار یوم کے بعد ہی حضرت والد صاحب نے انتقال کیا اور اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے'' (قلمی کاپی صفحہ ۳۹۔۴۴)

اس سفرِ لدھیانہ کا ایک اور واقعہ

منشی صاحب اسی سفر کے سلسلہ میں تحریر کرتے ہیں کہ

''اسی وقت کا یہ واقعہ ہے کہ میں اپنے (ایک) رشتہ دار کے ہاں مقیم تھا- وہ رشتہ میں میرے چچا تھے- رات کو مجھے معلوم ہوا کہ ان کی نواسی (کو جس کی) سات آٹھ سال عمر (تھی)...............سخت تپ ہے اور (وہ) بے ہوش ہے-لیکن انہوں نے مجھ سے تذکرہ نہیں کیا کیونکہ ان دنوں میں طاعون کا چرچا تھا- ان کو خیال تھا کہ اس کو طاعون ہو گیا ہے- ایک طبیب بھی ان کے ہاں رہا کرتا تھا اور......................مطب کرتا تھا-............ان سے اشارہ سے تذکرہ کرتے رہے مگر میں نہ سمجھا..........(انہوں نے) لڑکی کو لا کر طبیب کو دکھایا۔ اس نے خاموشی سے ان کو کہا۔ اس کو ضرور طاعون ہو گیا ہے- ان کے اشاروں سے مجھے بھی شک ہو گیا- وہ جانتے تھے کہ اگر اس کو معلوم ہو گیا کہ لڑکی کو طاعون ہو گیا ہے-تو ہمارے گھر سے چلا جائے گا- کیونکہ مجھے (اس بارے میں) بہت وہم سا تھا- اور (میں) بہت احتیاط کرتا تھا..............طبیب صاحب تو چلے گئے ....میں نے ان سے دریافت کیا کہ لڑکی کو کیا شکایت ہے-لیکن انہوں نے معمولی سی بات کہہ کر ٹال دیا۔ پھر میں نے کہا کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اور حکیم صاحب کو خیال ہے کہ اس کو طاعون ہو گیا ہے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ سب علامات موجود ہیں۔ تپ بھی ویسا ہی ہے- اور بن ران میں گلٹی نکلی ہوئی ہے-

''میں نے ان سے کہا کہ یہ غلط ہے۔ اس گھر میں رہ کر آپ کو یا آپ کے گھر کے کسی آدمی کو طاعون نہیں ہو سکتا۔ یہ مکان جس میں منصف صاحب (یعنی میرے چچا) رہتے تھے- وہی مکان تھا جس میں حضرت صاحب سالہا سال رہے تھے۔ میں نے کہا کہ یہاں رہنے والوں کو طاعون نہ ہوگا پھر میں نے کہا کہ میں لڑکی کو دیکھوں گا- اندر گیا تو (اس کی والدہ) متفکر تھی لڑکی کا تپ دیکھا- گلٹی دیکھی اس کی والدہ سے دریافت کیا کہ اس کو چوٹ تو نہیں آئی کیونکہ اس کا انگوٹھا پیر کا کچھ ورم کیا ہوا تھا۔ پھر معلوم ہوا کے ایک دن پہلے وہ زینہ سے گر گئی تھی اور پیر میں

چوٹ آئی تھی تب سب کو یقین ہو گیا کہ یہ گلٹی اس چوٹ کے باعث ہے۔ پھر وہ تپ کا علاج کرنے لگے۔ میں تو حضرت صاحب کے پاس چلا آیا وہ بھی نیاز حاصل کرنا چاہتے تھے۔ میں ان سے کہہ گیا تھا کہ آپ وہاں آ جائیں جب وہ حضرت صاحب کی فرودگاہ پر آئے تو مجھ سے کہا کہ تم سچ کہتے تھے۔ لڑکی کو طاعون نہیں ہے۔ اس کو اب چیچک نمودار ہوگئی ہے۔" (قلمی کاپی صفحہ ۴۸و۴۹)

زیارتِ حضرت اقدسؑ کا وفورِ شوق

منشی حبیب الرحمٰن صاحب بکثرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ قادیان کے علاوہ جالندھر، لدھیانہ، امرتسر میں اور تمام مقدمات کی پیشیوں کے مواقع پر بہت سے مواقع کا ذکر اسی تالیف میں آیا ہے۔

منشی کظیم الرحمٰن صاحب بیان کرتے ہیں کہ حاجی محمد ولی اللہ صاحب کی وفات کے بعد والد صاحب کو شرکاء اور کاشتکاروں کی طرف سے اپنے اصلی وطن اور ریاست کپورتھلہ میں مقدمات میں الجھایا گیا۔ جس کی وجہ سے آپ شب و روز بھاگ دوڑ میں رہتے تھے۔ ان مصروفیتوں کے باوجود حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کو یاد رہتے تھے۔ آپ اکثر عیدین قادیان میں پڑھتے تھے۔ حضور کے تمام مقدمات کی پیشیوں کے موقع پر آپ حاضر ہوتے تھے۔

"حضور کے زمانہ میں قادیان آنے کے لئے کوئی خاص وجہ ہی محرک نہ ہوتی تھی۔ بلکہ بیٹھے بیٹھے جب حضور کی یاد نے جوش مارا، دارالامان کی (طرف) روانگی ہوگئی اور جب دربارِ نبوت سے اجازت ہوتی، واپس جاتے" ☆

بٹالہ اور قادیان کے درمیان کا گیارہ میل کا فاصلہ سفر کے لحاظ سے بہت کٹھن تھا۔ چنانچہ منشی حبیب الرحمٰن صاحب کا بیان ہے کہ:

☆ مضمون منشی کظیم الرحمٰن صاحب تصدیق شدہ منجانب حضرت منشی ظفر احمد صاحب (الحکم ۷/اگست ۱۹۳۵ء صفحہ ۷۔ کالم ۳ و ۲۱/اگست۔ صفحہ ۷ کالم ۲)

منشی حبیب الرحمٰن صاحب نے بواسطہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب بتایا کہ حضرت منشی ظفر احمد صاحب، حضرت میاں محمد خاں صاحبؓ، حضرت منشی اروڑے خاں صاحبؓ وغیرہم، سب باہمی مشورہ سے اکٹھے قادیان جاتے تھے جب میں کپورتھلہ سے حاجی پور منتقل ہو گیا تو بھی کرتارپور کی ٹرین کی بابت اطلاع دیدی جاتی اور میں حاجی پور سے روانہ ہو کر ان کا ہم سفر پھگواڑہ سے ہو جاتا۔

''ابتدائی زمانہ میں سواری قادیان سے بٹالہ کو جانے کے واسطے بہت دقّت (تھی) صرف ایک یکہ قادیان میں تھا اور وہ بھی باقاعدہ نہیں چلتا تھا - کئی دفعہ پیدل آنا جانا ہوتا تھا۔ جب کوئی مہمان رخصت کے لئے اجازت طلب کرتا تو (حضرت صاحبؑ) ضرور دریافت فرماتے کہ (سواری کا[1]) انتظام ہو (گیا[2]) ہے؟ ہم اجازت ہی اس وقت لیتے تھے - جب (سواری کا[3]) (انتظام ہو جاتا) یا پیدل چلنے کا (ارادہ ہو جاتا اور عرض کی جاتی) کہ (روانگی ہے[4]) تو حضور (روانگی[5]) سے پہلے (فرماتے[6]) کہ ذرا ٹھہریں (کھانا کھا[7]) (کر جائیں اور کھانا بھجواتے) اور (کھانے وغیرہ[8]) (کے بعد) تشریف لاتے اور کچھ (فاصلہ) (تک تشریف لے جاتے)''☆☆☆

منشی حبیب الرحمٰن صاحب بیان کرتے ہیں۔

ا۔ جب بھی میں قادیان جاتا تو اولین تڑپ میری یہ ہوتی کہ حضرت اقدسؑ کی زیارت مجھے میسر آ جائے تا طبیعت کا اضطراب دور ہو جائے۔ جب بھی حضور کو اطلاع ہوئی یا کچھ تحائف پھل اور پان وغیرہ اندرون خانہ بھجوانے کی وجہ سے حضور کو میرے آنے کا علم ہوا تو حضور مجھے اندر بلوا لیتے تھے - متعدد مرتبہ ایسا ہوا اور پھر میں دیر تک حضور کی صحبت سے فیض یاب ہوتا۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوا کہ صرف حضور اور میں دونوں سیر کے لئے گئے ہیں - (روایت بواسطہ شیخ خلیل الرحمٰن صاحب)

☆ قلمی کاپی (صفحہ ۷۵)

یہ ورق دریدہ ہے اس لئے جن الفاظ کا اندازہ سیاق وسباق سے ہو سکا ان کو خطوط وحدانی میں درج کر دیا ہے البتہ جس جس لفظ کا کچھ کچھ حصہ موجود ہے ان پر نمبر ا تا ۹ درج کر کے ذیل کی تفصیل درج کی جاتی ہے۔

تھوڑا حصہ جو موجود ہے	تکمیل کردہ الفاظ
سوا	ا۔سواری کا
ً ا	۲۔گیا
سوا ے	۳۔سوارے کا (یعنی سواری کا)
روانگی آ	۴۔روانگی ہے تو
انگی	۵۔روانگی
فر	۶۔فرماتے
کھ ا	۷۔کھانا کھا
ا غیرہ	۸۔کھانے وغیرہ
کو فا	۹۔کچھ فاصلہ

۲-آمد کی اطلاع ہونے پر حضور کبھی ذرا توقف سے موسم کے مطابق شربت یا چائے اٹھائے ہوئے شگفتہ چہرہ اور ہشاش بشاش باہر تشریف لے آتے اور کبھی مصروفیت کی وجہ سے آنے سے پہلے کسی کے ہاتھ شربت یا چائے بھجوا دیتے اور بوقت ملاقات خوشی کا اظہار فرماتے۔ جب خدام واپسی کی اجازت چاہتے تو حضور فرماتے ابھی اور ٹھہر یئے خدام حضور پر پروانہ وار قربان تھے- اور حضور کی باتیں سننے کے بھوکے تھے- حضور کا خدام سے سلوک بھی بے حد محبت کا تھا- (روایت بواسطہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب)

۳-ایک دفعہ میں قادیان گیا ہوا تھا- متواتر چار دن بارش ہوتی رہی۔ بارش بند ہوئی تو حضور سے فجر کے بعد میں نے اجازت حاصل کی۔ بٹالہ جانے کے لئے حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ نے ایک ٹمٹم کرایہ پر لی اور خواجہ جمال الدین صاحب☆ اور میں نے بھی ایک ٹمٹم کرایہ پر لی۔ صبح کو ہم مصافحہ کے لئے حاضر ہوئے تو حضور نے فرمایا ذرا ٹھہر یئے میں ابھی آتا ہوں عرض کیا گیا کہ پانی ہی پانی ہے- حضور تکلیف نہ فرمائیں مگر حضور نے یہ بات قبول نہ کی۔ اندر تشریف لے گئے اور فوراً ہمارے لئے چائے بھجوائی۔ ہم نے پی لی پھر حضور تشریف لائے اور پا پیادہ ہمارے ساتھ خاکروبوں کے محلّہ تک تشریف لے گئے۔ اس سے آگے بارش کا پانی بہت زیادہ تھا- میر صاحب تو ٹمٹم میں سوار ہو گئے حضور نے فرمایا کہ پیدل چلنا چاہیئے پانی ہونے کی وجہ سے تمام راستہ مخدوش ہے- ہم نے دھوتیاں باندھی ہوئی تھیں۔ خواجہ صاحب نے کہا کہ میں تو تیا رہوں لیکن منشی صاحب زیادہ پانی سے ڈرتے ہیں- میں نے عرض کی کہ میں پانی سے بہت ڈرتا ہوں اور کبھی ٹخنے ٹخنے پانی تک میں بھی مَیں نہیں چلا- حضور واپس تشریف لے گئے- تھوڑی دور جا کر ہماری ٹمٹم غڑاپ سے کسی جوہڑ میں پانی میں گر گئی- ایک پہیہ پانی سے باہر تھا۔ ہم دونوں اترے اور پا پیادہ بٹالہ پہنچے-

۴-ایک دفعہ میں قادیان گیا- میرا قیام گول کمرہ میں تھا۔ دو تین دن کے قیام کے بعد حضور سے اجازت چاہی گئی- حضور نے فرمایا ٹھہرو۔ سو میں ٹھہرا رہا اور جب چھ سات روز ہو گئے تو صبح کے وقت اجازت چاہی فرمایا- ٹھہر یئے میں ابھی آتا ہوں- منشی ظفر احمد صاحب اور غالباً منشی اروڑے خاں صاحب بھی ساتھ تھے- ہم نے تیاری شروع کر دی حضور تھوڑی سی دیر میں اندرون خانہ سے کافی ناشتہ لے کر گول کمرہ میں تشریف لائے۔ ایک سینی میں گرم گرم پراٹھے تھے اور ایک بڑے سے لوٹے یا جگ میں پانی یا لسی تھی- ہم کھڑے ہو گئے اور یہ سب کچھ حضور کے ہاتھوں سے پکڑ لیا اور معذرت کی لیکن حضور نے فرمایا نہیں۔ کوئی حرج نہیں یہ میرا فرض ہے، آپ شروع کریں میں

☆ خواجہ کمال الدین صاحب لاہور کے برادر خواجہ جمال الدین صاحب جموں میں ملازم تھے (مولف اصحابِ احمدؑ)

ابھی آیا- ہم بہت شرمسار ہوئے کہ حضور خود ہماری خدمت کر رہے ہیں- ہم ناشتہ سے فارغ ہوئے تو حضور پھر تشریف لائے ہم نے ہر چند کوشش کی کہ ہم خالی برتن پہنچا دیں لیکن حضور نے یہ بات قبول نہ کی اور خود برتن واپس لے گئے اور فرمایا- ٹھہرئیے- میں ابھی آیا- اور پھر چوغہ پہن کر اور چھڑی لے کر تشریف لائے اور فرمایا آئیے- ہمارا سامان یکہ میں تھا- حضور تقریر کرتے ہوئے ہمارے ساتھ پیدل نہر کے پل تک تشریف لے گئے اور ہمیں یکہ پر سوار کرا کے رخصت کر کے واپس ہوئے- ہم غلام اپنے آقا کی اس غلام نوازی پر بے حد شرمندہ تھے-

۵- مولوی محبّ الرحمٰن صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ والد صاحب ظہر کے وقت قادیان پہنچے اور نماز ظہر میں مسجد مبارک میں شریک ہوئے- نماز کے بعد اندرون خانہ جاتے ہوئے حضور پاس سے گذرے تو والد صاحب نے سلام عرض کیا- حضور نے آواز پہچان کر آپ کو دیکھا اور پاس ہی کچھ دیر تشریف فرما ہوئے اور حال وغیرہ دریافت کیا- پھر فرمایا کہ ابھی تو آپ ٹھہریں گے اور پھر اسلام علیکم کہہ کر اندر تشریف لے گئے- ☆

اخبارات سلسلہ میں بھی آپ کی آمد قادیان کا ذکر ہے- چنانچہ

(۱) زیر عنوان ''دارالامان کا ہفتہ'' قادیان میں اس ہفتہ آنے والے گیارہ احباب میں ''حاجی پور پھگواڑہ (سے آنے والے) جناب حبیب الرحمٰن صاحب رئیس'' کا نام شامل ہے- اس وقت جلسہ سالانہ کے لئے احباب کی آمد شروع ہو گئی تھی اور یہاں مرقوم ہے کہ بوجہ کثرت احباب اب ان کے نام درج نہ کئے جا سکیں گے- اور صرف شہروں کے نام دیئے جا سکیں گے- چنانچہ (مشرقی) افریقہ کے علاوہ سیالکوٹ مالیر کوٹلہ، امرتسر، امروہہ (یو- پی) اور جموں کے نام درج کئے گئے ہیں-

۲- زیر عنوان ''امام الزمان کی ڈائری'' ۳/ اکتوبر ۱۹۰۲ء کے بارے رقم ہے کہ

''آج جمعہ کا دن ہے- حضرت اقدسؑ کا معمول ہے کہ جمعہ کو سیر کو تشریف نہیں لے جاتے بلکہ نماز جمعہ کی تیاری کے لئے مسنون طریق پر غسل، حجامت، تبدیلی لباس، حنا وغیرہ امور میں مصروف رہتے ہیں- اس لئے تشریف نہیں لے گئے- جمعہ سے پیشتر ندوہ کے لئے ایک اشتہار لکھا جو کل..... عصر کے وقت......، صرف ایک صفحہ کا تجویز کیا تھا- مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلم اور کلام میں وہ قوت اور روانگی× دی ہے- کہ جو اعجازی رنگ سے رنگین ہے- اس لئے بجائے ایک صفحہ کے کئی صفحے ہو گئے-

---

☆ مولوی محبّ الرحمٰن صاحب بیان کرتے ہیں کہ یہ واقعہ میرے سامنے کا غالباً ۱۹۰۳ء کا ہے- میں اس وقت قادیان میں آٹھویں جماعت میں زیر تعلیم تھا-

× سہو کتابت- صحیح لفظ ''روانی'' ہے (مولف اصحاب احمدؑ)

''جمعہ کی نماز کے لئے آپ ایک بجے سے کچھ منٹ پہلے تشریف لے گئے۔ منشی حبیب الرحمٰن صاحب نمبردار حاجی پور بھی آپ کے ساتھ تھے.................ٹھیک ایک بجے حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سلمہٗ ربہ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے۔''☆

اس عنوان کے آخر پر حضرت عرفانی صاحبؓ کے ذیل کے بیانات درج کرنے مناسب ہیں جن سے اصحاب کپورتھلہ کے مقام رفیع کا علم ہوتا ہے- اور یہ بھی کہ شوق ملاقات کا کیسا جذبہ ان کے پاک دلوں میں موجزن تھا- آپ رقم فرماتے ہیں کہ

''کپورتھلہ کی جماعت کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک ایسا تعلق محبت و اخلاص کا تھا کہ حضرت اقدسؑ نے انہیں تحریری بشارت دی کہ تم جنت میں میرے ساتھ ہو گے-

''کپورتھلہ کے احباب ہمیشہ موقع کی تلاش میں رہتے- جونہی ۞ فرصت ہوئی خواہ وہ ایک ہی دن کی ہوتو وہ دیوانہ وار قادیان کو بھاگتے تھے- اور جس قدر وقت بھی میسر آتا حضرت کی صحبت میں رہتے اور اسے اپنی زندگی کا بہترین حصہ یقین کرتے- یہ لوگ حضرتؑ کی محبت میں اس قدر محو تھے کہ وہ آپ کے چہرہ کو تکنا اور (اپنے) اخلاص کو بڑھانا ہی اپنی زندگی کا مقصد سمجھتے رہے..........اہم واقعات کے متعلق ان کی روایات نہایت ثقہ اور صحیح ہیں-''

''(حضرت منشی اروڑے خاں صاحبؓ) فرمایا کرتے کہ جب ہم کپورتھلہ سے آتے تو آتے ہی حضرت اقدسؑ کو اطلاع کرتے تھے-''(۲۷)

''مخلصین کپورتھلہ'' کے متعلق حضرت عرفانی صاحبؓ یہ بھی رقم فرماتے ہیں کہ ''عشق و محبت کے یہ پروانے ذرا فرصت پاتے تو قادیان پہنچ جاتے...........جہاں حضرت جاتے یہ ساتھ جاتے''۞

نیز حضرت منشی ظفر احمد صاحب کی وفات پر اپنے مضمون میں تحریر فرماتے ہیں کہ

''یہ لوگ طبیعت میں جب بے کلی محسوس کرتے، دیوانہ وار بھاگے چلے آتے تھے- حضرتؑ کو دیکھ لیا- کچھ باتیں سن لیں زندگی کی نئی روح لے کر واپس چلے گئے''(۲۸)

''احباب کپورتھلہ جب بھی اپنے دل میں ایک جوش پاتے فوراً قادیان چلے آتے، انہوں نے کبھی یہ سوچا ہی نہیں

☆ الحکم ۱۰؍اکتوبر ۱۹۰۲ء (صفحہ ۱۵ کالم ۱و۲)

خلافتِ ثانیہ میں ایک موقع پر ایک ہفتہ میں آنے والے ڈیڑھ درجن مہمانوں میں ''حبیب الرحمٰن صاحب رئیس حاجی پور'' کا نام نامی مرقوم ہے (الفضل ۲۰؍اگست ۱۹۲۵ء زیر مدینۃ المسیح)''

۞ اصل سہو کتابت سے ''یونہی'' مرقوم ہے۔ (مؤلف اصحابِ احمد)

۞ مکتوباتِ احمدیہ جلد پنجم نمبر پنجم صفحہ ۵۳، مراد یہ ہوگا کہ اکثر ایسا ہوتا ہوگا۔

تھا (کہ) اس راہ میں کسی قسم کا نقصان بھی ہوتا ہے یا ہوسکتا ہے - انہوں نے عملی طور پر دین کو دنیا پر مقدم کرلیا تھا - (۲۹)

بیعت مولوی غلام نبی صاحب خوشابی

منشی حبیب الرحمٰن صاحب نے بواسطہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب بیان کیا کہ:

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عرصہ قیام لدھیانہ میں مَیں بھی حضور کے قدموں میں حاضر تھا - وہاں بڑی مخالفت ہوئی ۔ ایک مولوی اپنے عناد کی وجہ سے ہر ہر گلی میں تھوڑی تھوڑی دور آپ کے خلاف ہرزہ سرائی کرتا تھا - ایک روز وہ اس کوچہ میں بھی آ گیا - جس میں حضور کا قیام تھا اس مکان کی بیٹھک سڑک کے کنارہ پر تھی اور زنانہ حصہٴ مکان عقب میں تھا - اور زنانہ حصہ سے بیٹھک کے اندر جانے کے لئے سڑک پر سے گذرنا ہوتا تھا - اتفاق ایسا ہوا کہ جب وہ مولوی اس کوچہ میں باتیں کررہا تھا تو حضور عقبی حصہ مکان سے بیٹھک کی طرف تشریف لا رہے تھے ۔ جب اس مولوی نے برکاتِ انوارِالٰہیہ سے روشن حضور کے روئے مبارک کو دیکھا تو تاب نہ لا سکا اور ایسا معجزانہ تصرف الٰہی ہوا کہ یا تو وہ حضور کے برخلاف کئی روز سے بول رہا تھا - یا حضور کا مبارک چہرہ دیکھتے ہی فوراً حضور پرنور کی طرف لپکا اور تقریر وغیرہ سب بھول گیا - حضور نے مصافحہ کو اپنا ہاتھ دے دیا - وہ حضور کا ہاتھ پکڑے پکڑے حضور کے ساتھ ہی بیٹھک کے اندر داخل ہوگیا اور پاس بیٹھ گیا اور عقیدت کا اظہار کرنے لگا ۔ اس کے تمام ساتھی باہر گلی میں کھڑے اس ماجرا کو دیکھ کر حیران وششدر رہ گئے اور باہر کھڑے انتظار کرتے رہے - مگر مولوی صاحب تھے کہ اندر سے باہر ہی نہ آتے تھے - ادھر مولوی صاحب تائب ہوکر آپ پر ایمان لے آئے اور ان کی درخواست پر حضرت اقدس نے ان کی بیعت قبول فرمائی ۔ ان کے ساتھیوں نے جو برابر باہر انتظار میں تھے، غالباً مولوی صاحب کو بلانے کے لئے اندر پیغام بھی بھیجا مگر یہاں سماں ہی اور تھا - یہ علم ہونے پر کہ مولوی صاحب نے تو بیعت بھی کرلی ہے - ان کے تمام ساتھی مولوی صاحب کو گالیاں دیتے ہوئے منتشر ہو گئے اور پھر کسی نے مولوی صاحب کا ساتھ اختیار نہ کیا -

یہ بزرگ حضرت مولوی عبدالغنی صاحب المعروف مولوی غلام نبی خوشابیؓ تھے - آپ کے اس واقعہ بیعت کو حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ نے زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے - آپ نے جو کچھ تحریر فرمایا اس کا ملخص یہ ہے -

لدھیانہ میں ۱۸۹۱ء میں حضرت اقدس علیہ السلام کے قیام کے زمانہ کی بات ہے کہ علمائے لدھیانہ اور مولوی غلام نبی صاحب خوشابی جو ایک جید عالم اور واعظ خوش بیاں تھے - مخالفت میں دیوانہ ہورہے تھے - مولوی

صاحب کی وہاں دھوم مچ گئی اور جا بجا ان کے علم و فضل کا چرچا ہونے لگا- ہر وعظ میں مولوی صاحب حضرت مسیحؑ کے بارے میں آیتوں پر آیتیں اور حدیثوں پر حدیثیں پڑھنے لگے۔ایک روز ان کا اس محلّہ میں وعظ تھا جس میں حضرت اقدسؑ قیام رکھتے تھے- اس وعظ کے سننے کے لئے ہزاروں آدمی جمع تھے۔مولوی محمد حسن،مولوی شاہ دین، مولوی عبد العزیز،مولوی محمد،مولوی عبداللہ صاحبان اور دو چار اور مولوی صاحبان جو بیرون سے مولوی غلام نبی صاحب کی علمی لیاقت و شہرت کو دیکھنے کے شوق میں آئے تھے،اس خاص وعظ میں حاضر تھے- اس وعظ میں مولوی غلام نبی صاحب نے اپنا سارا علم ختم کر دیا اور تحسین و آفرین اور مرحبا کے نعرے بلند ہو رہے تھے جو ہمارے کانوں تک پہنچ رہے تھے- اور ہم پانچ چار آدمی چپکے بیٹھے تھے-

حضرت اقدسؑ زنانہ میں ایک کتاب کا مسودہ تیار کر رہے تھے- مولوی صاحب وعظ میں پوری مخالفت کا زور لگا کر چلے اور ان کے ساتھ ایک جم غفیر اور مولوی صاحبان تھے- اور ادھر سے حضرت اقدسؑ مردانہ مکان میں جانے کے لئے زنانہ مکان سے نکلے تو مولوی صاحب سے سامنا ہو گیا- اور خود حضرت اقدسؑ نے السّلام علیکم کہہ کر مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا- اور مولوی صاحب نے جواب دیتے ہوئے مصافحہ کیا- خدا جانے اس مصافحہ میں کیا برقی قوت تھی اور کیا مقناطیسی طاقت اور روحانی کشش کہ یدُاللہ سے ہاتھ ملاتے ہی مولوی صاحب ایسے از خود رفتہ ہوئے کہ کچھ چون و چرا نہ کر سکے اور ہاتھ میں ہاتھ دیئے سیدھے مردانہ مکان میں ساتھ ہی چلے گئے اور سامنے دوزانو ہو کر بیٹھ گئے-

باہر سامعین اور مولوی حیرت زدہ تھے اور باہم گفتگو کرتے تھے- ایک نے کہا ارے! یہ کیا ہوا- مولوی صاحب نے یہ کیا حماقت کی کہ مرزا صاحب کے ساتھ چلے گئے- دوسرے نے کہا- مرزا جادوگر ہے- خبر نہیں کیا جادو کر دیا ہوگا- تیسرے نے کہا مولوی صاحب دب گئے۔ مرزا صاحب کا رعب بڑا ہے۔ چوتھے نے کہا- اجی! مرزا صاحب نے جو اتنا بڑا دعوٰی کیا ہے- مرزا خالی نہیں ہے- کیا یہ دعوٰی ایسے ویسے کا ہے؟ پانچواں بولا مرزا روپیہ والا معلوم ہوتا ہے- مولوی لالچی ہوتے ہیں- مرزا صاحب نے کچھ لالچ دیدیا ہوگا۔بعض نے یہ کہا کہ مولوی صاحب عالم فاضل ہیں- مرزا کو سمجھا کے اور توبہ کرا کے آئیں گے۔کسی نے کہا کہ یہ ٹھیک ہے اور ایسا موقع ملاقات اور نصیحت کرنے کا بار بار نہیں ملتا- عام لوگ یہ کہتے تھے کہ مولوی پھنس گیا اور پھنس گیا خواہ طمع میں،خواہ علم میں خواہ کسی اور صورت سے۔مرزا بڑا چالاک اور علم والا ہے- مولوی صاحبان یہ کہتے تھے کہ مولوی صاحب مرزا سے علم میں کم نہیں- لالچی نہیں- صاحب روزگار ہیں اللہ اور رسول کو پہچانتے ہیں- فاضل ہیں،مرزا کی خبر لینے گئے ہیں دیکھنا تو سہی مرزا کی کیسی گت بنتی ہے مرزا کو نیچا دکھا کے آئیں گے۔

ادھر مولوی غلام نبی صاحب مکان کے اندر خاموش بیٹھے تھے اور انہوں نے پوچھا کہ حضرت! آپ نے وفاتِ مسیح کا مسئلہ کہاں سے لیا ہے؟ فرمایا- قرآن شریف، حدیث اور علمائے ربانی کے اقوال سے (مولوی صاحب کے دریافت کرنے پر) دو آیات یا عیسٰی انیّ متوفیک اور فلمّا تو فّیتنی والی دکھائیں اور بتایا کہ توفّیت اوریوُ فی دو الگ الگ باب سے ہیں آپ غور کریں۔ مولوی صاحب دو چار منٹ سوچ کر کہنے لگے کہ معاف فرمایئے آپ نے جو فرمایا وہ صحیح ہے قرآن مجید آپ کے ساتھ ہے-حضور نے پوچھا کہ جب قرآن مجید ہمارے ساتھ ہے تو آپ کس کے ساتھ ہیں- اس پر مولوی صاحب کے آنسو جاری ہو گئے- اور ان کی ہچکی بندھ گئی اور انہوں نے عرض کیا کہ یہ خطا کار بھی حضور کے ساتھ ہے۔ جب دیر ہوگئی تو لوگ آواز پر آواز دینے لگے کہ مولوی صاحب! باہر تشریف لایئے! پھر بھی مولوی صاحب نے جواب نہ دیا تو لوگ بہت چلائے- مولوی صاحب نے کہلا بھیجا کہ میں نے حق پا لیا- اب میرا تم سے کچھ کام نہیں۔ اگر تم اپنا ایمان سلامت رکھنا چاہتے ہو تو تائب ہو کر اس امام کو مان لو- میں اس امام صادق سے کس طرح الگ ہوسکتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کا اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا موعود ہے-جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام بھیجا-

سلام کا ذکر کر کے مولوی صاحب نے حدیث پڑھی پھر حضرت اقدسؑ کی طرف متوجہ ہو کر دوبارہ پڑھی اور پھر عرض کیا کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق میں اس وقت حضورؑ کا سلام کہتا ہوں اور پھر دوبارہ بھی سلام کیا۔ حضرت اقدسؑ نے اس وقت عجیب آواز سے وعلیکم السلام فرمایا کہ دل سننے کی تاب نہ لائے اور مولوی صاحب نے کہا کہ اولیاء وعلماء امت اس انتظار میں چل بسے اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا۔ یہ غلام نبی اس کو کیسے چھوڑے۔ یہی مسیح موعود اور امام مہدی موعود ہیں- اور مسیح ابن مریم مر گئے بلا شک مر گئے- وہ نہیں آئیں گے آنے والے آ گئے، آ گئے بے شک وشبہ آ گئے-

لوگوں کو مولوی صاحب نے کہا کہ تم جاؤ یا میری طرح حضرت اقدسؑ کے مبارک قدموں میں گر و تا کہ نجات پاؤ-منتظر لوگوں کو جب یہ جواب ملا تو کیا مولوی ملاّ اور کیا خاص وعام سب کی طرف سے کافر کافر کا شور بلند ہوا اور وہ گالیوں کی بوچھاڑ کرتے ہوئے منتشر ہو گئے۔ پھر مولویوں کی طرف سے مولوی غلام نبی صاحب کو مباحثہ کے پیغام آنے لگے اور بعض کی طرف سے پھسلانے کے لئے کہ ہماری ایک دو بات سن جاؤ لیکن مولوی صاحب نے جواباً یہ شعر پڑھا۔

حضرت ناصح جو آئیں دیدہ و دل فرش راہ
کوئی مجھ کو یہ تو سمجھائے کہ سمجھائیں گے کیا

مولوی صاحب نے مباحثہ کرنا قبول کر لیا لیکن مباحثہ کے لئے کوئی نہ آیا- پھر مولوی صاحب نے ایک

اشتہار شائع کیا کہ میں مباحثہ کرنے کو طیار ہوں- پھر مولوی صاحب کو امرتسر یا لاہور سے خط آیا کہ خواہ تم یا مرزا صاحب یا کوئی اور وفات عیسیٰؑ کے بارے ایک آیت یا متعدد آیات پیش کرے میں فی آیت پچاس روپے انعام دوں گا- حضرت اقدسؑ کے مشورہ سے مولوی صاحب نے جواب دیا کہ ہم اڑہائی درجن آیات پیش کریں گے۔ آپ اپنے اقرار کے مطابق پندرہ سو روپیہ لاہور کے بنک میں جمع کرا کے رسید بھجوادیں لیکن جواب ندارد۔ پھر خود مولوی صاحب نے ایک اشتہار شائع کیا کہ جو شخص حیاتِ مسیحؑ کے بارے قرآن شریف کی آیت صریح اور حدیث صحیح پیش کرے تو فی آیت اور فی حدیث دس روپے دیئے جائیں گے اور روپے پہلے بنک میں جمع کرادیئے جائیں گے لیکن اشتہار کے بعد مولویوں کی طرف سے خاموشی رہی-

مولوی غلام نبی صاحب حضرت اقدسؑ کے ہی ہو رہے اور ان کا بحر ایسا کھلا کہ جو کوئی آتا اس سے گفتگو اور مباحثہ کے لئے آمادہ ہو جاتے اور پہلے خود ہی گفتگو کرتے ۔مولوی صاحب حضرت اقدس کا چہرہ دیکھتے رہتے- حضرت اقدسؑ نے اِذَا زُلْزِلَتِ الأَرْضُ کے متعلق تفسیراً کچھ فرمایا تو مولوی صاحب وجد میں آ گئے اور کہنے لگے کہ یہ ہے فہم قرآن ان کی عشقیہ حالت ترقی کرتی گئی- حضرت اقدسؑ اندرونِ خانہ تشریف لے جاتے تو مولوی صاحب کی حالت بیقراری اور دیوانگی کی سی ہو جاتی- اور حضرت اقدسؑ کے آنے پر آپ کو چین آتا- مولوی صاحب کو سابقاً مخالفت کرنے کی وجہ سے بے چینی تھی، وہ بار بار کہتے کہ اتنے روز جو میری طرف سے مخالفت ہوئی یا میری زبان سے گستاخانہ الفاظ نکلے قیامت کے روز میں اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا- پھر استغفار کرتے اور سخت بے قرار اور ندامت سے روتے تھے-

مولوی صاحب کو خط آیا کہ جلد آ جائیں ورنہ ملازمت جاتی رہے گی لیکن مولوی صاحب نے کہا کہ بیعت میں شرط دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی ہے، مجھے ملازمت کی پرواہ نہیں- ایک روز اس کا ذکر ہونے پر حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ خود ملازمت ترک کرنا ناشکری ہے آپ کو ملازمت پر ضرور چلے جانا چاہیے- چنانچہ دوبارہ بیعت کر کے مولوی صاحب مجبوراً روانہ ہو گئے- لیکن پھر ہنستے ہوئے واپس آئے کہ ریل گاڑی جا چکی تھی- دوسری گاڑی کے آنے میں وقت تھا- میں نے کہا کہ جتنی دیر اسٹیشن پر لگے، اتنی دیر حضرت کی صحبت میں رہوں تو بہتر ہے- یہ صحبت کہاں میسر؟ حضور نے فرمایا- جزاک اللہ یہ خیال بہت اچھا ہے- اس میں کچھ حکمت الٰہی ہے۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ دوسرا خط آیا کہ اپنی ملازمت پر حاضر ہو جائیں یا درخواست رخصت بھیج دیں میں کوشش کر کے رخصت دلوا دوں گا- حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ ریل کے نہ ملنے میں یہی حکمت الٰہی تھی- حضور کے ارشاد پر مولوی

صاحب نے رخصت کی درخواست دے دی جو منظور ہوگئی- اور مولوی صاحب کو بہت روز تک حضرت اقدسؑ کی خدمت میں رہنے اور فیض صحبت حاصل کرنے کا موقع ملا- ☆

حضرت اقدسؑ نے ازالہ اوہام میں ان مخلصوں کے اسماء درج فرمائے ہیں، جنہوں نے حتی الوسع آپ کے دینی کاموں میں مدد دی یا جن پر مدد کی امید تھی یا جن کو اسباب میسر آنے پر حضور طیار دیکھتے تھے (جس کی تفصیل دوسری جگہ تحریر ہوئی ہے-) اور حضور نے ان کے لئے دعا فرمائی ہے۔جن کے کچھ احوال حضور نے رقم فرمائے ہیں ان میں فرماتے ہیں-

(۲) حبی فی اللہ مولوی عبدالغنی صاحب معروف مولوی غلام نبی خوشابی دقیق فہم اور حقیقت شناس ہیں اور علوم عربیہ تازہ بتازہ ان کے سینہ میں موجود ہیں۔اوائل میں مولوی صاحب موصوف سخت مخالف الرائے تھے۔ جب ان کو اس بات کی خبر پہنچی کہ یہ عاجز مسیح موعود ہونے کا دعوٰے کر رہا ہے اور مسیح ابن مریم کی نسبت وفات کا قائل ہے تب مولوی صاحب میں پورانے خیالات کے جذبہ سے ایک جوش پیدا ہوا اور ایک عام اشتہار دیا کہ جمعہ کی نماز کے بعد اس شخص کے ردّ میں ہم وعظ کریں گے-شہر لودھیانہ کے صدہا آدمی وعظ کے وقت موجود ہوگئے۔ تب مولوی صاحب اپنے علمی زور سے بخاری اور مسلم کی حدیثیں بارش کی طرح لوگوں پر برسانے لگے اور صحاح ستہ کا نقشہ پرانی لکیر کے موافق آگے رکھ دیا ان کے وعظ سے سخت جوش مخالفت کا تمام شہر میں پھیل گیا کیونکہ ان کی علمیت اور فضیلت دلوں میں مسلم تھی- لیکن آخر سعادت ازلی کشاں کشاں ان کو اس عاجز کے پاس لے آئی اور (وہ) مخالفانہ خیالات سے توبہ کر کے سلسلہ بیعت میں داخل ہوئے- اب ان کے پرانے دوست ان سے سخت ناراض ہیں-مگر وہ نہایت استقامت سے اس شعر کے مضمون کا ورد کر رہے ہیں ؎

حضرتِ ناصح جو آویں دیدہ و دل فرشِ راہ　　　پر کوئی مجھ کو تو سمجھاوے کہ سمجھائیں گے کیا'' ❁

☆ حیاتِ احمدؑ جلد سوم (صفحہ ۱۴۱ تا ۱۴۲) میں مندرج بیان حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ۔ ان کی کتاب تذکرۃ المہدیؑ سے

❁ ازالہ اوہام حصہ دوم (طبع اول صفحہ ۷۸۵-۷۸۶)

آپ کی بیعت ۲۹ مئی ۱۸۹۱ء میں نمبر ۲۳۱ پر یوں درج ہے-

''مولوی غلام نبی ساکن خوشاب ضلع بھیرہ (سکونت) خوشاب ضلع بھیرہ'' (رجسٹر بیعت)

شیخ نور احمد صاحب جن کے مطبع میں امرتسر میں ازالہ اوہام زیر طبع تھا، بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت اقدسؑ کی خدمت میں لدھیانہ میں حاضر ہوا تو مولوی غلام نبی صاحب موصوف اس وقت وہاں (باقی اگلے صفحہ پر)

عُلمائے اسلام کودعوتِ مقابلہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے والے اور دیگر مسلمانانِ لدھیانہ وغیرہ ایک سو چھ افراد نے ۲۳/اگست ۱۸۹۱ء کوعلماء وبزرگانِ اسلام مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور سید محمد نذیر حسین صاحب دہلوی وغیرہ کوایک اشتہار کے ذریعہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام سے مقابلہ کرنے کی دعوت دی اور یہ لکھا کہ مرزا صاحب مدعی ہیں کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور جس مسیح کے روحانی طور پر ظہور کی خبر قرآن مجید و احادیث صحیحہ میں دی گئی تھی، وہ مسیح موعود وہ خود ہیں- اور آپ نے اپنے دعوٰی کی تائید میں تین کتب ازالہ اوہام فتح اسلام اور توضیح مرام تصنیف کی ہیں اور آپ کا سلسلہ روز بروز ترقی پذیر ہے- اور چودہ متبحر علماء ان کی جماعت میں داخل ہو چکے ہیں۔ طالبانِ حق متحیر ہیں کہ ایک طرف مرزا صاحب کی جماعت بڑھتی جارہی ہے- اور دوسری طرف مشاہیر علماء اور اکابر صوفیاء کنارہ کش ہیں اور اگر مولویوں میں سے کوئی بحث کرنے کے لئے آتا بھی ہے تو مغلوب ہو کر ایک طور سے ان کے سلسلہ کی تائید کی صورت پیدا کر دیتا ہے- جیسے پنجاب کے مشہور عالم مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی بحث میں کمزوری اور گریز کو دیکھ کر اور بھی کئی افراد مرزا صاحب کی جماعت میں داخل ہوئے ہیں-

ایک بڑی خجالت کی بات یہ ہوئی ہے کہ مرزا صاحب نے تصفیہ کے لئے ایک روحانی طریق بھی پیش کیا

بقیہ حاشیہ: موجود تھے- (رسالہ نور احمد نمبر ا صفحہ ۱۴)

اشتہار مورخہ ۲۳/اگست ۱۸۱۹ء کے ذریعہ احباب، لدھیانہ وغیرہ نے علماء کو حضرت اقدسؑ سے مقابلہ کی دعوت دی تھی ان داعیان میں اکاون نمبر پر آپ کا اسم گرامی یوں درج ہے-

''مولوی عبدالغنی عرف غلام نبی خوشابی''

(تبلیغ رسالت جلد دوم- صفحہ ۶۵ حاشیہ و مکتوبات احمدیہ جلد ششم حصہ اول صفحہ ۲۱۰)

حضرت اقدسؑ کی تصنیف انجام، آتھم میں جس کے آخر پر تاریخ تصنیف ۲۲/جنوری ۱۸۹۷ء رقم ہے تین سو تیرہ خاص صحابہ کرام کی فہرست میں آپ کا نام یوں موجود ہے-

''مولوی غلام نبی صاحب مرحوم خوشاب شاہ پور''

گویا مولوی صاحب کی وفات ۲۳/اگست ۱۸۹۱ء اور جنوری ۱۸۹۷ء کے درمیانی عرصہ میں واقع ہوئی تھی معین تاریخ کا علم نہیں ہوسکا-

تھا کہ تم بھی دعا کرو اور ہم بھی دعا کریں تا مقبول اور اہل حق کی تائید میں آسمانی نشان ظاہر ہو لیکن مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اس طرف رخ بھی نہ کیا۔

آپ اکابر، جلیل القدر صوفیاء اور صاحبِ عرفان اور صاحب سلسلہ اور مشاہیر علماء میں سے ہیں۔ آپ سے بڑھکر اور کس کا حق ہے کہ ظاہری اور باطنی طور پر مرزا صاحب سے مقابلہ کریں اور حیات مسیحؑ اور بجسم عنصری آسمان پر اٹھائے جانے اور آخری زمانہ میں آسمان سے نزول کے بارے میں دلائل قاطعہ اور نصوصِ صریحہ اور احادیث صحیحہ پیش کریں اور باطنی طور پر کچھ کرامات بھی دکھائیں۔ آپ مدعوین نے بھی مقابلہ سے گریز کیا تو ہم سخت مخالف بن کر آپ کی اس شکست کی تشہیر کریں گے اور اخبارات میں اس امر کی اشاعت کا وعدہ حلفاً ہم مرزا صاحب سے کر چکے ہیں۔ ہم نے مرزا صاحب سے لکھوا لیا ہے، جس کی نقل آپ کی خدمت میں بھیجی جاتی ہے۔ اور ہم نے حلفاً وعدہ کر لیا ہے کہ آپ مدعوین بحث کے لئے ضرور تشریف لائیں گے۔ ایسے نازک وقت میں کہ لوگ جوق در جوق مرزا صاحب کی پیروی کرتے جاتے ہیں، اگر بزرگانِ دین ایسے امر میں کہ جس میں ہزاروں مسلمانوں کا ایمان تلف ہو کام نہ آئے تو کب آئیں گے؟ اگر مرزا صاحب نے گریز کیا تو ہم اس گریز کی تشہیر دس گنا زیادہ کریں گے۔

ان داعیانِ مقابلہ میں ایک درجن افراد کپورتھلہ کے ہیں۔ تیرھویں نمبر پر منشی حبیب الرحمٰن صاحب برادرزادہ حاجی ولی محمد صاحب جج مرحوم ساکن کپورتھلہ کا نام درج ہے۔ ☆

مباحثاتِ دہلی ۱۸۹۱ء میں شرکت

(۱) مباحثہ مولوی سید نذیر حسین صاحب سے۔ منشی حبیب الرحمٰن صاحب اس بارے تحریر کرتے ہیں کہ:۔

''دعویٰ مسیح موعود کے بعد جب حضور علیہ السلام دہلی تشریف لے گئے تو خاکسار کو بھی اطلاع آ گئی تھی اس لئے میں بھی دہلی پہنچ گیا۔'' (قلمی کاپی صفحہ ۵۶)

حضور نے ۲/اکتوبر ۱۸۹۱ء کو ایک اشتہار کے ذریعہ شیخ الکُلّ سید نذیر حسین صاحب دہلوی اور شمس العلماء مولوی عبدالحق صاحب کو وفاتِ مسیح کے بارے تحریری بحث کرنے کی دعوت دی۔ مولوی صاحب نے

☆ تبلیغ رسالت جلد دوم (صفحہ ۶۵ حاشیہ وغیرہ) یہ داعی احباب پنجاب کے مقامات کپورتھلہ، لدھیانہ، پٹیالہ، سیالکوٹ، گورداسپور، گجرات وغیرہ کے علاوہ کشمیر، بلوچستان اور میسور کے ہیں۔

معذرت کردی البتہ سید صاحب کے شاگردوں نے حضور کی اطلاع کے بغیر مباحثہ کے لئے ایک دن مقرر کرلیا اور عین وقت پر آنے کے لئے حضور کو کہلا بھیجا۔ حضور پھر بھی جانا چاہتے تھے لیکن عوام کو حضور کے خلاف مشتعل کر دیا گیا۔ جنہوں نے حضور کی قیامگاہ کا محاصرہ کرلیا اور بعض لوگ اندر گھس آئے۔ اس صورتِ حال میں حضور تشریف نہ لے گئے۔ اس پر ان لوگوں نے اپنی فتح کا شور برپا کر دیا پھر حضور نے ایک اشتہار دیا کہ حفاظت کا انتظام میں نے کرلیا ہے۔ سید صاحب جہاں چاہیں حاضر ہو جاؤں گا۔ ہرگز تخلّف نہ کروں گا۔ **و لعنة الله علیٰ من تخلّف ۔** حضورؑ نے قسم دے کر سید صاحب سے کہا کہ وہ تحریری بحث کرلیں۔ بحث نہ چاہیں تو ایک مجمع میں میرے دلائل سن کر تین دفعہ قسم کھا کر کہدیں کہ یہ دلائل صحیح نہیں ہیں۔ اور حضرت مسیح ابن مریم اپنے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے۔ یہ صحیح ہے اور میرا یہی عقیدہ ہے۔ پھر ایک سال کے اندر عبرتناک عذابِ الٰہی سے وہ بچ جائیں تو میں کاذب ہوں۔(۳۰)

منشی صاحب لکھتے ہیں کہ اس کی تفصیل سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر میں شائع ہو چکی ہے۔ اس لئے اس بارے میں چند واقعات لکھتا ہوں جامع مسجد دہلی کا مقام طے ہوا تھا۔

’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا آخری خط جو وقت مقررہ مباحثہ سے چند گھنٹہ قبل حضور نے میاں نذیر حسین صاحب کے پاس بھیجا، وہ منشی محمد خاں صاحب مرحوم اور منشی اروڑا صاحب مرحوم اور منشی ظفر احمد صاحب اور بندہ خاکسار لے کر میاں صاحب کے پاس گئے تھے۔ جس وقت ہم میاں صاحب کے مکان پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ میاں صاحب مسجد میں ہیں، جو قریب ہی تھی۔ ہم وہاں گئے تو میاں صاحب طلباء کو قرآن شریف پڑھا رہے تھے۔ ہم نے وہ مراسلہ پیش کیا تو (میاں صاحب) نے دریافت کیا کہ کیا ہے۔ کہہ دیا گیا کہ حضرت مرزا صاحب کا مراسلہ ہے۔ اس پر میاں صاحب نے کہا کہ ہمارے مکان پر لے جاؤ اور مولوی محمد حسین کو دیدو۔ ہم نے عرض کیا کہ آپ کے نام ہے اس پر پھر کہا کہ میں جو کہتا ہوں کہ محمد حسین کو دیدو میں ابھی آتا ہوں۔

’’ہم پھر مکان پر آئے تو مولوی محمد حسین بھی اس وقت آ گئے اور پھر میاں صاحب بھی............آ گئے اور ایک بالاخانہ پر ہم کو لے گئے۔ میاں صاحب لاغر اندام، لمبا قد، سفید لمبی داڑھی، بڈھے وغرارہ پہنا ہوا۔ اور انگرکھا پہنا ہوا، سر پر ٹوپی، صدر میں میاں صاحب بیٹھ گئے۔ اور ایک بغل میں مولوی محمد حسین اور ہم چاروں روبرو بیٹھ گئے اور پھر خط پیش کیا جو مولوی محمد حسین نے لے لیا اور کھول کر پڑھا میاں صاحب کے بڑھاپے نے ان کے کانوں پر خاصا اثر کیا ہوا تھا۔ خط پڑھ کر مولوی محمد حسین نے بلند آواز سے میاں صاحب کو مخاطب کر کے کہا کہ

حضرت! وہ آپ کی بات کو نہیں مانتا- چونکہ یہ بات خلاف تحریر کے تھی اس لئے ہم میں سے ایک نے کہا کہ آپ میاں صاحب کو خط سنا دیں آپ خلاف تحریر کے کیوں فرماتے ہیں۔اس پر محمد حسین نے کہا کہ تم قاصد ہو تم کو بولنے کا حق نہیں ہے- جواب طلب کیا تو کہا کہ تم جاؤ ہم جواب بھیج دیں گے-

''میاں صاحب نے اس وقت غیظ وغضب میں اور جوش کے ساتھ بات کی۔ یہ ایک عجیب حالت تھی جس کو تحریر میں لانا مشکل ہے۔میاں صاحب غصہ (میں) خود بخود ہی بول رہے تھے- جوش میں آ کر گھٹنوں کے بل نیم ایستادہ ہو گئے ہاتھ آگے کر کے کہا- یوں کاغذی گھوڑے دوڑاتا ہے- سامنے آ کر دو بدو بات کرے تو معلوم ہو- ہم کو تو اس حالت پیرانہ سالی میں جس کے ساتھ ضعف بھی تھا اور پھر عالم اور ایک گروہ کے مقتدا اور جوشِ غضب کی یہ کیفیت۔حضرت صاحب سامنے موجود نہ تھے، اگر سامنے ہوتے تو خدا جانے کیا کچھ کر گذرتے اور کچھ نہیں تو حضور کے اوپر گر پڑتے (یعنی بوجہ ضعف وپیرانہ سالی۔ناقل) علماءِ دین کی یہ حالت دیکھ کر افسوس ہؤا-

ہے تعجب آپ کے اس جوش پر   عقل پر اور فہم پر اور ہوش پر

''ہم نے خاموش بیٹھ کر یہ تماشا دیکھا- کچھ امن ہؤا تو مولوی محمد حسین ہماری طرف متوجہ ہوئے اور نوبت بنوبت ہم سے ہمارا نام اور سکونت دریافت کی۔میری نوبت آخر میں آئی۔جب میں نے اپنا نام اور کپورتھلہ سکونت بتلائی تو فرمایا کہ آپ ہمارے رسالہ اشاعۃ السُّنہ کے بھی تو خریدار ہیں- میں نے عرض کیا کہ ہاں میں خریدار ہوں- پھر بڑی توجہ سے فرمایا پھر آپ تو بہت سمجھدار آدمی ہیں آپ کس طرح ان کے ساتھ پھنس گئے۔میں نے عرض کیا کہ اسی طرح کہ میں سمجھدار ہوں اس پر دو تین دفعہ اچھا اچھا کہا اور پھر کہا کہ پھر باتیں کریں گے میں نے کہا کہ اس سے بہتر وقت تو پھر شاید نہ مل سکے اب ہی باتیں کر لیں- خاموش ہو گیا-

''ہم سب بلا جواب کے چلے آئے اور ظہر (و) عصر کی نمازیں جمع کر کے حضرت علیہ السلام جامع مسجد کو سواری میں تشریف لے گئے مسجد کا درمیانی دروازہ جو ایک دالان کے برابر چوڑا ہے وہاں سب بیٹھ گئے، جنوب کی دیوار سے تکیہ لگا کر حضور علیہ السلام تشریف فرما ہوئے اور (حضور کے گرد ہم خادمان حلقہ کر کے بیٹھ گئے حفاظت اور امن کے واسطے پولیس کو اطلاع دے دی گئی تھی کچھ دیر بعد یورپین سپرنٹنڈنٹ پولیس مع سپاہیوں کے آ گئے- اس نے دروازہ کے اندر باہر کی طرف لائن بنا کر سپاہیوں کو کھڑا کر دیا۔اس طرح ہم درمیان میں آ گئے باہر لائن میں ....خود بھی کھڑا ہو گیا اور حکم دے دیا کہ جو شخص اندر آنا چاہے پہلے مرزا صاحب سے اجازت لے کر اندر آنے دو-

''میاں صاحب بھی ڈولی میں بیٹھ کر تشریف لائے ان کے ہمراہ مولوی محمد حسین (صاحب) اور بہت سے مولوی تھے- شرائط کے متعلق انہوں نے پھر بات شروع کر دی۔کبھی کہتے کہ ہم تمہارے عقیدہ کے متعلق بحث کریں گے

کبھی کچھ- یہاں تک (کہ) مغرب کا وقت قریب آ گیا- بدامنی (کا) بہت اندیشہ تھا- کثرت سے آدمی جمع تھے- اور اینٹ کنکران کے پاس چھپائے ہوئے تھےاور موقع (کا) انتظار کر رہے تھے-مگر پولیس نے ان کو موقع نہ دیا-

''جب شام قریب ہوئی تو سپرنٹنڈنٹ پولیس نے بایں الفاظ حضرت صاحب کی خدمت میں ادب سے عرض کیا کہ-

''حضرت! یہ لوگ بحث نہیں کریں گے وقت گذار رہے ہیں شام ہوگئی ہے اب آپ تشریف لے چلیں-

حضور نے فرمایا (کہ) ہم کو اس سے بھی انکار نہیں-مگر جب ہم چلیں گے تو یہ لوگ شور ڈال دیں گے کہ بحث سے بھاگ گئے۔ سپرنٹنڈنٹ (پولیس نے) کہا کہ میں ان کو اسی وقت دوسرے دروازہ سے نکالتا ہوں- چنانچہ (انہیں) بھی اٹھایا ہم نے حضور کو درمیان میں کر لیا اور ہمارے گرد پولیس نے حلقہ بنایا اور آگے آگے سپرنٹنڈنٹ پولیس تھے- دروازہ پر جا کر سپرنٹنڈنٹ بولے کہ مرزا صاحب کی گاڑی جلدی لا۔اس میں کچھ توقف ہوُا تو سپرنٹنڈنٹ صاحب نے حضرت صاحب کو اپنی گاڑی میں بٹھایا- جلدی سے گاڑی چلا دی اور فرودگاہ پر اتار کر اپنے مکان کو چلے گئے-'' (قلمی کاپی صفحہ ۵۷تا۱۰۶) ☆

(۲) مباحثہ مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالوی سے۔مشہور و معروف اور ذی اثر علی جان والوں نے چاہا کہ وفات و حیاتِ مسیحؑ پر مباحثہ حضرت اقدسؑ سے ہو کیونکہ جامع مسجد دہلی میں مباحثہ نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ہم عقیدہ ایک اہل حدیث عالم مولوی محمد بشیر صاحب سہسوانی کو جو بھوپال میں نواب صدیق حسن خان صاحب کے

☆ بواسطہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب، منشی حبیب الرحمٰن صاحب نے بتایا کہ جس راستہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی قیامگاہ پر جانا تھا- اس بازار کی دکانوں اور چھتوں پر دشمنان احمدیت جھولیوں میں اینٹ پتھر بھرے منتظر بیٹھے تھے کہ کب حضور کی سواری گذرے اور وہ اینٹ پتھر کی بارش برسائیں لیکن وہ ناکام رہے- اس لئے کہ گگ کے گھوڑے نے یکلخت اپنا رخ دوسرے راستہ کا اختیار کر لیا اور اس دور کے اور لمبے راستہ کو طے کر کے حضور اپنی قیام گاہ پر پہنچے اس طرح افسر موصوف حضور کو بفضلہٖ تعالیٰ اپنی قیامگاہ پر بعافیت پہنچانے میں کامیاب ہو گیا- ہم خدام بعد میں سواریوں پر قیام گاہ پر پہنچ گئے- حضور جامع مسجد سے باہر درپے والے گیٹ کی جانب سے تشریف لائے تھے-

مضمون منشی تنظیم الرحمٰن صاحب میں جو حضرت منشی ظفر احمد صاحب کا تصدیق شدہ ہے- یہ مرقوم ہے-

''دہلی کے مباحثہ میں بھی آپ (یعنی منشی حبیب الرحمٰن صاحب) حضرت صاحب کے ساتھ تھے۔''(۳۱)

ادارۂ تصنیف میں کام کرتے تھے آمادہ کیا۔
اس بارے میں منشی حبیب الرحمٰن صاحب نے بواسطہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب بیان کیا کہ :-

حضرت اقدسؑ نے اپنے بعض خدام کو اس سلسلہ میں اپنے واقفوں سے کتب لانے کے لئے مقرر فرمایا تا کہ ان کے مسلمات سے ان کو ساکت کیا جا سکے۔اس کوشش میں صحیح بخاری نہ مل سکی۔ میں حضور کی اجازت سے مدرسہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ میں گیا۔ان سے میرے دیرینہ تعلقات تھے۔منشی ظفر احمد صاحب بھی میرے ہمراہ تھے۔ وہاں ان لوگوں کی طرف سے خندہ پیشانی اور محبت سے ملاقات ہوئی اور عندالطلب صحیح بخاری فوراً مل گئی، جو ہم لے آئے۔بعد میں جب واپس کرنے گئے تو چونکہ دہلی کے علم دوست طبقہ نے یہ ایکا کیا ہوا تھا کہ وہ حضرت مرزا صاحب کے ساتھیوں کو کوئی کتاب نہ دیں اور ان کو یہ اندازہ ہو چکا تھا کہ ہم حضرت اقدسؑ کے لئے کتب لے کر گئے تھے۔ اس لئے مولوی صاحب نے ہمیں بے نقط گالیاں نکالنی شروع کر دیں لیکن ہم خاموش ہی واپس چلے آئے۔ ☆

اولیں جلسہ سالانہ (۱۸۹۱ء) میں شمولیت

اولیں جلسہ سالانہ جو بمقام قادیان دسمبر ۱۸۹۱ء میں منعقد ہوا۔اس کی غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رسالہ ''آسمانی فیصلہ'' میں بوقت اشاعت ''اطلاع'' کے زیر عنوان بدیں الفاظ بیان فرمائی ہے۔

''تمام مخلصین داخلین سلسہ بیعت اس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولیٰ کریم اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل پر غالب آجائے اور ایسی حالت انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفرِ آخرت مکروہ معلوم نہ ہو۔لیکن اس غرض کے حصول کے لئے صحبت میں رہنا اور ایک

☆ یہ مباحثہ ۲۳؍اکتوبر ۱۸۹۱ء کو شروع ہوا تھا۔

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اور (حضرت) پیر سراج الحق صاحبؓ حضور کے ارشاد پر کتب لائے تھے۔

''صحیح بخاری ابھی تک نہ ملی تھی۔ پھر (منشی) حبیب الرحمٰن صاحب مرحوم جو اس اثناء میں حاجی پور سے دہلی آ گئے تھے۔اور میں مدرسہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ میں گئے۔اور اس مدرسہ کے پاس میرے ماموں حافظ محمد صالح صاحب صدر قانونگو دہلی کا مکان تھا، وہاں جا کر ہم نے بخاری شریف کا آخری حصہ دیکھنے کے لئے مانگا انہوں نے دیدیا، ہم لے آئے۔''

جس کو کتب واپس کی جاتیں وہ ہماری کامیابی کی وجہ سے ہمیں گالیاں دیتا۔ (۳۲)

حصہ اپنی عمر کا اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے تا................کسی برہانِ یقینی کے مشاہدہ سے کمزوری اور ضعف اور کسل دور ہو اور یقین کامل پیدا ہو کر ذوق اور شوق اور ولولہ عشق پیدا ہو جائے ....جب تک یہ توفیق حاصل نہ ہو کبھی کبھی ضرور ملنا چاہیئے کیونکہ سلسلہ بیعت میں داخل ہو کر پھر ملاقات کی پرواہ نہ رکھنا ایسی بیعت سراسر بے برکت اور صرف ایک رسم کے طور پر ہوگی اور چونکہ ہر یک کے لئے باعث ،ضعف فطرت یا کمیٔ مقدرت یا بعد مسافت یہ میسر نہیں آ سکتا کہ وہ صحبت میں آ کر رہے یا چند دفعہ سال میں تکلیف اٹھا کر ملاقات کے لئے آوے ....لہذا اقرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے جلسہ کے لئے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالیٰ چاہے بشرط صحت وفرصت وعدمِ موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں۔سو میرے خیال میں بہتر ہے کہ وہ تاریخ ۲۹ دسمبر تک قرار پائے................

''حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربانی باتوں کے سننے کے لئے اور دعا میں شریک ہونے کے لئے اس تاریخ پر آ جانا چاہیئے -اور اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہے گا- جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں- اور نیز ان دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہوگی اور حتی الوسع بدرگاہ ارحم الراحمین کوشش کی جائے گی کہ خدا تعالیٰ اپنی طرف ان کو کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے اور پاک تبدیلی ان میں بخشے ....جس قدر نئے بھائی اس جماعت میں داخل ہوں گے وہ ....اپنے پہلے بھائیوں............(سے) روشناسی ہو کر آپس میں رشتہ تودد وتعارف ترقی پذیر ہوتا رہے گا-اور جو بھائی اس عرصہ میں ....انتقال کر جائیگا اس جلسہ میں اس کے لئے دعا مغفرت کی جائے گی- اور تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے کے لئے اور ان کی ....اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اٹھا دینے کے لئے بدرگاہ حضرت عزت جل شانہ کوشش کی جائے گی-

.........اور اب جو ۲۷؍دسمبر ۱۸۹۱ء کو دینی مشورہ کے لئے جلسہ کیا گیا-اس جلسہ پر جس قدر احباب محض للہ تکلیف سفر اٹھا کر حاضر ہوئے- خدا ان کو جزائے خیر بخشے اور ان کے ہر یک قدم کا ثواب ان کو عطا فرماوے- آمین ثم آمین-''(۳۳)

یہ رسالہ ۲۷؍دسمبر ۱۸۹۱ء کو مسجد کلاں'' میں اس جلسہ میں ایک جم غفیر کے روبرو حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ سیالکوٹی نے پڑھ کر سنایا- ☆

اس رسالہ میں حضور فرماتے ہیں کہ

''(میاں نذیر حسین دہلوی کو) دوسرے مسلمانوں کے کافر بنانے کا اس قدر جوش ہے کہ جیسے راستباز لوگوں کو

☆ ''مسجد کلاں'' بعد میں مسجد اقصیٰ کے نام سے معروف ہوئی۔(مؤلف اصحابِ احمد)

مسلمان بنانے کا شوق ہوتا ہے- وہ اس بات کے بڑے ہی خواہشمند پائے جاتے ہیں- کہ کسی مسلمان پر خواہ نخواہ کفر کا فتوی لگ جائے گو کفر کی ایک بھی وجہ نہ پائی جائے- اوران کے شاگرد رشید میاں محمد حسین بٹالوی ....تکفیر کے شوق میں اپنے استاد سے بھی کچھ بڑھ چڑھ کر ہیں-''

میں نے دہلی میں اشتہارات میں بار بار ظاہر کیا کہ میں مسلمان ہوں اور عقیدہ اسلام رکھتا ہوں- مسئلہ وفاتِ مسیحؑ کے متعلق میاں نذیر حسین نے بار بار کی درخواست پر بھی توجہ نہ کی نہ بحث کی نہ قسم کھائی اور نہ کافر کہنے سے باز آئے-البتہ اس کنارہ کشی کی ذلت کو لوگوں سے مخفی رکھنے کے لئے جھوٹے اشتہارات شائع کئے کہ وہ تو بحث کرنے پر تیار تھے-لیکن یہ عاجز ہی ان سے ڈر گیا حالانکہ یہ عاجز قادیان سے جا کر خرچ کر کے اور حرج کر کے ایک ماہ دہلی میں ٹھہرا- سانچ کو آنچ نہیں میں اب بھی وفاتِ مسیح پر بحث کے لئے تیار ہوں اگر میاں صاحب لاہور آ کر بحث کرنے کو تیار ہوں تو ان کی تحریر آنے پر بلا توقف ان کو آمدورفت کا کرایہ پیشگی بھیج دوں گا -مگر یہ پیشگوئی یاد رکھو کہ وہ ہرگز بحث نہ کریں گے اور اگر کریں گے تو ایسے رسوا ہوں گے کہ منہ دکھانے کی جگہ نہ رہے گی-

''بالغ نظر جانتے ہیں کہ وہ خواستہ ایزدی پورا ہو گیا - اور نذیر حسین کے تقویٰ اور خدا پرستی اور علم اور معرفت کی ساری قلعی کھل گئی اور ترکِ تقویٰ کی شاعت سے ایک ذلت ان کو پہنچ گئی مگر ایک اور ذلت ابھی باقی ہے جو ان کے لئے اور ان کے ہم خیال لوگوں کے لئے تیار ہے جس کا ہم ذکر کرتے ہیں''

ایک شخص اپنے متعلق یہ کہتا ہے کہ وہ مومن ہے اور تمام فرائض واحکام الٰہیہ پر حتی الواسع عمل پیرا ہے لیکن علماء اسے کافر مفتری دجال وملحد قرار دیتے ہیں- تو اس بارے میں فیصلہ کا ایک آسانی طریق ہے- اللہ تعالیٰ کے نزدیک برگزیدہ گروہ میں **فی وُجوھھم من اثر السُّجود** کے کے مطابق آثار سجود عبودیت ضرور پائے جانے چاہئیں اور انہی علاماتِ ایمان میں آزمائش کرنا اور انہی میں مقابلہ ہونا چاہیئے (اس طرح ظاہر ہو جائے گا کہ وہ شخص کامل مومن ہے یا اسے مفتری ملحد وغیرہ قرار دینے والے)

کامل مومن کی علامات یہ ہیں:

اوّل- اسے منجانب اللہ اکثر پیش از وقوع خوشخبریاں بتلائی جاتی ہیں-

دوم- صرف اسی کی ذات یا اس سے تعلق رکھنے والوں کے بارے میں نہیں بلکہ جو کچھ دنیا میں قضاء وقدر نازل ہونے والی ہے یا دنیا کے بعض افرادِ مشہودہ پر کچھ تغیرات آنے والے ہیں ان سے اکثر اوقات خبر دی جاتی ہے-

سوم- اکثر اس کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں اور استجابتِ دعا کے بارے اکثر اسے پیش از وقت اطلاع

بھی دی جاتی ہے-

چہارم- قرآن کریم کے وقائق ومعارفِ جدیدہ ولفائف وخواص عجیبہ سب سے زیادہ اس پر کھولے جاتے ہیں-

حضور فرماتے ہیں کہ پنجاب کے صدر مقام لاہور میں اس مقالہ کے بارے حقائق وغیرہ جمع کرنے کے لئے ایک انجمن (کمیٹی) مقرر کر لی جائے جو کچھ فریقین کے پاس بذریعہ کشف والہام ظاہر ہو اس اس طرح اس انجمن کے پاس اطلاع دی جائے جس کی رسید تفصیل مرسلہ کے ساتھ کشف والہام بھجوانے والے کو بھجوائی جائے امر اول ودوم کے بارے اطلاعت کو مخفی کیا جائے امر،سوم کے بارے یہی انجمن مصیبت زدگان کی فراہمی اور تاریخ مقررہ پر ان کے حاضر ہونے کے لئے چند ہفتے پہلے اشتہارات شائع کرے گی ان کی تقسیم فریقن میں کی جائے گی- ان اشتہارات کا خرچ میرے ذمہ ہوگا- پھر بذریعہ قرعہ اندازی ان مصیبت زدگان کی تقسیم فریقین میں کی جائے گی- اور ہر فریق اپنے حصہ کے ایسے افراد کے لئے سال پھر دعا کرتا رہے گا کثرت استجابت دعا سے عنداللہ مقبولیت کا علم ہوگا-

حضور تحریر فرماتے ہیں-

''درحقیقت خدا تعالےٰ کا پاک قانونِ قدرت یہی ہے کہ تمام امور مقبولوں کے ہی اثر وجود سے ہوتے ہیں اور ان کے انفاس پاک سے اور ان کی براکات سے یہ جہان آباد ہو رہا ہے انہیں کی برکت سے بارشیں ہوتی ہیں اور فساد مٹائے جاتے ہیں- اور انہیں کی برکت سے دنیا میں امن رہتا ہے اور وبائیں دفعہ ہوتی ہیں- اور انہیں کی برکت سے دنیادار لوگ اپنی تدابیر میں کامیاب ہوتے ہیں- اور انہیں کی برکت سے چاند نکلتا اور سورج چمکتا ہے وہ دنیا کے نور ہیں- جب تک وہ اپنے وفود،نوعی کے لحاظ سے دنیا میں ہیں دنیا منور ہے اور ان کے وفود نوعی کے خاتمہ کے ساتھ ہی دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا کیونکہ حقیقی آفتاب وماہتاب دنیا کے دہی ہیں.................

''اگرچہ مومن کامل کا فیض تمام دنیا میں جاری وساری ہوتا ہے..................لیکن جو لوگ خاص طور پر ارادت اور عقیدت کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں وہ نہ صرف اس کی برکت سے دنیا کی مرادات پاتے ہیں بلکہ اپنا دین بھی درست کر لیتے ہیں اور اپنے ایمانوں کو قوی کر لیتے ہیں- اور اپنے رب کو پہچان لیتے ہیں- اور اگر وہ وفاداری سے مومن کامل کے زیر سایہ پڑے رہیں اور درمیان سے بھاگ نہ جائیں تو بکثرت آسمانی نشانوں کو دیکھ لیتے ہیں-

معارفِ قرآن کے مقابلہ میں ہر ایک فریق چند آیات،قرآینہ کے حقائق ومعارف انجمن میں جلسہ عام

میں سنائے-سوجس فریق کے معارف صحیح ہونے کے علاوہ جدید اور تکلف سے پاک اور قرآن کریم کے اعجاز اور کمالِ عظمت اور شان کو ظاہر کرتے ہوں اور اپنے اندر ایک جلالت اور ہیبت اور صداقت کا نور رکھتے ہوں تو سمجھنا چاہیے کہ وہ خداتعالیٰ کی طرف سے ہیں-

''(سو) حق اور باطل میں کھلا کھلا فرق ظاہر کرنے کے لئے مقابلہ کی از حد ضرورت ہے......میں نے حضرت شیخ الکل (مولوی نذیر حسین) صاحب اور ان کے شاگردوں کی زبان درازیوں پر بہت صبر کیا اور ستایا گیا اور (اپنے) آپ کو روکتا رہا-اب میں مأمور ہونے کی وجہ سے اس دعوۃ اللہ کی طرف شیخ الکل صاحب اور ان کی جماعت کو بلاتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ خدا یتعالیٰ اس نزاع کا آپ فیصلہ کر دے گا- وہ دلوں کے خیالات کو جانچتا..........ہے اور کسی سے دل آزار زیادتی.......پسند نہیں کرتا............متقی وہی ہے جو اس سے ڈرے اور میری اس میں کیا کسر شان ہے اگر کوئی مجھے کتا کہے یا کافر اور دجال کر کے پکارے- درحقیقت حقیقی طور پر انسان کی کیا عزت ہے؟ صرف اس کے نور کے پرتوہ پڑنے سے عزت حاصل ہوتی ہے-اگر وہ مجھ پر راضی نہیں اور میں اس کی نگاہ میں برا ہوں تو پھر کتے کی طرح کیا ہزار درجہ کتوں سے بدتر ہوں''-

''پیارو! یقیناً سمجھو کہ جب تک آسمان کا خدا کسی کے ساتھ نہ ہو (وہ) ایسی شجاعت کبھی نہیں دکھاتا کہ ایک دنیا کے مقابل پر استقامت کے ساتھ کھڑا ہو جائے اور ان باتوں کا دعوٰی کرے جو اس کے اختیار سے باہر ہیں- وہ اس ذات قدسیہ کی پناہ سے اور ایک غیبی ہاتھ کے سہارے سے کھڑا ہوتا ہے جس کے قبضہ قدرت میں تمام زمین و آسمان اور ہر ایک روح اور جسم ہے سو آنکھیں کھولو اور سمجھ لو کہ اس خدا نے مجھ عاجز کو یہ قوت اور استقامت دی ہے جس کے مکالمہ سے مجھے عزت حاصل ہے اسی کی طرف سے اور اسی کے کھلے ارشاد سے مجھے یہ جرأت ہوئی کہ میں ان لوگوں کے مقابل پر بڑی دلیری اور دلی استقامت سے کھڑا ہو گیا- جن کا یہ دعوٰی ہے کہ ہم مقتدا اور شیخ العرب والعجم اور مقرب الی اللہ ہیں-''

ستّر احباب میں تیسرے نمبر پر

''منشی محمد حبیب الرحمٰن صاحب رئیس کپورتھلہ''

کا نام نامی مرقوم ہے-حضور فرماتے ہیں کہ-

''حاضرین نے..........جو محض تجویزِ مذکورہ بالا پر غور کرنے اور مشورہ کرنے کے لئے تشریف لائے تھے- بالاتفاق یہ قرار دیا کہ سردست رسالہ مذکور شائع کرایا جائے اور مخالفین کا عندیہ معلوم کر کے بعد ازاں بتراضی فریقین انجمن کے ممبر مقرر کئے جائیں...............''☆

☆ حاشیہ اگلے صفحہ پر

لدھیانہ میں زیارت کے مواقع

منشی حبیب الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں:

''والد صاحب کے انتقال کے بعد کچھ ایسے (حالات) پیدا ہوگئے کہ مجھے کچھ عرصہ کے واسطے مع متعلقین حاجی پور آنا پڑا لیکن مشیتِ ایزدی یہ تھی کہ گو میں کپورتھلہ سے کچھ عرصہ کے ارادہ سے آیا تھا لیکن بالآخر مستقل رہائش یہاں ہوگئی۔ میں غالباً ۹۱ء یا ۱۸۹۳ء میں حاجی پور آ گیا- حضرت صاحبؑ کا قیام اکثر لدھیانہ رہتا تھا اور کبھی کبھی قادیان بھی تشریف لے جایا کرتے تھے- جب لودیانہ میں ہوتے تھے چونکہ حاجی پور کے ریلوے اسٹیشن سے (ڈیڑھ) میل کے فاصلہ پر پھگواڑہ ہے- وہاں سے لودھیانہ کا صرف ایک گھنٹہ کا راستہ ہے۔ گو مجھے اب (بوجہ) باہمی مقدمات اور دیگر ضروری انتظام خانہ داری فرصت بہت ہی کم ہوتی تھی تاہم میں لودھیانہ کثرت سے جاتا رہتا تھا اور اکثر صبح کو جا کر شام کو واپس آ جاتا تھا۔ کبھی رات کو بھی مقیم ہوتا تھا-

''ان ہی دنوں میں جو مباحثہ مولوی محمد حسین بٹالوی سے مولوی محمد حسن صاحب کے مکان پر ہوا تھا، میں ساتھ تھا- ☆

''گرمی کا موسم تھا- ایک دفعہ میں لدھیانہ میں دوپہر کے بعد پہنچا- رمضان شریف کا مہینہ تھا- حضرت بیوی صاحبہ اُمّ المومنینؓ کا خالہ زاد بھائی محمد سعید بھی حضرتؑ کی خدمت میں رہا کرتا تھا- میرے پہنچنے پر اس نے کھانے یا شربت کے واسطے دریافت کیا۔ میں نے کہا کہ مجھے روزہ ہے۔ اس نے روزہ افطار کرنے کے واسطے کہا مگر میں نے منظور نہ کیا۔ اس نے کہا کہ منشی ظفر احمد (صاحب) کپورتھلہ آئے تھے- حضرت صاحب نے ان کا روزہ افطار کر دیا تھا- اب تمہارا روزہ بھی افطار کرا دیں گے ورنہ تم ابھی روزہ افطار کر دو- میں نے یہ منظور نہ کیا کہ جب حضرت صاحب فرماویں گے تو مضایقہ نہیں- اس نے حضرت صاحب سے میرے آنے کی اطلاع دی۔ آپ اپنے کمرہ میں جس کا میں نے پہلے ذکر کیا ہے، تشریف فرما تھے- مجھے بھی اس جگہ طلب فرمایا محمد سعید نے کہا

حاشیہ سابقہ صفحہ: آسمانی فیصلہ صفحہ (۱ تا ۲۷)

کپورتھلہ کے دیگر ذیل کے آٹھ احباب نے بھی اس جلسہ میں شمولیت کی سعادت پائی تھی۔ گویا قریباً ساڑھے نواں حصّہ اس اجتماع کا صرف کپورتھلہ کا تھا:۔

منشی محمد اروڑا صاحب، منشی محمد عبدالرحمٰن صاحب، منشی ظفر احمد صاحب، منشی محمد خان صاحب، منشی سردار خاں صاحب، منشی امداد علی خاں صاحب، مولوی محمد حسین صاحب اور حافظ محمد علی صاحب۔

☆ یہ مباحثہ ۲۰ تا ۳۱ جولائی ۱۸۹۱ء ہوا تھا۔ (الحق لدھیانہ صفحہ ۸، ۱۲۳ مع حاشیہ)

کہ یہ چل کر آئے ہیں- ان کو روزہ ہے-فرمایا کیا حرج ہے؟ حاجی پور کیا دور ہے؟ جوان آدمی ہیں چنانچہ میں نے روزہ پورا کیا- اور دوسرے دن بھی رکھا- (قلمی کاپی صفحہ ۴۵ تا ۴۷)

''............حضور نے سفر میں بار بار روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا کفران نعمت ہے- اور اکثر جو (دوست) آتے تھے اور (ان کا) روزہ ہوتا تھا- خواہ کوئی وقت ہو (حضور) روزہ افطار کرا دیتے تھے- اور بہت تاکید فرماتے کہ سفر میں خواہ کسی قدر ہو روزہ نہیں رکھنا چاہئیے تعداد (میل) سفر کی بابت دریافت پر فرمایا کہ یہ علیحدہ علیحدہ ہے- ایک آدمی جس کو کبھی کبھی سفر کرنا پڑتا ہے، اس کے لئے گھر سے روانہ ہوتے ہی سفر ہے۔ لیکن ایسا آدمی جس کا کام روزمرہ یا اکثر سفر کرنا ہے- وہ مسافر نہیں ہوسکتا- زمیندار دھوپ میں ہل چلاتے ہیں ان کے لئے دس پانچ کوس کا کچھ سفر نہیں............... (قلمی کاپی صفحہ ۵۲ تا ۵۴)

جلسہ سالانہ (۱۸۹۲ء) میں شمولیت اور تبلیغِ یورپ وامریکہ کے بارے مشاورت

جلسہ سالانہ منعقدہ ۱۸۹۲ء کے کوائف درج کئے جاتے ہیں-

۱- حضرت اقدس علیہ السلام نے ایک اشتہار میں رقم فرمایا:

''سال گزشتہ میں بمشورہ اکثر احباب یہ بات قرار پائی تھی کہ ہماری جماعت کے لوگ کم سے کم ایک مرتبہ سال میں بہ نیتِ استفادۂ ضروریاتِ دین ومشورۂ اعلائے کلمۂ اسلام وشرع متین اس عاجز سے ملاقات کریں اور اس مشورہ کے وقت یہ بھی قرین مصلحت سمجھ کر مقرر کیا گیا تھا کہ ۲۷ ردسمبر کو اس غرض سے قادیان میں آنا انسب اور اولیٰ ہے کیونکہ یہ تعطیل کے دن ہیں...................اس جلسہ (کی)...........بڑی غرض یہ بھی ہے کہ تا ہر یک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقعہ ملے اور ان کے معلومات دینی وسیع ہوں........(لیکن) لاہور میں چینیاں والی مسجد کے امام نے ....(ایک فتوٰی دیتے ہوئے) ....ایک طول طویل عبارت ....لکھی ہے............کہ ایسے جلسہ پر جانا بدعت بلکہ معصیت ہے اور ایسے جلسوں کا تجویز کرنا محدثات میں سے ہے- جس کے لئے کتاب اور سنت میں کوئی شہادت نہیں اور جو شخص اسلام میں ایسا امر پیدا کرے، مردود ہے-''

سو علماء اور ان کے تابع عوام کے ایسے خیالات تھے جن کی تردید میں حضرت اقدسؑ کو ایک مبسوط اشتہار (جو آئینہ کمالات اسلام میں آٹھ صفحات میں درج ہوا) شائع کرنا پڑا جس میں بتایا کہ بزرگوں کی ملاقات کے لئے سفر کرنے والے ہرگز مردود نہیں قرار پاسکتے۔ بخاری شریف کی ایک حدیث کے مطابق جو شخص طلب علم کی خاطر سفر کرے، اللہ تعالیٰ بہشت کی راہ اس پر آسان کر دیتا ہے- اور تحریر فرمایا:-

''صدہا لوگ طلبِ علم یا ملاقات کے لئے نذیر حسین خشک معلم کے پاس دہلی میں جائیں اور وہ سفر جائز

ہوا اور پھر خود نذیر حسین صاحب (محمد حسین) بٹالوی صاحب کا ولیمہ کھانے کے لئے بدیں عمر و پیرانہ سالی دوسوکوس کا سفر اختیار کر کے بٹالہ میں پہنچیں اور وہ سفر بالکل روا ہو☆ ....،،(۳۴)

نیز حضورؑ رقم فرماتے ہیں:

’’اس بات کے سمجھنے کے لئے کہ انسان اپنے منصوبوں سے خدا تعالیٰ کے کاموں کو روک نہیں سکتا۔ یہ نظیر نہایت تسلی بخش ہے کہ سالِ گزشتہ میں جب ابھی فتوٰی تکفیر میاں بٹالوی صاحب کا طیار نہیں ہوا تھا - اور نہ انہوں نے کچھ بڑی جد و جہد اور جان کنی کے ساتھ اس عاجز کے کافر ٹھہرانے کے لئے توجہ فرمائی تھی - صرف ۷۵ احباب اور مخلصین تاریخ جلسہ پر قادیان میں تشریف لائے تھے - مگر اب جب کہ .... بٹالوی صاحب نے ناخنوں تک زور لگا کر اور آپ بعد مشقت ہر یک جگہ پہنچ کر اور سفر کی ہر روزہ مصیبتوں سے کوفتہ ہو کر اپنے ہم خیال علماء سے اس فتوٰی پر مہریں ثبت کرائیں اور وہ اور ان کے ہم مشرب علماء بڑے ناز اور خوشی سے اس بات کے مدعی ہوئے کہ گویا اب انہوں نے اس الٰہی سلسلہ کی ترقی میں بڑی بڑی روکیں ڈال دی ہیں تو اس سالانہ جلسہ میں ....تین سو ستائیس احباب شامل جلسہ ہوئے اور ایسے صاحب بھی تشریف لائے جنہوں نے توبہ کر کے بیعت کی۔ اب سوچنا چاہیئے کہ کیا یہ خدا تعالیٰ کی عظیم الشان قدرتوں کا ایک نشان نہیں کہ بٹالوی صاحب اور ان کے ہم خیال علماء کی کوششوں کا الٹا نتیجہ نکلا اور وہ سب کوششیں برباد گئیں؟ کیا یہ خدا تعالیٰ کا فعل نہیں کہ میاں بٹالوی کے پنجاب اور ہندوستان میں پھرتے پھرتے پاؤں بھی گھس گئے لیکن انجام کار خدا تعالیٰ نے ان کو دکھلا دیا کہ کیسے اس کے ارادے انسان کے ارادوں پر غالب ہیں - وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰی أمرِہٖ وَلٰکِنَّ اکثرَ النَّاس لَایَعْلَمُوْن - ☆ ،،(۳۵)

فہرست ۳۱۳ صحابہ سے پہلے حضور رقم فرماتے ہیں:

’’اس جلسہ کے موقع پر اگرچہ پانسو کے قریب لوگ جمع ہو گئے تھے لیکن وہ احباب اور مخلص جو محض للہ شریکِ جلسہ ہونے کے لئے دور دور سے تشریف لائے ان کی تعداد قریب تین سو پچیس کے پہنچ گئی تھی -،، (۳۶)

۴ - منشی حبیب الرحمٰن صاحب ایسے عشاق حضرت اقدسؑ تو سال کے دوران پروانہ وار کئی بار حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے - اور پھر اولین جلسہ سالانہ (۱۸۹۱ء) کے فوائد و برکات سے وہ مستفیض ہو چکے تھے، بھلا اس دوسرے سالانہ جلسہ سے کیونکر وہ غیر حاضر ہو سکتے تھے - لیکن اس کے انعقاد کے قریب حضور کو منشی صاحب کے ایک خط سے ان کی علالت کا علم ہوا تو ۱۹ر دسمبر کو اپنے ایک مکتوب میں عیادت کرتے ہوئے اپنی اس شدید آرزو کا اظہار فرمایا کہ بشرطِ صحت وہ شرکت کریں - اور اللہ تعالیٰ نے منشی صاحب کو شرکت کی توفیق عطا فرمائی -

---

☆ اشتہار ۲۷ دسمبر ۱۸۹۲ء بعنوان ’’قیامت کی نشانی‘‘ مندرجہ آئینہ کمالات اسلام (بعد صفحہ ۶۰۴)

حضور کا مکتوب درج ذیل ہے:

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم نحمدہٗ ونصلّی

مجی اخویم منشی حبیب الرّحمٰن صاحب[1]

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا محبت نامہ پہنچا۔ آپ کی علالت کی خبر سن کر تفکر ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جلد صحتِ کامل عطا فرماوے۔ نہایت آرزو ہے کہ آپ ۲۷؍دسمبر ۱۸۹۲ء[2] کے جلسہ میں تشریف لائیں[3] اگر آٹھ نو روز تک صحت کامل ہو جاوے تو آپ آسکتے ہیں۔ اُمید کہ حالات خیریت آیات سے مطلع فرماتے رہیں۔

مرض کی حالت میں قصر نماز نہیں چاہیئے البتہ اگر طاقت کھڑے ہونے کی نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں۔

والسّلام

۱۹؍دسمبر ۱۸۹۲ء[4] ☆

۵۔ **مقام جلسہ** مسجد مبارک کے سامنے راستہ کے دوسری طرف تقسیم ملک تک احمدیہ بک ڈپو رہا ہے۔ حضرت اقدسؑ کے زمانہ میں ۱۸۹۲ء کے بعد کسی وقت یہاں احمدیہ شفاخانہ قائم کیا گیا تھا۔ ایک کمرہ تیار کر کے جس کے اوپر حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ کی رہائش گاہ تعمیر کی گئی تھی۔

اس شفاخانہ کے مقام سے مہمان خانہ تک ڈھاب کے کنارے کچی انیٹوں سے ایک وسیع چبوترہ تیار کیا گیا تھا۔ جس میں مدرسہ احمدیہ، مہمان خانہ اور مکان حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کی بنیادیں رکھی تھیں۔ اس مقام پر یہ جلسہ ہوا۔ (۴۷)

مقامِ جلسہ پر ایک اونچے چوبی تخت پر حضور علیہ السلام کے لئے ایک قالین بچھا دیا گیا تھا۔ احباب حضور کے چاروں طرف بیٹھے۔ سامنے شمال کی طرف حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ، مغرب کی طرف حضرت مولوی

☆ یہاں یہ مکتوب (نمبر $\frac{10}{4}$) مندرجہ مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر پنجم (صفحہ ۵۴) اور الحکم ۲۸؍جنوری ۱۹۳۴ء (صفحہ ۷ کالم ۲) سے نقل کیا گیا ہے۔

مرکزی لائبریری ربوہ میں موجود نقل اور خاکسار مؤلف اصحاب احمدؑ کو بقلم منشی کظیم الرحمٰن صاحبؓ فرزند حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحبؓ سے موصولہ نقل ایک جیسی ہیں۔ خاکسار کی طرف سے متن میں جن پر نمبر دیئے گئے ہیں ان کی نقول لائبریری و منشی کظیم الرحمٰن میں وہ الفاظ یوں مرقوم ہیں۔

سلّمہٗ اللہ تعالیٰ[1]۔ ۹۴ء[2] لاویں[3]

برہان الدین صاحبؓ اور گوشہ مغرب وجنوب میں حضرت پیر سراج الحق صاحبؓ، اوران کے اگلی طرف مولانا سید محمد احسن صاحب بیٹھے۔ (۳۸)

۶-کوائفِ جلسہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کتاب توضیح المرام میں ملائکہ کے بارے جو باتیں بیان کی ہیں، ان پر مولویوں کے بیان کردہ اعتراضات پر حضور نے شرح وبسط سے تقریر فرمائی۔ سید محمد احسن صاحب پر اس وقت ایسی رقت طاری ہوئی کہ اس سے حاضرین کے دل پگھل گئے اور سب پر عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ بعض کے دلوں میں جو شبہات تھے اس تقریر سے رفع ہو گئے۔ حضور نے یہ بھی بیان فرمایا کہ انبیاء کے دعاوی کی طرح میرا دعویٰ بھی ارشاد الٰہی پر مبنی ہے۔ میں اپنے دعویٰ میں صادق ہوں حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب نے قرآن کریم سے بتایا کہ مثل دیگر انبیاء کے حضرت عیسیٰؑ موت کا پیالہ پی کر اس فانی دنیا سے دارالنعیم میں پہنچ گئے ہیں اور احادیث میں آمدِ ثانی کے بارے میں نزول کا لفظ استعارۃً استعمال ہوا ہے۔ (۳۹)

حضور نے ایک تقریر میں علمائے زمانہ کی چند ایک باتوں کا جواب دیا جو ان کے نزدیک بنائے تکفیر ہیں۔ اور نشاناتِ سماویہ کے ذریعہ اپنے مسیح موعود ہونے کا ثبوت پیش کیا اور اپنی جماعت کو باہمی محبت اور تقویٰ اور طہارت کے بارے میں نصائح کیں۔

دوسرے روز یورپ اور امریکہ میں اشاعتِ اسلام کے تعلق میں بمشورہ احبابِ موجودہ ضروریات و عقائد اسلام کے بارے ایک رسالہ شائع کر کے وہاں بھجوایا جائے اور قادیان میں ایک مطبع کے قیام اور قادیان سے ایک اخبار کے اجراء اور مولوی سید محمد احسن صاحب کے بطور واعظ تقرر اور ان کے ہندوستان میں دورہ کرنے کے بارے امور طے ہوئے اور یہ کہ جلسہ سالانہ پر اشاعت اسلام اور ہمدردیٔ نومسلمینِ امریکہ ویورپ کے بارے میں احسن تجاویز سوچی جائیں اور دنیا میں تقویٰ وطہارت کو ترقی دینے اور عادات ورسوم قبیحہ کے دور کرنے کی تدابیر کی جائیں اور ان امور کی سرانجام دہی کے لئے حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کی صدارت میں ایک کمیٹی قائم کی گئی۔

اس کمیٹی کے سیکرٹری کی رپورٹ ہے کہ اجرائے مطبع واخبار کے ماہوار اخراجات کا اندازہ اڑہائی صد روپیہ تھا۔ چنانچہ

''اس پر ہر ایک مخلص نے اپنے مقدور کے موافق بطیّب خاطر چندہ لکھوایا.................اس تجویز سے پہلے بہت سے معزز اصحاب واپس تشریف لے جا چکے تھے۔ وہ اس کار خیر میں شامل نہیں ہو سکے۔ امید کہ صادقانِ باوفا (اور) مخلصانِ بے ریا ضرور اس نیک کام میں شمولیت فرما کر سعادت دارین کے مستحق ہوں گے.....لیکن حضرت

اقدسؑ فرماتے ہیں کہ کوئی صاحب مجبوراً چندہ نہ لکھوائیں بلکہ اپنی خوشی سے حسب استطاعت لکھوائیں۔'' ☆

☆ **تعداد وعدہ کنندگان (جس کے نمبر شمار میں سہو ہے) ترانوے ہے۔ کپورتھلہ کے دیگر نو احباب کے وعدے دو آنے سے چار آنے ماہوار تک ہیں ان ترانوے احباب میں سے ستاسی کے ماہوار وعدے آٹھ پائی سے دو روپے تک کے ہیں۔ ''منشی حبیب الرحمٰن صاحب'' (یعنی کپورتھلوی) کا وعدہ اڑہائی روپے ماہوار کا ہے۔ آپ سے بڑھ کر وعدہ صرف پانچ احباب کا ہے۔ اس سے منشی صاحب کے چندہ کی اہمیت ظاہر ہے۔ مطلوبہ ماہوار اخراجات قریباً اڑہائی صد گویا سالانہ تین ہزار میں سے وعدے ساڑھے اکہتر روپے ماہوار گویا آٹھ صد اٹھاون روپے سالانہ کے تھے۔ نقد وصولی قریباً پونے اڑتالیس روپے ہوئی تھی۔ (آئینہ کمالات، اسلام ضمیمہ صفحہ ۱۹ تا ۲۳) غالباً یہ آغاز تھا باقاعدہ تحریک و وصولی چندہ کا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بے حد بابرکت اور مثمر ثمراتِ حسنہ بنایا۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک حمداً کثیرًا**

ماہوار وعدہ فی کس	گویا سالانہ چندہ فی کس	تعداد وعدہ کنندگان	کل میزان وعدہ
آٹھ پائی	نصف روپیہ	ایک	نصف روپیہ
ایک آنہ چار پائی	ایک روپیہ	چھبیس	چھبیس روپیہ
دو آنے	ڈیڑھ روپیہ	سات	ساڑھے دس روپیہ
دو آنے آٹھ پائی	دو روپیہ	چھ	بارہ روپیہ
چار آنہ	تین روپیہ	سترہ	اکاون روپیہ
آٹھ آنہ	چھ روپیہ	آٹھ	اڑتالیس روپیہ
تیرہ آنہ چار پائی	دس روپیہ	ایک	دس روپیہ
ایک روپیہ	بارہ روپیہ	چودہ	ایک سواڑسٹھ روپیہ
ایک روپیہ پانچ آنہ چار پائی	سولہ روپیہ	ایک	سولہ روپیہ
دو روپیہ	چوبیس روپیہ	چھ	ایک سو چوالیس روپیہ
اڑہائی روپیہ	تیس روپیہ	ایک	تیس روپیہ
تین روپیہ	چھتیس روپیہ	دو	بہتر روپیہ
چار روپیہ دو آنہ آٹھ پائی	پچاس روپیہ	ایک	پچاس روپیہ
آٹھ روپیہ پانچ آنہ چار پائی	ایک سو روپیہ	ایک	ایک سو روپیہ
دس روپیہ	ایک سو بیس روپیہ	ایک	ایک سو بیس روپیہ
	میزان وعدہ کنندگان	ترانوے	میزان وعدہ سالانہ آٹھ صد اٹھاون روپے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خسر حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ ابھی تک داخل سلسلہ احمدیہ نہ ہوئے تھے۔حضور کی طرف سے اس جلسہ میں شریک ہونے کی تحریک پر قادیان تشریف لائے اور حضرت اقدس کی باتیں سن کر آپ کے تمام شبہات دور ہو گئے۔چنانچہ آپ تحریر کرتے ہیں:۔

''اس جلسہ پر تین سو سے زیادہ شریف اور نیک لوگ جمع تھے۔جن کے چہروں سے مسلمانی نور ٹپک رہا تھا۔امیر،غریب،نواب،انجینئر،تھانہ دار،تحصیلدا،زمیندار،سوداگر،حکیم،غرض ہر قسم کے لوگ تھے۔ہاں چند مولوی بھی تھے مگر مسکین مولوی۔مولوی کے ساتھ مسکین اور منکسر کا لفظ یہ مرزا صاحب کی کرامت ہے کہ مرزا صاحب سے مل کر مولوی بھی مسکین بن جاتے ہیں۔ورنہ آج کل مسکین مولوی اور بدعات سے بچنے والا صوفی کبریتِ احمر اور کیمیائے سعادت کا حکم رکھتا ہے.......وہ وقت عنقریب (آتا) ہے کہ جناب مرزا صاحب کی خاکِ پا کو اہل بصیرت آنکھوں میں جگہ دیں اور اکسیر سے بہتر سمجھیں اور تبرک خیال کریں۔مرزا صاحب کے سینکڑوں ایسے دوست ہیں جو مرزا صاحب پر دل و جان سے قربان ہیں......................

''مولوی اور خصوصاً مولوی محمد حسین صاحب سرآمدِ علماءِ پنجاب (بزعمِ خود) سے لوگوں کو اس قدر نفرت کہ جس کے باعث مولوی صاحب کو لاہور چھوڑنا پڑا۔موحدین کی جامع مسجد میں اگر اتفاقاً لاہور میں تشریف لے جاویں تو مارے ضد اور شرم کے داخل نہیں ہو سکتے۔اور مرزا صاحب کے پاس (جو بزعم مولوی صاحب) کافر بلکہ اکفر اور دجّال ہیں،گھر بیٹھے لاہور،امرتسر،پشاور،کشمیر،جموّں،سیالکوٹ،کپورتھلہ،لدھیانہ،بمبئی،مما لک شمال و مغرب،اودھ،مکہ معظّمہ وغیرہ بلاو سے لوگ گھر سے بوریابدھنا باندھے چلے آتے ہیں۔پھر آنے والے ....موحّد،اہلحدیث،مولوی،مفتی،پیرزادے،شریف،امیر،نواب،وکیل۔اب ذرا سوچنے کا مقام ہے کہ باوجود.................اکثر مولویوں سے کفر کے فتویٰ پر مہریں لگوانے کے،اللہ جلّشانہٗ نے مرزا صاحب کو کس قدر چڑھایا اور کس قدر خلق خدا کے دلوں کو متوجہ کر دیا..........(یہ لوگ) مرزا صاحب کے گرد ایسے جمع ہوتے تھے جیسے شمع کے گرد پروانے ....نائبینِ رسولؐ (کہلانے والے).........................کسی ملک میں ہدایت پھیلانا اور مخالفینِ اسلام کو زیر کرنا تو درکنار ایک شہر بلکہ ایک محلّہ کو بھی درست نہیں کر سکتے۔برخلاف اس کے مرزا صاحب نے شرقاً غرباً مخالفینِ اسلام کو دعوتِ اسلام کی اور ایسا نیچا کر دکھایا کہ کوئی مقابل آنے جوگا نہیں رہا..................وہی نیچری..........جو مسلمان صورت بھی نہیں تھے،مرزا صاحب کے ملنے سے مومن سیرت ہو گئے۔اہلکاروں،تھانہ داروں نے رشوتیں لینی چھوڑ دیں،نشہ بازوں نے نشے ترک کر دئے.....................
مرزا صاحب کے شیعہ مریدوں نے تبرا ترک کر دیا۔صحابہ سے محبت کرنے لگے.................بعض پیرزادے جو

...............محمد اسمٰعیل شہید کو بھی کافر سمجھتے تھے، مرزا صاحب کے معتقد ہونے کے بعد...................(ان کو) اپنا پیشوا اور بزرگ سمجھنے لگے- اگر یہ تاثیریں دجالین، کذابین میں ہوتی ہیں- اور نائبین رسول مقبولؐ (گویا ایسی) نیک تاثیروں سے محروم ہیں تو بصد خوشی ہمیں دجالی ہونا منظور ہے.........☆(۴۰)

۷- جلسہ سالانہ ۱۸۹۳ء کو حضرت اقدسؑ نے ملتوی فرمایا- وجوہاتِ التوا میں سے ایک وجہ سے ان مشکلات کا علم ہوتا ہے جن کا سامنا اس جلسہ سالانہ کے منعقد کرنے کے وقت ہوُا تھا- نیز جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء کے مزید کوائف بھی سامنے آتے ہیں-

حضرت اقدسؑ بیان فرماتے ہیں کہ

''ابھی ہمارے سامان نہایت ناتمام ہیں اور صادق جانفشاں بہت کم اور بہت سے کام ہمارے اشاعت کتب کے متعلق قلت مخلصوں کی سبب سے باقی پڑے ہیں۔ پھر ایسی صورت میں جلسہ کا اتنا بڑا اہتمام جو صدہا آدمی خاص اور عام کئی دن آ کر قیام پذیر رہیں اور جلسہ سابقہ کی طرح بعض دور دراز کے غریب مسافروں کو اپنی طرف سے زادراہ دیا جاوے- اور کماحقہٗ کئی روز صدہا آدمیوں کی مہمان داری کی جاوے اور دوسرے لوازم چارپائی وغیرہ کا صدہا لوگوں کے لئے بندوبست کیا جائے اور ان کے فروکش ہونے کے لئے کافی مکانات بنائے جائیں، اتنی توفیق ابھی ہم میں نہیں اور نہ ہمارے مخلص دوستوں میں۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ ان تمام سامانوں کو درست کرنا ہزارہا روپیہ کا خرچ چاہتا ہے اور اگر قرضہ وغیرہ پر اس کا انتظام بھی کیا جائے تو بڑے سخت گناہ کی بات ہے کہ جو ضروریاتِ دین پیش آ رہی ہیں- وہ تو نظر انداز رہیں اور ایسے اخراجات جو کسی کو یاد بھی نہیں رہتے- اپنے ذمہ ڈال کر ایک رقم کثیر قرضہ کی خواہ نخواہ اپنے نفس پر ڈال لی جائے-

''ابھی باوجود نہ ہونے کسی جلسہ کے مہمان داری کا سلسلہ ایسی ترقی پر ہے کہ ایک برس سے یہ حالت ہو رہی ہے کہ کبھی تیس تیس، چالیس چالیس اور کبھی سو تک مہمانوں کی موجودہ میزان کی ہر روزہ نوبت پہنچ جاتی ہے- جن میں اکثر ایسے غرباء فقراء دور دراز ملکوں کے ہوتے ہیں جو جاتے وقت ان کو زادِراہ دے کر رخصت کرنا پڑتا

☆ اس جلسہ سالانہ میں منشی حبیب الرحمٰن صاحب، منشی ظفر احمد صاحب، منشی محمد خاں صاحب، منشی اروڑا صاحب، منشی عبدالرحمٰن صاحب اور منشی فیاض علی صاحب رضی اللہ عنہم سمیت انیس احباب کپورتھلہ نے شرکت کی تھی- (جن کے نمبر فہرست میں ۲۲۳ تا ۲۴۱ ہیں) گویا حاضرین کا ۱/۱۷ حصہ احباب کپورتھلہ کا تھا- یہاں ۲۲۷ نمبر پر نام یوں مرقوم ہے ''منشی حبیب الرحمٰن صاحب رئیس حاجی پور ریاست کپورتھلہ''

ہے- برابر یہ مسئلہ ہر روز لگا ہوا ہے- اور اس کے اہتمام میں مکرمی مولوی حکیم نورالدین صاحب بدل و جان کوشش کر رہے ہیں- اکثر دور کے مسافروں کو اپنے پاس سے زادراہ دیتے ہیں- چنانچہ بعض کو قریب تیس تیس یا چالیس چالیس روپیہ کے دینے کا اتفاق ہوا ہے- اور دو دو چار چار تو معمول ہے اور نہ صرف یہی اخراجات بلکہ مہانداری کے اخراجات کے متعلق قریب تین چار سو روپیہ کے انہوں نے اپنی ذاتی جوانمردی اور کریم النفسی سے علاوہ امداداتِ سابقہ کے ان ایام میں دیئے ہیں اور نیز طبع کتب کے اکثر اخراجات انہوں نے اپنے ذمہ کر لئے کیونکہ کتابوں کے طبع کا سلسلہ بھی برابر جاری ہے- گو بوجہ ایسے لابدی مصارف کے اپنے مطبع کا اب تک انتظام نہیں ہو سکا- لیکن مولوی صاحب موصوف ان خدمات میں بدل و جان مصروف ہیں اور بعض دوسرے دوست بھی اپنی ہمت اور استطاعت کے موافق خدمت میں لگے ہوئے ہیں- مگر پھر بھی کب تک اس قدر مصارف کا تحمل نہایت محدود آمدن سے ممکن ہے؟ غرض ان وجوہ کے باعث سے اب کے سال التوائے جلسہ مناسب دیکھتا ہوں.........'' (۴۱)

تین سو تیرہ صحابہ میں شمولیت دوبار

حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحب ان خوش قسمت بزرگوں میں سے تھے جن کے اسماء دوبار ان فہرستوں میں درج ہوئے جن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مثیلِ صحابہ بدر قرار دیا ہے- حضور رقم فرماتے ہیں کہ

''حدیث صحیح میں آ چکا ہے کہ مہدی موعود کے پاس ایک چھپی ہوئی کتاب ہوگی جس میں اس کے تین سو تیرہ اصحاب کا نام درج ہوگا...................وہ پیشگوئی آج پوری ہوگئی''

نیز فرمایا کہ

''میں پہلے اس سے بھی آئینہ کمالاتِ اسلام میں ....(اتنے) نام درج کر چکا ہوں اور اب دوبارہ اتمام حجت کے لئے تین سو تیرہ نام ....درج کرتا ہوں...................بموجب منشاءِ حدیث کے یہ بیان کر دینا ....ضروری ہے کہ یہ تمام اصحاب خصلت صدق و صفا رکھتے ہیں اور حسب مراتب جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے بعض سے محبت اور انقطاع الی اللہ اور سرگرمی دین میں سبقت لے گئے ہیں- اللہ تعالیٰ سب کو اپنی رضا کی راہوں میں ثابت قدم کرے-''☆

☆ انجام آتھم (ضمیمہ) صفحہ ۴۰ تا ۴۵- اس میں آپ کا نام نمبر ۲۳۶ پر ''منشی حبیب الرحمٰن صاحب حاجی پور کپورتھلہ'' مرقوم ہے اس فہرست میں کپورتھلہ کے دیگر احباب منشی اروڑا صاحب، (باقی اگلے صفحہ پر)

جادو کچھ چیز نہیں

منشی حبیب الرحمٰن صاحب تحریر کرتے ہیں:

''والد صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد آپس میں مقدمات شروع ہو گئے۔ میں نا تجربہ کار مجھے بہت فکر رہتا تھا- میرا جو مخالف تھا، ایک تو وہ مزاج کا شریر تھا اور غیر احمدی بلکہ احمدیوں کا دشمن، اس نے ارادہ کیا کہ میرے اوپر جادو کر کے (مجھے) تباہ کر دیا جائے۔ میرے دوست منشی محمد خاں صاحب نے کہیں سے سن لیا کہ مرغِ سفید کے ذریعہ جادو کرنا چاہتے ہیں- ہر چند کہ وہ ایسے خیال کے آدمی نہ تھے- تب بھی ان کو فکر ہوئی۔ مجھے (انہوں نے) لکھا کہ اگر کوئی سفید ریش (شخص) سفید مرغ آپ کو دے تو نہ لینا۔ سفید ریش میرے مخالف کا آدمی تھا- میں جانتا تھا کہ یہ لوگ ایسے ہی بیہودہ خیال کے آدمی ہیں۔ خاں صاحب نے کہیں سے سن لیا ہے- گو میں جادو وغیرہ کا قائل نہ تھا مگر خاں صاحب کی تحریر کا میرے اوپر اثر ہوا اور رنج ہؤا- حضرت صاحب لدھیانہ میں تھے- میں حضور کے پاس حاضر ہؤا اور عرض کیا کہ میرے مخالف جو دینی اور دنیوی طور پر میرے دشمن ہیں، اب معلوم ہؤا کہ وہ میرے اوپر جادو کر رہے ہیں- اگر حضور اجازت دیں تو میں سب کچھ چھوڑ دوں (یعنی جائیداد جس کے ان لوگوں سے مقدمات ہیں- ناقل) حضور نے فرمایا (کہ) اس طرح اپنا حق چھوڑ دینا گناہ ہے- جس طرح دوسروں کا حق لینا گناہ ہے اسی طرح اپنا حق چھوڑ دینا گناہ ہے- جادو کچھ چیز نہیں- تم اس کا کچھ فکر نہ کرو- اور الحمد شریف اور معوذتین زیادہ پڑھا کرو- پھر کسی طرح خوف نہیں- میں دعا کروں گا-

'یہ تو مجھے معلوم ہو گیا کہ مجھ پر جادو ہؤا مگر مجھ پر قطعاً کسی قسم کا اثر نہیں ہؤا- اور نہ پھر میرے دل میں اس کا خیال ہی ہوا کہ جادو کا کچھ اثر ہؤا کرتا ہے- بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل سے میرا ایمان ہے کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دامن پکڑا ہے اور حضور کے وجود کو میں (نے) چھوا ہے- اس لئے خدا تعالیٰ میری ظاہری اور باطنی طور پر حفاظت فرمائے گا- اور آخرت میں بھی مجھ گنہگار کو اپنے فضل سے میرے گناہوں پر پردہ پوشی فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح موعود علیہ السلام کے دربار سے علیحدہ نہ فرمائے گا۔ تاہم ایمانِ کامل کے ساتھ ان

بقیہ حاشیہ: میاں محمد خاں صاحب، منشی ظفر احمد صاحب، منشی عبدالرحمٰن صاحب منشی فیاض علی صاحب اور مولوی محمد حسین صاحب کے اسماء بھی شامل ہیں-

(انجام آتھم کے آخری صفحہ ۶۳ (ضمیمہ) پر حضور نے اپنے نام کے ساتھ تاریخ تکمیل کتاب ۲۲؍جنوری ۱۸۹۷ء رقم فرمائی ہے-

اعمال کا عمل میں آنا ضروری ہے جو عبادات اور معاملات کے متعلق بارگاہ ربّ العزّت اور حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے کامل مطیع اور غلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے احکام صادر فرمائے جس قدر بجا آوریٔ احکام میں (کوئی) مستعد اور منہمک ہوگا - قرب حاصل کرے گا خدا تعالیٰ مجھے توفیق بخشے-'' (قلمی کاپی ۵۴-۵۶)

ایک منصف کی طرف سے حضرت اقدسؑ کو دعوتِ طعام

منشی حبیب الرحمٰن صاحب نے بواسطہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب بیان کیا کہ

رشتہ میں میرے چچا منشی محمد اشرف صاحب منصف بمقام لدھیانہ تھے - وہ مشرع داڑھی رکھتے تھے - لباس میں سادگی تھی مجھ سے ان کو بہت محبت تھی - اور وہ میری بات بھی مان لیتے تھے - ان کی دیانت اور انصاف پسندی کی وجہ سے حکام بھی ان کا احترام کرتے تھے - حضرت اقدس علیہ السلام کے لدھیانہ کے قیام میں میں روزانہ لودھیانہ آتا تھا - اور کبھی رات کو منشی صاحب کے پاس ٹھہر جاتا تھا - اور ان سے حضور کا تذکرہ اور تبلیغ کا سلسلہ جاری رہتا تھا - اس لئے ان کے دل میں حضور کی قدر و منزلت تھی اور حضور کی زیارت و ملاقات کے لئے حضور کی جائے قیام پر آتے رہتے تھے - حالانکہ اس وقت اس شہر میں حضور کی شدید مخالفت ہو رہی تھی - گو انہوں نے بعد میں بھی بیعت نہیں کی -

ایک دفعہ انہوں نے حضور کو ولی اللہ اور اہل اللہ سمجھ کر اور آپ کی خدمت کو باعث نجات جان کر حضور کی کھانے کی دعوت کرنا چاہی اور مجھ سے اپنا اشتیاق ظاہر کر کے چاہا کہ حضور سے عرض کروں کہ حضور ان کی دعوت قبول فرمائیں اور اگر دینی مصروفیات کی وجہ سے ان کے مکان پر تشریف نہ لا سکتے ہوں تو کھانا حضور کی جائے قیام پر پیش کر دیا جائے گا -

میں نے حضور کی خدمت میں ان کی اس خواہش کا ذکر کرتے ہوئے اپنی قرابت بھی بتائی - حضور نے دعوت منظور کی اور فرمایا کہ ہم ان کے ہاں جا کر کھانا کھائیں گے - منشی صاحب نے دعوت کے روز صفائی وغیرہ کا اہتمام کیا ـ بوقت شب حضور معہ قافلہ میرے ہمراہ وہاں تشریف لے گئے ـ کھانے بہت تکلف سے تیار کروائے گئے تھے - تکلفات کو تو حضور نے پسند نہیں فرمایا - لیکن منشی صاحب کی شرافت اور خاموش طبیعت کی تعریف فرمائی ـ منشی صاحب کی طرف سے واپسی کے لئے انتظام تھا ٹانگوں کا لیکن حضور نے فرمایا کہ ہم پیدل جائیں گے چنانچہ حضور پیدل تشریف لے گئے میں بھی ہمراہ تھا -

حضرت اقدسؑ کا منشی صاحب کو یاد کرنا

حضرت عرفانی صاحب بیان کرتے ہیں کہ

''ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جالندھر کے مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے- اور اکثر احباب بھی اس موقع پر آ گئے تھے- ایسا کبھی ہوا ہی نہیں کہ حضور کسی مقام پر گئے ہوں اور احباب پروانوں کی طرح ادھر ادھر سے آ کر جمع نہ ہو گئے ہوں- ان آنے والوں میں دور و نزدیک یعنی فاصلہ اور خرچ کا سوال ہی نہ ہوتا تھا- ان کی ایک ہی غرض ہوتی تھی کہ

روزِ واقعہ پیشِ نگار خود باشم

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قیام کسی قدر لمبا ہو گیا- اور احباب جو رخصت لے کر آئے تھے- یکے بعد دیگر کے رخصت ہوتے چلے گئے- یہاں تک کہ صرف منشی ظفر احمد صاحب رہ گئے- حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحب رضی اللہ عنہٗ حاجی پور سے روز آتے اور چلے جاتے (تھے)۔ (۴۲)

اس بارے میں منشی حبیب الرحمٰن صاحب کی ایک تحریر کا ملخص یہ ہے:

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک دفعہ جالندھر تشریف لائے ہوئے تھے- اور حضور کو اپنے ایک کام کے لئے کسی کو بار بار ایک اور ضلع میں بھجوانا پڑتا تھا- ریل گاڑی کا انتظام نہ تھا- میں نے اپنا یکہ جس میں اپنی بگھی کی ایک مضبوط گھوڑی لگائی ہوئی تھی- حضور کے کام کی خاطر وہاں چھوڑ رکھا تھا- میں روز مرہ صبح حضور کی خدمت میں جالندھر چلا جاتا اور شام کو واپس آ جاتا تھا-'' ایک دن میں کسی ضرورت کی وجہ سے نہ جا سکا۔ کپورتھلہ سے منشی ظفر احمد صاحب آئے ہوئے تھے- حضور نے فرمایا کہ آج حبیب الرحمٰن نہیں آیا- تم جا کر خبر لاؤ کہ خیریت ہے- دوپہر کو منشی ظفر احمد (صاحب) حاجی پور آئے تو (میرے) نہ آنے کا سبب دریافت کیا کہ حضور کو فکر ہوا کہ خلاف عادت تم نہیں گئے- اور بتایا کہ حضور کو ایک کام کے واسطے سات صد روپیہ درکار ہے- اس رقم کو جمع کرنے کے واسطے جماعت کپورتھلہ نے بھی کچھ دینا ہے- مجھے بہت خوشی ہوئی-''

''میں جانے کے لئے فوراً تیار ہو گیا- اور شام کو جالندھر پہنچا- اطلاع کرائی حضور نے اندر بلا لیا- میں اندر گیا تو تیسری منزل پر تشریف لے گئے- جالندھر میں اس نیچے کی منزل میں مردانہ تھا اور دوسری منزل میں زنانہ- تیسری منزل خالی تھی- غرض حضور مجھے (گویا بالکل علیحدگی میں) لے گئے- اور اپنے معاملہ کی تفصیل بتائی اور میں نے ایک نقصان کا خدشہ اپنے مشورہ میں ظاہر کیا حضور نے فرمایا کہ سات سو روپیہ مطلوب ہے اور یہ روپیہ جمع کرنا ہے....................میں جو رقم اس غرض کے واسطے ہمراہ لے گیا تھا- (وہ) پیش کی۔ حضور نے دعا کی-''

''میں نے حاجی پور تشریف لے جانے کے واسطے عرض کیا تھا فرمایا کہ اس درپیش کام کے بعد ہم مع سب کے حاجی پور آ جائیں گے۔ آپ کے یکہ ہی میں آئیں گے- اس لئے میں حاجی پور کو واپس چلا آیا اور اپنے

متعلقین کو دوسرے مکان میں جو ملا ہوا تھا اور (دونوں کے درمیان) راستہ بھی تھا، منتقل کر دیا اور ہر ایک سامان جمع کر دیا- کیونکہ حضور کا ارادہ حاجی پور میں پندرہ یوم قیام کا تھا- میں اور میرا کنبہ خوشی میں نہ سماتے تھے- میری والدہ صاحبہ مرحومہ بھی حیات تھیں- ان کو ہم سب سے زیادہ خوشی تھی- وہ خود ہر ضروری شے کا انتظام فرماتی تھیں-

''دو تین یوم تک انتظار کرنے کے بعد میں یکہ میں سوار ہو کر جالندھر کو گیا- چھیڑو کے پھاٹک کے پاس سے جب ایک گاڑی گذری تو پھاٹک بند تھا.................... جب میں جالندھر پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضور آج ہی لودھیانہ تشریف لے گئے (ہیں) میں متفکر ہوا اور مجھے کچھ حال معلوم نہ ہوا- اس لئے دوسری گاڑی سے سیدھا لودھیانہ پہنچا۔ حضور نے ملاقات میں تفصیل سے اس معاملہ کے متعلق بتایا کہ خاکسار کا مشورہ درست نکلا اور حضور نقصان سے محفوظ رہے اور حاجی پور جانے کا موقع نہیں تھا- فرمایا کہ ہم سیدھے لودھیانہ ہی چلے آئے جب آپ یکہ میں پھاٹک کے سامنے کھڑے تھے تو محمد سعید صاحب نے ہم کو بتلایا تھا- ہم نے کہا تھا کہ اشارہ کر دو مگر آپ نے دیکھا نہیں- (قلمی کاپی صفحہ ۶۲ تا ۶۷) ☆

☆ (ا) منشی صاحب نے شیخ عبدالرحمٰن صاحب کو لکھوایا تھا کہ حضور کی خاطر مکان میں سفیدی کروائی تھی اور گاؤں کے کچے راستہ کو مٹی وغیرہ ڈلوا کر درست کرا دیا گیا تھا- اور چوپہیہ بگھی کو روغن وغیرہ کروالیا گیا تھا-

منشی صاحب کی اولاد نے آپ کی والدہ صاحبہ کا نام عائشہ بیگم بتایا ہے-

(ب) مضمون منشی کظیم الرحمٰن صاحب مصدقہ منجانب حضرت منشی ظفر احمد صاحب مرقوم ہے کہ حضرت اقدسؑ کی طرف سے بھجوانے پر منشی ظفر احمد صاحب حاجی پور پہنچے اور بتایا کہ حضور نے آج احباب سے چندہ کی خاص تحریک فرمائی ہے اور آپ کو بلوایا ہے۔ سو منشی حبیب الرحمٰن صاحب کے پاس جتنی نقدی گھر میں تھی- ساتھ لے لی اور جالندھر جا کر حضور کی خدمت میں پیش کر دی اور پیش کردہ رقم ایک صد روپیہ سے کم تھی اور تحریک کردہ رقم میں بھی اسی قدر رقم کم تھی جتنی منشی حبیب الرحمٰن صاحب نے پیش کی تھی اور حضور نے فرمایا کہ بس اب ہماری تحریک پوری ہو گئی (۴۳) منشی حبیب الرحمٰن نے شیخ عبدالرحمٰن صاحب کو بتایا کہ میری پیش کردہ رقم بہتر روپے تھی-

(ج) الحکم کے اس بیان میں یہ سہو ہے کہ تحریک کردہ رقم میں اسی قدر کمی تھی جو منشی حبیب الرحمٰن صاحب کی پیش کردہ رقم سے پوری ہو گئی- اس سہو کا دو امور سے ثبوت ملتا ہے-

اوّل- منشی ظفر احمد صاحب نے بتایا کہ آج اس رقم کی تحریک حضور نے فرمائی ہے اتنی خطیر رقم کا قریبًا ایک دن میں جمع ہو جانا اس وقت کے حالات سے کم ہی ممکن ہے بلکہ امر دوم سے یقینی علم ہوتا ہے کہ وہ ابھی بالکل فراہم نہیں ہوئی تھی۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

منشی صاحب ایک نشان کے گواہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی ایک پیشگوئی کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''۲۹/جولائی ۱۸۹۷ء کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک صاعقہ مغرب کی طرف سے میرے مکان کی طرف چلی آتی ہے- جو بے آواز اور بے ضرر ایک روشن ستارہ کی مانند آہستہ حرکت کرتی ہوئی میرے مکان کی طرف متوجہ ہوئی ہے اور جب قریب پہنچی تو میری آنکھوں نے صرف ایک چھوٹا ستارہ دیکھا جس کو میرا دل صاعقہ سمجھتا تھا- الہام ہوا-

ماھٰذ االّا تھدِ ید الحُکّام

یعنی یہ ایک مقدمہ ہوگا اور صرف حکام کی باز پرس تک پہنچ کر پھر نابود ہو جائے گا اور بعد اس کے الہام ہوا

اِنّی مَعَ الأفواج اٰ تیک بغتۃ یَأتیک نُصرتی اِبراء اِنّی اناالرحمن ذوالمجد و العلیٰ

یعنی میں اپنی فوجوں (یعنی ملائکہ) کے ساتھ ناگہانی طور پر تیرے پاس آؤں گا اور اس مقدمہ میں میری مدد تجھے پہنچے گی- میں انجام کار تجھے بری کروں گا- اور بے قصور ٹھہراؤں گا- میں ہی وہ رحمان ہوں جو بزرگی اور بلندی سے مخصوص ہے اور پھر ساتھ اس کے یہ الہام ہوا-

بَلَجَتْ اٰیاتی یعنی میرے نشان ظاہر ہوں گے اور ان کے ثبوت زیادہ سے زیادہ ظاہر ہوں گے اور پھر الہام ہوا **اِلواء ُفتح** یعنی فتح کا جھنڈا پھر الہام ہوا **اِنّما امرُنا اذ ا اَ رَدْنَا شَیْئًا ان نقُول لَہٗ کُن فیکون** اس پیشگوئی سے قبل از وقت پانسو آدمیوں کو خبر دی گئی تھی کہ ایسا ابتلاء آنے والا ہے- مگر آخر بریت ہوگی اور

بقیہ حاشیہ: دوم- (بروئے بیان قلمی کاپی) منشی حبیب الرحمٰن صاحب کو حضرت اقدسؑ نے عندالملاقات فرمایا کہ سات صدروپیہ مطلوب ہے جو جمع کرنا ہے- گویا امر اوّل کی تصدیق اس تحریری بیان سے ہوتی ہے-

(د) حضور کے جالندھر قریباً ایک ماہ کے قیام اور وہاں سے لدھیانہ جانے کا ذکر تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ ۲۷۵ میں بھی ہے منشی صاحب نے شیخ عبدالرحمٰن صاحب کو اتنے عرصہ کا قیام بتلایا تھا-

حضور فروری ۱۸۹۲ء کے دوسرے ہفتہ میں سیالکوٹ تشریف لے گئے[1] پھر وہاں سے کپورتھلہ جہاں دو ہفتہ قیام[2] رہا- پھر جالندھر جا کر قریباً ایک ماہ قیام[3] رہا اور وہاں سے لدھیانہ چلے گئے[4]- جہاں سے مئی کے تیسرے ہفتہ میں قادیان مراجعت فرما ہوئے[5]

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ ۲۸۸[1]-۲۹۲[2]-۲۹۳[3]-۲۹۴[4]-۲۹۵[5])

خداتعالیٰ کافضل ہوگا- چنانچہ میرے رسالہ کتاب البـریة میں یہ تمام الہامات درج ہیں جوقبل از وقت دوستوں کو سنائے گئے اور پھر انہیں کے لئے کتاب البریۃ بھی تالیف ہوئی- تا ہمیشہ کے لئے ان کو یاد رہے کہ جو کچھ قبل ازمقدمہ ان دوستوں کوخبر دی گئی وہ سب باتیں کیسی صفائی سے ان کے روبروہی پوری ہوگئیں-

''یہ مقدمہ اس طرح سے ہؤا کہ ایک شخص عبدالمجید نام نے عیسائیوں کے سکھلانے پر مجسٹریٹ ضلع امرتسر کے روبرواظہار دیئے کہ مجھے مرزاغلام احمد نے ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کے قتل کرنے کے لئے بھیجا ہے- اس پر مجسٹریٹ امرتسر نے میری گرفتاری کے لئے یکم اگست کو وارنٹ جاری کیا،جس کی خبرسن کر ہمارے مخالفین، امرتسر و بٹالہ میں ریل کے پلیٹ فارموں اور سڑکوں پر آ آ کر کھڑے ہوتے تھے تا کہ میری ذلت دیکھیں لیکن خدا کی قدرت ایسی ہوئی کہ

اوّل تو وہ وارنٹ خدا جانے کہاں گم ہوگیا-

دوم مجسٹریٹ ضلع امرتسر کو بعد میں خبر لگی کہ اس نے غیر ضلع میں وارنٹ جاری کرنے میں بڑی غلطی کھائی ہے- پس اس نے ۶ راگست کو جلدی سے صاحبِ ضلع گورداسپور کو تار دیا کہ وارنٹ فوراً روک دو- جس پر سب حیران ہوئے کہ وارنٹ کیسا- لیکن مثل مقدمہ آنے پر صاحب ضلع گورداسپور نے ایک معمولی سمن کے ذریعہ مجھے بلایا اورعزت کے ساتھ اپنے پاس کرسی دی- یہ صاحب ضلع جس کا نام کپتان ایم- ڈبلیوڈگلس تھا- بہ سبب زیرک اور دانشمند اور منصف مزاج ہونے کے فوراً سمجھ گیا کہ مقدمہ بے اصل اور جھوٹا ہے- اس لئے میں نے ایک دوسرے مقام میں اس کو پیلاطوس سے نسبت دی ہے- بلکہ مردانگی اور انصاف میں اس سے بڑھ کر لیکن خدا کا اور فضل یہ ہوا کہ خود عبدالمجید نے عدالت میں اقرار کرلیا کہ عیسائیوں نے مجھے سکھلا کر یہ اظہار دلایا تھا ورنہ یہ بیان سراسر جھوٹ ہے کہ مجھے قتل کرنے کے لئے ترغیب دی گئی تھی۔ پس صاحبِ ضلع نے اس آخری بیان کو صحیح سمجھا اور بڑے زور وشور کا چٹھا لکھ کر مجھے بری کر دیا اور تبسم کے ساتھ عدالت میں مجھے مبارکباد دی- **فالحمدلله علیٰ ذٰلک**- ''(۴۴)☆

☆ **الف-نزول المسیح پیشگوئی نمبر۶۰ روحانی خزائن جلد۱۸ صفحہ۵۷۴ تا ۵۷۷ وحاشیہ اس نشان کے رویت کے زندہ گواہوں میں حضرت اقدسؑ نے ''منشی ظفر احمد صاحب-میاں محمد خاں صاحب، منشی محمد اروڑا صاحب ودیگر جماعت کپورتھلہ'' کے اسماء درج فرمائے ہیں**

یہ فیصلہ۲۴ راگست ۱۸۹۷ء کوسنایا گیا-اس سے ایک روز پہلے کی پیشی کے بارے منشی حبیب الرحمٰن صاحب نے بواسطہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب بیان کیا کہ میں رات کو گورداسپور پہنچا تھا-(باقی اگلے صفحہ پر)

کیپٹن ڈگلس نے مبارک باد دیتے ہوئے پوچھا کیا آپ چاہتے ہیں کہ ڈاکٹر کلارک پر مقدمہ چلائیں- اگر چاہتے ہیں تو آپ کو حق ہے حضور نے فرمایا کہ

''میں کسی پر مقدمہ کرنا نہیں چاہتا- میرا مقدمہ آسمان پر دائر ہے-''

''پیلاطوس ثانی ولیم ڈگلس نے چونکہ پیلاطوس اوّل کے برعکس بریت کا فیصلہ دے کر عدل وانصاف کا شاندار کارنامہ دکھایا تھا- اس لئے حضور نے بھی ان پر خوشنودی کا اظہار کرتے ہوئے.........متعدد تصانیف میں ان کی بیدار مغزی منصف مزاجی، مردانگی، حق پسندی اور خداترسی کی بے حد تعریف فرمائی ہے-

چنانچہ ایک مقام پر حضور نے لکھا ہے:

''جب تک کہ دنیا قائم ہے اور جیسے جیسے یہ جماعت لاکھوں کروڑوں افراد تک پہنچے گی- ویسی ویسی تعریف کے ساتھ اس نیک نیت حاکم کا تذکرہ رہے گا- اور یہ اس کی خوش قسمتی ہے کہ خدا نے اس کام کے لئے اسی کو چنا-''(۴۵)

بقیہ حاشیہ: اور نماز فجر میں حضور سے ملاقات ہوئی صبح (گویا بوقت ناشتہ) دس پندرہ انڈے لائے گئے- حضور نے کئی انڈے توڑے لیکن حضور نے غالباً کل ایک دو ماشہ انڈہ کھا ہوگا- (دوسروں نے بطور تبرک لے لئے یا حضور نے دوسروں کو دیدیئے- مولّف ہذا)

دس بجے کے قریب میں نے عرض کیا کہ حضور! دس بجنے والے ہیں انگریز وقت کے پابند ہوتے ہیں، چلنا چاہیئے۔ حضور ایک وکیل کی کوٹھی کے باغ میں قیام فرما تھے- برسات کا موسم تھا- پانی ہی پانی تھا- نماز فجر کے بعد بارش بہت موسلا دھار ہونے لگی تھی- میری بات سن کر فرمایا بہت ٹھیک ہے فوراً کھڑے ہوگئے اور پا پیادہ ہی کچہری کو روانہ ہونے لگے اور بارش یکلخت بند ہوگئی یا تو موسلا دھار بارش تھی- یا ایک بوند بھی نہ تھی- حضور کچہری پہنچے ہی تھے کہ عین وقت پر کپتان ڈگلس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ آ گئے اور مقدمہ کی ساعت شروع ہوگئی۔ بارش پھر شروع ہوئی اور چار بجے شام تک، ختم ہو کر آئندہ روز کی تاریخ پڑی- حضور روانہ ہونے کے لئے باہر نکلے تو بارش پھر بالکل تھم گئی اور آپ جائے قیام پر پہنچ گئے۔ حالات مقدمہ سے معلوم ہوگیا تھا کہ فیصلہ ہمارے حق میں ہو گا- دوسرے روز صرف فیصلہ ہی سنایا جانا تھا- میری بڑی لڑکی بیمار تھی میں نے حضور سے اجازت چاہی اور لڑکی کی صحت کے لئے دعا کے لئے عرض کیا- فرمایا کہ میں دعا کروں گا- جب میں حاجی پور واپس پہنچا تو لڑکی کو صحت تھی

-

ممدوح نے بعمر ۹۳ سال ۲۵رفروری ۱۹۵۷ء کو لندن میں انتقال فرمایا۔ (۴۶)

ان کے ذہن میں آخر تک اس مقدمہ کے واقعات پوری طرح محفوظ تھے۔ اور وہ جب تک زندہ رہے اپنی زندگی کے اس اہم ترین واقعہ کا تذکرہ کرتے رہے اور ہر احمدی ملاقاتی کو اس واقعہ کی تفصیل ضرور سناتے اور نہایت عقیدتمندانہ لب ولہجہ میں کہتے کہ میں نے مرزا صاحب کو دیکھتے ہی یقین کر لیا تھا کہ یہ شخص جھوٹ نہیں بول سکتا۔

ایک مرتبہ یوم التبلیغ کی تقریب پر انہوں نے مسجد احمدیہ لندن میں اپنی صدارتی تقریر میں احمدی نوجوانوں کو یہ پیغام دیا کہ۔

''مجھ سے بارہا سوال کیا گیا ہے کہ احمدیت کا سب سے بڑا مقصد کیا ہے۔؟ میں اس سوال کا یہی جواب دیتا ہوں کہ اسلام میں روحانیت کی روح پھونکنا۔ بانی جماعت احمدیہ نے آج سے پچاس برس پیشتر یہ معلوم کر لیا تھا کہ موجودہ زمانہ میں مذہب اور سائنس کا میلان کس طرف ہوگا............احمدیت کا ایک مقصد اسلام کو موجودہ زمانہ کی زندگی کے مطابق پیش کرنا ہے۔ میں نے جب ۱۸۹۷ء میں بانی جماعتِ احمدیہ کے خلاف مقدمہ کی سماعت کی تھی اس وقت جماعت کی تعداد چند سو سے زیادہ نہ تھی۔ لیکن آج دس لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔ پچاس سال کے عرصہ میں یہ نہایت شاندار کامیابی ہے اور مجھے یقین ہے کہ موجودہ نسل کے نوجوان اس کی طرف زیادہ توجہ دیں گے اور آئندہ پچاس سال کے عرصہ میں جماعت کی تعداد بہت بڑھ جائے گی۔ (۴۷)

بمقام امرتسر مباحثہ آتھم ومباہلہ

(۱) مباحثہ آتھم۔ پادری ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک جنڈیالہ ضلع امرتسر آئے جہاں زبردست مسیحی مشن تھا۔ اور ایک مسلمان پاندہ کو کہا کہ آپ کے شاگردوں کا مسیحی منادوں کو تنگ کرنا بے فائدہ ہے۔ یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ دین حق کونسا ہے۔ ایک جلسہ میں مولویوں کو بلاؤ۔ اس بارے میں پاندہ صاحب نے تحریک کی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مباحثہ پر آمادگی ظاہر کی اور پاندہ صاحب اور پادری صاحب کو تحریر کیا کہ اگر جنڈیالہ یا امرتسر یا بٹالہ میں جلسہ ہو تو ہم اپنے خرچ پر آئیں گے کسی پر بوجھ نہیں بنیں گے اور اگر پادری صاحبان آئیں تو ان کا سارا خرچ سفر اور خوراک وغیرہ کا ہمارے ذمہ ہوگا۔ پھر پاندہ صاحب نے حضور کی خدمت میں لکھا کہ مولوی صاحبان سفر خرچ اور انعام طلب کرتے ہیں ان میں ذرہ بھر للّٰہیت نہیں۔ آپ خالصاً لوجہ اللہ کام کرتے ہیں میں آپ کو آنے کی تکلیف دیتا ہوں۔

نمائندہ مسیحیت ڈپٹی آتھم کے ساتھ بحث طے ہونے کا علم ہونے پر بعض مولویوں نے آتھم سے کہا کہ

آپ ہم سے مباحثہ کریں مرزا صاحب کو تو علماء کافر قرار دینے کا فتوی دے چکے ہیں۔ آتھم نے ڈاکٹر کلارک سے کہا کہ مرزا صاحب سے بحث کرنا کوئی آسان نہیں- بھڑوں کے چھتہ میں ہاتھ ڈالنا ہے- چنانچہ عذر ہاتھ آنے پر پادریوں نے حضرت اقدسؑ کو لکھا کہ آپ بحث کے لئے آنے کی تکلیف نہ کریں۔ آپ اسلام کے نمائندہ نہیں دیگر مسلمان آپ کو کافر کہتے ہیں- دوسرے مولوی بحث کے لئے آمادہ ہوگئے ہیں- ہم ان ہی سے بحث کریں گے حضور نے جواب دیا کہ فتاوی کفر کے لحاظ سے ہم دونوں برابر ہیں پروٹسٹنٹ فرقہ کو کیتھولک فرقہ کے لوگ کافر بلکہ واجب القتل یقین کرتے ہیں- ہم بفضلِ تعالیٰ مسلمان ہیں اور ایک خدا ترس اور عالم فاضل مسلمانوں کی جماعت ہمارے ساتھ ہے۔ میرے ساتھ بحث طے ہونے کے بعد اپنی شکست تسلیم کرلو تو بے شک اور جس سے چاہو بحث کرلو-

سو یہ تحریری مباحثہ پندرہ روز ۲۲/مئی تا ۵/جون ۱۸۹۳ء ڈاکٹر کلارک کی وسیع کوٹھی میں ہوا- بذریعہ ٹکٹ فریقین کے صرف پچاس پچاس افراد کو شمولیت کی اجازت تھی۔ پرچے لکھے جانے پر سنائے جاتے۔ حضرت اقدسؑ کی طرف سے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی لطف و وجد پا کر نہایت عمدگی سے سناتے تھے۔ چونکہ احاطہ کے باہر سینکڑوں افراد اس بحث کی وجہ سے جمع ہو جاتے تھے- اس لئے شیخ نور احمد صاحب فریقین کی اجازت سے روزانہ پرچے افادہ عام کے لئے چھپوا دیتے اور شائقین خرید لیتے تھے-

حضرت اقدسؑ نے یہ لکھوایا کہ ایک عاجز انسان جو عورت کے پیٹ میں نو ماہ رہا اور خون حیض سے پرورش پا کر عام انسانوں کی طرح پیدا ہوا کیا تم اسے خدا مانتے ہو اور کیا وہ خدا ہوسکتا ہے؟ اس پر پادری اٹھ کھڑے ہوئے کہ ہم اپنے خداوند یسوع کے متعلق یہ الفاظ نہیں سننا چاہتے- مرزا صاحب ہماری گردنوں پر تلواریں چلا رہے ہیں- اور مباحثہ چھوڑ کر چلنے کو تیار ہوگئے تو حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ یہ تو اب بھاگیں گے- میں جو لکھواتا ہوں لکھتے جاؤ- ڈاکٹر کلارک نے کہا کہ میں تو سمجھتا تھا کہ مسلمانوں میں شور اٹھے گا لیکن الٹا عیسائیوں میں ہی شور پڑ گیا اور عیسائیوں سے کہا کہ بیٹھ جاؤ- اب تمہارا بھاگنا بے فائدہ ہے-

ایک یہ عجیب بات ہوئی کہ آتھم نے لکھوایا کہ مسیح تیس برس تک عام انسانوں کی طرح تھا جب اس پر روح القدس نازل ہوا تو وہ مظہر اللہ کہلایا- اس پر حضرت اقدسؑ نے جواباً لکھوایا کہ ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ مسیح انسان اور نبی تھا- جب کسی انسان پر روح القدس نازل ہوتا ہے تو وہ مظہر اللہ یعنی نبی بن جاتا ہے- یہ بات سن کر عیسائیوں کے رنگ فق ہوگئے اور ڈاکٹر کلارک صاحب اور آتھم صاحب بھی گھبرا گئے-

دورانِ مباحثہ ایک عجیب واقعہ یہ ہوا کہ عیسائیوں نے خفیہ طور پر ایک اندھا۔ ایک بہرہ اور ایک لنگڑا لا کر

ایک طرف بٹھا دیئے- اور مباحثہ میں حضور سے کہا گیا کہ لیجئے مسیح کی طرح ان کو ہاتھ لگا کر اچھا کر دیجئے ۔لوگ حیران تھے کہ اب حضرت اقدسؑ کیا جواب دیں گے۔حضور نے لکھوایا کہ میں مسیحؑ کے ایسے معجزہ کا قائل نہیں اگر آپ قائل ہیں اور دوسری طرف آپ کا یہ بھی ایمان ہے کہ جس شخص میں ایک رائی کے برابر بھی ایمان ہے وہ وہی کچھ دکھا سکتا ہے- جو مسیح دکھا سکتے تھے- میں شکر گذار ہوں کہ مجھے ایسے بیماروں کی تلاش سے آپ نے بچالیا- اب آپ ہی کا تحفہ آپ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے- اگر آپ میں ایک رائی کے برابر بھی ایمان ہے تو مسیحؑ کی طرح آپ ان کو چنگا کر دیں یہ جواب سن کر پادریوں کی ہوائیاں اڑ گئیں- اور انہوں نے جھٹ اشارہ سے ان لوگوں کو وہاں سے رخصت کر دیا- ☆

(۲) مباہلہ -منشی حبیب الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں-

''جب عبداللہ آتھم کے ساتھ جو مباحثہ ہوا............... میں ساتھ تھا- درمیان میں واپسی کے لئے اجازت طلب کرنے پر فرمایا کہ پرسوں کو مباہلہ ہوگا اس میں ضرور شامل ہوں- چنانچہ میں مباہلہ کے وقت موجود تھا اور شامل مباہلہ ہوا تھا- دعا کے بعد حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ مرحوم خلیفہ اوّل پر بے خودی طاری ہوگئی تھی- مولوی محمد حسین بٹالوی اس میدانِ عیدگاہ میں جہاں مباہلہ ہوا تھا- موجود تھا-لیکن مباہلہ کے وقت دور جا کر وعظ کرنے لگا، شامل نہیں ہوا، مباہلہ کے بعد حضور علیہ السلام نے مولوی محمد حسین کے پاس پیغام بھیجا کہ تم بھی مباہلہ کر لو- اب میں آیا ہوا ہوں مگر اس نے انکار کیا اور اس جگہ سے بھی چلا گیا- (قلمی کاپی ۶۲)

مباحثہ آتھم کے بعد مولویوں نے پھر شور مچایا کہ عیسائیوں کے ساتھ تو بحث ہو چکی اب ہمارے ساتھ بحث کرلو- مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے بھی لاہور سے ایک اشتہار بھیجا کہ میں مباہلہ کے لئے امرتسر آتا ہوں صرف مباہلہ ہوگا کوئی تقریر نہ ہوگی- حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جوابًا ایک اشتہار میں لکھا کہ مولوی صاحب مجھ سے ہرگز مباہلہ نہیں کریں گے اور میرے سامنے تک نہیں آئیں گے- دوسرے دن جو مباہلہ قرار پا چکا تھا- عیدگاہ میں بہت ہجوم ہو گیا- اور مولوی محمد حسین صاحب بھی اسی ہجوم میں اچھے فاصلہ پر جا کھڑے ہوئے لوگوں کا خیال تھا کہ مولوی صاحب جو تقریر کرنے لگے ہیں اس کے بعد وہ مباہلہ کریں گے مرزا صاحب نے لکھا تھا کہ یہ

☆ روایت حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ (سیرۃ المہدی حصہ اوّل نمبر ۱۷۶)

منشی حبیب الرحمٰن صاحب بیان کرتے تھے کہ اس مباحثہ کے سلسلہ میں یہ واقعہ میرا چشمدید ہے- (بیان بواسطہ مولوی محبّ الرحمٰن صاحب) قلمی کاپی کے بیان میں (جو مباہلہ امرتسر کے سلسلہ میں آگے درج ہے) منشی صاحب اس مباحثہ میں اپنا موجود ہونا بیان کرتے ہیں-

میرے سامنے مباہلہ کے لئے نہیں آئیں گے یہ تو آ گئے۔ جب انہوں نے آدھ پون گھنٹہ تقریر میں گذار دیا تو مولوی عبدالحق صاحب مباہلہ کے لئے آگے بڑھے۔

حضور نے مباہلہ کی وہ دعا انہی الفاظ میں زور سے پڑھی جو مولوی عبدالحق صاحب نے لکھ کر دئے تھے۔ شیخ نور احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں بھی پاس ہی کھڑا تھا۔ حضور نے اور سب نے اور میں نے بھی الفاظِ دعا سن کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ حضور کی دعا کا لوگوں پر بہت اثر ہوا۔ غزنوی مولویوں اور ان کے معتقدین میں سے ایک شخص چیخ مار کر روتے ہوئے حضور کے قدموں میں آ پڑا اور اس نے بیعت کے لئے عرض کیا یہ نظارہ دیکھ کر تمام غزنویوں اور ان کے معتقدین کے ہوش اڑ گئے اور مولوی محمد حسین صاحب تو خدا جانے کہاں غائب ہو گئے۔ اس پر لوگوں کو یقین ہوا کہ حضرت مرزا صاحب کی بات سچی ہوئی کہ مولوی محمد حسین صاحب مباہلہ کے لئے نہیں آئیں گے۔ عبدالحق صاحب غزنوی نے کوئی دعا نہ کی۔

مولویوں نے پھر شور مچایا کہ ہم سے بحث ہونی چاہیئے۔ اس پر حضورؑ نے ایک اشتہار شائع کیا کہ جن مولوی صاحب نے بحث کرنی ہو وہ کوئی مقام تجویز کریں ہم تیسرے روز یہاں سے چلے جائیں گے۔ خواجہ یوسف شاہ صاحب رئیس امرتسر نے مولویوں کو کہا کہ اب بحث کیوں نہیں کرتے؟ جب وہ چلے جائیں گے تو شور مچاؤ گے کہ مرزا صاحب بھاگ گئے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم بحث کریں گے پہلے ہم باہم مشورہ کر لیں لیکن مولویوں کو مولوی محمد حسین صاحب نے ڈرا رکھا تھا کہ تم میں سے کوئی بھی مرزا صاحب سے بحث نہیں کر سکتا۔ ذرا سی دیر میں وہ تمہیں قابو کر لیں گے اور ایک دو باتوں میں تمہارا ناطقہ بند کر دیں گے۔ بہتر ہے کہ کسی بہانہ سے بحث کو ٹال دیا جائے۔

چنانچہ یہ علمائے امرتسر مسجد محمد جان کے نیچے کے حجرہ میں جا بیٹھے اور مؤذن سے دروازہ باہر سے مقفل کرواتے ہوئی اسے ہدایت دی کہ جو کوئی ہمارے متعلق پوچھے تو کہہ دینا کہ وہ کہیں دعوت میں گئے ہیں۔ خواجہ صاحب ان مولویوں کی تلاش میں اس مسجد میں آئے تو ان کو مؤذن نے یہی جواب دیا۔ وہ مولوی عبدالجبار صاحب کے پاس گئے تو ان سے بھی یہی جواب ملا۔ اس پر خواجہ صاحب نے کہا کہ آج کا دن بحث کا تھا اور سب مولوی دعوت میں چلے گئے یہاں کوئی بھی نہیں۔ مرزا صاحب کے جانے کے بعد مولوی شور مچائیں گے مولوی کب بحث کریں گے؟ یہ معلوم کرتے ہوئے کہ کہاں دعوت ہے۔ اس مسجد میں آ گئے کسی سے مولویوں کے اس حجرہ میں بند ہونے کا ان کو علم ہوا تو انہوں نے مؤذّن سے چابی لے کر اسے کھولا تو دیکھا کہ سب مولوی اس حجرہ میں بیٹھے ہیں۔ مولویوں کا رنگ زرد ہو گیا اور وہ کانپنے لگے۔

خواجہ صاحب نے کہا کہ آج بحث کا دن ہے اور تم چھپ کر بیٹھے ہو اور کل مرزا صاحب چلے جائیں

گے۔ بحث کب ہوگی؟ مولویوں نے کھسانے ہوکر کہا کہ ہم مشورہ کر رہے ہیں آپ تسلی رکھیں۔تھوڑی دیر میں ہم آپ کو اطلاع دیں گے۔خواجہ صاحب چلے گئے اور مولویوں میں یہ مشورہ ہوُا کہ ایک اشتہار چھپوالو کہ مرزا صاحب نے بحث نہیں کی اور بھاگ گئے اور علماء کے مقابلہ پر نہ آئے جس وقت مرزا صاحب اسٹیشن پر پہنچ جائیں تو اشتہار لگا دو تا ہماری بات بنی رہے۔ خواجہ صاحب یہ معلوم کر کے خاموش ہو گئے کہ مولوی بحث نہیں کریں گے اور درحقیقت کر ہی نہیں سکتے۔ چنانچہ حضور کی روانگی پر حضور کی سواری (گاڑی) کے پیچھے پیچھے مولوی صاحبان اس اشتہار کو تقسیم کرتے جاتے اور دیواروں پر بھی چسپاں کرتے اور کہتے جاتے تھے کہ مرزا بھاگ گیا۔ بھاگ گیا۔

چند روز بعد یہ مولوی جمع ہوئے اور مشورہ کیا کہ مرزا صاحب کے مقابلہ میں کون کھڑا ہو۔اس بارے میں ان میں اتفاق نہ تھا۔ایک نے یہ مشورہ دیا کہ بحث سے انکار نہیں کرنا چاہیئے بلکہ یہ لکھو کہ کابل یا مکہ معظّمہ ومدینہ منورہ میں چل کر بحث کرنی چاہیئے اس طرح یہ ہوگا کہ نہ وہ وہاں جائیں گے۔نہ مباحثہ ہوگا۔ (۴۸)

نتیجہ مباہلہ ومباحثہ۔ اس مباہلہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بہت سی برکات سے نوازا چنانچہ حضور بیان فرماتے ہیں کہ۔

آتھم کے بارے میری پیشگوئی پوری ہوئی۔ پادریوں اور مولویوں کی عزت میں میرے عربی رسائل سے کمی آئی جو میں نے مباہلہ کے بعد تصنیف کئے تھے۔اس مباہلہ سے پہلے اس سلسلہ کی راہ میں جانفشانی کرنے والے افراد کی تعداد تین چار سو تھی جو مباہلہ کے بعد آٹھ ہزار سے زائد ہوگئی۔موعودہ کسوف وخسوف ماہ رمضان میں وقوع میں آکر میری عزت کا باعث ہوا اور علم قرآن میں اتمام حجت بھی۔ بعد مباہلہ مولوی عبدالحق صاحب نے اشتہار دیا کہ اس کے ہاں لڑکا ہوگا۔لیکن لڑکا پیدا نہ ہوُا لیکن میرے اشتہار کے مطابق مجھے شریف احمد بیٹا عطا ہوُا۔ راستباز بندوں نے میری خدمت کے لئے جو مخلصانہ جوش دکھلایا وہ میری قبولیت وتوقیر کا باعث ہوا نیز اس درویش خانہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے مالی فتوحات دیں جو ربّانی کام پر صرف ہوئیں۔ست بچن کتاب کی تالیف کے لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسے سامان عطا کئے جو تین سو برس سے کسی کے خیال میں بھی نہ آئے ہوں گے۔قریباً آٹھ ہزار افراد کا میرے ہاتھ پر توبہ کر کے بیعت کرنے کا قبولیت کا نشان مجھے عطا ہوُا جو رضائے الٰہی کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ جلسہ مذاہب لاہور میں مجھے اور میرے مضمون (اسلامی اصول کی فلاسفی) کو بہت دلی جوش سے اور نگاہ عظمت سے دیکھا گیا سب لوگ بے اختیار بول اٹھے کہ اگر یہ مضمون نہ ہوتا تو اسلام کو مولوی محمد حسین صاحب وغیرہ سے سبکی کا سامنا ہوتا۔

اسی سلسلہ میں حضور رقم فرماتے ہیں کہ۔

’’میں دیکھتا ہوں کہ میری بیعت کرنے والوں میں دن بدن صلاحیت اور تقویٰ ترقی پذیر ہے۔ اور ایام

مباہلہ کے بعد گویا ہماری جماعت میں ایک اور عالم پیدا ہوگیا ہے- میں اکثر کو دیکھتا ہوں کہ سجدہ میں روتے اور تہجد میں تضرع کرتے ہیں- ناپاک دل کے لوگ ان کو کافر کہتے ہیں- اور وہ اسلام کا جگر اور دل ہیں..................

’’اب ہمارے مخالفین کو سوچنا چاہیئے کہ اس باغ کی ترقی اور سرسبزی عبدالحق کے مباہلہ کے بعد کس قدر ہوئی ہے- یہ خدا کی قدرت نے کیا ہے- جس کی آنکھیں ہوں وہ دیکھے- ہماری امرتسر کی مخلص جماعت، ہماری سیالکوٹ کی مخلص جماعت، ہماری کپورتھلہ کی مخلص جماعت، ہماری ہندوستان کے شہروں کی مخلص جماعتیں وہ نورِ اخلاص اور محبت اپنے اندر رکھتی ہیں کہ اگر ایک بافراست آدمی ایک مجمع میں ان کے منہ دیکھے تو یقیناً سمجھ لے گا کہ یہ خدا کا ایک معجزہ ہے جو ایسے اخلاص ان کے دل میں بھر دیئے۔ ان کے چہروں پر ان کی محبت کے نور چمک رہے ہیں وہ ایک پہلی جماعت ہے جس کو خدا صدق کا نمونہ دکھلانے کے لئے طیار کر رہا ہے-

جماعتِ احمدیہ کے بنیادی احوال

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک سولہ صفحات کے مفصل اشتہار میں ۲۴ر فروری ۱۸۹۸ء کو حکومت کے لئے اپنی جماعت کے حالات بیان کرتے ہوئے رقم فرمایا ہے کہ-

’’میں ایک نئے فرقہ کا پیشوا اور امام ہوں جو پنجاب اور ہندوستان کے اکثر شہروں میں زور سے پھیلتا جا رہا ہے- اور بڑے بڑے تعلیم یافتہ اور رؤسا فقیر ہم کا ایک گروہِ کثیر اس میں شامل ہوگیا ہے- چونکہ ہر نئے فرقہ کے اندرونی حالات کے بارے جاننے کی ضرورت گورنمنٹ کو ہوتی ہے- اور امکان ہے کہ مخالفین کی طرف سے خلافِ واقعہ خبریں پہنچانے سے حکومت بدظنی کی طرف مائل ہو اس لئے میں نے قرین مصلحت سمجھا کہ اپنی جماعت کے حالات سے لیفٹیننٹ گورنر صاحب پنجاب کو آگاہ کروں-

ہماری جماعت جاہلوں اور وحشیوں کی جماعت نہیں- نہ باغیانہ خیالات رکھتی ہے- پادریوں نے نہایت دلآزار حملے کئے اور توہین آمیز اور فتنہ انگیز کتابیں مثل ’’اُمّہات المؤمنین یعنی دربارِ مصطفائی کے اسرار‘‘ شائع کر کے مسلمانوں میں کثرت سے پھیلا کر دلآزاری کی لیکن ہم حکومت کے مساویانہ سلوک کو قابلِ تعریف یقین جانتے ہیں کہ باوجود حکومت کے عیسائی ہونے کے ہمیں پورے طور پر مدافعتِ اسلام کی گویا مذہبی آزادی حاصل ہوئی۔ اور حکومت نے پادریوں کا پاس نہیں کیا-

---

انجام آتھم ضمیمہ روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۳۱۵۔ اس ضمیمہ میں حضرت اقدسؑ نے تین سو تیرہ مخلص صحابہ امثال صحابہ بدر کی فہرست شامل فرماتی ہیں۔ جس میں منشی صاحب اور دیگر اصحابِ کپورتھلہ کے اسماء بھی درج ہیں۔

میں کسی خونی مہدی کی آمد کا قائل نہیں میرا دعویٰ ایسے مسیح موعود ہونے کا ہے- جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح غربت کے ساتھ زندگی بسر کرے گا- اور نرمی اور صلح کاری اور امن کے ساتھ خدائے ذوالجلال کا چہرہ دکھلائے گا- میرے ماننے والوں کی تعداد بڑھنے سے ایسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے کیونکہ مجھے مان لینا ہی ایسے مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے-

میرے بڑے اصول پانچ ہیں:

اوّل: اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک اور ہر نقص موت وغیرہ سے پاک سمجھنا-

دوم: منجانب اللہ قائم شدہ سلسلۂ نبوۃ کا خاتم اور آخری شریعت لانے والا اور نجات کی حقیقی راہ بتلانے والا حضرت سیدنا ومولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین رکھنا-

سوم: محض دلائل عقلیہ اور نشانات سماویہ سے دین اسلام کی دعوت دینا اور جہاد کو اس زمانہ کے لئے ممتنع سمجھنا-

چہارم: گورنمنٹ کے خلاف باغیانہ خیالات نہ رکھنا-

پنجم: بنی نوع انسان سے ہمدردی رکھنا صلحکاری اور امن کا مؤید ہونا اور نیک اخلاق پھیلانا-

نیز حضور رقم فرماتے ہیں کہ

ہماری جماعت نیک نام، معزز عہدوں پر ممتاز افراد، رؤسا اور ان کے خدام واحباب، تاجران و وکلاء، نو تعلیم یافتہ انگریزی خواں اور علماء فضلاء اور دیگر شرفاء یا غریب طبع سجادہ نشینوں وغیرہ ہم پر مشتمل ہے-''(۴۹)

حضور نے اس درخواست کے ساتھ تین سو سولہ اسمائے مریدین شامل فرمائے تا کہ بلا وجہ کوئی شخص جماعتِ احمدیہ کی آبروریزی کے لئے دلیری نہ کر سکے- ان میں نمبر ۲۶۳ پر

''منشی حبیب الرحمٰن صاحب رئیس حاجی پور کپورتھلہ'' کا اسمِ گرامی بھی شامل ہے- ☆

کتاب ''آریہ دھرم'' میں منشی صاحب کا ذکر

آٹھ نو صد مسلمانوں کی طرف سے جن میں ''میاں حبیب الرحمٰن صاحب مالک ونمبردار موضع حاجی پور'' سمیت کپورتھلہ کے ایک درجن احباب شامل تھے۔ ۲۲ر ستمبر ۱۸۹۸ء کو ایک اشتہار میں پادری صاحبان وغیرہم کو نوٹس دے کر توجہ دلائی گئی کہ ہم سب پر فرض ہے کہ مذہبی مباحثات میں ناحق دوسروں کا دل نہ دکھایا جائے اور ایسی کتابوں کے حوالے پیش نہ کئے جائیں جو فریق مقابل کی مسلمہ نہ ہوں یا ایسے اعتراضات پیش نہ کئے جائیں جو خود اعتراض کنندہ کے مذہب پر وارد ہوتے ہوں۔ نیز حکومت کی خدمت میں بہ تاکید گزارش کی گئی تھی کہ قانون یا سرکلر

☆ اس فہرست میں دیگر آٹھ احبابِ کپورتھلہ کے نام بھی شامل ہیں- منشی صاحب کا نام صفحہ ۲۴ میں کالم اپر درج ہے-

کے ذریعہ اہل مذہب کوان امور کا پابند کیا جائے۔ (۵۰)

حقہ سے حضرت اقدسؑ کو نفرت

منشی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''جالندھر کی رہائش میں حضور نماز مغرب زنانہ مکان میں پڑھ رہے تھے حضرت ام المومنینؓ بھی نماز میں مصروف تھیں۔کسی خادمہ نے حقہ رکھا اور کسی کام کو چلی گئی۔آگ فرش پر گر گئی تو فرش کا کچھ حصہ جل گیا۔نماز سے فارغ ہو کر دیکھا اور بجھایا (گیا) اس وقت حضور نے حقہ پینے والوں سے ناراضگی سے اظہار نفرت فرمایا تو نیچے تک اطلاع پہنچی۔کئی آدمی حقہ پیتے تھے۔اور ان کے حقے مکان میں موجود تھے۔جب اس ناراضگی کا ان کو علم ہوا تو سب حقہ والوں نے اپنے حقے توڑ دیئے اور پینا ترک کر دیا۔اس دن سے جماعت کو بھی معلوم ہوا کہ حضور حقہ کو ناپسند فرماتے ہیں۔تو بہت سے باہمت احمدیوں نے حقہ پینا ترک کر دیا۔'' (قلمی کاپی صفحہ ۲۲) ☆

ایک رمضان شریف کا آخری عشرہ قادیان میں گذارنا

منشی حبیب الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں کہ:

''ایک دفعہ میں نے رمضان شریف کا آخری عشرہ قادیان میں گذارا۔ان دنوں میں حضور علیہ السلام کو تپ لرزہ یومیہ آتا تھا۔ظہر کے بعد لرزہ سے تپ ہو جاتا تھا۔اس لئے ظہر کے وقت حضور جماعت میں شریک ہوا کرتے تھے اور باقی نمازوں میں شریک نہیں ہو سکتے تھے۔ظہر سے پہلے کبھی کبھی بانتظار نمازیاں بیٹھتے تھے۔میری عادت تھی کہ میں ضرور اس جگہ پہنچ جایا کرتا تھا۔جہاں حضور بیٹھتے تھے۔کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں دور رہا ہوں اگر ایسا اتفاق ہوتا بھی جو صرف ایک دفعہ ہوا تو خدا تعالیٰ کوئی نہ کوئی سامان کر دیتا کہ میں قریب پہنچ جاؤں۔

''غرض جب حضور ظہر کی نماز کے واسطے تشریف لاتے میں طبیعت کا حال دریافت کرتا تو فرماتے کہ سردی معلوم ہو رہی ہے۔بعض دفعہ فرماتے کہ نماز پڑھو۔سردی زیادہ معلوم ہو رہی ہے۔مگر باوجود علالت کے حضور روزہ برابر رکھتے تھے۔ایک دن میں نے عرض کیا کہ تپ کی تکلیف ہے اور کئی دن ہو گئے ہیں۔اگر روزہ افطار کر دیا (یعنی بوقتِ بخار کھول یا توڑ لیا) کریں (تو بہتر ہو) فرمایا کہ روزہ کی وجہ سے کچھ تکلیف محسوس نہیں ہوتی ہے بلکہ

☆ حضرت اقدسؑ نے جالندھر میں منشی حبیب الرحمٰن صاحب کو منشی ظفر احمد صاحب کو بھجوا کر بلوایا تھا۔یہ روایت الگ درج ہے۔یہ ۱۸۹۲ء کی بات ہے۔اسی قیام جالندھر کے سلسلہ میں یہ حقہ والی روایت منشی صاحب نے درج کی ہے۔

آرام معلوم ہوتا ہے۔ بھوک پیاس کچھ معلوم نہیں ہوتی۔ رات کو البتہ کچھ زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔ اس لئے روزہ رکھ لیتا ہوں۔ صبح کو تپ اتر جاتا تھا تو حضور سیر کو تشریف لے جایا کرتے تھے۔ (قلمی کاپی صفحہ ۵۲ تا ۵۴)

نُسخہ سُرمۂ مقوّیٔ بَصر

منشی حبیب الرحمٰن صاحب تحریر کرتے ہیں:

"منشی ظفر احمد (صاحب ساکن) کپورتھلہ کے والد صاحب مرحوم کی بینائی کم ہوگئی تھی۔ انہوں نے حضرتؑ سے تذکرہ کیا تو حضور نے دو قسم کے سرمے بنا کر لگانے کا ارشاد فرمایا جو ذیل میں لکھتا ہوں:

(۱) سُرمہ اچھی قسم کا لے کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر لیا جاوے۔ سرس کی موٹی لکڑی جس کا قطر آٹھ دس انچ ہو اور تین ہاتھ لمبی ہو اس کی لمبائی کے درمیان ایک گڑھا کھود کر اس میں سرمہ بھر دیا جائے اور اس پر وہ لکڑی (جو) نکالی گئی ہے رکھ کر مٹی سے بند کر دیا جاوے اور لکڑی کی دونوں طرف پاتھیاں (اوپلے) رکھ کر آگ لگا دی جائے لکڑی تازہ یعنی گیلی ہو۔ جب دونوں (طرف سے آگ) جلتی جلتی سرمہ کی جگہ سے قریب آ جائے تو سرمہ نکال لیا جاوے اور پیس کر استعمال کیا جاوے۔ ☆

"(۲) تل کا پھول جمع کر کے اس کا پانی نکال لیا جائے اور وہ پانی سرمہ میں ڈال کر کھرل کیا جائے جب خشک ہو جائے، استعمال کیا جائے۔

"فرمایا کہ آپ یعنی خاکسار آسانی سے یہ سرمے تیار کر سکتے ہیں۔ چنانچہ میں نے سرس کی لکڑی میں سرمہ تیار کر کے منشی ظفر احمد (صاحب) کو دیا تھا۔ چونکہ دیرینہ بات ہے۔ اس لئے اس کا نتیجہ یاد نہیں رہا۔"

(قلمی کاپی صفحہ ۷۶۔۷۷)

حضرت اقدسؑ کی غذا

حضور کی غذا کے بارے منشی حبیب الرحمٰن صاحبؓ تحریر کرتے ہیں۔

"............. ❀ گوشت اور تنور کی روٹی اور کبھی دال اور کبھی پلاؤ وغیرہ۔ حضور کی غذا خاص نہ ہوتی تھی۔

☆ (اوپلے) کا حصہ دریدہ ہے صرف "دا" باقی ہے۔ نیز اس صفحہ کی آخری سفر دریدہ ہے تسلسل عبارت کو "(طرف سے آگ)" کے ساتھ مکمل کیا ہے۔

❀ صفحہ ۷۳ موجود نہیں صفحہ ۷۴، ۷۵ والا ورق دریدہ ہے جو حصہ موجود ہے نقل کر دیا گیا ہے۔ دریدہ حصہ کو خطوط وحدانی والے الفاظ سے مکمل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جہاں تکمیل ممکن نہ تھی نقطے ڈال دئے گئے ہیں۔

چونکہ حضور کو دماغی کام زیادہ کرنا پڑتا تھا۔ اس لئے حضور کے خادم اکثر عرض کرتے کہ کوئی مقوی غذا ہونی چاہیئے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کو اس کا بہت خیال رہا کرتا تھا۔ ایک دن دسترخوان پر میں حضور کے پاس تھا اور دوسری طرف خواجہ کمال الدین صاحب تھے۔ دسترخوان پر کھانا رکھا گیا۔ بیس پچیس آدمی تھے۔ سب کے سامنے گوشت تنوری روٹی بعض کے سامنے چاول کیونکہ ہر ایک (کی) عادت کے مطابق ہی کھانا تیار ہوتا تھا۔ جس کی مہمان فرمائش کرے۔ حضور کے سامنے گوشت کا ظرف نہیں رکھا گیا۔ آخر میں ایک برتن میں ایک اور چیز جو گوشت نہ تھا، رکھی گئی اور توے کی روٹی۔ غالباً حضور تنوری روٹی نہیں کھاتے تھے کیونکہ نقصان کرتی تھی۔ میں نے یہ دیکھ کر کہ حضور کے سامنے دوسری چیز ہے، یہ سمجھا کہ اب کسی مقوی غذا کے (تیار کرنے کا) انتظام ہو گیا ہے۔ دل میں خوشی ہوئی کھانا شروع ہوا حضور نے ایک روٹی لے کر اس پیالہ میں سے .... اس روٹی پر رکھا اور خواجہ کمال الدین (صاحب) .... اس پر بھی پیالہ میں .... خشک تھا۔ دوسری دفعہ☆ .... مقوی غذا کو کہا تو شلجم کا بھرتا تھا۔ اس میں روغن زرد بھی تھا۔ مگر نہ اس قدر کہ ظاہر ہو آپ روٹی اٹھاتے اور اس میں (سے) سخت جگہ دیکھ کر نکالتے اور وہ اس خالی پیالہ میں لگا کر تناول فرماتے۔ میں حضور کو کھاتے دیکھتا جاتا تھا۔ اور مقدار غذا پر حیران ہوتا تھا۔

حضور کو ضعف معدہ کی بھی شکایت تھی۔ اور جب تحریر کا کام زیادہ کرتے تھے تو دست آنے لگتے تھے۔ اس لئے روٹی کا وہ حصہ تناول فرماتے تھے جو توے پر سخت ہو جاتا ہے۔ جس کو اردو میں ''کرکرا'' کہتے ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ حضور نے پورا ایک تولہ کھایا ہو۔ لودھیانہ اور قادیان میں بارہا حضور کے دسترخوان پر کھایا اور یہ حالت دیکھی''

چونکہ حضرت منشی صاحب کو حضرت اقدسؑ کی معیت میں کھانا کھانے کا موقع ملتا رہا۔ اس لئے ذیل کی روایت درج کی جاتی ہے۔ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ:۔

مدّتوں آپ (یعنی حضرت اقدسؑ) مہمانوں کے ہمراہ کھانا کھایا کرتے تھے۔ اور یہ دسترخوان گول کمرہ یا مسجد مبارک میں بچھا کرتا تھا اور خاص مہمان آپ کے ہمراہ دسترخوان پر بیٹھا کرتے تھے۔ یہ عام طور وہ لوگ ہوا کرتے تھے۔ جن کو حضرت صاحب نامزد کر دیا کرتے تھے۔ ایسے دسترخوان پر تعداد کھانے والوں کی دس سے بیس پچیس تک ہو جایا کرتی تھی۔''(۵۱)

☆ قلمی کاپی۔ (صفحہ ۷۴) اس صفحہ کی دس اور صفحہ ۷۵ کی گیارہ سطریں مکمل ہیں۔ چار سطریں دریدہ ہیں۔ اور نقد تین سطور ورق موجود نہیں۔ ''دوسری دفعہ'' کے بعد کی عبارت آخر صفحہ ۷۵ کی ہے۔

نزولِ الہام کے دو مواقع پر منشی صاحب کی موجودگی

معدودے چند صحابہ کرام کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کشفی حالت طاری ہوتے وقت بھی دیکھنے کی سعادت ملی ہے- ایک موقع خطبۂ الہامیہ کا تھا جس میں دوصد کے قریب احباب کو ایسا نادر موقع نصیب ہوا تھا- ان میں منشی صاحب بھی شامل تھے-

(۱) خطبۂ الہامیہ کی تقریب: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۰/اپریل ۱۹۰۰ء کو عید سے ایک روز پہلے حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کے ذریعہ قادیان میں حاضر احباب کی فہرست بنوالی تھی تا کہ ان کے لئے دعا کرسکیں-

حضور سارا دن بیت الدعاء میں دروازے بند کر کے دعا میں مصروف رہے۔اس عید میں کپورتھلہ، سیالکوٹ، لاہور، راولپنڈی، جموں، بمبئی، لکھنو وغیرہ بہت سے مقامات سے کثیر تعداد میں احباب قادیان آئے ہوئے تھے-(۵۲)

منشی صاحب نے بواسطہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب اس بارے میں بیان کیا کہ عید لاضحیہ کے روز حضور کو الہام ہوا کہ

''آج تم عربی میں تقریر کرو''(۵۳)

میں اس روز قادیان میں تھا۔ چنانچہ ہم سب احباب کو اس سے اطلاع دی گئی۔حضور نے اس سے پہلے کبھی کوئی تقریر عربی میں نہیں کی تھی- ہم اس الہام کی وجہ سے خیال کرتے تھے کہ کوئی معجزہ رونما ہوگا- نمازِ عید کے بعد حضرت اقدسؑ خطبہ کے لئے کھڑے ہو گئے حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کو خطبہ قلم بند کرنے کے لئے حضور کی طرف سے مقرر کیا گیا تھا- دونوں حضور کے قریب بیٹھے ہوئے تھے- اور نہایت قوت اور تیزی کے ساتھ خطبہ قلمبند فرما رہے تھے- سامعین میں سے بعض اور دوست بھی اپنے طور پر لکھ رہے تھے۔حضور کے خطبہ میں روانی تھی جس کی زبان نہایت فصیح و بلیغ تھی- حضور کی آنکھیں بند تھیں۔ چہرہ مبارک نہایت سرخ تھا جس سے نورانی کرنیں نمودار ہو رہی تھیں اور ایک عجیب مبارک سماں تھا- قریباً دوصد احباب اس وقت حاضر ہوں گے۔ دونوں مولوی صاحبان بڑی تیزی سے خطبہ تحریر کرنے کے باوجود پیچھے رہ جاتے تھے- اور کئی دفعہ حضور سے دریافت کرتے تھے- کیونکہ حضور نے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ جو کچھ دریافت کرنا ہو مجھ سے اسی وقت دریافت کرلیں-

خطبہ ختم ہونے کے بعد حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے اس کا اردو ترجمہ سنایا۔اس دوران حضرت

اقدسؑ یکلخت سجدہ میں چلے گئے- ساتھ ہی ہم سب خدام بھی سجدہ میں گر پڑے۔ سجدہ سے سر اٹھانے پر حضور نے فرمایا کہ ابھی میں نے سرخ الفاظ میں مُبَارَکٌ لکھا دیکھا ہے پھر مولوی صاحب نے بقیہ ترجمہ سنایا-

بعد میں خطبہ میں بیان شدہ ایک عربی لفظ کے متعلق دونوں مولوی صاحبان نے عرض کیا کہ اس کی صحت میں کچھ شک ہے- یہ دراصل یوں ہے۔ حضور نے فرمایا کہ مجھ سے اسی وقت کیوں نہ دریافت کرلیا گیا- لفظ وہی درست ہے جو میری زبان سے نکلا تھا- حضور کے ارشاد پر ایک لغات دیکھی گئی تو اس سے حضور کا بیان کردہ لفظ نکل آیا-

اس روز عید تو تھی ہی مگر ہم سب اس مبارک دن میں حضور کے ایک معجزانہ نشان کے پورا ہونے پر بہت خوش تھے اور ایک دوسرے کو مبارکباد پیش کرتے تھے-

حضرت اقدسؑ حقیقۃ الوحی میں تحریر فرماتے ہیں-

''۱۱؍اپریل ۱۹۰۰ء کو عید اضحٰی کے دن صبح کے وقت مجھے الہام ہوا کہ آج تم عربی میں تقریر کرو تمہیں قوت دی گئی اور نیز یہ الہام ہوا

''کَلَامٌ اُفْصِحَتْ مِنْ لَّدُنْ رَبٍّ کَرِیْمٍ''

یعنی اس کلام میں خدا کی طرف سے فصاحت بخشی گئی چنانچہ اس الہام کو اسی وقت ...... بہت سے دوستوں کو اطلاع دی گئی تب میں عید کی نماز کے بعد عید کا خطبہ عربی زبان میں پڑھنے کے لئے کھڑا ہو گیا اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ غیب سے مجھے ایک قوت دی گئی اور وہ فصیح تقریر عربی میں فی البدیہہ میرے منہ سے نکل رہی تھی کہ میری طاقت سے بالکل باہر تھی اور میں نہیں خیال کرسکتا کہ ایسی تقریر جس کی ضخامت کئی جزو تک تھی، ایسی فصاحت اور بلاغت کے ساتھ بغیر اس کے کہ اول کسی کاغذ میں قلمبند کی جائے کوئی شخص دنیا میں بغیر خاص الہام الٰہی کے بیان کرسکے جس وقت یہ عربی تقریر جس کا نام ''خطبہ الہامیہ'' رکھا گیا، لوگوں میں سنائی گئی اس وقت حاضرین کی تعداد شاید دوسو کے قریب ہوگی سبحان اللہ! اُس وقت ایک غیبی چشمہ کھل رہا تھا- مجھے معلوم نہیں کہ میں بول رہا تھا یا میری زبان سے کوئی فرشتہ کلام کر رہا تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ اس کلام میں میرا دخل نہ تھا- خود بخود دبنے بنائے فقرے میرے منہ سے نکلتے جاتے تھے- اور ہر ایک فقرہ میرے لئے ایک نشان تھا.................. یہ ایک علمی معجزہ ہے جو خدا نے دکھلایا اور کوئی اس کی نظیر پیش نہیں کرسکتا-''(۵۴)

(۲) ایک اور نزول الہام کے وقت موجودگی:

منشی صاحب تحریر کرتے ہیں کہ

''ایک دفعہ میں لدھیانہ گیا تو بعد سہ پہر حضور نے زنانہ مکان میں خاکسار کو بلایا۔ کمرہ کے پاس صف پر

حضور تشریف فرما تھے- دیر تک باتیں فرماتے رہے- پھر خاموش ہو گئے- پھر فرمایا کہ مجھے اس وقت الہام ہوا ہے وہ الہام اب مجھے یاد نہیں رہا اس وقت میں (نے) دیکھا کہ آپ نے آنکھیں بند کر لی تھیں اور دیوار سے تکیہ لگایا ہوا تھا- غنودگی کی مانند حالت معلوم ہوئی تھی...............

''(جب حضور بیمار ہوتے) تو آپ کئی کئی دن تک مسجد میں تشریف نہیں لا سکتے تھے اور جس دن بعد صحت مسجد میں تشریف لاتے تھے- حضور کا چہرہ سرخ (ہوتا) اور ایک ہیبت معلوم ہوتی تھی- ایام علالت میں الہام زیادہ ہوتے تھے..............''(قلمی کاپی ٦٦-٦٧)

حضور کی دُعا سے طاعُون سے حِفاظت

حضور علیہ السلام کو طاعُون کا نشان دیا گیا تھا اس کے متعلق حضور رقم فرماتے ہیں:

''وہ طاعون سخت بربادی بخش ہے جس کا نام طاعونِ جارفِ ہے یعنی جھاڑو دینے والی جس سے لوگ جابجا بھاگتے ہیں- اور کتوں کی طرح مرتے ہیں-''(٥٥)

''خدا نے چاہا ہے کہ اس زمانہ میں انسانوں کے لئے ایک آسمانی رحمت کا نشان دکھاوے- سو اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تو اور جو شخص تیرے گھر کی چاردیوار کے اندر ہوگا اور وہ جو کامل پیروی اور اطاعت اور سچے تقوی سے تجھ میں محو ہو جائے گا وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے-(٥٦)

وہ عجیب قادر ہے اور اس کی پاک قدرتیں عجیب ہیں ایک طرف نادان مخالفوں کو اپنے دوستوں پر کتوں کی طرح مسلط کر دیتا ہے- اور ایک طرف فرشتوں کو حکم کرتا ہے کہ ان کی خدمت کریں۔ ایسا ہی جب دنیا پر اس کا غضب مستولی ہوتا ہے- اور اس کا قہر ظالموں پر جوش مارتا ہے تو اس کی آنکھ اس کے خاص لوگوں کی حفاظت کرتی ہے-''(٥٧)

''اِنّی اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّار یعنی ہر ایک جو تیرے گھر کی چاردیواری کے اندر ہے- میں اس کو بچاؤں گا- اس جگہ یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں جو میرے اس خاک وخشت کے گھر میں بود و باش رکھتے ہیں بلکہ وہ لوگ بھی جو میری پوری پیروی کرتے ہیں میرے روحانی گھر میں داخل ہیں-''(٥٨)

''اس نے مجھے چمکتے ہوئے نشانوں کے ساتھ بھیجا ہے.......................از انجملہ ایک طاعون بھی نشان ہے۔ پس جو شخص مجھ سے سچی بیعت کرتا ہے اور سچے دل سے میرا پیرو بنتا ہے- اور میری اطاعت میں محو ہو کر اپنے تمام ارادوں کو چھوڑتا ہے- وہی ہے جو ان آفتوں کے دنوں میں میری روح اس کی شفاعت کرے گی سوائے وے تمام لوگو! جو

اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقوٰی کی راہوں پر قدم مارو گے۔‘‘(۵۹)

حضرت منشی عبدالرحمٰن صاحبؓ (یکے از ۳۱۳ صحابہ) نے بیان کیا کہ ایک دفعہ طاعون شروع ہونے پر جماعت کپورتھلہ نے حضرت اقدسؑ سے اجازت چاہی کہ ہم قادیان آ جائیں حضور نے جواب میں رقم فرمایا:-

’’نہیں-تم اسی جگہ رہو اور کپورتھلہ کو قادیان کا محلّہ تصور کرو-‘‘(۶۰)

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی متابعت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۹۰۲ء میں ہدایت دی تھی کہ سیالکوٹ، جموں، وزیر آباد، لائل پور گورداسپور جالندھر لدھیانہ پٹیالہ سرہند بسی وغیرہ وغیرہ مقامات جہاں طاعون ہے وہاں کے احباب عید کے موقع پر ہرگز ہرگز قادیان نہ آویں بلکہ جب تک ان کے شہروں میں طاعون کا دور اور اثر ہے ادھر آنے کی کوشش نہ کریں-(۶۱)

منشی حبیب الرحمٰن صاحب طاعون کے سلسلہ میں تحریر کرتے ہیں:-

’’ایک دفعہ پلیگ کا بہت زور تھا- سرکار کی طرف سے یہ انتظام تھا کہ جہاں طاعون ہو وہاں کوئی شخص نہ جائے اور نہ وہاں سے کوئی دوسری جگہ جائے اور جہاں طاعون ہوتا تھا لوگوں کو آبادی سے باہر کر دیا جاتا تھا- اور طاعون زدہ جگہ (کو) چھوڑ دیا جاتا تھا- پھگواڑہ میں طاعون کی شدت ہوئی غالباً ۱۹۰۲ء تھا- تمام باشندگانِ شہر آبادی سے باہر گئے۔ باہر آئے ہوئے لوگ حاجی پور کی سرحد تک پھیل گئے۔ میں نے یہ انتظام کیا تھا کہ نہ کوئی حاجی پور سے اس رقبہ میں جائے اور نہ اس رقبہ کا آدمی حاجی پور میں داخل ہو۔ تاہم ابتدا میں بہت (سے) لوگوں نے خواہش ظاہر کی کہ ہم کو حاجی پور میں جگہ دے دو۔ چنانچہ بہت سے آدمی تحصیل کے ملازم منشی وغیرہ حاجی پور میں آ گئے میں نے ان کو رہائش اور آرام کا انتظام کر دیا۔ جب میں نے دیکھا کہ ہر ایک کی یہ ہی خواہش ہے تو میں نے ایک تاریخ مقرر کر دی کہ اس کے بعد کوئی نہ آ سکے گا- یہ لوگ رات کو میرے پاس جمع ہو جاتے تھے- اور میں ان کو سلسلہ کی باتیں سنایا کرتا تھا- ان میں ہندو بھی تھے، مسلمان بھی تھے-

’’میری طبیعت میں بہت وہم تھا اور (میں) بہت ہی احتیاط کیا کرتا تھا اور خوفزدہ رہتا تھا- میں نے حضرت صاحب کی خدمت میں دعا کے لئے عریضہ لکھا اس کا جواب حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ مرحوم نے دیا کہ حضرتؑ نے آپ کے لئے دعا کی- اس پر میرا قلب مطمئن نہ ہوا- میں نے پھر حضور کی خدمتِ بابرکت میں عریضہ لکھا کہ حضور کے ہاتھ کا لکھا ہوا (جواب) ہو تو اطمینان ہو- یہ خط حضرت مولوی صاحب نے حضور کی سامنے پیش کیا تو حضور نے اپنے دستِ مبارک سے حسبِ ذیل الفاظ تحریر فرمائے:

جواب

میں نے اطلاع پانے کے بعد آپ کے لئے مع عزیزان کے دعا کردی ہے

خدا تعالےٰ قبول فرماوے۔ آمین دستخط

''گو ان الفاظ نے میرے دل پر بہت اثر کیا اور اطمینان ہوا مگر قبولیت دعا ایک اور عجیب طریق سے معلوم ہوئی۔ وہ یہ کہ میری رعایا ❁ میں سے ایک مسمیٰ روڈا ولد الٰہیا ارائیں سکنہ حاجی پور، عمر قریباً پینسٹھ سال اپنے کھیت میں پلنگ پر سویا ہوا تھا اس کا سر غرب کی طرف تھا۔ اور (وہ) تنہا تھا۔ چاند کی چاندنی تھی۔ رات کو قریباً تین بجے کسی شخص نے جو خدا کا فرشتہ تھا سرہانہ کی طرف سے آواز دی کہ

او بزرگا! تو سوتا ہے یا جاگتا ہے؟

اس شخص (روڈا) نے جواب دیا کہ جاگتا ہوں اس نے پھر دریافت کیا کہ سوتا ہے یا جاگتا ہے؟ اس نے کہا کہ جاگتا ہوں۔ پھر کہا اچھی طرح سے سن۔ اس نے کہا کہ اچھا جی پھر اس نے کہا کہ

''میاں حبیب سے کہہ دینا کہ زیادہ اندیشہ نہ کرے۔ تیرے پینڈ وچ ❁ پلیگ نہیں ہوگی۔''

اس نے جواب دیا اچھا جی۔ اس نے دریافت کیا کہ سن لیا ہے؟ یاد کر کے کہہ دینا روڈا نے کہا کہ اچھا جی۔

''اس کے بعد یہ آدمی (یعنی روڈا) متعجب ہو کر اٹھا اور دیکھا تو کوئی (بھی موجود) نہ تھا۔ پھر دور تک نظر دوڑائی مگر کسی کو نہ دیکھا۔ پھر خود ہر طرف بھاگ دوڑ کر تلاش کی مگر پتہ نہ لگا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کا فرشتہ تھا۔ اس (روڈا) نے کسی دوسرے آدمی کو یہ (بات) سنائی کہ میاں (حبیب الرحمٰن صاحب) سے کہہ دینا۔ مجھے شرم آتی ہے۔ جب مجھے معلوم ہوا تو میں نے اسے بلا کر سنا۔ حضور کا خط متذکرہ (بالا) آچکا تھا میں نے اس واقعہ اور خط کی تاریخ کا مقابلہ کیا تو ایک تھی۔ یعنی ۷/اپریل ۱۹۰۶ء دن کو حضور نے تحریر فرمایا تھا اور دعا کی تھی اور رات کو یہ واقعہ ہوا جس طرح کسی کو خط لکھا جائے اور اس خیال سے کہ خط دیر میں پہنچے گا۔ تار بھی دے دیا جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے (کہ) حضرت ربّ العزت نے دعا قبول فرمائی وہ خط میرے پاس موجود ہے۔ ایک اور بات ہے کہ میں نے عرض کیا تھا کہ میرے اور میرے کنبہ اور رعایا کے واسطے دعا کریں (حضور کی) دعا کے وقت رعایا شامل نہ تھی جیسا کہ حضور کے الفاظ سے ظاہر ہے اس سال تو بالکل امن رہا۔

❁ یعنی کاشتکاران (مؤلف)

❁ ''پنڈ وچ'' پنجابی الفاظ ہیں یعنی گاؤں میں

مگر پھر گاؤں میں طاعون ہوا تھا-'' (قلمی کاپی صفحہ ۶۹ تا ۷۳)

منشی صاحب نے بواسطہ مولوی محبّ الرحمٰن صاحب بیان کیا کہ

۱- روڈا ان پڑھ، سادہ مزاج اور خاموش طبع تھا۔ مزارعین کی شرارتوں کے وقت ان سے الگ رہتا اوران کوسمجھا تا تھا- فرشتہ کے اس پیغام کے واقعہ کے بعد میں نے اس کو بہت سی تصاویر دکھائیں- ہر تصویر دیکھ کر کہتا کہ شکل ایسی نہ تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر دیکھ کہ اس نے شناخت کرلیا اور کہا یہ یہی تھے- دوسری دفعہ کی طاعون کے وقت حاجی پور میں ہمارا واحد گھرانہ تھا جو بکلی محفوظ رہا اور اس گاؤں میں یہی واحد احمدی خاندان آباد تھا-

۲- حاجی پور کے ہر چہار طرف کی ملحقہ آبادیوں میں اس شدت سے طاعون نمودار ہوئی کہ الامان والحفیظ! روزانہ بے شمار اموات ہوتیں۔ کئی گھر بالکل خالی ہو گئے- ان آبادیوں قبرستانوں اور مرگھٹوں میں تدفین اورجلانے کے لئے کوئی جگہ باقی نہ رہی۔ اس لئے نئے قبرستان اور مرگھٹ قائم کئے گئے جو حاجی پور کی ہر چہار حدود کے ملحق تھے۔ دن رات رونے پیٹنے اور جزع فزع کرنے کی دل شگاف آوازیں مضطرب کرتی تھیں- کثرت ِاموات کا یہ حال تھا کہ قبرستان میں چھ چھ لاشوں پر یکجائی طور پر نمازِ جنازہ ادا کی جاتی تھی- ☆

محترم شیخ محمد احمد صاحب مظہر بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اللہ تعالےٰ کا وعدہ تھا کہ وہ آپ کے محبوں کی عمر میں برکت عطا کرے گا اور جماعت کپورتھلہ کے قریباً تمام صحابہ نے لمبی عمریں پائیں-

''راقم نے ان تمام صحابہ کو دیکھا ہے اوران کی عمروں میں برکت کا پایا جانا اس امر سے اور بھی نمایاں اور اہم ہو جاتا ہے کہ ۱۹۰۰ء کے بعد طاعون کی وبا ملک میں پھیلی۔ کپورتھلہ میں بھی اس وبا نے بہت شدت اختیار کی مُردے اٹھانے اور کفن دفن کے لئے آدمی مشکل سے ملتے تھے- روزانہ کثیر اموات ہوتی تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ آپ کے سچے مرید طاعون سے محفوظ رہیں گے-

.... (یہ) تمام صحابہ (بشمول منشی حبیب الرحمٰن صاحب) اس وبا کے اندر موجود تھے۔ خدا کے فضل نے سب کو محفوظ رکھا- ان کے اردگرد رہنے والے کثرت سے طاعون کا شکا ہوئے لیکن اللہ تعالےٰ کی قدرت اورشان ہے کہ کپورتھلہ کی جماعت میں ہر فرد محفوظ رہا کسی کا کان بھی گرم نہ ہوا و اللہ غالبٌ علیٰ امرہٖ ولٰکنّ اکثر النّاس

☆ مضمون منشی کظیم الرحمٰن صاحب مصدقہ حضرت منشی ظفر احمد صاحب میں روڈا والا واقعہ درج ہے- (دیکھیئے الحکم ۲۱ ؍اگست ۱۹۳۵ء صفحہ ۸ کالم ۲،۳)- شیخ عبدالرحمٰن صاحب کی طرف سے روڈا والا سارا واقعہ الفضل ۱۳؍اپریل ۱۹۵۵ء (صفحہ ۴) میں شائع ہوا-

لایعلمون-"(۶۳)

لاہور کے متعلق پیشگوئی

منشی حبیب الرحمٰن صاحب نے بواسطہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد مبارک میں احباب میں تشریف فرماتھے- کہ فرمایا کہ لاہور شہر کا نام ونشان نہیں رہے گا- اور لوگ پوچھا کریں گے کہ یہاں ایک شہر لاہور آباد ہوا کرتا تھا- ☆

حضرت اقدسؑ کا سفرِ دہلی ۱۹۰۵ء میں

حضرت امّ المومنینؓ کا ارادہ دہلی اپنے وطن جانے کا تھا جس کی ایک عمدہ تقریب یہ پیدا ہوئی کہ آپ کے بھائی ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب دہلی میں متعین ہوگئے تھے- پہلے یہ خیال تھا کہ آپ اپنے والد ماجد کی معیت میں تشریف لے جائیں گی لیکن مسنون استخارہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا کہ لَاتَقُوْمُوْا وَلَاتَقْعَدُوْآ اِلَّا مَعَهٗ (۶۴)

☆ شیخ عبدالرحمٰن صاحب کی طرف سے الفضل ۳۰/جولائی ۱۹۶۷ء (صفحہ۲) میں اپنے والد صاحب کی یہ روایت شائع ہوئی جو والد صاحب نے حاجی پور آنے والے برگزیدہ اصحاب کو سینکڑوں بار سنائی منشی صاحب نے بتایا کہ میں اس مجلس میں موجود تھا- شیخ صاحب نے یہ بھی لکھا ہے- کہ والد صاحب سے سن کر ہم بھائیوں نے دیگر احباب سے اکثر اس روایت کو بیان کیا- (اس بارے میں اٹھائیس صحابہ کرام کی روایات کا حوالہ تذکرہ میں دیا گیا ہے- طبع چہارم صفحہ۷۹۴ و ۷۹۵)

الفضل میں شائع شدہ ان روایات کو غور سے مطالعہ کرنے پر خاکسار مؤلّف کو یہ سمجھ آیا کہ حضرت اقدسؑ نے ۱۸۹۷ء سے ۱۹۰۴ء تک متعدد بار گورداسپور اور قادیان میں اس پیشگوئی کا ذکر کیا کیونکہ بعض نے گورداسپور یا قادیان میں معین طور پر سننے کا ذکر کیا ہے اور بعض نے بعض واقعات کے سلسلہ میں اس کا بیان ہونا بتایا ہے-

۱- حضرت ماسٹر عبدالرحمٰن صاحبؓ جالندھری سابق مہر سنگھ کا بیان ہے کہ حضور نے فرمایا کہ نشان لیکھرام سے (جو پورا ہوا بتاریخ ۶/مارچ ۱۸۹۷ء) لوگوں نے فائدہ نہیں اٹھایا اور اس سلسلہ میں لاہور کی تباہی کی پیشگوئی کا ذکر مسجد مبارک میں کیا- (الفضل ۳۰/جون ۱۹۴۷ء- صفحہ۴)

۲- حضرت مولوی عبدالرحیم صاحبؓ نیر معین طور پر غالباً جون ۱۹۰۴ء میں گورداسپور میں حضور کی طرف سے اس کے بیان کا ذکر کرتے ہیں- جبکہ حضور کسی مقدمہ میں تشریف لے گئے تھے اور لاہور کی عظمت کا ذکر ہوا تھا- نیر صاحب کا بیان ہے کہ میں اس مجلس میں موجود تھا- (الفضل ۴/جولائی ۱۹۴۷ء صفحہ۳) (باقی اگلے صفحہ پر)

ترجمہ: نہ کھڑے ہو اور نہ بیٹھو مگر اس کے ساتھ۔ نہ اترو کسی جگہ میں مگر میرے ساتھ۔ میں تیرے اور تیرے اہل کے ساتھ ہوں۔

حضور نے ۲۲؍اکتوبر۱۹۰۵ء کو صبح آٹھ بجے مع اہل بیت قادیان سے روانہ ہونے سے پہلے رات کا رؤیا سنایا کہ

''دہلی گئے ہیں تو تمام دروازے بند ہیں۔ پھر دیکھا کہ ان پر قفل لگے ہوئے ہیں۔ پھر دیکھا کہ کوئی شخص کچھ تکلیف دینے والی شے میرے کان میں ڈالتا ہے۔ میں نے کہا تم مجھے کیا دکھ دیتے ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے زیادہ دکھ دیا گیا تھا۔''(۶۵)

قافلہ ایک رتھ اور سات یکوں میں روانہ ہوا۔ اور حضور کے حکم اور اجازت سے چند خدام بھی ساتھ تھے۔ بخار کی وجہ سے چند روز سے مفتی محمد صادق صاحب (ایڈیٹر بدر) بیمار تھے لیکن حضور نے فرمایا کہ چلے چلو۔ تبدیلی آب وہوا سے فائدہ ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ بھی ساتھ روانہ ہوئے۔ شیخ یعقوب علی صاحب (عرفانی ایڈیٹر الحکم) کو ایک روز پہلے گاڑی کی ریزرویشن وغیرہ کے لئے بٹالہ بھیجا گیا تھا جو بٹالہ میں ساتھ شامل ہو گئے۔ خدام ذیل بھی شامل ہوئے:

مولوی سید محمد احسن صاحب، سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، مولوی عبدالرحیم صاحب میرٹھی، خلیفہ رجب الدین صاحب لاہوری، شیخ غلام احمد صاحب نومسلم، حافظ حامد علی صاحب اور بابو نورالدین صاحب کلرک ڈاکخانہ۔

بقیہ حاشیہ: چونکہ نیّر صاحب کی بیعت وزیارت ۱۹۰۱ء کی ہے (بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ہشتم۔ضمیمہ صفحہ۵۱) اس لئے ان کی بیعت وزیارت سے قبل کا حضور کا یہ بیان نہیں ہوسکتا اگر حضور نے ایک ہی بار یہ پیشگوئی بیان فرمائی ہو۔ بہرحال انہوں نے بیعت کے بعد ہی یہ بات حضور سے سنی گورداسپور میں۔

۳۔ حضرت حافظ محمد ابراہیم صاحب امام مسجد محلّہ دارالفضل قادیان آنکھوں سے نابینا تھے وہ گورداسپور جا کر کوئی بات سن نہیں سکتے تھے۔ ان کی بیعت وزیارت (مطابق تاریخ احمدیت جلد ہشتم۔ضمیمہ صفحہ۴۴) ۱۹۰۰ء کی ہے۔ وہ یہ بات ۱۹۰۴ء میں مسجد مبارک میں سنتا بیان کرتے ہیں (الفضل ۱۷؍جولائی ۱۹۴۷ء صفحہ۳) (دیکھنے والے لوگ جانتے ہیں کہ ان کا حافظہ بہت اچھا تھا۔ خاکسار کے محلّہ دارالفضل میں امام مسجد تھے بہت دفعہ بطور درس روایات بیان فرماتے تھے) اس لئے یہ روایت بہرحال ۱۹۰۱ء یا بعد کے عرصہ کی ہے۔ یا اس وقت بھی بیان ہوئی ہے۔

۴۔ مکرم امیر صاحب ساکن کوٹلی ضلع میر پور (جموں) نے جموں میں جن دو صحابہ میں سے کسی ایک سے یہ روایت ۶؍اپریل ۱۹۴۱ء کو سنی اور یہ تاریخ نوٹ کی اس صحابی نے کہا کہ یہ روایت ۱۹۰۳ء کی ہے۔ (الفضل یکم جولائی ۱۹۴۷ء صفحہ۴)

ان احباب کے سوا جو رتھ، یکوں اور گھوڑے پر سوار ے تھے ذیل کے احباب حضرت اقدسؑ کی سواری کے ساتھ پیدل دوڑتے ہوئے قادیان سے بٹالہ تک آئے۔ حضرت کے ہمراہ ان کا دوڑنا عشق و محبت کا ایک سچا نمونہ تھا۔

مولوی سید احمد نور صاحب افغان، حضرت نواب محمد علی خاں صاحب کے صاحبزادگان کے اتالیق شیخ (بھائی) عبدالرحیم صاحب، میاں شادی خاں صاحب۔ نیز یہ لڑکے۔عبدالرحمٰن، صوفی عبداللہ، عبداللہ درزی، میاں مظہر حق۔

''اللہ تعالیٰ ان کی نیکی اور عمر میں برکت دے۔''(۶۶)

الحکم و بدر دونوں اخبارات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت اقدسؑ کی روانگی کی خبر کسی طرح موضع سیکھواں بھی پہنچ گئی تھی (جو قادیان سے چند میل کے فاصلہ پر ہے) اس لئے وہاں کے مخلص احباب میاں جمال الدین صاحبؓ اور منشی عبدالعزیز صاحبؓ اوجلوی پٹواری شرفِ زیارت کے لئے حضرتؑ کی آمد سے پہلے ہی بٹالہ ریلوے اسٹیشن پر پہنچ گئے تھے۔ اور بٹالہ کی جماعت احمدیہ بھی موجود تھی۔ اور چوہدری فضل محمد صاحب بیگو وال بھی۔ حضرتؑ دس بجے (قبل دوپہر) کے بعد بٹالہ پہنچے۔سٹیشن پر زائرین کا ایک خاصہ اژدھام ہو گیا۔ چوہدری اللہ داد خان صاحب ہیڈ کلرک دفتر ریویو (میگزین) جو لاہور سے واپس آ رہے تھے۔حضور کی بٹالہ سے روانگی تک ساتھ رہے۔ میاں امام بخش صاحب سپاہی چکوال سے قادیان جا رہے تھے ان کی اہلیہ نے بیعت کی۔حضور نے اور احباب نے دوپہر کا کھانا یہیں کھایا۔ اور ظہر وعصر کی نمازیں بوجہ سفر جمع کر کے پڑھی گئیں۔

حضور ایک مستعد، ہشیار انسان کی طرح جو انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہے، سفر کرتے ہیں۔ مستورات اور بچوں کو خوب احتیاط کے ساتھ گاڑی میں سوار کرانے کے بعد آپ سوار ہوئے آپ کا ڈبہ ریزرو تھا۔ جس میں سامان شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے رکھوایا۔ بٹالہ سے گاڑی بعد دوپہر ایک بج کر پینتیس منٹ پر روانہ ہوئی آپ نے فرمایا تھا کہ کسی کو روانگی کی اطلاع نہ دی جائے کیونکہ روانگی غیر یقینی تھی اور کئی دفعہ ارادے فسخ ہو چکے تھے اور ایک دفعہ اطلاع دینے کی وجہ سے پھگواڑہ پھلور اور لدھیانہ کے ریلوے اسٹیشنوں پر خدام کئی دن حاضر رہے اور آخر انتظار کے بعد بنگہ (ضلع جالندھر) کی جماعت قادیان ہی آ پہنچی وہ تو حضور کی زیارت سے خوش تھے لیکن حضور ان کی تکلیف کو بہت محسوس کرتے تھے۔اس وجہ سے فرمایا تھا کہ کسی جگہ اطلاع نہ دی جائے۔

امرتسر میں گاڑی نے قریباً پانچ گھنٹے ٹھہرنا تھا۔ ابھی تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ کپورتھلہ کے احباب جو اخلاص کا ایک خاص نمونہ ہیں ان میں سے منشی ظفر احمد صاحب، منشی اروڑا صاحب اور ڈاکٹر فیض قادر صاحب

تشریف لے آئے اوراس کے کچھ دیر بعد لاہور سے حکیم محمد حسین صاحب، ماسٹر غلام محمد صاحب اور حکیم صاحب کے پسر محمد یوسف صاحب بھی آ پہنچے۔

حضرت اقدسؑ گاڑی سے اتر کر پلیٹ فارم کے ایک ایسے حصہ پر جہاں مسافروں کی آمد ورفت نہیں، درختوں کے نیچے حلقہ خدام میں تشریف فرما ہوئے۔ مستورات تھوڑی دور ایک طرف بیٹھ گئیں۔ امرتسر بھی اطلاع نہیں دی گئی تھی لیکن ڈاکٹر عبداللہ صاحب کو خبر ہوگئی۔ اور وہ دوڑے ہوئے اسٹیشن پر پہنچے اور احبابِ امرتسر کو بھی انہوں نے حتی المقدور اطلاع دی۔ اور اس جماعت کی طرف سے کھانا پیش کرنے کی اجازت لے کر شہر گئے اور بہ عجلت نمازِ مغرب ہوتے ہوتے نہایت فراخدلی کے ساتھ مکلّف کھانا تیار کر کے لائے جن احباب امرتسر کو اطلاع ہو چکی تھی وہ ڈاکٹر صاحب کے جانے کے بعد حصول نیاز کی خاطر حاضر ہوئے اور ملاقات کر کے بہت خوش ہوئے مغرب وعشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھی گئیں اور احبابِ امرتسر ٹرین کی نو بجے شب کے قریب روانگی تک حاضر رہے۔ جماعتِ بنگہ کی ملاقات پھر امرتسر میں ہوگئی۔ اور یہ احباب پھگواڑہ تک حضرت اقدسؑ کے ساتھ سفر میں شامل رہے۔

''کرتار پور اسٹیشن سے جماعت کپورتھلہ کے معزز احباب نے اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور شرفِ نیاز پایا۔ خاں صاحب عبدالمجید خاں صاحب انچارج آفیسر بگھی خانہ اور کئی اور بھائی چھاؤنی جالندھر تک ساتھ گئے۔ منشی حبیب الرحمٰن نمبردار ورئیس حاجی پور متصل پھگواڑہ بھی حاضر ہو کر سعادت اندوز ہوئے''

باوجودیکہ سفر رات کا اور پھر طویل تھا تاہم کسی اسٹیشن پر بھی خدام ڈبے کے سامنے آ کر السلام علیکم کہتے تو حضور بڑی مستعدی سے فوراً اٹھتے اور تبسم کرتے ہوئے مصافحہ کرتے ان کی خیریت پوچھتے اور خوش ہوتے تھے۔ ☆

احبابِ جماعت لدھیانہ (براہ راست) اطلاع ملے بغیر کئی روز سے ریلوے اسٹیشن پر آ رہے تھے۔ اس وقت بھی نصف شب کے بعد سردی میں ٹھٹھرے موجود تھے۔ امید تھی کہ خاں صاحب ذوالفقار علی خاں صاحب اور جماعت میرٹھ وہاں ملے گی۔ لیکن ان کو تار نہیں ملا تھا۔

دہلی میں پہنچنے کے سلسلہ میں مرقوم ہے کہ

''تین بجے کے قریب ہم دہلی پہنچے وہاں بھی عجیب حالت ہوئی۔ بٹالہ سے روانہ ہوتے وقت میر محمد

☆ الحکم ۱۰؍دسمبر ۱۹۰۵ء (صفحہ ۴ و ۵) و ۱۷؍دسمبر (صفحہ ۱۱) و بدر ۲۷؍اکتوبر (صفحہ ۲) حضرت حکیم دین محمد صاحب مہاجر دارالرحمت وسطی ربوہ جن کو حضرت مصلح موعودؓ کے ہم جماعت ہونے کا شرف حاصل ہوا، بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۰۵ء میں اس سفر کے موقع پر میں نے دیکھا کہ منشی صاحب نے حضرت اقدس اور حضور کے قافلہ کو ریلوے اسٹیشن پھگواڑہ پر دوپہر کا کھانا پیش کیا تھا۔

اسمٰعیل صاحب اسسٹنٹ سرجن کو روانگی کا تار دیا گیا تھا مگر وہ یہ خیال کر کے کہ غالباً حضرت اقدسؑ نہیں آئیں گے شب گزشتہ کو دہلی سے مع حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد (صاحب) اور میر ناصر نواب صاحب قبلہ روانہ ہو چکے تھے- ان کو تار نہیں مل سکا - اور اسی وجہ سے دہلی کی جماعت بھی اسٹیشن پر نہ آسکی لیکن تین بجے کے بعد تار مذکور پھرتا پھراتا ڈاکٹر میر محمد اسماعیل خاں صاحب کو مِلا ۔ وہ اطلاع پاتے ہی اسٹیشن کو بھاگتے ہوئے آئے اور راستہ میں باغ میں ہمیں آ کر ملے-،،(۶۷)

دہلی کے عرصہ قیام میں حضور کی کوئی پبلک تقریر نہیں ہوئی البتہ بعض علماء نے آ کر حضور سے ملاقات کی اور دینی امور کے بارے گفتگو کی- حضور نے فرمایا کہ قبرستان میں انسان کو اپنا مقام یاد آ جاتا ہے- کہ انسان دنیا میں مسافر ہے آج زمین کے اوپر ہے تو کل زمین کے نیچے ہے- حضور نے بزرگان حضرت شیخ احمد سرہندی کے مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ- حضرت خواجہ میر درد، حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے والد حضرت شاہ عبدالرحیم ،حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء اور حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی قبور پر جا کر دعائیں کیں اور فرمایا کہ ان کے لئے بھی اور اپنے لئے بھی دعا کی جانی چاہیئے - (۶۸)

اہالیانِ دہلی نے حضور کی آمد سے استفادہ نہیں کیا ۔ ایک صاحب نے اپنے اخبار میں حضور کے خلاف زہر اگلا اور مناظرہ طلبی کی ۔ حضور جب حضرت خواجہ شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے مزار پر تشریف لے گئے تو خواجہ احسن نظامی صاحب کے اصرار پر ۱۲ر نومبر کو ایک تحریر بھجوائی جس میں لکھا کہ

''جب مجھے دہلی والوں سے محبت اور انس محسوس نہ ہوئی تو میرے دل نے اس بات کے لئے جوش مارا کہ وہ اربابِ صدق و وفا اور عاشقانِ حضرت مولیٰ جو میری طرح اس زمین کے باشندوں سے بہت سا جور و جفا دیکھ کر اپنے محبوب حقیقی کو جا ملے ان کی متبرک مزاروں کی زیارت سے اپنے دل کو خوش کر لوں،،(۶۹)

دہلی سے سفرِ مُراجعت

اس سفر دہلی سے مراجعت کے موقع پر حضرت مولوی عبدالقادر صاحبؓ نے دہلی آ کر بطور نمائندہ جماعت لدھیانہ عرض کیا کہ واپسی پر حضور لدھیانہ میں قیام فرمائیں- حضور ۴ر نومبر ۱۹۰۵ء شام کو دہلی سے روانہ ہو کر دوسرے روز قریباً گیارہ بجے قبل دوپہر ریل گاڑی میں لدھیانہ پہنچے ۔ اسٹیشن پر جس قدر جم غفیر تھا، اس کا شمار نہیں بتایا جا سکتا ۔ بجز اس کے کہ ہزاروں انسان ہر طبقہ، عمر اور مذاق کے موجود تھے- ایک مقامی اخبار کے مطابق

ایک میلا لگا نظر آ تا تھا- جماعت احمدیہ نے نہایت جوش سے استقبال کیا اور سڑک کے کنارے واقع ایک کوٹھی میں آپ کو اتارا گیا- (۷۰)

منشی حبیب الرحمٰن صاحب تحریر کرتے ہیں کہ

''دہلی (سے)................واپسی پر حضور نے لدھیانہ میں قیام فرمانا تھا- مجھے اطلاع ہوئی تو میں لدھیانہ تاریخ معینہ پر چلا گیا مگر معلوم ہوا کہ حضور کل کو تشریف لاویں گے- میرے ایک رشتہ دار وہاں ان دنوں میں منصف تھے ان کے ہاں ٹھہر گیا۔ رمضان شریف کا مہینہ تھا...............(دوسرے روز) میں اسٹیشن پر گیا لیکن ہجوم اس قدر تھا کہ میں قریب نہ پہنچ سکا۔ آپ کی گاڑی (کی بوگی) کاٹ کر علیحدہ کھڑی کر دی گئی تھی- آپ سوار ہو کر آہستہ آہستہ فرودگاہ کو تشریف لے گئے- (قلمی کاپی صفحہ ۴۷)

(بیان بوساطت شیخ عبدالرحمٰن صاحب) فرودگاہ کے پاس میں حضور کی ٹمٹم کے پاس کھڑا ہو گیا کہ مصافحہ تو کرلوں گا مگر کثرتِ ہجوم کی وجہ سے میں مصافحہ نہ کر سکا- حضور یہ کہہ کر کہ کل آٹھ بجے تقریر ہوگی، اندر تشریف لے گئے۔ میں یہ سمجھ کر کہ شاید حضور اب باہر تشریف نہ لائیں گے، اپنی جائے قیام پر چلا آیا بعد میں علم ہوا کہ حضور باہر تشریف لا کر بہت دیر تک احباب میں تشریف فرما رہے تھے-

میں دوسرے روز صبح چھ بجے ہی حضور کی قیام گاہ پر پہنچ گیا اور حضور کی خدمت میں اطلاع کروائی- حضور دروازہ کے پاس تشریف لائے اور کھڑے باتیں کرتے رہے اور فرمایا

''اچھا ہوا آپ تشریف لے آئے''

میں نے گذشتہ روز کی اپنی آمد کا سارا حال کہہ سنایا اور عرض کیا کہ میری غلطی تھی ورنہ میں تو پرسوں سے آیا ہوا ہوں-

الحکم میں مرقوم ہے کہ لوگوں کا ہجوم ہر وقت رہتا اور زائرین کی آمد کا تانتا بندھا رہتا تھا- گردونواح کے اضلاع سے بھی بہت سے احمدی آ گئے تھے- جماعت لدھیانہ نے حتی الوسع نہایت قابلیت سے مہمان نوازی کی مگر بالآخر لوگوں کی کثرت نے اسے بے بس کر دیا۔ تاہم جماعت لدھیانہ نے جو کچھ کیا اپنی ہمت اور طاقت سے بڑھ کر کیا۔ دوسرے روز کی حضور کی تقریر کے لئے جماعت نے راتوں رات پورے شہر سے اشتہار چھپوا کر چسپاں کر دیئے اور پھر علی الصباح تقسیم بھی کر دیئے۔ بوقت تقریر ہزاروں افراد کی حاضری تھی- پولیس کا انتظام نہایت قابل تعریف تھا-

حضرت اقدسؑ نے اپنی تقریر میں فرمایا:-

''میں اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ چودہ برس بعد لدھیانہ شہر میں مجھے آنے کا

اس نے موقعہ عطا کیا جب میں اس شہر سے گیا تھا تو میرے ساتھ چند ہی افراد تھے اور لوگ مجھے مطرود ومخذول سمجھتے تھے اور یہ گمان کرتے تھے کہ تھوڑے دنوں میں یہ جماعت منتشر ہو جائے گی- اور اس سلسلہ کا نام ونشان مٹ جائے گا۔ مجھ پر فتویٰ تکفیر جاری کیا گیا- اوّلیں فتویٰ کفر اسی شہر کے چند مولویوں نے دیا- وہ کافر کہنے والے موجود نہیں- مجھے اللہ تعالیٰ نے زندہ رکھا- اور جماعت کو تین لاکھ تک بڑھایا۔ جیسے کفار حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دلائل سے عاجز آ گئے تو قتل وغیرہ کے منصوبے کرنے لگے اسی طرح ایک پادری کے میرے خلاف اقدامِ قتل کے مقدمہ میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے میرے خلاف شہادت دی لیکن اللہ تعالیٰ نے جو ہمیشہ اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے، میری حمایت کی- پچیس سال پہلے میں گمنام تھا- اس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھے الہام کیا تھا کہ لوگ دور دراز ممالک سے اور کثرت سے تیرے پاس آئیں گے اور ان کی مہمان نوازی کے ہر قسم کے سامان بھی آئیں گے ان سے کج خلقی نہ کرنا- اور ان کی کثرت دیکھ کر تھک نہ جانا- حالانکہ میں اس زمانہ میں اکیلا تھا اور مجھے لوگوں کی ملاقات سے نفرت تھی-‘‘(۷۱)

قوم نے میری مخالفت میں نہ صرف جلدی کی بلکہ بہت بے دردی بھی کی- اور مسئلہ وفاتِ مسیحؑ کی وجہ سے مجھے کافر ٹھہرایا، دجال قرار دیا، قبرستانوں میں احمدیوں کی تدفین سے روکا احمدیوں کے اموال لوٹنے کو اور احمدیوں کی عورتوں کو بغیر نکاح گھر میں رکھ لینے کو اور احمدیوں کو قتل کر دینے کو جائز قرار دیا- حالانکہ وفاتِ عیسیٰ قرآن مجید وغیرہ سے ثابت ہے-(۷۲) اور غلبہ اسلام کا حربہ موت مسیح ہے-(۷۳)

کپتان ڈگلس ڈپٹی کمشنر گورداسپور کے سامنے ڈاکٹر مارٹن کلارک عیسائی کا دائر کردہ استغاثہ میرے خلاف اقدامِ قتل کا پیش ہوا شدومد سے میرے خلاف شہادتیں پیش ہوئیں اور مجھے پھانسی یا عبور دریائے شور (عمر قید جزائر انڈیمان میں) سزا ملنے کی صورت تھی- اور کپتان موصوف کے پاس میرے خلاف سفارشات بھی آئیں اور مستغیث اس کا ہم مذہب تھا لیکن اس نے اس کی ناجائز طرفداری نہ کی اور سمجھ لیا کہ یہ استغاثہ جعلی ہے- چنانچہ عبدالحمید نے جس سے میرے خلاف بیان دلوایا گیا تھا، اس کے جعلی ہونے کا اقرار کیا۔ کپتان موصوف نے مجھے کہا کہ آپ ان عیسائیوں پر مقدمہ کر سکتے ہیں لیکن میں نے

کہا کہ میں مقدمہ نہیں کرنا چاہتا میرا مقدمہ آسمان پر دائر ہے۔اس نے مجھے بری کر دیا اور مجھے مبارک باد دی۔(۷۴)

میں اللہ جلشانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اس کی طرف سے ہوں اور مفتری اور کذاب نہیں۔ میں قسم دیتا ہوں کہ مجھے ایسا شخص دکھاؤ جو باجود ہر روز کذب وافتراء کے مؤید من اللہ ہو۔(۷۵)

''میرے نشانات تھوڑے نہیں ایک لاکھ سے زیادہ انسان میرے نشانوں پر گواہ ہیں۔اور زندہ ہیں۔میرے انکار میں جلدی نہ کرو ورنہ مرنے کے بعد کیا جواب دوگے؟(۷۶)

لدھیانہ سے حضور کی مراجعت کے بارے منشی صاحب تحریر کرتے ہیں۔

''جب میں صبح کو گیا تو معلوم ہوا کہ دوسرے دن صبح کی کلکتہ میل میں حضور کی گاڑی لگائی جاوے گی۔مفتی محمد صادق صاحب اس وقت اس کی اطلاع دینے کے واسطے جارہے تھے۔میں نے ان سے کہا کہ بجائے اسکے اگر گیارہ بجے کی ٹرین میں روانگی ہوتو بہتر ہے۔کہ چھوٹے اسٹیشنوں پر جولوگ زیارات کے لئے آئیں وہ بھی محروم نہ جائیں گے۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ اب طے ہو چکا تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ میں نے اطلاع کرائی۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لے آئے۔میں نے عرض کیا کہ ڈاک (میل ٹرین۔ناقل) کے ذریعہ حضور نے سفر کا ارادہ فرمایا ہے وہ تیز چلتی ہے جو حضورؑ کی طبیعت پر گراں گزرے گا اور چھوٹے اسٹیشنوں پر وہ ٹھہرتی نہیں جولوگ آئیں گے محروم از زیارت رہیں گے اس کے بعد ہی مسافر گاڑی جاتی ہے(جو ہر ایک اسٹیشن پر ٹھہرتی ہے۔)وہ مناسب معلوم ہوتی ہے۔فرمایا بہت درست ہے اسی میں جانا چاہیئے(ہمیں معلوم نہیں تھا)مفتی صاحب کو بلائیں مفتی صاحب آئے فرمایا کہ(میرا نام لے کر)یہ ٹھیک کہتے ہیں ڈاک تیز چلتی ہے وہ مجھے پسند نہیں اور وہ چھوٹے اسٹیشنوں پر ٹھہرتی نہیں اس کے بعد جو گاڑی جاتی(ہے)وہ بہتر ہے۔ میں نے دیکھا کہ جو الفاظ میں نے عرض کئے تھے وہ ہی دہرادیئے۔ جب تجویز ہوئی ہوگی گاڑیوں کے اوقات سامنے ہوں گے۔مجھ سے کوئی نئی معلومات حاصل نہیں ہوئیں۔مگر ہر ایک کی خواہش کو پورا فرماتے تھے۔ان کے نزدیک ایک ہی بات تھی کہ پہلے روانہ ہوں یا بعد۔میں بہت خوش ہوا کہ میری رائے کو(حضور نے)پسند فرمایا اور اس واقعہ نے میرے ایمان پر بھی بڑا اثر کیا''(قلمی کاپی صفحہ ۴۹،۵۰)☆

اس روز سارادن میں حضور کے پاس رہا۔شام کو حضور سیر کے لئے تشریف لے گئے تب بھی میں ہمراہ

☆ حضرت حکیم دین محمد صاحب مقیم دارالرحمت وسطی ربوہ بیان کرتے ہیں کہ دہلی کے سفر کے دوران ۱۹۰۵ء سے مراجعت پر حضور نے لدھیانہ میں قیام فرمایا اور وہاں تقریر بھی فرمائی۔اس وقت وہاں منشی حبیب الرحمٰن صاحب اور دیگر صاحبان سے میری ملاقات ہوئی۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تھا- آگے جا کر مسجد کے قریب بہت ساری خلقت آپ کو دیکھنے کی غرض سے جمع تھی میں نے اس وقت حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور! یہ سب لوگ حضور کے دیدار کے متوالے ہیں- وہاں ایک ٹوٹی سی بنچ مسجد کے پاس ہی پڑی تھی حضور وہیں اتر کر بنچ پر ہی بیٹھ گئے اور میرے ساتھ باتیں کرتے رہے اور پھر روانہ ہوئے-

''میرا ارادہ ہوا کہ صبح کو سویرے جو گاڑی جاتی ہے اس میں جا کر حاجی پور اور پھگواڑہ اطلاع کر دوں گا اور راستہ کے واسطے کھانا بھی کسی قدر تیار کروا دوں گا- کیونکہ کوئی دو گھنٹہ کا وقفہ تھا- اس نیت سے میں روانگی کے دن صبح کو فرودگاہ پر آیا اور حضور کو اطلاع دے کر خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں اس گاڑی سے حاجی پور جاؤں گا- اگر اجازت ہو تو کسی قدر کھانا تیار کرالاؤں- فرمایا کہ جس وقت ہم یہاں سے روانہ ہوں گے وہ کھانے کا وقت ہے یہاں کی جماعت کھانا کھلا کر روانہ کرے گی۔ اس لئے ضرورت معلوم نہیں ہوتی غرض (میں) اس ٹرین سے حاجی پور آ گیا- اور پھگواڑہ میں عام طور پر اطلاع کرا دی اور سب لڑکوں کو اسٹیشن پر ساتھ لے آیا گاڑی آئی تو میں نے ایک ایک کا حضور سے تعارف کرایا- اور خود مع لڑکوں کے ساتھ جالندھر چھاؤنی تک گیا- (قلمی کاپی صفحہ ۵۰-۵۱)

میں ہر ایک بچے کو حضور کی خدمت میں پیش کرتا رہا- حضور بچوں کو شفقت سے پیار فرماتے رہے- جب عزیز مسعود احمد کو پیش کیا تو وہ بہت دبلا پتلا اور چھوٹا تھا- حضور نے خود اس کو اٹھا کر اپنی ران پر بٹھا لیا اور شفقت سے اس کے سر پر پیار کرتے رہے- میں نے عرض کیا کہ حضور اس کا نام مسعود احمد ہے یہ اپنے بھائیوں سے لڑتا رہتا ہے کہ ان کے نام تو ''رحمان'' پر رکھے ہیں- اور میرا نام ان سب سے جدا ''احمد'' پر رکھ دیا ہے- حضور نے مسعود احمد کو پیار کرتے ہوئے فرمایا-

''اچھا! یہ بات ہے تو ان کا نام مسعود الرحمٰن رکھ دو-''

سو اس دن سے ان کا نام مسعود الرحمٰن ہو گیا- پھر میں مختلف امور پر حضور سے باتیں کرتا رہا اور جالندھر چھاؤنی اسٹیشن سے اتر کر دوسری گاڑی سے واپس آ کر (ہم) حاجی پور پہنچ گئے ~ (بیان ہذا بواسطہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب)

''وہاں (جالندھر چھاؤنی ریلوے اسٹیشن پر) گاڑی دیر تک کھڑی رہی فرمایا کہ اگر ہم آپ کو کھانا لانے کے واسطے کہہ دیتے تو اچھا تھا کیونکہ وہاں (لدھیانہ) سے کھانا بلا کھائے روانگی ہوئی ہے .... چونکہ اہل

بقیہ حاشیہ سابقہ:- اس وقت کے احباب لدھیانہ میں سے حضرت قاضی خواجہ علی صاحب اور حضرت ماسٹر قادر بخش صاحبؓ ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول والد حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب دردؓ مجھے یاد ہیں- اس لیکچر میں میرے ساتھ میرے چھوٹے بھائی ملک نیاز محمد صاحبؓ (یعنی خاکسار مؤلف اصحابِ احمدؑ کے والد ماجد) بھی شامل ہوئے تھے-

بیت ہمراہ تھے اور سب بھوکے تھے اور بھی بہت سے آدمی ہمراہ تھے۔ حضرت میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی نے مجھ سے دریافت کیا کہ یہاں (ریلوے اسٹیشن پر) کچھ کھانے کو بھی مل سکتا ہے۔ میں گیا اور اپنے ایک واقف بابو کے ذریعہ دکاندار کو مع سامان کثیر ہمراہ لے آیا جو سب نے حسب ضرورت لیا۔ مجھے اس وقت بہت افسوس ہوا کہ اگر میں کسی قدر کھانا بھی ہمراہ لاتا تو اچھا ہوتا۔ اس کے بعد میں نے یہ قاعدہ مقرر کر لیا ہے کہ بزرگان دین میں سے جب کوئی اس راستہ سے سفر کر رہا ہو اور مجھے اطلاع ہو جائے میں ضرور کچھ نہ کچھ کھانا لے کر اسٹیشن پر جاتا ہوں خواہ کوئی وقت ہو'' (قلمی کاپی صفحہ ۵۱ و ۵۲) ☆

☆ منشی حبیب الرحمٰن صاحب نے بواسطہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب بیان کیا کہ حضرت اقدسؑ جب لدھیانہ تشریف لاتے تو میں روزانہ ٹرین پر پھگواڑہ سے لدھیانہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوتا اور شام کو ٹرین سے پھگواڑہ پہنچ کر حاجی پور پہنچ جاتا۔ حضور کی قادیان کو واپسی کے موقع پر پھگواڑہ اسٹیشن پر آپ کے قافلہ کو کھانا پیش کرتا اور جالندھر تک ساتھ جاتا اور وہاں سے برتن واپس لے آتا۔ کبھی برتن قادیان چلے جاتے تو بعد میں مل جاتے۔

حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کے مصدقہ مضمون نوشتہ منشی کظیم الرحمٰن صاحب میں بیان ہوا ہے کہ ایک دفعہ حضور دہلی لدھیانہ سے قادیان واپس تشریف لے جا رہے تھے۔ پہلے جس ٹرین سے روانگی تھی اس کی بجائے دوسری ٹرین سے روانگی تھی اس کی بجائے دوسری ٹرین سے روانگی کا فیصلہ ہوا۔ حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحبؓ حضرت اقدس علیہ السلام سے اجازت حاصل کر کے پہلی ٹرین سے پھگواڑہ آ گئے تھے۔ تاکہ بنگہ کریام وغیرہ اردگرد سے آمدہ احمدی جماعتوں کو مطلع کر سکیں کہ حضور دوسری ٹرین سے تشریف لائیں گے۔ چنانچہ آپ نے اطلاع دی دوسری گاڑی کے آنے میں ابھی دو گھنٹے کا وقفہ تھا۔ آپ نے ریلوے اسٹیشن سے گوشت وغیرہ کا انتظام کیا اور ان احباب کو بخوشی حاجی پور لے گئے فوراً تنور گرم کروا دیئے اور دیگیں چڑھوا دیں اور ایک قلیل عرصہ میں چار پانچ سو احباب کو پرتکلف کھانا کھلا کر وقت پر اسٹیشن پہنچا دیا۔ ٹرین آنے پر سب احباب حضور کی زیارت سے مشرف ہوئے اور آپ نے حضور کی خدمت میں اپنی باغیچی کے پھل پیش کئے اور جالندھر تک حضور کے ہمرکاب رہے اور وہاں سے واپس آئے۔

یہاں یہ بھی مرقوم ہے کہ حضور جب پھگواڑہ اسٹیشن سے گزرتے آمدورفت کے وقت منشی صاحب کو اطلاع ہوتی آپ اس طرف جالندھر سے لدھیانہ تک اور اس طرف لدھیانہ یا پھلور سے جالندھر تک حاضر رہ کر حضور کی صحبت سے فیض یاب ہوتے (الحکم ۲۱ راگست ۱۹۳۵ء صفحہ ۱۰ کالم ۱ و ۴ – و ۷ ستمبر صفحہ ۵ کالم ۱) شیخ عبدالرحمٰن صاحب نے ایسے مواقع کے بارے یہ بھی بتایا کہ ان کو بھی یاد ہے کہ والد صاحب ہمیشہ اپنی ساری اولاد کے پھگواڑہ اسٹیشن پر پہنچنے کا انتظام کرتے اور ٹرین میں حضور بعض دفعہ چھوٹے بچوں کو گود میں بٹھاتے اور بڑے بچوں کے سروں پر دستِ شفقت پھیرتے۔ اس طرح یہ بچے حضور کی برکات و فیوض سے بہرہ ور ہوتے۔

مسجد کپورتھلہ کا مقدمہ اور معجزانہ کامیابی کا نشان

جماعت کپورتھلہ کی اہمیت اس لحاظ سے بھی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کئی نشانات وہاں ظاہر ہوئے۔ سب سے بڑا نشان وہاں کی مسجد کے متعلق ہے۔ ۱۹۰۵ء میں دہلی سے مراجعت پر حضور نے لدھیانہ میں ایک پبلک تقریر فرمائی تھی- جلسہ میں سیالکوٹ وغیرہ شہروں سے بہت سے لوگ آئے ہوئے تھے- جلسہ گاہ میں منشی فیاض علی صاحبؓ نے عرض کیا کہ ہماری مسجد کا مقدمہ دائر ہے۔ شہر کے تمام رؤسا اور حکام غیراحمدیوں کی امداد کر رہے ہیں- ہم معدودے چند احمدیوں کی بات بھی کوئی نہیں سنتا- حضور دعا فرمائیں اس پر حضور نے فرمایا کہ اگر ہمارا سلسلہ سچا ہے تو یہ مسجد تم لوگوں کو مل جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا-

حاکم اوّل نے فیصلہ غیراحمدیوں کے حق میں دیا اور چار ورق پر لکھا اور کہا کہ ہم فیصلہ کل سنا دیں گے۔ وہاں دستور تھا کہ حاکم اپنا بستہ گھر لے جایا کرتے تھے- چنانچہ اس کا بستہ اس کے گھر پہنچا۔ اس کے ایک آدمی کی زبانی جو کہ جمعدار تھا معلوم ہوا کہ رات کے دو بجے وہ حاکم اٹھا خدا جانے اسے خواب میں کیا نظر آیا- اپنا بستہ طلب کر کے اس نے آخر کے دو ورق پھاڑ دیئے اور مقدمہ کا فیصلہ احمدیوں کے حق میں کر دیا۔ جس میں لکھا کہ غیراحمدیوں کو اس مسجد میں نہ اذان دینے کا حق ہے نہ جماعت کرنے کا۔ اگر ان کو نماز پڑھنا ہے تو احمدی امام کے پیچھے پڑھیں-

اگر اس فیصلہ کو کوئی دیکھے تو اسے بڑا تعجب ہو- اوّل دو دو ورق کا مضمون ایسا ہے کہ گویا غیراحمدیوں کو مسجد دے گا- لیکن آخری دو ورق میں احمدیوں کے حق میں فیصلہ کیا گیا ہے- مخالفین کی اس پر اپیل کو جج نے جو ہندو تھا ردّ کر کے ماتحت عدالت کا فیصلہ بحال رکھا پھر عدالت بالا میں اپیل ہوئی۔ ہمارے وکیل نے کہا کہ یہ حاکم آریہ ہے- مخالفتِ مذہبی کی وجہ سے فیصلہ جماعت کے خلاف ہوگا- اس حاکم نے ایک بڑے وکیل کے پاس مثل رائے کے لئے بھیج دی۔ اس وکیل نے بلا رورعایت جماعتِ احمدیہ کے حق میں رائے دی جبکہ مخالفین کی طرف سے وکیل کے استاد حکیم جعفر علی بھی اثر ڈالنے کے لئے آئے تھے- پھر مخالفین کی طرف سے اپیل کونسل میں ہوئی جس کے تین ججوں میں سے ایک غیراز جماعت تھا- جب غیراحمدی اس کے پاس جاتے تو وہ ان کو تسلی دیتا اور کہتا کہ آخر کار یہ اپیل ہمارے پاس ہی آئے گی- ہم تم لوگوں کو یہ مسجد دلا دیں گے تم کچھ فکر نہ کرو- اس نے احمدیوں سے کہہ بھی دیا کہ یہ مسجد پرانے مسلمانوں کو دی جائے گی- تم نے نیا مذہب اختیار کیا- تم نئی مسجد بناؤ اور یہ بھی کہا کہ اگلی پیشی میں فیصلہ سنا دیا جائے گا لیکن اگلی پیشی سے پہلے ہی وہ مر گیا- اس کی موت اس طرح واقع ہوئی کہ ایک دن کچہری

جانے سے پہلے وہ حقہ پی رہا تھا کہ خون کی قے آئی۔اس نے مقدمہ کی مثل منگوائی تا فیصلہ غیر احمدیوں کے حق میں لکھ دے لیکن مثل آنے سے پہلے ہی اسے دوسری قے آئی الغرض وہ مر گیا۔غیر احمدیوں کی انتہائی مخالفت اور کوشش پر بھی مسجد احمدیوں کے قبضہ میں رہی۔ یہ مجسٹریٹ جو اس نشان کا موضوع ٹھہرا،میاں عزیز بخش تھا جو ریاست میں بہت بڑا اعزاز رکھتا تھا-اللہ تعالیٰ نے اس کو توفیق اور مہلت نہ دی کہ وہ خلاف فیصلہ لکھے-و للہ الحمد"

(۲) مکرم شیخ محمد احمد صاحب مظہر تحریر فرماتے ہیں کہ

مخالفین کے احمدیہ مسجد پر قبضہ کر لینے پر احمدیوں کو عدالت کی طرف رجوع کرنا پڑا۔عمائد و رؤسائے شہر مدعیٰ علیہم تھے-احمدی چند احباب تھے جو انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں ان کا رسوخ و اثر کوئی نہ تھا- جماعت مسجد چھن جانے کی وجہ سے بے کس اور مظلوم تھی لیکن حالات غیر موافق تھے- جو شخص یہ یقین کرتا کہ مسجد احمدیوں کو مل جائے گی کپورتھلہ کے اس ماحول میں یقیناً اسے کوتاہ اندیش تصور کیا جاتا-مخالفین کو یقینِ کامل تھا کہ عدالت ان کے حق میں فیصلہ کرے گی-

میں نے بچپن میں مخالفین کے یہ تیور دیکھے ہیں- احمدیوں کے راستے تک بند تھے-منشی عبدالرحمٰن صاحب چکر کاٹ کر گھر کو جاتے - حافظ امام الدین صاحب امام مسجد احمدیہ کو پیٹا گیا اور گھسیٹا گیا - ان کی پگڑی میں آگ پھینکی گئی۔احمدیوں کو گالی گلوچ کرنا ایک عام بات تھی بعض آوارہ طبع لوگ راستہ روکے رہتے تھے اور احمدیوں کو ستانا اور ان کو گالی دینا ان کا ایک محبوب اور ان کے نزدیک موجب ثواب مشغلہ تھا- سات سال تک یہ مقدمہ جاری رہا-

اتفاقاً دورانِ مقدمہ میں منشی فیاض علی صاحب نے لدھیانہ کے مقام پر ایک محفل میں بڑے عجز والحاح سے آبدیدہ ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم سے مسجد چھن گئی ہے-حضور دعا فرمائیں کہ وہ ہمیں مل جائے۔حضرت صاحب نے بڑے جلال کے رنگ میں فرمایا کہ

''اگر میں سچا ہوں اور میرا سلسلہ سچا ہے تو مسجد تمہیں ضرور ملے گی-''

صداقت کے بیان کرنے میں منشی فیاض علی صاحب بڑے بے دھڑک آدمی تھے-انہوں نے لدھیانہ سے واپس آکر مخالفین سے اعلانیہ اس بات کا اظہار کر دیا کہ حضرت صاحب نے یہ الفاظ فرمائے ہیں-**فَانتَظِرُوا اِنّی معکم من المُنتظرین**-

دوران مقدمہ میں اس قسم کی تحدی اور مخالفین سے اظہار احتیاط کے خلاف معلوم ہوتا ہے-تو ہو،لیکن منشی صاحب نے حضرت صاحب کے منہ سے مندرجہ بالا الفاظ سنے تھے-اور ان کے واہمہ میں بھی یہ بات نہ آ سکتی تھی

کہ یہ بات اب غیر یقینی ہوسکتی ہے۔نوبت یہاں تک پہنچی کہ محلّہ کے ایک ڈاکٹر صاحب کے ساتھ منشی صاحب کی شرط بندھ گئی کہ اگر مسجد احمدیوں کو مل جائے تو وہ ڈاکٹر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کرلے گا- ورنہ منشی صاحب اپنی بیعت سے دستکش ہوں گے- یہ بات ٹھن گئی- اوراس سے ظاہر ہے کہ دونوں فریق کو اپنی اپنی کامیابی کے متعلق کسی قسم کا کوئی شک نہ تھا-

بالآخر مسجد کا فیصلہ احمدیوں کے حق میں ہوا- اور نہایت مخالفانہ حالات کے باوجود ہوا- آخری عدالت کے حاکم نے ہمارے خلاف فیصلہ کرنا چاہا- وہ بحث سن چکا تھا- اور مخالفانہ انداز خیال ظاہر کر چکا تھا- بحث کے بعد مقدمہ فیصلہ پر رکھا گیا کہ ایک دن وہ کچہری آنے کی تیاری میں تھا کہ اچانک حرکت قلب بند ہوجانے سے اس کی موت واقع ہوگئی-منشی عبدالسمیع صاحب کپورتھلوی ایک روز پیشتر یہ رؤیا دیکھ چکے تھے کہ کسی شخص نے بازار میں ان سے ذکر کیا ہے کہ اس حاکم کی اچانک موت واقع ہوگئی ہے- دوسرے دن یہ واقعہ من وعن ظہور میں آیا اور بازار میں جاتے ہوئے ایک شخص نے منشی صاحب سے یہ ذکر کیا کہ وہ حاکم فوت ہوگیا ہے گویا ان کا رؤیا من وعن پورا ہوا اور حضرت صاحب کی بات پوری ہوئی-

گفتہ او گفتہ اللہ بود   گر چہ از حلقوم عبداللہ بود

مقدمہ کی بحث سننے کے بعد حاکم کا فوت ہوجانا مسل متعلقہ سے ثابت ہے- ☆

(۳) حضرت منشی فیاض علی صاحبؓ نے اس بارے میں یہ رقم فرمایا تھا کہ حاجی ولی اللہ صاحب کی اس مسجد کے نام سولہ گھماؤں اراضی ریاست کپورتھلہ کی طرف سے کاغذات میں درج تھی اور اس مسجد کے متولی منشی حبیب الرحمٰن صاحب احمدی تھے۔

''جب حضرت مسیح موعودؑ نے اعلان فرمایا کہ غیر احمدیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔اس وقت جماعت کے متعلق اس مسجد کپورتھلہ کی احمدی جماعت میں گنتی کے چھ آدمی تھے اور باقی سب غیر احمدی، اعلیٰ حکام کے ایماء سے شہر والوں نے احمدی جماعت کو مسجد سے نکال دیا جب حضرت صاحب سے سارا حال بیان تو حضور نے فرمایا (کہ) اپنے حقوق کو چھوڑنا معصیت ہے- عدالت سے چارہ جوئی کرو-

حسب لارشاد استقرار حق کا دعوٰی دائر کیا گیا- یہ مقدمہ سات سال تک اپیل در اپیل عدالت میں دائر رہا- پہلی عدالت سے فیصلہ احمدیوں کے حق میں ہوا اور صورت یہ ہوئی کہ حاکم اپنی تحریر میں شروع سے لے کر اخیر

☆ اصحابِ احمدؑ جلد چہارم (طبع سوم صفحہ ۱۶ و ۱۷) حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بھی بیان فرمایا تھا کہ ''کپورتھلہ کی مسجد کا مقدمہ تھا- حضرت صاحب نے فرمایا کہ اگر میں سچا ہوں تو یہ مسجد ضرور ملے گی''۔ (۷۷)

تک غیر احمدیوں کے حق میں لکھتا گیا- مگر جب اخیر پر پہنچا تو خدا تعالیٰ نے اس کے دل کو پھیر دیا اور یہ حکم دیا کہ مسجد احمدیوں کو دی جاتی ہے- ان کو انتظام کے متعلق پورا حق حاصل ہوگا- غیر احمدی فرداً فرداً نماز پڑھ سکتے ہیں- دوران مقدمہ میں ایک احمدی نے خواب دیکھا کہ حاکم ایک مکان بنا رہا ہے۔ تمام دیواریں مکان کی غیر احمدیوں کے واسطے بنائی جارہی ہیں مگر جب چھت ڈالنے لگا تو احمدیوں کے واسطے ڈالی۔ غیر احمدیوں کی طرف سے اس فیصلہ کا اپیل ہوا۔ دو برس تک مقدمہ رہا ہر قسم کی سفارشیں ہوئیں مگر عدالت ماتحت کا فیصلہ بحال رہا-

''حضرت اقدسؑ دہلی سے قادیان تشریف لا رہے تھے- لدھیانہ (میں)............خاکسار فیاض علی اور منشی عبدالرحمٰن صاحب کپورتھلہ سے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے..........دوسرے دن (بعد تقریر) خاکسار نے عرض کیا کہ جماعت کو نماز کی بہت تکلیف ہے- مسجد کے واسطے دعا فرمائی جائے اس سے پیشتر بھی چند مرتبہ مسجد کے واسطے یاد دلا چکا تھا- حضور نے فرمایا کوئی ضرورت دعا کی نہیں ہے اگر یہ سلسلہ خدا کی طرف سے ہے تو مسجد تمہارے پاس واپس آ جائے گی-

''میں نے اس پیشگوئی کا کپورتھلہ اور لدھیانہ میں عام طور سے اعلان کر دیا اور مسجد میں بھی لکھ کر لگا دیا اور ہر ایک کو متنبہ کیا کہ حکام رعایا، چھوٹے بڑے سب زور لگالیں مگر مسجد ہمارے پاس واپس آئے گی- اس پیشگوئی پر ہر ایک کو تعجب تھا کہ کیسے پوری ہوسکتی ہے- غیر احمدی نے مسجد بنائی اور غیر احمدی کے پاس آخر☆ اپیل ہے جس کے ایماء سے احمدی جماعت مسجد سے نکالی گئی تھی ایک شخص شفاعت احمد جو ہومیو پیتھک ڈاکٹر تھا، اس نے کہا کہ مسجد تمہارے پاس واپس آ گئی تو میں مسیح موعودؑ پر ایمان لے آؤں گا-

''بالآخر اپیل ریاست کے چیف کورٹ میں پیش ہوئی- فریقین حاضر عدالت ہوئے۔ جج نے مثل دیکھ کر حکم دیا (کہ) غیر احمدیوں نے مسجد بنائی اور غیر احمدی ہی قابض ہیں لہذا غیر احمدیوں کو مسجد دی جاتی ہے- فریقین عدالت سے باہر آ گئے- اس وقت وہی ڈاکٹر شفاعت احمد مجھ کو ملا- سلام کر کے کہنے لگا کہ تمہارے مسیح موعود کی پیشگوئی کہاں گئی؟ مسجد تو غیر احمدیوں کو مل گئی- میں نے اس کو جواب دیا کہ حکم کے لکھنے میں ابھی دو راتیں درمیان ہیں- اور اس کے اوپر ایک احکم الحاکمین ہے- انتظار کرو کہ وہ فریقین میں کیا فیصلہ کرتا ہے- میں نے اس کو تحدی کے ساتھ کہا کہ زمین و آسمان ٹل جائیں گے مگر مسیح موعودؑ کی پیشگوئی نہیں ٹلے گی- وہ میرے یہ فقرے سن کر حیران ہو گیا-

''منشی حبیب الرحمٰن (صاحب) احمدی نے جو اس مسجد کے متولی تھے رات کو خواب میں دیکھا کہ یہ حاکم

☆ یعنی آخری۔ ناقل

ہمارے مسجد کا فیصلہ کرنے والانہیں ہے کوئی اور حاکم ہے جو اس مسجد کا فیصلہ کرے گا- یہ خواب بھی مشتہر کر دی گئی- جب پیشی مثل کا دن آیا تو کثرتِ مقدمات کی وجہ سے پیش نہ ہوسکی اور تاریخ بدل گئی حتی کہ چھ ماہ گذر گئے اور تاریخیں بدلتی رہیں- اور اس حاکم کو توفیق نہ ملی کہ کچھ حکم لکھ سکتا

اس دوران میں ایک احمدی نے خواب دیکھا کہ وہ بازار میں جارہا ہے- راستے میں ایک شخص ....نے کہا کہ وہ حاکم جو تمہاری مثل کا فیصلہ کرنے والا تھا- فوت ہوگیا ہے............(چنانچہ ایک روز) دس بجے دن کے حاکم اور اس کے بیٹے نے مل کر کھانا کھایا- بیٹا کھانا کھا کر کوٹھی کے چبوترے پر ٹہلنے لگا- خدمت گار (حقہ کی) چلم بھرنے چلا گیا- اور سواری کچہری جانے کے لئے آ گئی جب خدمت گار چلم لے کر واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ حاکم کی دل کی حرکت بند ہوگئی- اور وہ مر گیا (ہے) جس شخص نے خواب میں اس احمدی کو مرنے کی خبر دی تھی اس نے اس احمدی کو مل کر حاکم کے مرنے کی خبر دی-

''اس حاکم کے فوت ہو جانے پر ایک آریہ جج مقرر ہوا جو احمدیوں کا سخت مخالف تھا- آخر مثل اس کے پیش ہوئی جس نے دو ججوں کی اتفاقِ رائے سے فیصلہ کرنا تھا- مگر دونوں کی رائے متفق نہ ہوسکی- ایک کی رائے یہ ہوئی کہ غیر احمدیوں کو مسجد دی جائے اور دوسرے کی یہ کہ احمدیوں کو دی جائے اس پر یہ رائے قرار پائی کہ انگریزی گورنمنٹ کے کسی بیرسٹر کی رائے لی جائے جس کی رائے سے وہ اتفاق کرے وہی فیصلہ ناطق ہو-

''آریہ حاکم کا ایک برادرزادہ بیرسٹر تھا- اس کے پاس مثل بھیجی گئی اور اس کو پچاس روپے فیس کے دیئے گئے جو فریقین سے نصفا نصف لے لئے گئے- اس بیرسٹر کے پاس یہ مثل دیر تک پڑی رہی- فریق مخالف ☆ نے اس کے پاس سفارش لے جانے کی بہت کوشش کی مگر اللہ تعالیٰ کی مشیّت کے ماتحت ماتحت عدالت کا فیصلہ بحال رہا اور مسجد احمدیوں کو دے دی گئی ....پیشگوئی پوری ہوگئی- **الحمد للہ علیٰ ذٰلک**-

''میں ایک روز ڈاکٹر شفاعت احمد مذکور کے مکان پر بیٹھا ہوا تھا- اور بھی کچھ آدمی بیٹھے ہوئے تھے- حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر آ گیا- تو میں نے ڈاکٹر شفاعت احمد سے کہا کہ آپ نے تو وعدہ کیا تھا- کہ اگر مسجد احمدیوں کو دلائی گئی تو میں حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لے آؤں گا اب آپ پر واجب ہے کہ ایمان لے آئیں-

---

☆ یہاں سہواً ''فریقین'' درج ہوا ہے- ناقل

اس نے کہا کہ میں نے تو کوئی وعدہ نہیں کیا۔ اگر میں نے جھوٹ بولا ہے تو مجھ پر عذاب نازل ہو۔ میرا فرزند مر جائے، میری بیوی مر جائے۔ تب میں نے اس سے کہا کہ تم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے یکطرفہ مباہلہ کر لیا ہے۔ اب تم ایک سال تک اس کے نتیجہ کا انتظار کرو۔ چنانچہ اس اثناء میں ڈاکٹر مذکور ایسا سخت بیمار ہوا کہ اس کے بچنے کی کوئی امید باقی نہیں رہی۔ وہ اچھا تو ہو گیا مگر کانوں سے قطعی بہرہ ہو گیا۔ اس کا لڑکا بھی فوت ہو گیا اور آئندہ کے لئے نسل بھی قطع ہو گئی۔ (۷۸)

(۴) ''کپورتھلہ کی مسجد کا فیصلہ ہو گیا''

اس عنوان کے تحت مرقوم ہے:

''خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے

''.........کپورتھلہ میں احمدیوں کی ایک مسجد کے متعلق عرصہ سے عدالت کپورتھلہ میں مقدمہ چلا آتا تھا۔ وہ مقدمہ آخر لالہ ہری کشن داس صاحب بی۔ اے نائب عدالتی کی عدالت سے فیصلہ ہو گیا جس کی نقل ذیل میں درج کرتا ہوں۔ لالہ صاحب نے جس قابلیت اور انصاف پسندی کے ساتھ یہ فیصلہ لکھا ہے وہ ان کے فیصلہ کے پڑھنے سے معلوم ہو جائے گا۔ میں صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے مخالف مسلمان اس فیصلہ کو پڑھیں۔ ایک ہندو جج تو اس نتیجہ پر آ جاتا ہے کہ احمدی مسلمان ہیں، کافر نہیں مگر ہمارے علماء اور سجادہ نشین صبر ہی نہیں کر سکتے۔

جب تک اپنے ایک کمزور بھائی کو کافر نہ کہہ لیں..............

''..........خدا کا شکر ہے کہ آخر اس مقدمہ میں بھی خدا تعالیٰ نے ہماری مدد کی اور..............تائیدِ حق کا کھلا کھلا ثبوت نظر آیا.............. اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وبَارِک وسَلِّمْ......................میں بڑی ہی ناسپاسی کروں گا اگر احمدی قوم کی طرف سے لالہ ہری کشن داس صاحب کا شکریہ ادا نہ کروں.........................انہوں نے باوصفیکہ مدعا علیہم میں بڑے بڑے بارسوخ اور ریاست کے بعض عہدہ دار تھے اپنے کانشنس کا خون نہیں کیا اور بڑی جرأت اور دلیری کے ساتھ کسی اثر سے متأثر نہ ہو کر دیانت داری کے ساتھ فیصلہ کیا ہے.........................''(ایڈیٹر)

''نمبر مقدمہ   تاریخ مرجوعہ   تاریخ فیصلہ

۸/کاتک۶۰ء   ۲۵/چیت۶۰ء

۲۶/ہاڑ۶۱ء

۶/مگر۶۲ء

نقل پرت حکم آخر بمقدمہ دیوانی راج کپورتھلہ

باجلاس لالہ ہری کشن داس صاحب نائب عدالتی بہادر بی-اے

حبیب الرحمٰن خلف شیخ ابوالقاسم مالک ومتولی

مسجد واقع کپورتھلہ ....مدعی

بنام

عبداللہ ناظر محکمہ نظامت، حکیم صادق علی اسسٹنٹ سرجن ملٹری ہسپتال مولوی محمود علی پر رندھیر☆ کالج محمد رمضان منشی ذخیرہ محمد خلیل نقشہ نویس میونسپلٹی وزیر ولد فریدا-محلّہ شیر گڑھ-محمد خاں ولد پیارے باجہ نواز تابا تیلی نابینا صابر خاں مدرس رندھیر کالج عبدالخالق کورٹ حوالدار میجر وامام الدین سپاہی و جان محمد حوالدار وشیرا حوالدار میجر دلال محمد نا ٹک وکالے خاں نا ٹک وغیرہ ملازمانِ پلٹن دوئم وعلی محمد سپاہی توپخانہ..........مدعاعلیہم

''تجویز عدالت- مدعی یہ دعوی اس طرح دائر کرتا ہے کہ مدعی مسجد زیر بحث کا متولی و مالک ہے- مدعی نے مسجد میں امام ومؤذن مقرر کئے ہوئے ہیں مدعاعلیہم نے خلاف مرضی مدعی مسجد میں ناجائز حرکات کرنی شروع کی ہوئی ہیں- جو مدعی مالک کے حقوق کے سخت مضر ہیں وہ ناجائز حرکات ہیں کہ مدعی علیہ نے ایک جدید امام اور مؤذن اپنی طرف سے مقرر کیا ہے-جس کے مقرر کرنے کا مسجد مدعی میں مدعاعلیہم کو کوئی حق نہیں ہے-مؤذن مسجد مقرر کردہ مجھ مدعی متولی مسجد جب وقت پر اذان دے چکتا ہے-تو اس کے بعد اسی وقت مدعاعلیہم اپنے مؤذن سے مسجد میں اذان دلواتے ہیں-اور جب امام مسجد مقرر کردہ مدعی جماعت کے واسطے مسجد میں کھڑا ہوتا ہے تو ساتھ ہی مدعاعلیہم کی علیحدہ نماز پڑھنے کے واسطے کھڑی ہوتی ہے-بعد نماز جمعہ اس کو پڑھانے سے مدعاعلیہم رکتے نہیں-اور چاہتے ہیں کہ مدعی کا مقرر کردہ امام جو روزِ تعمیر مسجد سے ہے- نکال دیا جاوے ان افعال کے کرنے کا مدعیٰ علیہم کو اذان دلوانے سے اور اس طرح جماعت بالمقابل کرانے سے اور جمعہ کی امامت سے روکا جاوے-

''مدعاعلیہم نے تحریری جواب دعوٰی پیش کیا- مدعیٰ علیہم کو دعوٰی مدعی سے صاف انکار ہے کہتے ہیں کہ مدعاعلیہم نے کبھی نہ مسجد میں کوئی فساد یا جھگڑا کیا- نہ کبھی اذان یا جماعت خلاف شرع کی ہے مدعی متولی مسجد نہیں

☆ غالباً ''پروفیسر'' کا لفظ سہواً ایسا لکھا گیا۔(مؤلف)

ہے- مدعی کو حقوق ملکیت حاصل نہیں ہے حاجی محمد ولی اللہ صاحب مرحوم نے مسجد کو فرقہ ا'' اہل سنت جماعت کے واسطے وقف کیا تھا مدعی جو حاجی صاحب مرحوم کا بھتیجا ہے- اور وہ جو مسجد کا امام ہے- ہر دو نے مذہب اہل سنت جماعت چھوڑ کر بیعت مرزا غلام احمد قادیانی کے ہو گئے ہیں- جن کا طریقہ اہل سنت جماعت کے برخلاف ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ مسجد فرقہ مرزائیہ کے لئے مخصوص کی جاوے اور حاجی صاحب مرحوم (کے) فرقہ وطریقہ یعنی اہل سنت جماعت کو وہاں نماز پڑھنے نہ دی جائے اور کہ متعلق مسجد قانونًا ہر ایک اہل سنت جماعت کو انتظام جائیداد کا یکساں اختیار ہے اس لئے مدعی دعویٰ ☆ کرنے کا مجاز نہیں ہے-

''امور تنقیح طلب یہ ہوئے-

(۱) مسجد متنازعہ ملکیت واحد مدعی ہے یا کہ وقف ہے

ثبوت بذمہ مدعی

(۲) حاجی محمد ولی اللہ صاحب بانی مسجد کا بوقت تعمیر مسجد کیا اعتقاد تھا- آیا وہ مرزا صاحب قادیان والے کے مرید تھے یا کہ اہل سنت جماعت میں ہی تھے- اور کہ مسجد کی تعمیر اور وقف ہو چکنے کے بعد انہوں نے اپنا اعتقاد تبدیل کر لیا تھا- یا کہ وفات تک ان کا وہی اعتقاد رہا جو وقت تعمیر مسجد کے تھا-

ثبوت بذمہ فریقین

(۳) حاجی صاحب نے کسی خاص فرقہ کے نماز کے پڑھنے کے واسطے مسجد کو وقف کیا-

ثبوت مذمہ فریقین

(۴) اگر حاجی صاحب نے بعد وقف کر دینے مسجد کے اپنا اعتقاد بدل لیا تو کیا وہ مسجد سے اس فرقہ کو جس کے واسطے پہلے وقف ہوئی محروم کر کے جدید فرقہ کو استعمال کے واسطے مسجد نہیں دے سکتے تھے-

ثبوت بذمہ مدعا علیہم

(۵) مدعی متولی مسجد کا ہے اگر ہے تو مدعی کو اس فرقہ کے سوائے جس کی نماز کے واسطے مسجد وقف ہوئی دیگر اعتقاد والے فرقہ کو مسجد کے استعمال کے بعد میں مداخلت کرنے سے روکنے کے حقوق حاصل ہیں

ثبوت بذمہ مدعی

''ہر ایک امر کی نسبت علیحدہ علیحدہ ظاہر کیا جاتا ہے

''نسبت امر اوّل-

☆ سہواً ''دعا'' رقم ہوا ہے۔ (مؤلف)

''شہادت پیش کردہ فریقن کا یہ ہی نتیجہ ہے کہ مسجد نہ وقف ہوچکی ہوئی ہے اور یہ امر مسلمہ قانون ہے کہ وقف شدہ چیز ملکیت نہیں رہتی ہے۔

''نسبت امر دوم:

''شہادت پیش کردہ فریقین کا نتیجہ ہے کہ وقت تعمیر مسجد حاجی صاحب بانی مسجد اہل سنت اجماعت تھے۔ مدعی نے اس امر کے ثبوت میں کہ حاجی صاحب نے مسجد کی تعمیر اور وقف ہوچکنے کے بعد اپنا اعتقاد تبدیل کرلیا تھا۔ یعنی مرزا صاحب کے مرید ہوگئے تھے۔محض ایک خط تحریر کردہ حاجی صاحب اسمی☆ مرزا صاحب مورخہ ۲۲ رجنوری ۱۸۸۵ء پیش کیا اور اس خط کی جس جس عبادت سے مدعی یہ نتیجہ نکالتا ہے اس اس پر پنسل سرخ کے نشانات دیئے گئے ہیں اور اس عبارت کو عدالت نے بغور تمام مدعی کے مختاط سے سنا اور پڑھا اس سے عدالت کو یہ نتیجہ نکالنے میں (کہ) حاجی صاحب مرحوم مرزا صاحب قادیان کے مرید ہوگئے تھے۔ بالکل تأمل ہے عدالت اس سے صرف اس قدر نتیجہ نکال سکتی ہے۔ کہ وقت تحریر کرنے اس خط کے حاجی صاحب مرحوم مرزا صاحب کو نہایت نیک پارسا اور دینِ اسلام میں عالم متصور کرتے تھے۔ اور مدعی کسی شہادت سے حاجی صاحب مرحوم کا مرزا صاحب کا مرید ہونا ثابت نہیں کرسکا اس لئے عدالت قرار دیتی ہے کہ حاجی صاحب نے اپنا اعتقاد تبدیل نہیں کیا تھا۔ اور اپنی وفات تک حاجی صاحب نے اپنا اعتقاد اہل سنت جماعت ہی رکھا تھا۔

''نسبت سویم۔

شہادت پیش کردہ فریقین سے ظاہر ہے کہ مسجد کو تعمیر ہوئے عرصہ قریباً چالیس سال کا گذرتا ہے یا کہ اس سے دو تین سال کم ہوں گے۔ یہ امر ظاہر ہے اور فریقین (میں) سے کسی کو اس میں انکار نہیں ہے۔ کہ اس وقت مرزا صاحب کا کوئی دعوٰے ظہور میں نہیں آیا تھا۔ اور نہ کوئی کتاب ان کی اس وقت شائع ہوئی تھی مرزا صاحب کے مریدان کا اس وقت وجود ہی موجود نہ تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مسجد اہل سنت جماعت کی نماز پڑھنے کے واسطے وقف ہوئی تھی اور یہ ہی شہادت سے ثابت ہوتا ہے۔

''نسبت امر چہارم۔

زیادہ بحث کی ضرورت نہیں کیونکہ اوپر ثابت ہوچکا ہے کہ حاجی صاحب مرحوم نے اپنی وفات تک اپنا اعتقاد بدلا نہیں تھا

''نسبت امر پنجم۔

☆ یعنی ''بنام'' (مؤلف)

بموجب شرع محمد بانی وواقف مسجد خود متولی ہوسکتا ہے اگر وہ بلا متولی بنانے کے فوت ہو جاوے تو اس کی اولاد متولی ہوسکتی ہے- مقدمہ حال (میں) مدعی حاجی صاحب مرحوم کا بھتیجا حقیقی ہے اور حاجی صاحب نے جو اپنی اخیر وصیت مورخہ ۱۲ ر بساکھ ۴۶ بکرمی نمبر سی-ایف-سی-صاحب بہادر سپرنٹنڈنٹ ریاست ۱۲ راپریل ۱۸۸۹ء کو کی، اس کی نقل شمولہ مثل کے ملاحظہ سے ظاہر ہے کہ اس میں نسبت جائداد غیر منقولہ عبارت ذیل میں درج ہے-

''گھماؤں☆ معافی مسجد کپورتھلہ واسطے مصارف مسجد کے حبیب الرحمٰن (مدعی حال) حسب عمل درآمد حال عمل کرے گا- اس میں وہ دہانہ چاہ لاگست میرے سے تیار ہوئی ہیں-''

''اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حاجی صاحب نے مسجد کے مصارف کا انتظام مدعی کے سپرد کیا- گو لفظ متولی استعمال نہیں کیا گیا- مگر یہ عبارت مدعی کے متولی مسجد قرار دئے جانے کی نسبت بخوبی دلالت کرتی ہے اور عبدالغنی مدعا علیہ کے بیان مؤرخہ ۹ ر ماگھ ۱۹۲۰ میں درج ہے- کہ محکمہ نظامت سے مدعی کو مسجد کی حالت درست کرنے کے واسطے مہلت مل چکی ہے اس سے بھی ظاہر کہ حکام بالا دست کی طرف سے بھی مدعی ہی منتظم مسجد تسلیم کیا گیا ہے- اور کثیر التعداد شہادت پیش کردہ سے بھی یہ ثابت ہے کہ مسجد کے شکست ریخت ڈول موڑہ صف امام وغیرہ کا انتظام برابر اس وقت تک مدعی ہی کرتا رہا ہے۔ ایسی صورت میں مدعی کا متولی مسجد متنازعہ ہونا بلاشبہ ثابت ہے جبکہ مدعی متولی مسجد ثابت ہو چکا تو مدعی کو بموجب فیصلہ پریوی کونسل مورخہ ۲۱ر فروری ۱۸۹۱ء مقدمہ اپیل فضل کریم وغیرہ اپیلانٹ بنام حاجی مولا بخش وغیرہ رسپانڈنٹ مسجد میں کسی غیر اسلام کے مداخلت کرنے اور افعال خلاف شرع محمدی کے ہونے سے ممانعت کرنے کے حقوق حاصل ہیں-

''مدعی قبول کرتا ہے کہ وہ مرید مرزا صاحب قادیان کا ہے- اور مدعا علیہم کہتے ہیں کہ مریدان مرزا صاحب اہل سنت جماعت سے خارج ہیں- جن کے واسطے مسجد کا وقف ہونا اوپر ثابت ہو چکا ہے-

''اب دیکھنا اس امر کا ضروری ہے آیا مریدان مرزا صاحب اہل سنت جماعت سے خارج ہیں- یعنی فتوٰی کفر کا ان پر دیا جاسکتا ہے- شرع محمدیؐ مؤلفہ مسٹر امیر علی صاحب سے صاف ظاہر ہے کہ مسلمان وہ شخص ہے جو کہ خدا کو ایک جانے اور پیغمبر صاحب یعنی محمد صاحب کو رسول اللہ صدق دل سے تصور کرے اور جو شخص ان دونوں کو یا دونوں میں سے ایک کو تسلیم نہ کرے، وہ کافر ہے۔ مرزا صاحب یا مریدان مرزا صاحب کفر کی اس تعریف میں نہیں آسکتے، کیونکہ وہ بلاشبہ خدا کو ایک اور محمدؐ صاحب کو رسول اللہ تسلیم کرتے ہیں۔ قرآن پر ان کا پورا ایمان ہے۔ ایسی صورت مدعا علیہم کی محض سینہ زوری ہے کہ مرزا صاحب یا مریدان صاحب کو اہل سنت جماعت سے خارج

☆ یہ لفظ صحیح طور پر پڑھا نہیں جاتا۔ اس طرح لکھا ہوا ہے ''گینا نو'' (مؤلف)

تصور کرتے ہیں- عدالت مدعا علیہم کے اس خیال کو غلط قرار دیتی ہے- مرزا صاحب کے مرید ان اہل سنت جماعت سے خارج نہیں ہو سکتے ہیں-

''اس سے ثابت ہوا کہ فریقین مقدمہ ہذا ایک ہی فرقہ اہل سنت جماعت کے متعلق ہیں- مدعی ہرگز دینِ اسلام سے باہر نہیں ہؤا۔ بدیں وجہ مدعی نے اپنے حقوق متولی ہونے کو ہرگز رائل نہیں کیا۔ مدعی میں کوئی ایسا نقص نہیں ہؤا ہے-جس کی وجہ سے وہ مسجد متنازعہ کے متولی ہونے سے علیحدہ کیا جا سکے-

''جب یہ ثابت ہوگیا کہ فریقین اہل سنت جماعت ہیں۔اب دیکھنا اس امر کا ضروری ہے کہ آیا مدعی متولی مسجد مدعا علیہم کو نماز پڑھنے سے روک سکتا ہے-شہادت پیش کردہ مدعی سے بھی بخوبی ثابت ہے کہ مدعی کسی ☆ مسلمان کو نماز پڑھنے سے روک نہیں سکتا ہے-

''حسب روئداد بالا نتیجہ تحقیقات یہ ہے کہ مدعی متولی مسجد ہے-اس کو امام اور مؤذن کے مقرر کرنے کا ہر طرح سے اختیار ہے- مدعا علیہم فرداً فرداً اپنی اپنی نماز جس طرح چاہیں مسجد متنازعہ میں پڑھ سکتے ہیں-مگر علیحدہ امام ومؤذن مقرر نہیں کر سکتے -اور نہ جماعت بالمقابل امام مقرر کردہ مدعی متولی کے کھڑے کر سکتے ہیں

لہذا حکم ہؤا کہ

ڈگری استقرار یہ اور بحق مدعی نسبت جملہ مدعا علیہم بلاخرچہ اس امر کی دی جاوے کہ مدعا علیہم امام ومؤذن مقرر کردہ مدعی متولی مسجد کے سوائے کسی دیگر مؤذن سے اس مسجد میں اذان نہیں دلا سکیں گے- اور نہ امام مقرر کردہ مدعی کے جماعت کے بالمقابل جماعت کھڑی کر سکیں گے- مدعا علیہم کو اختیار ہے کہ فرداً فرداً اپنی اپنی نماز جس طرح چاہیں مسجد متنازعہ میں پڑھ سکتے ہیں- مدعی ان کو نماز پڑھنے سے روکنے کا مجاز نہیں ہوگا -فرداً فرداً کے واسطے لازمی نہیں ہے کہ امام کے پیچھے ہی نماز پڑھیں-

''مثل داخل دفتر ہوئی۔فریقین حاضر۔حکم سنایا گیا-

مورخہ ۶ ؍ مگھر ۱۹۶۲ بکرمی'' ۞

☆ سہوِ کتابت سے ''کسی'' کو ''سے'' لکھا گیا ہے۔

۞ الحکم ۲۴ ؍ دسمبر ۱۹۰۵ء (صفحہ ۳، ۴)

بدر ۱۲ ؍ جنوری ۱۹۰۶ء میں مرقوم ہؤا-

''کپورتھلہ میں جو مخالفین نے ایک مسجد میں سے احمدیوں کو نکالنے کی ٹھان کر مقدمہ کھڑا کر رکھا تھا، اس میں مسجد احمدیوں کو مل گئی اور مخالفوں کا کوئی دخل وتعلق نہ رہا- فالحمدللہ'' (صفحہ ۸- زیر عنوان ''مقدمہ کپورتھلہ'')

روایات منشی حبیب الرحمٰن صاحب

ماخذ کتاب میں ذکر کیا گیا ہے کہ روایات کے سلسلہ میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے ۱۸رفروری ۱۹۲۴ءکوایک مکتوب منشی صاحب کوتحریر کیا تھا-منشی صاحب نے اپنے بیٹے شیخ عبدالرحمٰن صاحب کوروایات لکھوائی تھیں- جہاں ذیل کی روایات میں کسی اور ماخذ کا ذکر نہیں وہ بواسطہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب حاصل ہوئی ہیں-

(۱) مرزا احمد بیگ کا انتقال- مرزا احمد بیگ کی وفات سے تین روز پہلے جب حضور نماز کے لئے تشریف لاتے تو فرماتے کہ کوئی نشان ظاہر ہونے والا ہے۔ میں قادیان ہی میں تھا دوسرے روز بھی یہی فرمایا- تیسرے روز جب حضور مسجد مبارک میں نماز ظہر سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ کوئی نشان ظاہر ہونے والا ہے- آسمان پر کھچڑی سی پک رہی ہے-تھوڑی دیر بعد (حضور کے عمزاد) مرزا نظام الدین کے گھر سے رونے کی آواز آئی -معلوم ہوا کہ مرزا احمد بیگ کا انتقال ہوگیا ہے-(۷۹)

(۲) اٰمین مرزا محمود احمد صاحب حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحبؓ کی ختم قرآن کی اٰمین کی تقریب پر حضرت اقدس علیہ السلام کی طرف سے مجھے بھی بلایا گیا تھا- اور میں اس مجلس میں حاضر تھا جس میں یہ نظم پڑھ کر سنائی گئی تھی-

احباب سارے آئے تو نے یہ دن دکھائے | تیرے کرم نے پیارے یہ مہرباں بلائے
یہ دن چڑھا مبارک مقصود جس میں پائے | یہ روز کر مبارک **سُبحان من یّرانی**
مہمان جو کر کے الفت آئے بصد محبت | دل کو ہوئی ہے فرحت اور جاں کو میری راحت
پر دل کو پہنچے غم جب یاد آئے وقتِ رخصت | یہ روز کر مبارک **سبحان من یّرانی**

(از مؤلّف) اس پرسوز اور ایمان افروز، دعائیہ نظم میں یہ اشعار بھی ہیں:

تو نے یہ دن دکھایا، محمود پڑھ کے آیا | دل دیکھ کر یہ احساں تیری ثنائیں گایا
صد شکر ہے خدایا صد شکر ہے خدایا | یہ روز کر مبارک **سبحان من یّرانی**
لختِ جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا | دے اس کو عمر و دولت کر دور ہر اندھیرا
دن ہوں مرادوں والے پُر نور ہو سویرا | یہ روز کر مبارک **سبحان من یّرانی**
اس کے ہیں جو برادر ان کو بھی رکھیو خوشتر | تیرا بشیر احمد، تیرا شریف اصغر

کر فضل سب پہ یکسر، رحمت سے کر معطر
یہ روز کر مبارک **سبحان من یّرانی**

اے واحدِ یگانہ، اے خالقِ زمانہ
میری دعائیں سن لے اور عرض چاکرانہ

تیرے سپرد تینوں دین کے قمر بنانا
یہ روز کر مبارک **سبحان من یّرانی**

یہ تینوں تیرے چاکر، ہوویں جہاں کے رہبر
یہ ہادیٔ جہاں ہوں یہ ہوں نور یکسر

یہ مرجع شہاں ہوں یہ ہوں مہر انور
یہ روز کر مبارک **سبحان من یّرانی** (۸۰)

تاریخ احمدیت جلد دوم کے مطابق حضرت صاحبزادہ صاحبؓ نے قرآن مجید حضرت حافظ احمد اللہ صاحبؓ سے پڑھا تھا اور ۷/ جون ۱۸۹۷ء کی تقریب آمین میں بیرونِ قادیان کے احباب نے بھی شرکت کی تھی اور اس خوشی میں حضرت اقدسؑ کی طرف سے حاضرین کو پر تکلف دعوت دی گئی تھی اور اسی روز حضور نے یہ نظم دی تھی جو آپ کے ارشاد پر اسی روز زیور طبع سے مزین ہوئی تھی۔

(۳) میراں بخش نامی ایک مجذوب قادیان میں رہتا تھا اور دن رات کوچوں میں پھرتا رہتا۔ کبھی رات کو دو تین بجے مسجد مبارک میں اذان دے دیتا۔ احباب اذان فجر سمجھ کر اٹھ آتے۔ رفتہ رفتہ سب کو علم ہو گیا اور وہ اس کی اذان پہچان لیتے تھے۔ البتہ ناواقف مہمان تکلیف پاتے تھے۔

حضور کا حکم تھا کہ اسے لنگر خانہ سے کھانا مل جایا کرے۔ قادیان میں میں تھا۔ ایک روز حضور صبح کو سیر کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ وہ سامنے سے آ گیا۔ حضور ٹھہر گئے اس نے حضور سے خوب معانقہ کیا۔ اور بار بار معانقہ کرتا رہا۔ جب وہ معانقہ کر چکا تو حضور نے پوچھا۔ ''راضی ہیں؟'' اس نے کہا ہاں مجھے لنگر سے دال اچھی نہیں ملتی حضور نے حکم دیا کہ اسے کھانا اچھا دیا کریں۔ اور حضور روانہ ہو گئے۔ وہ بہت خوش ہوا۔ اور کہنے لگا کہ ''ہن ناں دین تاں'' (کہ اب بھلا لنگر خانہ والے کھانا اچھا نہ دیں تو دیکھیں)

(۴) جب حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحبؓ کی شادی تھی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے بھی اس موقع پر قادیان بلایا تھا۔ بارات پانچ چھ افراد پر مشتمل تھی بارات قادیان پہنچی تو میں قادیان میں ہی تھا۔ اس موقع پر شادی کی کرّ و فر اور دھوم دھام اور کوئی رسم وغیرہ نہ تھی۔ کسی دوست نے دوڑ کر حضور کی خدمت میں اطلاع دی کہ بارات آ گئی ہے۔ تو حضور نے سادگی سے فرمایا کہ ''آ گئی ہے تو آنے دو'' ☆

(۵) **بابت روح کیوڑہ**۔ ایک دن میں نے حسب معمول صبح کو حضور کی خدمت میں اطلاع کروائی۔ حضور نے مجھے اندر بلوا لیا۔ فرمایا کہ روح کیوڑہ آیا ہوا ہے۔ اسے بوتلوں میں بھرنا ہے۔ حضور اٹھے اور روح کیوڑہ کے دو کنستر اٹھا لائے۔ میرے اصرار پر غالباً یہ خیال کر کے کہ میں حضور کو بوتلیں بھرنے نہ دوں گا۔ فرمایا

کہ کسی آدمی کو باہر سے بلا لیتا ہوں- اور میرے بار بار کے اصرار کے باوجود خود ہی حضور نے ایک شخص کو بلا لیا- کنستروں کو کھول کر طسلے میں الٹوایا گیا- تو کچھ حصہ تو ٹھیک نکلا- بقیہ سارا سرخ زنگ آلودہ نکلا- میں نے عرض کیا کہ پیپوں کی وجہ سے زنگ سے خراب ہو گیا ہے-

فرمایا ٹھیک ہے- اور دریافت فرمایا کہ اس کے منگوانے کی کیا صورت ہو سکتی ہے- میں نے عرض کیا کہ تانبے کی گاگروں کو قلعی کروا کے اس میں بھر کر ٹانکہ سے منہ بند کر کے بھیجتے ہیں۔ فرمایا درست ہے-

(۶) **کامل اتباع مطلوب ہے**- ایک دفعہ قادیان میں ایک مجلس میں کسی مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ محض بیعت کر لینا ہی غرض نہیں میں تمہیں مسیح موعود بنانے آیا ہوں- (یعنی محض بیعت کر لینے کو کافی نہ سمجھا جائے بلکہ حضورؑ کی کامل متابعت کی کوشش کرنا چاہیئے- مؤلف)

(۷) **ضیاعِ وقت کا قلق**- میں نے ایک دفعہ قادیان میں حضور سے سنا۔ فرمایا کہ قضائے حاجت میں وقت ضائع ہونے پر بھی ہمیں بہت قلق ہوتا ہے- ہم چاہتے ہیں کہ یہ وقت بھی دینی کاموں کی سرانجام دہی میں صرف ہو-

(۸) ایک دفعہ میں قادیان میں تھا- اس وقت کی بات ہے کہ حضور کسی تصنیف میں بہت مصروف تھے- آپ کی اجازت سے آپ کے سامنے دسترخوان پر کھانا رکھا گیا- ظہر کی اذان ہونے پر حضور تحریر کے کام سے فارغ ہوئے اور کچھ بھوک اور کمزوری محسوس کرنے پر کھانے کے بارے دریافت کیا معلوم ہوا کہ برتن صاف پڑے تھے اور روٹیاں بھی موجود نہ تھیں۔ اس لئے یہ سمجھا گیا کہ حضور نے کھانا تناول فرما لیا ہے- اور خادمہ خالی برتن اٹھا لے گئی- اب حیرانی ہوئی کہ کھانا کہاں گیا- اور دیکھ بھال پر روٹی کے کچھ ٹکڑے اور چونڈی ہوئی کچھ ہڈیاں ایک کونے میں پڑی ملیں۔ جس سے اندازہ ہوا کہ بلّی تمام کھانا کھا گئی ہے اور حضور کو تصنیف کے استغراق میں اس کا علم نہیں ہوا-

(۹) حضرت کی خدمت میں پان پیش کرنا- ابتدائی زمانہ میں قادیان میں پان نہیں ملتے تھے- بلکہ بٹالہ، امرتسر یا لاہور وغیرہ سے منگوانے پڑتے تھے- حضرت ام المومنینؓ پان کی عادی تھیں- اس لئے میں ایک دو ڈھولی پان ہمراہ لے جایا کرتا تھا- خود بھی عادی ہونے کی وجہ سے میں اپنا پاندان بھی ساتھ رکھتا تھا- ایک دفعہ میرا قیام گول کمرہ میں تھا- ایک روز بعد نماز ظہر حضور نے مسجد مبارک میں تقریر شروع کر دی۔ میں نے حضور کے قدموں میں بیٹھنے کا یہ طریق اختیار کیا کہ گول کمرہ میں جلدی پہنچ کر ایک بڑے سے بنگلی پان کے پتہ کو خوب صاف کر کے پان لگایا اور اس میں الائچیاں وغیرہ ڈال کر بیڑہ ہاتھ میں لئے مسجد میں حضور کے قریب پہنچا اور حضور کی خدمت میں

پیش کیا۔اس وقت مسجد ابھی چھوٹی تھی اور شاید پانچ چھ افراد ایک صف میں کھڑے ہو سکتے تھے۔ جو اس وقت کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔حضور نے پان لے لیا۔لیکن اسے چھوٹا کرنے کو فرمایا اور یہ بھی کہا کہ یہ پان ہے یا ہاتھی کا کان۔ میں حضور کے قدموں میں بیٹھ گیا۔ اور پان پیش کرنیکی یہی غرض تھی پان کو چھوٹا کرنے کی اور کوئی سبیل مجھے نظر نہ آئی سوائے اس کے کہ اسے توڑ کر منہ میں ڈالتا گیا۔ پھر پیش کیا تو حضور نے منہ میں ڈال لیا اور جزاکم اللہ فرمایا۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ سے میری بہت محبت اور بے تکلفی تھی۔ آپ مجھے ''یا حبیب'' کہہ کر پکارتے تھے۔ اور جب پان کھانا ہوتا تو مجھے فرماتے کہ اس بدعت کا مزہ ہمیں بھی چکھائیں اور میں پان بنا کر پیش کر دیتا۔ اس روز جو میرے حضور کی خدمت میں پان پیش کرنے پر حضور نے جزاکم اللہ فرمایا تو میں نے مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی طرف دیکھا لیکن آپ نے کچھ شرمساری کی وجہ سے آنکھیں نیچی کرلیں۔تقریر ختم کر کے جب حضور اندرونِ خانہ تشریف لے گئے تو مولوی صاحب نے سیدھے میرے پاس آ کر کہا کہ آج کے بعد میں پان کو بدعت نہیں کہوں گا۔ جس کے پیش کرنے پر خدا کا مسیحؑ جزاکم اللہ کہیں اور ہم بدعت کہیں۔

میرا مقصد اس کے بیان کرنے سے یہ ہے کہ حضور بعض اوقات مزاحیہ کلمات بھی استعمال فرما لیتے تھے۔ آج کل کے پیروں وغیرہ کی طرح نہیں تھے۔ ہم حضور کے ساتھ آزادانہ گفتگو کر لیتے تھے۔ دوسرے ادھر حضور کی زبان سے بات نکلی اور ادھر خدام اس پر عمل کر لیتے تھے۔ چنانچہ جزاکم اللہ کہنے پر مولوی صاحب نے ''بدعت'' کہنے کے عمل میں فوراً تبدیلی کر لی۔

(۱۰) بڑے باغ کی نگہداشت: مہمان خانہ کی جگہ مٹی کا ایک بڑا تودہ ہوتا تھا۔ ایک بار میں نے عرض کی کہ یہ جگہ ہموار ہو جائے تو کچھ تر کاری وغیرہ مہمانوں وغیرہ کے لئے اس جگہ ہو جایا کرے۔ فرمایا ہاں۔ آیئے آپ کو دکھائیں حضور نے مجھے لے جا کر اپنا تمام باغ دکھایا۔ اور اس کی حدود وغیرہ بھی دکھائیں اور باغ کی سیر کرائی اور جو پھول دار پودے لگائے ہوئے تھے۔ وہ بھی دکھائے۔ باغ میں ایک چبوترہ سا تھا۔ وہاں حضور بیٹھے بھی تھے۔ میں نے عرض کیا کہ باغ میں بہت سے درخت فضول ایستادہ ہیں اگر یہ نکالے جائیں تو سارا باغ درست ہو جائے اور باغ کی نشوونما کے لئے بھی بعض باتیں عرض کیں حضور نے میرے مشورہ کو بہت پسند کیا اور فرمایا کہ ہمیں تو فرصت نہیں کون کرے؟ یوں کریں کہ کوئی نوکر آپ اچھا سا رکھوا دیں جو کام کرتا رہے۔ وقتاً فوقتاً آپ دیکھ لیا کریں۔میں نے عرض کیا کہ بہت بہتر ہے۔

میں ابھی نوکر کی جستجو میں ہی تھا کہ حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ (گویا مستقل طور پر) قادیان تشریف لے آئے۔ پھر ایک دفعہ قادیان آنے پر میں نے حضور سے اس باغ کے متعلق ذکر کیا تو فرمایا کہ میر صاحب باغ

کی غورو پرداخت کرتے ہیں آپ ان کو اس کے متعلق بتا دیں پھر میں ہمیشہ میر صاحب سے اس بارے میں بات کرتا اور باغ کی مزید ترقی وشادابی کے وسائل اختیار کرتا تھا اور آپ کی منشاء کے مطابق ہر قسم کے تخم بھجواتا تھا- پھل دار پودوں میں سے انجیر، انار، سنگترہ، اور شہتوت وغیرہ کے پودے بھجوائے تھے-

مولوی محبّ الرحمٰن صاحب بیان کرتے ہیں کہ والد صاحب نے ایک دفعہ اپنے باغ کے غالبًا دو ٹوکرے انجیر کے حضور کی خدمت میں بھیجے۔ پھر حضرت میر صاحب نے والد صاحب کو بتایا کہ حضور نے انجیر بہت پسند فرمائے تھے- اس پر والد صاحب نے انجیر کی جڑھیں اور پود میر صاحب کی خدمت میں بھیجے جو بار آور ہو گئے تھے-

(۱۱) حضور کا قرآن مجید سننا: حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ:

''میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو صرف ایک دفعہ روتے دیکھا ہے- اور وہ اس طرح کہ ایک دفعہ آپ اپنے خدام کے ساتھ سیر کے لئے تشریف لے جا رہے تھے- اور ان دنوں میں .... منشی حبیب الرحمٰن صاحب حاجی پورہ والوں کے داماد قادیان آئے ہوئے تھے کسی شخص نے حضرت صاحب سے عرض کیا کہ حضور! یہ قرآن شریف بہت اچھا پڑھتے ہیں- حضرت صاحب وہیں راستہ کے ایک طرف بیٹھ گئے- اور فرمایا کہ کچھ قرآن شریف پڑھ کر سنائیں- چنانچہ انہوں نے قرآن شریف سنایا تو اس وقت میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے- اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی وفات پر میں نے بہت غور سے دیکھا مگر میں نے آپ کو روتے نہیں پایا- حالانکہ آپ کو مولوی صاحب کی وفات کا نہایت سخت صدمہ تھا- ☆

☆ سیرۃ المھدی حصہ دوم (روایت ۴۳۳)

شیخ عبدالرحمٰن صاحب اپنے مکتوب محررہ ۱۸/مارچ ۱۹۸۰ء میں یہ وضاحت تحریر کرتے ہیں:-

مہاراجہ ریاست کپورتھلہ کی بہت بڑی جائیداد اودھ ضلع بہرائچ میں تھی اور ایک اعلیٰ افسر اس کا منیجر تھا اور وہاں بہت سے دفاتر اس کے انتظام کے تھے- حافظ فضل الرحمٰن صاحب برادر کلاں والد منشی حبیب الرحمٰن صاحب منیجر کے دفتر میں اہلمد تھے-

حافظ فضل الرحمٰن صاحب کے بڑے بیٹے حافظ محبوب الرحمٰن صاحب کی رہائش حاجی پور میں تھی اور ہمارے والد صاحب کا ہاتھ ان کی اراضی کے انتظام میں بٹاتے تھے ہمارے والد صاحب نے انہیں قرآن مجید حفظ کروایا اور وہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور اخبارات سلسلہ احمدیہ کا مطالعہ کرتے رہے۔ بالآخر انہوں نے احمدیت قبول کر لی- اس پر ان کے والد آگ بگولہ ہو گئے - کیونکہ وہ شدید معاند احمدیت تھے- حافظ محبوب الرحمٰن صاحب

(۱۲) دھرمپال کا ارتداد: آپ تحریر کرتے ہیں۔

''ایک دفعہ ایک شخص نے جبکہ بعد مغرب حضور چھت مسجد پر تشریف فرما تھے۔عرض کیا کہ حضور ایک شخص

بقیہ حاشیہ: انہیں تبلیغی خطوط تحریر کرتے رہے۔ حافظ محبوب الرحمٰن صاحب کی شادی ہماری بہن امت الرشید صاحبہ سے والد صاحب نے کرنا چاہی جسے حافظ فضل الرحمٰن صاحب نے بہت خوشی سے قبول کیا اور خود اور اقارب نے شادی میں شرکت کی۔ یہ ۱۹۰۶ء یا ۱۹۰۷ء کی بات ہے۔

اس کے کچھ عرصہ بعد جبکہ شیخ محبّ الرحمٰن صاحب قادیان میں قیام رکھتے تھے۔ اور قرآن کریم وغیرہ پڑھ رہے تھے۔ ان کے ہمراہ حافظ محبوب الرحمٰن صاحب بھی قادیان چلے گئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ سیر کو بھی جایا کرتے تھے۔ کسی کے عرض کرنے پر کہ یہ محبوب الرحمٰن صاحب، منشی حبیب الرحمٰن صاحب کے عزیز ہیں اور حافظ قرآن ہیں۔ تو حضور وہاں بیٹھ گئے اور حافظ صاحب نے جو خوش الحان قاری تھے حضور کے ارشاد پر قرآن مجید سنایا۔ حضور کو قرأت بہت پسند آئی اور وہیں حضور نے فرمایا کہ روزانہ بعد نماز عشاء ہمیں قرآن مجید سنایا کریں قریباً ایک ماہ وہ حضور کو قرآن مجید سناتے رہے۔ اور اس دوران حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ بھی ان کے گہرے مراسم ہو گئے تھے اور حضرت مصلح موعود نے ایک دو دفعہ حافظ صاحب کی دعوتِ طعام بھی کی تھی۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اجازت لے کر حافظ محبوب الرحمٰن صاحب حاجی پور واپس آ گئے ان کی اہلیہ ہماری ہمشیرہ شادی کے ایک سال کے اندر بیمار ہو کر سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں راہیِ ملکِ بقا ہو گئیں انّا للہ و انّا الیہ راجعون

پھر حافظ محبوب الرحمٰن صاحب منیجر جائیداد ریاست کے دفتر میں بہرائچ میں اہلمد ہو گئے۔ اور سلسلہ احمدیہ کے اخبارات خلافتِ اولیٰ کے آخر تک منگواتے رہے۔ لیکن خلافتِ ثانیہ کی بیعت انہوں نہیں کی۔ پھر حاجی پور آ گئے تب ہمیں معلوم ہوا کہ ان کو احمدیت میں اعتقاد نہیں رہا اور خود انہوں نے ہمیں کہہ دیا کہ میرے پیچھے نمازیں نہ پڑھا کرو۔ اسی حالت ارتداد میں وہ بہرائچ میں فوت ہو گئے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ ہمیشہ بھائی محبّ الرحمٰن صاحب سے حافظ محبوب الرحمٰن صاحب کی بابت دریافت فرماتے رہتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد دریافت کرنے پر انہوں نے بتایا کہ حافظ صاحب کی وفات ہو گئی ہے۔

ہماری ہمشیرہ کی وفات کے بعد حافظ صاحب نے اپنے غیر احمدی اقارب میں شادی کر لی تھی ان کی ایک بیٹی مسماۃ ناصرہ صاحبہ سے محترم سید غلام حسین صاحب وٹرنری ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ نے شادی کر لی تھی اور بعد تقسیم ملک سید صاحب مع اہل و عیال بمقام بھلوال ضلع سرگودھا مقیم ہوئے تھے۔

عبدالغفور ہے- وہ آریہ ہوگیا- میں نے یہ خبر اسی دن سنی تھی- یہ سن کر مجھے تمام دن رنج رہا شام کو یہ خبر حضرت کو سنائی گئی اس پر حضور نے فرمایا کہ اسلام ایسے کوڑا کرکٹ سے پاک ہونا چاہیئے اس پر جو رنج مجھے تھا وہ دور ہوگیا کہ ہم میں سے ایسا آدمی نکل گیا جس کو اسلام (کا) کوڑا کہا جا سکتا ہے ....(اور) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد پر اطمینان ہوگیا''(قلمی کاپی صفحہ ۸۰،۸۱) ☆

منشی صاحب کی غیر تمندانہ اپیل اخبار ''وطن'' کی ایک تحریک پر

اخبار ''وطن'' کے ایڈیٹر مولوی انشاء اللہ خاں صاحب نے ۱۹۰۵ء کے آخر میں تحریک کی کہ

''اگر آپ انگریزی رسالہ ریویو آف ریلیجنز کو مرزا صاحب کے مشن سے بالکل جدا کر دیں اور صرف اسلام کی خوبیوں اور اسلامی عقائد کی وضاحت وغیرہ جنرل ٹاپکس (عام مضامین) تک قلم کو محدود رکھیں تو میں ممالک غیر، خاص کر جاپان و امریکہ میں اس کی مفت اشاعت کے فنڈ میں دس روپیہ ماہوار اپنے پاس سے دینے کو تیار ہوں- اور ''وطن'' کے ذریعہ بھی اس کی خدمت کرنا فرض سمجھوں گا-''

اس پر ایڈیٹر ریویو مولوی محمد علی صاحب کے اتفاق سے خواجہ کمال الدین صاحب نے مولوی انشاء اللہ خان صاحب کو اطلاع دی کہ میں اس حد تک متفق ہوں کہ ریویو کو بلا لحاظ فرقہ شائع کیا جائے اور تمام مسلمان اسے اپنا آرگن سمجھ کر اشاعت، اسلام میں کوشش کریں- اور ادارہ ریویو کا فرض ہوگا کہ آئندہ ریویو کو حضرت مرزا صاحبؑ کے خاص دعاوی سے خالی رکھیں البتہ ریویو کا ایک ضمیمہ الگ سرورق کے ساتھ شائع ہو- اس کی قیمت بھی الگ ہو- اس میں صرف احمدیہ مذاق کے مطابق مضامین صرف احمدی احباب کے لئے شائع ہوں یا ان کے لئے جو خود دعاوی حضرت مرزا صاحب کے بارے باخبر ہونا چاہیں-(۸۱)

جماعت احمدیہ نے ہرگز پسند نہ کیا کہ رسالہ ''ریویو'' کی موجودہ حالت میں سرمو فرق ہو- مثلاً حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحب نے ۲۸رفروری ۱۹۰۶ء کو ''اپیل بحضور حضرت مسیح موعود مہدی مسعود امام الزمان سلمہ الرحمان میں عرض کیا کہ پہلے میں نے ایک مضمون سے یہ سمجھ کر خوشی محسوس کی تھی کہ منشی انشاء اللہ خاں صاحب نے رسالہ ریویو کو پسند کیا ہے اور اس کی خریداری کے لئے توجہ دلائی ہے- اور دو سو خریدار بہم پہنچانے کا وعدہ کیا ہے لیکن

☆ پھر اس شخص نے ''ترک اسلام'' نام کتاب لکھی جس کا جواب حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ نے لکھا- اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سنایا گیا- یہ جواب ''نورالدین'' نام سے شائع ہوا- سرِ ورق پر تاریخِ اشاعت ۲۷رفروری ۱۹۰۴ء مرقوم ہے-

منشی صاحب کے اور مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ صاحب کے درمیان خط و کتابت اور معاہدہ علم میں آنے پر کچھ اور ہی ظاہر ہوا-

''گویا ریویو کو ہمارے امام صادق اور رسول برحق کی پاک تعلیم، الفاظ، خیالات، اعتقادات (اور) الہامات سے علیحدہ کر دیا گیا ہے- اور ہم کو جو فدائے مسیح موعودؑ ہیں- خوش کرنے یا بالفاظ دیگر (ان کے) آنسو پونچھنے کے واسطے ایک ضمیمہ شامل کرنے کا ارادہ کیا گیا ہے- جس کی اشاعت ہم خادمان ہی تک محدود رہے گی- اس قدر معلوم ہونے کے بعد خاکسار کے لئے ماتم تھا اور ہے- میں اپنی اس حالت کو ظاہر نہیں کر سکتا جو یہ خبر سن کر ہوئی......................

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر یہ لوگ اس زمانہ کے رسول کے خیالات ارتعلیم اور وہ کلام ربانی جو اس رسول پر نازل ہوتا ہے- چھوڑیں گے تو وہ اور کونسی باتیں ہیں جن کی اشاعت کرنا چاہتے ہیں؟ کیا اسلام کوئی دوسری چیز ہے- جو اس رسول سے علیحدہ ہو کر بھی مل سکتا ہے؟......................جس نے احمدؑ کو چھوڑا اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی چھوڑا- وہ ہرگز ہرگز **اٰخرین منھم لمّا یلحقو ابھم** [۸۲] کا مصدق نہیں............

کیا اس خدائی سلسلہ کی اشاعت انشاء اللہ خاں کی امداد پر منحصر ہے؟ ریویو پہلے کیا تھا- اور اب کیا ہے؟ یہ ترقی اور قبولیت منشی انشاء اللہ خاں کی وجہ سے ہوئی ہے؟ ہرگز نہیں۔ خدا تعالیٰ ہی سب کچھ کر رہا ہے اور حضور کی دعائیں ہیں اور بس-

''ریویو صرف اس واسطے ہے کہ یورپ اور امریکہ میں عیسائیوں کے بناوٹی خدا کو انسان بنا دے جس نے بالآخر وفات پائی۔ کیا یہ عقیدہ ظاہر کرنے کے واسطے ان کے لئے کوئی راہ ہے جبکہ وہ مسیح موعود کی پاک تعلیم کو ریویو سے علیحدہ کر لیں گے؟...............کیا ریویو کے مضامین کی قبولیت اور قابل تعریف ہونا جناب اڈیٹر صاحب و مینجر صاحب نے اپنی ذات تک ہی محدود سمجھ لیا ہے؟ اگر ان کا ایسا خیال ہے تو غلط ہے بلکہ یہ سب کچھ حضور ہی کی برکت کا نتیجہ ہے۔ یوں ان کو اختیار رہے کہ وہ علیحدہ رسالہ جاری کر دیں لیکن وہ بھی دوسرے اسلامی رسالوں کی طرح بے مغز اور بے برکت ہوگا.................احمدی فرقہ کا رسالہ اسی وقت تک احمدی ہے جب تک احمدؑ مسیح موعودؑ کی پاک تعلیم اپنے ساتھ رکھتا ہے ریویو کے زیادہ خریدار پیدا کرنے کا یہ منشاء ہے- کہ اسلام یا یوں کہو کہ مسیح موعودؑ کی تعلیم کی اشاعت ہو اگر یہ نہیں تو پھر کچھ بھی نہیں خدا کے لئے (حضور) منیجر ریویو آف ریلجنیز کو حکم دے دیویں کہ وہ اپنے ان خیالات کو چھوڑ دیں ورنہ جو رسالہ یا کتاب یا اخبار ہمارے سردار حضرت مسیح موعودؑ کے ذکر اور تعلیم سے خالی ہے ہو ہمارا نہیں ہم کو اس (رسالہ) کی ضرورت ہے جس میں حضور کا ذکر ہو اور تعلیم ہو جو ہم

کوآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خدا تعالیٰ تک پہنچاتا ہے................جو ایمان حضور پر خدا تعالیٰ نے مجھے بخشا ہے۔ جس کی تصدیق میرا بال بال کر رہا ہے۔ وہ گوارا نہیں کرتا کہ اشاعت اسلام کا طریقہ ہمارے بھائیوں کی طرف سے ایسا رکھا جاوے فقط............خاکسار حبیب الرحمٰن از موضع حاجی پورہ ڈاک خانہ پھگواڑہ'' ☆

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ''وطن'' والی تجویز کو رد فرما دیا تھا کہ مجھ کو چھوڑ کر کیا مردہ اسلام پیش کرو گے؟[۹۰]

مولوی انشاء اللہ خاں صاحب نے اپنی تجویز کو ناکام دیکھ کر جماعت احمدیہ پر تنگ ظرفی کا الزام لگایا اور مخالفت شروع کر دی اور یہ ظاہر کیا کہ ان کی تحریک پر مسلمانوں نے ریویو کی بہت سی مدد کی ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ثابت ہوئی کہ بیرون از جماعت احمدیہ صرف دو مسلمانوں نے کچھ چندہ بھجوایا تھا۔ اور ان کو لکھا گیا کہ وہ اپنی رقوم واپس لے لیں لیکن انہوں نے واپس نہیں لیں۔

حقیقتہً وطن کی تجویز کسی خدمت اسلام کے جذبہ پر مبنی نہ تھی۔ چنانچہ محترم ایڈیٹر صاحب الحکم نے یہ راز افشا کیا کہ شدید ترین معاند اسلام پادریوں میور وغیرہ کی دلآزار مخالف اسلام کتب کو مولوی انشاء اللہ خاں صاحب روپیہ کے لالچ میں اسلام کی حامی اور ''نادر'' اور ''مفید'' کتب ظاہر کر کے زیادہ قیمت پر فروخت کرتے اور اس طرح کفر و الحاد کی اشاعت کرتے ہیں۔ ان حالات کی وجہ سے الٰہ آباد کے سرکردہ علماء نے مولوی مذکور کے ''کافر، ضال، مضل اور دشمنِ اسلام'' ہونے کا فتویٰ صادر کیا۔ (۸۳)

مقدمہ کرم دین بعدالت چندولال

بیان منشی صاحب مولوی کرم دین کی طرف سے ایک مقدمہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت

☆ الحکم ۱۰/ مارچ ۱۹۰۶ء صفحہ ۳

مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے حضرت شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم کو خط محولہ بالا کو شائع کرنے کے لئے بھجواتے ہوئے یہ لکھا گیا جو اصل مضمون کے عنوان و مضمون سے پہلے یوں درج ہوا ہے:۔

''اپیل

مکرمی شیخ صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ جناب حبیب الرحمٰن صاحب رئیس حاجی پورہ کی اس اپیل کو جو منسلک ہذا ہے شائع فرماویں کیونکہ شاید بہت سے دلوں میں ایسے خیالات ہوں۔ میرا جواب صرف یہ ہے کہ جو کچھ میں نے کیا اپنی رائے سے نہیں کیا۔ محمد علی''

مولوی فضل دین صاحبؓ بھیروی مالک مطبع ضیاء الاسلام قادیان کے خلاف زیرِ سماعت تھا- منشی حبیب الرحمٰن صاحب ایک پیشی میں شمولیت کے لئے براستہ امرتسر گورداسپور کا سفر کررہے تھے- کہ سماعت کنندہ مجسٹریٹ درجہ اول لالہ چندولال بی-اے بھی اسی ٹرین میں سفر کررہے تھے- وہ امرتسر میں ٹرین کے تبدیلی کے وقت قلی کی سہولت کے بارے میں پریشان تھے- منشی صاحب نے ان کی مدد کی-

جناب خواجہ کمال الدین صاحب لاہور سے اس مقدمہ کی پیروی کے لئے گورداسپور جارہے تھے- منشی صاحب نے انہیں بتایا کہ مجسٹریٹ رخصت سے واپس آ گئے ہیں- چنانچہ خواجہ صاحب نے آ کر مجسٹریٹ سے ملاقات کی-

گورداسپور منشی صاحب اور خواجہ صاحب حضور کی قیامگاہ پر پہنچے تو حضرت اقدسؑ اور حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ وہاں تشریف رکھتے تھے- (بیان بواسطہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب)

یہ مقدمہ ازالہ حیثیت عرفی کا جنوری ۱۹۰۳ء میں دائر کیا گیا تھا- پرائیویٹ طور پر بعض بااثر افراد نے اس مجسٹریٹ کو انتقام کے لئے مشتعل کیا اور کہا کہ ساری قوم کی نظر آپ پر ہے- ملزم آپ کا شکار ہے- مجسٹریٹ نے وعدہ کیا کہ وہ آئندہ پیشی پر آپ کو گرفتار کرلے گا- اس وقت ظاہری حالات مجسٹریٹ کی کارروائی کے موافق تھے- انتقالِ مقدمہ کی درخواست اور پھر چیف کورٹ سے اس بارے میں اپیل نامنظور ہو چکی تھی-

مجسٹریٹ کے اس عزم کی اطلاع حضور کو اس وقت ملی جب حضور پیشی کے لئے ایک رات پہلے گورداسپور پہنچے۔ اس پر حضور نے نہایت جلال سے فرمایا کہ میں شیر ہوں اور شیر بھی خدا کا شیر- وہ بھلا خدا کے شیر پر ہاتھ ڈال سکتا ہے؟ میں کیا کروں میں نے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا ہے کہ میں تیرے دین کی خاطر اپنے ہاتھ پاؤں میں لوہا پہننے کو تیار ہوں مگر وہ کہتا ہے کہ میں تجھے ذلت سے بچاؤں گا اور عزت کے ساتھ بری کروں گا-

اللہ تعالے نے اس پیشی میں گرفتاری سے بچانے کا یہ سامان کیا کہ آپ کو خالص خون کی قے ہوئی انگریزی ڈاکٹر کو بلایا گیا- اس نے کہا کہ بڑھاپے میں خون کی قے آنا خطرناک ہے اور سرٹیفکیٹ دیا کہ ایک ماہ کے لئے آپ کو میں کچہری میں پیش ہونے کے قابل نہیں سمجھتا۔ حضور پیشی سے پہلے ہی قادیان روانہ ہو گئے۔ سرٹیفکیٹ دیکھ کر اپنے منصوبہ کو خاک میں ملایا کر مجسٹریٹ بہت تلملایا اور دوسرے روز ڈاکٹر مذکور کی شہادت لی جس نے شہادت دی کہ میرا سرٹیفکیٹ بالکل درست ہے-(۸۴)

ایک پیشی میں اس مجسٹریٹ (چندولال) نے حضور سے دریافت کیا کہ کیا آپ کو نشان نمائی کا بھی دعویٰ ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں اور تھوڑی دیر کے بعد آپ نے بڑے جوش کے ساتھ فرمایا کہ جو نشان چاہیں میں

اس وقت دکھا سکتا ہوں اس پر وہ سناٹے میں آ گیا- اور لوگوں پر اس کا بڑا اثر ہوًا ایک دفعہ اس نے الہام اِنّـی مُھِیـنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَـا نَتَـکَ کے متعلق سوال کیا کہ کیا یہ خدا نے آپ کو بتایا ہے؟ حضور نے فرمایا کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور اس کا مجھ سے وعدہ ہے اس نے پوچھا کہ کیا جو آپ کی ہتک کرے وہ ذلیل وخوار ہوگا؟

فرمایا بے شک اس نے کہا کہ اگر میں کروں؟ فرمایا چاہے کوئی کرے اس نے دوتین دفعہ یہ پوچھا۔ آپ یہی جواب دیتے رہے کہ چاہے کوئی کرے-(۸۵)- یہ مجسٹریٹ بعد ازاں دماغی خلل میں مبتلا ہوکر موت کی آغوش میں چلا گیا-(۸۶)

ڈاکٹر عبدالحکیم کے سلسلہ میں اظہارِ غیرت

ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی نے قرآن مجید سے یہ غلط استدلال کیا کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا نجات کے لئے ضروری نہیں- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سمجھانے پر بھی وہ اپنی بے راہ روی میں بڑھتا گیا- اس پر منشی صاحب نے غیرت ایمانی کا اظہار کیا اس بارے میں مرقوم ہے:-

''اخویم منشی حبیب الرحمٰن صاحب رئیس حاجی پور نے ڈاکٹر مرتد سے خرید کی ہوئی چند ایک کتابیں اسے واپس کی ہیں اس پر (وہ)............یکدفعہ آگ ببولا ہوکر ناپاک طبع لوگوں کی طرح حضرت مرزا صاحب کو گالیاں دینے اور............ناپاک الفاظ................ بولنے لگ پڑے ہیں............(ایسے) لوگوں میں یہی دستور چلا آیا ہے کہ جب کسی پر خفا ہوتے ہیں- تو اس کے پیر کو گالیاں دیا کرتے ہیں''-(۸۷)

ڈاکٹر مذکور نے حضرت اقدس کی شدید مخالفت شروع کر دی اور حضور کے خلاف متعدد پیشگوئیاں شائع کیں جو جھوٹی ثابت ہوئیں اور حضور نے جو حقیقۃ الوحی میں تحریر فرمایا کہ اس نے اپنے مرتد ہونے پر ایسی مہر لگا دی ہے کہ اب غالباً اس کا خاتمہ اسی پر ہوگا-(۸۸) چنانچہ اس کا ایسا ہی انجام ہوًا-

جلسہ تشحیذ الأذہان

۲۵/دسمبر ۱۹۰۶ء کو منعقدہ جلسہ تشحیذ الأذہان کے سلسلہ میں مرقوم ہے کہ چونکہ مہمانوں کی کثرت ہے جن کے لئے وضو وغیرہ کا بار بار انتظام ہونا مشکل ہوتا ہے اور ان سب کے کھانے کا ایک جگہ انتظام ضروری ہے اس لئے ظہر وعصر کی نمازیں مسجد اقصیٰ میں جمع کی گئیں اور حضرت اقدس علیہ السلام اندرون خانہ تشریف لے گئے۔ نئے مہمان خانہ کے ساتھ کے میدان میں احباب جلسہ تشحیذ الأذہان کے لئے جمع ہوئے۔ جہاں چٹائیوں اور دریوں کے ایک فراخ فرش کے علاوہ بنچوں اور میزوں اور کرسیوں کا بھی انتظام کیا گیا تھا- صدر جلسہ حضرت حکیم

مولوی نورالدین صاحبؓ تھے- تلاوت قرآن ہوئی پھر بانی انجمن ہذا حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحبؓ نے ایک مختصر تقریر زمانہ کی حالت اور ضرورت مصلح کے بارے کی- اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو نور بھیجا ہے اس کے ذریعہ سے احمدی نوجوانوں میں محبت اور یگانگت قائم کرنا اور تاریخ زمانہ بتا کر ان کو ہدایت پر لگانا اور نوجوانوں کو اپنی اور دوسروں کی اصلاح کی طرف توجہ دلانا اس انجمن کا اصل مقصد ہے۔ اسی مقصد کے حصول کے لئے رسالہ تشحیذ الأذہان جاری کیا گیا ہے- اور سالانہ جلسوں میں تقاریر کی جاتی ہیں-

''(پھر) سیکرٹری انجمن حافظ عبدالرحیم صاحب نے ان بزرگوں کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے انجمن اور اس کے مقاصد میں امداد کی ہے- اور شکریہ میں حضرت مولوی نورالدین صاحب اور خادم راقم (یعنی مفتی محمد صادق صاحب) اور ایڈیٹر صاحب الحکم او رمنشی حبیب الرحمٰن صاحب اور سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب اور بابو اقبال علی (صاحب) اور دیگر احباب کا بالخصوص ذکر کیا................'' (رضی اللہ عنہم اجمعین)

''پھر حضرت صاحب صدر مولوی نورالدین صاحبؓ نے اللہ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالأرض الخ پر تقریر فرمائی اور بتایا کہ ہر انجمن ہر شخص اور ہر جماعت کی کامیابی کا واحد راستہ اللہ تعالےٰ کے حضور میں دعا، عاجزی اور گڑگڑانا اور رونا اور تسبیح اور تنزیہہ باریتعالےٰ کرنا ہے-''(۸۹)

مکتوباتِ حضرت اقدسؑ بنام منشی صاحب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکتوبات علی الترتیب حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحب، حضرت منشی ظفر احمد صاحب اور حضرت خان عبدالمجید خاں صاحب رضی اللہ عنہم کے نام مکتوبات احمدیہ جلد پنجم میں درج کرتے ہوئے۔

''تعارفی نوٹ'' میں حضرت عرفانی صاحب رقم فرماتے ہیں-

''جماعتِ کپورتھلہ کے وہ بزرگ جو جماعت مذکور کے بانیوں میں سے تھے- اور جنہوں نے اپنے عشق ووفا کا وہ عملی ثبوت دیا کہ خدا کے برگزیدہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں جنت میں اپنے ساتھ ہونے کا وعدہ دیا۔ گویا یہ وہ لوگ تھے جو عشرہ مبشرہ کے نمونہ کے لوگ تھے............... ہر ایک اپنے اپنے رنگ میں بے نظیر اور واجب التقلید تھا۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنے رحم وکرم کے بادل برسائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقامات دے اور ہمیں ان کی عملی زندگی کی توفیق- جماعت کپورتھلہ کے مخلصین کے نام مکتوبات بہت کم ہیں- اس کی وجہ یہ ہے کہ عشق ومحبت کے یہ پروانے ذرا فرصت پاتے تو قادیان پہنچ جاتے اور خط وکتابت کی نوبت ہی نہ آتی۔ جہاں حضرت جاتے یہ ساتھ جاتے تاہم جو تبرکات ان سے حاصل ہوئے ہیں وہ درج ذیل ہیں-'' (صفحہ ۵۲) ☆

☆ حضرت عرفانی صاحبؓ کی مراد دیگر بعض پرانے صحابہ کرام کی خط وکتابت سے مقابلۃً ہوگی حسب

(۱) حضور علیہ السلام نے آپ کے نام ذیل کا تعزیتی مکتوب ارسال فرمایا:

مشفقی محبی اخویم منشی حبیب الرحمٰن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عنایت نامہ پہونچ کر بدریافت واقعہ ہائلہ حادثہ وفات آپ کی ہمشیرہ کے بہت غم واندوہ ہوا۔ انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون - خدا تعالیٰ آپ کو صبر بخشے اور اس مرحومہ کو راضیاتِ جنت میں داخل فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ باقی بفضلہٖ تعالیٰ سب طرح سے خیریت ہے۔

والسلام

خاکسار

غلام احمد ۱۷ رمئی ۹۲ء☆

(۲) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی

محبی اخویم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا عنایت نامہ پہونچا۔ ڈیڑھ میل تک شہر میں اپنے گاؤں سے آنا بجز حرج کے متصور نہیں۔ چونکہ گاؤں میں مسجد ہے۔ اگر شہر کے نزدیک بھی ہے۔ تب بھی ایک محلّہ کا حکم رکھتا ہے۔ کسی حدیث صحیح میں ممانعت کا نام ونشان نہیں۔ بلا شبہ جمعہ جائز ہے۔ خدا تعالیٰ کے دین میں حرج نہیں۔ کتاب دافع الوساوس چھپ

بقیہ حاشیہ: ضرورت منشی حبیب الرحمٰن صاحب خط وکتابت کرتے رہتے تھے۔ منشی کظیم الرحمٰن صاحب کے مضمون مصدقہ منجانب حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ میں مرقوم ہے۔

''حضور سے آپ کی بہت خط وکتابت رہا کرتی تھی جس کا افسوس ہے کہ ہمارے پاس ریکارڈ نہیں رہا صرف ایک خط کا عکس پیش کیا جا رہا ہے'' (الحکم ۷ر اگست ۱۹۳۵ء صفحہ ۸ کالم ۱)

یہاں ذکر ہوا ہے کہ دیمک کی وجہ سے یہ ریکارڈ ضائع ہوا (بعد تقسیم ملک ایک مکتوب بھی محفوظ نہیں رہا)

مکتوبات احمدیہ کی اس جلد میں زیر عنوان ''حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحب رئیس حاجی پور کے نام'' چھ مکتوبات درج ہوئے ہیں جن میں سے تالیف ہذا میں مکتوبات نمبر ۹/۱ زیر عنوان انفاق فی سبیل اللہ'' اور نمبر ۱۰/۲ زیر عنوان ''جلسہ سالانہ ۱۸۹۲ء درج کئے گئے ہیں۔

☆ الحکم ۲۸ر جنوری ۱۹۳۴ء (صفحہ ۷ کالم ۲) ومکتوباتِ احمدیہ جلد پنجم نمبر پنجم (مکتوبات نمبر ۲/۱۴ صفحہ ۵۵)

اس مکتوب کی نقل جو بقلم منشی کظیم الرحمٰن صاحب خاکسار مؤلّف کے پاس ہے اس میں مندرجہ دونوں

رہی ہے۔ خاکسار

غلام احمد ۱۳؍اگست ۱۸۹۲ء ❁

(۳) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجی مشفقی اخویم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مدت کے بعد آپ کا عنایت نامہ مجھ کو ملا۔ایک رسالہ آپ کے نام روانہ ہو گیا ہے۔دافع الوساس بعد اس کے شائع ہوگا-زیورات کی نسبت جو آپ نے دریافت کیا ہے،یہ اختلافی مسئلہ ہے مگر اکثر علماء اس طرف گئے ہیں کہ جو زیور مستعمل ہو اس کی زکوٰۃ نہیں ہے مگر بہتر ہے کہ دوسرے کو عاریتاً کبھی دیدیا کریں مثلاً دو تین روز کے لئے کسی عورت کو اگر عاریتاً پہننے کے لئے دیدیا جائے تو پھر بالاتفاق ساقط ہو جاتی ہے۔خواب آپ کی نہایت عمدہ ہے-

والسلام

راقم خاکسار

غلام احمد از قادیان ۲۵؍جنوری ۱۸۹۲ء

بقیہ حاشیہ: حوالہ جات سے یہ معمولی اختلاف ہے-

۱-''فرمائے کی بجائے''فرمادے''

۲-تاریخ ۱۷؍مئی کی بجائے ۲۷؍مئی

شیخ عبدالرحمٰن صاحب مقیم اسلام آباد ۱۸؍مارچ ۱۹۸۰ء کے مکتوب میں ذیل کی وضاحت کرتے ہیں:-

موصوفہ ہمشیرہ والد صاحب مسماۃ امت الوہاب صاحبہ زوجہ اہتمام الدین صاحب اولین زچگی کے چھلہ میں وفات پا گئیں-اہتمام الدین نے حج پر جانے پر مکہ مکرمہ میں وفات پائی اس جوڑے کا کم سن بچہ حاجی برہان الدین وہاں سے واپس آ کر کچھ عرصہ منشی حبیب الرحمٰن صاحب کے پاس مقیم رہا پھر یہ کسی چھاپہ خانہ میں ملازم ہو گئے اور میرٹھ میں شادی کر لی-اکلوتی اولاد لڑکی کے ساتھ بعد تقسیم ملک کراچی پہنچے اس کے ساتھ ناظم آباد میں بعمر اٹھاسی برس مقیم ہیں۔

❁ مکتوباتِ احمدیہ جلد پنجم نمبر پنجم (مکتوب نمبر ۳/ ۱۱ صفحہ ۵۴ و ۵۵) والحکم ۲۸؍جنوری ۱۹۳۴ء (صفحہ ۷ کالم ۱ و ۲) و نقل بقلم منشی کظیم الرحمٰن صاحب

(۴)(ل) ایک مکتوب کا چربہ الحکم سے: ۞ (الحکم ۷؍اگست ۱۹۳۵ء صفحہ ۸)

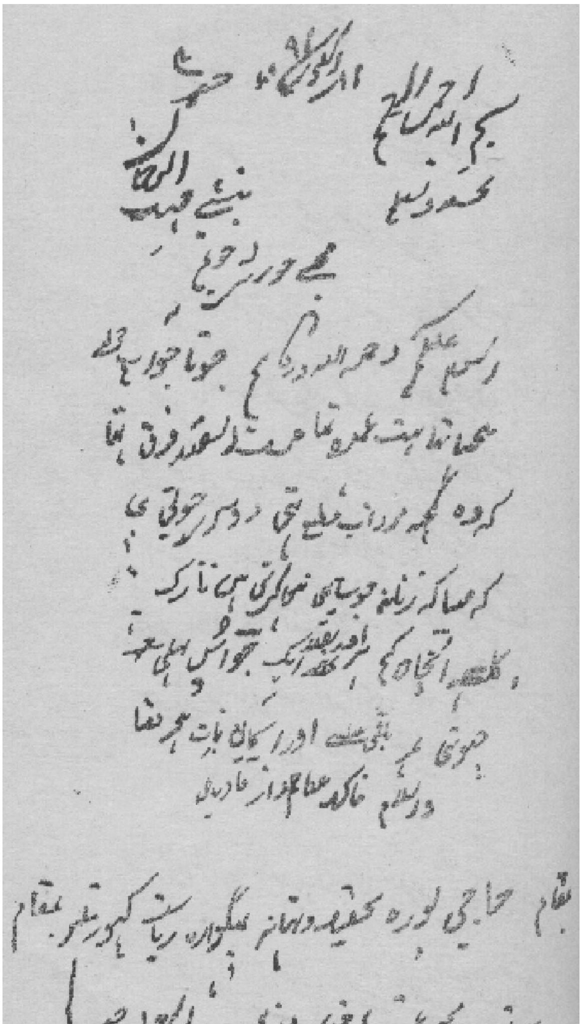

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی

۞ الحکم ۷؍اگست ۱۹۳۵ء (صفحہ ۸)

ایک چربہ منشی کظیم الرحمٰن صاحب کا تیار کردہ پیش کیا جا رہا ہے۔ منشی صاحب نے اپنے والد حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحبؓ کے حالاتِ زندگی کے بارے مضمون تیار کیا جس کی تصدیق حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کپور تھلوی نے فرمائی تھی یہ مضمون الحکم میں شائع ہوا۔

(ب) چربہ منشی صاحب والا:

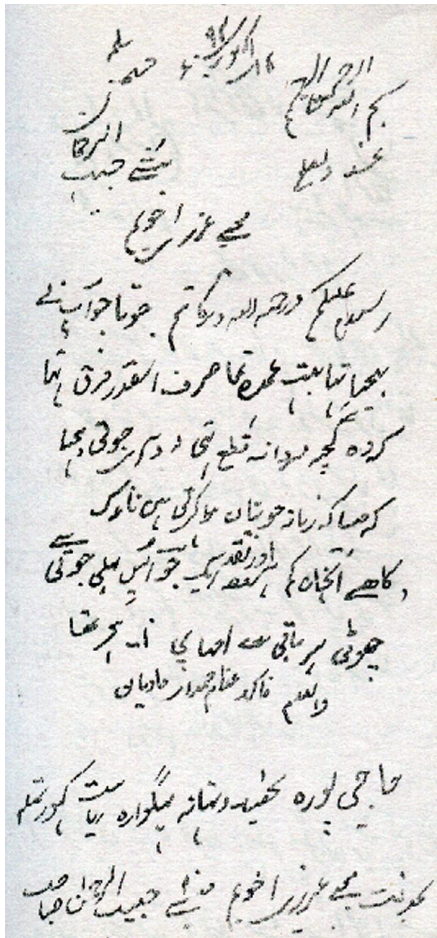

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی

[illegible]

منشی حبیب الرحمٰن

محبی عزیزی اخویم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جو آپ نے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

والسلام خاکسار غلام احمد از قادیان

[illegible]

[illegible]

(ج) مکتوبات احمد یہ جلد پنجم نمبر پنجم سے یہ مکتوب یہاں نقل کیا جا رہا ہے:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہٗ ونصلّی

محبی عزیزی اخویم منشی حبیب الرحمٰن صاحب

بقیہ حاشیہ: منشی کظیم الرحمٰن صاحب کا قلمی مسودہ میرے پاس ہے- میرا اندازہ ہے کہ یہ وہی اصل مسودہ ہے جو الحکم کو دیا گیا تھا- اگر مضمون چھپنے پر اسے نقل کیا جاتا تو منشی صاحب جیسے پختہ محرر کوئی چھتیس مقامات پر الفاظ یا نصف نصف سطر قلمزن نہ کرتے وہ نظارت امور عامہ میں سالہا سال تک ہیڈ کلرک رہے ان کی تیار کردہ رپورٹیں حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحبؓ ناظر امور عامہ کے دستخط سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہٗ کی خدمت میں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

جوتا جو آپ نے بھیجا نہایت عمدہ تھا۔صرف اس قدر فرق تھا کہ وہ کچھ مردانہ قطع تھی۔ دوسرے جیسا کہ زنانہ جوتیاں ہوا کرتی ہیں نازک............... کا حصہ انچان کم ہے اور بقدر ایک جو اس پہلی جوتی کے چھوٹی ہے اور اس لئے............... والسلام

خاکسار

غلام احمد از قادیان ۱۹؍اکتوبر ۱۸۹۴ء ☆

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ اس مکتوب کے بعد ایک ''نوٹ'' میں رقم فرماتے ہیں کہ

٭بقیہ حاشیہ: پیش ہوتی تھیں ان میں کانٹ چھانٹ نہیں ہوتی تھی خاکسار جب پرائیویٹ سیکرٹری تھا تو خاکسار نے یہ رپورٹیں دیکھی تھیں۔

منشی صاحب کے اس مسودہ میں حضرت اقدسؑ کے اس مکتوب کا چربہ (عکس) منشی بھی ہے۔چونکہ چربہ اتارنے کا فن الگ ہے اور کاتب کے پیشہ سے تعلق رکھتا ہے۔اس لئے منشی صاحب والے چربہ اور الحکم میں شائع شدہ چربہ میں نمایاں فرق ہے۔

ان کوائف کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے۔کہ الحکم کے ادارہ نے چربہ کو اصل مکتوب سے اتروایا ہوگا اور اس کی وجہ یہ بھی ممکن ہے ہوئی ہو کہ اس مسودہ میں اس عکس کے ساتھ منشی صاحب نے اپنی یہ رائے تحریر کی ہے۔جو الحکم میں درج نہیں کی گئی کہ

''صاف طور پر عکس نہیں آسکا

سیاہی اڑی ہوئی ہے۔''

غیر ماہرفن غیر کاتب کے اپنے خیال کا پرتو بھی چربہ پر پڑتا ہے اور اس مکتوب کے چربہ پر منشی صاحب کے خیال کا اثر نظر آتا ہے۔

☆ مکتوب نمبر ۶/۱۰ (صفحہ ۵۶)

مکتوب کے اوپر کے نمبر کا مطلب ہے کہ اس کتاب میں اس سے پہلے چودہ مکتوبات درج ہو چکے ہیں اور نچلے نمبر کا مطلب ہے کہ اس مکتوب الیہ کے نام یہ چھٹا مکتوب ہے اوپر کا نمبر ۱۳ کے بعد ۱۴ چاہیے تھا۔لیکن یہاں سہو ہوا ہے اوپر کا نمبر ۹ سے شروع ہو کر یہ چھٹا مکتوب ۱۴ بنتا ہے۔

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام عموماً لودہانہ کا بناہوٗا نرم نری کا سرخ رنگ کا جوتا پہنا کرتے تھے- اور منشی حبیب الرحمٰن مرحوم کی یہ عادت تھی کہ وہ عموماً لودہانہ سے جوتا بنوا کر پیش کیا کرتے تھے- ان کے گاؤں میں دیمک کی کثرت تھی- اکثر کاغذات اور کتب ان کے تباہ ہو گئے یہ خط بھی ایک دو جگہ سے صاف نہیں پڑھا جاتا- البتہ یہ سمجھ میں آتا تھا کہ اس مرتبہ جو جوتا آپ نے پیش کیا اس میں بعض نقائص رہ گئے۔ تاہم حضور نے اوّلاً اس کی خوبی اور عمدگی کو بیان کیا تا کہ جس اخلاص اور محبت سے تیار کرا کر انہوں نے بھیجا تھا اس کو ٹھیس نہ لگے اور اس میں جو واقعی نقص رہ گیا تھا وہ اس وجہ سے کہ اصل غرض پوری نہ ہوسکتی تھی اس کا بھی ذکر فرمادیا'' ☆

(د) دونوں عکسوں اور مکتوباتِ احمدیہ میں درج شدہ کا مقابلہ کر کے خاکسار مؤلّف نے اس مکتوب کی تکمیل کرنے کی کوشش کی ہے-

وجوہات تکمیل حاشیہ میں درج کی گئی ہیں- تکمیل شدہ مکتوب یوں ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلّی

مجی عزیزی اخویم منشی حبیب الرحمٰن صاحب سلمہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جوتا جو آپ نے بھیجا (تھا[1]) بہت عمدہ تھا- صرف اس قدر فرق تھا کہ وہ کچھ مردانہ قطع تھی- دوسرے (جوتی[2] میں[3] کہ[4]) جیسا کہ زنانہ جوتیاں ہوٗا کرتی ہیں نازک (نہ[5] تھی[6] اس[7]) کا انچان کم ہے- اور بقدر ایک (ایک[8]) جو اس پہلی جوتی کے چھوٹی ہے اور (اس[9] کا[10] ناپ[11] وہی[12] تھا[13]) والسلام

خاکسار

غلام احمد از قادیان

☆ جوتے کی عمدگی کا ذکر کر کے حضور کا تحریر فرمانا کہ 'صرف اس قدر فرق تھا کہ وہ کچھ مردانہ قطع تھی- ظاہر کرتا ہے کہ مردانہ قطع ہونا نقص تھا- گویا یہ جوتا زنانہ بھجوایا گیا تھا-

عمومی رنگ میں بات ٹھیک ہے کہ منشی حبیب الرحمٰن صاحب حضور کے ذاتی استعمال کے لئے جوتا بھجواتے تھے- لیکن زیرِ ذکر زنانہ جوتے کے طور پر پیش کیا گیا تھا- اس مضمون میں منشی کظیم الرحمٰن صاحب نے بھی تحریر کیا ہے کہ

''حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت آپ (والد صاحب) کے لئے مایہ ناز تھی چنانچہ ابتداء میں لدھیانہ کا جوتا جو حضور پہنا کرتے تھے- خرید کر اکثر حضور کی خدمت میں پیش کرتے تھے-''

(ایڈریس)

بمقام حاجی پورہ تحصیل وتھانہ پھگواڑہ ریاست کپورتھلہ

بخدمت محبی عزیزی اخویم منشی حبیب الرحمٰن صاحب ☆

☆ دونوں عکسوں اور مکتوباتِ احمدیہ میں درج شدہ مکتوبات کا تقابلی جائزہ یہاں پیش کر کے بتایا ہے کہ کن شواہد کی رو سے مکتوبات احمدیہ والے مکتوبات کے تیرہ چھوٹے ہوئے الفاظ کو معین کیا گیا ہے۔ اور بعض دیگر سہووں کی نشاندہی کی گئی ہے۔

تکمیل شدہ مکتوب میں ان چھوٹے ہوئے الفاظ کو خطوط وحدانی میں دیتے ہوئے اوپر نمبر شمار بھی دید یئے گئے ہیں

تقابلی جائزہ۔ تینوں مقامات پر یہ مکتوب مکمل صورت میں موجود نہیں (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

۱۔ دونوں عکسوں (چربوں) کے مطابق بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بائیں طرف ہے (مکتوبات احمدیہ میں تاریخ مکتوب کے آخر پر سہواً درج ہوئی ہے)

۲۔ دونوں عکسوں میں تاریخ ۱۲/اکتوبر ۹۲ءُ درج ہے۔ (مکتوباتِ احمدیہ میں ''۱۹/اکتوبر ۱۸۹۴ء'' درج ہونا سہو ہے۔)

۳۔ دونوں عکسوں میں ''سلّمۂ'' موجود ہے (مکتوبات احمدیہ میں نہیں)

۴۔ دونوں عکسوں میں بھیجا تھا۔ بہت عمدہ تھا۔ پڑھا جاتا ہے۔ (مکتوباتِ احمدیہ میں دراصل ''تھا بہت'' منشیانہ طرز پر رقم شدہ ''نہایت'' درج ہوا جو ایسا پڑھا جاسکتا ہے۔)

۵۔ دونوں عکسوں میں دوسرے جوتی میں جیسا کہ جیسا کہ زنانہ جوتیاں ہوا کرتی ہیں کے الفاظ صاف پڑھے جاتے ہیں (مکتوبات، احمدیہ میں جوتی میں کہ کے الفاظ درج نہیں)

۶۔ مطابق مکتوبات احمدیہ۔ ''نازک ....کا حصہ انچان کم ہے'' (گویا نازک'' کے بعد نقطے اس عبارت کی جگہ دیئے گئے ہیں جو کرم خوردہ تھا۔ یا اس کی سیاہی اڑ چکی تھی۔

دونوں عکسوں میں ''نازک'' کے بعد کچھ جگہ خالی ہے۔ الحکم میں اس خالی جگہ کی عبارت کا بقایا موجود ہے یہ الفاظ ''نہ تھی'' ربطِ کلام کے مطابق ہیں یہ بقایا ''ما'' ہے۔ اس بقایا کے اوپر سطر بالا کے لفظ ''میں'' کے نقطوں کا بقایا دونوں عکسوں میں موجود ہے یہ نقطے منشیانہ طرز کے ہیں جو تیزی سے لکھنے میں اوپر سے نیچے تک جاتے ہیں۔

۵، ۶ کی عبارت یوں بنتی ہے۔ ''دوسرے جوتی میں کہ جیسا کہ زنانہ جوتیاں ہوا کرتی ہیں۔ نازک نہ تھی۔''

۷۔ منشی صاحب والے عکس میں ''کا حصے انچان کم ہے'' کے الفاظ پڑھنے میں آتے ہیں۔ حالانکہ اردو گرائمر

اولاد منشی محمد خاں صاحب کے ساتھ نرم سلوک کیا جانیکی الٰہی خبر

حضرت عرفانی صاحبؓ رقم فرماتے ہیں کہ

حضرت منشی محمد خاں صاحبؓ ریاست کپورتھلہ میں افسر بگھی خانہ تھے- آپ کی علالت کی طوالت کے

بقیہ حاشیہ: کے لحاظ سے ''کا حصہ'' یا ''کے حصے'' صحیح ہوگا منشی صاحب والے عکس میں لفظ ''حصے'' کو چربہ بناتے وقت واضح کر دیا گیا ہے- لفظ ''حصے'' الحکم کے چربہ میں قلمزن کردہ لفظ ہے جو دھبہ کی شکل بن چکا ہے- اس دھبہ سے پہلے لفظ ''کا'' دونوں عکسوں میں صاف پڑھا جاتا ہے- اور ''کا'' سے پہلے ایک اڑے ہوئے لفظ کا بقایا بھی دونوں عکسوں میں موجود ہے-

دھبہ والے لفظ کو دھبہ قرار دیتے ہوئے ربط کلام سے عبارت یوں بنتی ہے- ''اس کا انچان کم ہے-'' گویا ''کا'' سے پہلے بقایا لفظ ''اس'' کا ہے-

۸- مکتوبات احمدیہ ''اور بقدر ایک جو اس پہلی جوتی کے چھوٹی ہے''

الحکم والے عکس میں لفظ ''جوتی'' مکمل باقی نہیں تاہم ''جوتی'' پڑھا جاتا ہے منشی صاحب والے عکس میں اسے صاف طور پر ''جوتی'' بنا دیا گیا ہے-

(بنا دینا خاکسار مؤلّف نے اس لئے کہا ہے الحکم کے عکس میں ''جوتی'' کی ت کے کش کا بقایا اور نقطوں کا بقایا ''جو'' سے بہت اوپر ہے جبکہ منشی صاحب کے عکس میں یہ کش ''جوتی'' ''جو'' متوازی اور نقطے بھی متوازی بنا دیئے گئے ہیں-

ربط کلام کے مطابق ''جوتی'' کے بعد لفظ ''سے'' یا ''کے'' ہونا چاہیئے -منشی صاحب والے عکس میں ''جوتی'' کے لفظ کے اوپر ''سے'' درج کر دیا گیا ہے- حالانکہ اس کی جگہ اگلی سطر کے شروع میں خالی دونوں عکسوں میں موجود ہے-

۹- منشی صاحب والا عکس ''اور بقدر ایک ایک جو اس پہلی جوتی سے جھوٹی ہے جاتی ہے-''

عکس الحکم میں ''جاتی ہے'' کی جگہ ''باقی ہے'' کے الفاظ قلمزن شدہ نظر آتے ہیں یہ الفاظ ربط کلام کی رو سے بے تعلق اور حقیقۃً قلمزن شدہ ہی ہیں-

۱۰- منشی صاحب والا عکس اور اس ناپ ہی تھا'' ''اس'' اور ناپ'' کے درمیان کچھ جگہ خالی ہے گویا کوئی لفظ اڑا ہوا تھا- یا یہ حصہ کرم خوردہ تھا-

الحکم کے عکس میں الفاظ اس کا بات ہی تھا- ''پڑھے جاتے ہیں'' ''تابت'' میں گویا کے پ کے تین نقطوں میں صرف ایک باقی ہے ربط کلام سے یہ عبارت ہے اس کا ناپ وہی تھا- ''پ'' کے اوپر نقطہ س دراصل ''وہی'' کے ''و'' کا بقایا ہے-

باعث آپ کا حساب نامکمل تھا ان کے فرزند حضرت عبدالمجید خان صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ''حبی فی اللہ'' کے ساتھ مخاطب کر کے ۱۴؍ جون ۱۹۰۷ کو رقم فرماتے ہیں کہ

''آپ کے واسطے دعا کی جاتی ہے۔ حساب سرکاری میں اللہ تعالیٰ سہولت عطا فرمائے ....آپ کا قریباً ہر روز خط پہنچتا ہے''

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بذریعہ وحی بتا دیا تھا- کہ ان کی اولاد کے ساتھ نرم سلوک کیا جائے گا۔ ایام علالت کے حساب کی تکمیل کا کام حضرت منشی اروڑے خاں صاحب اور حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحب کر رہے تھے- اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق حساب میں سہولت اور اولاد کے ساتھ نرم سلوک کے انوار ظاہر کر دیئے- اور مرحوم ہی کا کچھ روپیہ ایصال طلب (قابل وصول) ثابت ہوا اور حکومت (ریاست) کپور تھلہ نے اسے ادا کر دیا- (۹۰) (از مؤلف یہ وحی نہایت شان سے پوری ہوئی کہ اپنے والد کی جگہ خان عبدالمجید خان صاحب کو افسر بگھی خانہ بھی مقرر کر دیا گیا تھا- پھر وہ ترقی پا کر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے تھے-)

سو اس وحی کے نشان کے پوری شان سے اور غیر معمولی حالات میں جبکہ خطرہ تھا کہ عظیم رقم مرحوم کے خاندان کے ذمہ پڑے گی پورا کرنے کے اہل اور دست و باز و عنداللہ یہ دو بزرگ ثابت ہوئے- **و ذٰلک فضل اللہ یُؤتیہ من یشاء و اللہ ذُو الفضل الْعظِیم**-

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال

حضرت اقدسؑ کے وصال کی خبر منشی حبیب الرحمٰن صاحب کو ایسے وقت میں ملی کہ آپ وقت پر نمازِ جنازہ میں شرکت کے لئے نہ پہنچ سکے۔ آپ اس صدمہ سے اس قدر غمگین تھے کہ آپ کے منہ سے آواز نہ نکلتی تھی۔ آپ نے خلافت اولیٰ کی بیعت کی-

آپ کو حضرت مسیح موعودؑ اور حضور کے خاندان سے ایک قسم کا عشق تھا- حضور کے ذکر پر بعض دفعہ بے قرار ہو کر روتے روتے آپ کی ہچکی بندھ جاتی اور بے اختیار آپ کے منہ سے نکلتا کہ ہم تو یتیم رہ گئے- ☆

☆ بیان منشی کظیم الرحمٰن صاحب مُصدّقہ منجانب منشی ظفر احمد صاحبؓ (الحکم ۷؍ اگست ۱۹۳۵ء صفحہ ۸ کالم ۱ و ۲۱؍ اگست صفحہ ۷ کالم، صفحہ ۸ کالم ۳)

منشی صاحب کی بیعتِ خلافتِ ثانیہ وتائید

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحبؓ کے خلاف بہت وسیع پراپیگنڈہ دوران، خلافت اولیٰ کیا گیا تھا۔ قلب صافی رکھنے والوں پر اس کا ذرہ بھر اثر نہ ہوا بلکہ یہ امر ان کے ازدیادِ ایمان کا باعث ہوا۔ ایسے باصفا احباب میں منشی حبیب الرحمٰن صاحبؓ بھی شامل تھے۔ آپ حضرت صاحبزادہ صاحبؓ کے روحانی علو مرتبت سے متاثر تھے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے وصال کی خبر ہوتے ہی انتخابِ خلافت کی خبر کا انتظار کئے بغیر آپ نے حضرت صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں تحریر کیا کہ میرے افرادِ خاندان سمیت میری بیعت قبول فرمائیں اور اگر کسی اور کی بیعت ہوئی ہو تو اس کے ہاتھ پر ہماری بیعت قبول کی جائے۔ منشی صاحب اپنی اولاد کو ہمیشہ تائیدِ خلافتِ ثانیہ کی تلقین کرتے رہتے تھے۔ (بیان شیخ عبدالرحمٰن صاحب)

خلافتِ ثانیہ سے اختلاف رکھنے والوں نے بالآخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقام کے بارے بھی نیا موقف اختیار کیا لیکن اخبار وطن کے تعلق میں منشی صاحب نے جو اپیل حضور علیہ السلام کی خدمت میں کی تھی (جو پہلے درج ہو چکی ہے۔) اس سے ظاہر ہے کہ آپ حضور کے عہد مبارک میں کیا مقام حضور کا یقین رکھتے تھے۔ اور پھر تادم واپسیں آپ اپنے اس عقیدہ راسخ پر قائم رہے۔ ☆

اس وقت کے حالات کا اندازہ امور ذیل سے ہوتا ہے۔ جن سے منشی صاحب کی تائید وحمایت خلافت

☆ **اخبار وطن کے تعلق میں مضمون مذکورہ زیرعنوان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدیمی صحابہ کرام کا مذہب''، منشی کظیم الرحمٰن صاحب کے ذیل کے تشریحی کلمات کے ساتھ دوبارہ الحکم ۲۸؍نومبر ۱۹۲۱ء میں شائع ہوا۔**

''مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب نے ایڈیٹر ''وطن'' سے خط و کتابت کر کے ریویو آف ریلیجنز کی بابت یہ طے کیا تھا کہ اس میں حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ کا تذکرہ نہ ہوگا اور اس کی تکمیل کے واسطے ایک ضمیمہ شائع کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اور ایسا کرنے پر مولوی انشاء اللہ صاحب ایڈیٹر اخبار وطن نے ریویو کے لئے خریدار بھی دینے کا ۸، ایک عریضہ بطور اپیل......................گذارش کیا جو بغرض جواب و اشاعت حوالہ مولوی محمد علی صاحب کیا گیا۔ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ جس دن یہ عریضہ حضور نے پڑھا اسی دن ایک تقریر بھی مسجد مبارک میں فرمائی تھی جو اسی مضمون پر تھی۔''

یہ مضمون منشی حبیب الرحمٰن صاحب کے حالات میں بھی الحکم ۲۱؍اگست ۱۹۳۵ء میں درج ہوا ہے۔

ثانیہ بھی ظاہر ہے۔

(۱) شرائط بیعت ۔افتراؤں کی تردید: قیام خلافت کے مخالفین نے خلافت ثانیہ کے خلاف عجیب باتیں گھڑیں ۔۲۱/مارچ ۱۹۱۴ء کو حضرت نواب محمد علی خاں صاحبؓ اور حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کی طرف سے مشترکہ ''شرائط بیعت'' کے عنوان سے ایک اشتہار شائع ہوا (جو الحکم کے اس سال کے فائل میں قادیان کی مرکزی لائبریری میں موجود ہے) اس میں یہ مرقوم تھا کہ

''(جن لوگوں کو) اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ خلیفہ حضرت سیدنا اولوالعزم فضل عمر مرزا بشیرالدین محمود احمد سلمہ اللہ تعالیٰ واید خلیفۃ المہدی کی خلافت پسند نہیں............وہ عوام کو دھوکہ دیکر حضور ممدوح سے بدظن کرنے کے لئے طرح طرح کی غلط بیانیوں اور افتراؤں کے مرتکب ہو رہے ہیں............ممکن نہیں کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مقابلہ کر کے کامیابی کا منہ دیکھیں۔کیا انسان خدا تعالیٰ پر غالب آ سکتا ہے؟

..................ایک یہ افتراء (کیا گیا) ہے کہ حضور نے بیعت میں یہ شرائط بھی رکھے ہیں کہ فلاں فلاں کو منافق سمجھا جائے یا............ ...... کہا جائے۔نیز یہ کہ غیر احمدیوں کو کافر.........(کہا جائے)............ دونوں باتیں محض افتراء ہیں''

اس اعلان کے آخر پر الفاظ بیعت درج کئے گئے ہیں۔اور اس کی پشت پر کئی صد افراد کی طرف سے ایک ''اعلان'' شائع ہوا۔ان افراد کے اسماء متعدد عنوانات مثلاً افراد خاندان حضرت مسیح موعودؑ ارکان صدر انجمن احمدیہ، ایڈیٹر صاحبان، گریجویٹ صاحبان وغیرہ کے تحت درج ہیں''معززین وتجار'' کے عنوان کے تحت مندرجہ ستائیں ناموں میں ''منشی حبیب الرحمٰن صاحب رئیس حاجی پورہ'' کا اسم گرامی مرقوم ہے۔

اس ''اعلان'' میں ان احباب کو جو بوقت بیعت اولیٰ حاضر نہ تھے'' بیعت سے مشرف ہونے کی تلقین کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ وفات پا گئے ہیں اور ۱۴/مارچ ۱۹۱۴ء کو بعد نماز عصر مسجد نور میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب خلیفہ قرار پائے ہیں۔اور قریباً دو ہزار افراد نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ نے ایک مختصر تقریر اور دعا کے بعد (تعلیم الاسلام) ہائی سکول کے شمالی جانب میدان میں نماز جنازہ پڑھائی اور مزار مبارک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دائیں جانب حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کی تدفین ہوئی۔

(۲) مولوی محمد علی صاحب کا ٹریکٹ: مولوی محمد علی صاحب نے جو زہریلا ٹریکٹ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کی زندگی میں آپ کی وصیت کو پڑھنے اور سنانے کے باوجود مخفی طور پر لکھا اور طبع کرا کے اسے آپ کی وفات

کے روز تقسیم کرنے کے لئے رکھ چھوڑا، قوم میں تفرقہ کا موجب ہوا ہے- بعض افراد کے تائیدی خطوط اس بارے میں پیغام صلح میں شائع ہونے پر محترم ایڈیٹر صاحب الحکم نے اظہار نفرت کے خطوط شائع کئے جن میں ساتویں نمبر پر ذیل کا خط درج ہے- جس سے پہلے نویسندہ کا تعارف بھی کرایا ہے کہ-

برادرم مکرم منشی حبیب الرحمٰن صاحب حضرت اقدسؑ مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے اور مخلص احباب (میں) سے ہیں وہ سابقون الادلون میں داخل ہیں- اللہ تعالیٰ نے ہر موقعہ پر جب جماعت کو کوئی ابتلاء آیا- انہیں محفوظ رکھا- ان کی طبیعت ناساز ہے اسی حالت میں وہ ذیل کا مختصر مضمون بھیجتے ہیں امید کرنی چاہیئے کہ وہ اور بھی کچھ لکھیں لگے (ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مولانا حکیم حاجی نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی وفات اور مسئلہ جانشینی:

حضرت خلیفۃ اول ....نے جو صدمہ قوم ....کو پہو نچایا بس ان کا دل ہی جانتا ہے مگر صبر ....قرآنی تعلیم ہے جس کا اجر مل کر رہتا ہے- اخباروں- اعلانوں (اور) خطوں میں جو حالات پڑھے اور سنے (انہوں نے) اور بھی صدمہ پہنچایا- احمدیوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ پایا اور جب ان کے متلاشی دل نے مان لیا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر بیعت کی اور جماعت میں داخل ہوگئے۔ بیعت کے بعد سب احمدی آپس میں بھائی تھے- کسی کو کسی پر برتری نہ تھی۔ ان احمدیوں کو اپنے دوستوں سے، عزیزوں سے، رشتہ داروں سے پڑوسیوں سے جو جو انعامات ملے وہ سب کو معلوم ہیں اور زیادہ تر حصہ داران انعامات کے بیچارے غرباء ہی تھے- جن کی بیویاں بھی چھن گئیں- اگر گھر بنا بھی رہا تو آئندہ کو رشتہ ناطہ بند، مار پیٹ، مکانوں سے بیدخل۔ یہ سب کچھ ان غریب احمدیوں کو برداشت کرنا پڑا مگر اس سچائی کو نہ چھوڑا جس کو ان کے دلوں نے قبول کیا-

اگر غور کرو تو کوئی امیر، نواب، وکیل، مجسٹریٹ، ڈاکٹر، سوداگر وغیرہ ان مصائب میں گرفتار نہیں ہوا- مگر ان کے امتحانوں کا بھی ایک وقت ہے- جن میں ان کو جانچا جائے گا- ان بڑے بڑے لوگوں ہی میں سے ممبر انجمن کے منتخب (اور) مقرر ہوئے۔ اس طرح وہ اور زیادہ بڑے ہوئے- قوم جبکہ ان کو اپنے ساتھ ایک ہی تسبیح میں پرویا ہوا دیکھتی جن کا صرف ایک ہی امام تھا- ان کی اور زیادہ عزت کرتی۔ بقول

گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر تمام قوم نے حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب

مرحوم ومغفور کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ کو خلیفہ اوّل مانا۔اس وقت بھی ان بڑے لوگوں نے ابتداء کی اور ان کے طریق عمل نے ثابت کر دیا کہ خلافت ضروری ہے۔اگر چہ بقول ان کے بعض نے بیعت نہیں کی مگر قوم نے ان کی طرف اس واسطے بھی توجہ نہیں کی اور یہ ان کا فرض نہ تھا کہ خواہ مخواہ ان لوگوں کو بیعت کرائیں تاہم بعض لوگوں نے ان لوگوں کے اعتراضات کے جواب دئے۔

''اس واقعہ سے کچھ عرصہ کے بعد ان بڑوں (امیروں) کو اور ممبران صدر انجمن احمدیہ کو ان کی آزادی نے بڑائی کا رنگ پکڑا جس پر ان کے دل نے ٹھوکر کھائی اور اب ان کی چند ہیائی ہوئی آنکھوں کے سامنے خلیفہ کی کچھ حقیقت نہ تھی اور سمجھ بیٹھے کہ خلیفہ ہم ہی نے بنایا ہے۔اور خلیفہ ہمارا ماتحت ہونا چاہیے ایک دفعہ نہیں بلکہ بار بار حضرت خلیفۃ المسیح مرحوم رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ خلیفہ خدا تعالیٰ بنایا کرتا ہے۔غرض اس موقعہ پر اور پیغام صلح میں متواتر مضامین اور اظہار حق کے ٹریکٹ میں جو کچھ لکھا گیا۔اس کو سب نے دیکھا۔حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہٗ اور جناب میاں صاحب کی ذات کے خلاف جو کچھ ان ٹریکٹوں اور اخباروں میں لکھا یہ لکھنے والے کے باطن کو اچھی طرح ظاہر کرتا ہے۔لیکن جلد ہی (ایسا ہوا کہ) حضرت خلیفۃ المسیح مرحوم رضی اللہ عنہٗ کی قدسی طاقت نے (جماعت کو) منتشر ہونے نہ دیا اور سب کو ایک راستہ پر چلایا۔مگر ٹھوکر خوردہ دل کب سنبھلتا تھا۔حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو پھر موقعہ دیا اور یہ ہی ان بڑے بڑے لوگوں کے امتحان کا وقت تھا۔اب وہ ہی ٹریکٹ ''اظہار حق'' اور پیغام صلح کے مضامین ان کی زبان پر ہیں۔جو پہلے گمنامی کے ساتھ شائع ہوئے تھے۔حالانکہ اس بات کو حضرت خلیفۃ المسیح مرحومؓ...............نے طے کر دیا تھا کہ میرے بعد خلیفہ ہو مگر خلیفہ کا نام تعین نہیں فرمایا کیونکہ وہ تو فرمایا کرتے تھے کہ خلیفہ خدا تعالےٰ بنایا کرتا ہے۔

''آپ کے بعد کسی کے ہاتھ پر بیعت کرنا یا نہ کرنا یہ ہر ایک کا اپنا دل ہے جس دل نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہٗ کے ہاتھ پر بیعت کرائی وہ دل اب بھی موجود ہے اور وہ ایمان اب بھی موجود ہے نہ اس وقت ہم کو کوئی مولوی یا اہل الرائے بیعت کرانے پر مجبور کر سکتا تھا اور نہ آج کسی کو یہ حق حاصل ہے۔یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے ہمارے دل بھی مولا کریم کے ہاتھ میں ہیں وہ جس طرف چاہے لے جائے۔

''پیغام صلح میں بہت سے مضامین شائع ہوئے ہیں جو زیادہ تر مولوی محمد علی صاحب کے قلم سے نکلے ہوئے ہیں اور ایک اعلان ڈاکٹر محمد حسین صاحب کی جانب سے جس میں لکھا ہے کہ قوم کے اہل الرائے کو پہلے مشورہ کرنے دو پھر وہ جو تجویز کریں اس پر عمل کرنا مگر ڈاکٹر صاحب نے ان اہل الرائے لوگوں کی فہرست نہیں دی۔ہمیں معلوم نہیں ہوتا کہ ان اہل الرائے کا انتخاب ڈاکٹر صاحب نے کہاں سے نکال لیا۔حضرت مسیح موعود

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو فرمایا ہے کہ جس پر چالیس مومنوں کا اتفاق ہو وہ ہی امام اور خلیفہ ہو جس کے ہاتھ پر بیعت کی جاوے اور ڈاکٹر صاحب بجائے مومن کے اہل الرائے گا رہے ہیں- غالباً جس طرح عام طور پر لوگوں کو لیڈر بننے کا شوق ہے، وہ اس زمانہ میں ایک فیشن ہوگیا ہے- اس فیشن کو یہ اہل الرائے صاحبان اختیار کرنا چاہتے ہیں- جو بوجہ اپنی امارت اور ڈگریوں کے اپنے آپ کو اس کا مستحق پاتے ہیں ہمارے ان دوستوں کو سمجھ لینا چاہیئے کہ ہمیں خدا تعالےٰ اور اس کے رسول اور خلیفہ اور قرآن شریف کافی ہے ہمیں نہ کسی اہل الرائے کی ضرورت ہے، نہ لیڈر کی، جو دنیاوی وجاہت کے باعث بننا چاہتا ہے-

''مولوی محمد علی صاحب نے عجیب ڈھنگ اختیار کیا ہے- سوال یہ اٹھا تھا کہ خلیفہ یا جانشین ہو یا نہ ہو مگر مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ ہم اس کے ہاتھ پر بیعت نہ کریں گے جو عام مسلمانوں کو کافر کہتا ہے- مولانا! کون کہتا ہے کہ آپ اس کے ہاتھ پر بیعت کریں جس کو ہم کہیں؟ ہم نے آپ سے کیا کہا تھا کہ آپ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح (اول) کے ہاتھ پر بیعت کریں؟ جس دل نے آپ کو ان کے حضور جھکا دیا وہی دل اگر اب انکار کرتا ہے تو آپ کو اختیار ہے اسی طرح آپ کسی کو روک بھی نہیں سکتے۔ مولانا! حضرت صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اقل درجہ چالیس مومن جس پر اتفاق کریں وہ میری طرف سے لوگوں سے بیعت لے۔ اس کی حیثیت قوم اور پھر انجمن کے سامنے کیا ہونی چاہیئے؟

کیا وہ انجمن کا خادم ہوگا یا مخدوم؟ طریق عمل نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ قوم اور انجمن کا مخدوم ہوگا۔ مولانا جس پر بحث اور تردید آج آپ کرنا چاہتے ہیں- وہ نیا نہیں بلکہ تین چار سال سے گشت لگا رہا ہے- پہلے آپ نے کوئی تردید نہیں کی اور نہ حضرت خلیفۃ المسیح (اوّل) رضی اللہ عنہٗ نے مخالفت ظاہر فرمائی بلکہ فرمایا اور لکھوایا کہ مجھے اس مضمون سے مخالفت نہیں اور ہرگز مخالفت نہیں۔ آپ کے لئے موقع تھا کہ آپ عرض کرتے یا حضور سے بحث کرتے اور ایسا کرنا اچھا ہوتا، بمقابلہ اس کے کہ آپ نے دل میں مخالفت کی اور حضرت خلیفۃ المسیح مرحوم کی وفات نے ہی آپ کو اس مسئلہ کی یاد دلائی جو پہلے یاد نہ تھا- قوم نے جس کی تعداد چالیس سے گذر کر ہزاروں تک ہے اور جس میں حضرت مولوی محمد احسن صاحب اور مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب جیسے بزرگ متقی شامل ہیں حضور میاں صاحب کو اپنا امام مان لیا ہے- اور جناب ممدوح کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے پس اسی طرح اللہ تعالیٰ خلیفہ بنایا کرتا ہے- اور بڑے چھوٹے ہو جاتے ہیں- وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ فقط''☆

☆ الحکم ۲۸ مارچ ۱۹۱۴ء (صفحہ ۴، ۵) زیر عنوان ''جناب مولوی محمد علی صاحب کا زہریلا ٹریکٹ اور قوم کا اظہارِ نفرت'' اس اشاعت میں دیگر سات احباب کے مکتوبات تین کالم میں اور آپ کا مکتوب اڑھائی کالم میں گویا سب سے مبسوط درج ہے- اور تعارف بھی صرف آپ کا کروایا گیا ہے-

(۳) ''کھلی چٹھی۔''منشی صاحب لکھتے ہیں:

برادران السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہٗ کی وفات کے بعد جماعتِ احمدیہ میں جو اختلاف ہوا تھا، مجھے اس کے جلد مٹ جانے کی امید تھی۔مگر افسوس صد افسوس کہ اخبار پیغام صلح مورخہ ۳۱ ؍مارچ ۱۹۱۴ء کو پڑھ کر یہ امید خاک میں مل گئی اِنّا للہِ و انّا الیہ راجعون۔ آپ خواہ کچھ کہیں اور آپ لوگوں کے خیالات خواہ کچھ ہی ہوں مگر آپ مجھے معاف فرماویں کہ میں یہ کہنے کے لئے تیار ہوں کہ فتنۂ عظیمہ کے بانی میرے خیال میں آپ صاحبان ہی ہیں جن کے باعث قوم کا شیرازہ ٹوٹ گیا۔اگر آپ لوگ ذرا صبر کرتے اور اپنی آرزوؤں کی پیروی نہ کرتے اور تحمل اور بردباری سے کام لیتے تو آج ہم کو یہ روزِ بد نہ دیکھنا پڑتا۔ میں ایک معمولی آدمی ہوں آپ صاحبان کے سامنے میری کچھ حقیقت نہیں نہ عالم ہوں نہ اہل الرائے مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اول روز سے خادمانہ تعلق کا فخر حاصل ہے اور آپؑ کی صحبت میں بہت رہنے کا اتفاق ہوا ہے (گو میں اس میں بھی آپ کی برابری نہیں کرسکتا) آپؑ (یعنی حضرت اقدس علیہ السلام) کے احکام کی تعمیل میں کسی کی پرواہ نہیں کی۔ آج یہ حالت دیکھ کر جو رنج اور صدمہ میرے قلب پر ہے اس کا حال خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ میں تو حضرت صاحب کے ہاتھوں بک چکا ہوں۔آپ کے بعد جس نے دستِ شفقت ہمارے سر پر رکھا، اس نے ہمارے اوپر احسان کیا۔خدا تعالیٰ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ مرحوم پر اپنی رحمتوں کا نزول فرماوے جس نے ہماری سرپرستی کی۔اب صاحبزادہ صاحب حضرت میاں بشیرالدین محمود احمد صاحب نے بھی ہمارے سر پر ہاتھ رکھا تو ہم کو ان کا بھی احسان مند ہونا چاہیئے۔ میں آپ سے بحث مباحثہ نہیں کرنا چاہتا اور نہ میں اپنے آپ کو اس قابل سمجھتا ہوں.........................

آپ نے جو مجلس شوریٰ منعقد فرمائی وہ بھی غلطی سے خالی نہ تھی۔ اور تعجیل سے کام لیا گیا................صدر انجمن....................کے ماتحت صدہا مقامی انجمنیں ہیں۔کیا آپ نے اس مجلس شوریٰ میں ان کو مدعو کیا اور ان سے مشورہ کیا؟ ان کو اطلاع دی؟ ضرورت تھی کہ آپ کشادہ دلی کے ساتھ اپنی آرزوؤں کو بالائے طاق رکھ کر تمام انجمنوں کو باقاعدہ انعقادِ مجلس شوریٰ کی اطلاع دیتے اور ان کے پریذیڈنٹ (اور) سیکرٹری کو مدعو کرتے۔

جو کچھ سے مجلسِ شوریٰ میں طے پاتا وہ واپس جاکر اپنی مقامی انجمنوں میں پیش کرتے اور نتیجہ سے آپ کو اطلاع دیتے پھر ایک رائے قائم ہو جاتی اور یہ رائے قوم کی متفقہ رائے ہوتی اب آپ سوچ لیں کہ آپ نے

ایسا کیا؟ ہرگز نہیں آپ نے اپنے چند اشخاص کی رائے کے مقابلہ میں کسی کی پرواہ نہیں کی اور اپنے سے چند ہم خیال اصحاب کو جمع کر کے مجلس شوریٰ منعقد کر لی اور ریزولیوشن پاس کر لئے کیا یہ شوریٰ احمدی سلسلہ کی ہوسکتی ہے؟ کیا جو ریزولیوشن اس میں پاس ہوئے ہیں وہ احمدی جماعت کی طرف سے ہو سکتے ہیں؟ جو انجمن اشاعتِ اسلام آپ نے قائم کی ہے یہ احمدیوں کی طرف سے ہوسکتی ہے۔

اگر آپ کی مجلس نے وفد بخدمت جناب میاں صاحب بھیجنا تجویز کیا تھا- پہلے تو یہ ضروری تھا کہ ایسی مجلس شوریٰ قائم ہوکر جس کا تذکرہ میں نے کیا ہے- اگر تجویز ہوتا تو پھر وفد بھی جاتا اور اس میں انجمنوں کے پریذیڈنٹ یا سیکرٹری شامل ہوتے اور یقیناً حضرت صاحبزادہ صاحب وفد کو باریابی کی اجازت دیتے- پھر اس وفد میں ضرورت تھی کہ مولوی محمد علی صاحب وڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب، شیخ رحمت اللہ صاحب خود جاتے اور عرض کرتے- اور جبکہ یہ بھی نہیں ہوا تو انہی اشخاص کو بھیج دیا جاتا جن کو جناب ممدوح نے اجازت دی تھی۔ میرے خیال میں تو محض سید حامد شاہ صاحب ہی کافی تھے- جو حضرت صاحب کے سابقین خادمان میں سے ہیں انہوں نے وہ زمانہ دیکھا ہے جو بعد والوں کو نصیب نہیں ہوا- وہ نہایت عمدگی سے جملہ اموراتِ متنازعہ کو طے کرتے-

میں سمجھتا ہوں کہ اس میں ابتداء سے بہت سی غلطیاں ہوتی رہی ہیں- اور اپنے خیالات اور آرزو کی پیروی ہوتی رہی ہے۔ میرے خیال میں انجمن اشاعتِ اسلام کے تقرر میں بہت جلدی کی گئی ہے- کیا جو صدر انجمن پہلے سے ہے اس کی یہ غرض نہیں؟ اور جناب میاں صاحب نے فرما دیا ہے کہ تمہارا اس سے کوئی تعلق نہیں؟ جہاں تک میں نے سنا ہے- جناب میاں صاحب نے ہرگز ہرگز ایسا نہیں فرمایا جناب میاں صاحب تو یہاں تک بھی راضی ہیں کہ اس خاص مسئلہ میں اپنے عقیدہ پر رہو مگر قوم کے شیرازہ کو پراگندہ نہ کرو مگر آپ صاحبان اس پر بھی راضی نہیں اور فرماتے ہیں کہ بصورتِ اختلاف عقیدہ ہم بیعت نہیں کر سکتے-

میں آپ کو جناب مولوی محمد احسن صاحب کے اس عربی خط کی طرف توجہ دلاتا ہوں جو انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح مرحوم کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد لکھا جس میں لکھا ہے کہ میں نے بیعت کر لی ہے اور میں آپ کو ایسا ایسا سمجھتا ہوں مگر بعض آیاتِ قرآن مجید کی تفسیر میں میرا آپ سے اتفاق نہیں۔ حضرت میاں صاحب آپ اور سب احمدیوں کو اس عقیدہ پر جمع کرنا چاہتے ہیں جو حضرت مسیح موعودؑ علیہ السلام کا تھا۔ نہ ایک انچ آگے نہ پیچھے۔ جو دعویٰ حضرت مسیح موعودؑ نے کیا وہی منوانا چاہتے ہیں اور بس اور اشاعتِ اسلام کا کام جس طریق پر پہلے جاری ہے- اس میں فی الحال کوئی دخل نہیں- صدر انجمن میں کوئی ترمیم کا ارادہ معلوم نہیں

ہوتا۔ پہلے بھی بحیثیت پریذیڈنٹ صدر انجمن ہونے کے وہ جملہ ممبران پر فوقیت رکھتے تھے- اور آپ میاں صاحب کو اپنا اور قوم کا امیر تسلیم فرمانے کو تیار بھی ہیں- پھر میں سمجھ نہیں سکا اب کیا بات باقی رہ گئی ہے-

پھر میں عرض کرتا ہوں کہ آپ کیوں اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علیحدہ بنانا چاہتے ہیں صدر انجمن موجود ہے کسی نے آپ کو اس میں کام کرنے سے نہیں روکا مجلس شوریٰ اگر باقاعدہ کرنی ہے- تو ماتحت انجمنوں کو آپ شامل کریں ورنہ یہ مجلس شوریٰ جو آپ نے کی آپ کی ذاتی ہے نہ کہ سلسلہ کی- مجھے خیال گزرتا ہے کہ آپ نے خواجہ کمال الدین صاحب سے بھی غالباً مشورہ نہیں کیا جو شاید ممکن نہ تھا-

آخر میں آپ صاحبان سے عرض کرتا ہوں کہ خدا کے واسطے دوبارہ غور کرو اور وہ راہ اختیار کرو جس میں یہ فتنہ فرد ہو اور قوم کو کلمہ واحد پر جمع کرنے کی کوشش کرو حضرت خلیفۃ المسیح مرحوم نے سچ فرمایا کہ

''یاد رکھو کہ ساری خوبیاں وحدت میں ہیں- جس (قوم کا) کوئی رئیس نہیں وہ مر چکی-''

مولانا! شوریٰ جو آپ کو کرنا چاہیئے تھا اور جس کی میں نے تائید کی ہے- اس میں تو فقط یہ طے کرنا تھا کہ کیا حضرت صاحبزادہ صاحب سے یہ جزوی اختلاف رکھ کر ہم کو بیعت کر لینے میں حرج تو نہیں اور کیا صاحبزادہ صاحب اس کو قبول کر لیں گے-

وفد کے بھیجنے کی بھی اصل غرض یہی ہونی چاہیے تھی مگر افسوس ہے آپ لوگوں نے راہ ترکستان اختیار کر لی وحدت کے لئے خلیفہ کی ضرورت ہے انجمنوں کے ذریعہ سے وحدت نہیں رہ سکتی، اور منہاج نبوت پر جو سلسلے ہوں وہ انجمنوں کے طریق پر چل نہیں سکتے کیونکہ خدا ایک شخص کو مامور کر کے بھیجتا ہے اس نے کبھی کسی انجمن کو نبی نہیں بنایا- بہر حال آپ خدا کے لئے اس حبل اللہ سے الگ نہ رہو تم اس کے دامن کے ساتھ وابستہ ہو جاؤ- اس میں خیر و برکت ہے-

آپ کا نیازمند- حبیب الرحمٰن از حاجی پورہ-(۹۱)

(۴) خلافتِ ثانیہ میں اولیں شوریٰ: مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ساتھیوں نے جماعت احمدیہ کے خیالات کو مسموم کرنے کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا- مضامین لکھے- مختلف مقامات پر جا کر تقاریر کیں- بالآخر اعلان کیا کہ قادیان میں چندہ نہ بھجوایا جائے۔ لاہور میں ایک انجمن قائم کی اور وہ اس کی شاخیں قائم کرنے کی فکر میں ہیں- اور ان کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ یہ چندہ کے اموال قادیان میں خطرہ میں ہیں-

جبکہ جماعت میں تفرقہ پیدا کیا جاتا تھا- اور مرکزی کام کے لئے روپیہ مطلوب تھا۔ حسبِ ارشاد حضرت خلیفہ ثانی ایک نیا بتی (یعنی جماعتوں کے نمائندگان پر مشتمل) جلسہ طلب کیا گیا تا کہ نظام سلسہ اور اس کے بعض

امور کے متعلق ضروری امور کے بارے مشورہ کیا جائے۔ سو حضرت سید محمد احسن صاحب حضرت نواب محمد علی خان صاحب حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اور حضرت مولوی شیر علی صاحب کی طرف سے مشترکاً ایسا دعوت نامہ بھجوایا گیا۔ جس میں لکھا گیا کہ بے شک آپ لوگوں کو اس سال قادیان میں کئی بار آنا پڑا ہے مگر اس موقعہ پر جو ہر طرح سے خدمت دین کا موقعہ ہے ہمیں وقت اور روپیہ کا سوال ہرگز نہیں روک سکتا۔ امید ہے جماعت اپنے نمائندہ کو بھجوا دے گی اور جو وقت اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا جائے گا وہ اسے ضائع نہیں کرے گا۔

احباب دو دن پہلے ۱۰/اپریل ۱۹۱۴ء کو آنے شروع ہو گئے جماعت کے اس اخلاص و محبت کو دیکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر عجیب ولذیذ ایمان بڑھا کہ حقیقۃً اس جماعت نے دین کو دنیا پر مقدم کر لیا ہے۔

مسجد مبارک میں ۱۲/اپریل کو صبح اجلاس کے لئے حضور کی ہدایات کے مطابق ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے احباب کی نشستوں کا انتظام نہایت مستعدی اور قابلیت کے ساتھ کر دیا۔ ایک سو نوے شرکاء میں سے ڈیڑھ صد سے زیادہ احباب بیرون مرکز کے تھے۔ حضور تشریف لائے اور آپ کے حکم سے حضرت پیر منظور محمد صاحب (موجد قاعدہ یسرنا القرآن) کا مضمون حضرت میر قاسم علی صاحب (ایڈیٹر الحق) نے سنایا۔ یہ مضمون پسر موعود کے متعلق حضرت مسیح موعود کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے بارے میں تھا۔

پھر حضور نے منصب خلافت کی حقیقت کے بارے میں اڑہائی گھنٹے تقریر فرمائی اور جو پروگرام آپ کے مدنظر ہے اسے مختصراً بیان کیا۔ اس تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت کی بہبودی کا کس قدر درد اور جوش آپ کے دل میں ہے۔ اور کس قدر عزم و ہمت عالی آپ کو ودیعت ہوئی ہے اس تقریر میں بالکل اچھوتے نکتے تھے۔ اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ حقائق و معارف کا دریا ہے جو امڈا آتا ہے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کے بارے میں حضرت اقدس علیہ اسلام نے جو پیشگوئی بیان فرمائی تھی کہ آپ زندگی کے خواہوں کو موت کے پنجہ سے نجات دینے والے اور قبروں میں دبے ہوؤں کو باہر لانے والے اور دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر کرنیوالے ہوں گے۔ یہ تقریر اس الہامی بشارت کو پورا کرنے والی تھی۔ اس تقریر میں حضور نے تلاوتِ آیات تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیہ کے لئے تجاویز بھی بیان فرمائیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی زیر ہدایت دوسرا اجلاس بعد ظہر زیر صدارت سید محمد احسن صاحب منعقد ہوا جس میں ذیل کی قراردادیں منظور کی گئیں:۔

۱۔ صدر انجمن احمدیہ کے اخراجات سے ملک بھر میں واعظ بھجوائے جائیں۔

۲۔ صدر انجمن احمدیہ کے ایک قاعدہ میں ترمیم منظور کی گئی کہ مجلس معتمدین اور اس کی ماتحت مجلس یا مجالس اور

صدر انجمن احمدیہ اور اس کی کل شاخوں کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا حکم قطعی اور ناطق ہوگا اور اس ترمیم کا ریزولیوشن مجلس معتمدین کی خدمت میں حضرت نواب محمد علی خاں صاحب، حضرت سید محمد احسن صاحب، حضرت مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اور حضرت مولوی شیر علی صاحب کے ذریعہ پیش ہو کر بعد میں یہ ترمیم مجلس معتمدین نے اکثریت سے منظور کر لی تھی۔

۳- احباب مرکز میں ایک ایک ماہ کے لئے آ کر علم دین حاصل کر کے اپنی اپنی جماعت میں درس تدریس کا کام کریں۔

۴- مرکز دینی نصاب مقرر کر کے احباب سے اس کا امتحان لیا کرے۔

۵- مقامی انجمنیں اپنے خرچ پر ایک ایک سال کے لئے افراد کو مرکز میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھجوائیں۔

۶- مبلغین تیار کرنے کے لئے ہر ضلع چند افراد کو مدرسہ احمدیہ میں تعلیم دلانے کے لئے بھجوائے۔

۷- وصولی زکوٰۃ کا انتظام خاص طور پر کیا جائے اور زکوٰۃ اور چندہ اشاعت اسلام کی رقوم براہ راست حضور کی خدمت میں بھجوائی جائیں۔

۸- جہاں جہاں ممکن ہو اشاعتِ تعلیم کے لئے مدارس اور احمدیہ ہوسٹل کھولے جائیں۔

۹- کس طرح جلد اور کم خرچ پر مرکز میں کالج جاری کیا جا سکتا ہے یہ تجویز ایک کمیٹی کے سپرد کی جائے ☆

حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی امریکہ سے مراجعت

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ ساڑھے چھ سال یورپ و امریکہ میں اعلائے کلمۃ اللہ کر کے مراجعت فرما ہوئے۔ حضرت عرفانی صاحبؓ رقم فرماتے ہیں کہ

''جماعت احمدیہ حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحب حاجی پوری کے نام سے واقف ہے۔ منشی صاحب سلسلہ کے ان قدیم اور مخلص فدائیوں میں سے ہیں جن کو حضرت اقدسؑ کے ساتھ اپنی ارادت اور عقیدت میں ہر

☆ الحکم ۱۴/اپریل ۱۹۱۴ء (صفحہ ۹) ۲۱/اپریل و منصبِ خلافت (سرورق) و آئینہ صداقت الحکم ۲۱/اپریل میں ''منشی حبیب الرحمٰن صاحب رئیس حاجی پورہ ریاست کپورتھلہ'' نام نمبر ترپن پر درج ہے۔ (صفحہ ۷ کالم ۳) ان ایک سو نوے نمائندگان میں کپورتھلہ کے دیگر چار نمائندگان منشی ظفر احمد صاحب سیکرٹری میاں عبدالسمیع صاحب منشی عبدالرحمٰن صاحب اور شیخ محمد احمد صاحب (مظہر) بھی شامل تھے (نمبر ۵۴ تا ۵۷)

آن ترقی ہوئی ہے- اور کبھی کسی ابتلاء اور امتحان نے ان کے قدم کو پیچھے نہیں کیا بلکہ انہوں نے جو شرائط بیعت میں عہد کیا تھا کہ-

''عسر ویسر میں قدم آگے بڑھاؤں گا''

وہ آگے ہی بڑھتے رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خدام قدیم سے بھی انہیں بے حد محبت اور اخلاص ہے- حضرت مفتی صاحب کی واپسی کی خبر جب ان کو معلوم ہوئی تو انہوں نے اپنے خاندان کے ممبروں کو جو حاجی پور میں موجود نہ تھے مختلف مقامات سے جمع کر کے ایک ایڈریس تیار کیا مگر پروگرام کی تبدیلی کی وجہ سے انہیں اپنی دلی آرزو کے پورا کرنے کا موقعہ نہ ملا......................(میں یہ ایڈریس) درج کر دیتا ہوں اور اگر ممکن ہوا تو جناب مفتی صاحب کا تحریری جواب بھی دے سکوں گا..........''

اس سپاسنامہ میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ آپ کے اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے روانگی کے وقت ۱۰/مارچ ۱۹۱۷ء کو اسی پھگواڑہ ریلوے اسٹیشن سے آپ کو ہم نے دعاؤں کے ساتھ باچشمِ گریاں رخصت کیا تھا- آپ نے خدمت دین کی توفیق پائی۔ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے- آپ نے اپنے اعمال سے ثابت کر دیا ہے کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درخشندہ گوہر ہیں اور برگزیدہ صلحاء وصادقین میں سے ہیں-

حضرت مفتی صاحب نے اپنے جواب میں بیان کیا کہ آپ کا سپاسنامہ دیگر سپاسناموں سے ممتاز ہے اور مجھے جو آپ سے قدیمی تعلقات ہیں ان کی وجہ سے ایک خاص کیفیت کا حامل ہے جس کا ایک عجیب اثر میں اپنے دل میں پاتا ہوں اور سب سے زیادہ مسرت بخش آپ کے یہ الفاظ ہیں کہ الوداع کے وقت سے اب تک میرے لئے دعائیں جاری ہیں- میں یقین دلاتا ہوں کہ میں آپ کی دعاؤں کی قبولیت کے آثار دیکھتا رہا ہوں اور آپ سب سے میں مزید دعاؤں کی درخواست کرتا ہوں- ان سات برسوں میں جو مصائب اور اضطراب مجھے پیش آئے میں آپ اور آپ کے اہل وعیال کے لئے نام بنام بھی دعا کرتا رہا ہوں- جب (جنگِ عظیم اوّل میں) جرمن کی طرف سے لندن پر آتشیں گولے برسائے جاتے تھے- اور لوگ ڈر کر تہ خانوں میں گھس جاتے تھے- میں اپنے بستر پر لیٹا ہوا دعاؤں میں مصروف رہتا تھا- میرے پیارے! میں آپ کی دعاؤں کا ممنون ہوں۔ میں آپ کی خواہش کے مطابق کسی وقت دو تین روز کے لئے آپ کے ہاں آنے کی کوشش کروں گا-

حضرت مفتی صاحب یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ امریکہ میں ایک پادری نے ایک کتاب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی اور میری تصاویر شائع کرتے ہوئے لکھا کہ یسعیاہ کتاب (بائیبل) میں جو لکھا ہے کہ صادق کو کس نے مشرق سے مبعوث کیا، وہ صادق اس زمانہ کا نبی مسیح موعود ہے جس کا

حواری صادق نام امریکہ میں دین اسلام کی اشاعت کے واسطے آیا اور مجھے ان پادری صاحب نے ایک خط میں لکھا کہ امریکہ کا آئندہ مذہب یہی ہوگا جس کی اشاعت آپ نے کی ہے ☆

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا خیر مقدم سفر یورپ سے مراجعت پر

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سلسلہ احمدیہ کے اولیں خلیفہ ہیں جو دورانِ خلافت بیرونِ ملک تشریف لے گئے ۔ اب تو ایسے سفر کے فوائد اظہر من الشّمس ہو چکے ہیں سفر یورپ وغیرہ سے کامیاب مراجعت پر حضور کو بمبئی سے قادیان تک خوش آمدید کہا گیا اور سپاسنامے سے پیش کئے گئے ۲۳/ نومبر ۱۹۲۴ء کے بارے مرقوم ہے۔

''لدھیانہ کے بعد گاڑی جالندھر چھاؤنی پر ٹھہری جہاں ضلع جالندھر اور ہوشیار پور اور کپورتھلہ کی جماعت کے نمائندے کثیر تعداد میں موجود تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخلص قدیم اور محبّ صمیم حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحب رئیس حاجی پور نے اپنا ایڈریس پڑھا''(۹۲)

ذیل کا سپاسنامہ پیش کیا گیا تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　نحمدہٗ نصلی علیٰ رسولہ الکریم

الیس اللہ بکافٍ عبدہ'　　　　خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ **ھو الناصر**

یُسبّح للہ مافی السّمٰوٰت ومافی الأرض الملک القدوس العزیز الحکیم ...... واللہ ذو الفضل العظیم ....سورۃ جمعہ۔

الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۔''مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا۔ اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت وغیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاول والآخر مظہر الحق والعلا کأن اللہ نزل من السماء جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد

☆ الحکم ۲۱/ دسمبر ۱۹۲۳ء زیر عنوان ''ہدیہ حبیب بہ خدمت حبیب'' سپاسنامہ ساڑھے تین کالم کا اور جواب ڈیڑھ کالم کا ہے۔

بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا - وکان اَمراً مّقضیّا - (۹۳)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

سیدنا وسید المسلمین!

اگرچہ حضور کے خادمان کا وہی ایڈریس ہے جو قوم کی جانب سے جناب ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب نے بحیثیت جنرل سیکرٹری ہونے کے بروقت ورود بمبئی میں پیش کیا ہے اس کے بعد ضرورت نہ تھی کہ ہر جگہ کی جماعتیں فرداً فرداً ایڈریس وخیر مقدم پیش کریں لیکن دلی جذبات ہر ایک کے اندر موجود ہیں وہ بے چین کر دیتے ہیں - جب تک مناسب طریق اور مناسب وقت سے ادا نہ ہوں اس لئے میں اپنی طرف سے اور اپنے خاندان کے ہر ایک فرد کی جانب سے جن میں سے اکثر اس وقت حاضر ہیں حضور کو اس قدر دور دراز سفر سے بخیریت واپسی پر مبارکباد عرض کرتا ہوں -

اے حضرت مصلح موعود! جو پروگرام بروقت روانگی حضور نے اپنے لئے بغرض اشاعتِ اسلام مقرر فرمایا تھا - جس کو حضور نے اپنے گرامی نامہ میں جو قبل از وقت روانگی شائع فرمایا تھا - صراحت کے ساتھ مذکور فرمایا ہے - اس میں پورے طور پر اور ہر طریق پر حضور کو کامیابی حاصل ہوئی - اور سلسلہ احمدیہ کے حالات اور خیالات امن جو مذہب اسلام کی ترقی کا روشن اور کامیاب پہلو ہے یورپ ہی میں نہیں بلکہ دنیا کے اعلیٰ اور ادنیٰ طبقہ میں پہنچانے میں جو نصرت حضور کو حضرت ربّ العزۃ نے عطا فرمائی اس کی میں حضور کو دوبارہ مبارکباد عرض کرنے کی تمنا کرتا ہوں۔

یا خلیفۃ المسیح الموعود! گو حضور نے یورپ، امریکہ بلکہ تمام دنیا میں ترقی اسلام کے وسائل سالہا سال سے پہلے بموجب حکم حضرت احدیت جل وعلیٰ شانہٗ مستحکم طور پر قائم فرمائے ہوئے تھے - لیکن مسجد لنڈن کا بنیادی پتھر اپنے.................دستِ مبارک سے مسجد پر چسپاں فرما کر اسلام اور خدائے واحد کا نام خطہ یورپ میں مستحکم فرما دیا - گویا خدائے واحد نے اپنے واحد نام کے دنیا میں روشن کرنے اور خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور (حضور کے تابع☆) نبی حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام دنیا کے کناروں تک پھیلانے کے لئے حضور کو منتخب فرمایا - اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملاء اعلیٰ میں جو مرتبہ اور فضیلت حضور کو حاصل ہے آج دنیا میں اس کا ثانی نہیں - اور یہی انسانی پیدائش کی غرض اصل ہے اس لئے میں حضور کی خدمت بابرکت میں تیسری دفعہ پھر

☆ اخبار میں خطوط وحدانی والی جگہ خالی ہے - کوئی لفظ یا الفاظ چھپنے سے رہ گئے ہیں - یہ الفاظ ربط کلام کے مطابق خاکسار کی طرف سے درج ہیں (مؤلف)

مبارک باد عرض کرتا ہوں- اور امید وار ہوں کہ میرے خاندان کے لئے دعاؤں کے ساتھ قبولیت کا شرف بخشا جائے گا-

جنابِ اعلیٰ! وہ کوائف اور صدمات جو حضور کو اپنے خاندان اور قومی افراد کی تکالیف اور مصائب کی وجہ سے دورانِ سفر میں پیش آئے جن کو حضور نے نہایت صبر سے برداشت فرما کر قوم کو صبر کی تلقین فرمائی -حضورِ عالی!

ہرجا کہ گل است خار است

جس طرح پھول تک ہاتھ پہنچانے میں کانٹوں سے واسطہ پڑتا ہے- اسی طرح مبشرات سے پہلے منذرات کا ہونا لازمی ہے اور خدائے قدوس عالم الغیب نے پہلے ہی ان کی اطلاع حضور کو دے دی تھی- جیسا کہ گرامی نامہ میں تحریر ہے ان کا ظاہر ہونا ضروری تھا جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی متواتر فرمایا ہے-

اس لئے یہ یقیناً آنے والی کامیابی اور نصرت کا پیش خیمہ ہے۔ ہم حضور کو یقین دلاتے ہیں کہ نعمت اللہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کے واقعۂ سنگساری نے ہمارے خون میں جوش پیدا کر دیا تھا- اور انتقام کی آگ بھڑک اٹھی تھی لیکن جیسا کہ اسلامی تعلیم نے ہماری رہنمائی کی اور حضور نے اس پر عمل فرما کر ہمارے جوشوں کو صبر کے ساتھ مبدل کر دیا۔ ہم رب العالمین کے حضور میں دست بہ دعا ہیں کہ خدا تعالیٰ ہم کو نعم البدل عطا فرمائے اور وہ یہ کہ سرزمین کابل میں احمدیت کا سورج روشن ہو-

پیارے اور واجب الاحترام امام! بے شک اس والدہ کی طرح حضور نے بھی ہم سے دریافت فرمایا کہ میں لنڈن ہو آؤں اور ہم نے بھی یہی رائے دیدی مگر پھگواڑہ ریلوے اسٹیشن سے حضور کی سواری کا روانہ ہونا تھا کہ ہمارے دلوں کی وہی حالت تھی جو مجھے اپنی والدہ کی نظر سے اوجھل ہو جانے کی حالت میں ہوتی ہے- اور جوں جوں زمانہ زیادہ گزرتا جاتا تھا، محبت اور جدائی کی تڑپ بھی زیادہ ہوتی جاتی تھی- یہی تڑپ تھی جس نے ہم کو دعاؤں میں مصروف کر دیا اور دن رات کی تنہائی کی دعاؤں کے علاوہ پنجوقت نماز کے..................(اوقات میں بھی ہم) سب مل کر..................دعا کرنا ہم نے ایک فرض کر لیا تھا- میری اس دلی تڑپ کو خدا تعالیٰ نے مقبول فرمایا اور چند یوم کے بعد رؤیا میں مجھے دعا کا نظارہ دکھا کر دعا کی تعلیم فرمائی اس طرح پر کہ تختہ جہاز پر حضور نے میری روح کو طلب فرمایا اور دعا شروع کی جس میں مَیں بھی شریک تھا بہت لمبی دعا کی گئی- اور ختم فرمانے کے بعد حضور نے بالکل اسی طریق پر جیسا کہ مسیح موعود علیہ السلام کا لہجہ اور صورت تھی فرمایا کہ اگر اس طرح دعا کی جائے تو خدا تعالیٰ بیڑا پار فرما دیتا ہے-

حضور اعلیٰ! ہمارے دلی جذبات کی کوئی انتہا نہیں- اور ان کے بیان کرنے کے لئے وقت بھی کافی

نہیں۔اس لئے بخوفِ طوالت میں دعا کے ساتھ ختم کرتا ہوں کہ خداوند کریم ورحیم محض اپنے فضل سے حضور کو دائمی تندرستی اور لمبی عمر عطا فرمائے کہ اسلامی انتہائی ترقی اور شوکت اور عظمت حضور کے دستِ مبارک سے ہو- آمین- اور درخواست کرتا ہوں کہ حضور میرے (واسطے) اور میرے خاندان کے واسطے بہودی اور (فلاح) دارین کے لئے دعا فرماویں- والسّلام

گذرائیندہ عاجز دعا گو اور طالبِ دعا

خاکسار

حبیب الرحمٰن عفی اللہ عنہ احمدی حاجی پور- ریاست کپورتھلہ- ☆

انفاق فی سبیل اللہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحب کو ابتداء سے سلسلہ احمدیہ کی ممتاز مالی خدمات کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔آپ احباب کو بھی اس کی تلقین فرماتے تھے- یہاں اختصاراً اور بعد میں بعض کا تفصیلاً ذکر کیا جاتا ہے:

(او۲) یورپ اور امریکہ میں اشاعت اسلام کے لئے ۱۸۹۱ء اور ۱۸۹۲ء میں پیشکش-
(ازالۂ اوہام و آئینہ کمالاتِ اسلام)

(۳) ایک اہم ضرورت کے لئے جالندھر میں معقول رقم پیش کرنا- (۱۸۹۲ء میں)

(۴) حضرت اقدسؑ کی دس کتب مفت تقسیم کرنا (جنوری ۱۸۹۲ء میں)

(۵) خریداری ''ترجمۃ القرآن'' (۱۹۰۰ء میں)

(۶) چندہ تعمیر منارۃ المسیح میں شرکت

(۷و۸) اعانت مدرسہ تعلیم الاسلام (۱۹۰۰ و ۱۹۰۱ء میں)

(۹) چندہ مساکین فنڈ میں شمولیت (۱۹۰۱ء میں)

(۱۰) اجراء رسائل سلسلہ مستحقین کے لئے (۱۹۰۶ء میں)

☆ الحکم ۷ر ستمبر ۱۹۲۴ء (صفحہ ۵، ۸) زیرِ عنوان ''ایڈریس بحضور حضرت اقدس فضل عمر مصلح موعود حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الموعود ایدہ اللہ بنصرہٖ بموقعہ مراجعت از سفر مصر، دمشق، بیت المقدس، لنڈن وغیرہ بروقت گزر بمقام سٹیشن چھاؤنی جالندھر-''

(۱۱) ایک پمفلٹ کی اشاعت میں مدد (۱۹۱۵ء میں)

(۱۲) ''ولایت میں احمدیہ مسجد'' کی تعمیر میں خطیر رقم دینا (۱۹۲۰ء میں)

(۱) یکے از انصار حضرت مسیح موعودؑ ''بعض مبائعین کا ذکر اور نیز اس سلسلہ کے معاونین کا تذکرہ اور اسلام کو یورپ و امریکہ میں پھیلانے کی احسن تجویز'' کے زیرِ عنوان حضرت مسیح موعود علیہ السلام ''ازالہ اوہام'' حصہ دوم میں جو ۱۸۹۱ء میں شائع ہوئی تحریر فرماتے ہیں:

''اسلام کے ضعف اور غربت اور تنہائی کے وقت میں خدا تعالیٰ نے مجھے مامور کر کے بھیجا ہے........ سنت اللہ اسی طرح واقع ہے کہ خزائن معارف و دقائق اُس قدر ظاہر کئے جاتے ہیں جس قدر ان کی ضرورت پیش آتی ہے- سو یہ زمانہ ایک ایسا ہے جو اس نے ہزار ہا عقلی مفاسد کو ترقی دیکر اور بے شمار معقولی شبہات کو بمنصّہٴ ظہور لا کر بالطبع اس بات کا تقاضا کیا ہے کہ ان اوہام و اعتراضات کے رفع دفع کے لئے فرقانی حقائق و معارف کا خزانہ کھولا جائے ....جس قدر حق کے مقابلپر ....اوہام باطلہ پیدا ہوئے ہیں اور عقلی اعتراضات کا ایک طوفان برپا ہوا ہے، اس کی نظیر کسی زمانہ میں ....نہیں پائی جاتی۔ لہٰذا ابتدا سے اس امر کو بھی (کہ) ان اعتراضات کا براہین شافیہ و کافیہ بحوالہ آیاتِ قرآن مجید بکلّی استیصال کر کے تمام ادیانِ باطلہ پر فوقیت اسلام ظاہر کر دی جائے اسی زمانہ پر چھوڑا گیا تھا- کیونکہ پیش از ظہور مفاسد ان مفاسد کی اصلاح کا تذکرہ محض بے محل تھا...............(ان حقائق کے اظہار کے وقت کی) جو آیت **هُوَ الَّذِی اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی** میں صاف اور کھلے کھلے طور پر مرقوم ہے۔ سو اب وہی وقت ہے اور ہر یک شخص روحانی روشنی کا محتاج ہو رہا ہے۔ سو خدائے تعالیٰ نے اس روشنی کو دیکر ایک شخص کو دنیا میں بھیجا- وہ کون ہے؟ یہی ہے جو بول رہا ہے-

''رسالہ فتح اسلام میں یہ امر مفصل طور پر بیان کیا گیا ہے کہ ایسے عظیم الشان کاموں کے لئے قوم کے ذی مقدرت لوگوں کی امداد ضروری ہے اور اس سے زیادہ اور کونسی سخت معصیت ہوگی کہ ساری قوم دیکھ رہی ہے کہ اسلام پر چاروں طرف سے حملے ہو رہے ہیں اور وہ وبا پھیل رہی ہے- جو کسی آنکھ نے پہلے اس سے نہیں دیکھی تھی اس نازک وقت میں ایک شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے اٹھا اور چاہتا ہے کہ اسلام کا خوبصورت چہرہ تمام دنیا پر ظاہر کرے اور اس کی راہیں مغربی ملکوں کی طرف کھولے لیکن قوم اس کی امداد سے دستکش ہے اور سوءِ ظن اور دنیا پرستی کی راہ سے بکلی قطع تعلقات کر کے چپ چاپ بیٹھی ہے۔.......................

میرے پیارے دوستو! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے خدا تعالیٰ نے سچا جوش آپ لوگوں کی ہمدردی کے لئے بخشا ہے اور ایک سچی معرفت آپ صاحبوں کی زیادتِ ایمان و عرفان کے لئے مجھے عطا کی گئی ہے- اس

معرفت کی آپ اور آپ کی ذرّیت کو نہایت ضرورت ہے سو میں اس لئے مستعد کھڑا ہوں کہ آپ لوگ اپنے اموالِ طیبہ سے اپنی دینی مہمات کے لئے مدد دیں اور ہر ایک شخص جہاں تک خدائے تعالیٰ نے اس کو وسعت وطاقت ومقدرت دی ہے اس راہ میں دریغ نہ کرے اور اللہ اور رسولؐ سے اپنے اموال کو مقدم نہ سمجھے اور پھر میں جہاں تک میرے امکان میں ہے، تالیفات کے ذریعہ سے ان علوم اور برکات کو ایشیا اور یورپ کے ملکوں میں پھیلاؤں .... یہ سچ بات ہے کہ یورپ اور امریکہ نے اسلام پر اعتراضات کرنے کا ایک بڑا ذخیرہ پادریوں سے حاصل کیا ہے- اوران کا فلسفہ اور طبعی بھی ایک الگ ذخیرہ نکتہ چینی کا رکھتا ہے .... یہ دو تین ہزار کے قریب حال کے زمانہ ....(میں باتیں) اسلام کی نسبت بصورت اعتراض سمجھی گئی ہیں- ....

''اس میں کچھ شک نہیں کہ اسلام میں اس قدر صداقت کی روشنی چمک رہی ہے اور اس قدر اس کی سچائی پر نورانی دلائل موجود ہیں کہ اگر وہ اہلِ تحقیق کے زیرِ توجہ لائی جاویں تو یقیناً وہ ہر یک سلیم العقل کے دل میں گھر کر جاویں لیکن افسوس کہ ابھی وہ دلائل اندرونی طور پر بھی اپنی قوم میں شائع نہیں چہ جائیکہ مخالفوں کے مختلف فرقوں میں شائع ہوں۔سو انہیں براہین اور دلائل اور حقائق اور معارف کے شائع کرنے کے لئے قوم کی مالی امداد کی حاجت ہے۔کیا قوم میں کوئی ہے جو اس بات کو سنے؟

''جب سے میں نے رسالہ فتح اسلام کو تالیف کیا ہے ہمیشہ میرا اس طرف خیال لگا رہا کہ میری اس تجویز کے موافق جو میں نے دینی چندہ کے لئے رسالہ مذکور میں لکھی ہے دلوں میں حرکت پیدا ہوگی .... مگر افسوس کہ بجز چند میرے مخلصوں کے جن کا ذکر میں عنقریب کروں گا کسی نے اس طرف توجہ نہیں کی- میں حیران ہوں کہ کن الفاظ کو استعمال کروں تا میری قوم پر وہ مؤثر ہوں میں سوچ میں ہوں کہ وہ کونسی تقریر ہے جس سے وہ میرے غم سے بھرے ہوئے دل کی کیفیت سمجھ سکیں- اے قادر خدا! ان کے دلوں میں آپ الہام کر اور غفلت اور بدظنی کی رنگ آمیزی سے ان کو باہر نکال اور حق کی روشنی دکھلا-

''پیارو! یقیناً سمجھو کہ خدا ہے اور وہ اپنے دین کو فراموش نہیں کرتا بلکہ تاریکی کے زمانہ میں اس کی مدد فرماتا ہے مصلحت عام کے لئے ایک کو خاص کر لیتا ہے اور اس پر علوم لدنیہ کے انوار نازل کرتا ہے۔سو اسی نے مجھے جگایا اور سچائی کے لئے میرا دل کھول دیا۔میری روزانہ زندگی کا آرام اسی میں ہے کہ میں اسی کام میں لگا رہوں بلکہ میں اس کے بغیر جی ہی نہیں سکتا- کہ میں اس کا اور اسکے رسولؐ کا اور اس کی کلام کا جلال ظاہر کروں .... میرا فرض بھی ہے کہ جو کچھ مجھے دیا گیا وہ دوسروں کو بھی دوں اور دعوتِ مولیٰ میں ان سب کو شریک کرلوں جو ازل سے بلائے گئے ہیں- میں اس مطلب کے پورا کرنے کے لئے قریباً سب کچھ کرنے کے لئے مستعد ہوں ....

لیکن جو امر میرے اختیار میں نہیں میں خداوند قدیر سے چاہتا ہوں کہ وہ آپ اس کو انجام دیوے- میں مشاہدہ کر رہا ہوں کہ ایک دستِ غیبی مجھے مدد دے رہا ہے اور اگر چہ میں تمام فانی انسانوں کی طرح ناتواں اور ضعیف البنیان ہوں- تاہم میں دیکھتا ہوں کہ مجھے غیب سے قوت ملتی ہے .... اور میں جو کہتا ہوں کہ ان الٰہی کاموں میں قوم کے ہمدرد مدد کریں وہ بے صبری سے نہیں بلکہ صرف ظاہر کے لحاظ اور اسباب کی رعایت سے کہتا ہوں ورنہ خدا تعالیٰ کے فضل پر میرا دل مطمئن ہے اور امید رکھتا ہوں کہ وہ میری دعاؤں کو ضائع نہیں کریگا اور میرے تمام ارادے اور امیدیں پوری کر دے گا-

آخر پر حضور نے فرمایا کہ

''اب میں ان مخلصوں کا نام لکھتا ہوں جنہوں نے حتی الوسع میرے دینی کاموں میں مدد دی یا جن پر مدد کی امید ہے یا جن کو اسباب میسر آنے پر طیار دیکھتا ہوں-''

پھر حضور نے انتالیس مخلصین کے اسماء مع ان کے اوصاف وخصائل رقم کئے ہیں پھر ''باقی اسماء بعض مبائعین'' درج کئے ہیں جو پینتیس ہیں- اوران میں سترہویں نمبر پر ''حبی فی اللہ منشی حبیب الرحمٰن صاحب'' کا نام مرقوم ہے ان مؤخر الذکر احباب کے بارے میں حضور تحریر فرماتے ہیں کہ

''یہ سب صاحب علیٰ حسب مراتب اس عاجز کے مخلص دوست ہیں اور بعض ان میں سے اعلیٰ درجہ کا اخلاص رکھتے ہیں- اسی خلاص کے موافق جو اس عاجز کے منتخب دوستوں میں پایا جاتا ہے اگر مجھے طول کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں جداگانہ ان کے مخلصانہ حالات لکھتا- انشاء اللہ القدیر کسی دوسرے مقام میں لکھوں گا- اب میں اس تذکرہ کو دعا پر ختم کرتا ہوں:

''اے قادر خدا! میرے اس ظن کو جو میں اپنے ان تمام دوستوں کی نسبت رکھتا ہوں سچا کر کے مجھے دکھا اوران کے دلوں میں تقوٰی کی سبز شاخیں جو اعمال صالحہ کے میووں سے لدی ہوئی ہیں پیدا کر ان کی کمزوری کو دور فرما اور ان کا سب کسل دور کر دے اوران کے دلوں میں اپنی عظمت قائم کر اوران میں اوران کے نفسوں میں دوری ڈال اور ایسا کر کہ وہ تجھ میں ہو کر بولیں اور تجھ میں ہو کر سنیں اور تجھ میں ہو کر دیکھیں اور تجھ میں ہو کر ہر ایک حرکت (و) سکون کریں- ان سب کو ایک ایسا دل بخش جو تیری محبت کی طرف جھک جائے اور ان کو ایک ایسی معرفت عطا کر جو تیری طرف کھینچ لیوے- اے بارِ خدا! یہ جماعت تیری جماعت ہے اس کو برکت بخش اور سچائی کی روح ان میں ڈال کہ سب قدرت تیری ہی ہے- آمین-'' ☆

☆ حاشیہ اگلے صفحہ پر

بعدہٗ انتیس چندہ دہندگان کے اسماء مع تفصیل چندہ درج کئے گئے ہیں ان میں ''منشی حبیب الرحمٰن صاحب'' کا ماہوار چندہ نصف روپیہ شامل ہے اس چندہ کا سالانہ میزانا پانصد چہتر روپے کچھ آنے اور ماہوار اڑتالیس روپے اور چند پائی بنتا ہے۔

ایسی عظیم آسمانی مہم کے ایسے غریبانہ آغاز کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے شرفِ قبول بخشا۔ اوراس سلسلہ کو ایک عظیم تناور درخت بنا دیا۔**فالحمد للہ علیٰ ذٰلک**

(۲) حضرت اقدسؑ کی خوشنودی ایک رسالہ کی اشاعت پر۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جس قدر اموال کی ضرورت اشاعت حق کے لئے تھی اور جو اس میں مدد کرتے تھے۔ ان کا یہ کام کیسا باعثِ ثواب تھا حضور کے اس اشتہار سے ظاہر ہے جس کا عنوان ہے۔

''ضروری گذارش

ان باہمت دوستوں کی خدمت میں جو کسی قدر امداد امورِ دین کے لئے مقدرت رکھتے ہیں

''اے مرداں بکواشید و برئے حق بجوشید

''اگرچہ پہلے ہی سے میرے مخلص احباب للّٰہی خدمت میں اس قدر مصروف ہیں کہ میں شکر ادا نہیں کر سکتا اور دعا کرتا ہوں کہ خداوند کریم ان کو ان تمام خدمات کا دونوں جہانوں میں زیادہ سے زیادہ اجر بخشے۔ لیکن اس وقت خاص طور پر توجہ دلانے کے لئے یہ امر پیش آیا ہے کہ آگے تو ہمارے صرف بیرونی مخالف تھے اور فقط بیرونی مخالفت کی ہمیں فکر تھی اور اب وہ لوگ بھی جو مسلمان ہونے کا دعوٰی کرتے ہیں بلکہ مولوی اور فقیہہ کہلاتے ہیں، سخت مخالف ہوگئے ہیں یہاں تک کہ وہ عوام کو ہماری کتابوں کے خریدنے بلکہ پڑھنے سے منع کرتے اور روکتے ہیں اس لئے ایسی دقتیں پیش آ گئی ہیں جو بظاہر ہیبت ناک معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن اگر ہماری جماعت سست

حاشیہ سابقہ: ازالہ اوہام حصہ دوم طبع اوّل (صفحہ ۷۶۸ تا ۸۱۹ و ۸۲۳ و ۸۲۴) ان انتیس احباب کا چندہ بعض کا ماہوار اور بعض کا سالانہ درج ہے ان میں سے پانچ کپورتھلہ کے ہیں سب کا ماہوار حساب خلاصۃً یوں بنتا ہے:-

ماہوار چندہ	تعداد افراد	ماہوار چندہ	تعداد افراد
(۱) ایک آنہ چار پائی	دو	(۷) ایک روپیہ	آٹھ
(۲) دو آنے	ایک	(۸) دو روپیہ	چار
(۳) دو آنے آٹھ پائی	تین	(۹) تین روپیہ	ایک
(۴) ساڑھے تین آنہ	ایک	(۱۰) پانچ روپیہ	ایک
(۵) چار آنے	دو	(۱۱) بیس روپیہ	ایک
(۶) آٹھ آنے	پانچ		

نہ ہو جائے تو عنقریب یہ سب دقتیں دور ہو جائیں گی- اس وقت ہم پر فرض ہو گیا ہے کہ بیرونی اور اندرونی دونوں قسم کی خرابیوں کی اصلاح کرنے کے لئے بدل و جان کوشش کریں اور اپنی زندگی کو اسی راہ میں فدا کر دیں- اور وہ صدقِ قدم دکھلاویں جس سے خدا تعالےٰ جو پوشیدہ بھیدوں کو جاننے والا اور سینوں کی چھپی ہوئی باتوں پر مطلع ہے راضی ہو جائے-

اسی بناء پر میں نے قصد کیا ہے کہ اب قلم اٹھا کر پھر اس کو اس وقت تک موقوف نہ رکھا جائے جب تک کہ خدا تعالیٰ اندرونی اور بیرونی مخالفوں پر حجت پوری کر کے حقیقت عیسویہ کے حربہ سے حقیقت دجالیہ کو پاش پاش نہ کرے- لیکن کوئی قصد بجز توفیق و فضل و امداد و رحمت الٰہی انجام پذیر نہیں ہو سکتا اور خدا تعالیٰ کی بشارات پر نظر کر کے جو بارش کی طرح برس رہی ہیں- اس عاجز کو بھی امید ہے کہ وہ اپنے اس بندہ کو ضائع نہیں کرے گا- اور اپنے دین کو اس خطرناک پراگندگی میں نہیں چھوڑے گا- جواب اس کے لاحق حال ہے-

مگر برعایت ظاہری جو طریق مسنون ہے- **مَنْ انصاری الی اللہ** بھی کہنا پڑتا ہے سو بھائیو!.............. سلسلہ تألیفات کو بلافصل جاری رکھنے کے لئے میرا پختہ ارادہ ہے- اور یہ خواہش ہے کہ اس رسالہ کے چھپنے کے بعد جس کا نام ’’نشانِ آسمانی‘‘ ہے- رسالہ ’’دافع الوساوس‘‘ طبع کرا کر شائع کیا جاوے اور بعد اس کے بلاتوقف رسالہ ’’حیات النبیؐ و ممات المسیح‘‘ جو یورپ اور امریکہ کے ملکوں میں بھی بھیجا جائے گا شائع ہو- اور بعد اس کے بلا توقف حصہ پنجم ’’براہین احمدیہ‘‘ جس کا دوسرا نام ’’ضرورتِ قرآن‘‘ رکھا گیا ہے- ایک مستقل کتاب کے طور پر چھپنا شروع ہو-

’’لیکن میں اس سلسلہ کے قائم رکھنے کے لئے یہ احسن انتظام خیال کرتا ہوں کہ ہر ایک رسالہ جو میری طرف سے شائع ہو، میرے ذی مقدرت دوست اس کی خریداری سے مجھ کو بدل و جان مدد دیں۔ اس طرح پر کہ حسب مقدرت اپنے ایک نسخہ یا چند نسخے اس کے خرید لیں- جن رسائل کی قیمت تین آنہ یا چار آنہ یا اس کے قریب ہو ان کو ذی مقدرت احباب اپنے مقدور کے موافق ایک مناسب تعداد تک لے سکتے ہیں اور پھر وہی قیمت دوسرے رسالہ کے طبع میں کام آ سکتی ہے- اگر میری جماعت میں ایسے احباب ہوں جو ان پر...............زکوٰۃ فرض ہو تو ان کو سمجھنا چاہیئے کہ اس وقت دینِ اسلام جیسا غریب اور یتیم اور بیکس کوئی بھی نہیں اور زکوٰۃ نہ دینے میں جس قدر تہدید شرع وارد ہے وہ بھی ظاہر ہے اور عنقریب ہے جو منکر زکوٰۃ کافر ہو جائے پس فرض عین ہے جو اسی راہ میں اعانتِ اسلام میں زکوٰۃ دی جاوے زکوٰۃ میں کتابیں خریدی جائیں اور مفت تقسیم کی جائیں اور میری تألیفات بجز ان رسائل کے اور بھی ہیں...............آئندہ ہر ایک امر اللہ جلشانہٗ کے اختیار میں ہے- **یفعل**

مایشاء وھوعَلیٰ کُلّ شی ءٍ قدیر۔ ‘‘(۹۴)

منشی حبیب الرحمٰن صاحب نے اس تحریک کے بغیر اوراس سے قریباً پانچ ماہ پہلے دس رسالے منگوا کر مفت تقسیم کئے۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ آپ کو تحریر فرماتے ہیں:-

مشفقی محبی اخویم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

محبت نامہ پہونچ کر آپ کے تر ددات کا حال معلوم کر کے بہت غم ہؤا۔ دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ آپ کو تمام تر ددات سے مخلصی عطا فرماوے۔ آپ نے بہت ثواب کا کام کیا کہ دس رسالے مفت تقسیم کئے۔ جزاکم اللہ۔ اب عنقریب انشاء اللہ رسالہ ’’دافع الوساوس‘‘ بھی شائع ہو جائے گا۔

’’میں یقیناً کہتا ہوں کہ آپ کی خواب نہایت عمدہ ہے۔ منشی ظفر احمد (صاحب) جو موجود تھے اس سے مراد انشاء اللہ ظفر ہے۔ یعنی فتح آپ کو ہے۔

والسلام خاکسار

مرزا غلام احمد ۴؍جنوری ۱۸۹۲ء ☆

(۳) ترجمۃ القرآن کی خریداری۔ حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کے درس قرآن کو جمع کر کے ’’ترجمۃ القرآن‘‘ کو تیار کیا گیا تھا۔ اور اس پر حضرت ممدوح نے کئی بار نظر ثانی فرمائی تھی۔ (۹۵) ادارہ الحکم نے افادۂ عام کے لئے اعلان کیا تھا کہ تین صد جلدوں کی خریداری کی اطلاع آنے پر اس کی طباعت شروع کی جائیگی اور جنوری ۱۹۰۰ء کے آغاز میں بتایا کہ چھ افراد کی طرف سے مزید آٹھ جلدوں کی خریداری کی اطلاع ملی ہے جن میں سے دو جلدوں کی خریداری منشی حبیب الرحمٰن صاحب نے قبول کی ہے۔ اور اس وقت تک ستر جلدوں کی خریداری کی اطلاع ملی ہے۔ ۞

(۴) تعمیر منارۃ المسیحؑ ۔ حضرت رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ حضرت عیسیٰؑ کا نزول ایک سفید منارہ کے پاس دمشق کے مشرق کی طرف ہوگا۔ (صحیح مسلم) مجدد صدی نہم حضرت امام جلال

☆ مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر پنجم (مکتوب نمبر ۹/۱ صفحہ ۵۳و۵۴) الحکم ۲۸؍جنوری ۱۹۳۴ء (صفحہ ۷ کالم ۱) ’’منشی ظفر احمد‘‘ کے ساتھ ’’صاحب‘‘ کا لفظ صرف نقل بقلم منشی کظیم الرحمٰن صاحب میں موجود ہے۔

۞ الحکم ۱۰؍جنوری ۱۸۹۹ء (صفحہ ۷) تین ماہ میں صرف ستّر خریدار ملے۔ جماعت کی مالی حالت کا اس سے اندازہ ہوتا ہے۔

الدین سیوطیؒ کے نزدیک یہ منار دمشق کی طرف ہونا چاہیئے اور ضروری نہیں کہ دمشق میں واقع ہو۔

(حاشیہ ابن ماجہ مصری)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الٰہی تحریک پر اشتہار مؤرخہ ۱۸ مئی ۱۹۰۰ء (مشہور خطبہ الہامیہ) کے ذریعہ یہ اعلان کیا کہ مسجد اقصیٰ قادیان میں ایک منارہ تعمیر کیا جائے گا۔ جس کا اسلام کی سربلندی کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے منارہ کی پیشگوئی کا ذکر کرکے اس کے فوائد بیان کئے ہیں اور مسجد اقصیٰ کے بارے تفصیل بھی بیان کی ہے حضور رقم فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے قادیان کی مسجد جو میرے والد صاحب مرحوم نے مختصر طور پر دو بازاروں کے وسط میں ایک اونچی زمین پر بنائی تھی۔ اب شوکت اسلام کے لئے بہت وسیع کی گئی............ لہذا اب یہ مسجد اور رنگ پکڑ گئی ہے۔ یعنی پہلے اس مسجد کی وسعت صرف اس قدر تھی کہ بمشکل دوسو آدمی اس میں نماز پڑھ سکتا تھا لیکن اب دو ہزار کے قریب اس میں نماز پڑھ سکتا ہے۔ اور غالباً آئندہ اور بھی یہ مسجد وسیع ہو جائے گی۔ میرے دعویٰ کی ابتدائی حالت میں اس مسجد میں جمعہ کی نماز کے لئے زیادہ سے زیادہ پندرہ بیس آدمی جمع ہوا کرتے تھے۔ لیکن اب خدا تعالیٰ کا یہ فضل ہے کہ تین سو یا چار سو نمازی ایک معمولی اندازہ ہے اور کبھی سات سو یا آٹھ سو تک بھی نمازیوں کی نوبت پہنچ جاتی ہے۔ لوگ دور دور سے نماز پڑھنے کے لئے آتے ہیں۔ یہ عجیب خدا تعالیٰ کی قدرت ہے کہ پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں نے بہت زور مارا کہ سلسلہ ٹوٹ جائے اور درہم برہم ہو جائے۔ لیکن جوں جوں وہ بیخ کنی کے لئے کوشش کرتے گئے اور بھی ترقی ہوتی گئی اور ایک خارق عادت طور پر یہ سلسلہ اس ملک میں پھیل گیا۔ نیز فرمایا کہ اس مسجد کے مشرقی حصہ میں تین امور کی خاطر منارہ تعمیر کیا جائے گا کہ

اول:۔ پانچ وقت اس پر اذان دی جائے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اب وقت آ گیا ہے کہ **لاالــہٗ الّا اللہ** کی آواز ہر ایک کان تک پہنچے۔ گویا حضرت رسول پاک محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلم نے جس ازلی ابدی زندہ خدا کی طرف رہنمائی کی تھی، اس کے سوا دیگر معبود باطل ہیں کیونکہ ان پر ایمان لانے والے کوئی نشان نہیں دکھلا سکتے۔

دوم: اس مینار پر روشنی کا انتظام کیا جائے گا گویا لوگ معلوم کریں کہ آسمانی روشنی کا زمانہ آ گیا ہے۔

سوم:۔ اس پر جو گھڑیال آویزاں کیا جائے گا۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ لوگ پہچان لیں کہ آسمان کے دروازوں کے کھلنے کا وقت آ گیا ہے۔

نیز فرمایا کہ منارۂ بیضاء کے پاس نزول کا مطلب یہ ہے کہ مسیح موعودؑ کے وقت کا یہ نشان ہے کہ اس وقت دینا میں میل جول اور ملاقات اور تبلیغ اور دینی روشنی پہچانے اور ندا کرنے کی ایسی سہولت ہوگی گویا یہ شخص منارہ

پر کھڑا ہے۔اوراس کی روشنی اورآ واز جلدتر دنیا میں پھیلے گی-اور یہ باتیں کسی اور نبی کومیسر نہیں آ ئیں-

احادیث نبویہ میں جو یہ آیا ہے کہ آنے والا مسیح صاحب المنارہ ہوگا اس کے اندر یہ حقیقت مخفی ہے کہ اس کے زمانہ میں اسلامی سچائی بلندی کے انتہاء تک پہنچے گی- جو اس منارہ کی مانند ہے جو نہایت اونچا ہوا اور دین اسلام آیت هُوَالَّذِی اَرسَلَ رَسُولَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّینِ کُلِّهٖ کے مطابق تمام ادیان پر غالب آجائے گا- جیسے مینار سے اذان تمام آوازوں پر غالب آجاتی ہے یہی اشارہ میرے اس الہام میں ہے کہ

''بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید وپائے محمدیاں برمنارِ بلندتر محکم افتاد'' ☆

دمشق کا ذکر اس لئے ہے کہ تثلیث کی تخم ریزی دمشق ہی سے شروع ہوئی تھی-اور مسیح موعودؑ کے دمشق کے قریب نزول میں یہ اشارہ ہے کہ اس کی غرض یہ ہے کہ تا تثلیث کے خیالات کو محو کر کے ایک خدا کا جلال دنیا میں قائم کرے۔ ایسی الٰہی باتوں کی تہہ میں اسرار ورموز ہوتے ہیں- پولوس یہودی نے ایک خواب کا منصوبہ بنا کر تثلیث کا آغاز کیا اور اس شرکِ عظیم کا کھیت اوّل دمشق میں ہی بڑھا اور پھولا اور پھر یہ زہر دیگر مقامات میں پھیلا اللہ تعالیٰ کو تو معلوم تھا کہ ایک انسان کو خدا بنانے کا بنیادی پتھر اول دمشق میں ہی رکھا گیا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے ذکر کے وقت کہ جب غیرتِ خداوندی اس باطل تعلیم کو نابود کرے گی پھر دمشق کا ذکر فرمایا اور پیشگوئی کا مطلب یہ تھا کہ مسیح موعودؑ کا نور آفتاب کی طرح دمشق کی طرح دمشق کے مشرقی جانب سے طلوع کر کے مغربی تاریکی کو دور کردے گا- اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ مسیح موعود آفتاب کی طرح جو مشرق سے طلوع کرتا ہے ظہور فرمائے گا- اور اس کے مقابل پر تثلیث کا چراغِ مردہ جو مغرب کی طرف واقع ہے دن بدن پژمردہ ہوجائے گا کیونکہ الٰہی کتب میں مشرق کی طرف سے طلوع اقبال کی نشانی اور مغرب کی طرف سے جانا ادبار کی نشانی ہے-

پھر حضرت اقدسؑ نے ایک اور اشتہار کے ذریعہ اس اہم خدمتِ دین کے بارے توجہ دلاتے ہوئے رقم فرمایا:

''میں آج خاص طور سے اپنے ان مخلصوں کو اس کام کے لئے توجہ دلاتا ہوں جن کی نسبت مجھے یقین ہے کہ اگر وہ سچے دل سے کوشش کریں ....جیسا کہ اپنے نفس اغراض کے لئے اور اپنے بیٹوں کی شادیوں کے لئے پورے زور سے انتظام سرمایہ کر لیتے ہیں............تو ممکن ہے کہ یہ کام ہوجائے- اگر انسان کو ایمانی دولت سے حصہ ہوتو گو کیسے ہی مالی مشکلات کے شکنجہ میں آجائے تاہم وہ کارِ خیر کی توفیق پالیتا ہے-'' ۞

چنانچہ حضور نے بطور مثال دوغریب لیکن مخلص احمدیوں کے اسماء درج کئے ہیں- جنھوں نے اپنی مقدور سے بہت بڑھ کر تعمیر منارہ کے لئے مالی پیشکش کی ہے۔ نیز حضور فرماتے ہیں کہ منارہ کی پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے اسلام میں دو دفعہ کوشش کی گئی۔ ۷۴۱ ہجری سے پہلے کئی لاکھ روپے سے ایک مینار تعمیر ہوا- نصاریٰ نے اسے

☆ تذکرہ صفحہ ۷ے طبع ۲۰۰۴ء ۞ مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ ۴۲۲

جلا دیا۔ پھر ۱۴۱۷ ہجری میں پھر منارہ تیار کیا گیا جو آگ لگنے سے مع جامع اموی جل گیا۔

''سواب یہ تیسری مرتبہ ہے اور خدا تعالیٰ نے آپ لوگوں کو موقع دیا ہے کہ اس ثواب کو حاصل کریں۔ جو شخص اس ثواب کو حاصل کرے گا وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ہمارے انصار میں سے ہوگا.................میرا نور قلب مجھے اس وقت اس بات کی طرف تحریک کرتا ہے جو ایسے مبارک کام کے لئے جس میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی پوری ہوتی ہے اپنی مخلص جماعت کو اس مالی مدد کی تکلیف دوں جو مومن کے لئے جنت کو واجب کرتا ہے۔ پس میں اسی غرض سے چند مخلصین کے نام.......................لکھتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ ہر ایک ان میں سے کم سے کم ایک سو روپیہ اس عظیم الشان کام کے لئے پیش کرے...........

''سوا ے مخلصو! خدا تعالیٰ آپ لوگوں کو قوت بخشے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو ثواب حاصل کرنے اور امتحان میں صادق نکلنے کا یہ موقع دیا ہے۔ مال سے محبت مت کرو کیونکہ وہ وقت آتا ہے کہ اگر تم مال کو نہیں چھوڑتے تو وہ تمہیں چھوڑ دے گا۔

مسیح موعودؑ کے لئے ......دو پیشگوئیاں تھیں۔ ایک کسوف وخسوف کا رمضان کی مقررہ تاریخوں میں ہونا جس میں انسانی ہاتھ کا دخل نہیں، یہ پوری ہو چکی۔ دوسری جس میں انسانی ہاتھ کا دخل ہے یہ منارہ کا تیار کرنا ہے۔

''مسیح موعود کا حقیقی نزول یعنی ہدایت اور برکات کی روشنی کا دنیا میں پھیلنا یہ اسی پر موقوف ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہو یعنی منارہ طیار ہو.....................لفظ...........نازل (ہونا)..............اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بغیر وسیلہ انسانی اسباب کے آسمان سے ایک قوت نازل ہوگی جو دلوں کو حق کی طرف پھیرے گی۔ اور مراد اس سے انتشار روحانیت اور بارش انوار و برکات ہے۔ سو ابتداء سے یہ مقدر ہے کہ حقیقت مسیحیہ کا نزول جو نور اور یقین کے رنگ میں دلوں کو خدا کی طرف پھیرے گا منارہ کی طیاری کے بعد ہوگا..........یہ جو لکھا ہے کہ منارہ کے قریب مسیح کا نزول ہوگا۔ اس کے معنوں میں یہ بات داخل ہے کہ اسی زمانہ میں جبکہ منارہ طیار ہو جائے گا مسیحی برکات کا زور وشور سے ظہور بروز ہوگا اور اسی ظہور و بروز کو نزول کے لفظ سے بیان کیا گیا ہے.............(جن کے نام منارہ پر لکھے جائیں گے وہ) زمانہ دراز تک بطور کتبہ کے منارہ پر کندہ رہیں گے جو آئندہ آنے والی نسلوں کو دعا کا موقع دیتے رہیں گے۔

''فہرست چندہ دہندگان'' میں چھہتر نمبر پر آپ کا نام نامی

''منشی حبیب الرحمٰن صاحب رئیس حاجی پور۔ کپورتھلہ''

مرقوم ہے۔ ☆ منارۃ المسیح پر آپ کا نام یوں درج ہے:۔

☆ مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ ۴۲۲ تا ۴۲۶ اشتہار بہ عنوان ''اپنی جماعت کے خاص گروہ کے لئے منارۃ المسیح

''۳۴۸ منشی حبیب الرحمٰن صاحب حاجی پورہ''

گویا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ''اس عظیم الشان سعادت سے حصہ'' پانے کی توفیق عطا کی۔ منارہ کی تکمیل ۱۹۲۳ء میں ہوئی۔ اس سال میں ارتدادِ ملکانہ کے انسداد کے باعث سلسلہ احمدیہ کا نام روشن ہوا اور ۱۹۲۴ء میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ' کے اسلامی ممالک میں سے گذرتے ہوئے انگلستان میں ''ویمبلے مذاہب کانفرنس'' میں شمولیت کرنے اور آپ کے مضمون کے سنائے جانے، انگلستان کی اولیں مسجد کی اس کے مرکز میں سنگ، بنیاد آپ کے ہاتھوں رکھے جانے اور اس عرصہ قیام میں حضرت مولوی نعمت اللہ خاں صاحب کی المناک شہادت واقع ہونے اور بعدہ' تحریک جدید کی الٰہی تحریک کے ذریعہ ہر چہار اطرافِ عالم میں مبلغین کے بھجوائے جانے سے اشاعتِ سلسلہ احمدیہ کا خاص سامان الٰہی نصرت وتائید سے ہوا جو خلافت ثانیہ کے اواخر میں اور خلافتِ ثالثہ میں یہ فتوحات وکامرانیاں برق رفتاری اختیار کرگئی ہیں۔ فالحمدللہ علیٰ ذٰلک۔ ☆

(۵و۶) اعانت مدرسہ تعلیم الاسلام ومساکین فنڈ میں شرکت

مدرسہ تعلیم الاسلام کا کیا احسن اور اہم مقصد تھا اور اس کی اعانت کتنی کارِخیر تھی اس کا علم حضرت مسیح موعود علیہ الاسلام کے ۱۵رستمبر ۱۸۹۷ء کے اشتہار بہ عنوان ''ایک ضروری فرض کی تبلیغ'' سے ہوتا ہے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

''اگرچہ ہم دن رات اس کام میں لگے ہوئے ہیں کہ لوگ اس سچے معبود پر ایمان لاویں جس پر ایمان لانے سے نور ملتا اور نجات حاصل ہوتی ہے۔ لیکن اس مقصد تک پہنچانے کے لئے ....ایک طریق........یہ ہے کہ ایک مدرسہ قائم ہوکر بچوں کی تعلیم میں ایسی کتابیں ضروری طور پر لازمی ٹھہرائی جائیں جن کے پڑھنے سے ان کو پتہ لگے کہ اسلام کیا شے ہے...............

''...............میں مناسب دیکھتا ہوں کہ بچوں کی تعلیم کے ذریعہ سے اسلامی روشنی کو ملک میں پھیلاؤں.........................ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ اس طوفان ضلالت میں اسلامی ذریّت کو غیر مذاہب کے وساوس سے بچانے کے لئے اس ارادہ میں میری مدد کرے۔ سو میں مناسب دیکھتا ہوں کہ بالفعل قادیان میں ایک مڈل سکول قائم کیا جائے اور علاوہ تعلیم انگریزی کے ایک حصہ تعلیم کا وہ

بقیہ حاشیہ: کے بارے میں توجہ دہانی اور اس کام کے لئے ان سے ایک درخواست'' نیز الفضل ۳رجنوری ۱۹۳۰ء میں ان چندہ دہندگان کی فہرست میں نمبر ۳۴۵ پر آپ کا نام ''منشی حبیب الرحمٰن صاحب'' درج ہے (صفحہ ۱۴ کالم ۲)

☆ فروری ۱۹۲۳ء میں منارہ پر گیس کے ہنڈے لگائے گئے تھے۔ اس وقت منارہ کی تعمیر مکمل ہوگئی تھی۔ (۹۶)

کتابیں رکھی جائیں ....(جن میں) مخالفوں کے اعتراضات کا جواب دے کر اسلام کی خوبیاں سکھلائی جائیں ....اس طریق سے اسلامی ذریت نہ صرف مخالفوں کے حملوں سے محفوظ رہے گی- بلکہ بہت جلد وہ وقت آئے گا کہ حق کے طالب سچ کی روشنی اسلام میں پاکر باپوں اور بیٹوں اور بھائیوں کو اسلام کے لئے چھوڑ دیں گے- مناسب ہے کہ ہر ایک صاحبِ توفیق ....اطلاع دیوے کہ وہ اس کارخیر کی امداد میں کیا کچھ ماہواری مدد کرسکتا ہے-اگر یہ سرمایہ زیادہ ہوجائے تو کیا تعجب ہے کہ یہ سکول انٹرنس تک ہوجائے-

’’...............اول بنیاد چندہ کی اخویم مخدومی مولوی حکیم نورالدین صاحب نے ڈالی ہے کیونکہ انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ میں اس سکول کے لئے دس روپیہ ماہواری دوں گا- اور مرزا خدابخش صاحب...................نے دو روپیہ اور محمد اکبر صاحب نے ایک روپیہ..........اور میر ناصر نواب صاحب نے ایک روپیہ.................اور اللہ داد صاحب کلرک شاہ پور نے ۸/ (یعنی نصف روپیہ) ماہواری چندہ دینا قبول کیا ہے-‘‘(۹۷)

منشی حبیب الرحمٰن صاحب کی اعانت کا ذکر کرنا یہاں مقصود ہے۔ اس دوران میں عظیم ترین اعانت حضرت نواب محمد علی خاں صاحبؓ کی طرف سے ہوئی جو ایک بھاری جاگیر کی وجہ سے صاحبِ توفیق تھے-حضورؑ کی تحریر سے ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں چند آنے بھی اہمیت رکھتے تھے۔ مدرسہ کی اعانت کے سلسلہ میں مجلسِ منتظمہ کی طرف سے سیکرٹری صاحب کا اعلانِ شکریہ درج کرتے ہوئے الحکم کی طرف سے تحریر ہوا کہ

’’مبارک ہیں وہ لوگ جو اس شکریہ کے مصداق ہیں کیونکہ مدرسہ تعلیم الاسلام حقیقت میں حضرت اقدسؑ ....کی پاک اغراض میں سے ہے اور آپ ہی کا مدرسہ ہے۔اس صورت میں شکریہ امام موعود کی طرف سے ہے ....پس جو امام الزمان کے پاک ارادوں کی تکمیل میں کوشاں ہوتا ہے وہ گویا اللہ تعالیٰ کے حضور....................سرخروئی.........(پاتا) ہے-‘‘(۹۸)

سیکرٹری صاحب موصوف نے اس موقع کے تمام احباب چندہ دہندگان میں سے صرف چار احباب کے نام تحریر کئے ہیں-جنہوں نے ’’بڑی عالی حوصلگی‘‘ سے مجلس منتظمہ کے نمائندہ مرزا خدابخش صاحب کا ’’خیر مقدم‘‘ کیا-

’’(اور نہ صرف) خود معقول رقموں سے مدد کی بلکہ اوروں سے دلانے میں بھی کوشش کی-‘‘

اور لکھا کہ

''مجلسِ منتظمہ دعا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی ہمتوں میں برکت دے'' اس سلسلہ میں ''منشی حبیب الرحمٰن صاحب رئیس و نمبردار حاجی پور'' کے بارے لکھتے ہیں کہ

''(انہوں نے) اپنی ہمت اور طاقت سے بڑھ کر امداد کی یعنی بیس روپے اپنی طرف سے اور پانچ روپے اپنی اہلیہ کی طرف سے دیئے'' ☆

(۷) ''قابل تقلید نمونہ۔ اخبارات ورسائل سلسلہ احمدیہ کی خریداری قبول کرنا۔ ان کے لئے خریدار مہیا کرنا، مالی اعانت مہیا کرنا اور اعانت کا کوئی طریق نکالنا اور احباب میں خریداری کے بارے تلقین کرنا۔ خصوصاً ابتدائی زمانہ میں جبکہ جماعت قلیل التعداد اور قلیل الوسائل تھی، ایک عظیم خدمت تھی۔

موقر الحکم کو سلسلہ احمدیہ کے اولین اخبار اور ترجمان ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اس کو اور بعد میں جاری ہونے والے بدر کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دو بازو قرار دیا۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ جیسے صاحبِ عزم نے الحکم کو شدید ناموافق حالات میں جاری رکھا۔

☆ الحکم ۱۰ر جنوری ۱۹۰۱ء (صفحہ ۱۰)

دیگر تین احباب سے ایک آنریبل خلیفہ محمد حسین صاحب ممبر کونسل پٹیالہ تھے۔ جنہوں نے اس وقت بھی اس نمائندہ کو پچاس روپے دیئے تھے۔ جبکہ اسی ماہ میں اسی مدرسہ کو وہ ایک خطیر اور گرانقدر رقم عطا فرما چکے تھے۔ تیسرے اہلیہ منشی عزیز الرحمٰن صاحب کپورتھلہ جنہوں نے اپنا زیور بیس عدد چوڑیاں فی سبیل اللہ پیش کر دی تھیں۔

اس وقت مدرسہ کی امداد کی اہمیت جس قدر تھی وہ اس امر سے ظاہر ہے کہ حضرت اقدسؑ نے احباب کو یہ تحریک کی تھی کہ تقریبِ عید پر ہر احمدی ایک ایک روپیہ اس مدرسہ کی اعانت کے لئے دے (صفحہ ۱۱ کالم ۱)

الحکم بابت ۱۰ر جنوری میں جس اعانت کا ذکر ہے کہ بذریعہ مرزا خدا بخش صاحب وصولی ہوئی تھی اس کی وصولی دسمبر ۱۹۰۰ میں ہوئی تھی۔ اور اس کی اسم وار تفصیل الحکم بابت ۲۴ر جنوری ۱۹۰۱ء میں صفحہ ۱۶ کالم ۲ میں ہوئی زیر ''روزنامچہ آمد مدرسہ تعلیم الاسلام'' میں مرقوم ہے الحکم بابت ۲۴ر فروری ۱۹۰۱ء کے مطابق منشی صاحب اور آپ کی اہلیہ صاحبہ نے اسی ماہ جنوری میں اعانت مدرسہ کے لئے مزید دو روپے بھی دیئے تھے۔ (صفحہ ۱۶ کالم ۳) اس فہرست کے مطابق پانچ افراد ایک ایک روپیہ سے کم، پچاس افراد نے ایک ایک روپیہ اور قریباً اڑھائی درجن نے ایک روپیہ سے زیادہ چندہ دیا نیز اسی سال میں منشی صاحب اور ان کی اہلیہ صاحبہ نے تین روپے مساکین فنڈ میں دیئے تھے۔ (الحکم ۲۴ر جولائی ۱۹۰۱ء۔ صفحہ ۱۶ کالم ۱ و ۲)

شیخ صاحب نے اکتوبر ۱۹۰۰ء میں احباب کوتوجہ دلائی کہ یہ اخبار شدید مشکلات میں ہے۔ایک ہزار سے زائد روپیہ خریداروں کے ذمہ بقایا ہے۔

بے سروسامانی کے باوجود گذشتہ ایک سال سے زائد عرصہ تک کاغذ و کتابت تقطیع اور طباعت میں نمایاں تبدیلی کر کے میں نے اسے چلا کر دکھایا ہے۔ (۹۹)

اس پر احباب نے قدر دانی کا اظہار کیا۔جن کے خطوط الحکم میں شائع ہوئے۔منشی حبیب الرحمٰن صاحب نے الحکم کی قدر دانی کرتے ہوئے اپنے خط میں تحریر کیا کہ اس کی ترقی خوشکن ہے۔اور اللہ تعالیٰ سے چاہا کہ وہ دن آئے جب یہ روزنامہ بن جائے۔ (۱۰۰)

الحکم نے ''قابل تقلید نمونہ'' کے عنوان کے تحت رقم فرمایا کہ منشی صاحب نے اپنی ایک بچی کی وفات پر اسے ایصال ثواب کے لئے ''ایک نیک نمونہ اور قابل تقلید ذریعہ'' یہ تجویز کیا ہے کہ سلسلہ احمدیہ کے رسائل ہمیشہ کے لئے (یعنی تاحدِ امکان۔ناقل) کسی غریب لیکن شائق کے نام جاری کرائے جائیں۔(غالبًا اولیت آپ کو حاصل ہوئی)

''منشی حبیب الرحمٰن صاحب نے ایک ایسے نیک کام کی ابتداء کی ہے جو مرحومہ کے لئے **الدَّالُ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ** (۱۰۱) کے موافق بہت بڑی نیکی اور ثواب کا موجب ہوگا۔''

نیز تحریر کیا کہ اگر تقریبات پر احباب ان ذرائعِ اشاعت کا لحاظ رکھیں تو بہت امداد کر سکتے ہیں۔☆

(۸) چندہ حضرت نانا جان کو دیا۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب نے ۱۹۰۹ء میں جو دورہ وصولی چندہ کا ہندوستان میں کیا اس بارے میں آپ رقم فرماتے ہیں کہ

''اول قادیان سے کپورتھلہ گیا اور وہاں سے کچھ چندہ وصول کر کے جالندھر پہنچا ....وہاں سے حاجی پور گیا۔وہاں بھی حبیب الرحمٰن صاحب کی کوشش سے چندہ مل گیا۔'' (۱۰۲)

☆ الحکم ۲۴؍ستمبر ۱۹۰۶ء (صفحہ ۶) اس بارہ میں مختصر اعلان بدر ۴؍اکتوبر ۱۹۰۶ء میں درج ہے (صفحہ ۱۳)

بدر ۲۴؍مارچ ۱۹۰۴ء (صفحہ ۲ کالم ۱) میں بدر کی توسیعِ اشاعت کی اعانت کرنے والے کرم فرماؤں کا عمومی رنگ میں بہت شکریہ ادا کر کے مزید توجہ دینے کی تلقین کی گئی ہے۔اعانت اس وقت قلیل معلوم ہوتی ہے۔اس زمانہ کے لحاظ سے عظیم تھی' جناب حبیب الرحمٰن صاحب پھگواڑہ'' کی وصولی شدہ قیمت زیر ''رسید زر'' دو روپے چھ آنے درج ہے (ایضاً صفحہ ۹ کالم ۴)

ریویو آف ریلیجز (اردو) کی اپریل ۱۹۰۶ء کی فہرست خریداردہندگان'' کی رو سے ''منشی حبیب الرحمٰن صاحب

(۹) ایک مضمون کی اشاعت میں اعانت ایک شخص نے پانچ سوالات کئے اور لکھا کہ میں حضرت مرزا صاحبؑ کو مصلح اعظم ماننے کو تیار ہوں لیکن اظہار احمدیت سے خائف ہوں کیونکہ قبول احمدیت کی صورت میں مجھے تمام مسلمان کافر کہیں گے مجھے ان کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے رکنا پڑے گا۔ تکالیف اٹھانی پڑیں گی۔

اسلام نے فرقہ بندی سے منع کیا ہے۔ قرآن وحدیث میں مہدی و مسیح پر علانیہ ایمان لانے کی ہدایت نہیں خفیہ ایمان رکھنے میں حرج نہیں دیکھتا۔

ان سوالات کے مدلل ومفصل جوابات حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی طرف سے الفضل بابت ۱۳؍اپریل ۱۹۱۵ء کے نو کالموں میں شائع ہوئے۔ مزید یہ مرقوم ہے:۔

''حضور کا (یہ) مضمون .... پمفلٹ کی صورت میں سولہ صفحہ حجم پر تین ہزار طبع ہوا ہے ایک ہزار جناب حبیب الرحمٰن صاحب کی طرف سے اور باقی کے دو ہزار کے کاغذ کا خرچ منشی ہاشم علی صاحب نے دیا ہے اور لکھائی چھپوائی جناب ذوالفقار علی خاں صاحب نے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ اب تمام احباب کو چاہیئے کہ محصول ڈاک حسبِ ضرورت فی پانچ، آدھ آنے کے حساب سے بھیج کر ایسے لوگوں میں تقسیم کریں جو سلسلہ کی طرف متوجہ ہیں مگر بیعت سے رکے ہوئے ہیں''(۱۰۳)

گویا اس وقت جماعتی طور پر اسی تعداد میں پمفلٹ مطلوب تھے اور ان تین احباب کو اس کے سارے اخراجات برداشت کر کے ثوابِ عظیم کے حصول کی توفیق عطا ہوئی۔

(۱۰) مسجد ولایت کے لئے مالی اعانت اور اس کی ترغیب۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب مبلغ انگلستان نے جو امریکہ میں متعین ہو کر جانے والے تھے۔ ایک رپورٹ میں یہ ذکر کیا تھا کہ انگلستان سے تبلیغ کے لئے ایک رسالہ کا اجراء ضروری ہے۔ ایام جنگ عظیم (نمبر۱) میں کسی نئے رسالہ کے اجراء کی ممانعت تھی۔ اب اجازت ہے دوسرے مضافات لندن میں ایک احمدیہ مسجد اور ایک مہمان خانہ تعمیر کرنے کی ضرورت ہے۔ آپ کا یہ مکتوب ۱۹۱۹ء کے جلسہ سالانہ میں سنا دیا گیا تھا۔(۱۰۴)

بعد ازاں ۷؍جنوری ۱۹۲۰ء کو حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ نے قادیان کی مستورات میں چندہ مسجد

بقیہ حاشیہ: رئیس حاجی پور'' نے ایک خریدار مہیا کیا (شمارہ جولائی ۱۹۰۶ء سرورق صفحہ ماقبل آخر)

رسالہ تشحیذ الاذہان کا چندہ دو روپے ایک آنہ اور چار روپے دو آنہ کی ادائیگی علی الترتیب شمارہ مئی ۱۹۱۳ء صفحہ ''ب'' کالم ۳ و شمارہ جولائی ۱۹۱۳ء سرورق ماقبل آخر میں درج ہے

احمدیہ لنڈن کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا کہ

''ہمارے مشنری جو لنڈن گئے ہوئے ہیں جس مکان میں وہ ٹھہرے ہوتے ہیں- اور کام زور شور سے شروع ہوتا ہے تو کسی وجہ سے مکان تبدیل کرنا پڑتا ہے- لنڈن شہر ایک سو بیس میل میں آباد ہے- اس لئے بعض دفعہ وہاں پہلے مکان سے تیس چالیس میل پر دوسرا مکان ملتا ہے- یہ تبدیلی گویا ایسی ہے جیسے قادیان سے کوئی امرتسر یا لاہور میں مکان تبدیل کر کے حاصل کرلے۔ مکان کی تبدیلی سے زیر تبلیغ افراد پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔ لوگ ہمارے مبلغ سے تعلق پیدا کرنے سے ڈرتے ہیں کہ یہ پردیسی ہے چند روز کے لئے ٹھہرا ہوا ہے لیکن مکان بنوانے سے سمجھتے ہیں کہ اب یہ یہاں ہی رہے گا- لنڈن میں مہنگائی ہے چھ سات روپے مزدور کی یومیہ اجرت ہے۔ وہاں چھوٹا سا مکان بھی کسی کو ملے تو بسا غنیمت متصور ہوتا ہے۔ پس لنڈن میں ایک چھوٹا مکان اور مسجد بہت بڑی سمجھی جائے گی اور اس کا بہت بڑا نام ہوگا- اس وقت وہاں لاکھوں لوگ ہیں- جن کے پاس گھر نہیں ہیں-

ہمیں پچاس ساٹھ ہزار روپیہ مطلوب ہے- اگر ایک ماہ میں تیس ہزار جمع ہو جائے تو پونڈ کی قیمت بہت کم ہو جانے کی وجہ سے یہی رقم پچاس ہزار ہو جائے گی۔ کسی مسجد یا کنویں یا سرائے کی تعمیر کو عورتیں باعثِ ثواب سمجھتی ہیں- سو امید ہے کہ مستورات اس چندہ میں خاص طور پر حصہ لیں گی-'' (۱۰۵)

حضور کی اس تحریک پر عورتوں نے قریباً اڑہائی ہزار روپیہ چندہ دیا-

پھر حضور نے ایک مفصل سات کالم کی تحریک جماعت کو فرمائی جس میں مزید یہ بتایا کہ ہماری یہ مسجد اولین مسجد کہلانے کی مستحق ہوگی- کیونکہ اسے ضرورت ہونے پر تعمیر کیا جانا ہے- ووکنگ کی مسجد بلا ضرورت تعمیر ہوئی پھر سالہا سال مقفل رہی۔ احباب خصوصاً صاحب ثروت و دولت دوسرے متمول افراد سے زیادہ ہمت دکھائیں اور الٰہی افضال اور آئندہ آنے والی نسلوں کی دعاؤں کے مستحق بنیں- انگلستان وہ مقام ہے جو صدیوں سے تثلیث پرستی کا مرکز ہے- اس میں ایک ایسی مسجد کی تعمیر جس پر سے پانچ وقت لا الٰہ الّا اللہ کی صدا بلند ہو، کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ یہ عظیم الشان کام ہے جس کے نیک ثمرات نسلاً بعد نسل پیدا ہوتے رہیں گے اور تاریخ اسے یاد رکھے گی- یہ مسجد ایک نقطہ مرکزی ہوگی جس میں نورانی شعاعیں نکل کر تمام انگلستان کو منور کر دیں گی- سوا ے صاحب ثروت احباب! اٹھو اور ہمیشہ کے لئے ایک نیک یادگار چھوڑ و تا ابدی زندگی میں اس کے نیک ثمرات پاؤ- وہ ثمرات جن کی لذت کا اندازہ انسانی دماغ کر ہی نہیں سکتا۔ غرباء تو ہزاروں طریق سے خدمت دین کر کے ثواب کما رہے ہیں اور اس میں بھی وہ کوشش کریں گے وہ بوجھ اٹھانے کے عادی ہو گئے ہیں-

یہ مضمون ۶ رجنوری ۱۹۲۰ء کا تھا- اس کے تتمہ میں حضور نے لکھا کہ:

میں نے احبابِ قادیان کو جمع کر کے تحریک کی تو پانچ ہزار کے قریب چندہ ہو گیا- دوسرے روز مردوں اور مستورات میں تحریک کی تو کل چندہ بارہ ہزار کے قریب ہو گیا- انشاء اللہ تعالیٰ اس غریب جماعت سے اس قدر وصولی خاص تائیدِ الٰہی کے بغیر نہیں ہو سکتی تھی- اللہ تعالیٰ کا خاص فضل اس چندہ کے ساتھ شامل ہے- قادیان کے لوگوں کا جوش و خروش دیکھنے کے قابل تھا- اخلاص تو دل میں پہلے سے ہوتا ہے۔ یہ اس کے اظہار کا خاص موقع تھا- یوں معلوم ہوتا تھا کہ قادیان کے احمدیوں کا اخلاص ابلنے کے درجہ تک پہلے سے پہنچا ہوا تھا- اور صرف بہانہ ڈھونڈ رہا تھا اور مرد اور عورت اور بچے سب ایک خاص نشہء محبت میں چور نظر آتے تھے-عورتوں کا چندہ ہی دو ہزار سے بڑھ گیا- اور سب کا سب وصول ہو گیا- کئی عورتوں نے اپنے زیور اتار دیئے اور بہتوں نے ایک دفعہ چندہ دے کر ہوش آنے پر دوبارہ اپنے بچوں کی طرف سے چندہ دینا شروع کیا اور پھر بھی جوش کو دبتا نہ دیکھ کر اپنے وفات یافتہ رشتہ داروں کے نام سے چندہ دیا۔ بچوں کا یہ حال تھا کہ ایک غریب محنتی شخص کے بچے نے جیب خرچ کے پیسے ساڑھے تیرہ روپے نہ معلوم کن امنگوں سے جمع کئے تھے- ان امنگوں کو بھی قربان کرتے ہوئے سارے پیش کر دیئے- مدرسہ احمدیہ کے غریب طلباء نے جو ایک سو سے بھی کم ہیں اور ان میں سے اکثر وظیفہ خوار ہیں، ساڑھے تین سو روپیہ چندہ لکھوایا گویا کئی ماہ کی اشد ضروریات پورا کرنے سے انہوں نے محرومی اختیار کر لی-

مردوں کی ایک بڑی تعداد نے اپنی ماہوار آمدنیوں سے زیادہ چندہ لکھوایا بعض نے جو کچھ نقد پاس تھا- دے دیا اور کھانا پینے کا انتظام قرض لے کر کیا- ایک صاحب نے جو بوجہ غربت زیادہ چندہ نہیں دے سکتے تھے- نہایت حسرت سے مجھے لکھا کہ میرے پاس اور کچھ نہیں- میری دکان نیلام کر لی جائے-بعض نے سکنی اراضی چندہ میں دے دیں-بعض لوگوں نے بجائے (آئندہ کچھ عرصہ میں) آہستہ آہستہ ادائیگی کرنے کے زیورات وغیرہ فروخت کر کے اپنے وعدے ایفاء کر دیئے-

قادیان والوں کے اسجذبہ کے ظاہر ہونے سے بعض لوگوں میں جو غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے، دور ہو گی کہ قادیان میں لوگ نکمّے بیٹھے ہیں ان کو باہر بھیجا جائے تا وہ کمائیں اور چندہ بھی دیں- حالانکہ چند معذور افراد کے سوا احباب سخت محنت سے روزی کماتے ہیں اور اپنے فارغ اوقات کو اشاعت دین میں صرف کرتے ہیں اور دیگر جماعتوں کی نسبت زیادہ چندہ دیتے ہیں-

میں یہ خوشخبری بھی سناتا ہوں کہ امرتسر اور لاہور کی جماعتوں نے بھی خاص ایثار سے کام لیا ہے اور اوپر بیان کردہ بدظنی سے پاک ہیں کیونکہ بوجہ قرب اور کثرت تعلقات کے وہ اہل قادیان کے بارے حقیقت سے آگاہ ہیں۔امرتسر کی غریب اور قلیل جماعت نے بھی دو ہزار سے اوپر چندہ لکھوایا ہے اور لاہور کے بارے اطلاع کے

مطابق وہاں سے دس ہزار سے زیادہ چندہ جمع ہو جائے گا - گویا مطلوبہ رقم گورداسپور، امرتسر اور لاہور کے اضلاع سے ہی پوری ہو جائیگی - (۱۰۶)

حضور نے ۹؍جنوری ۱۹۲۰ء کو اپنے خطبہ میں احباب کو تلقین کی کہ حسن نیت سے چندہ دیں اور جیسے زمیندار دگنا خرچ کر کے بھی پکنے والی فصل کو پانی دلواتا ہے، اسی طرح ولایت میں تبلیغ پر صرف کردہ روپیہ سے نیک نتیجہ کے نکلنے کے لئے ہمیں ضروری اسباب مہیا کرنے چاہیں ۔ چونکہ لنڈن کفر کا مرکز ہے، اس لئے ہمیں وہاں مستقل جماعت کی بنیاد رکھنی چاہیے ورنہ پہلے کا صرف کردہ رقم ایک لغو فعل شمار ہوگا -

مجھے یقین ہے کہ یہ کام رضائے الٰہی کے ماتحت ہو رہا ہے مجھے تین اہم معاملات میں اب تک رویت الٰہی ہوئی ہے پہلے بچپن میں جبکہ مجھے حشر و نشر نظارہ بھی دکھایا گیا - میری توجہ دین سیکھنے اور دین کی خدمت کرنے کی طرف پھیری گئی ۔ دوسرا جب کہ وہ لوگ جن کے ہاتھ میں سلسلہ احمدیہ کے دنیاوی امور تھے - اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کو گھٹانے کی کوشش میں تھے اس وقت میں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا اور مجھے حضرت صاحب کی نبوۃ پر یقین دلایا گیا - تیسری دفعہ آج مجھے رویت الٰہی ہوئی ہے جس سے مجھے یقین ہے کہ یہ کام عنداللہ مقبول ہے ۔ جہاں تک مجھے یاد ہے وہ یہ ہے کہ میں مسجد لندن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حضور دوزانو بیٹھا پیش کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا جماعت کو چاہیے کہ ''جد'' سے کام لے ''ہزل'' سے کام نہ لے ۔یعنی جماعت سنجیدگی اور نیک نیتی سے کام لے ۔ہنسی اور محض واہ واہ کے لئے کوشش نہ کرے گویا نیک نیتی کے ساتھ اس مسجد سے لاکھوں فوائد ہو سکتے ہیں ۔ (۱۰۷)

اخبار ''تنظیم'' امرتسر نے اس جماعتی ایثار کو فدائیت کی حیرت انگیز مثال قرار دیتے ہوئے لکھا کہ

''تعمیر مسجد کی تحریک ۶؍جنوری ۱۹۲۰ء امیر جماعت احمدیہ نے کی ۔اس سے زیادہ مستعدی اس سے زیادہ ایثار اور اس سے زیادہ ''سمع و اطاعت'' کا ''اسوہ حسنہ'' اور کیا ہو سکتا ہے کہ ۱۰؍جون تک ساڑھے اٹھہتر ہزار روپیہ نقد اس کارِ خیر کے لئے جمع ہو گیا تھا - کیا یہ واقعہ نظم و ضبط امت اور ایثار و فدائیت کی حیرت انگیز مثال نہیں؟'' (۱۰۸)

اس سے قبل آریہ اخبار کاش لاہور نے جماعت احمدیہ کی داد دیتے ہوئے تحریر کیا کہ

''اس (مسجد لندن کی تعمیر) کا اندازہ تیس ہزار لگایا گیا ہے - لنڈن جیسے شہر میں تیس ہزار کی لاگت پر ایک مسجد کا تیار ہونا ہماری سمجھ میں نہیں آیا ہے لیکن اس بات کو چھوڑ کر ہم ان کی ہمت کی طرف نظر ڈالتے ہیں - مرزا محمود احمد صاحب نے قادیان کے احمدیوں سے اپیل کی جس پر بارہ ہزار روپیہ جمع ہو گیا - جب قادیان میں اس قدر

روپیہ جمع ہو گیا تو تیس ہزار کا جمع ہونا کیا مشکل ہے۔‘‘(۱۰۹)

حضور کی تحریک ابھی الفضل کے ذریعہ بیرونِ قادیان نہیں پہنچی تھی کہ ۱۰/جنوری ۱۹۲۰ء کو محترم منشی حبیب الرحمٰن صاحب نے اس بارے میں ایک مفصل ومؤثر تحریک الفضل کے لئے رقم کی اور اس میں لکھا کہ۔

’’گو ابھی تک قادیان سے باہر اس چندہ کی تحریک شروع نہیں ہوئی لیکن ہم کیوں اس دن کا انتظار کریں جب ہم کو چندہ کے واسطے کہا جاوے اور اس طرح ثواب کی وقعت کو کم کریں۔‘‘

اور احباب کو تلقین کی کہ صحابہ کرام کے مثیل بن کر قربانی کریں اور ابتدائے مضمون میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذیل کے اشعار درج کئے اور بتایا کہ جس وقت حضور نے یہ اشعار لکھے تھے اس وقت وہاں مسلمان موجود نہ تھے۔ اور اب یہ پیشگوئی پوری ہونے لگی ہے اور لوگ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں اور وہاں اسلام کا جھنڈا گاڑا جا چکا ہے۔ ؎

کیوں عجب کرتے ہو گر میں آ گیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ بادِ بہار

آسماں پر دعوتِ حق کیلئے اک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار

آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مردوں کی نا گہ زندہ دار

کہتے ہیں تثلیث کو اب اہلِ دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمہ توحید پر از جاں نثار

باغ میں ملت کے ہے کوئی گل رعنا کھلا
آئی ہے بادِ صبا گلزار سے مستانہ وار

آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اس کا انتظار

ہر طرف ملک میں ہے بت پرستی کا زوال
کچھ نہیں انساں پرستی کو کوئی عزووقار

آسماں سے ہے چلی توحیدِ خالق کی ہوا
دل ہمارے ساتھ ہیں گو منہ کریں .... ہزار

اسمعوا صوت السّماء جاء المسیح جاء المسیح
نیز بشنواز زمیں آمدِ امامِ کامگار ☆

قلمی خدمات

منشی حبیب الرحمٰن صاحب کو متعدد قابلِ قدر قلمی خدمات سرانجام دینے کی توفیق عطا ہوئی۔ مثلاً:

(۱) حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے مکتوبات کی نقول میر عباس علی صاحب لدھیانوی کو بھجوایا کرتے

☆ الفضل ۲ فروری ۱۹۲۰ء (صفحہ ۸ و ۹) اس مضمون کے آخر میں درج ہے کہ میں فی الحال پچاس روپے ’’دنیا کے مرکز لندن میں تعمیر مسجد‘‘ کے لئے دیتا ہوں اس کے دینے کا ذکر الفضل بابت ۵/۹ فروری ۱۹۲۰ء میں بھی صفحہ ۱۰ کالم ۲ پر ہے۔

تھے جو بعد ازاں افسوس مرتد ہوگئے-۱۸۹۲ء میں انہی نقول سے منشی صاحب نے ''مکتوباتِ امام ہمام'' کی تین جلدیں تیار کیں۔جن میں حضور کے قیمتی مکتوبات کا ایک بڑا ذخیرہ محفوظ ہوگیا- خاکسار کے نزدیک اس بارہ میں اولیت کا سہرا آپ کے سر پر ہے۔اس وقت ابھی الحکم کا اجراءنہیں ہوا تھا جس میں ایسے نوادر محفوظ ہونے لگے-

ان مجموعات کی افادیت کا اس سے علم ہوتا ہے کہ حضرت صوفی احمد جان صاحب لدھیانوی ؓ کو حضرت اقدسؑ نے ایک دعائیہ تحریک لکھ کر دی تھی جو وہ حج کے موقع پر پڑھیں اور صوفی صاحب نے اس تحریر دعا کو بیت اللہ شریف اور عرفات میں پڑھا تھا-

صوفی صاحب کے فرزند حضرت پیر منظور محمد صاحب ؓ (موجد قاعدہ یسرنا القرآن) کی طرف سے اس دعا کی نقل اصل مکتوب سے الحکم میں ۱۸۹۸ء میں شائع ہوئی تھی-اور چونکہ اس مکتوب کی روشنائی بعض جگہ مدہم یا محو ہوچکی تھی-الحکم میں وہاں نقطے دئے گئے تھے لیکن منشی صاحب کے ذریعہ یہ تحریر کاملاً محفوظ ہوگئی- (۱۱۰)

(۲) الحکم کی قدر دانی کے بارے مضمون (۱۹۰۰ء میں)

(۳) احمد دین صاحب ولد وزیر احمد صاحب ساکن بہرام ضلع جالندھر کا الحکم کا پرچہ مشرقی افریقہ سے اس نوٹ کے ساتھ واپس آ گیا کہ وہ فوت ہوگئے ہیں

اس پر منشی صاحب ''رئیس اور نمبردار حاجی پور'' کی چٹھی الحکم میں شائع ہوئی کہ مرحوم کی والدہ اور بھائی زندہ ہیں- احبابِ افریقہ ان کا روپیہ اور سامان پسماندگان کے لئے بھجوا دیں-اور مجھ سے خط و کتابت کریں- (۱۱۱)

(۴) اخبار وطن سے معاہدہ کے بارے منشی صاحب کی غیر تمندانہ اپیل (۱۹۰۶ء میں)

(۵و۶) پھگواڑہ ریلوے اسٹیشن کے دو ملازمین کے بارے اور پھگوڑاہ کے ایک وقوعہ کے بارے مراسلات (بدر ۲/اپریل ۱۹۰۸ء (صفحہ ۱۳) و ۲۳/اپریل ۱۹۰۸ء (صفحہ ۱۱)

(۷تا۹) تائیدِ خلافت ثانیہ کے بارے تین مضامین (دوسری جگہ درج ہوئے ہیں)

(۱۰و۱۱) جماعتِ احمدیہ میں رشتہ ناطہ کی مشکلات کے بارے ایک مبسوط مضمون میں منشی صاحب نے تحریر کیا کہ

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب سب سے پہلے حکم دیا کہ احمدی لڑکیاں غیر احمدیوں کے عقد میں نہ دیں بلکہ احمدیوں کے ساتھ ہی ان کا عقد ہو تو جس شخص نے سب سے پہلے یہ تجویز پیش کی کہ ایک رجسٹر ہونا چاہیے جس میں قابلِ شادی مرد و عورتوں کے نام درج ہوں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام جس کا جس کے ساتھ نکاح کرنا چاہیں کر دیں۔ اتفاق سے اسی کی لڑکی کا عقد ایک احمدی سے آپ نے کرنا چاہا لیکن وہ کب جانتا تھا کہ

سب سے پہلے میں ہی امتحان میں ڈالا جاؤں گا - اور نا کام رہوں گا - اس نے منظور نہ کیا اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ابھی قوم کی حالت اس حد تک نہیں پہنچی اس تجویز کو مسترد کر دیا۔ اس کے بعد آپ نے قوم کے اس معاملہ میں مداخلت نہیں فرمائی البتہ قوم کو اس طرف متوجہ فرماتے رہے اور قوم نے بھی اس طرف قدم بڑھایا - البتہ جو ارادہ رجسٹر بنوانے کا تھا - اس کو آپ نے ملتوی فرما دیا - ☆

منشی صاحب نے ایک اور مضمون میں احباب کو توجہ دلائی کہ ابتدائے اسلام کا طریق اختیار کر کے برادری اور قومیت کا لحاظ رکھے بغیر ہمیں رشتے کرنے چاہئیں کیونکہ بعض دفعہ صرف ایک شخص ہی برادری میں احمدی ہوتا ہے جسے اپنی برادری میں رشتہ میسر نہیں آ سکتا۔ کچھ عرصہ بعد یہ مشکلات رفع ہو جائیں گی - ❁

☆ الفضل ۱۸ر نومبر ۱۹۱۶ء (صفحہ ۹)

حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحبؓ قادیانی نے خاکسار مؤلّف کو یہ روایت سنائی تھی - اور فرمایا تھا کہ اس شخص نے حضور کی بات نہ مانی اور ناراضگی مول لی - نتیجۃً وہ خود اور اس کی اولاد کا ایک حصہ خلافت ثانیہ کو قبول کرنے سے الگ رہا اور غیر مبائعین میں شامل ہو گیا - بھائی جی نے فریقین کے اسماء بھی خاکسار کو بتائے تھے - لیکن شائع کرنے سے منع کیا تھا -

❁ الفضل ۲۲/ ۱۹ر دسمبر ۱۹۱۶ء (صفحہ ۱۱ و ۱۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بہ عنوان ''اپنی جماعت کے لئے ضروری اشتہار'' ۷ر جون ۱۸۹۸ء کو یہ اعلان فرمایا کہ

''ہماری جماعت کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی ہے - اور عنقریب لاکھوں تک پہنچنے والی ہے قرین مصلحت ہے کہ احباب جماعت کے باہمی اتحاد کو بڑھانے کے لئے اور بد اثر اور بد نتائج سے محفوظ رکھنے کے لئے ان کی اولاد کے نکاحوں کا احسن انتظام کا جائے کیونکہ ظاہر ہے کہ وہ لوگ مخالف مولویوں کے زیر سایہ تعصب اور عناد کیا جائے کیونکہ ظاہر ہے کہ جو لوگ مخالف مولویں کے زیر صایہ تعصب اور رعناد وحدانت کے کمال کو پہنچ گئے ہیں -

ان سے ہماری جماعت کے نئے رشتے ناممکن ہو گئے ہیں مال، دولت، علم، فضلیت، خاندان اور خدا ترسی میں سبقت رکھنے والے افراد ہماری جماعت میں بکثرت موجود ہیں - اور ہر سلامی قوم کے افراد موجود ہیں سو ہمیں ضرورت نہیں کہ لوگ ہمیں کافر و دجال کہتے ہیں - یا ایسا کہنے والوں کے ثناء خوار اور تابع ہیں - ہماری جماعت ان سے نئے تعلق پیدا کرے۔

''(سو)'' میں نے انتظام کیا ہے کہ آئندہ خاص میرے ہاتھ میں مستور (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۱۲و۱۳) حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہما کی سفرِ یورپ سے مراجعت پر سپاسنامے۔

(۱۴) سوانح سر سید احمد خاں دیکھ کر آپ کے دل میں شدید تڑپ پیدا ہوئی کہ سوانح حضرت مسیح موعود علیہ السلام تیار کروائیں۔ چنانچہ ایک احمدی صاحب قلم بزرگ کو آپ نے سلسلہ کا لٹریچر مہیا کر کے دیا لیکن آپ کی زندگی نے وفا نہ کی۔(۱۱۲)

(الحکم ۷رستمبر ۱۹۳۵ء (صفحہ ۵ کالم ۲ و تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ ۸۳ حاشیہ)

(۱۵) تحریکِ تنظیم کے بارے آپ کا مضمون (جو دوسری جگہ درج ہوا ہے)

(۱۶) قرآن کریم احادیث اور اقوال بزرگان کی روشنی میں پردہ کے بارے میں آپ نے ''کتاب الحجاب'' تالیف کی جو آپ کے گہرے دینی مطالعہ اور تفقہ کی نشاندہی کرتا ہے۔ اسے علامہ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ نے ''قابل قدر'' قرار دیا ہے۔ ☆

منشی صاحب کی اہلیہ محترمہ

محترمہ کلثوم بی بی صاحبہ نے بواسطہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب بتایا کہ میں نے اپنے خاوند منشی حبیب الرحمٰن

بقیہ حاشیہ سابقہ: اور مخفی طور پر ایک کتاب رہے جس میں اس جماعت کی لڑکیوں اور لڑکوں کے نام لکھے رہیں اور اگر کسی لڑکی کے والدین اپنے کنبہ میں ایسی شرائط کا لڑکا نہ پاویں.................. ایسا ہی اگر ایسی لڑکی نہ پاویں تو اس صورت میں ان پر لازم ہوگا کہ وہ ہمیں اجازت دیں کہ ہم اس جماعت میں سے تلاش کریں اور ہر ایک کو تسلی رکھنی چاہیئے کہ ہم والدین کے سچے ہمدرد اور غمخوار کی طرح (رشتہ) تلاش کریں گے..................... مخلصوں پر لازم ہے کہ اپنی اولاد کی ایک فہرست بقید عمر و قومیت بھیج دیں تا وہ کتاب میں درج ہو جائے''۔(۱۱۳)

☆ فاضل اجل حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ اپنے تبصرہ میں رقم فرماتے ہیں کہ:-

''جناب (ناظر صاحب تالیف و تصنیف) کے فرمانے پر میں نے ''کتاب الحجاب'' ....کا بالاستیعاب مطالعہ کیا نفس مضمون اور مدعا میرے نزدیک بالکل درست ہے کہ غیر محرم کے سامنے عورت کا کوئی حصہ حتی کہ ہاتھ پاؤں چہرہ وغیرہ نہ ہونے چاہئیں

''مضمون کی بنیاد ستر اور حجاب دو الگ الگ مسئلے ہیں اور دونوں احکام قرآن مجید اور احادیث میں بیان کئے گئے ہیں اور یہ کہ غلطی سے مخالفین پردہ نے ستر کے احکام حجاب پر چسپاں کر کے بے حجابی پر استدلال کیا ہے

صاحبؓ کی بیعت کے جلد بعد بذریعہ خط بیعت کر لی تھی۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۱۸۹۲ء میں کپورتھلہ تشریف لائے تو حضور کا قیام حضرت میاں محمد خاں صاحبؓ کے مکان پر تھا اور تمام احمدی مستورات وہاں حضور کی زیارت کو گئی تھیں۔ میں اور اہلیہ صاحبہ منشی ظفر احمد صاحب اکٹھی وہاں زیارت کے لئے گئی تھیں۔ حضورؑ کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ آنکھیں نیم وا تھیں ایک خاتون ہر خاتون کا یہ بتا کر حضور سے تعارف کروارہی تھیں کہ یہ فلاں دوست کے گھر سے ہیں۔ ہم دونوں نے اپنے برقعے اوڑھ رکھے تھے اور ایک طرف ہو کر بیٹھ کر واپس آ گئی تھیں۔

آپ کی وفات کے بارے ۲۸ ستمبر ۱۹۴۱ء میں زیر ''مدینۃ المسیح'' مرقوم ہے:۔

''افسوس منشی کظیم الرحمٰن صاحب کی والدہ صاحبہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحابیہ تھیں بعمر ۷۳ سال وفات پا گئیں۔ انّا للہ و انّا الیہ راجعون۔ کل عصر کے بعد حضرت امیر المومنین ایدہُ اللہ تعالیٰ نے نماز جنازہ پڑھائی اور مرحومہ کو بہشتی مقبرہ کے قطعہ خاص صحابہ میں دفن کیا گیا۔ احباب بلندی درجات کے لئے دعا کریں۔''☆

سیرۃ حضرت منشی صاحبؓ

حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحبؓ کی نیک سیرۃ کا ایمان افروز تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے:۔

بقیہ حاشیہ سابقہ:۔ میرے نزدیک ایک مضبوط بنیاد ہے کہ اس سے قبل میں نے کسی مضمون یا کتاب میں نہیں پڑھی۔ اور پردہ کی بحث کو صحیح راستہ پر چلانے کے لئے واقعہ میں یہی صحیح راستہ ہے کہ ستر اور حجاب یعنی محرم مردوں کے سامنے آنے (یا نہ) آنے اور غیر محرم کے سامنے آنے یا نہ آنے کے متعلق آیت یا حدیث ستر کے متعلق اور کونسا حکم حجاب کے بارہ میں ہے پس میں دعویٰ مصنف اور مدعاءِ کتاب سے پوری طرح متفق ہوں ....

تمہید میں منشی صاحب نے تحریر کیا کہ پردہ کے متعلق اخبارات ورسائل میں مضامین شائع ہونے پر میں نے بھی قلم اٹھایا ہے۔ مضمون طویل ہونے پر کتابی صورت میں شائع کیا گیا۔ یورپ کے علماء اور فلاسفروں کی آراء کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

سائز کتاب $\frac{۲۰\times۳۰}{۱۶}$ صفحات ایک سو چار سنِ طبع ۱۹۳۰ء مطبع وزیر ہند پریس امرتسر میں پانصد کی تعداد میں طبع ہوئی قیمت بہت کم یعنی فی نسخہ چھ آنے مقرر کی گئی اور اکثر جلدیں مفت تقسیم کی گئیں۔

☆ (۱) الفضل ۳۰ ستمبر ۱۹۴۱ء گویا ان کی وفات قادیان میں ہوئی تھی کیونکہ باہر سے جنازہ آنے کا ذکر نہیں آپ کی قبر قدیم صحابہ کے قطعات میں سے قطعہ نمبر ۵ میں ہے۔ یہ قطعہ ہے جس کے حصہ (قطار) نمبر ۳ میں دوسری قبر ہے۔

(۱) قبولِ احمدیت کی وجہ سے مخالفت کا سامنا ہونا - مولوی محبّ الرحمٰن صاحب کی شادی ان کے ماموں کے ہاں ہوئی تھی یہ سوال اٹھا کہ لڑکا اور اسکے والد احمدی ہونے کی وجہ سے کافر ہیں - اس لئے یہ رشتہ قائم نہیں رہنا چاہیئے لیکن لڑکی کے والد نے اس بات کی طرف التفات نہ کیا اور شادی ہوگئی۔ مولوی صاحب اور ان

بقیہ حاشیہ سابقہ: جس کے ملحقہ جانب مشرق قبر نمبر ۲ آپ کے بھائی حضرت منشی ظفر احمد صاحب کی ہے -

نقل کتبہ درج ذیل ہے :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترمہ کلثوم بی بی صاحبہ

زوجہ شیخ حبیب الرحمٰن صاحب قوم شیخ قانونگو

حاجی پورہ ریاست کپورتھلہ

عمر تہتر برس وفات $\frac{9}{41}$ ۲۷ وصیت ۵۳۲۳

(۲) الفضل میں حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ کپورتھلوی کے فرزند محترم شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ کپورتھلہ کی طرف سے شائع ہوا۔ (اب آپ امیر جماعت وضلع فیصل آباد پاکستان ہیں -):

قطعہ تاریخ وفات

حضرت والدہ صاحبہ شیخ کظیم الرحمٰن صاحب

زدار الفنا شد بدار البقا	مقامش بجنت فراتر شود
بتاریخ مظہر نہ دردو بہ غم	بگفتا کہ مغفو رِ ا یز د بعو د
	۱۳۶۰ھ

(۳) مختصر شجرہ :-

۱- حاجی محمد ولی اللہ و ابو القاسم (اولاد امیر علی ولد غلام مرتضیٰ ولد غلام نبی ولد غلام احمد ولد محفوظ احمد ولد عبد الدام سابق لالہ دنی چند)

۲- اولاد ابو القاسم (حافظ فضل الرحمٰن و حضرت منشی حبیب الرحمٰنؓ

(۳) اولاد منشی حبیب الرحمٰن :

منشی محبّ الرحمٰن - منشی کظیم الرحمٰن شیخ مسعود الرحمٰن شیخ عبد الرحمٰن شیخ فیض الرحمٰن شیخ خلیل الرحمٰن -

منشی محبّ الرحمٰن صاحب ولادت ۲ر جولائی ۱۸۸۹ء مدفون بہشتی مقبرہ ربوہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد مبارک میں تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان میں تعلیم پائی لاہور میں ملازمت (باقی اگلے صفحہ پر)

کے دو برادران کی شادیوں کے بعد جماعت احمدیہ کے خلاف مولویوں کا شور بڑھ جانے کی وجہ سے بعض دیگر بھائیوں کے جو رشتے برادری میں طے ہو چکے تھے، ٹوٹ گئے۔ برادری نے خود قطع تعلق کیا اور برادری کے ان

بقیہ حاشیہ سابقہ: کی ایک چوتھائی صدی تک جماعت کی کئی بار بطور نمائندہ مشاورت میں شرکت کی۔

منشی کظیم الرحمٰن صاحب ولادت ۱۸۹۳ء مدفون بہشتی مقبرہ ربوہ صحابی حضرت اقدس علیہ السلام کے زمانہ میں قادیان میں تعلیم پائی عرصہ دراز تک صدر انجمن کے کارکن کے طور پر خدمت سلسلہ بجالائے۔

شیخ مسعود الرحمٰن صاحب صحابی

شیخ عبدالرحمٰن صاحب اپنے بھائیوں میں سے صرف آپ ہی زندہ ہیں ضلع ہوشیار پور کی ایک جماعت کے سات سال صدر رہے جماعت کپورتھلہ کے تین سال سیکرٹری تعلیم وتربیت اور چار سال سیکرٹری مال رہے ریٹائر منٹ کے بعد دفتر نصرت جہاں ریز روفنڈ میں کچھ عرصہ اعزازی طور پر کام کیا۔ آپ کے فرزند شیخ عبدالوہاب صاحب (ڈپٹی الیکشن کمشنر برائے پاکستان) اس وقت کئی سال سے امیر جماعت اسلام آباد ہیں۔ ایک تہائی صدی تک راولپنڈی کراچی لاہور وغیرہ متعدد مقامات پر مجلس خدام الاحمدیہ کے قائد جماعت کے سیکرٹری مال کے طور پر خدمات کی آپ توفیق پا چکے ہیں مشاورت ۱۹۸۲ء میں آپ سب کمیٹی نظارت ہائے علیا تعلیم وتربیت وامور عامہ کے صدر تھے اور اس کی رپورٹ آپ نے سنائی۔ (۱۱۴)

شیخ خلیل الرحمٰن صاحب ولادت یکم فروری ۱۹۰۲ صحابی حکومت ہند کی طرف سے محکمہ موسمیات کی آبزرویری مسقط میں قائم کرنے کیلئے مقرر ہوئے۔

پھر منگلا (علاقہ مدراس) میں، آگرہ میں پھر وکٹوریہ پوائنٹ (برما) پورٹ بلیئر ملتان دہلی جہلم جیکب آباد بریلی میں تبدیل ہوتے رہے۔ پھر تقسیم ملک کے بعد کراچی میں منتقل ہوئے۔ ہر مقام پر آپ کا شغف تبلیغ رہا۔ کراچی کی جماعت میں آپ انچارج لائبریری مقرر ہوئے۔ لائبریری کو آپ نے بہت ترقی دی اس کی کشش سے غیر از جماعت افراد آتے تھے۔

اور انہیں تبلیغ کا موقع ملتا پھر ۱۹۴۹ء میں آپ سیکرٹری ضیافت مقرر ہوئے اسی اہم عہدہ پر تا وفات آپ فائز رہے۔ آپ غیر ملکی آنے والے سرکاری نمائندگان پروفیسروں وغیرہ سے ملاقات کر کے سلسلہ کا تعارف کراتے اور انہیں لٹریچر دیتے۔ اور ان کے بارے میں مرکز کو اور غیر ممالک کے متعلقہ احمدیہ مشنوں کو اطلاع دیتے تھے۔ آخری سالوں میں اسی کام میں سید ناصر ارتضٰی علی صاحب لکھنوی اور عبدالرحیم صاحب مدہوش رحمانی (مرحوم) بھی آپ کے معاون رہے۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

گھروں پر تباہی اور بربادی آئی۔

بربادی کے حالات معروف ہوتے ہیں۔ برادری کے باہر تعلق پیدا کرنا سہل نہیں ہوتا۔منشی صاحب کی محتاط طبیعت فیصلہ کرنے میں مشکل محسوس کرتی تھی۔حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کی معاونت سے ان کے سمدھی بابو محمد علی خاں صاحب شاہجہانپوری کے ہاں فریقین کے استخارہ کے بعد گویا اولیں رشتہ بیرون برادری شیخ مسعود الرحمٰن صاحب کا ہوا اور بفضلہٖ تعالیٰ مبارک ثابت ہوا۔ ☆

۲۔ **آپ کے دوست**۔ انسان اپنے دوستوں سے شناخت کیا جاتا ہے کہ کیسی افتاد کا مالک ہے آپ کے دوست حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی، حضرت مفتی محمد صادق صاحب، حضرت حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوری، حضرت عرفانی صاحب اور حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب نیّر تھے۔رضی اللہ عنہم۔ ۞

۳۔ **قابلیت و اعزاز** ۱۹۲۳ء میں حضرت عرفانی صاحبؓ نے مہاراجہ صاحب کپورتھلہ کو منشی حبیب الرحمٰن صاحب کی قابلیت سے استفادہ کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے تحریر کیا کہ۔

’’منشی حبیب الرحمٰن صاحب ایسی قابلیت کے آدمی کی خدمات سے ریاست کا عملی فائدہ نہ اٹھانا ریاست کپورتھلہ سے اس روشن ترین عہد میں ایک تعجب خیز امر ضرور ہے۔اگرچہ خود منشی صاحب کی طبیعت گوشہ نشین واقع ہوئی ہے۔لیکن وہ خداداد قابلیت سے اپنے...................(علاقہ اور والی کی) بہت بڑی خدمت کر سکتے ہیں۔ اگر ان کو مجبور کیا جاتا یا ان کی خدمات کی خواہش کی جاتی کوئی تعجب نہ ہوتا کہ منشی حبیب الرحمٰن ایسے مذہبی انسان کو ان کا مذہبی فرض آگے بڑھنے کا حکم دیتا...................ان کی قابلیت اس کی حقدار ضرور ہے کہ ریاست اپنی رعایا کے مفاد کیلئے اس سے فائدہ اٹھائے...............ان کی ریاست میں ایک ایسا شخص موجود ہے جو اپنی نیکی اور معاملہ فہمی میں مشہور اور اپنی قابلیت کے لحاظ سے ممتاز ہے وہ.............کنج عافیت میں پڑے رہنے پر شاداں ہیں مگر رعایا کے مفاد اسی امر کے داعی ہیں کہ انہیں اس گوشہ عافیت سے باہر نکالا جائے............ان کا

بقیہ حاشیہ سابقہ: سکیم کے تحت بیرون ملک جانے اور واپس آنے والے مجاہدین کے الوداع استقبال کا انتظام و دیگر متعلقہ انتظامات کرتے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمۃ اللہ علیہ کے ورود کراچی کے وقت محترم امیر صاحب کی طرف سے جو منتظمہ کمیٹی مقرر کی جاتی اس میں شیخ صاحب بھی اس کے ممبر ہوتے۔ڈیوٹی کے طور پر کئی دفعہ آپ حضور کے ہمراہ موٹر میں شانہ بشانہ ساتھ بیٹھ کر جانے کی سعادت پاتے تھے۔

☆ بیان منشی کظیم الرحمٰن صاحب مصدّقہ منجانب حضرت منشی ظفر احمد صاحب (الحکم ۲۸؍جولائی ۱۹۳۵ء صفحہ ۸۔کالم ۲و۳)

۞ بیان شیخ لطف المنّان صاحب (الفضل ۹؍اپریل ۱۹۶۰ء صفحہ ۵)

انتخاب ایک موزوں انتخاب ہوگا.................میں ذاتی علم سے جانتا ہوں کہ وہ ہر ذمہ داری کے کام کو نہایت عمدگی محنت اور دیانت سے کرنے کے لئے اہل ہیں۔" ۞

آپ ریاست میں ایک قابل منشی نیز منتظم تسلیم کئے جاتے تھے اور ہر ایک قانونی استعداد کے مالک تھے۔ حالانکہ آپ نے کبھی عدالتی کام نہیں کیا تھا۔ اکثر تحصیل داران وغیرہ مقدمات وانتظامی معاملات کے بارے میں مشورہ کے لئے آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اور پیچیدہ مقدمات کے فیصلے لکھنے کے لئے امثلہ آپ کے پاس بھجوا دیتے تھے۔ یہاں تک کہ تحصیل پھگواڑہ سے تبادلہ کے بعد بھی یہ حکام آپ سے مشورہ کرتے تھے۔ اس علاقہ کے اکثر پیچیدہ معاملات کی تحقیقات کے لئے آپ کو منصف مقرر کیا جاتا۔ علاقہ بھر میں یہ شہرت تھی کہ آپ دیانت وانصاف کا دامن کبھی نہیں چھوڑتے۔ حکام آپ کو سربراہِ تحصیل داران کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ آپ کی انتہائی کوشش ہوتی تھی کہ فریقین میں مصالحت کرادیں۔ اور آپ ہمیشہ اس میں کامیاب ہوجاتے۔ حکام حیران ہوتے کہ ہم نے تو ہر چند کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوئے اور معاملہ پیچیدہ تھا اس لئے آپ کے سپرد کیا تھا۔ منشی صاحب فیصلہ میں ہر قانونی پہلو کو مدنظر رکھتے تھے اس لئے اپیل میں بھی فیصلہ قائم رکھا جاتا تھا۔ آپ اس قدر محتاط تھے کہ فریقین مقدمہ کے ہاں سے پانی پینا بھی روا نہ سمجھتے تھے۔ اور اپنے کھانے کا اپنی طرف سے انتظام ہوتا تھا۔ ☆

۞ الحکم ۷رفروری ۱۹۲۳ء اس دو کالم کے مضمون میں یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ راجہ صاحب کی پھگواڑہ میں آمد پر رعایا کے جذبات توقعات وضروریات ایک سپاسنامہ میں پیش کرنے کی عزت "ہماری جماعت کے ایک مخلص اور ممتاز رکن حضرت منشی حبیب الرحمٰن رئیس حاجی پور کے حصہ میں آئی..................اس سے پہلے بھی یہ عزت انہیں بارہا مل چکی ہے۔" نیز یہ کہ منشی صاحب ایک معزز خاندان کی یادگار ہیں۔ اور ان کی قابلیت اور معاملہ فہمی اس سپاسنامہ سے ظاہر ہے۔

حضرت عرفانی صاحب اور منشی صاحب نے راجہ صاحب کی انصاف وامن پسندی کی تعریف کی ہے اور بتایا ہے کہ حکومت انگلشیہ نے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریک پر توجہ نہ دی تھی۔ کہ قانوناً یہ پابندی عائد کی جائے کہ ہر مذہب والا اپنے مذہب کے محاسن بیان کرے اور تہذیب اور نرمی سے باہر نہ جائے تا قوموں کے مابین مصالحت کی روح پھیلے لیکن راجہ صاحب نے ایک گزٹ کے ذریعہ ایسا حکم صادر کیا ہے۔ (الحکم ۲۸رفروری ۱۹۲۴ء صفحہ۲) حضرت منشی صاحب راجہ صاحب کی آمد پر سپاسنامہ تیار کرتے تھے۔ اور خود ہی پڑھتے تھے۔ بیان منشی کظیم الرحمٰن صاحب مصدقہ حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ (الحکم ۲۱راگست ۱۹۳۵ء صفحہ ۹)

☆ بیان کظیم الرحمٰن صاحب

ایک دفعہ مہاراجہ صاحب کے دورہ کے موقع پر زمینداران علاقہ نے اپنی تکالیف بیان کیں تو اسی اثنائے دورہ میں مہاراجہ صاحب نے دربار میں منشی صاحب کو تحصیل پھگواڑہ کے علاقہ کے لئے آنریری مجسٹریٹ کے اختیارات تفویض کر دیئے جن کی توثیق کپورتھلہ جا کر کی گئی۔ اس طرح مطالبہ پر دورہ میں اسی وقت اختیارات عطا کرنا خلاف معمول امر تھا- جو منشی صاحب کے لئے باعث اعزاز وتکریم ہوا- معمول یہ تھا کہ راجہ صاحب کی طرف سے یہ وعدہ کیا جاتا کہ اس بارہ میں غور کیا جائے گا- اور پھر کپورتھلہ (صدر مقام) سے احکام صادر کئے جاتے تھے- آپ ریاستی اسمبلی کے بھی رکن رہے- اور لوکل بورڈ کے نامزد ممبر بتیس سال تک نیز پنچایت کے پریذیڈنٹ اورانجمن زراعت کے سیکرٹری بھی- ۞

ان اعزازات کے باوجود آپ نے کبھی اپنی قابلیت یا وجاہت کا اظہار نہیں کیا بلکہ آپ کا کہنا تھا کہ یہ سب کچھ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طفیل اور حضور کی کتب کے مطالعہ کی برکت سے حاصل ہوا ہے- اور یہ شہرت، عزوفہم سب ہی حضور کی غلامی کی وجہ سے مجھے عطا ہوا ہے ورنہ میری ذاتی قابلیت و وجاہت کچھ نہیں- ۞

بڑے بڑے رئیس بھی منشی حبیب الرحمٰن صاحب کو رئیس لکھتے تھے -منشی صاحب کا کہنا تھا کہ مجھ سے بڑے جاگیردار بھی اس ریاست میں موجود ہیں جن کے مقابل میں معمولی زمیندار ہوں مگر چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے اس لفظ سے خطاب کیا ہے اس لئے سب ہی میرے لئے یہ لفظ استعمال کرتے ہیں- ۞

(۴) مطالعہ اور تبلیغ وتربیت کا شوق- حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور سلسلہ احمدیہ کی کتب اور اخبارات ورسائل کی خرید کا آپ کو بہت شوق تھا۔ آپ کے رہائشی کمرہ میں قرآن مجید، تفاسیر، احادیث کتب، کتب سلسلہ اور تاریخ وغیرہ علوم کی کتب کی لائبریری تھی۔ حضرت اقدسؑ بالخصوص آپ کے زیر مطالعہ رہتی تھیں-

---

۞ **بیان منشی کظیم الرحمٰن صاحب**

۞ **بیانات منشی کظیم الرحمٰن صاحب مُصدّقہ منجانب حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ (الحکم ۲۱ راگست ۱۹۳۵ء صفحہ ۹ کالم ۲و۳)**

۞ **مضمون منشی کظیم الرحمٰن صاحب مصدّقہ منجانب حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ (الحکم ۲۱ راگست ۱۹۳۵ء صفحہ ۸ کالم ۲) یہاں یہ بھی رقم ہوا ہے کہ حضرت اقدس منشی صاحب کے لئے ''رئیس'' کا لفظ ان کے نام کے مکتوبات میں استعمال فرماتے تھے۔**

الحکم اور مکتوبات احمدیہ میں شائع شدہ مکتوبات میں جن میں سے ایک کا ایڈریس بھی درج ہے ''رئیس'' کا لفظ موجود نہیں کچھ مکتوبات ضائع ہو چکے ہیں ممکن ہے ان میں یہ لفظ درج ہو- چونکہ حضرت منشی ظفر احمد صاحب جیسے ثقہ بزرگ نے اس امر کی تصدیق کی ہے اس لئے لازماً یہ امر مبنی بر صداقت ہے

البتہ حضرت اقدسؑ کی بعض دیگر تحریرات میں اور غالباً حضور کے تتبع میں لفظ ''رئیس'' سلسلہ کے لٹریچر متواتر

(باقی اگلے صفحہ پر)

آپ کی تبلیغ ہر مذہب وملت کے حکام تک بھی وسیع تھی حضرت مصلح موعودؓ کا کوئی اصولی خطبہ یا کسی انتظام کے بارے خطبہ شائع ہوتا تو مقامی حکام کو پڑھنے کے لئے دیتے جن پر حضور کی خداداد قابلیت کا اثر ہوتا، آپ تبلیغی لٹریچر کثیر تعداد میں منگوا کر تقسیم کرتے تھے۔ آپ جن افراد کا رجحان تحقیق کی طرف پاتے تو ان کے لئے دن رات ایک کر دیتے۔ بہت سی سعید روحیں آپ کے ذریعہ احمدیت میں داخل ہوئیں مثلاً حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیر مبلغ انگلستان ومغربی افریقہ جن کی تعلیم کا ایک حصہ پھگواڑہ میں ہوا۔ اوراس وقت ہی آپ

بقیہ حاشیہ سابقہ:۔تینتس سال تک استعمال ہوا ہے۔ مثلاً (۱) فہرست تین صد تیرہ صحابہ کرام (آئینہ کمالات اسلام)

(۲) اشتہار ۲۴ر فروری ۱۸۹۸ء جس میں حضور نے معززین کے اسماء درج فرمائے ہیں (تبلیغ رسالت جلد ہفتم صفحہ ۲۴)

(۳) الحکم ۲۴ر جولائی ۱۹۰۱ (صفحہ ۱۴)

(۴) الحکم ۱۷ر دسمبر ۱۹۰۵ صفحہ ۱۱ کالم ۴)

(۵) بدر ۲۵ر اکتوبر ۱۹۰۶ء (صفحہ ۸ کالم ۱)

(۶) ریویو آف ریلیجنز (اردو) بابت جولائی ۱۹۰۶ء (فہرست خریدار دہندگان میں نام ''منشی حبیب الرحمٰن صاحب رئیس حاجی پور'' سرورق ماقبل آخر)

(۷) مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر پنجم (آپ کے نام مکتوبات حضرت اقدس کو اس عنوان کے تحت درج کیا گیا ہے:۔

''حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحب رئیس حاجی پور کے نام''

(۸) آغاز، خلافت ثانیہ میں اشتہار بہ عنوان شرائط بیعت افواہوں کی تردید'' جو منجانب اکابرین ومعززین شائع ہوا۔

(۹) فہرست نمائندگان شوریٰ منعقدہ بماہ ۱۰ر اپریل ۱۹۱۴ء (الحکم ۲۱ر اپریل ۱۹۱۴ء صفحہ ۷ کالم ۳)

(۱۰) سفر یورپ سے حضرت مصلح موعود کی مراجعت پر سپاسنامہ پیش کرنے کے سلسلہ میں (الحکم ۲۸ر نومبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۳ کالم ۱)

(۱۱) مہمانانِ آمدہ قادیان میں ذکر (الفضل ۲۰ اگست ۱۹۲۵ء زیر مدینۃ المسیح)

(۱۲) وفات کے بارے اعلان (الفضل ۹ر دسمبر ۱۹۳۰ صفحہ ۲)

نے بیعت کی تھی- حاجی پور میں آباد کردہ مسلمانوں کی دینی تربیت کی کوشش میں آپ نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور مبلغین وغیرہ سے اس بارے میں استفادہ کرتے تھے- ☆

(۵) **حقوق العباد میں انصاف پروری** اپنی جائیداد کی حفاظت کی طرح آپ اپنے ایسے شدید معاند کی جائیداد کی حفاظت کا خیال رکھنے سے بھی کوتاہی نہیں کرتے تھے- جس کے خاندان نے عمر بھر آپ کو جھوٹے مقدمات میں الجھائے رکھا- ایک شخص نے یہ جانتے ہوئے کہ وہ آپ کا مخالف ہے اس کے درخت کاٹ لئے اور آپ کے روکنے پر کہا کہ یہ درخت آپ کے نہیں آپ نے اسے سختی سے روکا- اور کہا کہ وہ اور میں دو نہیں ہیں- اس کے درخت کاٹنا میری انگلیاں کاٹنے کے مترادف ہے- چنانچہ وہ رک گیا بلکہ اس نے معافی مانگی-

آپ دوست دشمن ہر ایک کی اعانت کے لئے مستعد رہتے تھے- اس مخالف شریک بیٹے کے آکر آپ سے التجا کی کہ ہمارا کپورتھلہ کا مکان تنگ ہے- آپ اپنے ملحقہ مکان کا کچھ حصہ ہمیں دیدیں آپ نے شیخ عبدالرحمٰن صاحب کے مشورہ پر اس کا سوال پورا کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ یہ مکان خود اپنے لئے بھی غیر مکتفی تھا- لیکن کچھ وقفہ کے بعد اسے تحریری اجازت دیدی کہ وہ ایک حصہ کو اپنے مکان میں شامل کر لے اور شیخ صاحب کے دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا کہ وہ بھی میرے لئے تمہارے جیسا بچہ ہے جب وہ مجھے باپ سمجھ کر میرے پاس اپنی تکلیف لے کر آیا ہے- تو میری ضمیر نے فتویٰ نہیں دیا کہ میں اس کے سوال کو رد کر دوں- (۱۱۶)

(۶) **دھوکہ سے نفرت** آپ کو دھوکہ فریب اور جھوٹ سے نفرت تھی آپ کی ایک بھینس میں کئی نقائص تھے جب بھی ملازم کسی خریدار کو لاتے اور قیمت طے کر لیتے تو آپ اس کے عیب کا ذکر کر دیتے جس پر وہ فروخت نہ ہوتی- ملازموں نے مشورہ کر کے ایک خریدار کو بالکل صبح کا وقت قیمت لانے کو بتلایا جبکہ ابھی آپ اندرونِ خانہ ہوتے تھے اور قیمت لے کر بھینس دیدی- جب سمجھا کہ خریدار بہت دور نکل گیا ہے تو اندرونِ خانہ قیمت بھیج دی آپ فوراً باہر تشریف لائے اور پوچھا آیا اسے اس کے عیب سے آگاہ کر دیا تھا وہ کہاں ہے؟ انہوں نے کہا کہ وہ تو بہت دیر ہوئی جا چکا ہے اور دور چلا گیا ہے پھر بھی فرمایا کہ دیکھو مل جائے تو بلا لاؤ مگر وہ دور جا چکا تھا- آپ ملازموں

☆ الحکم ۲۱ راگست ۱۹۳۵ء (صفحہ ۷ کالم ۱، ۲ صفحہ ۸ کالم ۳ - صفحہ ۸ کالم ۳، صفحہ کالم ۲) مضمون مصدقہ منجانب حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ

حضرت نیر صاحبؓ کے بارے میں یہ بات ان کی زندگی میں ہی شائع ہوئی تھی-

شیخ لطف المنان صاحب (بنیرہ منشی حبیب الرحمٰن صاحب) لکھتے ہیں کہ جب حضرت نیر صاحبؓ کو حضرت مصلح موعودؓ نے تبلیغ کے لئے (بیرون ملک بھجوانے کے لئے) منتخب فرمایا تو آپ حاجی پور دادا جان کے پاس آئے- اور کہا کہ میں کچھ نہیں جانتا کہ میں اس فریضہ کو کیسے ادا کروں گا- دادا جان نے کہا کہ آپ گھبرائیں نہیں- ہمارے خاندان کے کسی فرد کو دیکھتے تو فرماتے کہ ہمیں احمدیت انہی کے گھر سے ملی ہے- (۱۱۵)

پر بہت ناراض ہوئے اور کہا کہ دھوکہ نہیں دینا چاہیے۔ یہ اللہ کریم کو ناپسند ہے۔ (۱۱۷)

(۷) خدمت خلق۔ بزرگانِ سلف کی طرح آپ کو علم طب کا خاص ملکہ عطا ہوا تھا۔ آپ بنی نوع انسان سے ہمدردی رکھتے تھے۔ ہر ضرورتمند کی مدد کرتے تھے۔ کسی کی لڑکی کی شادی ہوتو نقدی وغیرہ سے امداد کرتے تھے۔ (۱۱۸)

(۸) جرأتمندانہ شیوۂ راستگوئی۔ راستگوئی آپ کا شیوہ تھا جسے اختیار کرنے پر آپ نے بہت سے نقصانات اور تکالیف برداشت کیں لیکن اس کا دامن نہ چھوڑا۔ آپ مہاراجہ والئی ریاست سے بھی بلا روک آزادانہ گفتگو کر لیتے تھے۔ اس ریاست کے ایک وزیر کے خلاف بولنے کی کسی کو مجال نہ تھی اسے ایک تحصیلدار نے اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے یہ بات پہنچادی کہ آپ تو تجربہ کار ہیں مگر منشی صاحب نے کہا ہے کہ آپ نے فلاں سرکاری جاگیر فروخت کرنے میں جلد بازی سے کام لیا ہے۔ وہ بہت قیمتی تھی۔ عندالملاقات وزیرِ موصوف نے کہا کہ آپ نے فلاں کام کے متعلق بتایا ہے کہ میری ناتجربہ کاری اور غلطی تھی منشی صاحب نے بلاتردد خوف کہہ دیا کہ درست ہے میرا یہی خیال ہے چونکہ اسے معلوم تھا کہ آپ راستگو انسان ہیں اور سچائی کے اظہار میں کبھی نہیں گھبراتے اس لئے وہ خاموش رہا۔ (۱۱۹)

(۹) قانون کی پابندی۔ آپ بڑی سختی سے قانون کی پابندی کرتے تھے چونکہ ریاست میں گائے کشی پر پابندی عائد تھی۔ اس لئے آپ نے عمر بھر اس قانون کی پابندی اپنے گھرانے میں کی۔ (۱۲۰)

(۱۰) فیاضی طبع ایک جراح کے علاج سے آپ کا پھوڑا دور ہوا تو اسے انعام دے کر آپ نے ہر ششماہی انعام دینے کا وعدہ کیا جو ایفاء کیا بلکہ اس جراح کی وفات کے بعد ایک دفعہ اس کے بیٹے نے بھی انعام حاصل کیا۔ (۱۲۱)

(۱۱) آپ کی مومنانہ فراست شیخ عبدالرحمٰن صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت والد صاحب نے آخری بار جلسہ سالانہ ۱۹۲۷ء میں شرکت کی تھی۔

آپ کے بخار سے علیل ہونے اور کمزور اور معذور ہونے کی اطلاع کے ساتھ مرکز میں درخواست کی گئی کہ پندرہ سولہ افراد کے لئے ایک الگ کمرہ کا انتظام فرمایا جائے۔ منتظم مکانات اندرون قصبہ نے جواباً مطلع کیا کہ ایسا انتظام کر دیا گیا ہے۔ قادیان ہم پہنچے تو مسجد اقصیٰ کے قریب ایک کمرہ دس فٹ لمبا اور آٹھ فٹ چوڑا دیا گیا جو ناکافی اور نوتعمیر شدہ تھا۔ ابھی وہ تر بہ تر تھا۔ اس میں گیلی گھانی اور گارا پڑا تھا۔ کمرہ کی کرسی زمین سے پانچ چھ فٹ اونچی تھی اور دروازہ کے لئے کوئی سیڑھی نہ تھی۔

یہ حالات دیکھ کر والد صاحب ہمارے ساتھ منتظم مکانات شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری سے ملاقات کے لئے مدرسہ احمدیہ میں پہنچے۔ تین دفعہ اطلاع کروائی گئی اور بھی بہت سے احباب ان سے ملاقات کے لئے آ رہے تھے۔ والد صاحب کو آدھ گھنٹہ کھڑا رہنا پڑا بالآخر وہ آئے والد صاحب کی علالت کے پیش نظر ان تکالیف کا ذکر

کر کے لجاجت سے التجا کی گئی کہ اگر کسی اور کمرہ کا انتظام کر دیا جائے تو بہت مہربانی ہوگی- اس پر مصری صاحب نے کھڑے کھڑے درشتی اور بے اعتنائی سے تیز اور کرخت لہجہ میں جواب دیا کہ ہم کیا کریں- ہم کوئی انتظام نہیں کر سکتے مکانات ہوتے نہیں- اور یونہی چٹھیاں تحریر کر دی جاتی ہیں یہ جواب دیتے ہی مصری صاحب اپنے گھر کے اندر چلے گئے-

مغرب کے بعد کا وقت تھا ہم واپس آئے- والد صاحب کا بخار بڑھ گیا تھا- اور بے چینی ہوگئی تھی۔ ہم نے خود ہی کمرہ سے اینٹیں اور گارا نکالا اور اسے صاف کیا اور خشک مٹی اس میں ڈالی- نیچے بچھانے کے لئے پرالی کا نیز روشنی کا انتظام کیا۔ والد صاحب نے صبر سے ساری تکلیف برداشت کی البتہ فرمایا کہ مصری عبدالرحمٰن منافق ہے جماعت کو اس کا خیال رکھنا چاہیے اس وقت مصری صاحب کا جماعت میں بہت احترام تھا- ہم والد صاحب سے بار بار کہتے کہ مصری صاحب مخلص ہیں- والد صاحب تو ۱۹۳۰ء میں وفات پا گئے لیکن چھ سات سال بعد مصری صاحب کی منافقت ظاہر ہوئی- ☆

(۱۲) احمدیت کے لئے غیرت آپ کے خاندان کے ایک پرانے حکیم کو آپ سے بہت محبت تھی- اور وہ آپ کے زیر تبلیغ بھی تھے- ایک روز حکیم صاحب اپنے ایک بھائی کی معیت میں جو ریاست مالیر کوٹلہ میں مفتی تھے- آپ کی عیادت کے لئے آئے- دوران گفتگو احمدیت کے بارے میں باتیں شروع ہوگئیں- اس مفتی نے احمدیوں کو واجب القتل قرار دیا اس سے منشی صاحب کو ناقابل برداشت صدمہ ہوا اور آپ بہت روئے اور کہتے تھے کہ بہتر ہوتا کہ اس بات کے سننے سے پہلے مر جاتا-

اس واقعہ کے بعد آپ نے اس مفتی کا منہ تک نہیں دیکھا اور حکیم صاحب سے خاندانی تعلقات ہونے

☆ از مؤلّف- اس جلسہ سالانہ کے دس سال بعد خود اپنی منافقت کا اظہار اپنی چٹھیوں سے مصری صاحب نے کیا، وہ یہاں ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ، مرکزی قاضی، کبھی قائم مقام ناظر تعلیم اور کبھی امیر مقامی مقرر ہوتے تھے- ۱۹۲۴ء کے سفر عرب و یورپ میں حضرت مصلح موعودؓ کے رفقاء میں سے تھے- معتمد تھے- لیکن شومئ قسمت کہ جیسے خلافتِ اولیٰ میں حضرت مصلح موعودؓ نے خصوصی طور پر عربی تعلیم دلائی اس نے خلافت سے انحراف کیا۔ اب وہ برے انجام سے فوت ہوئے۔ اپنے عقائد سے انحراف کر کے غیر مبائعین میں شامل ہوئے- مولوی محمد علی صاحب سربراہِ غیر مبایعین کا بھی اعتماد کھویا اور ان کی وصیت تھی کہ تین چار فلاں فلاں افراد بشمول مصری صاحب ان کے جنازہ کو ہاتھ نہ لگائیں۔ بڑے لڑکے بشیر احمد نے احمدیت ترک کی اور دو کنگ مسجد خود غیر از جماعت لوگوں کے سپرد کر دی- انّا للہ و انّا الیہ راجعون-

کے باوجود آپ نے تعلق قطع کر لیا۔ حکیم صاحب نے دوسروں کی معرفت معافی طلب کی۔ لیکن آپ کا کہنا تھا کہ ایسے خیالات رکھنے والے شخص کو آپ میرے پاس لائے ہی کیوں تھے۔ پھر حکیم صاحب خود آئے اور اپنے بھائی کے قصور کا اعتراف کر کے معافی چاہی اور اپنی کسی ضرورت کے لئے امداد بھی چاہی اس پر منشی صاحب نے اُن کو معاف کر کے ان کی امداد بھی کر دی۔

آپ کے ایک ہی حقیقی بھائی تھے۔ جو آپ سے بڑے بھی تھے۔ اور بڑا ہونے کی وجہ سے آپ ان کا بہت احترام کرتے تھے اور محبت بھی۔ وہ معمولی دنیادار انسان تھے ایسے عالم بھی نہیں تھے اور بوجہ ملازمت زیادہ تر اودھ میں رہائش رکھتے تھے۔ گو وہ سلسلہ احمدیہ سے بہت عداوت رکھتے تھے۔ لیکن آپ کی موجودگی میں کبھی مخالفت نہ کرتے تھے۔ لیکن ایک شادی کی تقریب میں اقارب کی موجودگی میں انہوں نے دوران گفتگو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں گستاخانہ کلمہ استعمال کر دیا۔ منشی صاحب کے لئے یہ امر ناقابل برداشت تھا اس پر بڑے بھائی کو آپ سے معافی طلب کرنا پڑی۔ (۱۲۲)

(۱۳) اکرام ضیف۔ آپ اس میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے تھے۔ اور آپ کا یہ خلق زبان زد خلائق تھا۔ جب (۱۹۰۵ء میں) حضرت مسیح موعود علیہ السلام دہلی سے مراجعت فرما ہوئے تو منشی صاحب اجازت لے کر لدھیانہ سے پہلی گاڑی سے پھگواڑہ پہنچے تا بنگہ، کریام وغیرہ کے منتظر احباب کو اطلاع دے سکیں۔ اور ان سب کو سامان خورد و نوش لے کر ساتھ حاجی پور لے گئے اور تنور گرم کروا دیئے اور دیگیں چڑھوا دیں اور تھوڑے سے وقفہ میں پر تکلف کھانا سب کو کھلا کر اسٹیشن پر پہنچا دیا گیا۔ اور یہ احباب حضور کی ملاقات سے مشرف ہوئے اور منشی صاحب نے حضور کی خدمت میں اپنی باغیچی کا پھل وغیرہ پیش کیا۔ اور جالندھر تک حضور کے ہمرکاب رہنے کے بعد آپ واپس ہوئے۔ ☆

(۱۴) اسوۂ نبویؐ کی اقتدا۔ روزمرہ کی زندگی میں چھوٹی سی چھوٹی بات میں آپ حضرت رسول

☆ الحکم ۲۱ ر اگست ۱۹۳۵ء (صفحہ ۱۰ کالم ۱ و ۳) ۷ ر ستمبر (صفحہ ۵ کالم ۱)

۷ ر ستمبر والے حصہ میں یہ بھی درج ہے کہ پھگواڑہ کے راستہ آمد و رفت کی اطلاع منشی حبیب الرحمٰن صاحب کو ہوتی اور وہ جالندھر سے لدھیانہ تک اور ادھر لدھیانہ یا پھلور سے جالندھر شہر تک ہمرکاب رہتے۔ بزرگان و مبلغین سلسلہ کی آمد و رفت کی اطلاع ہونے پر بھی منشی صاحب ان سے ملاقات کرتے اور کچھ تحفہ پیش کرتے۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب سال میں ایک دو دفعہ ضرور حاجی پور تشریف لاتے تھے۔ (یہ مضمون مصدقہ منجانب حضرت منشی ظفر احمد صاحب ہے۔)

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کو مدنظر رکھتے تھے۔ گھر میں خادمات ہونے کے باوجود آپ اپنی اہلیہ محترمہ کا ہاتھ امور خانہ داری میں بٹاتے تھے حتیٰ کہ کھانا پکانے برتن صاف کرنے یا چائے تیار کرنے اور پلانے میں باک نہ سمجھتے تھے بلکہ چائے اکثر آپ خود تیار کر کے سب کو اپنے ذاتی کمرہ میں بلا کر بنا بنا کر دیتے اور ساتھ ہی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح احادیث اور دینی مسائل اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حالات کا تذکرہ کرتے تھے۔ (۱۲۳)

(۱۵) دعائیں اور ذکر الٰہی جب کوئی امر باعث تشویش لاحق ہوتا تو آپ بہت دعائیں کرتے دوسرے روز آپ کے عزیز بہت حیران ہوتے کہ کل کیا حال تھا اور آج آپ بالکل مطمئن ہیں اور اس تکلیف کا ذکر تک نہیں کرتے آپ بتاتے کہ خواب میں حضرت مسیح موعود علیہ اسلام کی زیارت ہوئی ہے۔ اور حضور نے تشفی دی ہے۔

آپ تہجد کے پابند تھے ذکر الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ **انت الھادی اَنت الحقّ لیس الھادی الّا ھو** اور **یاحیّ یاقیوم بِرحمتک استغیث** آپ کے ورد زبان رہتا تھا۔ عمر کے آخری بیس برس خصوصاً آپ کے عبادت الٰہی میں صرف ہوئے۔ آپ بہت کم سوتے تھے۔ (۱۲۴)

آپ کے پوتے شیخ لطف المنان صاحب بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت منشی صاحب کو نور فراست اور کشوفِ صحیحہ سے نوازا تھا۔ (۱۲۵)

(۱۶) حضرت مسیح موعودؑ سے محبت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے متبعین میں بفضلہٖ تعالیٰ الٰہی محبت حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام اور قرآن کریم سے والہانہ عشق پیدا کر دیا تھا۔

اس احسانِ عظیم کے نتیجہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اصحاب کے اندر حضور کے لئے عشق کا جذبہ موجزن تھا منشی کظیم الرحمٰن صاحب تحریر کرتے ہیں کہ والد صاحب حضرت اقدسؑ اور حضور کے خاندان سے ایک قسم کا عشق رکھتے تھے جب بھی آپ حضرت اقدسؑ کا ذکر کرتے تو چشم پرنم ہو جاتے اور بعض دفعہ بیقرار ہو کر آپ کی ہچکی بندھ جاتی اور بالآخر آپ بے اختیار ہو کر کہتے کہ ہم تو یتیم رہ گئے۔ (۱۲۶)

حضرت عرفانی صاحب بھی رقم فرماتے ہیں کہ۔

''ایسا ہی محبی مخدومی حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحب پیارے آقا کے فدائیوں میں سے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذکر پر ہمہ درد اور اضطراب ہو جاتے ہیں۔ (۱۲۷)

☆ آپ ۱۹۸۳ء میں وفات پا گئے اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہوئے۔ اَللّٰھم اغفرلہٗ وارحمہ آمین

(۱۷) تأثرات حکیم دین محمد صاحب ☆ حضرت حکیم دین محمد صاحب مہاجر دارالرحمت وسطی ربوہ (جن کا وطن ضلع جالندھر تھا۔ اور جو حضرت مصلح موعودؓ کے ہم جماعت ہیں) بیان کرتے ہیں کہ

خاکسار ۱۹۰۲ء تا ۱۹۰۵ء مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان میں زیر تعلیم رہا۔ حضرت میاں حبیب الرحمٰن صاحبؓ کے صاحبزادہ میاں محبّ الرحمٰن صاحب جو ۱۹۰۱ء سے وہاں تھے ہمارے ساتھ تعلیم میں شامل ہوئے ہمارا قیام بورڈنگ ہاؤس میں تھا۔ ہم آپس میں بے تکلف ہو گئے اور اس بات سے خوش تھے کہ ہم ہموطن ہیں موضع حاجی پورہ کی تحصیل پھگواڑہ تھی اور پھگواڑہ واحد ریلوے سٹیشن تھا جو راہوں بنگہ اور نواں شہر کے مقامات کے لوگوں کی آمد و رفت کا ذریعہ تھا۔ اور موضع حاجی پور راستہ میں واقع تھا۔ خاکسار تحصیل نواں شہر کے قصبہ راہوں کا باشندہ تھا۔

حضرت میاں صاحب سے میری اوّلیں ملاقات قادیان میں ہی ہوئی تھی۔ بعد ازاں موسم گرما کی تعطیلات میں اپنے گھر جاتے ہوئے میاں محبّ الرحمٰن صاحب کی دعوت پر خاکسار نے ایک دو روز حاجی پور میں قیام کیا تھا۔ لیکن ۱۹۰۵ء میں قادیان سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد مجھے چند ماہ وہاں آپ کی بابرکت صحبت سے فیض یاب ہونے کا موقع میسر آیا اور میں اپنے تأثرات اس زمانہ کے بیان کرتا ہوں۔

اس موضع کے تمام مکانات کچے تھے۔ البتہ حضرت میاں صاحب کا مکان اور اس سے ملحقہ مسجد دونوں پکے تھے۔ چھوٹی اینٹوں سے تعمیر شدہ تھے اور ساڑھے آٹھ صد ایکڑ اراضی کا نصف آپ کی ملکیت تھا یہ اراضی چاہی تھی لیکن اس علاقہ کی دیگر اراضیات کی طرح بارش سے بھی اس کی آبیاری ہوتی تھی اور آپ کا گذارہ اس کی آمدنی پر تھا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کی زندگی شریفانہ اور رئیسانہ طریقہ سے بسر ہوتی تھی سب ہی افراد خاندان دھوبی دھلے، صاف ستھرے، اجلے لباس میں ملبوس ہوتے تھے تخت پوشوں اور بستروں کی چادریں ہر ہفتہ تبدیل کی جاتی تھیں۔ کھانا اندر سے طشتوں میں لگ کر آتا اور آپ بچوں اور مہمانوں کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے تھے مہمان نوازی آپ کے اخلاق کا ایک حصہ تھا۔ آپ کے خاندان کی مادری زبان اردو تھی لیکن آپ کے مزارعان پنجابی زبان بولتے تھے ان کو آپ کی صحبت میں بیٹھے ہمیں نے نہیں دیکھا۔ ممکن ہے کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ وہ حقہ نوشی کے عادی تھے جبکہ آپ کے خاندان کا کوئی فرد بھی اس کا عادی نہیں تھا۔

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لا کر مطمئن تھے آپ کے رشتہ کے بھائی حضرت منشی ظفر احمد

صاحب کپورتھلوی کبھی تشریف لاتے تو حضور کی تازہ ملاقاتوں کا تذکرہ فرماتے اور کرمدین بھیں کی طرف سے دائر شدہ مقدمات کے بارے میں بھی لوگوں کی چہ میگوئیوں کے تذکرے فرماتے اور خاکسار سے جو بچہ تھا، خوش خلقی سے پیش آتے تھے۔

آپ کے پاس حضرت مسیح موعود علیہ السلام و بزرگان سلسلہ کی جملہ کتب اور اخبارات سلسلہ الحکم، البدر، ریویو آف، ریلیجنز اردو، انگریزی کی سال وار جلدیں، نہایت شوق و احتیاط کے ساتھ ایک الماری میں محفوظ تھیں جو وسیع بیٹھک میں تھی اور اس کے قریب ایک تخت پوش ہوتا تھا۔ جس پر سفید چاندنی بچھی ہوتی تھی۔ تا کہ اس پر بیٹھ کر مطالعہ کیا جا سکے آپ اپنے بچوں کے ہمراہ مسجد میں نماز با جماعت ادا کرتے تھے۔

اس زمانہ میں آپ کے مقدمات آپ کے بعض مزارعان سے ہو رہے تھے آپ کو قانونی واقفیت پوری طرح حاصل تھی اور مقدمات کی تحریرات آپ خود اپنے قلم سے تیار کرتے تھے۔ آپ کا املاء و انشاء اعلیٰ درجہ کا تھا۔ آپ کا وکیل جو ہندو تھا آپ کی قانونی واقفیت کا معترف تھا۔

منشی صاحب کا انتقال پر ملال

حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحبؓ کو آخری ایام میں دینوی معاملات انتظام و انصرام جائیداد وغیرہ سے ایک گونہ انقباض محسوس ہوتا تھا۔ اور ان میں آپ بہت کم توجہ دیتے تھے۔ اور یاد الٰہی مصروف رہتے تھے۔ انتقال کے روز صبح آپ نے صفائی کا خاص اہتمام کیا۔ نیا برش اور نیا منجن منگوا کر دانت صاف کئے سامان نکلوا کر اپنا کمرہ صاف کروایا۔ اور وہاں اگربتی جلوئی اپنا پلنگ اور بستر صاف کروا کے شام کو چار بجے اس پر لیٹ گئے آپ کو کچھ عرصہ سے شام کو سردی سے تپ ہو جاتا اور رات کو پسینہ آ کر اتر جاتا تھا۔ اس روز پلنگ پر لیٹے تو طبیعت میں گھبراہٹ پیدا ہوئی اس پر دوسروں کو مختلف خیال پیدا ہوئے مثلاً یہ کہ تپ کا وقت ہے یا یہ کہ چائے چھوڑنے یا فلاں شے نہ کھانے کی وجہ سے جس کی عادت تھی یا صبح سے پان نہیں کھایا لیکن پیش کرنے پر آپ نے کوئی چیز قبول نہ کی آپ کے منہ سے اللہ ھو اللہ ھو کے ورد کے سوا کچھ نہ نکلتا تھا۔ بالآخر آپ بتاریخ یکم دسمبر ۱۹۳۰ء بروز دوشنبہ ساڑھے پانچ بجے شام بعمر تریسٹھ سال اپنے معبود حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے انا للہ و انّا الیہ راجعون۔ (۱۴۸)

مولوی محبّ الرحمٰن صاحب کی طرف سے درخواستِ دعائے مغفرت کے ساتھ یہ اعلان ہوا:۔

''میرے والد حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحب رئیس حاجی پورہ ریاست کپورتھلہ نے یکم دسمبر ۳۰ء کی

شام کوانتقال فرمایا- آپ حضرت مسیح موعودؑ کے اولیں خدام میں سے تھے- ازالہ اوہام اور دوسری کتب میں آپ کا ذکر بھی ہے سلسلہ سے بے حد محبت تھی- آپ ۳۱۳ اصحاب میں سے تھے-

مقدمات اور بہت سے مباحث وغیرہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ رہے- حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر آتے ہی رونے لگ جاتے- آپ حضرت مسیح موعودؑ کے عاشق صادق تھے آپ رفاہ عام کے کاموں اکثر حصہ لیتے تھے- نیز حکامِ ریاست میں بڑی عزت تھی- علاقہ بھر کے لوگ آپ کا احترام کرتے تھے-''

اس اعلان کے بعد موقر الفضل نے تحریر کیا:-

''ہمیں جناب منشی صاحب کی وفات کا سخت صدمہ ہے ہم انکے سارے خاندان سے اس رنج افزا صدمہ میں اظہارِ ہمدردی کرتے ہیں- اور دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے''- (۱۲۹)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کی طرف سے اعلان ہوا کہ-

''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک پرانے اور مخلص خادم جناب منشی حبیب الرحمٰن صاحب رئیس حاجی پورہ کی وفات کی افسوس ناک خبر الفضل .... میں شائع ہو چکی ہے .... حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ایدہٗ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان کیا جاتا ہے کہ منشی حبیب الرحمٰن صاحب حضرت مسیح موعودؑ کے پرانے مخلصین اور سابقون میں سے تھے- بیرونی جماعتیں اگر ان کا جنازہ پڑھیں تو یہ سابقون کے اعزاز کے لحاظ سے مناسب وموجب رضائے الٰہی ہوگا- ☆

نماز جنازہ وتدفین

منشی کظیم الرحمٰن صاحب تحریر کرتے ہیں کہ

والد صاحب ہمیشہ ہم سب کو اور خصوصًا والدہ صاحبہ کو فرماتے تھے کہ میری نماز جنازہ ہمارے ماموں

☆ الفضل ۱۸ر دسمبر ۱۹۳۰ء شیخ عبدالرحمٰن صاحب بیان کرتے ہیں- کہ اس سال جلسہ سالانہ کے دوران حضور نے جمعہ مسجد نور میں پڑھایا اور منشی حبیب الرحمٰن صاحب اور چند احباب کا جنازہ غائب بھی پڑھایا اور اعلان میں فرمایا کہ منشی صاحب السابقون الأولون اور تین سو تیرہ صحابہ میں سے تھے لیکن اس جنازہ پڑھانے کا الفضل میں ذکر نہیں ہوا- خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے کہ یہ بات درست ہوگی کیونکہ حضور نے بیرونی جماعتوں کو ان کے السابقون اور پرانے مخلصین میں سے ہونے کی وجہ سے جنازۂ غائب پڑھنے کی تلقین کی تھی بظاہر یہ امکان نہیں تھا کہ حضور خود جنازہ نہ پڑھاتے-

حضرت منشی ظفر احمد صاحب پڑھائیں بلکہ ان سے بھی کئی بار آپ نے یہ بات کہی اور عہد بھی لیا کہ نماز جنازہ آپ نے پڑھانی ہوگی- ماموں صاحب فرماتے کہ موت اور زندگی کا کیا اعتبار کہ کس کی باری پہلے آئے اس پر بھی اصراراً کہتے کہ میری وفات پہلے واقع ہوگی اور آپ نے میرا جنازہ پڑھانا ہوگا-

بذریعہ تار ماموں جان کو بلوایا گیا- ایک کثیر مجمع کے ساتھ جس میں کپورتھلہ پھگواڑہ اور حاجی پور وغیرہ کے غیر از جماعت افراد بھی شامل تھے آپ نے نماز جنازہ پڑھائی اور والد صاحب کے باغیچہ میں تدفین عمل میں آئی اسی مقام کے متعلق آپ نے چار ماہ قبل فرمایا تھا کہ یہاں آپ کو دفن کیا جائے-

حضرت ماموں جان اور حضرت والد صاحب میں جسقدر باہم محبت تھی ناقابل بیان ہے اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ہماری درخواست پر ماموں جان کا قیام کچھ روز حاجی پور میں رہا آپ ہر وقت چشم پرنم رہے اور بار بار فرماتے کہ میں اکیلا رہ گیا ہوں- اتنا عرصہ گذرنے پر بھی آپ اس صدمہ کو شدت کے ساتھ محسوس کرتے ہیں- ☆

خاتمہ بالخیر کے متعلق خوابیں

حدیث شریف اَلْمُؤْمِنُ یَرٰی وَیُرٰی لَهٗ کے مطابق حضرت منشی صاحبؓ کے اقارب نے متعدد رؤیا قبل و بعد وفات آپ کے حسن خاتمہ کے متعلق دیکھیں-

منشی کظیم الرحمٰن صاحب کو ایک رؤیا ہوئی جسے وہ بظاہر بہت خطرناک خیال کرتے تھے- آپ نے

☆ **بیان مصدقہ منجانب حضرت منشی ظفر احمد صاحب (الحکم ۷ر ستمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۵ کالم ۳ و صفحہ ۶ کالم ۱)**

شیخ لطف المنان صاحب ابن منشی کظیم الرحمٰن صاحب نے لکھا کہ بھارت سرکار نے حضرت منشی صاحب کی قبر پختہ کروا کے یہ کتبہ لگوادیا ہے کہ ''ایک مسلمان بزرگ کی قبر'' (الفضل ۱۰ر اپریل ۱۹۶۰ء صفحہ ۵ کالم ۱)

منشی حبیب الرحمٰن صاحب کی وفات دسمبر ۱۹۳۰ء میں ہوئی آپ کی عمر کے بارے مختلف بیانات ہیں مثلاً بیان منشی کظیم الرحمٰن صاحب کہ بوقت وفات والد صاحب کی عمر تریسٹھ سال تھی (الحکم ۷ر ستمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۵ کالم ۲) منشی کظیم الرحمٰن صاحب کا ہی دوسرا بیان ہے کہ حاجی محمد ولی اللہ صاحب کو براہین احمدیہ میسر آنے کے وقت ان کی عمر پندرہ سال کی تھی (الحکم ۲۸ر جولائی ۱۹۳۵ء صفحہ ۷ کالم ۳ و صفحہ ۸ کالم ۱) اس حساب سے والد صاحب کی عمر اکسٹھ سال بنتی ہے- تیسرا بیان اس وقت والد صاحب کی عمر قریباً بارہ سال ہونے کا ہے- (ایضاً صفحہ ۷ کالم ۳) منشی حبیب الرحمٰن صاحب بھی بیان کرتے ہیں کہ جس وقت براہین احمدیہ کے بارے اشتہار آئے تو میری عمر تقریباً تیرہ سال کی تھی (قلمی کاپی صفحہ ۱۰ تا ۱۲) اس حساب سے انکی عمر انسٹھ سال کی ہوتی ہے-

(باقی اگلے صفحہ پر)

ڈرتے ڈرتے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں تحریر کی حضور نے یہ تعبیر فرمائی کہ آپ کے والد صاحب مخلص ہیں اور مخلص ہی رہیں گے۔ (۱۳۰)

منشی کظیم الرحمٰن صاحب ایک اور رؤیا تحریر کرتے ہیں کہ سندھ میں جہاں میں بطور اوورسیئر کام کرتا تھا۔ حضرت والد صاحب کی شدید علالت کی اطلاع آپ کی وفات سے قریباً ڈیڑھ سال پہلے ملی۔ میں نے اہل وعیال سے مل کر آپ کی صحت کے لئے دعا کی اسی اثناء میں میں نے دیکھا کہ ایک وسیع میدان میں جس کی کوئی حد معلوم نہیں ہوتی۔جنتیوں کا ایک بہت بڑا دربار لگا ہوا ہے اس میں ایک طرف شہ نشین پر تین نشستیں ہیں جن پر اللہ تعالیٰ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام رونق افراوز ہیں۔ درباری ان تینوں کی طرف منہ کئے بیٹھے ہیں میں درباریوں میں سے گذر کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور والد صاحب کی علالت کا ذکر کر کے عرض کیا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے ان کی صحت کے لئے سفارش کر دیں۔ اس پر حضور نے اللہ تعالیٰ کی طرف منہ کر کے عرض کیا تو جواب ملا کہ ''اچھا'' یہ جواب میں اپنے کانوں سے سنا اور پھر غنودگی جاتی رہی۔

غنودگی دور ہونے کے بعد میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں اسی طرح مع اہل وعیال دعا میں مصروف ہوں پھر دعا کرتے کرتے ویسی ہی غنودگی طاری ہوگئی جس میں نے وہی دربار لگا ہوا دیکھا پھر میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں والد صاحب کی بیماری کا ذکر کر کے صحت کے لئے سفارش کرنے کی درخواست کی۔اس پر حضور نے شہادت کی انگلی سے اپنے دائیں طرف اشارہ فرمایا اشارہ ہوتے ہی والد صاحب سفید لباس پہنے اٹھ کھڑے ہوئے۔ پھر حضور نے دوسری طرف اشارہ کیا تو ماموں حضرت منشی ظفر احمد صاحب قبلہ رخ کھڑے ہوئے۔

مجھے یہ بتلایا گیا کہ موجودہ علالت سے والد صاحب صحت یاب ہو جائیں گے لیکن اس کے بعد جو تکلیف ہوگی اس سے وہ جانبر نہ ہوں گے اور یہ کہ یہ دونوں بزرگ جنتی ہیں پھر ہماری دعا ختم ہوگئی۔ میں نے یہ بات سب کو

بقیہ حاشیہ سابقہ: تجربہ سے ظاہر ہے کہ عمر کے بارے بعض دفعہ شدید سہو ہو جاتا ہے جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی عمر کے بارے مختلف اندازے لکھے ہیں حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب کو اپنی عمر کے بارے اندازے میں بھی سہو تھا۔

آپ کے فرزند شیخ عبدالرحمٰن صاحب والد صاحب کی عمر بوقت بہتر سال بتلاتے ہیں اور حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر (امیر جماعت وضلع فیصل آباد) ان کی عمر ستر سال تحریر کرتے ہیں (اصحاب احمد جلد چہارم (طبع سوم) صفحہ۸) اٹھاون انسٹھ اور ستر بہتر سال میں بڑا فرق ہے۔ دیکھنے والے قریبی رشتہ دار بالعموم صحیح اندازہ کرتے ہیں سو خاکسار کے نزدیک شیخ عبدالرحمٰن صاحب اور حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر کے اندازے ملتے جلتے اور درست معلوم ہوتے ہیں۔

بتادی اور بعد میں ایسا ہی وقوع میں آیا۔ (۱۳۱)

شیخ عبدالرحمٰن صاحب اپنے والد صاحب کی وفات سے پہلے کا یہ رؤیا بیان کرتے ہیں کہ

میں دہلی ریلوے اسٹیشن کے ایک پلیٹ فارم پر ہوں اور ریلوے کے کراسنگ پل پر سے گذر رہا ہوں کہ دیکھا اس پلیٹ فارم سے ایک جم غفیر پل کی طرف آ رہا ہے اور بہت شور ہے اور لوگ بھاگ بھاگ کر اس انبوہ کثیر کی طرف جا رہے ہیں۔ اتنے میں یہ شور بلند ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لا رہے ہیں اور ایک بھاری مجمع حضور کیساتھ ہے میں پل پر کھڑا نظارہ دیکھ رہا ہوں اور یہ مجمع میری طرف ہی آ رہا ہے حتیٰ کہ وہ ریلوے پل پر چڑھ گیا اور میں نے پل پر حضور کا مبارک چہرہ اچھی طرح دیکھا اور حضور میرے پاس سے گذر کر آگے نکل گئے اور اتنے بڑے مجمع کے دھکم پیل میں میں اور والدہ ماجدہ جو اس وقت زندہ تھیں مع بھائی مسعود الرحمٰن صاحب پیچھے رہ گئے یہ دونوں مجھ سے آ ملے حضور کے گذر جانے کے بعد کوئی کوئی آدمی رہ گیا۔

اس وقت میں بہت پریشان تھا میں بھی ان لوگوں کے ساتھ ہولیا جو تھوڑی تعداد میں باقی رہ گئے تھے۔ اتنے میں حضرت اقدس اس بھاری مجمع سمیت ریلوے پل سے بجلی کی چمک کی طرح گویا برق رفتاری سے نیچے پلیٹ فارم نمبرا پر اتر گئے۔ جہاں ایک سپیشل ٹرین کھڑی ہے۔ حضور اس میں سوار ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ یہ سپیشل ٹرین جنتیوں کی ہے۔ اور حضور ان سب کو ہمراہ لے کر دہلی سے قادیان تشریف لے جا رہے ہیں۔ یہ ٹرین وفات یافتہ افراد سے کچھا کچھ بھری ہوئی ہے۔

ہم نے ڈبوں میں جھانک جھانک کر والد صاحب کی تلاش کی جو وفات یافتہ تھے اس ٹرین کے تمام مسافر خشوع خضوع سے ذکر الٰہی میں مصروف ہیں۔ نہ وہ ایک دوسرے سے کلام کرتے ہیں نہ نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں سب نے ادب سے گردنیں جھکائی ہوئی ہیں۔ آخری ڈبہ میں ایسی ہی حالت میں ہم نے والد صاحب کو دیکھا اور دوسروں کی طرح ان کو سفید لباس میں ملبوس پایا۔

ہمیں بھی یہ خواہش ہوئی کہ ہم بھی جو زندہ تھے اس ٹرین میں سوار ہو جائیں جب ہم سوار ہونے کے لئے آگے بڑھتے تو بوگی بہت بلند ہو جاتی اور ہم اس میں سوار نہ ہو سکتے۔ جب ہم پیچھے ہٹ جاتے تو ڈبہ پھر نیچے ریلوے فارم پر جہاں ٹرین ختم ہوتی تھی آگے بڑھکر ریلوے یارڈ میں میں نے دیکھا کہ وہاں بہت سے افراد ہیں۔ لمبی سفید ریش والے، بوڑھے، ضعیف، سفید لباسوں میں ملبوس انہوں نے زمین میں چھوٹے چھوٹے گڑھے کھود کر اپنے اپنے چولہے بنائے ہوئے ہیں۔ وہ آٹا گوندھ رہے ہیں۔ جن سے آناً فاناً ڈبل روٹی تیار ہوتی جاتی ہے جسے وہ توڑ توڑ کر دودھ میں ڈال کر جلدی جلدی کھا رہے ہیں۔ اتنے میں اس اسپیشل ٹرین کی روانگی کا وقت ہو گیا۔ یہ سب

احباب فوراً اس میں سوار ہو گئے۔ اور ٹرین یہ جا وہ جا اور ہم وہاں تنہا رہ گئے۔

حضرت منشی صاحب کی وفات کے نصف سال بعد شیخ فیض الرحمٰن صاحب نے خواب دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نہایت ہی سفید بند موٹر میں حاجی پور تشریف لائے اور موٹر سے اتر کر سیدھے والد صاحب کی قبر پر تشریف لے گئے اور وہاں بہت دعا کی اور بعد دعا فرمایا:۔

''یہ شخص جنتی ہے''

اور پھر موٹر میں واپس تشریف لے گئے۔ (۱۳۲)

محترم شیخ محمد احمد صاحب مظہر نے حضرت منشی ظفر احمد صاحب حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحب، حضرت منشی اروڑا صاحب اور حضرت منشی عبدالرحمٰن صاحب سمیت بارہ قدیم صحابہ کپورتھلہ کے اسماء درج کر کے تحریر فرمایا ہے کہ

''یہ تمام وہ دوست ہیں جنہوں نے اپنے اپنے رنگ میں سلسلہ حقہ کی خدمات کیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سچے محبوں میں شامل ہوئے۔ بموجب وعدہ ایزدی لمبی عمریں پائیں۔ وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ۔'' (۱۳۳)

حضرت مسیح موعودؑ کا وعدہ صحابہ کپورتھلہ سے

(۱) حضرت اقدسؑ نے کشف دیکھا کہ اس سال تین چار دوست داغِ مفارقت دے گئے ہیں منشی ظفر احمد صاحبؓ نے عرض کیا کہ حضور! وہ قادیان میں سے تو نہیں فرمایا نہیں پھر منشی صاحب نے عرض کی کہ وہ کپورتھلہ کے تو نہیں فرمایا نہیں۔

''کپورتھلہ تو قادیان کا ایک محلّہ ہے'' (۱۳۴)

(۲) حضورؑ نے جن احباب کپورتھلہ کے بارے فرمایا کہ وہ میرے جنت میں ساتھ ہوں گے ان میں حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ اور حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحبؓ بھی شامل ہیں۔ ☆

(۳) ۱۸۹۱ء تک کے چند درجن اخص صحابہ کرام میں حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحب کا اسم گرامی مرقوم ہے۔

☆ بیان شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی (حیاتِ احمد جلد دوم نمبر ۷۷) منشی ظفر احمد صاحب بھی تصدیق کرتے ہیں (الحکم ۷/اگست ۱۹۳۵ء صفحہ ۸ کالم ۲، ۳) اس بیعت کے بارے حضور کی تحریر حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ نے بھی دیکھی تھی۔ (سیرۃ المہدی حصہ سوم روایت ۹۰۸) غالباً وہ مکتوب مراد ہے جو آگے درج ہے۔

(۴) مثیل بدر تین صد تیرہ خاص صحابہ کرام کی دونوں فہرستوں (مندرجہ آئینہ کمالاتِ اسلام وانجام آتھم) میں حضرت منشی صاحب کا نام نامی موجود ہے۔

(۵) بعض مخلصین کے انفاق فی سبیل اللہ کے ذکر کے ضمن میں حضور علیہ السلام رقم فرماتے ہیں:۔

''ہماری عزیز جماعت حیدر آباد (اور فلاں احباب).............اور منشی اروڑا صاحب کپور تھلہ اور ان کے رفیق...............اور ایسا ہی ہماری مخلص اور محبّ جماعت سیالکوٹ یہ تمام محبین اپنی طاقت سے زیادہ خدمت میں مصروف ہیں.........................۔

''ہماری امرتسر کی مخلص جماعت، ہماری کپور تھلہ کی مخلص جماعت، ہماری ہندوستان کے شہروں کی مخلص جماعتیں وہ نور اخلاص اور محبت اپنے اندر رکھتی ہیں کہ اگر ایک با فراست آدمی ایک مجمع میں ان کا منہ دیکھے تو یقیناً سمجھ لے گا کہ یہ خدا کا ایک معجزہ ہے جو ایسے اخلاص ان کے دل میں بھر دیئے ان کے چہروں پر ان کی محبت کے نور چمک رہے ہیں۔ وہ ایک پہلی جماعت ہے جس کو خدا صدق کا نمونہ دکھلانے کے لئے طیار کر رہا ہے۔[۱۳۵]

(۶) اپنے دستِ مبارک سے رقم کردہ مکتوب بنام حضرت میاں محمد خاں صاحب کپور تھلویؓ میں حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''آپ دِلی دوست اور مخلص ہیں۔ اور میں آپ کو اور اپنی اس تمام مخلص جماعت کو ایک وفادار اور صادق گردہ یقین رکھتا ہوں اور مجھے آپ سے اور منشی اروڑا صاحب اور دوسرے کپور تھلہ کے دوستوں سے دِلی محبت ہے........میں اُمیّد کرتا ہوں کہ آپ لوگ اس دنیا اور آخرۃ میں خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرے ساتھ ہوں گے۔''[۱۳۶]

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بارِک وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌوَاٰخِرُ دعوٰنا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

حوالہ جات

(۱)ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد۳ صفحہ ۵۴۵
(۲)بدر یکم اکتوبر ۱۹۰۸ء صفحہ ۶
(۳)''سیرۃ المہدی'' جلد سوم روایت نمبر ۹۰۵
(۴)خطبہ جمعہ مطبوعہ ۲۸؍اکتوبر ۱۹۴۱ء مفہوماً
(۵)الفضل ۱۸؍دسمبر ۱۹۳۰ء
(۶)مکتوباتِ احمد جلد ۶ حصہ اول صفحہ ۳
(۷)الحکم ۷؍اگست ۱۹۳۵ء صفحہ ۷
(۸)تذکرہ صفحہ ۵۹ طبع ۲۰۰۴ء
(۹)الحکم ۲۸؍جولائی ۱۹۳۵ء صفحہ ۸ کالم ۱
(۱۰)الحدید۔۱۸
(۱۱)الواقعہ۔۸۰
(۱۲)الحدید۔۱۸
(۱۳)الحجر۔۱۰
(۱۴)سنن ابوداوٗد کتاب الملاحم باب یذکر فی قدر قرن المائۃ
(۱۵)اٰل عمران۔۱۱۱
(۱۶)تذکرہ صفحہ ۹۹ طبع ۲۰۰۴ء
(۱۷)حیات احمد جلد دوم نمبر دوم صفحہ ۷۵ تا ۸۰
(۱۸)حیات احمد جلد دوم نمبر دوم صفحہ ۸۰ تا ۸۲
(۱۹)حیاتِ احمد جلد دوم نمبر دوم صفحہ ۸۰۔۸۱ حاشیہ، مکتوباتِ احمدیہ جلد ۶ صفحہ ۷۔۸
(۲۰)مکتوباتِ احمدیہ جلد ۶ صفحہ ۱۲۔۱۳
(۲۱)مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۱۱۵ مفہوماً

(۲۲) مکتوباتِ احمدیہ جلد ششم صفحہ ۱۴

(۲۳) مکتوباتِ احمدیہ جلد ششم حصہ اوّل صفحہ ۳ تا ۶

(۲۴) سنن ابن ماجہ کتاب الذھد باب ذکر التوبۃ۔

(۲۵) الحکم ۷؍اگست ۱۹۳۵ء صفحہ ۷ کالم ۲

(۲۶) حقیقۃ الوحی نشان نمبر ۱۳۰ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۳۱۳

(۲۷) الحکم ۲۸ مارچ ۱۹۳۴ء صفحہ ۳

(۲۸) الفضل ۴؍ستمبر ۱۹۴۱ء صفحہ ۶ کالم نمبر ۱

(۲۹) الفضل ۲۴؍ستمبر ۱۹۴۱ء صفحہ ۳ کالم نمبر ۱

(۳۰) تذکرۃ المہدی صفحہ ۲۴۹ طبع جدید (مفہوماً)

(۳۱) الحکم ۷؍اگست ۱۹۳۵ء صفحہ ۷ کالم ۳

(۳۲) اصحاب احمد جلد چہارم طبع جدید ۱۹۰، الفضل ۵ جنوری ۱۹۴۲ء۔

(۳۳) رسالہ نشان آسمانی۔ روحانی خزائن جلد ۴ صفحہ ۳۵۱ تا ۳۵۴

(۳۴) مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۴۹۰۔۴۹۱ بعنوان ''قیامت کی نشانی''

(۳۵) آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۶۲۹۔۶۳۰

(۳۶) آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۶۱۳

(۳۷) رسالہ نور احمد حصہ اوّل صفحہ ۴۳۔۴۴، اصحاب احمد جلد دوم ۷۰۔۷۱

(۳۸) تذکرۃ المہدی حصہ اوّل صفحہ ۱۵۹ تا ۱۶۰، اصحاب احمد جلد دوم صفحہ ۱۴۳ مفہوماً

(۳۹) تذکرۃ المہدی حصہ اوّل صفحہ ۱۵۹ تا ۱۶۱، اصحاب احمد جلد دوم صفحہ ۱۴۳۔۱۴۴ (مفہوماً)

(۴۰) ضمیمہ آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۶۳۹ تا ۶۴۳

(۴۱) مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۳۶۵ بعنوان ''التوائے جلسہ ۲۷؍دسمبر ۱۸۹۳ء

(۴۲) الفضل ۲۴؍ستمبر ۱۹۴۱ء صفحہ ۳ کالم ۱ و ۲

(۴۳) الحکم ۷؍اگست ۱۹۳۵ء صفحہ ۸ کالم ۲

(۴۴) نزول المسیح پیشگوئی نمبر ۶۰ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۷۵ تا ۴۷۷

(۴۵) کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۵۶

(۴۶) تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ ۴۷۴،الفضل ۲۸ر فروری ۱۹۵۷ء

(۴۷) تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ ۴۷۴، ریویو آف ریلیجنز اردو۔ستمبر ۱۹۳۹ء

(۴۸) رسالہ نور احمد نمبر ا صفحہ ۳۲ تا ۳۵

(۴۹) مجموعہ اشتہارات جلد اوّل بعنوان بحضور لیفٹیننٹ گورنر بہادر رام اقبالہ (ملخص)

(۵۰) آریہ دھرم ۔روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۹۳

(۵۱) سیرت المہدی جلد ۲، روایت نمبر ۴۴۳

(۵۲) الحکم ۱۷؍اپریل ۱۹۰۰ء صفحہ ۲ کالم نمبر ا

(۵۳) تذکرہ صفحہ ۴۹۰ طبع ۲۰۰۴ء

(۵۴) حقیقۃ الوحی ۔روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۳۷۵۔۳۷۴

(۵۵) نزول المسیح ۔روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۳۸۷

(۵۶) کشتی نوح ۔روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۲

(۵۷) کشتی نوح ۔روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۳

(۵۸) کشتی نوح ۔روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۰

(۵۹) کشتی نوح ۔روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۴ تا ۱۵

(۶۰) الحکم ۷ر نومبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۶

(۶۱) الحکم ۱۷ر مارچ ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۶

(۶۲) اصحاب احمد جلد چہارم صفحہ ۱۳ طبع جدید

(۶۳) الفضل ۳۰ جون ۱۹۴۷ء صفحہ ۴

(۶۴) تذکرہ صفحہ ۴۸۶ طبع ۲۰۰۴ء

(۶۵) تذکرہ صفحہ ۴۸۷ طبع ۲۰۰۴ء

(۶۶) بدر ۲۷ر اکتوبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۲

(۶۷) الحکم ۲۴ر دسمبر ۱۹۰۵ء

(۶۸) بدر ۳۱ر اکتوبر، ۱۵ و ۲۴ر نومبر ۱۹۰۵ء

(۶۹) بدر ۲۴ر نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ا

(۷۰) بدر ۱۰ر نومبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۱، ۱۰ر ستمبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۸ کالم نمبر ۲

(۷۱) الحکم ۱۰ر ستمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۸ و ۹ (مفہوماً)

(۷۲) الحکم ۱۷ر ستمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۲، ۳ (مفہوماً)

(۷۳) الحکم ۲۴ر ستمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۴ مفہوماً

(۷۴) الحکم ۳۰ر ستمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۳ (مفہوماً)

(۷۵) الحکم ۱۷ر اکتوبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۴ (مفہوماً)

(۷۶) الحکم ۳۰ر نومبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۶ کالم نمبر ۱

(۷۷) منصبِ خلافت صفحہ ۵۰۔ رپورٹ مشاورت ۱۹۳۲ء صفحہ ۱۰، ۱۱

(۷۸) الحکم ۳۱ر اکتوبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۶، ۵

(۷۹) تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ، تاریخِ وفات مرزا احمد بیگ صاحب ۳۰ر ستمبر ۱۸۹۲ء

(۸۰) محمود کی آمین۔ مطبوعہ ۱۸۹۷ء

(۸۱) الحکم ۱۷ر مارچ ۱۹۰۶ء صفحہ ۲، کالم نمبر ۲

(۸۲) الجمعۃ ۔ ۴

(۸۳) الحکم ۱۷ر ستمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۸۔ ۲۴ر اکتوبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۹، ۱۰

(۸۴) سیرت المہدی حصہ اوّل روایت نمبر ۱۰۴ صفحہ ۷۹۔ ۸۱ (مفہوماً)

(۸۵) اصحاب احمد جلد چہارم صفحہ ۱۶۴ طبع جدید۔

(۸۶) الحکم ۱۴ر جولائی ۱۹۳۵ء صفحہ ۶

(۸۷) بدر ۲۵ر اکتوبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۸

(۸۸) حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۸۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۵۲

(۸۹) بدر ۲۷ر دسمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۶

(۹۰) مکتوباتِ احمدیہ جلد پنجم نمبر پنجم صفحہ ۶۸۔ ۶۹، الحکم ۲۸ر مارچ ۱۹۱۶ء صفحہ ۴۔ ۵

(۹۱) الحکم ۲۱ر اپریل ۱۹۱۴ء صفحہ ۱۱

(۹۲) الحکم ۲۸ر نومبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۳، کالم ۱، ۳، الفضل ۶ر دسمبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۲ تا ۳

(۹۳) مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۹۶ بعنوان ''رسالہ سراج منیر مشتمل برنشان ہائے رب قدیر''

(۹۴) مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۲۶۶۔ ۲۶۷

(۹۵) الحکم ۱۰ر نومبر ۱۸۹۹ء صفحہ ۷ کالم ۱

(۹۶) الفضل ۲۲ر فروری ۱۹۲۳ء صفحہ ۱

(۹۷) مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ ۲۵۹ تا ۲۶۰، ۱۸۵

(۹۸) الحکم ۱۰ر جنوری ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۰

(۹۹) الحکم ۱۰ر اکتوبر ۱۹۰۰ء

(۱۰۰) الحکم ۲۴ر اکتوبر ۱۹۰۰ء صفحہ ۱۲، کالم نمبر ۳

(۱۰۱) سنن الترمذی، کتاب العلم باب ماجاء الدال علی الخیر کفاعلہ

(۱۰۲) الحکم ۲۸/ ۲۱ فروری ۱۹۱۱ء صفحہ ۱۰ کالم ۱

(۱۰۳) الفضل ۱۳، ۱۶ مئی ۱۹۱۵ء زیر مدینۃ المسیح

(۱۰۴) الفضل ۵ جنوری ۱۹۲۰ء صفحہ ۱۰، ۱۱

(۱۰۵) الفضل ۶ر جنوری ۱۹۶۰ء

(۱۰۶) الفضل ۲۴ر جنوری ۱۹۲۵ء صفحہ ۳، ۴

(۱۰۷) الفضل ۲۴ر جنوری ۱۹۲۵ء صفحہ ۳، ۴

(۱۰۸) تاثراتِ قادیان۔ مرتبہ ملک فضل حسین مہاجر قادیان۔

(۱۰۹) پرکاش ۱۸ر جنوری ۱۹۲۵ء بحوالہ ۲۹ر جنوری ۱۹۲۵ء

(۱۱۰) الحکم ۷ر ستمبر ۱۹۳۵ء۔ تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ ۸۳ حاشیہ۔

(۱۱۱) الحکم ۲۴ر جولائی ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۴ کالم ۲ و ۳

(۱۱۲) الحکم ۷ر ستمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۵ کالم ۲، تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ ۸۳ حاشیہ

(۱۱۳) مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ ۲۲۳۔ ۲۲۴

(۱۱۴) بدر ۶ مئی ۱۹۸۲ء صفحہ ۵ کالم ۱ و ۳

(۱۱۵) الفضل ۶ر اپریل ۱۹۴۰ء صفحہ ۵

(۱۱۶) الحکم ۲۹ اگست ۱۹۳۵ء صفحہ ۹ کالم ۱ و ۲

(۱۱۷) الحکم ۲۹ اگست ۱۹۳۵ء صفحہ ۹ کالم ۱ و ۲

(۱۱۸) الفضل ۹؍اپریل ۱۹۶۰ء صفحہ ۵ (بیان شیخ لطف الحنان صاحب)

(۱۱۹) الحکم ۷؍اگست ۱۹۳۵ء صفحہ ۷ کالم ۲، ۲۱؍اگست ۱۹۳۵ء صفحہ ۹ کالم ۲۔ صفحہ ۱۰، کالم ۱

(۱۲۰) الفضل ۹؍اپریل ۱۹۶۰ء صفحہ ۵۔ بیان شیخ لطف الحنان صاحب

(۱۲۱) الفضل ۹؍اپریل ۱۹۶۰ء صفحہ ۵۔ بیان شیخ لطف الحنان صاحب

(۱۲۲) الحکم ۲۱؍اگست ۱۹۳۵ء صفحہ ۸ کالم ۳۔ ۷؍اگست صفحہ ۸ کالم ۳

(۱۲۳) الحکم ۲۱؍اگست ۱۹۳۵ء صفحہ ۸ کالم ۳۔ ۷؍اگست صفحہ ۸ کالم ۳

(۱۲۴) الحکم ۲۱؍اگست ۱۹۳۵ء صفحہ ۸ کالم ۳۔ ۷؍اگست صفحہ ۸ کالم ۳

(۱۲۵) الفضل ۹؍اپریل ۱۹۴۰ء صفحہ ۵

(۱۲۶) الحکم ۲۱؍اگست ۱۹۳۵ء

(۱۲۷) الحکم ۲۸؍مئی ۱۹۳۵ء صفحہ ۴

(۱۲۸) الحکم ۷ستمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۵ کالم ۲

(۱۲۹) الفضل ۹؍دسمبر ۱۹۳۰ء صفحہ ۲

(۱۳۰) الحکم ۷؍اگست ۱۹۳۵ء صفحہ ۸ کالم ۲

(۱۳۱) الحکم ۷؍ستمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۵، ۶

(۱۳۲) الحکم ۷؍ستمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۶ کالم ۱

(۱۳۳) اصحاب احمد جلد چہارم صفحہ ۱۴

(۱۳۴) تذکرہ صفحہ ۶۸۸ طبع ۲۰۰۴ء

(۱۳۵) ضمیمہ انجام آتھم روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۳۱۵

(۱۳۶) بدر مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۰۸ء

اشاریہ

اصحاب احمد جلد دہم

مرتبہ : عبدالمالک

اسماء

آ ۔ ا

آبادان۔107

آتھم (عبداللہ آتھم)394.392.391.390

آفتاب احمد بسمل۔217۔

اجین فضل حسین 342.341

ابراہیم علیہ السلام۔238.

ابراہیم خان: میاں۔6۔

ابوبکرؓ۔258۔

ابوالحسن۔218۔

ابوہریرہؓ۔258۔

احسان علی۔36۔

احسن نظامی: خواجہ۔410۔

احمد الدین۔245۔

احمد بیگ : مرزا۔وفات۔427۔

احمد جانؓ : منشی۔15۔18۔19۔481۔

احمد دین۔170۔

احمد دین۔70۔

احمد دین: چوہدری۔ 77۔78۔90۔93۔106۔128۔
129۔135۔136۔138۔141۔144۔

احمد دین۔481۔

احمد سرہندی : شیخ۔410۔

احمد شاہ : میر۔13۔

احمد علی (چوہدری نجابت علی صاحب کے بیٹے)۔146۔

=..............................164۔165۔166۔

احمد علی (چوہدری محمد علی صاحبؓ کے بیٹے)۔155۔156۔

احمد علی (چوہدری امیر باز خان صاحبؓ کے بیٹے)۔169۔

احمد علی خان۔113۔

احمد علی: مولوی۔351۔352۔

احمد نور کابلی۔80۔192۔408۔

اچھواجی۔170۔

اسفندیار۔34۔

اسماعیل: میاں۔15۔

اسماعیل خان گوڑیانی: ڈاکٹر۔79۔

اشرف علی : قاضی۔201۔204۔

افضال احمد نمبردار۔166۔

افضل حق (مفکر احرار)233۔

افضل خان: میر۔207۔

اقبال احمد خان۔(مولوی عبدالواحد خان صاحبؓ کے بیٹے)۔
212۔

آپ کی اولاد۔213۔

اقبال علی: بابو۔438۔

اکبر۔(مغل شہنشاہ)۔76۔170۔
اکبر خاں۔167۔
اکبر شاہ خاں نجیب آبادی۔27۔28۔
اکبری بیگم۔138۔
اکرام حسین۔201۔
الٰہیا۔404۔
الطاف حسین (اٹاوہ)۔204۔
الفت بیگم۔143۔
اللہ بخش۔182۔188۔
اللہ بخش: چوہدری۔232۔
اللہ داد خان۔408۔473۔
اللہ رکھا۔180۔
اللہ وسایا۔قبول احمدیت۔233۔
الہ دین ٹوپی فروش۔185۔
الہ دین فلاسفر۔79۔
الٰہی بخش: بابو۔251
امام الدین۔21۔
امام الدین۔185۔186۔
امام الدین: حافظ۔417۔
امام الدین: مولوی۔14۔
امام بخش (چوہدری مولا بخش صاحب کے والد)۔140۔
امام بخش (ماسٹر فقیر اللہ صاحب کے والد)۔13۔
امام بخش سپاہی۔408۔
امام بیگم۔90۔140۔
امتہ الرشید۔432۔
امتہ الوہاب۔440۔
امجد علی شاہ۔37۔
امداد اللہ: حاجی۔343۔
ام طاہرؓ۔35۔36۔
ام کلثوم۔160۔
ام متین: سیدہ۔226۔
امیر احمد: مرزا۔206۔
امیر اکبر: مرزا۔206۔
امیر خسرؒو۔410۔
امت ال۔148۔149۔
امت ال۔163۔
امت اللہ بیگم۔185۔
امیر النساء: 88۔89۔156۔
امیر النساء (چوہدری چھجو خاں صاحب کی اہلیہ)۔163۔
امیر باز خان۔169۔
امیر حسینؓ: قاضی۔221۔
امیر علی۔162۔
امیر علی: شیخ۔307۔
امیر علی۔مسلمان کی تعریف۔425۔
امیر علی خان۔159۔
امیر محمد: حاجی۔70۔
انشاء اللہ خاں: مولوی۔435۔ریویو آف ریلیجنز کو حضرت اقدسؑ کے مشن سے علیحدہ کرنے کی تحریک۔433۔448۔
اورنگ زیب۔(مغل شہنشاہ)۔220۔306۔
اہتمام الدین۔440۔
ایوب بیگ: مرزا۔22۔
باغ دین۔14۔
باقی اللہ: خواجہ۔410۔
بالک رام۔55۔
بخت بھری۔177۔
بدر الدین: سید۔154۔

بدربخش۔168۔

بڈلف۔63۔

بڈھا: شیخ۔195۔

بڈھے خان : چوہدری۔145۔151۔152۔

بڈھے شاہ۔350۔

برکت بی بی ۔ 153۔

برکت علی ۔ 154۔

برکت علی: چوہدری۔147۔148۔

برکت علی خاں : چوہدری۔118۔171۔

برھان الدین۔440۔

برہان الدینؓ جہلمی: مولوی۔21۔22۔378۔

برہم پرکاش۔71۔

بشارت احمد: ڈاکٹر۔276۔

بشارت احمد نیّر (نائب وکیل التبشیر)۔235۔

بشارت علی خاں پوسٹ ماسٹر۔79۔80۔82۔84۔125۔
136۔170۔171۔173۔

بشیر احمد۔168۔

بشیر احمد (عبدالرحمٰن مصری کا بیٹا)۔493۔

بشیر احمد: شیخ۔36۔

بشیر احمدؓ: صاحبزادہ مرزا۔32۔36۔65۔107۔109
۔139۔189۔191۔200۔240۔242۔255۔256
۔257۔272۔273۔275۔291۔293۔295۔
457۔427۔

محترمہ فضل بی بی صاحبہ کی نماز جنازہ پڑھانا۔194۔

بشیر الدین احمد۔92۔93 ۔

بنّہ۔167۔

بوٹے خان۔64۔

بہادر جنگ (انچارج مدرسہ احمدیہ کریام)۔142۔

بھمبھو خان۔89۔90۔

بھولا ؛ میاں۔(حضرت ڈاکٹر عطر الدین صاحبؓ کے والد)۔1۔

پریتم سنگھ : پروفیسر۔34۔

پولوس۔470۔

پیلاطوس۔388۔389۔

ت۔ ٹ۔ ث

تاج خان۔170۔

تانی رام۔59۔71۔

تلک رام۔44۔

تفضّل حسین: سید۔204۔

تونگر علی : قاضی۔204۔

ٹھاکر داس برہمن۔85۔

ثناء اللہ امرتسری: مولوی۔214۔215۔233۔234۔

ج ۔ چ

جانی۔45۔

جلال الدین۔.168۔

جلال الدین۔196۔197۔198۔

جلال الدین سیوطی: امام۔649۔

جلال خاں۔163۔

جمال الدین۔408۔

جمال الدین: خواجہ۔356۔

جمنا دیوی (شیخ عبدالرحیم صاحب شرماؓ کی والدہ) 41۔

جنت بی بی۔145۔153۔

جوالا سنگھ۔پادری۔233۔

جھنڈا : شیخ۔(شیخ رحمت اللہ صاحب کے والد)۔184۔195۔

جہانگیر (مغل شہنشاہ)۔76۔261۔خدائی عذاب کے نیچے ہونا۔197۔

جیماں۔(چوہدری مراد بخش صاحب کی اہلیہ)۔136۔

جینو۔196۔

جیون: بابا۔135۔

جیوے خاں۔77۔

چٹو : بابا۔257۔

چراغ۔153۔

چراغ دین (مولانا محمد ابراہیم صاحبؓ بقاپوری کے تایا)۔220۔224

چراغ محمد نمبردار۔145۔

چندولال۔435۔436۔

چندولال: پنڈت (شیخ عبدالوہاب صاحبؓ کے والد)۔72.70

چھجوخان۔107۔.123۔163۔172۔

چھجوخان۔107۔.123۔163۔172۔

ح ۔ خ

حاکم بی بی (چوھدری تھے خاں صاحب کی اہلیہ اول)۔179۔

حاکم بی بی۔180۔

حاکم خان : چوہدری۔ 144۔145۔151۔152۔

حاکم علی : چوہدری۔182۔

حاکم علی پنیار: چوہدری۔180۔

حامد شاہؓ: میر سید۔210۔277۔454۔

حامد علیؓ : حافظ۔337۔341۔346۔347۔407۔

حبیب احمد : منشی۔74۔

حبیب الرحمٰن (مولوی احمد علی صاحب کے فرزند)۔352۔

حبیب الرحمٰنؓ : منشی۔287۔288۔291۔292۔293۔

310 ۔ 309.308. 307 .306 .305 .301. 295

338.336.335.331.330.328.315.314.311.

354.351.350.349.348.347.343.342.440.

381.379.377.373.369.368.365.357.355.

397.396.392.388.387.386.385.384.383.

415.413.411.409.405.404.403.400.398.

438.437.436.435.432.431.425.421.420.

457.455.450.449.447.444.442.441.440.

483.481.480.476.473.471.466.465.462.

501.499.498.496.495.491.490.488.485.

502.

اولین جلسہ میں شرکت۔376۔

آپ کے نام حضرت اقدسؑ کا مکتوب۔ 468.439.377

تین سو تیرہ صحابہ میں شرکت۔382۔

آپ کی روایات۔427۔

حضرت اقدسؑ کی خدمت میں پان پیش کرنا۔ 424۔

حضرت اقدسؑ کا آپ کی تلاوت قرآن پاک سننا۔ 431۔

حضرت اقدس کی تعلیمات کے لئے آپ کی غیرت433۔

افراد خاندان سمیت خلافت ثانیہ کی بیعت۔448۔

مفتی محمد صادقؓ صاحب کی یورپ و امریکہ سے مراجعت پر سپاسنامہ۔458۔

حضرت مصلح موعودؓ کی سفر یورپ سے مراجعت پر سپاسنامہ۔ 459۔

اعانت مدرسہ کے لئے چندہ۔474۔

کسی غریب لیکن شائق کے نام سلسلہ کے رسائل لگوانے کی تجویز۔475۔

مکتوبات حضرت اقدسؑ کی حفاظت۔ 481۔

آپ کی اہلیہ کی وفات۔484۔

آپ کی اولاد۔485۔

آپ کے دوست۔487۔

حقوق العباد۔491۔

آپ کا انتقال۔497۔

آپ کے جنتی ہونے کے متعلق رؤیا۔200۔

حبیب اللہ : ڈاکٹر سید۔7۔

حرمت بیگم (چوہدری مہر خان صاحب کی اہلیہ)۔138۔
حسام الدین :میر۔210۔
حسن بصریؒ : خواجہ۔224۔
حسن عالم ۔159۔
حسن محمد :بابا۔231۔
حسن محمد : چوہدری۔145۔148۔
حسین بخش۔14۔
حسین بی بی۔196۔
حسین بی بی۔(چوہدری اللہ بخش صاحب کی اہلیہ)۔182۔
حشمت اللہ۔34۔
حشمت اللہؓ: ڈاکٹر۔108۔218۔
حشمت بیگم۔(چوہدری اللہ بخش صاحب کی اہلیہ)۔182۔
حکومت بیگم۔138۔
حیات بیگم۔(مولانا محمد ابراہیم صاحبؓ بقاپوری کی دوسری اہلیہ)۔226۔
خان بہادر : 158۔
خدا بخش : مرزا۔473۔474۔
خدیجہ خاتون۔201۔
خواجہ علی : قاضی۔414۔
خورشید احمد : صاحبزادہ مرزا۔290۔
خیراں بیگم۔(حاجی غلام احمد صاحبؓ کی والدہ)۔ 75۔

د ۔ ڈ

دارے خان۔90۔147۔148۔170۔
دلاور خان۔17۔
دنی چند : لالہ۔306۔
دورے خاں۔170۔
دولت بیگم (شیخ رحمت اللہ صاحب کی ہمشیرہ) حضرت اقدسؑ کی دعا سے اولاد۔193۔
دولت بیگم۔(حاجی غلام احمد صاحبؓ کی بہن)۔ 89۔130۔
دھرمپال۔432۔
دین محمد :حکیم۔(حضرت مصلح موعودؓ کے ہم جماعت)۔409۔413۔495۔
دین محمد : مستری۔185۔
ڈگلس : ایم۔ڈبلیو۔388۔389۔412۔
احمدی نوجوانوں کے نام پیغام۔390۔
ذوالفقار علی خانؓ۔409۔

ر ۔ ز

راجہ رام۔54۔
رام لال بروت۔128۔
رانا مل۔170۔
رجّا : میاں۔196۔
رحما۔168۔
رحمت اللہ ولد آبادان۔107۔
رحمت اللہ : حاجی۔87۔103۔122۔246۔
رحمت اللہ : شیخ۔16۔23۔184۔187۔189۔190۔191۔193۔195۔223۔244۔247۔248۔256۔264۔454۔
خلافتِ ثانیہ کے متعلق خواب۔ 191۔
رحمت اللہ : سردار۔21۔
رحمت اللہ :مستری۔64۔
رحمت اللہ : منشی۔172۔
رحمت بی بی۔(عبدالرحیم صاحب شرماؓ کی رضاعی بہن)۔ 67۔
رحمت خان۔159۔
رحمت خان : چوہدری۔168۔
رحیم بخش۔196۔197۔
رحیم پہلوان۔114۔

رحمے خان۔163۔

رستم علیؓ : چوہدری۔338۔

رشید احمد گنگوہی۔343۔344۔345۔346۔364۔

رشید الدین انور۔(مولوی عبدالواحد خان صاحبؓ کے بیٹے)۔216۔

رشید الدینؓ : ڈاکٹر خلیفہ۔456۔457۔

رضاء اللہ۔28۔

رقیہ بیگم (مولانا شیر علی صاحبؓ کی نواسی)۔ 239۔

رلیا رام۔(شیخ عبدالرحیم صاحب شرماؓ کے والد۔41۔

رمضان علی: میاں۔174۔

رمضانی۔45۔46۔

رنجیت سنگھ۔220۔

رندھیر سنگھ۔307

رنگ علی شاہ: سائیں۔144۔

رنگے خان: چوہدری۔140۔158۔

رنگے خان: چوہدری۔(چوہدری مراد بخش صاحبؓ کے والد)۔135۔

روڈا۔404۔405۔

روشن دین۔347۔348۔349۔350۔

روشن علیؓ: حافظ۔228۔231۔234۔

ریشم بی بی۔180۔

زینب۔177۔

زینب بیگم۔147۔

زینب بیگم۔(حاجی غلام احمد صاحبؓ کی سوتیلی والدہ)۔88۔89۔

زین العابدین۔85۔

س

سخی محمد :مولوی۔(مولوی غلام حیدر صاحب کے والد)۔177۔

سراج الحق نعمانی : پیر۔359۔369۔377۔378۔

سردار احمد خان۔338۔374۔

سردار بیگم۔13۔21۔

سردار بی بی۔(مولوی غلام رسول صاحبؓ کی اہلیہ)۔ 178۔

سرور جان۔(ماسٹر فقیر اللہ صاحبؓ کی دوسری اہلیہ)۔ 13۔

سروری بیگم۔138۔

سعد اللہ: حافظ۔(مولانا محمد ابراہیم صاحبؓ بقاپوری کے مورث اعلیٰ)۔220۔

سعد اللہ خان۔174۔176۔

سعد اللہ لدھیانوی۔274۔275۔

سلامتے بیگم۔168۔

سلطان احمد: صاحبزادہ مرزا۔21۔23۔24۔252۔311۔

سلطان بی بی۔(عبدالرحیم صاحب شرماؓ کی اہلیہ ثانی کی والدہ)۔65۔67۔

سلیم شاہ۔76۔

سمے خان: چوہدری۔163۔

سنہاری رام۔(شیخ عبدالرحیم صاحب شرماؓ کے تایا)۔41۔

سید احمد : ۔326۔

سید احمد : سر۔208۔323۔324۔340۔483۔

سید احمد دہلوی۔339۔

سید احمد : مولوی۔327۔

سیف الرحمٰن خان: صاحبزادہ۔207۔

سیف الدین کچلو: ڈاکٹر۔2۔

ش

شاد بخت قاضی۔201۔204 ۔

شادی۔196۔

شادی خانؓ : میاں۔408۔

شادی رام (شیخ عبدالرحیم صاحبؓ شرما کا بڑا بھائی)۔ 42۔43۔

شاہ دین : بابو۔206۔

شاہ دین : مولوی۔360۔

شریف احمدؓ: صاحبزادہ مرزا۔98۔110۔251۔252۔394

شفاعت احمد: ڈاکٹر۔419۔420۔

حضرت اقدسؑ سے یکطرفہ مباہلہ۔421۔

شفیق الرحمٰن: چوہدری۔ 171۔
شمس الدین۔ 15۔
شیر عالم: پیر۔ 115۔ 116۔
شیر علیؓ: مولوی۔ 21۔ 22۔ 28۔ 32۔ 40۔ 95۔ 107۔
۔132۔ 173۔ 231۔ 239۔ 449۔ 456۔ 457۔
شیر محمد : چوہدری۔ 220۔
شیر محمد ۔(ٹانگہ والے)۔ 107۔
شیر محمد : ملک۔ 20۔
شہاب الدین۔ 196۔
شہزادہ ہمدم۔ 245۔

ص ۔ ض

صاحب نساء۔ 145۔ 153۔ 159۔
صالح محمد۔ 175۔
صالحہ بی بی۔(میاں رمضان علی صاحبؓ کی اہلیہ سوم)۔ 175۔
صدرالدین: چوہدری (مولانا محمد ابراہیم صاحبؓ بقاپوری کے والد)۔ 220
صدرالدین : مولوی۔ 27۔ 32۔ 192۔ 230۔
صدرالدین: میاں۔ 196۔ 199۔
صدیق حسن خان : نواب۔ 368۔
صلاح الدین: ملک۔ 289۔
صوبہ خان: چوہدری۔ 163۔
ضیاءاللہ۔(سیکنڈ ماسٹر)۔ 16۔

ط ۔ ظ

طفیل محمد۔ 154۔ 155۔
طفیل محمد خان: چوہدری۔ 88۔ 89۔
ظفر احمدؓ : منشی ۔ 289۔ 298۔ 300۔ 301۔ 303۔
336.333.331.318.315.311.309.308.305
349.348.347.345.344.343.342.341.340.
369.368.366.365.358.356.354.352.350.
405.398.397.388.386.385.383.381.374.
484.468.457.447.441.439.438.415.408.
500.499.496.494.491.489.488.487.485.
502.501.
ظہورالدین۔ 108۔
ظہورالدین : چوہدری۔ 92۔

ع

عابد علی خان۔ 165۔
عالمگیر خان۔ 171۔
عائشہؓ (حضرت ام المومنین)۔ 224۔
عائشہ۔ 5۔ 6۔
عائشہ۔(شیخ رحمت اللہ صاحب کی اہلیہ)۔ 193۔
عائشہ بیگم۔(عبدالرحیم صاحب شرماؓ کی اہلیہ ثانی)۔ 65۔ 67۔
عائشہ بی بی۔(مولوی غلام حیدر صاحبؓ کی اہلیہ)۔ 177۔
عباس علی لدھیانوی : میر۔ 86۔ 480۔
عبدالاکبر۔ 18۔
عبدالجبار غزنوی: مولوی۔ 179۔ 222۔ 393۔
عبدالحق: پادری۔ 98۔
عبدالحق: چوہدری۔ 149۔
عبدالحق رامہ۔ 217۔
عبدالحق غزنوی۔ 393۔
عبدالحق : مولوی۔ 395.394.393.365۔
عبدالحق ودیارتھی۔ 30۔
عبدالحکیم: چوہدری۔ 170۔ 171۔
عبدالحکیم خان۔(مولوی عبدالواحد خان صاحبؓ کے بیٹے)۔ 212۔
آپ کی اولاد۔ 213۔
عبدالحکیم مرتد۔ 437۔
عبدالحمید۔ 32۔

عبدالحمید: خان۔62۔

عبدالحمید : شیخ۔261۔

عبدالخالق۔217۔

عبدالدائم : شیخ۔306۔

عبدالرحمٰن۔65۔

عبدالرحمٰن۔88۔

عبدالرحمٰن۔(چوہدری مولابخش صاحبؓ کے بیٹے)۔160۔161۔

عبدالرحمٰن۔(حاجی غلام احمد صاحبؓ کے بھائی)۔75۔76۔

عبدالرحمٰن انور پرائیویٹ سیکرٹری۔174۔179۔181۔182

عبدالرحمٰن جٹ۔(امیر جماعت احمدیہ قادیان).21۔198۔200

عبدالرحمٰن۔408۔

عبدالرحمٰن خان۔144۔145۔

عبدالرحمٰن : سید ۔4۔190۔191۔

عبدالرحمٰن: شیخ۔356.354.340.328.291.40.23

406.405.400.388.386.384.369.368.359.

492.483.448.440.436.427.415.414.411.

200.498.

عبدالرحمٰن صدیقی۔218۔

عبدالرحمٰنؓ قادیانی : بھائی.482.100.51.40.11.3.2

عبدالرحمٰن : سیٹھ۔.407 . 438

عبدالرحمٰن : ماسٹر۔406۔

عبدالرحمٰن محی الدین۔178۔

عبدالرحمٰن مصری۔ . 492 . 493

عبدالرحمٰن : منشی۔.374.343.341.338.312.302

.457.419.417.403.383.381

عبدالرحمٰن مولوی فاضل۔(مولوی غلام رسول صاحبؓ کے فرزند)۔178۔

عبدالرحمٰن شرما: شیخ۔41۔52۔60۔62۔63۔67۔74۔

بتوں سے نفرت ۔44۔

قرض معاف کرنے کا صلہ۔45۔

بحالت ہندو نماز پڑھنا۔49۔

ملازمت میں ترقی۔50۔

بیعت کے لئے قادیان جانا۔51۔

ہندوؤں کے ساتھ بحث مباحثہ۔55۔

گنگا اشنان کے لئے ہردوار جانا۔56۔

اسلام کا اعلانیہ اظہار۔61۔

قادیان ملازمت کے متعلق رؤیا۔64۔

عبدالرحیم : حافظ۔438۔

عبدالرحیم درد۔414۔

عبدالرحیم قادیانی : بھائی۔11۔251۔408۔

عبدالرحیم شاہ۔410۔

عبدالرحیم نیر.491.490.487.407.406.110.5.4

عبدالرحیم مدہوش ۔486۔

عبدالرحیم میرٹھی۔407۔

عبدالرشید(چوہدری رشید احمد صاحبؓ کے بیٹے)۔38۔

عبدالرشید شرما۔68۔

عبدالرشیدؓ : شیخ۔214۔

عبدالسلام : ڈاکٹر۔265۔

عبدالسلام کاٹھ گڑھی۔97۔99۔132۔199۔

عبدالسمیع کپورتھلوی : منشی۔418۔457۔

عبدالعزیز۔32۔

عبدالعزیز۔169۔

عبدالعزیز اوجلوی۔408۔

عبدالعزیز : حافظ۔262۔

عبدالعزیز : شاہ۔369۔

عبدالعزیز لدھیانوی۔78۔

عبدالعزیز : مولوی۔360۔

عبدالغفور۔اسلام سے ارتداد۔433۔
عبدالغنی : چوہدری۔106۔107۔108۔114۔129۔
140۔141۔143۔173۔
عبدالغنی : مولوی۔359۔363۔
عبدالقادرؓ۔(یکے از ۳۱۳)۔221۔
عبدالقادرؓ۔339۔
عبدالقادرؓ : مولوی۔327۔410۔
عبدالقیوم۔14۔
عبدالکریم حیدرآبادی۔249۔
عبدالکریم سیالکوٹیؓ:مولوی۔ .86.80.71.53.52.51.2
249.247.246.238.223.211.210.188.186
400.399.391.370.358.338.268.267.254.
487.431.430.403.
عبدالکریم شرما۔68۔
عبداللطیف شہید:صاحبزادہ سید۔80۔188۔263۔265۔
عبداللطیف : شیخ۔ 184۔
عبداللہ۔408۔
عبداللہ۔(چوہدری مولا بخش صاحبؓ کے بیٹے)۔161۔
عبداللہ خان بہلول پوری۔232۔
عبداللہ جان۔(انجمن احمدیہ اشاعت اسلام کے سیکرٹری)۔32۔
عبداللہ درزی۔408۔
عبداللہ : ڈاکٹر۔409۔
عبداللہ کشمیری۔34۔
عبداللہ لدھیانوی۔327۔
عبداللہ: مولوی۔360۔
عبدالمجید۔388۔
عبدالمجید : چودھری (امیر ضلع جالندھر)۔143۔
عبدالمجید خان۔.447.438.409

عبدالمجید سالک۔30۔
عبدالمنان (مولوی غلام رسول صاحبؓ کے فرزند)۔178۔
عبدالمنان : حافظ۔178۔
عبدالواحد اوورسیئر۔185۔
عبدالواحد خاں صاحبؓ۔210۔212۔215۔244۔261
۔268۔270۔271۔
حضرت اقدسؑ کی معیت میں سفر جہلم .211۔قبولیت دعا۔216۔
عبدالوہابؓ۔47۔48۔49۔50۔51۔53۔54۔55۔56.
58۔71۔72۔74۔
عبیداللہ: ڈاکٹر۔2۔217۔
عدالت خان : چوہدری۔123۔
عزیز الدین: پادری۔16۔17۔
عزیز احمدؓ : صاحبزادہ مرزا۔21۔23۔
عزیز الرحمٰن :سید۔190۔
عزیز الرحمٰن :منشی۔474۔
عزیز بخش : میاں۔311۔417۔
عصمت اللہ وکیل۔232۔
عطاءاللہ خاں (امیر جماعت راولپنڈی)۔103۔106۔121۔
124۔
عطاءاللہ صابر۔168۔
عطامحمد۔148۔246۔
عطامحمد خان پشاوری۔270۔271۔
عطامحمد :مرزا (حضرت اقدسؑ کے دادا)۔296۔
عطرالدین :ڈاکٹر۔1۔2۔3۔9۔10۔12۔244۔
آپ کی غیرت ایمانی۔4۔
حضرت خلیفہ ثانی سے دوڑ کا مقابلہ۔7۔
علی گوہر:چوہدری۔160۔161۔162۔
عمر بخش۔153۔

عمر بخش نمبردار۔145۔
عمردین۔164۔
عمر فاروقؓ ۔258۔
عنایت بیگم۔(چوہدری نذیر احمد صاحبؓ کی اہلیہ ثانی)۔ 138۔
عیدا۔196۔
عیسیٰ علیہ اسلام.467.412.396.378.362.361.257.256.206
غفور النساء بیگم۔(مولوی عبدالواحد خاں صاحبؓ کی اہلیہ)۔211۔212
غلام احمد: مرزا۔(حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام)۔5۔26۔
40۔104۔128۔192۔193۔206۔208۔211۔
257۔274۔275۔276۔277۔306۔337۔440۔
447۔351۔352۔353۔355۔358۔360۔361۔
363۔364۔380۔413۔414۔423۔424۔427۔
444۔460۔466۔
شیخ عبدالوہاب صاحبؓ کے نام آپ کا خط۔73۔
غیر از جماعت کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔84۔
آپ کو جزامی کہنے والے کا انجام۔86۔
ٹاہلی والے مولوی کا آپؑ کو گالیاں دینا۔ 183۔
آپ کی صاف گوئی اور صداقت پسندی۔185۔
ملنے والے کو پہلے سلام کرنا۔147۔
نماز پڑھنے کا طریق۔259۔
حدیث کے متعلق حدیث والے سے پوچھنا۔262۔
مجھ کو چھپا کر کونسا اسلام دنیا کے سامنے پیش کریں گے۔273۔
آپ کی وفات۔278۔
احباب کپورتھلہ کے بارہ میں آپ کی تحریر۔305۔
براھین احمدیہ کی تحریر کے متعلق اشتہار 311۔
کپورتھلہ میں آپ کا پہلا اعلان۔312۔
حاجی الی اللہ صاحب کے نام آپ کے مکتوب315۔318۔320
کپورتھلہ میں آمد۔336۔

آپ کی مہمان نوازی۔357۔
مولوی سید نذیر حسین سے مباحثہ۔365۔
مولوی محمد بشیر بھوپالوی سے مباحثہ۔318۔
نماز قصر کی مسافت کے متعلق آپؑ کا ارشاد۔ 337۔
اطلاع اولین جلسہ 1891ء۔369۔
سفر میں روزہ۔374۔375۔
منشی حبیب الرحمٰنؓ صاحب کے نام آپؑ کے مکتوب. 377.439.468
آپ کے متعلق حضرت سید ناصر نوابؓ صاحب کی تحریر۔380۔
باوجود بخار کے روزہ رکھنا۔397۔
اپنا حق چھوڑ دینا گناہ ہے۔383۔418۔
کپتان ڈگلس کے لئے آپ کا اظہار خوشنودی۔389۔
آتھم سے مباحثہ۔391۔
نتیجہ مباحثہ ومباہلہ کے متعلق آپ کا ارشاد۔394۔
حقہ نوشوں سے آپ کا اظہار ناراضگی۔397۔
نسخہ سرمہ مقوی بصر۔398۔
آپ کی غذا۔399۔
خطبہ الہامیہ۔400۔
طاعون سے حفاظت۔402۔
کپورتھلہ، قادیان کا ایک محلّہ۔403۔
آپ کی ایک رؤیا۔407۔
آپ کی دہلی آمد اور بزرگان کی قبور پر دعا۔410۔
چودہ برس بعد لدھیانہ میں آمد۔411۔
کپورتھلہ کی مسجد کا ملنا۔416۔417۔
دہلی سے قادیان مراجعت۔419۔
آپ کا تصنیف میں استغراق۔429۔
یہ پان ہے یا ہاتھی کا کان۔430۔
قرآن شریف سنتے ہوئے آپ کے آنسو بھر آنا۔431۔
اسلام کو ڑا کرکٹ سے پاک ہونا چاہئے۔433۔

مجھ کو چھوڑ کر کیا مردہ اسلام پیش کرو گے۔435۔
آپ کی ہتک کرنے والے کا انجام۔437۔
اسلام کو یورپ اور امریکہ میں پھیلانے کی احسن تجویز۔463۔
آپؑ کی کپورتھلہ میں آمد۔ 484۔
غلام احمد(غیر احمدی)۔149۔
غلام احمد خان۔172۔
غلام احمد : شیخ (نومسلم)۔80۔407۔دوکان پر سیلف سروس۔81۔
غلام احمد واعظ: شیخ۔231۔
غلام احمد۔182۔
غلام احمد: حاجی75۔77۔79۔89۔90۔93۔95۔100
102۔110۔111۔128۔130۔132۔135۔136
137۔138۔140۔141۔144۔149۔157۔165
۔168۔169۔
خواب میں آنحضرت ﷺ کی زیارت۔76۔87۔
خواب میں ’’مسیح موعودؑ‘‘ لکھا ہوا دیکھنا۔78۔
آپ کی بیعت۔81۔
احمدی ہونے کے بعد ایک شخص کی عادات میں تبدیلی۔85۔
علاقہ ملکیریاں میں تبلیغی وفد کے امیر۔98۔
اشتہار’’نکاح بیوگان‘‘ کی اشاعت۔99۔
فصلانہ کی وصولی کے لئے بطور انسپکٹر تقرر۔101۔
آپ کی وصیت۔104۔
آپ کی وفات۔106۔
صداقت حضرت اقدس علیہ السلام کے لئے مباہلہ۔107۔
حضرت خلیفہ ثانیؓ کی خدمت میں نذرانہ پیش کرنا۔109۔
آپ کا توکل۔115۔
آپ کے جسم سے دھواں نکلنا۔119۔
جمعۃ المبارک کے لئے غسل۔123۔
بیعت کے بعد کیا حاصل ہوا۔125۔
غلام جیلانی: چوہدری۔111۔145۔148۔172
غلام حسن : بابو۔180۔
غلام حسن خان: مولانا۔17۔20۔28۔32۔38۔
144۔145۔151۔
غلام حسین: چوہدری ۔180۔
غلام حسین: سید ۔432۔
غلام حیدر: مولوی۔177۔178۔
غلام حسین قریشی۔(امام الصلوٰۃ)۔226۔
غلام رسول۔164۔
غلام رسول راجیکی۔110۔243۔483 ۔
غلام رسول: حافظ۔225۔243۔254۔
غلام رسول وزیر آبادی: حافظ۔238۔
غلام رسول: مولوی(مولوی غلام حیدر صاحب کے بیٹے)177۔178۔179
غلام رسول مہر۔30۔
غلام علی۔180۔
غلام فرید چاچڑاں شریف: پیر۔177۔
غلام قادر: مولوی۔222۔
غلام محمد۔168۔
غلام محمد امرتسری: حکیم۔10۔190۔
غلام محمد کشمیری۔26۔
غلام محمد: ماسٹر۔409۔
غلام محمد: مولوی۔(مبلغ ماریشس)۔20۔337.۔
غلام محی الدین۔62۔
غلام محی الدین: خلیفہ۔313۔330۔
غلام محی الدین: منشی۔342۔
غلام مرتضیٰ (حضرت مسیح موعودؑ کے والد صاحب)۔297۔317۔
غلام مرتضیٰ: چوہدری۔118۔
غلام مصطفیٰ۔180۔

غلام مصطفیٰ: سید۔30۔
غلام نبی۔182۔
غلام نبی خان۔87۔
غلام نبی خوشابی: مولوی۔360۔361۔362۔363۔
آپ کا حضرت اقدس کی بیعت کرنا۔359

ف

فاطمہ (مولوی غلام حیدر صاحبؓ کی بیٹی)۔177۔
فاطمہ (میاں رمضان علی صاحبؓ کی اہلیہ اول)۔175۔
فاطمہ (میاں غلام رسول صاحب کی اہلیہ دوم)۔175۔
فاطمہ (مولوی غلام رسول صاحبؓ کی بیٹی)۔178۔
فتح سنگھ اہلوالیہ۔296۔
فتح محمد سیال: چوہدری۔9۔مولانا محمد ابراہیم بقاپوریؓ کے متعلق آپ کی تحریر۔236۔
فضل احمد: شیخ (بزاز)۔193۔
فضل احمد۔182۔
فضل احمد: چوہدری۔232۔
فضل الدین وکیل: مولوی۔228۔
فضل الرحمٰن: حافظ (منشی حبیب الرحمٰنؓ صاحب کے بڑے بھائی)۔431۔432
فضل الٰہی (ماسٹر فقیر اللہ صاحبؓ کا بھائی)۔14۔
فضل الٰہی بھیروی: مولوی۔231۔
فضل الرحمٰن: حکیم۔265۔
فضل النساء۔(ڈاکٹر عطر الدین صاحبؓ کی اہلیہ اول)۔4۔
فضل بی بی (شیخ رحمت اللہ صاحب کی اہلیہ)۔193۔
فضل حق۔31۔
فضل حسین: سر۔14۔
فضل حسین: منشی۔342۔
فضل دین بھیروی: مولوی۔436۔
فضل محمد: چوھدری 408۔
فضل واحد: حاجی۔208۔
فقیر اللہ ماسٹر۔13۔18۔20۔22۔23۔24۔26۔28۔32۔38۔39۔40۔244۔266۔
حضرت اقدسؑ کے نام بیعت کا خط۔17۔
آپ کا شجرہ نسب۔25۔
خلافت ثانیہ کے متعلق آپ کا خواب۔27۔
مسلم ٹاؤن میں رہائش۔30۔
مولوی محمد علی صاحب کی آپ سے ناراضگی۔33۔
مشن ہائے بیرون ہند کے بجٹ تیار کرنا۔37۔
فقیر محمد۔47۔49۔54۔
فیاض علی: منشی۔309.341.342.381.383.416.417.418.419
فیروز الدین۔21۔
فیروز خان۔97۔
فیض الرحمٰن: شیخ۔201۔
فیض علی صابر۔38۔
فضل قادر: ڈاکٹر۔408۔
فیض محمد خاں۔214۔

ق

قابو خان۔170۔
قادر بخش۔195۔
قادر بخشؓ: ماسٹر (مولانا عبدالرحیم صاحب درد کے والد)۔77۔414
قدسیہ بیگم۔241۔
قطب شاہ۔208۔209۔
قیام خان۔170۔

ک ۔ گ

کا کو: مائی۔1۔
کالے خان: چوہدری۔158۔

کچھوا جی ۔170۔

کرپال سنگھ ۔55۔

کرم الدین :میاں ۔183۔197۔

کرم الٰہی:میاں ۔196۔199۔200۔

کرم بخش ۔152۔

کرم داد خان ۔(عبدالرحیم صاحب شرماؓ کے سسر)۔65۔67۔

کرم دین بھیں 52.83.137.211.246.249.262.
264.435

کریم الدین : چوہدری ۔214۔

کریم بخش : حافظ۔77۔

کریم بی بی ۔140۔

کظیم الرحمٰن :منشی۔291.308.309.314.320.323
.343.345.349.350.351.354.368.377.405
.415.439.440.441.442.444.447.448.484
.485.487.488.489.498.499

کلثوم بی بی ۔483۔485۔

کمال الدین: خواجہ۔1.223.233.266.273.274
.275.276.356.399.433.434.436.448.455

کنور بکرمان سنگھ۔341۔

کنہیالال۔249۔

کوڑے خاں: حکیم۔77۔

کیپٹن پین (منشی حبیب الرحمٰن صاحب کے انگریز استاد)۔310۔

گاماں پہلوان۔114۔

گامن خان۔(حاجی غلام احمد صاحبؓ کے والد)۔75۔

گاہئے خان: چوہدری۔153۔158۔

گوہر علی : منشی۔1۔338۔

گلاب ترکھان۔196۔

گلاب خان۔141۔160۔

گلاب دین۔197۔

گل محمد۔145۔153۔

ل ۔ م

لطف المنان : شیخ۔491۔495۔499۔

مادے خاں۔167۔

ماہی ۔196۔

مبارک احمد : مولانا۔241۔

مبارک احمد : شیخ۔175۔

مبارک احمد : صاحبزادہ مرزا۔249۔

مبارک علی: ابو یوسف مولوی۔210۔211۔233۔271۔272۔

مبارکہ بیگم۔168۔

مجدد الف ثانی۔315۔317۔

مجید احمد : صاحبزادہ مرزا۔241۔

مجیدہ بیگم۔226۔

محبّ الرحمٰن: مولوی۔292.307.310.342.357.392
.405.431.484.496.497

محبوب الرحمٰن :حافظ۔431۔432۔

محبوب عالم۔350۔351۔

محبت خان: نواب۔205۔208۔209۔

محفوظ الحق علمی۔34۔

محمد ﷺ۔87۔192۔

محمد : حافظ۔178۔

محمد : میاں۔15۔16۔

محمد : مولوی۔214۔313۔360۔

محمد ابراہیمؓ بقاپوری۔220۔222۔228۔230۔234۔239۔
240۔242۔243۔244۔252۔266۔278۔

آپ کے اہل خانہ کی بیعت۔224۔

ایک غیر از جماعت مولوی کے ساتھ مباہلہ۔225۔

بطور واعظ ملازمت۔231۔

آپ کے متعلق مفتی محمد صادق صاحبؓ کی تحریر۔232۔

حضرت اقدسؑ کا آپ کے سوالات کا جواب دینا۔ 238۔

حضرت خلیفہ ثانیؓ کا آپ کو جن نکالنے کے لئے بھیجنا۔241۔

آپ کی روایات۔254۔

محمد ابراہیم؛ حافظ۔234۔407۔

محمد ابراہیم سیالکوٹی: مولوی176۔233۔238۔ 263

محمد ابوالقاسم: منشی۔(حبیب الرحمٰنؓ صاحب کپورتھلوی کے والد).307.306

محمد احسن امروہیؓ: سید۔192۔206۔256۔270۔378۔

407۔452۔454۔456۔457۔

محمد احمد مظہر: شیخ۔405۔417۔457۔485۔501۔

محمد اروڑاؓ: منشی.342.341.337.336.312.302.300

.381.374.66.358.356.354.350.344.343

.502.501.447.408.388.382۔

محمد اسحاق: کیپٹن ڈاکٹر۔(مولانا محمد ابراہیم صاحبؓ بقاپوری کے بیٹے)۔239۔

محمد اسحاق۔177۔

محمد اسحاقؓ: میر۔109۔110۔188۔234۔251۔483۔

محمد اسماعیل (مولانا محمد ابراہیم صاحبؓ بقاپوری کے بھائی).241.226.222

محمد اسماعیل: شہیدؒ۔381۔

محمد اسماعیل: ڈاکٹر میر۔38۔226۔305۔392۔399۔

406۔410۔502۔

محمد اسماعیلؓ حلالپوری۔64۔

محمد اسماعیل کاٹھ گڑھی۔105۔

محمد اشرفؓ: سید۔3۔

محمد اشرف: منشی۔384۔

محمد اکبر۔473۔

محمد انور۔138۔

محمد بخش (چوہدری نجابت علی صاحب کے والد)۔164۔

محمد بخش۔154۔

محمد بخش: چوہدری۔158۔

محمد بشیر بھوپالوی: مولوی حضرت اقدس سے مباحثہ۔368۔

محمد بہرام خان۔207۔

محمد بی بی۔180۔

محمد پریل۔235۔

محمد تیمور: شیخ۔9۔

محمد جان۔88۔89۔90۔92۔148۔149۔157۔

محمد چراغ: منشی۔185۔186۔311۔

محمد حسن: مولوی۔360۔374۔

محمد حسین بٹالوی: مولوی۔366.365.364.277.177۔

392.380.376.374.371.367

مباہلہ سے فرار۔393۔

محمد حسینؓ: چوہدری۔218۔

محمد حسین: حکیم (مرہم عیسیٰ)۔39۔257۔409۔

محمد حسین: خلیفہ۔474۔

محمد حسین: سید31۔78۔454۔541۔

مسلم ٹاؤن لاہور کا پہلا نام ''احمدیہ بستی''۔29۔

محمد حسین کپورتھلوی: مولوی۔374۔383۔

محمد خانؓ کپورتھلوی: منشی۔341.339.337.312.302.6

.383.381.374.366.354.350.344.343.342

.503.484.446.388

محمد دین: حکیم (امام الصلوٰۃ)۔225۔

محمد رفیق۔177۔

محمد رمضان (مولوی عبدالواحد خان صاحبؓ کے والد)۔210۔

محمد زمان: مرزا۔198۔

محمد سرور۔138۔

محمد سرور شاہ : سید۔5۔106۔221۔234۔452۔
محمد سعید۔220۔374۔386۔
محمد سلیم۔176۔
محمد شفیع: مرزا۔226۔
محمد صادقؓ: مفتی۔22۔40۔65۔80۔192۔232۔287
.295.296.301.330.338.407.413.431.438
.457.458.460.476.483.487
محمد صادق: خان بہادر۔34۔35۔36۔37۔
محمد صالح۔369۔
محمد ظفر اللہ خانؓ : چوہدری سر۔240۔
محمد عباس؛ مرزا۔207۔
محمد عبد اللہؓ سنوری : منشی۔ 340۔341۔343۔
محمد عبد اللہ: قاضی۔4۔5۔6۔7۔
محمد عبد اللہ : مولوی۔132۔
محمد عبد اللہ خان: نواب۔241۔
محمد عظیم اللہ خان: خانزادہ۔207۔
محمد علی بابو۔487۔
محمد علی (حاجی غلام احمد صاحب کے بہنوئی)۔88۔89۔114۔
محمد علی بوپڑی: مولوی۔312۔
محمد علی : چوہدری (چوہدری برکت علی صاحب کے بیٹے)۔154۔156۔
محمد علی : حافظ۔374۔
محمد علی خاں شاہجہانپوری۔210۔214۔
محمد علی: مولوی۔9۔19۔23۔27۔28۔29۔30۔31۔
32۔34۔35۔37۔40۔103۔192۔213۔228۔
229۔230۔233۔273۔433۔434۔435۔448۔
۔451۔452۔454۔455۔
ماسٹر فقیر اللہ صاحب سے آپ کی ناراضگی۔33۔
محمد علی خان: کرنل۔311۔337۔

محمد علی خانؓ: نواب۔95.229.231.272.408.449۔
456۔457۔473۔
محمد عمر : بابو۔121۔
محمد عیسیٰ : شیخ۔20
محمد فیض الدین: مولوی۔277۔
محمد لشکر خان (ملک محمود خان صاحبؓ کے والد)۔205۔
محمد نذیر حسین دہلوی: سید۔364۔365۔366۔370۔371
373۔375۔376۔
محمد نصیب: شیخ۔20۔
محمد نواز۔148۔
محمد ولی اللہ: حاجی۔302.307.308.310.311.314
.317.318.320.321.329.330.331.333.334
.341.346.352.354.365.418.423.424.425
آپ کا شجرہ۔485۔
محمد یار عارف۔(مبلغ انگلستان)۔180۔
محمد یحیٰ۔(مجاہد انگلستان)۔4۔5۔6۔
محمد یعقوب: ڈاکٹر۔103۔
محمد یوسف: پیر۔51۔
محمد یوسف: (حکیم محمد حسین صاحب کے بیٹے)۔409۔
محمد یوسف: سید۔265۔
محمد یوسف: قاضی۔ 18۔29۔205۔207۔209۔271
محمد یوسف: میاں۔206۔207۔
محمد یوسف: علی خان۔165۔
مخدوم بخش ٹیلر۔214۔
محمود احمد عرفانی: شیخ۔117۔
محمود احمدؓ: مرزا (حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ)۔36۔38۔39۔
63۔90۔92۔95۔97۔107۔108۔109۔118۔
139۔197۔206۔209۔213۔226۔228۔229۔230

۔240۔243۔277۔305۔306۔410۔415۔432
۔448۔449۔453۔457۔462۔476۔479۔
ڈاکٹر عطر الدین صاحب کا خطبہ نکاح۔4۔
مسجد برلن کے لئے چندہ کی تحریک۔7۔
آپؓ کی خلافت کے متعلق خواب۔ 27۔
رسوم و رواج کی چھتوں اور مکانوں کے گرنے کی دعا۔91۔
فصل کے موقع پر باشرح فصلانہ کی وصولی کے لئے انسپکٹران کا
تقرر۔101۔
احباب کپورتھلہ کے متعلق آپؓ کی تحریر۔ 297۔
منشی ظفر احمدؓ صاحب کے انتقال پر آپ کا خطبہ۔298۔
آپ کی آمین۔427۔
آپ کی شادی۔428۔
انجمن تشحیذ الاذہان کا اجراء۔438۔
سفر یورپ سے مراجعت پر سپاسنامہ۔459۔
ویمبلے مذاہب کانفرنس میں شرکت۔472۔
مسجد لندن کے لئے مستورات میں چندہ کی تحریک۔477۔
محمود الحق: حافظ۔338۔
محمود خانؓ ملک۔205۔209۔
مخالف احمدیت کی پٹائی۔208۔
مختار احمدؓ شاہجہانپوری: حافظ۔ 487۔
مختار احمد ہاشمی۔.290
مرلیدھر: ماسٹر۔440۔
مریم علیہا السلام۔342۔363۔366۔
مدثر شاہ: میر۔13۔17۔
مراد بخشؓ۔129۔135۔137۔
مرتضیٰ حسن دربھنگی۔214۔
مرید احمد خان تالپور: میر۔235۔
مسعود احمد۔414۔

مسعود الرحمٰن۔200۔414۔
مصری شاہ (مجذوب) جس نے ولی بننا ہے قادیان جائے۔2۔
مظفر احمد: صاحبزادہ مرزا۔240۔
مظہر حق: میاں۔408۔
مظہر شاہ۔112۔
معراج الدین: میاں۔183۔
ملک خانؓ۔207۔208۔
منشی خاں: چوہدری۔158۔159۔167۔168۔
منظور بیگم۔182۔
منظور محمدؓ۔481۔
منور احمد: ملک۔265۔
موسیٰ خان۔206۔
مولا بخش۔145۔
مولا بخش بوٹ فروش۔275۔
مولا بخش نمبردار۔232۔
مولا بخش: چوہدری۔140۔141۔144۔145۔167۔
مولا بخش ولد گلاب خاں۔141۔160۔162۔
مولا بخش: ملک۔2۔
مولی۔87۔
مہر الدین: میاں۔21۔
مہتاب۔300۔
مہتاب دین۔197۔
مہر النساء بیگم (چوہدری مراد بخش صاحب کی بیٹی)۔136۔137۔
مہر النساء بیگم (چوہدری بشارت علی خان صاحب کی اہلیہ) 170۔171
مہر حسین بریلوی۔190۔
مہر خان۔78۔102۔105۔115۔129۔135۔136۔
137۔139۔140۔141۔144۔
مہر خان: چوہدری۔171۔173۔

مہر دین آتشباز۔190۔
مہر سنگھ۔406۔
مہرو۔163۔
مہندی۔169۔
میراں بخش۔428۔
میر درد :خواجہ۔410۔
میرو۔(چوہدری اکبر خاں صاحب کی اہلیہ)۔167۔
میور۔۔435۔

ن

ناصر احمد: حضرت مرزا۔(خلیفۃ المسیح الثالثؒ)۔110۔241۔
ناصر المرتضیٰ علی : سید۔486۔
ناصر نوابؓ:میر۔10۔20۔22۔28۔40۔229۔250۔
356۔380۔410۔436۔494۔
آپ کی قادیان آمد۔430۔
دورہ برائے وصولی چندہ۔475۔
ناصرہ۔432۔
نبی بخش: حافظ۔205۔269۔
نبی بخش۔87۔
نبی بخش: چوہدری۔163۔
نتھو خان۔145۔148۔
نتھے خان: چوہدری (نواں شہر)۔164۔
نتھے خان: چوہدری (سیالکوٹ۔سرگودھا)۔179۔
نجابت علی خاں (کرسی نشین)۔77۔78۔79۔146۔164
165۔166۔
نجم الدین (رئیس میرٹھ)۔215۔
نذیر احمد: چوہدری (چوہدری مراد بخش صاحب کے بیٹے)۔135۔
136۔138
نذیر حسین دہلوی: مولوی۔177۔
نسیم اختر۔138۔
نصر اللہ خانؓ: چوہدری۔228۔275۔276۔277۔
نصرت بانو: سیدہ (ڈاکٹر عطر الدین صاحب کی دوسری اہلیہ)۔4۔
مسجد برلن کے لئے چندہ دینا۔7۔
منارۃ المسیح کے لئے چندہ دینا۔12۔
نصرت جہاں بیگم: سیدہ (حضرت ام المومنین)۔212۔269۔
مولوی عبدالواحد خان صاحب کو حضرت اقدسؑ کی واسکٹ دینا۔211۔
نظام الدین :اولیاء۔410۔
نظام الدین : شیخ۔193۔
نظام الدین: مرزا۔189۔427۔
نظام الدین: مستری۔26۔262۔
نظام الدین: میاں۔(عرف جامو)۔196۔200۔
نعمت اللہ۔28۔
نعمت اللہ۔شہید۔461۔472۔
نعمت خان۔87۔90۔102۔147۔149۔
نکی۔(شیخ عبدالوہاب صاحبؓ کی والدہ)۔70۔73۔
نند کشور۔47۔
نوابؓ۔219۔
نواب۔168۔
نواب بیگم۔148۔159۔
نواب محمد ولی۔173۔
نور احمد : چوہدری۔109۔129۔143۔
نور الحق: مولوی۔290۔
نور احمد: حافظ۔346۔347۔
نور احمد: شیخ۔391۔
نور الدینؓ :حکیم مولوی (حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ)295۔339
.400.433.438.449.351.377.378.382.392
.468.453.450

ساری خوبیاں وحدت میں ہیں۔455۔

اعانتِ سکول کے لئے۔چندہ۔ 473۔

نورالدین :بابو۔407۔

نورالنساء۔13۔

نورمحمد۔260۔

نورمحمد:چوہدری۔132۔

نورمحمد : شیخ۔195۔

نیاز بیگؓ:مرزا۔22۔

نیازمحمدؓ: شیخ۔240۔

نیازمحمدؓ: ملک۔414۔

نیوی۔(چوہدری مولابخش صاحبؓ کی اہلیہ) 160۔

و

وحید۔217۔

وزیرمحمد۔167۔481۔

ولی اللہ شاہؓ۔326۔330۔410۔

ولی اللہ شاہؓ(ناظرامورعامہ)۔442۔

ولی محمد۔153۔

ولی محمد خاں۔168۔

ہ

ہادی حسن۔164۔

ہاشم علی۔476۔

ہڈلسٹن:میجر جنرل۔210۔213۔269۔

ہرکیشن داس۔کپورتھلہ کی مسجد کی مسجد کا فیصلہ۔421۔

نقل فیصلہ مسجد کپورتھلہ۔422۔

ہلوخاں۔168۔

ہنری مارٹن کلارک:ڈاکٹر۔388۔390۔391۔412۔

ہمایوں بخت : قاضی۔204۔

ی

یعقوب بیگ : ڈاکٹر مرزا۔21۔22۔228۔255۔256۔
268۔407۔454۔

یعقوب علی عرفانیؓ: شیخ ۔20۔40۔109۔110۔191۔
221.241.251.290.299.301.303.310.314
.317.323.332.334.336.338.358.384.407
.435.438.443.446.474.487.488.495.502

یعقوب علی: قاضی۔(قاضی اشرف علی صاحبؓ کے والد)۔201۔

یوسف بیگ : خواجہ۔393۔394۔

مقامات

آ ۔ ا

آگرہ۔202۔210۔486۔
اٹاری۔196۔
اٹاوہ۔204
اٹک۔13۔15۔
احمد نگر۔150۔
اڑمڑ مانڈہ۔132۔
اسلام آباد۔486۔
افغانستان۔80۔
افریقہ۔68۔175۔290۔357۔481۔
امرتسر۔1۔2۔4۔103۔105۔106۔108۔114۔
.185.249.328.354.362.363 .380.388
.390 .392.393.395.408.409.436.478.
479 .484.502.
امروہہ۔270۔
امریکہ۔4.80.290.375.378.434.457.458.
.459.460.462.463.464.467.476
انبالہ 41۔57۔
اندور۔214۔
انڈیمان۔412۔
انگلستان۔4۔80۔180۔472۔476۔477۔490۔
اودھ۔306۔280۔431۔494۔
اوڑ۔103۔
اوکاڑہ۔129۔

ب

بازید خیل۔207۔
باغبانپورہ۔122۔
بوگام۔204۔
بٹالہ۔1۔9۔14۔20۔28۔40۔79۔83۔204۔
223۔241۔249۔250۔251۔278۔356۔376۔
388۔390۔407۔408۔409۔
برلن۔7۔
برما۔10۔210۔486۔
بریلی۔486۔
بسراواں۔80۔247۔
بصرہ۔4۔10۔
بغداد۔4۔10۔201۔
بقاپور۔220۔221۔224۔
بکٹ گنج۔207۔
بکھلور۔97۔
بلوچستان۔174۔365۔
بمبئی۔7۔11۔210۔380۔400۔.459۔460۔
بنارس۔210۔
بن باجوہ۔179۔
بنگہ۔97۔107۔116۔120۔133۔409۔415۔
494۔496۔
بنوڑ۔41۔42۔63۔65۔70۔72۔
بوڑھانہ۔306۔307۔
بھارت۔289۔499۔

بہاولپور۔177۔

بہلولہ۔180۔

بھڈ یار۔6۔

بہرائچ۔431۔432۔

بہرام۔481۔

بھلوال۔180۔182۔432۔

بھوانی۔155۔

بھوپال۔307۔308۔

بھوگام۔201۔

بھیرہ۔10۔363۔

بھیں۔52۔83۔137۔

بیرسیال۔246۔

بیرم پور۔120۔

بیگم پور۔120۔234۔

بیگووال۔296۔339۔408۔

پ ۔ ت ۔ ٹ

پاکستان۔1۔92۔115۔153۔199۔200۔485۔

پائی خیل: موضع۔23۔

پٹھان کوٹ۔35۔

پٹیالہ۔41۔43۔50۔57۔62۔70۔72۔175۔232
233۔365۔403۔474۔

پٹیالہ ساہیاں۔182۔

پرگنہ۔350۔

پشاور۔ 9۔13۔14۔16۔17۔18۔19۔20۔205۔
207۔208۔209۔380۔

پنام۔97۔120۔172۔

پنجاب۔101۔103۔174۔206۔372۔380۔395
469۔

پورٹ بلیئر۔486۔

پونا۔10۔

پوہلہ مہاراں۔183۔

پھالیہ۔89۔

پھگواڑہ۔408.403.374.357.354.314.292.109.
488.481.475.458.445.435.515.414.409.
499.496.494.490.489.

پھلور۔408۔415۔494۔

پھیروچیچی۔198۔

ترکستان۔455۔

تلونڈی داباں والی۔1۔

ٹھیکریوالہ۔272۔

ج ۔ چ

جالندھر۔2۔75۔85۔86۔95۔97۔103۔118۔120۔
125۔127۔128۔129۔135۔136۔142۔144۔
151۔153۔158۔160۔163۔168۔169۔170
171۔233۔234۔245۔246۔317۔338۔
408.403.397.387.386.385.354.341.340.
494.481.462.459.415.414.

جاڈلہ۔160۔

جرمن۔458۔

جڑانوالہ۔138۔143۔149۔

جگت پورہ۔1۔

جموں۔356۔380۔400۔403۔

جنڈیالہ۔390۔

جوالاپور۔58۔

جوہی۔121۔

جھانسی۔210۔211۔214۔216۔

جہلم۔21۔22۔185۔188۔211۔262۔263۔486۔

جھنگ۔174۔176۔

جھنگی۔259۔

جیکب آباد۔486۔

چارسدہ۔209۔

چاہ دوہرٹہ۔164۔

چک چٹھہ۔220۔

چکوال۔408۔

چنگا بنگیاں۔233۔

چورہ شریف: موضع۔15۔

چوہدری والہ۔241۔

چھمال۔1۔

ح ۔ خ

حاجی پور۔292.308.314.354.357.358.369
.374.375.382.385.386.389.396.403.404
.405.409.414.515.431.432.435.437.445
.459.462.471.472.474.476.481.485.488
.490.491.494.496.497.499.

حافظ آباد۔220۔

حسن پور کلاں۔132۔

حصار۔24۔

حضرو۔13۔

حمید پور۔221۔225۔

حیدرآباد۔309۔

خوشاب۔177۔363۔364۔

خان پور۔232۔

د ۔ ڈ

درگئی۔206۔

دمشق۔462۔469۔470۔

دوالمیال۔232۔

دوسوہہ۔120۔121۔

دہلی ۔23۔175۔176۔339۔365۔368۔369۔
.371.375.406.407.409.410.411.416.419
.486.

دیوبند۔327۔

ڈلہ موضع۔264۔

ڈلہوزی۔35۔106۔

ڈھپئی۔193۔

ڈھینگ۔65۔

ر

راولپنڈی۔10.18.19.103.121.124.208.217
229.300.

رائے پور۔90۔140۔

راہوں۔2۔75۔87۔103۔120۔131۔133۔
143۔170۔496۔

ربوہ۔21۔28۔39۔40۔47۔74۔93۔150۔166۔
۔171۔174۔175۔195۔209۔235۔244۔265۔
377۔409۔413۔486۔495۔

رسالپور۔108۔

رنگون۔210۔

ریواڑی۔173۔

روہڑی۔236۔

س ۔ ش

سراوہ۔306۔307۔318۔328۔350۔
سرحد۔174۔207۔209۔
سرگودھا۔113۔168۔174۔177۔179۔182۔183۔
225۔228۔230۔231۔233۔240۔432۔
سرہندشریف۔233۔403۔
سڑوعہ۔88۔89۔97۔99۔109۔120۔123۔129۔
140۔143۔163۔167۔169۔170۔171۔172۔
سکرنڈ۔233۔
سکندر۔211۔
سلطان پور۔210۔
سلوہ۔126۔
سندھ۔ 68۔121۔174۔218۔231۔232۔233۔
234۔235۔236۔240۔499۔
سوڈان۔210۔213۔
سہارن پور۔175۔306۔351۔352۔
سیالکوٹ۔1۔179۔180۔181۔182۔183۔210۔
211۔212۔260۔262۔271۔277۔338۔365۔
380۔387۔300۔403۔416۔502۔
سیکھواں : موضع۔408۔
شامت پور۔208۔
شامکی۔196۔
شاہ پور۔364۔
شاہجہاں آباد۔170۔
شاہدرہ۔196۔197۔
شکرگڑھ۔1۔
شکوہ آباد۔204۔
شیخوپورہ۔196۔
شیرانوالی۔300۔

ص ۔ ط ۔ ع

صاحبہ۔120۔
صغیروال۔159۔
طغل والہ۔184۔187۔195۔
طور۔205۔207۔208۔
عرب۔373۔493۔
علی پورکھیڑا۔201۔202۔204۔
علی گڑھ۔23۔342۔

ف ۔ ق

فتح گڑھ۔196۔222۔
فیروزپور۔1۔
فیصل آباد۔485۔
قادیان۔ 2 ۔ 3۔4۔5۔7۔9۔11۔13۔14۔16۔
17۔19۔20۔21۔22۔23۔24۔28۔29۔32
36۔37۔38۔51۔52۔53۔60۔64۔65۔68۔
69۔70۔71۔72۔79۔81۔82۔83۔84۔87۔88
89۔92۔96۔97۔98۔99۔102۔103۔104۔
106۔107۔110۔111۔117۔122۔125۔126۔
129۔132۔135۔137۔138۔139۔140۔141۔
142۔154۔155۔156۔160۔163۔164۔171۔
172۔180۔182۔184۔185۔186۔187۔188۔
189۔193۔195۔196۔197۔198۔199۔200۔
201۔204۔206۔207۔211۔214۔216۔221۔

222۔223۔228۔230۔231۔244۔24۔247۔
248۔249۔251۔259۔262۔266۔268۔269۔
343.342.337.297.296.290.289.278.270.
374.369.359.358.357.356.355.354.344.
406.403.400.399.397.387.380.378.375.
429.428.427.425.423.419.415.408.407.
456.455.444.440.438.436.432.431.430.
486.484.480.478.476.475.469.459.457.
502.501.496.490.
قلعہ راجکورو۔180۔

ک ۔ گ

کابل۔394۔461۔
کاٹھ گڑھ۔90۔97۔99۔109۔120۔132۔
148۔149۔167۔170۔
کالوخورد۔13۔
کپورتھلہ۔5۔70۔287۔296۔297۔299۔300۔
313.312.311.309.308.307.305.302.301.
336.332.331.330.329.328.318.317.314
352.350.349.342.341.340.339.338.337.
380.379.374.373.367.365.359.358.354.
400.398.396.395.387.385.383.382.381.
424.423.421.419.418.416.409.408.405.
462.459.447.446.445.438.431.426.425.
497.489.486.485.484.475.474.471.466.
.501.
کپورتھلہ قادیان کا ایک محلّہ۔403/502۔
نقل فیصلہ عدالت بابت مسجد کپورتھلہ۔422۔
کنڑہ مت سنگھ۔2۔
کچھ بھوج۔221۔
کراچی۔11۔217۔440۔486۔
کرتارپور۔131۔171۔173۔354۔409۔
کریام۔75۔82۔84۔87۔88۔89۔90۔91۔93۔95۔
100۔101۔102۔104۔105۔107۔110۔111۔
112۔155۔156۔158۔159۔160۔163۔164۔
167۔168۔169۔170۔179۔245۔
حضرت اقدس کو جذامی کہنے والے کا انجام۔86۔
احمدیہ سکول کریام کا اجراء۔96۔
ایک امریکن پادری سے مباحثہ۔98۔
کریم پور۔197۔129۔
کریہہ۔102۔120۔156۔
ککیری۔97۔
کشمیر۔365۔380۔
کلکتہ۔234۔413۔
کماں کھرالہ۔162۔
کنجڑوڑ دتاں۔1۔
کنری۔118۔
کوچہ مت سنگھ۔2۔
کوٹلی۔407۔
کوئٹہ۔210۔213۔269۔270۔271۔272۔
کوہالہ۔10۔
کہرکہورہ۔328۔
کھارا۔245۔
کھرل خورد۔123۔

کیتھاں۔120۔
کیڑی موضع۔65۔
کیمبل پور۔13۔
گجرات۔10۔65۔89۔115۔156۔182۔262۔
گڑھ شنکر۔79۔97۔118۔120۔170۔
گنا چور۔120۔
گوجرانوالہ۔180۔220۔221۔225۔
گورداسپور۔1۔21۔83۔182۔246۔249۔259۔
365۔388۔403۔406۔407۔436۔479۔
گوگیرہ۔138۔
گوکھووال۔232۔

ل

لاڑکانہ۔121۔235۔
لالہ موسیٰ۔262۔
لائل پور۔(فیصل آباد)۔111۔130۔138۔143۔144۔
148۔159۔161۔163۔172۔184۔189۔193۔
232۔403۔
لاہور۔3۔4۔6۔9۔11۔22۔28۔29۔31۔32۔
35۔36۔37۔39۔40۔47۔71۔74۔120۔
170۔178۔183۔196۔197۔221۔230۔
244۔249۔251۔261۔362۔371۔372۔
375۔380۔394۔400۔406۔408۔409۔455۔
478۔479۔486۔
لدھیانہ۔41۔47۔56۔57۔74۔77۔159۔162۔
175۔221۔241۔245۔249۔300۔312۔336۔
363.359.353.352.351.348.346.343.341.
408.401.399.386.384.380.374.365.364.
459.444.419.417.415.413.411.410.409.
.494۔
لکسر۔56۔
لکھنؤ۔400۔
لکھن وال۔182۔
لکھوکے۔174۔178۔394۔
لندن۔181۔193۔265۔390۔458۔462۔476۔477۔
479۔
لنگڑوعہ۔97۔136۔138۔170۔
لونڈخور۔209۔
لوہارو۔173۔
لوریوالہ۔180۔

م

مالاکنڈ۔13۔206۔
مالیرکوٹلہ۔493۔
مانسہرہ۔234۔
متھرا۔132۔
مجوکہ۔177۔179۔
مدراس۔486۔
مدوگول۔1۔
مدینہ منورہ۔394۔
مرالی والہ۔221۔224۔
مردان۔205۔206۔207۔208۔209۔
مسقط۔486۔
مصر۔462۔
مظفرنگر۔306۔
معیار۔205۔207۔208۔209۔
مکہ معظّمہ۔216۔197۔197۔343۔380۔394۔440۔

مکند پور۔97۔

مکیریاں۔98۔133۔

مگرا۔

ملتان۔23۔143۔164۔166۔196۔211۔486۔

ملکانہ۔114۔132۔156۔183۔192۔201۔472۔

ملکے والا۔183۔

مندرا۔221۔

مہو۔213۔216۔

میرپور۔407۔

میانوالی۔10۔24۔

میرپورخاص۔218۔

میرٹھ۔214۔215۔306۔307۔318۔328۔440۔

میسور۔365۔

مین پوری۔201۔

ن

نارووال۔172۔

نرائن گڑھ۔143۔

نواب شاہ۔233۔

نواں شہر۔97۔102۔109۔111۔118۔121۔123۔
۔124۔125۔126۔131۔133۔136۔138۔149۔
۔160۔164۔171۔172۔245۔496۔

نند پور۔65۔

نور محل۔149۔

نوشہرہ۔16۔206۔

و ۔ ہ

واہ فیکٹری۔15۔

وزیر آباد۔225۔262۔

وہاڑی۔66۔

ہرچووال۔132۔188۔

ہردوار۔56۔57۔58۔

ہشت نگر ۔209۔

ہندوستان۔210۔211۔231۔326۔327۔333۔
395۔469۔502۔

ہشیار پور۔76۔90۔91۔103۔118۔120۔123۔
127.۔128۔140۔154۔167۔169۔170۔223۔

ی

یو۔ پی۔306۔

یورپ۔375۔378۔434۔457۔460۔462۔463۔
464۔467۔484۔490۔493۔